فتاوی علماء ہند

جلد-۲۳

تیار کردہ

منتخب علماء ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی

باھتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔الہند

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۲۳)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	جولائی ۲۰۱۹ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ و ڈیزائننگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
ناشر	:	منظمة السلام العالمية، ممبائی، الهند

یہ کتاب ”منظمة السلام العالمية“ کی

طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے

وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

کتاب النکاح

نکاح کی شرعی حیثیت --
رشتہ کا انتخاب اور منگنی --
انبیاء کرام علیہم السلام کا نکاح --
تعدد ازدواج کے احکام --
اجازت نکاح کے احکام --
ایجاب وقبول کے احکام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللّٰہ عزوجل:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾

(سورۃ الروم:21)

عَنْ أَنَسٍ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال:

"أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا آكُلُ اللَّحْمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي".

(صحیح لمسلم،باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ،رقم الحدیث:1401)

قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَبَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

"تَنَاكَحُوا تَكْثُرُوا فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمُ الْأُمَمَ حَتَّى بِالسَّقْطِ".

(معرفۃ السنن والآثار،باب الترغیب فی النکاح،رقم الحدیث:13448)

عن أنس بن مالک قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

"إذا تزوج العبد فقد کمل نصف الدین فلیتق اللّٰہ فی النصف الباقی".

(شعب الإیمان،فصل فی الترغیب فی النکاح لما فیہ من العون،رقم الحدیث:5100)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي، وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ".

(سنن الترمذی،باب فی فضل أزواج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم،رقم الحدیث:3895)

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحات

فہرست مضامین

(الف)	کلمة الشکر، از: انجینئر شمیم احمد صاحب، خادم منظمة السلام العالمیة، مومبائی، انڈیا	۲۵
(ب)	تاثرات از: مولانا نظام الدین چھاپی، حفیظ الرحمن اعظمی، ذو الفقار احمد نقشبندی	۲۶
(ج)	پیش لفظ، از: مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی، رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی ممبئی، انڈیا	۲۹
(د)	ابتدائیہ، از: مولانا مفتی انیس الرحمن قاسمی، چیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، پھلواری شریف، پٹنہ	۳۰

نکاح کی شرعی حیثیت

(۱)	نکاح کا معنی اور قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال	۳۱
(۲)	ضرورت عقد نکاح	۳۲
(۳)	نکاح کا مقصد اور اُس کی شرعی حیثیت	۳۶
(۴)	شرعاً نکاح کی حقیقت	۳۷
(۵)	نکاح کے فضائل	۳۸
(۶)	فوائدِ نکاح	۴۰
(۷)	مستحباتِ نکاح	۴۱
(۸)	نکاح کے لیے باوصف عورت کا انتخاب اور شرعی طریقہ شادی	۴۳
(۹)	نکاح کی اہمیت اور اس کا حکم	۹۷
(۱۰)	ساری زندگی عبادت، یا تعلیم و تعلم میں گزارنا افضل ہے، یا نکاح کرنا	۹۸
(۱۱)	تبلیغی جماعت کے لیے زندگی وقف کر کے تاحیات نکاح نہ کرنے کا حکم	۱۰۰
(۱۲)	مرید کا بیعت کی وجہ سے شادی نہ کرنے کا حکم	۱۰۲

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۳)	کیا گدی نشیں کا نکاح جرم ہے	۱۰۴
(۱۴)	نکاح کے لیے کسی پیر سے مرید ہونا	۱۰۴
(۱۵)	نکاح میں عجلت	۱۰۴
(۱۶)	نکاح کی تعریف، غرض اور اس کا طریقہ	۱۰۵
(۱۷)	نکاح مسنون کا طریقہ	۱۰۷
(۱۸)	شرعی شادی کا طریقہ	۱۰۹
(۱۹)	نکاح کا مسنون طریقہ	۱۱۰
(۲۰)	شادی کا مسنون طریقہ کار	۱۱۰
(۲۱)	نکاح کا شرعی حکم	۱۱۴
(۲۲)	شرعی شادی	۱۱۵
(۲۳)	نکاح کا شرعی طریقہ	۱۱۵
(۲۴)	شادی بیاہ کا مسنون طریقہ	۱۱۶
(۲۵)	نکاح نفلی عبادت سے بہتر ہے	۱۱۶
(۲۶)	نکاح میں کتنے فرض ہیں اور کتنے واجب اور عاقدین کے کیا اختیارات ہیں	۱۱۶
(۲۷)	نکاح کا حکم: وجوب وسنیت مطلق ہے، یا بدلتا رہتا ہے	۱۱۸
(۲۸)	نکاح کرنا فرض ہے، یا سنت	۱۲۰
(۲۹)	نکاح کرنا کب فرض ہے اور کب واجب اور سنت	۱۲۲
(۳۰)	نکاح کا مسنون، واجب اور حرام ہونا	۱۲۳
(۳۱)	اقسامِ نکاح	۱۲۴
(۳۲)	نکاح کے اقسام	۱۲۵
(۳۳)	کن حالات میں نکاح جائز نہیں	۱۲۶
(۳۴)	نکاح کا طریقہ ودعا	۱۲۷
(۳۵)	نان نفقہ کی قدرت ہو تو شادی کرنا افضل ہے	۱۲۸
(۳۶)	جس کو نکاح کی سخت ضرورت ہو؛ لیکن نان نفقہ کا انتظام نہ ہو	۱۲۹

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۷)	جس کے پاس نفقہ کا انتظام نہ ہو	۱۳۰
(۳۸)	نکاح کی طاقت نہ رکھنے والوں کو روزہ کا حکم	۱۳۲
(۳۹)	شہوت توڑنے کے لیے روزہ رکھنے سے والد کا منع کرنا	۱۳۲
(۴۰)	غیر شادی شدہ بالغ اولاد کے گناہ میں کیا ماں باپ شریک ہیں	۱۳۴
(۴۱)	کیا لڑکی کو از خود نکاح کا حق حاصل ہے	۱۳۵
(۴۲)	بالغ اولاد کا نکاح کرنا والدین کی ذمہ داری ہے	۱۳۶
(۴۳)	بلا وجہ بیٹیوں کو گھر میں رکھنے اور شادی نہ کرانے کا حکم	۱۳۷
(۴۴)	جوان بیٹیوں کو گھر میں رکھ کر بلا عذر شرعی ان کا نکاح نہ کرنا	۱۳۷
(۴۵)	لڑکیوں کے نکاح میں بلا وجہ تاخیر کرنا	۱۳۸
(۴۶)	لڑکیوں کی شادی میں تاخیر گناہ ہے، یا نہیں	۱۳۸
(۴۷)	لڑکی کی شادی میں تاخیر کرنے اور رُکاوٹ ڈالنے والے کی کیا سزا ہے	۱۳۹
(۴۸)	لڑکی بٹھائے رکھنا اور شادی نہ کرنا کیسا ہے	۱۳۹
(۴۹)	لڑکے والوں کی طرف سے رشتہ میں پہل ہونے تک لڑکی کی شادی نہ کرنا	۱۴۰
(۵۰)	کم خرچ والے نکاح کی فضیلت	۱۴۱
(۵۱)	شادی میں مصلحتاً تاخیر	۱۴۱
(۵۲)	بلا عذر نکاح میں تاخیر	۱۴۲
(۵۳)	نکاح سے گریز	۱۴۲
(۵۴)	دوسری شادی نہ کرنے کا عہد	۱۴۴
(۵۵)	بیوی کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح	۱۴۵
(۵۶)	نکاح ثانی کرنے پر اولاد اور خاندان والوں کا ناراض رہنا غلط ہے	۱۴۶
(۵۷)	پہلی بیوی کی یاد میں زندگی گزارنا	۱۴۹
(۵۸)	نکاح موجب اجر ہے اور اس پر اعتراض خلاف شریعت ہے	۱۵۱
(۵۹)	نکاح ثانی	۱۵۲
(۶۰)	بیوی کے لیے نکاحِ ثانی	۱۵۳

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۶۱)	بیوہ کے نکاح ثانی کا حکم	۱۵۴
(۶۲)	حکم منع ثیبات از نکاح ثانی	۱۵۵
(۶۳)	بیوہ بچہ والی عورت کا نکاح کرنا کیسا ہے	۱۵۶
(۶۴)	بیوہ کا نکاح ثانی	۱۵۶
(۶۵)	نکاح بیوگان کوحق جان کر، اس کی مخالفت کرنے والا کیسا ہے	۱۵۶
(۶۶)	بیوہ کے نکاح کو معیوب سمجھنے والوں کے ہاں بیٹی کا عقد کرنا کیسا ہے	۱۵۸
(۶۷)	نکاح ثانی کو رسم کی وجہ سے عیب جاننا گناہ ہے	۱۵۸
(۶۸)	بیوہ سے نکاح وجہ ناراضی نہیں ہونا چاہیے	۱۵۹
(۶۹)	بیوہ، یا مطلقہ کو اپنے والد کے حکم سے نکاح ثانی فرض ہو جاتا ہے، یا نہیں	۱۶۰
(۷۰)	بیوہ سے نکاح افضل ہے، یا کنواری سے	۱۶۱
(۷۱)	بیوہ عورت سے نکاح	۱۶۲
(۷۲)	بیوی کے حقوق ادا نہ کر سکنے کے خوف سے نکاح نہ کرنے کا حکم	۱۶۲
(۷۳)	اندیشۂ تقسیمِ وراثت سے نکاح نہ کرنا	۱۶۴
(۷۴)	شادی نہ کرنے کی وجہ سے والدین کی شکایت کرنا	۱۶۵
(۷۶)	کیا شادی نہ کرنے سے آدمی گنہگار ہوگا	۱۶۶
(۷۶)	نکاح میں کون سی نیت کی جائے گی	۱۶۷
(۷۷)	بیوی کا یہ کہنا کہ مسئلہ ملاؤں کی ڈھونگ سے ہے، نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا	۱۶۸
(۷۸)	جن الفاظ سے قسم نہیں ہوتی، ان کے کہنے سے نکاح پر اثر	۱۶۸
(۷۹)	گناہوں سے نکاح نہیں ٹوٹتا	۱۶۹
(۸۰)	ناجائز حمل ساقط کرانے سے نکاح باقی ہے، یا نہیں	۱۶۹
(۸۱)	زنا سے نکاح نہیں ٹوٹتا	۱۶۹
(۸۲)	زنائے شوہر سے بیوی کا نکاح فاسد نہیں	۱۷۰
(۸۳)	عورت کی زنا سے نکاح ختم نہیں ہوتا	۱۷۱
(۸۴)	زوجہ کا زنا کرنا	۱۷۲

صفحات	عناوین	نمبر شمار
۱۷۲	زنا کرنے سے بیوی شوہر پر حرام نہیں ہوتی	(۸۸)
۱۷۲	ڈاکٹر کے ساتھ خلوت کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا	(۸۶)
۱۷۳	نکاح کے بعد ملازم کے ساتھ بیوی کا بھاگ جانا	(۸۷)
۱۷۴	دوسرے کی بیوی کو لے کر بھاگ جانا اور طلاق شوہر کے عدت کے بعد نکاح	(۸۸)
۱۷۵	جو عورت ایک سال تک ہندو کے ہاں رہے، اس کا نکاح	(۸۹)
۱۷۶	اغوا کے بعد نکاح اور متعدد مسائل	(۹۰)
۱۷۷	ضمیمۂ استفتاء ماقبل	(۹۱)
۱۸۰	اغوا سے نکاح متاثر نہیں ہوتا	(۹۲)
۱۸۱	عدالتی نکاح (کورٹ میرج) کا شرعی حکم	(۹۳)
۱۸۱	سول میرج کا شرعی حکم	(۹۴)
۱۸۵	سول میرج کا حکم	(۹۵)
۱۸۶	سول میرج	(۹۶)
۱۸۸	باپ اور بھائی کے ڈر سے کیے ہوئے نکاح سے منکر ہو جانا	(۹۷)
۱۸۹	عمر رسیدہ لوگوں کا کم عمر لڑکیوں سے نکاح	(۹۸)
۱۸۹	نکاح پر اظہارِ مسرت کے بعد ناراضگی کا حکم	(۹۹)
۱۹۱	نکاح در حالت مرض شدید	(۱۰۰)
۱۹۳	لڑکی سے محبت کے بعد شادی	(۱۰۱)
۱۹۴	ایک ہندو عورت کے سوالات در بارہ اسلام و جہیز و زیور دختر خود وغیرہ	(۱۰۲)
۱۹۴	میاں بیوی دونوں مسلمان ہو گئے تو کیا حکم ہے	(۱۰۳)
۱۹۵	قبولِ اسلام کے بعد نکاحِ ثانی	(۱۰۴)
۱۹۵	ہندو عورت اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہونے کے بعد تجدید نکاح کی ضرورت نہیں	(۱۰۵)
۱۹۶	نومسلم کا نکاح	(۱۰۶)
۱۹۶	عدت کے بعد نومسلمہ کا نکاح	(۱۰۷)
۱۹۷	نومسلمہ کا نکاح	(۱۰۸)

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۰۹)	نومسلمہ کا نکاح	۱۹۷
(۱۱۰)	کیا نومسلمہ کو چھ مرتبہ حیض کے بعد نکاح کی اجازت ہے	۱۹۹
(۱۱۱)	فاسق کا نکاح درست ہے	۲۰۰
(۱۱۲)	جو مرد اور عورت کبھی نماز نہیں پڑھتے، ان کا نکاح	۲۰۰
(۱۱۳)	اقرارِ زوجیت کا حکم	۲۰۱
(۱۱۴)	اقرار زوجیت کا حکم	۲۰۳
(۱۱۵)	انعقادِ نکاح کے لیے نکاح کا اقرار کافی نہیں اور بعض الفاظِ نکاح	۲۰۴
(۱۱۶)	حمائل پر ہاتھ رکھ کر اقرار سے نکاح نہیں ہوتا	۲۰۵
(۱۱۷)	جھوٹے اقرار اور جھوٹی خبر سے انعقاد نکاح کا حکم	۲۰۸
(۱۱۸)	حکم نکاح مرد و زن کہ ہر دو مدعی زوجیت اند و قبل ازاں نکاح نہ شدہ	۲۱۱
(۱۱۹)	نکاح ہو جانے کے بعد کسی کا یہ دعوی کرنا کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے	۲۱۱
(۱۱۲۰)	تعزیہ کو اگر اچھا سمجھ کر دیکھا تو اس کا نکاح	۲۱۳

رشتہ کا انتخاب اور منگنی

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۲۲)	رشتہ کے انتخاب میں اسلامی معیار	۲۱۵
(۱۲۳)	شادی سے پہلے لڑکی کو دیکھنا	۲۱۶
(۱۲۴)	نکاح سے قبل لڑکی کو دیکھنا	۲۱۷
(۱۲۵)	اشکال بر جوابِ مذکورہ بالا	۲۱۸
(۱۲۶)	جس عورت سے شادی کرنا ہے، اسے دیکھنا	۲۲۰
(۱۲۷)	شادی سے پہلے لڑکی کو بشہوت دیکھنا	۲۲۰
(۱۲۸)	نکاح سے قبل لڑکا لڑکی کے لیے ایک دوسرے کو دیکھنا	۲۲۰
(۱۲۹)	جس سے شادی کا ارادہ ہو لڑکی کا اس کو اپنا فوٹو بھیجنا	۲۲۱
(۱۳۰)	اعتبار مجلس	۲۲۲
(۱۳۱)	منگنی ہو جانے کے بعد لڑکے اور لڑکی کا آزادانہ ملنا اور خلوت میں رہنا	۲۲۳

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۳۲)	نکاح کی مجلس اور منگنی کی مجلس میں ایجاب وقبول اور اس کا فرق	۲۲۳
(۱۳۳)	صرف وعدہ سے نکاح نہیں ہوتا	۲۲۴
(۱۳۴)	وعدہ سے نکاح نہیں ہوتا	۲۲۴
(۱۳۵)	کیا وعدۂ نکاح سے نکاح ہو جائے گا	۲۲۵
(۱۳۶)	صرف وعدہ نکاح سے نکاح منعقد نہیں ہوتا	۲۲۸
(۱۳۷)	خِطبہ کسے کہتے ہیں؟ اور منگنی، یا سلامتی کے عنوان سے اجتماع کی شرعی حیثیت	۲۲۸
(۱۳۸)	منگنی خطبہ نکاح کے قائم مقام نہیں ہو سکتی	۲۳۰
(۱۳۹)	منگنی اور با قاعدہ نکاح میں فرق	۲۳۱
(۱۴۰)	لڑکی کو کپڑے پہنانا اور آپس میں کھانا کھلانا اور دعا کرنا نکاح نہیں ہے	۲۳۲
(۱۴۱)	منگنی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا	۲۳۳
(۱۴۲)	مجلسِ وعدۂ نکاح کیا نکاح ہے	۲۳۴
(۱۴۳)	وعدۂ نکاح سے نکاح نہیں ہوتا	۲۳۵
(۱۴۴)	حلفاً نکاح کا وعدہ کرنے کی شرعی حیثیت	۲۳۶
(۱۴۵)	لفظ رشتہ اور نسبت سے نکاح نہیں ہوتا	۲۳۷
(۱۴۶)	قول وقرار سے نکاح حکم	۲۳۸
(۱۴۷)	''لڑکی دیا، لیا'' کہنے سے نکاح ہوتا ہے، یا نہیں	۲۳۹
(۱۴۸)	منگنی میں لڑکا لڑکی دینے لینے سے نکاح نہیں ہوتا	۲۳۹
(۱۴۹)	''ناطہ دے دیا'' کہنے سے نکاح نہیں ہوتا ہے	۲۳۹
(۱۵۰)	ایک نے کہا: 'لڑکی دے دی' اور دوسرے نے کہا: 'لے لی'، کیا حکم ہے	۲۴۱
(۱۵۱)	'لے لیا' کے بجائے 'قبضہ کر لیا' کہنا	۲۴۱
(۱۵۲)	پیغام نکاح، نکاح نہیں	۲۴۲
(۱۵۳)	پیغام پر پیغام	۲۴۳
(۱۵۴)	منگنی کے وقت کا ایجاب وقبول ایک قسم کا وعدہ ہے	۲۴۴
(۱۵۵)	منگنی کے وقت اولیاء طرفین کا ایجاب وقبول ایک قسم کا وعدہ ہوتا ہے	۲۴۵

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۵۶)	مروجہ منگنی وعدہ ہے، اس سے نکاح نہیں ہوتا	۲۴۵
(۱۵۷)	منگنی سے نکاح منعقد ہوتا ہے، یا نہیں	۲۴۶
(۱۵۸)	منگنی میں مقصود وعدہ نکاح ہوتا ہے	۲۴۷
(۱۵۹)	منگنی کی شرعی حیثیت اور منگنی کے بعد لڑکی کا نکاح سے انکار کرنا	۲۴۷
(۱۶۰)	منگنی کی شرعی حیثیت اور کیا منگنی توڑنا جائز ہے	۲۴۹
(۱۶۱)	منگنی کا دعویٰ کیا، کیا حکم ہے	۲۵۱
(۱۶۲)	منگنی کے بعد دوسری جگہ نکاح کرسکتا ہے	۲۵۲
(۱۶۳)	منگنی کے بعد دوسرے لڑکے سے نکاح کردے تو درست ہے	۲۵۲
(۱۶۴)	منگنی ہوجانے کے بعد کسی لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرانا	۲۵۲
(۱۶۵)	منگنی کے بعد دوسری جگہ شادی جائز ہے، یا نہیں	۲۵۳
(۱۶۶)	منگنی کے بعد جو دیا تھا، نکاح نہ ہونے کی صورت میں واپس لے سکتا ہے، یا نہیں	۲۵۴
(۱۶۷)	منگنی کے بعد لڑکے کی صحت خراب ہوگئی، دوسری جگہ لڑکی کی شادی جائز ہے، یا نہیں	۲۵۴
(۱۶۸)	لڑکے کے طور پر طریق کا درست نہ ہونا، منگنی توڑنے کے لیے معقول عذر ہے	۲۵۵
(۱۶۹)	شرعی عذر کی وجہ سے منگنی توڑنا	۲۵۶
(۱۷۰)	معقول کی عذر کی بنا پر منگنی توڑی جاسکتی ہے	۲۵۷
(۱۷۱)	منگنی کرکے نکاح سے انکار کرنا	۲۵۸
(۱۷۲)	وعدۂ نکاح کرکے اس کے خلاف کرنا	۲۵۹
(۱۷۳)	نکاح کا وعدہ کرکے اس کے خلاف کرنا	۲۶۰
(۱۷۴)	لڑکی کے ولی وعدہ کے باوجود مصلحت کے پیش نظر دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے	۲۶۱
(۱۷۵)	منگنی ہونے کے دو سال بعد لڑکے کا انکار	۲۶۲
(۱۷۶)	منگنی کے بعد لڑکی بالغ ہوئی اور وہاں شادی سے انکار کرتی ہے، کیا حکم ہے	۲۶۳
(۱۷۷)	ایک جگہ ناطہ کردینے کے بعد بلا وجہ توڑ دینا گناہ ہے	۲۶۳
(۱۷۸)	ایضاً	۲۶۴
(۱۷۹)	منگنی کرنے کے بعد بلا عذر شرعی پھر جانا گناہ ہے	۲۶۵

نمبر شمار	عناوین	صفحات
نمبر شمار	عناوین	صفحات

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۸۰)	منگنی کے وقت مخصوص اشیاء کا لین دین	۲۶۵
(۱۸۱)	خلاف شرع رسم کی پابندی	۲۶۶
(۱۸۲)	منگنی پر کچھ رقم لینا	۲۶۹
(۱۸۳)	منگنی کے موقع پر لڑکے کے والد کا مجمع کو سلام کرنا	۲۷۰
(۱۸۴)	منگنی کے وقت شوہر کی طرف سے دی ہوئی رقم کا حکم	۲۷۰
(۱۸۵)	منگنی کے عوض لڑکی والوں کا رقم وصول کرنا	۲۷۳
(۱۸۶)	منگنی میں کپڑا بدلتے وقت لڑکے کو چاول، پان، چھالی چمانا	۲۷۳
(۱۸۷)	شادی سے پہلے گھر کو لیپنا اور انگلیوں کے نشانات لگانا	۲۷۳
(۱۸۸)	لڑکے کو مہندی، ابٹن لگانا	۲۷۴
(۱۸۹)	دولہے کو نہلانے کا انتظام، عورت کا ساڑی کی کور ڈالنا	۲۷۴
(۱۹۰)	سسرال پہونچنے پر دولہے کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ	۲۷۵
(۱۹۱)	دولہے سے دولہن کے سر پر سیندور ڈلوانا وغیرہ	۲۷۵
(۱۹۲)	کنبہ والوں کو کپڑے دکھلانا، جہیز کی نمائش اور اس کی فہرست	۲۷۵
(۱۹۳)	رخصتی کے وقت شوہر سے روپیہ لینا	۲۷۶
(۱۹۴)	منگنی کے وقت لڑکے کی طرف سے لڑکی کے لیے زیورات وغیرہ کے وعدہ کی حیثیت اور حکم	۲۷۷
(۱۹۵)	منگنی میں باجہ	۲۷۹
(۱۹۶)	بیٹے کی مخطوبہ سے باپ کا نکاح حلال ہے	۲۸۰

انبیاء کرام علیہم السلام کا نکاح

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۹۷)	پیغمبروں کے نکاح کے سلسلہ کے چند سوالات	۲۸۱
(۱۹۸)	نکاح کی مشروعیت کب ہوئی؟ نیز گزشتہ شرائع میں نکاح کا طریقہ کار کیا تھا	۲۸۲
(۱۹۹)	حضرت آدم علیہ السلام کے نکاح کے گواہوں کی تحقیق	۲۸۵
(۲۰۰)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نکاح کا طریقہ	۲۸۶
(۲۰۱)	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہرا باندھا ہے	۲۸۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۰۲)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتنی ازواج درست تھیں	۲۸۷
(۲۰۳)	بادشاہ اسلام کتنی بیویاں کرسکتا ہے	۲۸۷
(۲۰۴)	نفس کا ہبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے	۲۸۷
(۲۰۵)	زوجین کی عمر میں تناسب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض اور اس کا حکم	۲۸۸
(۲۰۶)	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا رشتہ کیوں رد کردیا گیا	۲۹۰

تعدد ازدواج کے احکام

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۰۷)	اسلام میں بیک وقت تعدد ازواج کا حکم	۲۹۱
(۲۰۸)	دوسرا نکاح کرنا کیسا ہے	۲۹۱
(۲۰۹)	نکاح کے وقت کسی دوسری عورت سے نکاح نہ کرنے کی شرط	۲۹۲
(۲۱۰)	مرد نے کہا کہ اس بیوی کی زندگی میں دوسرا نکاح حرام ہے، پھر کرلیا، کیا حکم ہے	۲۹۳
(۲۱۱)	عہد شکنی کر کے دوسرا نکاح	۲۹۴
(۲۱۲)	ایک نکاح سے زائد پر پابندی مسلم پرسنل لا کے خلاف	۲۹۵
(۲۱۳)	تعداد ازدواج پر پابندی لگانے کا مسودہ پیش کرنا جائز نہیں	۲۹۶
(۲۱۴)	سرکاری ملازم پر ایک سے زائد بیویاں رکھنے پر پابندی لگانا	۲۹۷
(۲۱۵)	ایک سے زائد نکاح کس کے لیے جائز ہے	۲۹۸
(۲۱۶)	ایک سے زیادہ بیوی کرنا کب جائز ہے	۲۹۸
(۲۱۷)	ضرورت کی بنا پر نکاح ثانی	۲۹۸
(۲۱۸)	۵ ربچوں کے باپ کو دوسری شادی کرنا کیسا ہے	۳۰۰
(۲۱۹)	کثرتِ ازدواج کی حکمت	۳۰۰
(۲۲۰)	اِسلام میں چار نکاح کے جواز کی حکمت	۳۰۲
(۲۲۱)	”ذروا الحسناء العقیم وعلیکم بالسوداء الولود“ حدیث کی اسنادی حیثیت	۳۰۴
(۲۲۲)	ایک حدیث کی تحقیق وتخریج	۳۰۴

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۲۳)	چند احادیث کی تخریج	۳۰۶
(۲۲۴)	دوسرا نکاح	۳۱۳
(۲۲۵)	پوشیدہ طریقہ پر نکاح ثانی	۳۱۴
(۲۲۶)	از روئے شرع ایک شخص کتنی شادی کر سکتا ہے	۳۱۴
(۲۲۷)	ایک سے زائد عورتوں سے شادی کرنا	۳۱۵
(۲۲۸)	ایک سے چار تک نکاح کی اجازت	۳۱۶
(۲۲۹)	مرد کو چار نکاح کی اجازت کی وجہ	۳۱۶
(۲۳۰)	ایک مرد کتنے نکاح کر سکتا ہے	۳۱۷
(۲۳۱)	:بیوی کا حق مارنے کی غرض سے دوسرا نکاح جائز نہیں	۳۱۷
(۲۳۲)	ایک بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں نکاحِ ثانی کی اجازت	۳۱۷
(۲۳۳)	دوسری عورت سے نکاح کرنے میں اگر حقوق میں ناانصافی ہونے کا خدشہ ہوتو نہ کرنا چاہیے	۳۱۸
(۲۳۴)	حق زوجیت ادا نہ کرنے کی وجہ سے دوسری شادی کرنا	۳۱۹
(۲۳۵)	ایک بیوی کے رہتے ہوئے دوسرا نکاح کرنا درست ہے	۳۲۰
(۲۳۶)	بیوی کے مرض کی وجہ سے دوسرا نکاح	۳۲۰
(۲۳۷)	بیوی کی کمزوری کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا	۳۲۱
(۲۳۸)	بیس سال تک بیوی کو اپنے سے دُور رکھنا اور دوسرا نکاح کر کے رہنا	۳۲۲
(۲۳۹)	بیوی کے رہتے ہوئے اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کرنا کیسا ہے	۳۲۳
(۲۴۰)	مرد کو چار شادیوں کا اختیار ہے، عورت اس میں مخل نہیں ہوسکتی	۳۲۴
(۲۴۱)	شوہر کی اطاعت اور دل جوئی نہ کرنے کی وجہ سے دوسری شادی کرنا	۳۲۴
(۲۴۲)	والدین کے شادی کر دینے کے بعد اپنی مرضی سے دوسری شادی کرنا	۳۲۵
(۲۴۳)	شوہر کے لاپتہ ہونے کی وجہ سے طلاق کا دعویٰ کر کے دوسرا نکاح کرنا	۳۲۶
(۲۴۴)	جس کو شوہر چھوڑ کر بھاگ گیا اُس کو شرعی تفریق کے بغیر دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں	۳۲۷

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۴۵)	پہلی بیوی کے نہ آنے پر دوسری شادی کرنا	۳۲۷
(۲۴۶)	دوسری شادی کرنے پر پہلی بیوی کا میکہ چلے جانا	۳۲۸
(۲۴۷)	زوجۂ اول کی طلاق کا مسئلہ عدالت میں ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنا	۳۲۹
(۲۴۸)	نکاح ثانی کے لیے بیوی کا مشورہ	۳۳۰
(۲۴۹)	بیوی کی مرضی کے بغیر دوسری شادی کرنا اور پہلی بیوی کا میکہ میں آ کر نفقہ کا مطالبہ کرنا	۳۳۰
(۲۵۰)	بانجھ بیوی کی رضامندی کے بغیر دوسری شادی کرنا	۳۳۴
(۲۵۱)	بیوی کی مرضی کے بغیر ''بیوہ بھابھی'' سے نکاح کرنا	۳۳۴
(۲۵۲)	پہلی بیوی کی اِجازت کے بغیر دوسری شادی کرنا	۳۳۵
(۲۵۳)	دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کی اجازت کا مسئلہ	۳۳۶
(۲۵۴)	دوسری شادی کرنے کے لیے پہلی بیوی کی اجازت ضروری ہے	۳۳۶
(۲۵۵)	پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرنا	۳۳۷
(۲۵۶)	بیوی کی رضامندی کے بغیر دوسری شادی کرنا	۳۳۸
(۲۵۷)	بیوی کی اجازت کے بغیر مرد کو دوسری شادی کرنا درست ہے	۳۳۹
(۲۵۸)	دوسری شادی پہلی بیوی کی اجازت سے بغیر جائز ہے	۳۴۰
(۲۵۹)	بلا اجازتِ زوجۂ اُولی نکاحِ ثانی	۳۴۰
(۲۶۰)	بیوی کی رضامندی کے بغیر دوسرا نکاح کرنا	۳۴۰
(۲۶۱)	دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں	۳۴۱
(۲۶۲)	دوسری شادی پر زوجہ اولی کی ناراضگی	۳۴۲
(۲۶۳)	دوسرا نکاح کرنے پر بیوی اور اس کے خاندان والوں کی طرف سے دھمکیاں اور طلاق کا مطالبہ	۳۴۲
(۲۶۴)	بیوی کو طلاق دے کر کسی مصلحت سے اس کی بہن سے نکاح	۳۵۵
(۲۶۵)	بیوی کی عدت گزرنے سے پہلے سالی سے نکاح جائز نہیں	۳۵۶
(۲۶۶)	مطلقہ بیوی کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا حکم ہے	۳۵۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۶۷)	دوسری شادی کرنے کی وجہ سے پہلی بیوی نکاح فسخ کرانے کا حق نہیں رکھتی	۳۵۶
(۲۶۸)	دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں	۳۵۷
(۲۶۹)	دوسری شادی کرنے پر اعزا کا طلاق دینے پر مجبور کرنا	۳۵۸
(۲۷۰)	پہلی بیوی کی طلاق کا مقدمہ عدالت میں ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنے کا حکم	۳۵۹
(۲۷۱)	کیا دو عورتوں سے طلاق کے بعد دو دفعہ نکاح کرنا چار کے حکم میں ہے	۳۵۹
(۲۷۲)	چار بیویوں میں سے ایک کا انتقال ہو جائے تو دوسری عورت سے بلا کسی مدت کے انتظار کے نکاح جائز ہے	۳۶۰
(۲۷۳)	چار عورتوں میں سے ایک کو طلاق دی تو اس کی عدت پوری ہونے تک پانچویں عورت سے نکاح درست نہیں	۳۶۱
(۲۷۴)	یکے بعد دیگرے جتنے نکاح چاہے کر سکتا ہے	۳۶۱
(۲۷۵)	ایک وقت میں چار بیوی سے زیادہ جائز نہیں	۳۶۱
(۲۷۶)	بیک وقت چار سے زائد عورتیں نکاح میں رکھنے کی حرمت	۳۶۲
(۲۷۷)	چار سے زیادہ بیویاں کرنا جائز نہیں	۳۶۳
(۲۷۸)	چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح	۳۶۴
(۲۷۹)	چار سے زائد نکاح کرنے کا حیلۂ باطل	۳۶۴
(۲۸۰)	جواز زیادت علی الاربعہ درام اُ	۳۶۵
(۲۸۱)	چار عورتیں نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں عورت سے نکاح جائز نہیں	۳۶۵
(۲۸۲)	چار سے زائد باندیاں رکھنے اور ان سے مباشرت کرنے کا حکم	۳۶۶

اجازت نکاح کے احکام

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۸۳)	نکاح کے لیے عورت سے اجازت لینے کا بیان	۳۶۷
(۲۸۴)	لڑکی سے عقد کی اِجازت کے وقت کن کن باتوں کا تذکرہ ضروری ہے	۳۶۷
(۲۸۵)	دلہن سے اجازت کون لے	۳۶۸
(۲۸۶)	نکاح میں اجازت بالدلالہ کے معنی	۳۶۸
(۲۸۷)	اجازتِ نکاح میں دل کی خواہش کا اعتبار ہے، یا زبان کا	۳۶۹

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۸۸)	دوسرے کے کئے ہوئے نکاح کی عملی اجازت دینے سے نکاح منعقد ہو جائے گا	۳۷۰
(۲۸۹)	لڑکی کے لیے صرف کپڑے بھیجنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا	۳۷۱
(۲۹۰)	نکاح کا صحیح طریقہ	۳۷۱
(۲۹۱)	قاضی کے پوچھنے پر زوجین کا راضی ہوں کہنا	۳۷۲
(۲۹۲)	''رشتہ منظور ہے'' سے نکاح کے انعقاد کا حکم	۳۷۳
(۲۹۳)	ہنسی سے نکاح ہو جاتا ہے	۳۷۳
(۲۹۴)	اجازت کے وقت بالغہ لڑکی کا کھلکھلا کر ہنسنا	۳۷۴
(۲۹۵)	عورت کی طرف سے اجازتِ نکاح کا سننا	۳۷۴
(۲۹۶)	بالغہ لڑکی سے اذن طلب کرنا اور توکیل پر گواہ مقرر کرنے کا معروف طریقہ	۳۷۶
(۲۹۷)	دلہن سے اجازت لینے کے وقت گواہوں کا ہونا	۳۷۶
(۲۹۸)	نکاح کی اجازت لیتے وقت گواہ بنانا مستحب ہے	۳۷۷
(۲۹۹)	دولہن سے اجازت لیتے وقت گواہوں کی موجودگی	۳۷۷
(۳۰۰)	لڑکی سے پوچھے بغیر نکاح کرنا	۳۷۸
(۳۰۱)	عاقلہ بالغہ کی اِجازت کے بغیر نکاح پڑھا کر بعد میں لڑکی سے اِجازت لینا	۳۷۹
(۳۰۲)	نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ	۳۸۰
(۳۰۳)	بالغہ سے نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ	۳۸۰
(۳۰۴)	لڑکی کا سکوت اس وقت اذن ہوگا، جب کہ ولی پوچھے، ورنہ زبانی جواب ضروری ہے	۳۸۲
(۳۰۵)	استیذان پر کسی اور کا اقرار کر لینا اور اذن کی صورتیں	۳۸۳
(۳۰۶)	کس کس کے استیذان پر سکوت اذن ہے	۳۸۴
(۳۰۷)	غیر ولی کے استیذان مین سکوت اذن نہیں	۳۸۶
(۳۰۸)	استیذانِ ولی کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں	۳۸۷
(۳۰۹)	والد کے اجازت لینے کی صورت میں وکیل اور گواہ کا حکم	۳۸۷

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۱۰)	ولی کی اجازت لیتے وقت گواہ بنانا ضروری نہیں، لہذا نکاح ہوگیا	۳۸۸
(۳۱۱)	لڑکی سے نکاح کی اجازت کون کون لے سکتا ہے	۳۸۹
(۳۱۲)	نامحرم وکیل، یا گواہوں کا اجازت کے لیے لڑکی کے پاس جانا	۳۹۰
(۳۱۳)	غیر محرم کا وکیل بن کر اجازت لینے کا حکم	۳۹۱
(۳۱۴)	نامحرم لڑکی سے براہِ راست نکاح کی اِجازت لینا	۳۹۲
(۳۱۵)	لڑکی سے اِجازت لیتے وقت دولہا کے بھائی کا نام لینا	۳۹۳
(۳۱۶)	ثیبہ (مطلقہ) عورت سے نکاح ثانی کے لیے اجازت بالقول کا حکم	۳۹۳
(۳۱۷)	اجازتِ نکاح بالفعل	۳۹۴
(۳۱۸)	بالغہ کی اجازت سے والد کا کرایا ہوا نکاح نا قابل فسخ ہوتا ہے	۳۹۴
(۳۱۹)	بالغہ کا نکاح اس کی اجازت سے کیا جائے	۳۹۵
(۳۲۰)	بالغہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر درست نہیں	۳۹۷
(۳۲۱)	بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں	۳۹۸
(۳۲۲)	بالغہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے	۳۹۸
(۳۲۳)	لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح	۴۰۱
(۳۲۴)	بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر درست نہیں	۴۰۱
(۳۲۵)	بالغ لڑکے کی عدم منظوری سے نکاح منعقد نہیں ہوتا	۴۰۲
(۳۲۶)	بیوہ کا نکاح بلا اذنِ صریح	۴۰۳
(۳۲۷)	بیوہ بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں	۴۰۵
(۳۲۸)	بیوہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر ناجائز ہے	۴۰۵
(۳۲۹)	بالغہ عورت اگر نکاح کے وقت انکار کردے تو نکاح نہیں ہوگا	۴۰۶
(۳۳۰)	عورت اجازتِ نکاح کی منکر، مرد مدعی کس کے گواہ معتبر ہیں	۴۰۷
(۳۳۱)	نکاح کی اجازت تحریراً کا شوہر مدعی ہے، عورت منکر تو کیا حکم ہے	۴۰۹

نمبر شمار	عناوین	صفحات

(۳۳۲) بالغ لڑکی کا، نکاح کی منظوری دینے کے بعد انکار کرنا ۴۰۹

(۳۳۳) لڑکی کا قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرنا ۴۱۰

(۳۳۴) لڑکی کا نکاح کی اجازت دینے کے بعد انکار ۴۱۰

(۳۳۵) اِجازتِ نکاح کے بعد لڑکی کا دستخط سے انکار کرنا ۴۱۲

(۳۳۶) لڑکی کے انکار کے باوجود اس کا نکاح پڑھ دینا ۴۱۳

(۳۳۷) لڑکی والدین کی عزت کی خاطر نکاح پر خاموش رہنے کے بعد سسرال جانے سے انکار کرے تو کیا حکم ہے ۴۱۵

(۳۳۸) عورت کا صرف انگوٹھا لگوانے اور بعد میں گواہ بنانے سے نکاح نہیں ہوتا ۴۱۶

(۳۳۹) سکران کی طرف سے اجازتِ نکاح ۴۱۶

(۳۴۰) بالغہ لڑکی کا ایک جگہ طے شدہ منگنی سے انکار اور دوسری جگہ نکاح کا مسئلہ ۴۱۷

(۳۴۱) مجبوری میں دی گئی اجازت کا حکم ۴۱۸

(۳۴۲) مریضہ کو اجازت دینا یاد ہے تو کیا حکم ۴۱۹

ایجاب وقبول کے احکام

(۳۴۳) نکاح کے فرائض، واجبات، مستحبات ۴۲۱

(۳۴۴) نکاح کا شرعی طریقہ ۴۲۲

(۳۴۵) ایجاب وقبول کے الفاظ ۴۲۲

(۳۴۶) نکاح میں ایجاب وقبول کا طریقہ ۴۲۲

(۳۴۷) ایجاب وقبول میں مطابقت ضروری ہے ۴۲۵

(۳۴۸) نوشہ کے قبول کرنے سے پہلے ایجاب کرنے والے کا مجلس سے اُٹھ جانا، یا اعراض کرنا ۴۲۵

(۳۴۹) نکاح کا طریقہ، ایجاب وقبول کون کرائے ۴۲۶

(۳۵۰) نوشہ سے قبول کرانے کے لیے کیا کہنا چاہیے ۴۲۶

(۳۵۱) ایجابِ نکاح کے جواب میں صرف ''جی قبول کیا'' کہنا ۴۲۷

(۳۵۱) نکاح کے وقت ''قبول کی میں نے ان شاء اللہ'' کہنا ۴۲۷

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۵۳)	نکاح میں صرف آمین کہہ کر قبول کرنا درست ہے	۴۲۸
(۳۵۴)	لڑکے کا اِیجاب کے جواب میں "أقبلُ" کہنا	۴۲۸
(۳۵۵)	خطبہ اور نکاح میں ''ایجاب'' کا عرفی مطلب اور اس کے بعد عقد ثانی کا حکم	۴۲۹
(۳۵۶)	بصیغہ حال قبول کافی ہے، یا نہیں	۴۳۰
(۳۵۷)	مرد عورت دو گواہوں کے سامنے آپس میں ایجاب قبول کرلیں تو نکاح درست ہے	۴۳۰
(۳۵۸)	عورت نے شرعی گواہوں کی موجودگی میں کسی کو اختیار دیا اور اس نے قبول کرلیا	۴۳۱
(۳۵۹)	نکاح کے لیے ایجاب وقبول کو سننا ضروری ہے	۴۳۱
(۳۶۰)	''فلاں بیٹی فلاں کے لیے کہا ہے'' خطبہ ہے، نکاح نہیں	۴۳۲
(۳۶۱)	وکیل نکاح کا کہنا کہ ''میں نے قبول کیا'' صحیح ہے	۴۳۲
(۳۶۲)	لڑکے کی طرف سے ایجاب کے بعد لڑکی کے وکیل کا اعراض کرنا	۴۳۳
(۳۶۳)	صلح میں رشتہ دینے کی ایجاب وقبول اور خطبہ کا مسئلہ	۴۳۳
(۳۶۴)	ایجاب وقبول ضروری ہے، شش کلمہ وغیرہ ضروری نہیں	۴۳۴
(۳۶۵)	نکاح میں دولہا سے کلمہ پڑھائے بغیر اگر ایجاب وقبول کیا گیا تو نکاح صحیح ہے	۴۳۴
(۳۶۶)	عورت نے کہا خود کو تمہارے نکاح میں دیتی ہوں، مرد نے کہا: قبول کیا تو نکاح ہوگیا	۴۳۵
(۳۶۷)	نکاح کے لیے ایجاب وقبول کی ایک صورت	۴۳۶
(۳۶۸)	الفاظ نکاح کتنی بار کہے جائیں	۴۳۷
(۳۶۹)	عدم استحباب ایجاب وقبول بسہ مرتبہ	۴۳۸
(۳۷۰)	تین دفعہ ایجاب وقبول	۴۳۹
(۳۷۱)	صرف ایک مرتبہ ایجاب وقبول ہی سے نکاح درست ہوجاتا ہے	۴۳۹
(۳۷۲)	ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، دستخط کی ضرورت نہیں	۴۳۹
(۳۷۳)	نکاح کے وقت ایجاب وقبول کے بعد زوجین کے دستخط لیے جائیں، یا پہلے	۴۴۰
(۳۷۴)	لڑکی اپنا ایجاب وقبول خود کرنا	۴۴۰

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۷۵)	مذکورہ صورت میں نکاح درست نہیں	۴۴۲
(۳۷۶)	ایجاب وقبول کے بغیر صرف شربت پر کلمہ پڑھ کر پلانے سے نکاح نہیں ہوتا	۴۴۳
(۳۷۷)	صرف شربت پر کلمہ پڑھ کر پلانے سے نکاح نہیں ہوتا	۴۴۳
(۳۷۸)	بلا ایجاب وقبول نکاح نہیں ہوتا	۴۴۴
(۳۷۹)	باقاعدہ ایجاب وقبول اور شہادت نہ ہو تو یہ نکاح نہیں ہے	۴۴۵
(۳۸۰)	نکاح باقاعدہ ایجاب وقبول کا نام ہے، نہ کہ شہرت کا	۴۴۵
(۳۸۱)	جہیز کا معاملہ طے کرنا ایجاب وقبول نہیں	۴۴۶
(۳۸۲)	غائب سے نکاح کیا، کیا حکم ہے	۴۴۶
(۳۸۳)	عورت کا کہنا کہ میں تیری منکوحہ ہوں، صرف اس سے نکاح نہیں ہوتا	۴۴۷
(۳۸۴)	جب تک ایجاب وقبول باضابطہ نہیں ہوتا، نکاح منعقد نہیں ہوتا	۴۴۸
(۳۸۵)	ایجاب نامے میں پر دستخط کر دینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا	۴۴۸
(۳۸۶)	بغیر زبان سے کچھ بولے صرف دستخط کر دینے سے نکاح کا حکم	۴۴۸
(۳۸۷)	لڑکی کا نکاح میں ایجاب وقبول کے بجائے دستخط کرنا	۴۴۹
(۳۸۸)	اشارہ سر، یا لفظ ''منظور'' سے قبولِ نکاح	۴۵۰
(۳۸۹)	ایجاب وقبول میں مہر کا ذکر آئے تو نکاح ہوگا، یا نہیں	۴۵۱
(۳۹۰)	طریق مذکور سے نکاح ہوگیا	۴۵۱
(۳۹۱)	ایجاب میں ''دی جاتی ہے'' کہنے سے نکاح منعقد ہوا، یا نہیں	۴۵۲
(۳۹۲)	''لڑکی خدا کے واسطے دے دی'' کہنے سے نکاح کا حکم	۴۵۳
(۳۹۳)	لفظ ''اجرت'' سے نکاح	۴۵۳
(۳۹۴)	لفظ ''جان بخشی'' سے نکاح، غیر عادل لوگوں کی گواہی نکاح میں	۴۵۶
(۳۹۵)	عورت کا یہ قول کہ ''میں فلاں شخص کے ساتھ رہوں گی'' نکاح نہیں	۴۵۹
(۳۹۶)	لفظ ''نکاح'' کے بجائے ''بیع'' کا لفظ کہنے سے نکاح کا حکم	۴۵۹

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۹۷)	لفظ کنایہ سے ایجاب وقبول کیا تو نکاح ہوا، یا نہیں	۴۵۹
(۳۹۸)	لفظ ہبہ کے ساتھ بالغہ نے جو نکاح کیا، وہ ہو گیا	۴۶۰
(۳۹۹)	لفظ ''ہبہ'' سے نکاح کے لیے نیت شرط ہے	۴۶۱
(۴۰۰)	اس ایجاب وقبول سے نکاح ہو گیا	۴۶۱
(۴۰۱)	صورت ذیل میں نکاح ہوا، یا نہیں	۴۶۲
(۴۰۲)	منگنی کے وقت ایجاب وقبول کا حکم	۴۶۲
(۴۰۳)	ایجاب وقبول سے نکاح	۴۶۳
(۴۰۴)	جب عورت مجلس نکاح میں موجود ہو تو شاہوں کو نام وغیرہ بتلانا ضروری نہیں ہے	۴۶۳
(۴۰۵)	مذاق میں ایجاب وقبول سے نکاح ہوتا ہے، یا نہیں	۴۶۴
(۴۰۶)	مذاق میں نکاح کا ایجاب وقبول	۴۶۵
(۴۰۷)	مذاق میں لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ''میں شادی کرنا چاہتا ہوں''	۴۶۷
(۴۰۸)	نشہ میں انعقادِ نکاح	۴۶۸
(۴۰۹)	خود نکاح کیا؛ مگر کہتا ہے کہ نشہ میں تھا تو کیا حکم ہے	۴۶۸
(۴۱۰)	نیم بے ہوشی کی حالت میں کیا ہوا نکاح	۴۶۹
(۴۱۱)	جھوٹ بول کر لڑکی کسی کے نام کرنے سے نکاح نہیں ہوتا	۴۷۰
(۴۱۲)	لڑکی سے کہا کہ تم نے فلاں کی زوجیت اتنے مہر میں قبول کی، پھر یہی لڑکے سے کہا اور دونوں نے قبول کرلیا	۴۷۱
(۴۱۳)	اس ایجاب وقبول سے نکاح ہوا، یا نہیں	۴۷۲
(۴۱۴)	مندرجہ ایجاب وقبول سے نکاح ہوتا ہے، یا نہیں	۴۷۲
(۴۱۵)	ایجاب ہوا، قبول نہ پایا گیا تو نکاح نہ ہوا	۴۷۲
(۴۱۶)	ایجاب کے وقت ذہن موقع پر حاضر نہ ہو اور قبول کے وقت حاضر ہو تو کیا نکاح درست ہوگا	۴۷۳
(۴۱۷)	لڑکی کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہوا اور باپ کا نام نہیں لیا گیا تو کیا حکم ہے	۴۷۴
(۴۱۸)	صورت مسئولہ میں نکاح باپ سے ہوا، یا بیٹے سے	۴۷۴

نمبر شمار	عناوین	صفحات

(۴۱۹)	باپ نے بیٹے کی بجائے اپنے لیے قبول کرلیا تو کیا حکم ہے	۴۷۵
(۴۲۰)	قاضی نے باپ کی موجودگی میں نابالغ سے ایجاب وقبول کرایا تو نکاح ہوگیا	۴۷۶
(۴۲۱)	قاضی نابالغ لڑکے اورلڑکی کا ایجاب وقبول کرالے اور ولی حاضر نہ ہوتو نکاح منعقد ہوجائے گا، یانہیں	۴۷۶
(۴۲۲)	نابالغ اور نابالغہ کے ایجاب وقبول کا مسئلہ	۴۷۷
(۴۲۳)	نابالغ کا ایجاب وقبول معتبر نہیں	۴۷۸
(۴۲۴)	ولی کے ایجاب وقبول سے نابالغ کا نکاح منعقد ہوجا تا ہے	۴۷۹
(۴۲۵)	نابالغ کا ایجاب وقبول ولی کرسکتا ہے	۴۸۰
(۴۲۶)	والدہ کی اجازت سے نابالغہ ممیز لڑکے کا ایجاب وقبول درست ہے اور مہر کی تفصیل	۴۸۰
(۴۲۷)	ولی کی اجازت سے نابالغ خود ایجاب وقبول کرے تو معتبر ہے	۴۸۱
(۴۲۸)	گونگا بہرا اور صغیر ایجاب وقبول کس طرح کرے گا	۴۸۲
(۴۲۹)	مجنون ایجاب وقبول کا اہل نہیں	۴۸۳
(۴۳۰)	مندرجہ ذیل ایجاب وقبول سے نکاح ہوا، یانہیں	۴۸۳
(۴۳۱)	پہلا نکاح صحیح ہے، یا دوسرا	۴۸۴
(۴۳۲)	ایجاب وقبول کے بعد عورت انکار کرتی ہے، کیا حکم ہے	۴۸۴
(۴۳۳)	بیوہ کا ایجاب وقبول اور شرط لگا کر پوری نہ ہونے پر انکار کا مسئلہ	۴۸۵
(۴۳۴)	لفظ قبول کے بجائے الحمد للہ کہنے سے نکاح نہ ہوگا	۴۸۵
(۴۳۵)	دولہا نے وقت نکاح قبول کیا کے بجائے اگر الحمد للہ کہا تو کیا حکم ہے	۴۸۶
(ہ)	اردو کتب فتاویٰ	۴۸۷
(و)	مصادر ومراجع	۴۸۹

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمۃ الشکر

نحمدہ و نصلي علی رسولہ الکریم اما بعد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ** (النور:۳۲) ”تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کردو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے گا۔ اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے“۔

اس سلسلے میں اللہ کے رسول ﷺ کے ارشادات، آپ ؐ کا اسوہ اور صحابہ کا عمل ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ آپ ؐ کا ارشاد ہے: **أَعظَمُ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيسَرُهُ مَئُونَةً** (احمد:۲۴۵۲۹) ”سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم خرچ ہو“۔ عام طور سے نکاح کے موقع پر بہت خرچ کیا جاتا ہے، دل کے ارمان نکالے جاتے ہیں، پر تکلف دعوتیں ہوتی ہیں، بڑی تعداد میں دولہا، دلہن اور رشتہ داروں کے جوڑے تیار کیے جاتے ہیں۔ لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے اس نکاح کو سب سے بہتر قرار دیا ہے جس میں سب سے کم خرچ ہو اور جو سب سے زیادہ آسانی سے انجام پائے۔

الحمد للہ ہمارے مجلس کے مفتیان عظام نے یہ عظیم پیغام سنایا کہ فتاویٰ علماء ہند کی تیئسویں جلد تیار ہوگی ہے۔ اس جلد میں نکاح کی شرعی حیثیت رشتہ کا انتخاب اور منگنی انبیاء کرام علیہم السلام کا نکاح تعدد ازدواج اجازت نکاح ایجاب وقبول کے احکام مفصل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

یہ عاجز بندہ اس عظیم مجموعہ کی طباعت ونشر واشاعت کی توفیق پر اپنے کریم مولا کا شکر گزار ہے۔ یہ سنت الہی ہیکہ اگلے کام کی توفیق پچھلے کام کی قبولیت سے ملتی ہے۔ الحمد للہ سابقہ جلدیں ملک وبیرون ملک کے علمی حلقوں میں خوب مقبول ہورہی ہیں، اور ہر طرف سے اسکی افادیت کے پیش نظر ہمت افزائی کے دعائیہ کلمات اور مفید مشورے موصول ہورہے ہیں۔

مجھے بیحد مسرت ہورہی ہے کہ موسوعہ فتاویٰ علماء ہند کی یہ عظیم علمی وفقہی خدمت عزیزم مفتی محمد اسامہ ندوی سلمہ کی نگرانی اور محب و محترم مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب کی سرپرستی میں علماء کرام ومفتیان عظام کی ایک عظیم جماعت سرانجام دے رہی ہے جس میں بفضلہ تعالیٰ منظمۃ السلام العالمیہ مالی تعاون فراہم کررہا ہے جس کے نتیجے میں یہ عظیم الشان علمی وفقہی سرمایہ پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

درحقیقت اس علمی کتاب کے منصۂ شہود پر آنے میں بندہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ مالک حقیقی جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے تو اپنے کسی بندے پر اپنے ارادے کا اظہار کردیتا ہے اس لیے کہ مخلوق سے جو کچھ بھی صادر ہوتا ہے وہ خالق کائنات کے ارادے کا ظہور ہے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف وکرم سے اسے شرف قبولیت بخشے اور خصوصا علماء کرام ومفتیان عظام کے لئے اسے نافع بنائے اور بندہ ناچیز کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

بندہ شمیم احمد (انجینئر) نقشبندی مجددی
ناشر فتاویٰ علماء ہند، خادم منظمۃ السلام العالمیہ
ممبئی الھند
ا/محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

تأثرات

مکرم ومحترم جناب شمیم احمد ودیگر اراکین منظمۃ السلام العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

ہم اولاً ''منظمۃ السلام العالمیہ'' کے قیام اور اس عظیم ترین تاریخی اور مفیدات کے بیڑا اٹھانے پر آپ جملہ اراکین منظمہ کو اور خصوصاً مرتب فتاوی حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی صاحب زید مجدہٗ کو صد ہزار مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

تصنیف، تالیف اور تحقیق وافتاء کے میدان میں کام کرنے والوں کو جس کام کا شدت سے انتظار تھا اور جس عظیم کام کی تمنا ہمارے اسلاف کرام کو رہی ہے بحمد للہ آج یہ کام شروع ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی مساعی، جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اور کام کرنے والوں کو صحت وعافیت کے ساتھ تکمیل کا حوصلہ بخشے۔

محترماً! آپ نے اس کتاب کی اشاعت کا جو طریقہ اختیار فرمایا ہے یہ بھی نہایت قابل قدر ولائق تشکر ہے، کہ جو کام ماضی میں حکومتوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ اور شاہی خزانے سے مفید کتب علمیہ کی نشر واشاعت کی جاتی تھی، آج ملت کے افراد، فرداً فرداً اپنی سعادت سمجھ کر انجام دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے نیک جذبات اور اس عظیم قربانی کو قبول فرمائیں، نیز کار خیر میں شریک ہر فرد کو بہترین بدلہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

''فتاوی علماء ہند'' کی اشاعت کے وقت آپ نے ''دار العلوم چھاپی، گجرات'' کو مقدم فرمایا اس پر ہم خدام دار العلوم آپ کے بے حد ممنون ہیں، ہمارے اس ادارے میں فارسی، اور حفظ کے علاوہ عربی کی تعلیم دورۂ حدیث تک ہے، نیز دار الافتاء اور تدریب الافتاء کے شعبے بھی سرگرم عمل ہیں، فجزاک اللّٰہ خیرا واحسن الجزاء

دعوات صالحہ میں یاد فرمائیں گے۔

فقط والسلام

مہتمم دار العلوم چھاپی

حضرت مولانا نظام الدین مولانا غلام رسول صاحب خاموش زید مجدکم

۱۲/ذی القعدہ ۱۴۳۷؁ھ

۲۴/اگست ۲۰۱۶؁ء

مکرمی جناب مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی حفظہ اللہ

مشرف فتاوی علماء الھند ، منظمۃ السلام العالمیۃ ، ممبئی الھند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرسلہ فتاوی علماء الھند کی تین جلدیں ۴، ۵، ۶ عزت افزا ہوئیں ، عجلت میں سرسری دیکھا ہوں۔ خدمت علوم وفنون اور رہ نمائی امت کے سلسلے میں آپ حضرات کی جہود و مساعی حیرت انگیز اور قابل رشک ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کی زندگیوں اور علم وحکمت میں برکت عطا فرمائے ، بڑے کام کا آپ نے بیڑا اٹھایا ہے، اللہ اس کی تکمیل کی راہ آسان فرمائے۔آمین

آپ کی تحقیقات وحواشی نے فتاوی کو مزید معتبر اور مستند بنادیا۔ جزاکم اللہ خیرا

ادارے کے تمام ذمی دار حضرات کی طرف سے آپ سب کی خدمت میں خلوص ومحبت کے ساتھ ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔مسئولین کی نظروں سے گزار لینے کے بعد عمر لائبریری میں یہ کتب قیمہ جمع کردی جائیں گی تاکہ اس کا افادہ اور استفادہ عام ہوجائے۔امید ہے کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا، پہلی تین جلدیں دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں۔شکریہ

والسلام

حفیظ الرحمن اعظمی عمری

ناظم جامعہ دارالسلام عمرآباد

تاریخ 4/نومبر 2019

دعائیہ کلمات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ و صحبہ اجمعین

ہمارے اکابر علمائے دیوبند کو اللہ رب العزت نے تمام دینی شعبوں میں غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا ہے مثلاً شعبۂ علم میں جو گہرائی و بصیرت اور لیاقت و مہاررت عطا فرمائی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے اوران اکابر علماء کی علمی میراث سے اہل علم ہر دور میں استفادہ کرتے چلے آئے ہیں۔ اس علمی میراث کے شعبۂ فنِ فقہ میں جو سرمایہ موجود ہے اس کا اک اہم حصہ فتاویٰ کی کتب ہیں، جن میں کتبِ فقہ میں ذکر کردہ مسائل کا خارجی انطباق یا معاصر تطبیق کو بیان کیا جاتا ہے۔

موجودہ دور میں ہر فن کے مجموعے تیار کرنے کا رجحان اور ذوق پروان چڑھتا جارہا ہے جس کی افادیت اور سہولت کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اس لیے ضرورت تھی کہ ان متداول اور متعارف فتاویٰ کا بھی مستند مجموعہ ترتیب دیا جائے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی مدظلہ العالی اوران کے رفقاء ومعاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے فتاویٰ علماء ہند کے نام سے مشہور مستند و معتمد فتاویٰ کو موسوعہ کی شکل میں جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا جس پر سب حضرات تحسین وتبریک کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ اس مفید اور نادر کام کو اخلاصِ عمل کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ دعا ہے کہ یہ مجموعہ عنداللہ مقبول اور عندالناس مفید ہو، اللہ تعالیٰ اس گراں قدر مستحسن علمی خدمت پر ان سب حضرات کو دنیا وآخرت میں بہترین جزاء عطا فرمائیں اور اپنے فضلِ خاص سے مغفرت ورحمت کا وسیلہ بنادے۔ آمین

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ و الصلاۃ و السلام علی رسول اللہ و بعد

اللہ تعالیٰ نے نکاح کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔قرآن مجید میں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جا بجا نکاح کے لئے ترغیب دی گئی ہے۔ نکاح انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔حضرت ابوایوب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں انبیاء کرام (علیہم السلام) کی سنت میں سے ہیں: حیاء، خوشبو، مسواک اور نکاح''۔ (ترمذی، ج:۱،ص:۲۰۶)

نکاح کرنے سے دین اور دنیا کے بہت سے کام درست ہو جاتے ہیں اور مال کا جو مقصود اصلی ہے، یعنی راحت اور بے فکری، وہ اس مرد کو نصیب نہیں ہوتی جس کی بیوی نہ ہو اور اس عورت کو بھی یہ راحت و آرام نصیب نہیں ہوتا، جس کا خاوند نہ ہو۔اس لیے مال ہونے کے باوجود شادی نہ کرنے والے مرد و عورت کو اس حدیث میں مسکین کہا گیا ہے۔

رب کریم کے لاکھوں انعامات و احسانات ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں محض اپنے لطف و کرم سے اس نا اہل سراپا جہل و نابلد کو فتاویٰ علمائے ہند کی تیئسویں جلد کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔فتاویٰ علماء ہند کی اس جلد میں مندرجہ ذیل مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔

نکاح کی شرعی حیثیت رشتہ کا انتخاب اور منگنی انبیاء کرام علیہم السلام کا نکاح تعدد ازدواج کے احکام اجازت نکاح کے احکام ایجاب وقبول کے احکام۔سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ بیان کردہ تمام احکامات و مسائل دلائل وشواہد کی روشنی میں ناظرین کی خدمت میں پیش ہو سکے۔

چنانچہ فتاویٰ کے سوال و جواب کو بعینہ ذکر کیا گیا ہے، ساتھ ہی تمام فتاویٰ میں اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ و تابعین کے اقوال و آثار کو اہتمام کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کی گئ ہے۔اس کے بعد اس علمی و فقہی مجموعے کو مزید توثیق و تائید کے لئے ملک و بیرون ملک کے مشاہیر مفتیان عظام کی نگاہوں سے گزارنے کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ یہ مجموعہ موثق ہو کر مؤید من اللہ ہو جائے۔

الحمد اللہ، اللہ تعالی کا احسان ہے کہ فتاوی علمائے ہند کا یہ سلسلہ اہل علم کے یہاں خوب مقبول ہو رہا ہے لیکن بہر صورت یہ ایک بشری کاوش ہے جس میں خطا و ثواب کا امکان ہے چنانچہ اہل علم سے گزارش ہے کہ متنبہ فرماتے رہیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ازالہ ممکن ہو سکے۔میں شکر گزار ہوں اپنے علماء و مفتیان کرام کا جنہوں نے بڑے ہی عرق ریزی کے ساتھ اس جلد کی تکمیل میں میرا ساتھ دیا اسی طرح میں شکر گزار ہوں اپنے دوستوں اور بزرگوں کا جنہوں نے میری گزارش پر اپنے تاثرات و دعائیہ کلمات تحریر فرمائے ہمت افزائی فرمائی اور دعائیں دیں۔دعا گو ہوں میرے مولیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر ہم سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنادے۔آمین۔

بندہ مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی
مشرف فتاویٰ علمائے ہند، رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی
۱۵ رمحرم الحرام ۱۴۴۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیة

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره، ونتوب إليه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا، من يهده الله، فلا مضل له،ومن يضلل فلا هادی له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له،القائل:﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾وأشهد أن سيدنا ونبينا محمدًا عبده ورسوله، القائل:"تزوجوا الودود الولود؛ فإني مكاثر بكم"و"استوصوا بالنساء"و"خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي"،صلى الله عليه وعلى آله وصحابته ومن دعا بدعوته واهتدى بهديه إلى يوم الدين.وبعد:

نکاح کرنا تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے،کوئی قوم ازدواج کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔اس سے شہوانیت،جس کو ہر مہذب ذہن بُرا سمجھتا ہے،بے لگام ہونے سے رک جاتی ہے اوران وجوہات کا انسداد ہوجاتا ہے،جو حیوانات کو ایسا مشتعل کردیتے ہیں،جن سے ان کو نقصان پہنچتا ہے۔اگر آپ ان جانوروں پر غور کریں جو جوڑے کی شکل میں رہتے ہیں اور دیکھیں کہ اس جوڑے کا ہر فرد کس طرح دوسرے کی مدد کرتا ہے اور جوڑا بن کر رہنے کی وجہ سے کہ کس طرح دوسرے جانورں کی شہوت سے محفوظ رہتے ہیں تو آپ بلا تامل یہ کہہ اُٹھیں گے کہ ازدواج ایک ضروری اور زنا ایک شرمناک عمل ہے،جو انسان کو جانوروں کی سطح سے بھی نیچے گرادیتا ہے،حالانکہ حیوانات کا درجہ انسان سے بہت نیچے ہے۔نکاح مرد وعورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے،جس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہوجاتا ہے اور باہم حقوق وفرائض عائد ہوجاتے ہیں؛اس لیے اولاد جب جوان ہوجائے تو نکاح میں حتی الوسع جلدی کرنا چاہیے،خصوصاً لڑکی کے نکاح میں باوجود موقع مناسب ملنے کے دیر کرنا بہت بُرا ہے اوراس میں تاخیر کرنے سے اولاد سے اگر کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اس کا وبال باپ پر ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء امت نے فرمایا ہے کہ:(۱)اگر شہوت کا اتنا غلبہ ہو کہ بغیر نکاح کے زنا میں مبتلا ہوجانے کا سخت خطرہ ہو اور وہ مہر ونفقہ پر بھی قادر ہو تو اس کے ذمہ نکاح کرنا فرض ہے۔(۲)جس شخص کو گناہ سے بچنے کی امید ہو؛لیکن شہوت غالب رہتی ہو،اس کی وجہ سے بے چینی رہتی ہو،ساتھ ہی وہ مہر ونفقہ پر بھی قادر ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے۔(۳)اگر شہوت میں اعتدال ہو،معصیت میں ابتلا کا اندیشہ نہ ہو اور مہر ونفقہ پر بھی قادر ہو تو نکاح کرنا سنت ہے۔(۴)جس شخص کے پاس فی الحال نکاح کے سارے اسباب موجود ہوں؛مگر آئندہ چل کر خرچ واخراجات میں دشواری کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص کو نکاح کرنا مستحب ہے۔(۵)اگر نکاح کا مقصد بیوی پر ظلم وزیادتی کرنا ہو اوراس سے بچنا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا حرام ہے؛اس لیے کہ نکاح نفس کی حفاظت اور حصول اولاد کے لیے مشروع ہوا ہے،نہ کہ ظلم وزیادتی کرنے کے لیے۔(۶)جس کو اس درجہ تو ظلم وزیادتی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو؛ بلکہ اس سے بچنا ممکن ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ہے کہ اس نے"**فتاویٰ علماء ہند**"کی نکاح سے متعلق"جلد-۲۳"کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائی،احقر نے اس جلد میں نکاح کی شرعی حیثیت،رشتہ کا انتخاب،انبیاء کرام کی شادی،تعدد ازدواج،اجازت نکاح اور ایجاب وقبول اور نکاح متعلق کے دیگر مسائل کو شامل کیا ہے،سابقہ جلدوں کی طرح فتاویٰ علماء ہند کے اس حصہ(۲۲رویں)میں فتاویٰ کے سوال وجواب کو من وعن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کردیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔امید ہے کہ علما،ائمہ،اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے،احقر نے حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی،احادیث نبوی،صحابہ وتابعین کے آثار واقوال کو اہتمام کیا ہے،جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہوگئے ہیں۔

میں اس موقع سے ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے ارکان ومعاونین کا شکر گزار ہوں،جن کی توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ رہا ہے۔اللہ تعالیٰ شانہ ان تمام معاونین ومخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔(آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)

چیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن،پھلواری شریف،پٹنہ

یکم محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

نکاح کی شرعی حیثیت

نکاح کا معنیٰ اور قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال:

سوال: نکاح کا معنیٰ ومفہوم کیا ہے؟ اور لفظ نکاح قرآن میں کتنی بار استعمال ہوا ہے؟

(قاری، ایم، ایس خان، اکبر باغ)

الجواب

نکاح کا اصل معنیٰ دو چیزوں کے ملانے کے ہیں، اسی مناسبت سے یہ لفظ عقد نکاح کے لیے بھی بولا جاتا ہے، کہ عقد ہی کے ذریعہ رشتہ جڑتا ہے اور مرد وعورت کے اتصال کے لیے بھی۔ فقہا کے یہاں اس میں اختلاف ہے کہ اصطلاحِ شرع میں اس لفظ کی اصل مراد عقدِ نکاح ہے، یا مرد وعورت کا تعلق، احناف کے نزدیک اس کے اصل معنیٰ مرد وعورت کے جنسی تعلق کے ہیں۔(۱)

قرآن مجید میں یہ لفظ ۲۳/ بار استعمال ہوا ہے، قرآن مجید کے انڈکس ''المعجم المفهرس لألفاظ القرآن''، میں تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔(۲) (کتاب الفتاویٰ: ۲۹۳/۴)

---

(۱) ليس لنا عبادة شرعت من عهد الآدم إلى الآن ثم تستمر في الجنة إلا النكاح والإيمان (هو) عندالفقهاء (عقد يفيد ملك المتعة)أى حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعى.(الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح: ۳/۳-٤، دارالفكربيروت)

(۲) المعجم المفهرس لألفاظ القرآن: ص: ۷۱۸

قرآن میں جن مقامات پر نکاح کے الفاظ ذکر ہوئے ہیں، پوری آیت کے اس کو ذکر کیا جارہا ہے۔(انیس)

☆ وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا (سورة النساء:22)

☆ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا (سورة الاحزاب:49)

☆ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (سورة البقرة:230)

☆ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (سورة االبقرة:221) ==

ضرورت عقد نکاح:

سوال (۱) جب کہ زر خرید کنیز کے ساتھ مباشرت کرنا روا ہے تو پھر عقد کی کیا ضرورت ہے؟

(۲) مہر کیوں تعیین کیا جاتا ہے؟

(۳) زوجہ منکوحہ اور کنیز زر خرید میں کیا فرق ہے؟

== ☆ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا (سورة النساء:22)

☆ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا (سورة الاحزاب:53)

☆ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا (سورة النساء:127)

☆ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَائَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (سورة الممتحنة:10)

☆ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورة النساء:25)

☆ الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (سورة النور:3)

☆ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (سورة البقرة:232)

☆ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (سورةالنور:3)

☆ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا (سورة النساء:3)

☆ فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورة النساء:25) ==

الجواب

اللہ تعالیٰ نے انسان کو محتاج بقاء نوع کا پیدا کیا ہے اور بقاء نوع بدون مصاحبتِ مرد و زن کے غیر ممکن ہے، پس احتیاج بقاء نوع مقتضی ہوئی اصطحاب مرد و عورت کو۔ اس اصطحاب کی کئی صورتیں ہیں:

ایک تو یہ کہ نہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ مختص ہو، نہ کوئی عورت کسی مرد کے ساتھ؛ بلکہ ہر مرد کو ہر عورت سے صحبت حلال ہو اور ہر عورت کو ہر مرد کا متمکن کر دینا مباح ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مرد عورت کے ساتھ مختص ہو اور عورت مرد کے ساتھ؛ یعنی ایک عورت ایک مرد کے پاس رہے۔

تیسری صورت یہ کہ مرد تو عورت کے لیے مختص ہو؛ یعنی سوائے اس مرد کے دوسرے مرد کو صحبت حلال نہ ہو؛ لیکن عورت اس کے لیے منفرد مختص نہ ہو؛ بلکہ تعدد نسواں جائز ہو۔

چوتھی اس کا عکس؛ یعنی عورت مرد کے لیے منفرد ہو؛ یعنی سوائے اس عورت کے دوسری سے صحبت حلال نہ ہو او رمرد منفرد نہ ہو؛ بلکہ تعدد رجال جائز ہے۔

ان چاروں صورتوں میں پہلی صورت تو بالکل خلافِ عقل ہے؛ کیوں کہ مرد میں بالطبع شہوت وغیرہ رکھی ہے اور درصورت تعدد رجال کے یقیناً ان میں تجادل وتقاتل (جھگڑا اور قتل) کی نوبت پہونچے گی اور یہ امر مخل تمدن وعمارت عالم ہے، لہذا یہ دونوں صورتیں حرام ٹھہریں۔

== ☆ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ (سورة القصص:27)

☆ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (سورة البقرة:221)

☆ وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (سورة النور:32)

☆ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (سورة الاحزاب:50)

☆ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ (سورة البقرة:235)

☆ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورة النور:33)

☆ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (سورة النور:60)

دوسری صورت بالکل موافق عقل ہے کہ اس میں نہ عورتوں میں عناد وفساد کا احتمال، نہ مردوں میں جائز ٹھہری۔
تیسری صورت اگر چہ بظاہر خلاف عقل معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ وہ مفضی ہے طرف تنازع وتمانع عورتوں کے، یہ بھی جائز نہ ہوتی؛ لیکن چوں کہ عورتوں کو بوجہ ضعیف قوت علمیہ وعملیہ مردوں کی برابر تمدن میں دخل نہیں؛ اس لیے ان کے بغضاء وشحناء کو مضر سمجھا گیا اور جتنا کچھ ضرر کا احتمال تھا، اس کا تدراک وحدت قہر یہ زوج کے ساتھ کیا گیا، اس کو قوام وحاکم بنایا کہ ان دونوں کو سلک اتفاق صوری ہی میں منسلک رکھے، لہذا یہ صورت بھی جائز ٹھہری۔ پس مدار عدم جواز کا عدم اختصاص رجال اور رمناط جواز کا اختصاص رجال ہوا۔ پس اختصاص رجال ایک امر مطلوب ومطمح نظر ٹھہرا، اس اختصاص کی صورتیں عقلاً متنوع ومتعدد ہیں؛ لیکن بشہادت فطرت سلیمہ عادلہ اس سے بہتر کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی کہ مرد وزن سے بواسطہ، یا بلا واسطہ اس اختصاص کا اقرار علیٰ رؤس الاشہا دلیا جائے؛ تا کہ دوسرے مردوں کی طمع اس عورت سے قطع ہو جائے اور نوبت جدال وقتال کی نہ پہونچے، اس صورت کا نام شرعاً عقد نکاح ہے اور چوں کہ یہ اختصاص بوجہ ترجیح اس مرد کے اور ابناء جنس پر ایک امر مہتم بالشان ہے، اس کے اظہار اہتمام وایضاح اعتناء کے لیے قدرے مال مرد کے ذمہ واجب کیا گیا، جس کا صرف وبذل عرفاً دلیل اہتمام مبذول علیہ کی ہے؛ تا کہ اختصاص کی ایک وجہ وجیہ متعین ہو جائے اور بباعث ارغبیت واحبیت مال وتعذر انفاق اس کے کے دیگر ابناء نوع اس اختصاص پر غبطہ نہ کریں، اس کا نام مہر ہے، پس یہ متممات اختصاص میں سے ہوا، اسی وجہ سے یہ رسم قبل بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی عرب میں شائع تھی اور شارع علیہ السلام نے بھی اس کو برقرار رکھا ونیز فائدہ نکاح کا کہ معاشرت ومعاونت ہے، تام نہیں ہوتا، جب تک کہ ہر ایک کو دوسرے کی طرف سے توطین نفس حاصل نہ ہو اور یہ اطمینان نہ ہو کہ یہ مجھ سے جدا نہ ہوگا، پس مرد کی دلجمعی تو اس طور سے کی گئی کہ عورت کے ہاتھ سے اختیار فراق کر لیا گیا، اب عورت کی توطین کی یہ صورت تو نہیں ہوسکتی کہ مرد کو بھی مجاز ومختار فراق کا نا بنایا جائے؛ کیوں کہ اس صورت میں عورت کا اسیر (غلام) ہو جائے گا اور یہ منافی اس کی قوامیت کے ہے، پس مناسب ہوا کہ اس کے ذمہ کچھ مال واجب کیا جائے کہ عادۃً وقت فراق کے اس کا مطالبہ شدت سے ہوتا ہے پس ہر وقت مرد کو اندیشہ رہے گا کہ اگر میں اس کو چھوڑ دوں گا تو اپنے حق کا سخت تقاضا کرے گی اور اس خیال سے بدون کسی ضرورت شدیدہ کے فراق پر اقدام وجرأت نہ کرے گا، یہ صورت توطین عورت کی ہے۔ پس یہ دوسری مصلحت ہوگی مشروعیہ مہر کی ونیز منکوحہ جو لخت جگر و پارہ دل اپنا اولیاء کی ہے، اس کا مفت سفت مالک ہونا موجب زیادت حزن ان کے ہے، پس اس قدرے مال کہ بالطبع محبوب ومرغوب ہے، اس کے عوض میں مرد کے ذمہ واجب ٹھہرایا گیا کہ موجب شکیبائی اولیاء کا ہو کہ ایک محبوب ہمارا گیا، ایک محبوب اس کا گیا۔ یہ تیسری مصلحت ہوئی مشروعیہ مہر کی، ونیز مجاناً تملک میں ابتذال وارتذال بضع کا ہے، جو منافی تکرم بنی آدم ہے، لہذا اظہاراً لشرف المحل مال واجب کیا گیا، اس کی قدر وخطر ظاہر ہو، یہ چوتھی مصلحت ہے مشروعیت مہر کی، ونیز توافق زوجین کے لیے ضروری

ہے کہ ایک دوسرے کی مراعات و مدارات کیا کرے اور طبعاً رعایت محسن کی بہت ملحوظ ہوتی ہے، سو محسنیت مرد کی تو بوجہ تحمل نفقہ وکسوت اس کی کے ممکن ہے؛ لیکن محسنیت عورت کی بسبب عاجز و اسیر ہونے کے غیر متصور، لہٰذا مرد پر مال وا جب کیا گیا کہ اگر عورت محسن بنا چاہے تو اپنا حق، یا اس سے مؤخر کر دے، یا کلاً یا بعضاً معاف کر دے اور یہ احسان جالب رعایت مرد کا ہو، یہ پانچویں مصلحت ہوئی مشروعیت مہر میں، جب معلوم ہو چکی وجہ ضرورت عقد نکاح و مہر کی، اب سننا چاہیے کہ اپنی مملوکہ سے عقد مہر کی ضرورت کیوں نہیں، صرف مالک ہو جانا کافی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تو معلوم ہو چکا کہ ضرورت عقد اور اس کے متمم یعنی مہر کی بنا بر اختصاص مذکورہ کے ہے، پس جس جگہ یہ اختصاص مقصود ہوگا، خواہ حرہ (آزاد) سے، یا کسی کی کنیز (باندی) سے وہاں عقد بھی ضروری ہوگا، جہاں یہ اختصاص مقصود نہ ہوگا، عقد کی بھی ضرورت نہ ہوگی اور کنیز کے مالک ہونے سے مثل دیگر اموال تجارت کے مقصود صرف ملک رقبہ ہے، یہ اختصاص جو موضوع الملک المتعہ ہے مقصود نہیں، ورنہ چاہیے تھا کہ جس جگہ یہ مقصود حاصل نہ ہو تا تملک ہی جائز نہ ہو، جیسا کہ منکوحہ میں، چوں کہ اختصاص ملک متعہ مقصود ہے؛ اس لیے جو عورت محل حل وطی کا نہ ہو، جیسی محارم ومعتدۃ الغیر وودات الزوج وغیرہ اس عورت سے نکاح ہی صحیح نہیں؛ **لأن الشيء إذا خلا من مقصوده انتفی**، حالاں کہ باوجود عدم حل وطی کے بھی تملک جائز ہے، جیسے رضاعی بہن کو، یا مشرکہ، یا مجوسیہ کو یا غلام کو خرید نا کہ شرعاً محل حل وطی کے نہیں، جب باوجود حرمت وطی کے بھی تملک جائز ہے تو معلوم ہوا کہ مقصود اس سے اختصاص مذکور نہیں۔

نیز اگر اختصاص مقصود ہوتا تو مملوکہ کا چند مالکوں میں مشترک ہونا جائز نہ ہوتا، جیسا کہ منکوحہ واحدہ کا ناکحین متعدد ین کے نکاح میں آنا بوجہ مذکورہ بالا جائز نہیں، حالاں کہ شرکت اس کی ملک میں جائز ہے، و نیز اگر اختصاص مقصود ہوتا تو چاہیے تھا کہ اپنی مملوکہ کا درصورت بقاء ملک کے کسی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہ ہو، جیسا کہ اپنی منکوحہ کا درصورت بقاء نکاح کے کسی سے نکاح جائز نہیں کہ منافی اختصاص ہے، حالاں کہ اپنی مملوکہ کا نکاح دوسرے شخص سے جائز ہے۔ پس جب معلوم ہوا کہ اس سے وہ اختصاص مقصود نہیں، لہٰذا نہ عقد کی ضرورت نہ اس کے متمم یعنی مہر کی حاجت اگر کسی جگہ مملوکہ سے وطی حلال ہے تو تبعاً لملک الرقبہ حلال ہے، خواہ وہ ملک رقبہ بالمال ہو مثل بیع کے، یا بلا مال ہو، مثل ارث و ہبہ کے؛ کیوں کہ اضعف اقویٰ کے تابع ہوتا ہے، بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو اور تفصیل اس کے موانع کی کتب فقہ میں مع الدلیل مذکور ہے۔ بعد سننے اس تقریر کے غالب ہے کہ ناظرین نے تینوں سوالوں کا جواب سمجھ لیا ہوگا؛ مگر بقدر ضرورت ہم بھی اس تقریر کو ان سوالوں پر مطابق کر دیں، پس سمجھنا چاہیے کہ سوال اول سے اگر یہ غرض ہے کہ جب اپنی کنیز کے ساتھ صرف زرخرید ہونے سے مباشرت جائز ہے، پھر اس سے عقد نکاح کی کیا حاجت ہے؟ تو ہم ابھی ثابت کر چکے ہیں کہ اپنی کنیز سے خواہ وہ زرخرید ہو، یا مجاناً، اس کی ملک میں آ گئی ہو، بوجہ نہ مقصود ہونے اختصاص مذکور کے عقد کی کوئی ضرورت نہیں، البتہ اگر کہیں تملک میں شبہ ہو تو احتیاطاً بوجہ شبہ مقصودیت اختصاص کے نکاح کرنا اولیٰ ہے۔

فی الدر المختار: (و) حرم (نکاح) المولی (أمته و) العبد (سیدته) لأن المملوکیة تنافی المالکیة، نعم لوفعله المولیٰ احتیاطاً کان حسنا، آہ. (۱)

اوراگر یہ غرض ہے کہ غیر کی کنیز کے ساتھ عقد کی کیا حاجت ہے، یا یہ غرض ہے کہ جیسے کنیز کا تملک حل وطی کے لیے کافی ہے، علیٰ ہذا القیاس منکوحہ کومہر دے دینا کافی ہو، حاجت نکاح کی نہ ہوتو ان دونوں سے عقد ضروری ہونے کی وجہ وہی مقصودیت اختصاص ہے، یہ جواب ہوا پہلے سوال کا، دوسرا سوال تعین مہر کا ہے، اس کی پانچ وجوہ اوپر مذکور ہوچکیں۔

تیسرا سوال بھی مثل اول کے مجمل ہے، اگراس سے غرض فرق پوچھنا ہے، ان دونون کے معنی میں تو وہ فرق ظاہر ہے کہ منکوحہ مملوکہ بملک متعہ ہوتی ہے اور امۃ مملوکہ بملک رقبہ اور اگر غرض دریافت کرنا اس فرق کا ہے کہ کنیز تو خریدنے سے حلال ہوجاتی ہے اور منکوحہ سوق مہر سے بدون عقد کے حلال نہیں ہوتی تو بنا اس فرق کی وہی مقصود ہونا ملک متعہ کا منکوحہ میں اور مقصود ہونا ملک رقبہ کا نہ ملک متعہ کا امتہ میں ہے، جس کو ہم تین دلیلوں سے اوپر ثابت کرچکے ہیں اوراگران سوالات سے کچھ اور مقصود ہے تو بیان لازم ہے کہ اس کا جواب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ دیا جائے۔

هذا ما القی فی القریجة واللّٰہ أعلم بحقیقة أسرار الشریعة.

۱۳۰۴ھ (امداد: ۱۳/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۹۲/۲)

نکاح کا مقصد اور اُس کی شرعی حیثیت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نکاح کا کیا مقصد ہے؟ نکاح کیوں مشروع کیا گیا ہے؟ اسلام میں نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نکاح کا مقصد عفت وپاک دامنی اور اولاد کا حصول ہے اور نکاح حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور احادیثِ شریفہ میں نکاح کو نصفِ دین قرار دیا گیا ہے، اِس کے ذریعہ نکاح اور نفس کی حفاظت میں بہت مدد ملتی ہے، اِس اعتبار سے نکاح میں عبادت کا پہلو غالب ہے اور اُس کو نوافل سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إذا تزوج العبد فقد کَمُل نصف الدین، فلیتق اللّٰہ فی النصف الباقی. (شعب الإیمان للبیهقی: ۳۸۳/۴، رقم: ۵۴۸۶، دار الکتب العلمیة بیروت)

عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: من رزقه اللّٰہ امرأةً صالحةً فقد أعانه علی شطر دینه، فلیتق اللّٰہ فی الشطر الباقی. (شعب الإیمان للبیهقی: ۳۸۳/۴، رقم: ۵۴۸۷، دار الکتب العلمیة بیروت)

---

(۱) الدر المختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح: ۴۳/۳-۴۴، دار الفکر بیروت، انیس

عن معقل بن يسار رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تزوجوا الودود الولود؛ فإني مكاثر بكم الأمم. (سنن أبي داؤد، رقم: ۲۰۵۰، دار الفكر بيروت، سنن النسائي رقم: ۳۲۲۷، دار الفكر بيروت)

وهو سنة من سنن الرسول صلى الله عليه وسلم، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "النكاح سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني"، بل هو سنة من سنن الأنبياء السابقين، قال الله تعالى: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾ وقد كان الأنبياء عليهم الصلاة والسلام أعظم قدوة للخلق في الزواج، كما في غيره من الأفعال المحمودة، فأكثروا من الزواج وأوصوا به، ولم يذكر المؤرخون أن أحداً من الأنبياء عاش بلا زواج سوى يحيىٰ وعيسىٰ عليهما وعلى نبينا أفضل السلام. (حاشية الدر المختار، كتاب النكاح: ۵۸/۴-۵۹، زكريا، للشيخ عادل أحمد عبد الموجود)

ليس لنا عبادة شُرعت من عهد آدم إلى الآن، ثم تستمر في الجنة إلا النكاح والإيمان. (الدر المختار)

حتى قالوا: إن الاشتغال به أفضل من التخلي لنوافل العبادات، أي الاشتغال به ومايشتمل عليه من القيام بمصالحه وإعفاف النفس عن الحرام، وتربية الولد ونحو ذٰلك. (رد المحتار، كتاب النكاح: ۵۷/۴، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۳۶ھ۔ (کتاب النوازل: ۳۰/۸-۳۱)

شرعاً نکاح کی حقیقت:

سوال: سوال بے حد طویل ہے۔ خلاصۂ سوال جواب سے ظاہر ہے۔ سائل نے مطبوعہ نکاح نامہ رجسٹر کا ایک صفحہ نقل کر کے سوال کے ساتھ منسلک کر رکھا ہے؟ (۱)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

شرعاً نکاح کی حقیقت بس اتنی ہے کہ ایک طرف سے ایجاب ہو جائے، دوسری طرف سے قبول اور یہ دو گواہوں کے سامنے ہو، جو دونوں مرد ہوں، یا ایک مرد دو عورتوں کے سامنے ہوں، اس طرح شرعاً نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (۲)

جو صورت سوال میں مذکور ہے، نکاح اس طرح بھی ہو جائے گا؛ مگر یہ تمام کیفیت نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت، ہاں خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔ (۳) اگر لڑکی بالغہ نہ ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی نکاح کرے گا، (۴) اور اگر بالغہ ہو تو اس

---

(۱) اصل استفتاء کی یہی عبارت ہے، اس کے علاوہ مزید کچھ نہیں؟

(۲) "النكاح ينعقد متلبسا بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر، وشرط حضور شاهدين حرين، أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معا، الخ". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۹/۳، ۲۱، ۲۲، سعيد)

(۳) ويندب اعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد يوم جمعة. (الدر المختار، كتاب النكاح: ۸/۳، دار الفكر بيروت)

فإن عقد الزواج من غير خطبة جاز، فالخطبة مستحبة غير واجبة. (الفقه الاسلامي وأدلته، المبحث الخامس، مندوبات قعد الزواج وما يستحب له: ۶۶۱۸/۹، رشيديه)

(۴) وللولي انكاح الصغير والصغيرة. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۶۵/۳، رشيديه)

کی اجازت سے نکاح کیا جائے، (۱) اور اپنی طرف سے وکیل بھی بنا سکتی ہے، (۲) گواہوں کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ لڑکی کے محرم ہوں، نہ وکیل کے لیے محرم ہونا ضروری ہے، غیر شخص کو بھی بنانے کا حق ہے، مثلاً چچازاد بھائی۔

خطبہ کے لیے کھڑا ہونا بھی ضروری نہیں اور ''**النکاح من سنتي**'' (۳) وغیرہ احادیث اگر نہ پڑھی جائیں، تب بھی خطبہ ادا ہو جائے گا۔

تین مرتبہ ایجاب وقبول کرانا زائد بات ہے، ایجاب ایک دفعہ بھی کافی ہے۔ طلوع، زوال، غروب کے وقت بھی نکاح صحیح ہے۔ رجسٹر میں درج کرنا نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سنت، طریقۂ مذکورہ پر (وکیل، گواہ وغیرہ کے نام لکھنا) یہ قانونی چیز ہے کہ بوقتِ ضرورت عدالت میں کام دے سکے اور نزاع کو ختم کرنا آسان ہو جائے، نفسِ نکاح بغیر اندراج رجسٹر کے بلا تکلف درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۶۳-۴۶۵)

نکاح کے فضائل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حضرت والا سے گزارش ہے کہ نکاح کے فضائل قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرما کر ممنون فرمائیں؟

(المستفتی: محمد شعیب میرٹھی)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نکاح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوعِ انسانی کے لیے ایک ایسی نعمت ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان چاہے مرد ہو، یا

---

(۱) ''**عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''لا تنكح الأيم حتى تستأمر، ولا تنكح البكر حتى تستأذن، الخ''. (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب الولي في النكاح واستيذان المرأة الفصل الأول، ص: ۲۷۰، قديمي)(صحيح البخاري، باب في النكاح، رقم الحديث: ۶۹۷۰/صحيح لمسلم، باب استئذان الثيب في النكاح بالنطق، رقم الحديث: ۱۴۱۹/سنن ابن ماجة، باب استئمار البكر والثيب، رقم الحديث: ۱۸۷۱/سنن أبي داؤد، باب في الاسئمار، رقم الحديث: ۲۰۹۲/سنن الترمذي، رقم الحديث: ۱۱۰۷/سنن النسائي، رقم الحديث: ۳۲۶۵، انيس)**

''**قال في المحيط: والسنة أن يستأمر البكر وليها قبل النكاح بأن يقول: ان فلانا يخطبك أو يذكرك، فكستت: وان زوجها بغير استئمار، فقد أخطأ السنة، وتوقف على رضاها، آه. وهو محمل النهي في حديث مسلم: ''لا تنكح الأيم حتى تستأمر، الخ''. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۱۹۹، رشيديه)**

(۲) ''**يصح التوكيل بالنكاح وان لم يحضره الشهود''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها: ۱/۲۹۴، رشيديه)**

(۳) **عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''النكاح من سنتي، فمن لم يعمل بسنتي، فليس مني''. (سنن ابن ماجة، أبواب النكاح، باب ما جاء في فصل النكاح، رقم: ۱۳۳۱، قديمي)**

عورت، دونوں کوسکون کی زندگی حاصل ہوتی ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے انسانی زندگی کے اندر سکون اور راحت کے واسطے ایک دوسرے کے لیے زندگی کا ساتھی پیدا فرمایا ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ شادی کے بعد میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے سے کیا سکون حاصل ہوتا ہے اور مزید اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے درمیان محبت ومودت کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔آیتِ کریمہ ملاحظہ فرمائیے:

﴿وَمِنْ اٰیَاتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْکُنُوْا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾(سورة الروم: ۲۱)

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے تم ہی میں سے جوڑا پیدا فرمایا ہے؛ تاکہ تم اس کے پاس جا کر سکون حاصل کرسکو اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان پیار ومحبت اور مہربانی کا ذریعہ بنایا۔)

آقائے نامدار سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے؛ اس لیے کسی مسلمان کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: النکاح من سنتی، فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی. (ابن ماجة،باب ما جاء فی فضل النکاح، النسخة الهندیة: ۱۳۳، دارالسلام،رقم: ۱۸٤٦)

(ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے، جو شخص میری سنت پر عمل نہیں کرتا ہے وہ میرے طریقہ پر نہیں۔)

اور دوسری حدیث شریف میں یہ فرمایا:

فمن رغب عن سنتی فلیس منی. (صحیح لمسلم،کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه إلیه، النسخة الهندیة: ٤٤٩/۱،بیت الأفکار،رقم: ۱٤۰۱)

(ترجمہ: لہٰذا جو شخص میری سنت سے گریز کرتا ہے تو وہ میرے طریقے سے ہٹا ہوا ہے۔)

نیز نکاح انسانی زندگی کی تکمیل اور سکون وراحت کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اہم ترین عبادت بھی ہے، چناں چہ حدیث پاک میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے نکاح کرلیا تو اس نے اپنے دین کو دو حصہ کر کے ایک حصہ کی تکمیل کرلی، باقی دوسرے حصہ کے بارے میں اللہ کی مرضی اور احکام خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے حلال وحرام سے بچ کر تقویٰ اختیار کرنے کی کوشش کرے۔حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن أنس بن مالک رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من رزقه اللّٰه امرأة صالحة فقد أعانه أعلی شطر دینه، فلیتق اللّٰه فی الشطر الثانی. (المعجم الأوسط: ۵۲۲/۱، دارالفکر بیروت،رقم الحدیث: ۹۷٦، مجمع الزوائد: ۲۷۳/٤، دارالکتب العلمیة بیروت)

(ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اللہ نے نیک بیوی عطا فرمائی تو یقیناً اللہ نے اس کے نصف دین پر مدد فرمائی ہے؛ لہٰذا آئندہ باقی نصف کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔)

اور دوسری روایت میں ہے:

إذا تزوج العبد فقد كمل نصف الدين، فليتق الله في النصف الباقي. (شعب الإيمان: ۳۸۳/٤، دار الكتب العلمية بيروت، رقم الحديث: ٥٤٨٦)

(ترجمہ: جب بندہ نکاح کرلیتا ہے تو یقیناً وہ اپنے آدھے دین کو مکمل کرلیتا ہے؛ لہٰذا باقی نصف کے بارے میں اللہ سے ڈرا کرے۔)

اس لیے آقائے نامدار علیہ الصلاۃ والسلام نے شادی کے لائق جوانوں کو بار بار ترغیب دی کہ تم میں سے جو بھی نکاح کی طاقت رکھتا ہے، وہ ضرور نکاح کرلیا کرے؛ اس لیے کہ نکاح کے ذریعہ سے نگاہ اور شرمگاہ دونوں کی حفاظت ہوجاتی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا معشر الشباب! من استطاع منكم الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرج. (صحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه، الخ: ٤٤٩/١، بيت الأفكار، رقم: ١٤٠٠، صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم من استطاع منكم الباءة فليتزوج، الخ، النسخة الهندية: ۷۵۸/۲، رقم: ٤٨٧٥، ف: ٥٠٦٦، سنن الترمذي، أبواب النكاح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: ٢٠٦/١، دار السلام رقم: ١٠٨١)

(ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی شادی کی طاقت رکھتا ہے، وہ ضرور نکاح کرلے؛ اس لیے کہ نکاح بدنگاہی اور شرمگاہ دونوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔) واللہ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ (رجسٹر خاص) (فتاویٰ قاسمیہ: ۴۸۵/۱۲-۴۸۸)

فوائدِ نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں نکاح کے فوائد مفصل تحریر فرما کر ممنون فرمائیں؟ (المستفتی: عبیداللہ بھاگلپوری)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللہ التوفیق

علامہ علاء الدین حصکفی اور علامہ ابن عابدین شامی علیہما الرحمہ نے نکاح کے چھ فوائد بیان فرمائے ہیں:

(۱) جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے نیک اعمال اور عبادت کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے؛ لیکن دو عبادتیں ایسی

ہیں، جن کا سلسلہ دنیا سے جنت تک باقی رہتا ہے: (۱) ایمان (۲) نکاح کہ جس طرح دنیا میں نکاح کے ذریعہ سے ازدواجی زندگی کا سلسلہ رہتا ہے، اسی طرح جنت میں بھی میاں بیوی کی رفاقت کی زندگی کا سلسلہ رہے گا۔

(۲)　نکاح انسانوں کی پیدائش اور وجود کا ذریعہ ہے۔

(۳)　نکاح امت محمدیہ کی کثرت کا ذریعہ ہے۔

(۴)　اشتغال بالنکاح تخلی بالعبادات سے افضل ہے؛ یعنی ترک دنیا اختیار کر کے تنہائی کی عبادت کے مقابلہ میں نکاح کر کے اجتماعی اور شہری زندگی گزارنا زیادہ افضل ہے۔

(۵)　نکاح کے ذریعہ سے بدنگاہی اور بری نظر سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

(۶)　نکاح کے ذریعہ شرمگاہ کی حفاظت اور حرام کاری سے بچ کر پاک دامنی کی زندگی حاصل ہوتی ہے۔

"ليس لنا عبادة شرعت من عهد آدم إلى الآن، ثم تستمر في الجنة إلا النكاح والإيمان".

وتحته في الشامية: "أن كلا منهما سبب لوجود المسلم والإسلام ... إن الاشتغال به أفضل من التخلي لنوافل العبادات، أي الاشتغال به، وما يشتمل عليه من القيام بمصالحه، وإعفاف النفس عن الحرام، وتربية الولد، ونحو ذلك. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، كراتشي: ۳/۳، زكريا: ٥٧/٤) **فقط واللّٰه سبحانه وتعالىٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ (رجسٹر خاص) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/ ۴۸۸-۴۸۹)

مستحباتِ نکاح:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بندہ نکاح کا ارادہ رکھتا ہے؛ لیکن اس کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں ہے۔ حضرت مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ نکاح میں کیا کیا چیزیں مستحب، یا مسنون ہیں؟ ان کو ذکر فرمادیں تو عین نوازش ہوگی؟

(المستفتی: مجیب الرحمٰن میرٹھی)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

علمانے لکھا ہے کہ نکاح کے وقت جانبین میں کچھ امور کا خیال رکھنا مستحب اور افضل ہے، لازم نہیں، چناں چہ علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمہ نے "الدر المختار مع الشامی، زکریا: ۴/ ۶۷ میں ایسی سولہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے، جن کا لحاظ رکھنا نکاح کے وقت میں مستحب اور افضل ہے:

(۱)　نکاح سے پہلے اس کا اعلان اور شہرت کرنا۔

(۲)　نکاح سے پہلے ایک خطبہ پڑھنا، یہ مسنون ہے، لازم نہیں، لہٰذا بغیر خطبہ کے بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔

(۳) نکاح کی مجلس مسجد میں قائم کرنا۔

(۴) اگر ممکن ہو تو جمعہ کے دن نکاح کرنا۔

(۵) کسی عالم دین سے نکاح پڑھوانا۔

(۶) دیندار گواہوں کی موجودگی میں نکاح منعقد ہونا؛ لہٰذا فاسق اور بددین مسلمانوں کی گواہی میں بھی نکاح صحیح ہوسکتا ہے۔

(۷) اگر ضرورت پڑے تو قرض لے کر نکاح کرنا؛ لیکن شرط یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی کا پختہ ارادہ ہو۔

(۸) شادی سے پہلے بیوی کو ایک نظر دیکھ لینا، یہ شریعت میں مستحب اور افضل کام ہے؛ لیکن ہمارے معاشرہ میں اس کو بُرا مانا جارہا ہے۔

(۹) بیوی کی عمر شوہر کے مقابلہ میں کم ہونا افضل ہے؛ لیکن اگر زیادہ عمر والی عورت سے نکاح کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو وہ بھی سنت کے خلاف نہیں ہے۔

(۱۰) خاندانی اعتبار سے بیوی کا شوہر کے مقابلہ میں کمزور ہونا۔

(۱۱) عزت اور شرف کے اعتبار سے بیوی کے مقابلہ میں شوہر کا بڑھا ہوا ہونا۔

(۱۲) مالی حیثیت سے بیوی کے مقابلہ میں شوہر کا فائق ہونا۔

(۱۳) بیوی کے اخلاق شوہر کے مقابلہ میں فائق ہونا؛ تاکہ بیوی سے شوہر کی محبت زیادہ ہوجائے۔

(۱۴) ادب واحترام میں بیوی کا شوہر سے فائق ہونا؛ اس لیے کہ شوہر کا مرتبہ بیوی سے اونچا ہوتا ہے۔

(۱۵) عفت و پاک دامنی کے اعتبار سے بیوی کا شوہر سے فائق ہونا؛ تاکہ اجنبیوں سے کنارہ کش ہوکر صرف شوہر کے ساتھ تعلق رہے۔

(۱۶) حسن وجمال کے اعتبار سے بیوی کا شوہر پر فائق ہونا، تاکہ شوہر کی نگاہ ہر طرف سے یکسو ہوکر بیوی پر قائم رہے، یہ ساری چیزیں درمختار کی عبارت میں موجود ہیں، اس کا مطلب خیز ترجمہ ہم نے یہاں نقل کردیا ہے، ہوسکتا ہے کہ ان امور میں سے کسی سے کسی مسلمان کو فائدہ پہنچ جائے۔

”**ویندب إعلانه، وتقديم خطبة، وكونه في مسجد، يوم جمعة، بعاقد رشيد، وشهود عدول، والاستدانة له، والنظر إليها قبله، وكونها دونه سنا، وحسبا، وعزا، ومالا، وفوقه خلقا، وأدبا، وورعا، وجمالا**“. (الدر المختار، کراتشی: ۳/۸،۷ زکریا: ٤/٦٦-٦٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵/رجب ۱۴۳۶ھ (رجسٹر خاص) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۴۸۹-۴۹۱)

نکاح کے لیے باوصف عورت کا انتخاب اور شرعی طریقہ شادی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت میں کون سی صفات اور خوبیاں ہونی چاہیے، جس کی بنا پر آدمی اس کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش کرے؟ اور طریقہ شرعی حنفی شادی کا کیا ہے؟

بینوا بالتفصیل توجروا عنداالجلیل (المستفتی: شہزادگل شیوہ، ۱۹۷۵/۴/۸ء)

الجواب

حدیث شریف میں مسطور ہے کہ عورت سے جمال، مال، حسب (جاہ) اور دین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے؛ لیکن مسلمان کے لیے مناسب یہ ہے کہ دینداری کو ملحوظ رکھے۔ (متفق علیہ)(۱)

نیز باکرہ، (۲) شوہر کے ساتھ محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جننی والی عورت سے نکاح کرے۔ (۳) بلوغت کے بعد شادی کرے، رسم ورواج سے بچیں، (۴) اور شادی کے بعد ولیمہ کرے۔ (۵) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۷۳-۳۷۲/۴)

(۱) عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: تنكح المرأة لأربع: لمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداک. (متفق عليه)(رواه البخاری(رقم: ۵۰۹۰) ومسلم (كتاب الرضاع، ص: ۵۳-۵۴) وابوداؤد (۴۷/۲) والنسائی (۶۸/۶) وابن ماجه (رقم: ۱۸۵۸) والبيهقی (۷۹/۷) وأحمد (۴۲۸/۲) والدارقطنی (۳۰۳/۳). (بلوغ المرام: ۳۲۵، كتاب النكاح)

(۲) قال رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم: عليكم بالأبكار فإنهن أعذب أفواها وأنتق أرحاما وأرضی باليسير. (رواه ابن ماجة مرسلا)(مشكاة المصابيح: ۲۶۸/۲، كتاب النكاح، الفصل الثانی)(ابن ماجة، باب تزويج الأبكار، رقم الحديث: ۱۸۶۱، انيس)

عن زر عن عبداللّٰه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: تزوجوا الأبكار، فإنهن أعذب أفواها وأنتق أرحاما وأرضی باليسير. (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث: ۱۰۲۴۴، انيس)

(۳) عن معقل بن يسار قال: قال رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم: تزوجوا الودود الولود فإنی مكاثر بكم الامم. (رواه أبوداؤد والنسائی) (مشكاة المصابيح: ۲۶۷/۲، كتاب النكاح، الفصل الثانی)(سنن أبی داؤد، باب النهی عن تزويج من لم يلد من النساء، رقم الحديث: ۲۰۵۰، المستدرک للحاكم، كتاب النكاح، رقم الحديث: ۲۶۸۵، انيس)

(۴) عن جابر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء الزرع". (رواه البيهقی فی شعب الإيمان)(مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، قبيل باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، ص: ۴۱۱، ط: قديمی)(شعب الإيمان للبيهقی، رقم الحديث: ۴۷۴۶، انيس)

قال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ تحته: قال النووی فی الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه، وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية، كان أشد كراهة. (مرقاة المفاتيح، كتاب الأداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، (رقم الحديث: ۴۸۱۰): ۵۵۷/۸، رشيديه، انيس)

"وكره كل لهو". وقال ابن عابدين: "والإطلاق شامل لنفسی الفعل و استماعه، كالرقص والسخرية والتصفيق ... فإنها كلها مكروهة، لأنها زی الكفار". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۳۹۵/۶، ط: سعيد، انيس)

(۵) وفی الهندية: ووليمة العرس سنة وفيها مثوبة عظيمة وهی إذا بنی الرجل بامراته ينبغی أن يدعو الجيران والأقرباء والأصدقاء ويذبح لهم ويصنع لهم طعاما وإذا اتخذ ينبغی لهم أن يجيبوا. (الفتاویٰ الهندية: ۳۴۳/۵، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات)

==

== وقال الملا علی قاری: (قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: شر الطعام طعام الولیمة) لأنہ کان من عادتھم مراعاة الاغنیاء فیھا وتخصیصھم بالدعوة وایثارھم وتطییب الطعام لھم ورفع مجالسھم وتقدیمھم وغیر ذلک مما ھو الغالب فی الولائم... والحاصل أنہ لیس شر الطعام لذاتہ بل لما یعرض لہ غالبا من سوء حالاتہ وصفاتہ. (مرقاة المفاتیح شرح المشکوٰة: ۲۵۳/۶، باب الولیمة)(عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأَی عَلَی عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ، قَالَ: مَا ھَذَا؟ قَالَ: إِنِّی تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَی وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَھَبٍ، قَالَ: بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ، أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ. (صحیح البخاری،باب کیف یدعی للمتزوج،رقم الحدیث: ۵۱۵۵/صحیح لمسلم،باب الصداق،رقم الحدیث:۱۴۲۷،انیس)

عقد (نکاح) کے آداب:

پہلا ادب: یہ ہے کہ نکاح سے پہلے پیغام بھیجا جائے، لڑکے والے لڑکی کے ولی سے اور لڑکی والے لڑکے کے ولی سے اپنے اپنے شہر کے دستور اور طریقے کے مطابق گفتگو کریں۔

دوسرا ادب: یہ ہے کہ عقد نکاح میں پہلے ایجاب وقبول کے ساتھ باری تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی جائے، مثلاً ولی (احناف کے نزدیک یہاں گواہی کے لیے اسلام شرط ہے، خواہ گواہ پرہیزگار ہو، یا فاسق۔ ان کا فسق کھلا ہوا ہو، یا چھپا ہوا۔ البتہ دونوں گواہ مرد ہوں، یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ دونوں کا آزاد وبالغ اور عاقل ہونا بھی ضروری ہے۔ (شرح وقایہ: ۹/۲،انیس) عقد میں یہ کہے: ”الحمد للّٰہ والصلاة علی رسول اللّٰہ زوجتک ابنتی فلانة“ (حمد وصلوٰة کے بعد میں اپنی بیٹی فلاں کی شادی تجھ سے کرتا ہوں) اور شوہر یہ الفاظ کہے: ”الحمد والصلاة علی رسول اللّٰہ قبلت نکاحھا“ (حمد وصلوٰة کے بعد میں نے اس کا نکاح قبول کیا) (یندب تقدیم خطبة قبل عقد النکاح. (النھر الفائق، کتاب النکاح: ۱۷۶/۲،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس) مہر کی وضاحت بھی ہونی چاہیے، مہر معین ہو اور کم ہو، حمد وصلوٰة خطبہ سے پہلے بھی مستحب ہے۔

تیسرا ادب: یہ ہے کہ لڑکی کو اس کے ہونے والے شوہر کے متعلق بتلا دینا چاہیے، اگرچہ وہ کنواری ہی کیوں نہ ہو، (عن أبی ھریرة رضی اللّٰہ عنہ أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: لا تنکح الأیم حتی تستأمر ولا تنکح البکر حتی تستأذن ...(صحیح البخاری،رقم الحدیث:۴۸۴۳،والصحیح لمسلم،رقم الحدیث: ۱۴۱۹،انیس) الفت ومحبت قائم رکھنے اور ازدواجی رشتہ کی استواری کے لیے ایسا کرنا مناسب ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے نکاح سے پہلے لڑکی کو دیکھ لینے کی اجازت دی ہے؛ بلکہ مستحب قرار دیا ہے۔(عن أنس بن مالک أن المغیرة بن شعبة أراد أن یتزوج امرأة فقالہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذھب فانظر إلیھا فإنہ أحریٰ أن یودم بینکما،ففعل فتزوجھا،فذکر من موافقتھا.(سنن ابن ماجة،باب النظر الی المرأة إذا أراد أن یتزوجھا:۵۹۹/۱،رقم الحدیث:۱۸۶۵،انیس)

چوتھا ادب: یہ ہے کہ نکاح کے وقت ان گواہوں کے علاوہ جن کا وجود نکاح کی صحت کے لیے ضروری ہے او راہل علم وفضل بھی موجود ہوں۔(عن عائشة عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: اعلنوا النکاح واضربوا علیہ بالغربال (أی الدف). (سنن ابن ماجة،باب إعلان النکاح:۹۰/۳،رقم الحدیث:۱۸۹۵،انیس) ==

== **پانچواں ادب**: یہ ہے کہ نکاح سے یہ نیت کرے کہ میں سنت کی اتباع، (﴿ولقد أرسلنا رسلاً من قبلک،وجعلنا أزواجا وذرية﴾ ... هٰذه الآية تدل على الترغيب فى النكاح والحض عليه وتنهٰى عن التبتل وهٰذه سنة المرسلين،كما نصت عليه هٰذه الآية،انيس) عفّت وعصت کی حفاظت، افزائش نسل اوران تمام فوائد کے حصول کے لیے نکاح کررہاہوں، جونکاح سے مقصود ہونے چاہیں۔(من تزوج فقد استكمل نصف الإيمان فليتق الله،فى النصف الثانى.(المعجم الوسيط: ۳۳۲/۷،رقم الحديث: ۸۷۹٤)/تزوجوا فإنى مكاثربكم الأمم.(السنن الكبرىٰ للبيهقى،باب الرغبة، فى النكاح: ۱۲٥/۷،رقم الحديث: ۱۳٤٥۷ .انيس) میرا یہ نکاح محض خواہش نفس کی پیروی کے لیے نہیں ہے اور نہ کوئی دنیاوی فائدہ پیش نظر ہے، اگر چہ بغیر نیت کے نکاح خواہش نفس اور دنیاوی ضرورت کی تکمیل کا ذریعہ بن جاتا ہے، پھر کیا ضرورت ہے کہ ہم اس طرح کی نیت کر کے اپنا ثواب ضائع کریں۔(إنما الأعمال بالبينات،وإنما لكل امرئ مانوىٰ فمن كانت هجرته إلىٰ دنيا يصيبها أوامرأة ينكحها،فهجرته إلىٰ ما هاجرإليه.(صحيح البخارى،باب كيف كان بدء الوحى: ٦/۱،رقم الحديث: ۱ .انيس) اکثر امورحق خواہش نفس کے موافق ہوتے ہیں۔(فأقم وجهک للدين حنيفا فطرت الله التى فطرالناس عليها.(سورة الروم: ۳۰،انيس) حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کے الفاظ میں امرحق اورخواہش نفس کی مطابقت سونے پرسہاگہ ہے اور یہ کوئی محال یا تعجب خیز بات بھی نہیں کہ دین کا حق اورنفس کی خواہش دونوں ہی کسی امر کی علت قرار پائیں۔

چھٹا ادب: یہ ہے کہ نکاح مسجد میں منعقد ہو، (إعلنوا هٰذه النكاح وجعلوه فى المساجد واضربوا عليه بالدف الخ.(سنن الترمذى،باب ماجاء فى إعلان النكاح: ۳۹۰/۳،رقم الحديث: ۱۰۸۹،انيس) اس نیک کام کے لیے شوال کا مہینہ زیادہ بہتر ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عقد بھی شوال میں کیا اورخلوت بھی اسی مہینے میں فرمائی۔(مسلم شریف)(تزوجنى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى شوال وبنىٰ بى فى شوال،فأى نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم كان أحضى بى عنده منى؟وكانت عائشة تستحب أن تدخل نسائها فى شوال.(الصحيح لمسلم،باب استحباب التزوج فى شوال: ۱۰۳۹/۲،رقم الحديث: ۱٤۲۳،انيس)

منکوحہ کے احوال:

شادی کے لیے لڑکی کے انتخاب سے پہلے دو پہلو پیش نظر رہنے چاہیں، ایک یہ کہ اس لڑکی سے ازروئے شرع نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ دوم یہ کہ اس لڑکی کے ساتھ زندگی اچھی طرح گزرسکتی ہے، یا نہیں؟ جہاں تک لڑکی کے انتخاب میں شرعی پہلے مدّنظر رکھنے کا تعلق ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ لڑکی نکاح کے تمام موانع سے خالی ہو، نکاح کے انیس مانع ہیں۔ ذیل میں ہم ان کی الگ الگ تفصیل عرض کرتے ہیں:

(۱) یہ کہ کسی دوسرے شخص کی منکوحہ نہ ہو۔(﴿والمحصنٰت من النساء الا ماملكت أيمانكم﴾يعنى السبى، قال أبوبكر:قوله(حرمت عليكم﴾عموم فى جميع مايتناوله الإسم حقيقة.(أحكام القرآن للجصاص: ۱٥٥/۲،دارالكتب العلمية بيروت/﴿والمحصنٰت من النساء الا ماملكت أيمانكم﴾أى وحرم عليكم من الأجنبيات المحصنات وهن المزوجات إلا ماملكت أيمانكم.(تفسير ابن كثير، ۲۲٤/۲،دارالكتب العلمية بيروت)/أمانكاح منكوحة الغير،الخ،فلم يقل أحد بجوازه فلم ينعقدأصلا.(ردالمحتار،باب المهر: ٤۸۲/۲،انيس) ==

== (۲) یہ کہ کسی دوسرے شوہر کی عدت میں نہ ہو، چاہے وفات کی عدت ہو، یا طلاق کی، یا شبہ سے وطی ہونے کی وجہ سے استبراء رحم کے لیے وقت گزار رہی ہو، یہی حکم اس باندی کا ہے، جو کسی کی ملک میں ہو اور آقا کے حمل سے برأت منظور ہو۔ (أما نكاح منكوحة الغير و معتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فم ينعقد أصلا (إلى أن قال) ولهذا لايجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنى، الخ. (ردالمحتار فصل في المحرمات: ۴۸۲/۲ _انیس)

(۳) یہ کہ کوئی کلمہ کفر زبان سے نکل جانے کی وجہ سے مرتد نہ ہوگئی ہو۔

(۴) یہ کہ مجوسی نہ ہو۔ (وحرم نكاح الوثنية بالاجماع، وفي الفتح: ويدخل فيه عبدة الاوثان وعبدة الشمس، الخ، وكل مذهب يكفر به معتقده. (ردالمحتار فصل في المحرمات: ۳۹۷/۲، انیس)

(۵) یہ کہ بت پرست اور زندیقیہ نہ ہو، کسی غیر آسمانی کتاب یا پیغمبر کو ماننے والی نہ ہو، اسی میں وہ عورتیں بھی داخل ہیں جو اباحت پسند ہیں یعنی اس فرقے میں شامل ہیں جو حرام کو حلال سمجھتا ہے، یا ایسے امور کا اعتقاد رکھتی ہے جن کا اعتقاد شریعت کی نظر میں کفر ہے، ایسی تمام عورتوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔

(۶) یہ کہ ایسی کتابیہ نہ ہو، جس نے اہل کتاب کا دین تحریف و تبدیل کے بعد اختیار کیا ہو، یا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اختیار کیا ہو، اور نسباً بنی اسرائیل میں سے نہ ہو، اگر یہ دونوں خصلتیں کسی عورت میں پائی جائیں گی تو اس کا نکاح صحیح نہیں ہوگا؛ لیکن اگر صرف بنی اسرائیل میں سے نہ ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ (احناف کا مسلک کچھ مختلف ہے، اگر وہ عورت کتابیہ ہونے سے پہلے مسلمان تھی تو اس کا نکاح ناجائز ہوگا، لأنها تكون مرتدة حينئذ، اور اگر کتابیہ ہونے سے پہلے غیر مسلمہ تھی تو اس سے نکاح جائز ہے؛ مگر غیر مستحسن ہے؛ اس لیے منع کیا جاتا ہے اور نسب کے فرق سے حکم میں کوئی فرق نہیں آتا۔ (ہدایہ، کتاب النکاح، ص: ۲۹۱)

(۷) یہ کہ لونڈی نہ ہو؛ لیکن اس میں تفصیل یہ ہے کہ نکاح کرنے والا آزاد، زنا کے خوف سے مامون اور آزاد عورت سے نکاح کرنے پر قادر ہو، ہاں اگر ان میں سے پہلی شرط یا آخر کی دو شرطیں مفقود ہوں تو باندی سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔ (احناف کے نزدیک آزاد مرد غیر کی لونڈی سے نکاح کر سکتا ہے؛ لیکن آزاد عورت پر لونڈی لانا جائز نہیں ہے، ہاں اس کے برعکس ہو سکتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب النکاح، ص: ۲۹۱)

(۸) یہ ہے کہ شوہر کی ملک یمین منکوحہ پر ثابت نہ ہو، نہ اس کے جز پر اور نہ کل پر۔

(۹) یہ کہ منکوحہ ان عزیزوں میں سے نہ ہو، جن سے نکاح کرنا حرام ہے، مثلاً ماں، نانی، دادی، بیٹی، پوتی، نواسی، بہن، بھتیجی، بھانجی اور ان سب کی اولاد، پھوپھی اور خالہ، لیکن مؤخر الذکر دونوں کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔

(۱۰) یہ کہ کسی عورت سے رضاعت کی بنا پر حرمت ثابت نہ ہو، جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہیں وہی رضاعت کی وجہ سے حرام ہیں؛ لیکن رضاعت کی حرمت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب پانچ بار دودھ پیے۔ پانچ سے کم میں امام شافعیؒ کے نزدیک حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ (احناف کا مسلک یہ ہے کہ جب بچے کے منہ میں دودھ چلا گیا تو رضاعت ثابت ہوگئی چاہے تھوڑا دودھ گیا ہو، یا بہت۔ اسی طرح اگر بچے نے چھاتی سے دودھ پیا ہو، یا چھاتی سے نکال کر اس کے حلق میں ڈال دیا ہو، تب بھی رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ (فتاوی عالمگیری: ۳۵۶/۲)

(۱۱) یہ کہ اسی عورت سے حرمتِ مصاہرت (دامادی) نہ ہو، مثلاً یہ کہ شوہر نے منکوحہ کی بیٹی یا پوتی یا نواسی وغیرہ سے نکاح کر لیا ہو، یا شبہ عقد میں ان سے وطی کر چکا ہو، یا اس کی ماں، دادی یا نانی سے نکاح کر لیا ہو، یا شبہ عقد میں ان سے وطی کر لی ہو، محض عقد کر لینے سے اس عورت کی ماں حرام ہو جاتی ہے اور اگر عقد کے ساتھ ساتھ وطی بھی کر لی ہو تو اس کی اولاد بھی حرام ہو جاتی ہے۔ (سوتیلی اولاد سے نکاح درست نہیں ہے چاہے بیوی اس کے پاس رہ چکی ہو یا نہ رہی ہو ہر طرح نکاح حرام ہے۔ (درمختار: ۱۹۲/۲) یا یہ کہ اس سے پہلے شوہر کے باپ، یا بیٹے نے اس عورت سے نکاح کیا ہو۔ ==

== (۱۲) یہ کہ وہ عورت جس سے نکاح کرنے کا ارادہ ہے، پانچویں نہ ہو، مطلب یہ ہے کہ اس کے نکاح میں پہلے چار عورتیں موجود ہیں تو اب پانچویں سے نکاح جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر ان چار میں سے ایک مر جائے، یا اسے طلاق دے دے تو اب اس سے نکاح کرسکتا ہے۔

(۱۳) یہ کہ اس عورت کو نکاح کرن والے نے پہلے تین طلاقیں نہ دی ہوں، اگر یہ صورت پیش آئی ہو تو جب تک کوئی دوسرا مرد نکاح صحیح کے بعد اس سے صحبت نہ کرے، اس وقت تک پہلے شوہر سے دوبارہ جائز نہیں ہوگا۔

(۱۴) یہ کہ وہ عورت، یا مرد نکاح کا احرام باندھے ہوئے نہ ہوں۔ نکاح حرام سے آزاد ہونے کے بعد ہی صحیح ہوتا ہے۔ (حالت احرام میں حنفیہ کے نزدیک نکاح صحیح ہے، شب باشی سے منع کیا جاتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب النکاح، ص: ۲۹۰)

(۱۵) یہ کہ شوہر کے نکاح میں اس عورت کی بہن، پھوپھی، یا خالہ پہلے سے نہ ہوں؛ کیوں کہ ایسی عورتوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا حرام ہے، جن میں اس طرح کی قرابت ہو کہ ان میں سے ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری سے اس کا نکاح صحیح نہ ہو۔

(۱۶) یہ کہ شوہر نے اس سے لعان نہ کیا ہو؛ کیوں کہ ایسی عورت لعان کے بعد شوہر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے۔

(۱۷) یہ کہ عورت ثیبہ صغیرہ نہ ہو؛ کیوں کہ اس کا نکاح اب بلوغ کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔ (احناف کے نزدیک ثیبہ صغیرہ کا نکاح بلوغ سے پہلے صحیح ہے، بشرطیکہ اس کے ولی کروائیں، ورنہ ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ (ہدایہ، کتاب النکاح، ص: ۲۹۵-۲۹۶)

(۱۸) یہ کہ یتیم نہ ہو، کیوں کہ یتیم بچی کا نکاح بھی بلوغ کے بعد صحیح ہوتا ہے۔

(۱۹) یہ کہ وہ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے نہ ہو؛ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ازواج مطہرات تمام اہل ایمان کی مائیں ہیں۔ یہ آخری اور انیسویں صورت صرف دور صحابہ میں تھی۔ ہمارے زمانے میں مفقود ہے۔

یہ ان موانع کی تفصیل تھی، جن میں سے کسی ایک یا سب کی موجودگی میں کسی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ ذیل کی سطروں میں ہم ان بہترین خصلتوں کا ذکر کریں گے، جنھیں نکاح میں ملحوظ رکھنا چاہیے؛ تاکہ ازدواجی زندگی پائیدار ہو اور سکون واطمینان سے بھرپور ہو اور ان مقاصد کی صحیح طریقہ پر تکمیل ہوسکے، جو نکاح سے مطلوب ہیں۔

پهلی صفت، دینداری:

عورت میں پہلی صفت یہ ہونی چاہیے کہ وہ نیک اور ایمان دار ہو، یہ صفت باقی تمام اوصاف کی بنیاد ہے، شادی کے لیے عورت کے انتخاب کے وقت یہی وصف پہلے تلاش کرنا چاہیے؛ اس لیے کہ اگر وہ دین میں کمزور ہوئی، یا اپنی عصمت وعفت کی حفاظت پوری طرح نہ کرسکی تو شوہر کے لیے ذلت اور رسوائی کا باعث ہوگی، شوہر کی آبرو پر حرف آئے گا، وہ بے غیرت اور بے شرم کہلائے گا او رمعاشرے میں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گا۔ زندگی بے مزہ ہوکر رہ جائے گی، گھر کا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ اب اگر شوہر میں غیرت اور دینی حمیت ہوگی تو وہ یہ کوشش کرے گا کہ کسی طرح اس کی اصلاح ہوجائے، اس کے لیے وہ تمام مصیبتیں برداشت کرے گا، بے غیرت ہوگا تو دین میں سستی کرنے والا اور آبرو باختہ کہلائے گا، اگر خدانخواستہ وہ عورت خوبصورت بھی ہوئی تو شوہر کو یہ ہمت بھی نہ ہوسکے گی کہ وہ اسے طلاق دے دے۔ اس طرح ایک بداطوار اور بد دین عورت کے ساتھ اسے زندگی کے دن گزارنے ہوں گے۔ ایک شخص سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ایک بیوی ہے؛ لیکن میں اتنا بے اختیار ہوں کہ اسے کوئی شخص بھی ہاتھ لگائے میں روک نہیں سکتا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مشورہ کہ ایسی عورت ==

== کوطلاق دے دو، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! طلاق کیسے دوں؟ مجھے اس سے محبت بھی ہے۔آپ صلی اللہ علہ وسلم نے فرمایا: اگر تجھے محبت ہے توڈالے رکھ۔(عن هارون بن رئاب عن عبدالله بن عبيد بن عمير وعبدالكريم عن عبدالله بن عبيد بن عميرعن أبن عباس، عبدالكريم يرفعه إلى ابن عباس وهارون لم يرفعه، قالا: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إن عندى امرأة هى من أحب الناس إلى، وهى لا تمنع يد لامس، قال: طلقها، قال: لاأصبر عنها، قال: استمتع بها". (سنن النسائى، تزويج الزانية، رقم الحديث: ۳۲۲۹) امام نسائی علیہ الرحمہ نے اس کے متعلق کہا ہے: "هذا الحديث ليس بثابت وعبدالكريم ليس بالقوى وهارون بن رئاب أثبت منه وقد أرسل الحديث، وهارون ثقة وحديثه أولٰى بالصواب من حديث عبدالكريم" انیس) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کا مشورہ اس لیے واپس لے لیا کہ طلاق دینے میں شوہر کے بگڑنے کا خطرہ ہے۔اس کی والہانہ فریفتگی کا تقاضا یہ ہوتا کہ وہ طلاق کے بعد بھی اس کی جستجو میں رہتا اور اس طرح گناہ میں ملوث ہوتا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بہتر سمجھا کہ نکاح باقی رہے اور کسی دوسری تدبیر سے یہ خرابی دور ہو اور اگر عورت فضول خرچ ہے اور اپنے شوہر کا مال معصیت میں خرچ کررہی ہے، تب بھی ازدواجی زندگی اچھی نہیں کہی جاسکتی؛ کیوں کہ اگر مرد اس کی حرکتوں پر خاموش رہے گا تو یہ اس کی معصیت میں شریک کہلائے گا، ساتھ ہی باری تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کا مرتکب بھی ہوگا؛ کیوں کہ حکم یہ ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (سورة التحريم: ٦)

(اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔)

اور اگر منع کرے گا تو ناچاقی پیدا ہوگی، گھر کے حالات خراب ہوں گے۔غالباً سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیندار عورت سے شادی کرنے کے لیے اسی لیے تاکید فرمائی ہے۔ارشاد ہے:

"تنكح المرأة لمالها وجمالها وحسبها ودينها فعليك بذات الدين، تربت يداك". (صحيح البخارى، باب الأكفاء فى الدين، رقم الحديث: ٥٠٩٠ / صحيح لمسلم، باب استحباب نكاح ذات الدين، رقم الحديث: ١٤٦٦، عن أبى هريرة)

(عورت سے اس کے مال، اس کے حسن، اس کے حسب ونسب اور اس کے دین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو اس کے دین کی وجہ سے نکاح کر۔)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

"من تزوج امرأة لعزها لم يزده الله إلا ذلًّا، ومن تزوجها لما لها لم يزده الله إلا فقراً، ومن تزوجها لحسبها لم يزده الله إلا دنائة، ومن تزوج امرأة لم يرد بها إلا أن يغض بصره ويحصن فرجه أويصل رحمه بارک الله له فيها وبارک لها فيه". (المعجم الأوسط للطبرانى عن أنس بن مالک رضى الله عنه، رقم الحديث: ٢٣٤٢)

(جو شخص کسی عورت سے اس کی عزت کی بنا پر شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ذلت میں اضافہ کرے گا اور جو شخص کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے شادی کرے تو اللہ اس کی تنگ دستی زیادہ کرے گا اور جو شخص کسی عورت سے اس کے حسب ونسب کی وجہ سے شادی کرے تو اللہ اس شخص کی دنات میں اضافہ کرے گا اور جو شخص کسی عورت سے غض بصر، حفاظت فرج اور صلہ رحمی کے خیال سے شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے اس کی بیوی میں اور بیوی کے لیے اس کے شوہر میں برکت عطا کرے گا۔)==

== ایک حدیث میں یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں:

"لا تنكح المرأة لجمالها فلعل جمالها يرديها ولا لمالها فلعل مالها يطغيها وانكح المرأة لدينها".

(ابن ماجة،عبد الله بن عمرو)(عن عبدالله بن عمرو قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:لا تزوجوا النساء لحسنهن،فعسى حسنهن أن يرديهن،ولا تزوجوهن لأموالهن فعسى أموالهن أن تطغيهن،ولكن تزوجوهن على الدين ولأمة خرماء سوداء ذات دين أفضل.(سنن ابن ماجة،باب تزويج ذات الدين،رقم الحديث:۱۸۵۹،انیس)

(عورت سے اس کے حسن کی وجہ سے شادی نہ کرو کہ شاید اس کا حسن اسے ہلاک نہ کردے اور نہ اس کے مال کی بنا پر شادی کرو، شاید اس کا مال اسے سرکش نہ بنادے، عورت سے اس کی دینداری کی وجہ سے شادی کرو۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینداری کی ترغیب اس لیے دی کہ دیندار عورت شوہر کے لیے دینی نقطہ نظر سے مددگار ثابت ہوتی ہے، اگر متدین نہ ہوئی تو خود بھی گمراہ ہوگی اور شوہر کو بھی صراطِ مستقیم پر چلنے نہیں دے گی۔(الْأُولَى:أَنْ تَكُونَ صَالِحَةً ذَاتَ دِينٍ فَهَذَا هُوَ الْأَصْلُ وَبِهِ يَنْبَغِي أَنْ يَقَعَ الِاعْتِنَاءُ فَإِنَّهَا إِنْ كَانَتْ ضَعِيفَةَ الدِّينِ فِي صِيَانَةِ نَفْسِهَا وَفَرْجِهَا أَزْرَتْ بِزَوْجِهَا وَسَوَّدَتْ بَيْنَ النَّاسِ وَجْهَهُ وشوشت بالغيرة قلبه وتتغص بِذَلِكَ عَيْشُهُ فَإِنْ سَلَكَ سَبِيلَ الْحَمِيَّةِ وَالْغَيْرَةِ لم يزل في بلاء ومحنة وَإِنْ سَلَكَ سَبِيلَ التَّسَاهُلِ كَانَ مُتَهَاوِنًا بِدِينِهِ وعرضه ومنسوبا إلى قلة الحمية والأنفة وإذا كانت مع الفساد جميلةً كان بلاؤها أشد إذ يشق على الزوج مفارقتها فلا يصبر عنها ولا يصبر عليها ويكون كالذى جاء إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وقال يا رسول الله إن لى امرأة لا ترد يد لامس،قال:طلقها،فقال إني أحبها،قال أمسكها،وإنما أمره بإمساكها خوفاً عليه بأنه إذا طلقها أتبعها نفسه وفسد هو أيضاً معها فرأى ما في دوام نكاحه من دفع الفساد عنه من ضيق قلبه أولى وَإِنْ كَانَتْ فَاسِدَةَ الدِّينِ بِاسْتِهْلَاكِ مَالِهِ أَوْ بِوَجْهٍ آخَرَ لَمْ يَزَلِ الْعَيْشُ مُشَوَّشًا مَعَهُ،فَإِنْ سَكَتَ وَلَمْ يُنْكِرْهُ كَانَ شَرِيكًا فِي الْمَعْصِيَةِ مُخَالِفًا لِقَوْلِهِ تَعَالَى قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ ناراً وَإِنْ أَنْكَرَ وَخَاصَمَ تَنَغَّصَ الْعُمُرُ وَلِهَذَا بَالَغَ رسول الله صلى الله عليه وسلم في التَّحْرِيضِ عَلَى ذَاتِ الدِّينِ فَقَالَ: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لمالها وجمالها وحسبها،ودينها فعليك بذات الدين تربت يداك.وفي حديث آخر من نكح المرأة لمالها وجمالها حرم جمالها ومالها ومن نكحها لدينها رزقه الله مالها وجمالها. وقال صلى الله عليه وسلم:لا تنكح المرأة لجمالها فلعل جمالها يرديها ولا لمالها فلعل مالها يطغيها وانكح المرأة لدينها حديث لا تنكح المرأة لجمالها فلعل جمالها يرديها أخرجه ابن ماجة من حديث عبد الله بن عمرو بسند ضعيف،وإنما بالغ في الحث على الدين لأن مثل هذه المرأة تكون عوناً على الدين فأما إذا لم تكن متدينة كانت شاغلة عن الدين ومشوشة له.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح:۳/۳۷۔۳۸،دار المعرفة بيروت،انيس)

دوسری صفت، خوش اخلاق:

یہ اہم ترین وصف ہے، جو تدین کے بعد عورت میں مطلوب ہونا چاہیے، گھریلو الجھنوں سے نجات، فارغ البالی، دین پر استقامت وغیرہ کی بنیاد عورت کی خوش خلقی ہی ہے۔ اگر عورت زبان دراز، بداخلاق اور کفرانِ نعمت کرنے والی ہوئی تو اس سے نفع کم ہوگا نقصان زیادہ ہوگا۔ یوں بھی عورتوں کے عادتوں پر صبر کرنا ایک آزمائش ہے، اللہ کے بہت سے نیک بندے اس طرح کی آزمائشوں سے دوچار رہوتے ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں کہ چھ طرح کی عورتوں سے شادی مت کرو۔ ==

== (۱) انانۃ سے۔ یہ وہ عورت ہے جو ہر وقت روتی چلاتی ہے، ہر لمحہ شکوے اس کی زبان پر رہیں، دائم المریض ہو، یا بتکلف مریض بنی رہتی ہو، ایسی عورت میں کوئی خیر و برکت نہیں ہے۔

(۲) منانۃ سے۔ یہ وہ عورت ہے جو اپنے شوہر پر احسان جتلاتی ہو کہ میں نے تیرے لیے یہ کیا، وہ کیا۔

(۳) حنانۃ سے۔ یہ وہ عورت جو اپنے پہلے شوہر، یا پہلے شوہر کی اولاد سے محبت رکھتی ہو، ایسی عورت سے بھی اجتناب رکھنا چاہیے۔

(۴) حداقۃ سے۔ یہ وہ عورت جو ہر چیز کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھے اور شوہر کو خریدنے پر مجبور کرے۔

(۵) براقۃ سے۔ ان کے دو معنی ہیں: اہل عرب کے محاورہ کے مطابق اس سے وہ عورت مراد ہے، جو صبح و شام بناؤ سنگھار میں مصروف رہے۔ اہل یمن اس سے وہ عورت مراد لیتے ہیں، جو کھانے کے وقت ناراض ہو جائے اور ہزار خوشامد کے باوجود سب کے ساتھ مل کر کھانا نہ کھائے، جب سب لوگ کھالیں تو تنہا پیٹ بھر لے اور ہر چیز میں سے اپنا پورا حصہ الگ کر لے۔

(۶) متشدقہ سے۔ اس سے مراد وہ عورت ہے، جو ہر وقت بک بک کرتی رہے، ایک لمحے کے لیے بھی خاموش نہ رہے، حدیث شریف میں متشدقین کی مذمت کی گئی ہے۔

"إن أبغضكم إلى وأبعدكم منى يوم القيامة الثرثارون والمتشدقون والمتفيقهون". (ترمذی، جابرؓ)(عن جابر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن من أحبكم إلى وأقربكم منى مجلسا يوم القيامة أحاسنكم أخلاقا وإن من أبغضكم إلى وأبعدكم منى مجلسا يوم القيامة الثرثارون والمتشدقون والمتفيهقون، قالوا: يارسول الله! قد علمنا الثرثارون والمتشدقون فما المتفيهقون؟ قال: المتكبرون. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی معالی الأخلاق، رقم الحديث: ۲۰۱۸، انیس)

(قیامت کے روز میرے نزدیک مبغوض ترین اور مجھ سے دور تر وہ لوگ ہوں گے، جو بکواس کرنے والے ہوں، زیادہ بولنے والے ہوں اور خود ساختہ فقیہ ہوں۔)

کہتے ہیں کہ ازدی نامی ایک سیاح گھومتا پھرتا جب حضرت الیاس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے مجرد رہنے سے منع کیا اور شادی شادہ زندگی گزارنے کی نصیحت کی۔ یہ بھی فرمایا کہ چار طرح کی عورتوں سے نکاح مت کرنا: ایک اس عورت سے جو ہر وقت بغیر کسی وجہ کے خلع کا مطالبہ کرتی رہے۔ دوسری وہ عورت جو شیخی بگھارنے میں ماہر ہو اور دنیاوی مال و دولت کی بنیاد پر اپنی ہم عصر عورتوں پر یا خود شوہر پر اکڑ جمائے۔ تیسری وہ عورت جو بدچلن ہو اور لوگوں سے گندے تعلقات رکھنے میں مشہور ہو۔ اس طرح کی عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ﴾ (سورة النساء: ۲۵)(قال ابن عباس: المسافحات هن الزوانى المعلنات يعنى الزوانى اللاتى لا يمنعن من أرادهن بالفاحشة ومتخذات أخدان يعنى أخلاء وكذا روى عن أبى هريرة ومجاهد والشعبى والضحاك وعطاء الخراسانى ويحى بن أبى كثير ومقاتل بن حيان والسدى، قالوا: أخلاء، وقال الحسن البصرى: يعنى الصديق، وقال الضحاك أيضا ﴿ولا متخذات أخدان﴾ ذات الخليل والواحد المقرة به، نهى الله عن ذلك يعنى تزويجها مادامت كذلك. (تفسير ابن كثير، سورة النساء: ۲/۲۲۸، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

(اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی ہوں۔) ==

== چوتھی وہ عورت جوشوہر کی نافرمان ہواوراس پر بالادستی قائم کرنا چاہتی ہو۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو عادتیں مردوں کے حق میں بری سمجھی جاتی ہیں، وہ عورتوں کے حق میں اچھی ہیں، مثلاً بخل، تکبراور بزدلی؛اس لیے کہ عورت بخیل ہوگی تو اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی اورموقع بے موقع خرچ کرکے ضائع کرنے سے گریز کرے گی،مغرور ہوگی تو دوسرے لوگوں کواپنی نرم اورشریں گفتاری سے متاثر نہ کرسکے گی، بزدل ہوگی تو شوہر کے خوف سے لرزاں رہے گی،اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہ رکھے گی اورتہمت کی جگہوں سے بچنے کی کوشش کرے گی۔(الثانية: حسن الخلق وذلك أصل مهم في طلب الفراغة والاستعانة على الدين فإنها إذا كانت سليطة بذية اللسان سيئة الخلق كَافِرَةً لِلنِّعَمِ كَانَ الضَّرَرُ مِنْهَا أَكْثَرَ مِنَ النَّفْعِ وَالصَّبْرُ عَلَى لِسَانِ النِّسَاءِ مِمَّا يُمْتَحَنُ به الأولياء.قال بعض العرب:لا تنكحوا من النساء ستة لا أنانة ولا منانة ولا حنانة ولا تنكحوا حداقة ولا براقة ولا شداقة،أما الأنانة فهي التي تكثر الأنين والتشكي وتعصب رأسها كل ساعة فنكاح الممراضة أو نكاح المتمارضة لا خير فيه والمنانة التي تمن على زوجها فتقول فعلت لأجلك كذا وكذا والحنانة التي تحن إلى زوج آخر أو ولدها من زوج آخر وهذا أيضا مما يجب اجتنابه والحداقة التي ترمي إلى كل شيء بحدقتها فتشتهيه وتكلف الزوج شرائه والبراقة تحتمل معنيين،أحدهما أن تكون طول النهار في تصقيل وجهها وتزيينه ليكون لوجهها بريق محصل بالصنع،والثاني أن تغضب على الطعام فلا تأكل إلا وحدها وتستقل نصيبها من كل شيء وهذه لغة يمانية يقولون برقت المرأة وبرق الصبي الطعام إذا غضب عنده والشداقة المتشدقة الكثيرة الكلام ومنه قَوْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تعالى يبغض الثرثارين المتشدقين.وحكى أن السائح الأزدي لقي إلياس عليه السلام في سياحته فأمره بالتزوج ونهاه عن التبتل ثم قال: لا تنكح أربعا المختلعة والمبارية والعاهرة والناشز فأما المختلعة فهي التي تطلب الخلع كل ساعة من غير سبب والمبارية المباهية بغيرها المفاخرة بأسباب الدنيا والعاهرة الفاسقة التي تعرف بخليل وخدن وهي التي قال الله تعالى ﴿ولا متخذات أخدان﴾ والناشز التي تعلو على زوجها بالفعال والمقال والنشز العالي من الأرض،وكان علي رضي الله عنه يقول شر خصال الرجال خير خصال النساء البخل والزهو والجبن فإن المرأة إذا كانت بخيلةً حفظت مالها ومال زوجها وإذا كانت مزهوة استنكفت أن تكلم كل أحد بكلام لين مريب وإذا كانت جبانة فرقت من كل شيء فلم تخرج من بيتها واتقت مواضع التهمة خيفةً من زوجها فهذه الحكايات ترشد إلى مجامع الأخلاق المطلوبة في النكاح.(إحياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح: ۳۸/۲،دارالمعرفة بيروت،انيس)

تیسری صفت، حسن وجمال:

عورت میں حسن وجمال بھی مطلوب ہے؛ کیوں کہ حسین بیوی مل جانے کے بعد مرد زنا اوراس کے لوازمات سے محفوظ رہتا ہے۔طبعی طور پرانسان خوبصورتی کا دلدادہ ہوتا ہے،بدصورت عورت ملے تو یہ ممکن ہے کہ وہ دوسری خوبصورت عورتوں کی تلاش میں رہے اورموقع ملنے پران کے ساتھ ملوث ہوجائے۔حسن صورت کی طلب اس لیے بھی ہوتی ہے کہ عموماً جس کی صورت اچھی ہوگی،اس کی سیرت بھی اچھی ہوگی۔گزشتہ صفحات میں ہم اس پہلو پرخاص طور پرزور دیا ہے کہ شادی کے لیے لڑکی کے انتخاب میں تدین کا لحاظ رہنا چاہیے اور یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ کسی صورت سے اس کے حسن وجمال کے لیے شادی مت کرو،ان آثار واقوال کا ==

== یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حسن وجمال شجر ممنوعہ ہیں؛ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر عورت صرف خوبصورت ہو دینداری نہ ہو تو محض اس کی خوبصورتی سے متاثر ہوکر نکاح نہ کرنا چاہیے؛ کیوں کہ تنہا حسن نکاح کے مقاصد کی تکمیل نہیں کرتا؛ بلکہ اس کے لیے دینداری زیادہ اہم ہے۔خوبصورتی کی رعایت کی اس لیے بھی کی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے میاں بیوی میں عام طور پر رشتہ محبت زیادہ استوار ہوتا ہے۔ شریعت نے محبت کے اسباب کو بھی اہمیت دی ہے، یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے نکاح سے پہلے منسوبہ کو دیکھ لینے کی نہ صرف یہ کہ اجازت دی ہے؛ بلکہ اس عمل کو مستحسن قرار دیا ہے۔

حدیث میں ہے:

"إذ وقع الله فى نفس أحدكم من امراة فلينظر إليها فإنه أحرى أن يؤدم بينهما". (تم میں سے کسی کے دل میں اگر اللہ تعالیٰ کسی عورت سے شادی کی خواہش پیدا کرے تو اسے دیکھ لینا چاہیے۔) (ابن ماجہ،محمد بن سلمہؓ،سند ضعیف؛مگر "فإنه أحرى أن يودم بينهما" کے الفاظ ترمذی،نسائی،ابن ماجہ کی روایت) (عن محمد مسلمة قال:خطبت امرأة فجعلت أتخبأ لها،حتى نظرت إليها فى نخل لها،فقيل له:أتفعل هذا وأنت صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟فقال:سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:إذا ألقى الله فى قلب امرىء خطبة امرأة فلا بأس أن ينظر إليها.(سنن ابن ماجة،باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوج،رقم الحديث: ١٨٦٤)قال محمد فؤاد عبدالباقى فى التعليق:فى الزوائد فى إسناده حجاج وهو ابن أرطاط الكوفى ضعيف ومدلس ورواه بالعنعنة لكن لم ينفرد به حجاج فقد رواه ابن حبان فى صحيحه بإسناد آخر.(سنن ابن ماجة: ٥٩٩/١،دارإحياء الكتب العربية فيصل عيسىٰ البابى الحلبى،انيس)/عن جابر رضى الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا خطب أحدكم امرأة فإن استطاع أن ينظر إلى بعض ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل،فخطبتُ امرأة من بنى سليم،فكنت أتخبأ لها فى أصول النخل،حتى رأيت منها مادعانى إلى نكاحها فتزوجتها.هذا حديث صحيح على شرط مسلم،ولم يخرجاه،وإنما أخرج مسلم فى هذا الباب حديث يزيد بن كيسان عن أبى حازم مختصرا.(المستدرك للحاكم،كتاب النكاح،رقم الحديث :٢٦٩٦،انيس)/عن أنس بن مالك أن المغيرة بن شعبة أراد أن يتزوج امرأة فقال له النبى صلى الله عليه وسلم :اذهب فانظر إليها فإنه أحرى أن يودم بينكما،ففعل فتزوجها فذكر من موافقتها.(سنن ابن ماجة،باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوج،رقم الحديث: ١٨٦٥/سنن الترمذى،باب ماجاء فى النظر إلى المخطوطة،رقم الحديث:١٠٨٧/مسند الإمام أحمد،رقم الحديث،حديث المغيرة بن شعبة: ١٨١٥٤/سنن النسائى،إباحة النظر قبل التزويج،رقم الحديث:٣٢٣٥،بلفظ:فانظر إليها فإنه أجدر أن يؤدم بينكما.انيس)

کیوں کہ دیکھ لینے سے طرفین میں محبت پیدا ہوتی ہے۔

'يؤدم' لفظ 'أدمة' سے مشتق ہے۔یہ لفظ جلد کے اس باطنی حصے کے لیے بولا جاتا ہے جو گوشت سے متصل ہو۔(والأدمة محركة:باطن الجلدة التى تلى اللحم أو ظاهرها الذى عليه الشعر وما ظهر من جلدة الرأس وباطن الأرض.(القاموس المحيج،فصل الهمزة: ١٠٧٤،مؤسسةالرسالة،انيس) مطلب یہ ہے کہ جس طرح جلد کا اندرونی حصہ اور گوشت ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں،میاں بیوں میں بھی اسی طرح کا احسن اتصال قائم ہوگا،یہ لفظ طرفین کی محبت کے لیے ایک بلیغ تعبیر ہے۔(فإنه أحرى أن يؤدم بينكما،أى يكون بينكما المحبة والموافقة.(شرح السنة للبغوى،باب النظر إلى المخطوطة: ١٧/٩، المكتب الإسلامى دمشق/وفى حديث الخطبة:فإنه أحرى أن يؤدم بينكما،أى أن يوافق وتتمكن محبتكما.(مشارق الأنوارعلى صحاح الآثار: ٢٤/١،دارالنشر،انيس) ==

== ایک روایت میں ہے کہ آپ نے انصاری عورتوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

”إن في أعين الأنصار شيئا فاذا أراد أحدكم أن يتزوج منهن فلينظر إليهن“. (مسلم،ابوہریرۃ)(عن أبي هريرة قال: كنت عندالنبي صلى الله عليه وسلم فأتاه رجل فأخبره أنه تزوج امرأة من الأنصار،فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم:أنظرت إليها؟قال: لا،قال:فاذهب فانظر إليها،فإن في أعين الأنصار شيئاً.(صحيح لمسلم،باب ندب النظر إلى وجه المرأة وكفيها،رقم الحديث: ١٤٢٤،انیس))

(انصار (یعنی انصاری عورتوں) کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے، جب تم میں سے کوئی کسی انصاری خاتون سے شادی کرنے کا ارادہ کرے تو اسے دیکھ لے۔)

کہتے ہیں کہ انصاری آنکھیں چھوٹی تھیں، بعض لوگوں نے کہا کہ ان میں چندھیاہٹ تھی۔(قال:يعني أعينهم صغار. (مستخرج أبي عوانة: ١٧/٣،دارالمعرفة بيروت)/أراد صغرها أو زرقتها.(مجمع بحار الأنوار،مادة شيب: ٢٧٤/٣، دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد،انیس) بہرحال یہ دونوں ہی چیزیں چہرے کی خوبصورتی کو متاثر کرتی ہیں؛ اسی لیے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ان دونوں عیبوں سے آگاہ بھی فرمایا اور دیکھنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی؛ تاکہ بعد میں رنجش نہ ہو۔ ماضی میں بعض نیک اور متقی پرہیزگار لوگوں کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ شرفا کی بیٹوں کو بھی دیکھے بغیر شادی نہیں کرتے تھے؛ تاکہ دھوکے سے محفوظ رہیں۔ حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ جو شادی دیکھے بغیر ہوتی ہے، اس کا خاتمہ رنج والم پر ہوتا ہے۔

یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ایک نظر دیکھ لینے سے محض ظاہری حسن وجمال ہی کا علم ہوسکتا ہے۔ سیرت وکردار اور اخلاق ودیانت کا اس مختصر وقفے میں کیا اندازہ ہوگا۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ شریعت نے حسن وجمال کی رعایت بھی کی ہے۔

روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص نے خضاب کر کے کسی جوان لڑکی سے شادی رچالی تھی۔ چند دن بعد خضاب اترا تو سفیدی ظاہر ہوئی، لڑکی کے گھر والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے تو اس شخص کو جوان سمجھ کر شادی کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو بلایا اور قرار واقعی سزا دی۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں حضرات کسی قبیلے میں گئے اور لوگوں سے کہا کہ میں بلال ہوں اور یہ میرے بھائی صہیب ہیں، ہم گمراہ تھے، اللہ نے ہمیں ہدایت سے نوازا، ہم غلام تھے، اللہ نے ہمیں آزاد کیا، ہم ملفوک الحال تھے، اللہ نے ہمیں فارغ البالی عطا فرمائی، اگر تم اپنی لڑکیوں سے ہماری شادی کردو تو الحمد للہ اور نہ کرو تو سبحان اللہ، ہم واپس چلے جائیں گے۔ قبیلہ والوں نے کہا: آپ واپس نہ جائیں، ہم اپنی لڑکیوں سے آپ کی شادی کرنے کے لیے تیار ہیں۔ بعد میں صہیبؓ نے بلالؓ سے کہا کہ اگر آپ اپنے اور میرے تعارف میں ان قربانیوں کا ذکر بھی کردیتے، جو ہم نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر دی ہیں تو بڑا اچھا ہوتا۔ بلالؓ نے فرمایا: چپ رہو صہیب! تم نے سچ بولا، یہی سچائی تمہاری شادی کرا رہی ہے۔

جہاں تک فریب کا تعلق ہے وہ ظاہری شکل وصورت میں بھی ہوسکتا ہے، اور باطنی سیرت وکردار میں بھی۔ ظاہر کا فریب دیکھ لینے سے دور ہوسکتا ہے اور باطن کا فریب دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے شخص سے جو عقلمند، راست گو اور ظاہر باطن کے احوال سے واقف ہو حالات معلوم کئے جائیں، ایسے شخص کا غیر جانبدار ہونا بھی ضروری ہے؛ تاکہ نہ وہ عورت کی تعریف میں مبالغہ کرے اور نہ اس کی طرف غلط باتیں منسوب کرے۔ یہ بات ہم اس لیے کہہ رہے ہیں کہ آج کل شادی بیاہ کے معاملات میں لوگوں کی طبیعتوں میں افراد و تفریط زیادہ ہے، اس سلسلے میں سچ بولنے والے لوگ بہت کم ہیں، فریب دہی اور مغالطہ انگیزی کی کوششیں زیادہ ہونے لگی ہیں۔ ==

== بہر حال جو شخص اپنے نفس پر قابو نہ رکھتا ہو اور اسے یہ ڈر ہو کہ بدصورت، یا معمولی شکل وصورت رکھنے والی بیوی اسے اجنبی عورتوں کو دیکھنے اور ان کے پیچھے دوڑنے سے نہ روک سکے گی تو اس سلسلے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ ہاں اگر کوئی شخص ادائے سنت حصول اولاد اور گھریلو نظم کے لیے نکاح چاہتا ہو تو اسے حسن وجمال کی ضرورت نہیں ہے اور یہ بات زہد وتقویٰ سے قریب تر بھی ہے کہ کیوں کہ حسن وجمال بہر حال دنیاوی چیزیں ہیں اور عارضی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اوقات حسن وجمال سے دین پر مدد ملتی ہے، حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زہد ہر چیز میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس بوڑھی عورت میں بھی ہوتا ہے، جس سے کوئی شخص دنیا میں زہد اختیار کرنے کے لیے شادی کرلے۔ مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تم لوگ یتیم اور مفلس لڑکی سے شادی نہیں کرتے، حالاں کہ اسے اپنانے میں اجر وثواب کے علاوہ دنیاوی نقطہ نظر سے بھی بڑی سہولت ہے، اگر تم اسے معمولی کھانا کھلا دو، معمولی کپڑے پہنا دو تو وہ کوئی شکایت نہیں کرے گی، اس کے برعکس تم دنیا دار امراء اور ذی حیثیت لوگوں کی بیٹیوں سے شادی کرتے ہو، حالاں کہ وہ تمہیں اپنی خواہشات کے بوجھ میں دبا دیتی ہیں اور نئے سے نئے کپڑے اور اچھے سے اچھے کھانے کی فرمائش کر کے تمہارا ناطقہ بند کر دیتی ہیں۔ امام احمدؒ نے دو حقیقی بہنوں کے متعلق دریافت فرمایا کہ ان میں عقلمند کون سی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: فلاں لڑکی عقلمند ہے؛ لیکن بدقسمتی سے آنکھوں سے محروم ہے، فرمایا: میرا نکاح اسی اندھی لڑکی سے کردو۔ یہ ان لوگوں کا اسوہ ہے، جو ضرورت کی تکمیل کے لیے شادی کرتے ہیں، لذت کے لیے نہیں کرتے؛ لیکن وہ لوگ جو لذت کے بغیر اپنے دین کی حفاظت نہ کرسکیں، انہیں جمال بھی طلب کرنا چاہیے؛ کیوں کہ مباح ذرائع سے لذت حاصل کرنا دین کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر عورت خوبصورت ہو، خوش اخلاق ہو، اس کے گیسو سیاہ اور دراز ہوں، اس کی آنکھیں روشن، کشادہ اور سیاہ ہوں، اس کا رنگ سفید ہو، شوہر کو ٹوٹ کر چاہتی ہو تو وہ دنیا میں جنت کی حوروں کا نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ نے جنت کے حوروں کے یہی اوصاف بیان فرمائے ہیں:

﴿خیرات حِسَانٌ﴾ (سورة الرحمن: ٦٩) ﴿قاصرات الطَّرْفِ﴾ (سورة الرحمن: ٥٢) ﴿عُرُباً اَتْرَاباً﴾ (سورة الواقعة: ٣٧) ﴿حُوْرٌ عِيْنٌ﴾ (سورة الواقعة: ٢٢)

ان آیات میں خیرات سے مراد خوش اخلاق اور حسان سے مراد خوبصورت عورتیں۔ قاصرات الطرف سے وہ عورتیں مراد ہیں، جو صرف شوہر کو مرکز نظر بنائیں، عرب جمع عروب کی ہے، اس سے مراد وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کی عاشق، ان سے ہم بستری کی خواہش رکھتی ہوں، یہی صفت کمال بھی ہے جو مطلوب ہونی چاہیے، حور اس عورت کو کہتے ہیں، جس کی آنکھ میں سفیدی بھی زیادہ ہو اور سیاہی بھی زیادہ اور عیناء اس عورت کو کہتے ہیں، جس کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں۔ صحیح معنی میں عورت میں وہ صفتیں ہونی چاہیں، جن کی نشاندہی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے:

"خیر نسائکم التی إذا نظر إلیها زوجها سرته وان أمر ها اطاعته وإذا غاب عنها حفظ فی نفسها ومالہ". (تمہاری بہترین عورت وہ ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوشی بخشے، جب کوئی حکم دے تو اس کی تعمیل کرے، جب اس کے پاس نہ ہو تو نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔) (نسائی، ابوہریرہ) (عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، قَالَ: قِیلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَیُّ النِّسَاءِ خَیْرٌ؟ قَالَ: اَلَّتِی تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِیعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِی نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا یَكْرَهُ. (سنن النسائی، أی النساء خیر، رقم الحدیث: ٣٢٣١) ==

== عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ (التوبة: ٣٤) قَالَ: كَبُرَ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَا أُفَرِّجُ عَنْكُمْ، فَانْطَلَقَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنَّهُ كَبُرَ عَلَى أَصْحَابِكَ هَذِهِ الْآيَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكَاةَ، إِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ، وَإِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيثَ لِتَكُونَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ، فَكَبَّرَ عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ؟ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ، وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ. (سنن أبي داؤد، باب في حقوق المال، رقم الحديث: ١٦٦٤)/عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ قَالَ: الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِيمَا يَكْرَهُ فِي نَفْسِهَا، وَلَا فِي مَالِهِ. (مسند الإمام أحمد، مسند أبي هريرة، رقم الحديث: ٩٥٨٧، انيس)

ہمارے خیال میں مرد اپنی بیوی کو دیکھ کر اسی وقت خوش ہوگا، جب وہ اس سے محبت کی باتیں کرے گی۔ (الثَّالِثَةُ حُسْنُ الْوَجْهِ فَذَلِكَ أَيْضًا مَطْلُوبٌ إِذْ بِهِ يَحْصُلُ التَّحَصُّنُ وَالطَّبْعُ لَا يَكْتَفِي بِالدَّمِيمَةِ غالباً كيف والغالب أن حسن الخلق والخلق لا يفترقان، وما نقلناه من الحث على الدين وأن المرأة لا تنكح لجمالها ليس زاجر عَنْ رِعَايَةِ الْجَمَالِ بَلْ هُوَ زَجْرٌ عَنِ النِّكَاحِ لِأَجْلِ الْجَمَالِ الْمَحْضِ مَعَ الْفَسَادِ فِي الدِّينِ فَإِنَّ الْجَمَالَ وَحْدَهُ فِي غَالِبِ الْأَمْرِ يُرَغِّبُ فِي النِّكَاحِ وَيُهَوِّنُ أَمْرَ الدِّينِ وَيَدُلُّ على الالتفات إلى معنى الجمال أن الألفة والمودة تحصل بِهِ غَالِبًا وَقَدْ نَدَبَ الشَّرْعُ إِلَى مُرَاعَاةِ أَسْبَابِ الْأُلْفَةِ وَلِذَلِكَ اسْتَحَبَّ النَّظَرَ فَقَالَ إِذَا أوقعَ اللّٰهُ فِي نَفْسِ أَحَدِكُمْ مِنِ امْرَأَةٍ فَلْيَنْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرَى أن يؤدم بينهما: أي يؤلف بينهما من وقوع الأدمة على الأدمة وهي الجلدة الباطنة، والبشرة الجلدة الظاهرة وإنما ذكر ذلك للمبالغة في الائتلاف، وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي أعين الأنصار شيئاً فإذا أراد أحدكم أن يتزوج منهن فلينظر إليهن، قيل كان في أعينهن عمش، وقيل صغر وَكَانَ بَعْضُ الْوَرِعِينَ لَا يَنْكِحُونَ كَرَائِمَهُمْ إِلَّا بعد النظر احترازاً من الغرور. قال الْأَعْمَشُ: كُلُّ تَزْوِيجٍ يَقَعُ عَلَى غَيْرِ نَظَرٍ فآخره هم وغم، ومعلوم أن النظر لا يعرف الخلق والدين والمال وإنما يعرف الجمال من القبح، وَرُوِيَ أَنَّ رَجُلًا تَزَوَّجَ عَلَى عَهْدِ عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ قَدْ خَضَبَ فَنَصَلَ خِضَابُهُ فَاسْتَعْدَى عَلَيْهِ أَهْلُ الْمَرْأَةِ إِلَى عمر وَقَالُوا حَسِبْنَاهُ شَابًّا فَأَوْجَعَهُ عمر ضَرْبًا وَقَالَ غررت القوم وروى أن بلالاً وصهيباً أتيا أهل بيت من العرب فخطبا إليهم فقيل لهما من أنتما فقال بلال أنا بلال وهذا أخي صهيب كنا ضالين فهدانا اللّٰه وكنا مملوكين فأعتقنا اللّٰه وكنا عائلين فأغنانا اللّٰه فإن تزوجونا فالحمد للّٰه وإن تردونا فسبحان اللّٰه فقالوا بل تزوجان والحمد للّٰه، فقال صهيب لو ذكرت مشاهدنا وسوابقنا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقال اسكت فقد صدقت فأنكحك الصدق، وَالْغُرُورُ يَقَعُ فِي الْجَمَالِ وَالْخُلُقِ جَمِيعًا فَيُسْتَحَبُّ إِزَالَةُ الْغُرُورِ فِي الْجَمَالِ بِالنَّظَرِ وَفِي الْخُلُقِ بالوصف والإستيصاف فينبغي أن يقدم ذلك على النكاح وَلَا يَسْتَوْصِفُ فِي أَخْلَاقِهَا وَجَمَالِهَا إِلَّا مَنْ هو بصير صادق خبير بالظاهر والباطن ولا يَمِيلُ إِلَيْهَا فَيُفْرِطَ فِي الثَّنَاءِ وَلَا يَحْسُدُهَا فيقصر فالطباع مائلة في مبادي النكاح ووصف المنكوحات إلى الإفراط والتفريط وقل من يصدق فيه ويقتصد بَلِ الْخِدَاعُ وَالْإِغْرَاءُ أَغْلَبُ وَالِاحْتِيَاطُ فِيهِ مُهِمٌّ لمن يخشى على نفسه التشوف إلى غير زوجته، فأما من أراد من الزوجة مجرد السنة أو الولد أو تدبير المنزل فلو رغب عن الجمال فهو إلى الزهد أقرب لأنه على الجملة باب من الدنيا وإن كان قد يعين على الدين في حق بعض الأشخاص، قال أبو سليمان الداراني الزهد في كل شيء حتى في المرأة يتزوج الرجل العجوز إيثاراً للزهد في الدنيا. ==

== وقد كان مالك بن دينار رحمه الله يقول:يترك أحدكم أن يتزوج يتيمة فيؤجر فيها إن أطعمها وكساها تكون خفيفة المؤنة ترضى باليسير ويتزوج بنت فلان وفلان يعنى أبناء الدنيا فتشتهى عليه الشهوات وتقول اكسنى كذا وكذا واختار أحمد بن حنبل عوراء على أختها وكانت أختها جميلة فسأل من أعقلهما فقيل العوراء فقال زوجونى إياها فهذا دأب من لم يقصد التمتع فأما من لا يأمن على دينه ما لم يكن له مستمتع فليطلب الجمال فالتلذذ بالمباح حصن للدين،وقد قيل إذا كانت المرأة حسناء خيرة الأخلاق سوداء الحدقة والشعر كبيرة العين شديدة بيضاء اللون محبةً لزوجها قاصرة الطرف عليه فهى على صورة الحور العين فإن الله تعالى وصف نساء أهل الجنة بهذه الصفة فى قوله }خيرات حسان{ أراد بالخيرات حسنات الأخلاق وفى قوله }قاصرات الطرف{ وفى قوله }عرباً أتراباً{ العروب هى العاشقة لزوجها المشتهية للوقاع وبه تتم اللذة والحور البياض والحوراء شديدة بياض العين شديدة سوادها فى سواد الشعر والعيناء الواسعة العين،وقال صلى الله عليه وسلم خير نسائكم من إذا نظر إليها زوجها سرته وإذا أمرها أطاعته وإذا غاب عنها حفظته فى نفسها وماله،وإنما يسر بالنظر إليها إذا كانت محبة للزوج.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح:۲/۳۸۔۳۹،دارالمعرفة بيروت)/قَالَ: أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيرَةَ وَأَبِى سَلَمَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قال: خطب بلال إِلَى أَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ: أَنَا بِلالٌ وَهَذَا أَخِي عَبْدَانُ مِنَ الْحَبَشَةِ كُنَّا ضَالَّيْنِ فَهَدَانَا اللَّهُ وَكُنَّا عَبْدَيْنِ فَأَعْتَقَنَا اللَّهُ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَإِنْ تَمْنَعُونَا فَاللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ: حَدَّثَنِى أَبِى أَنَّ أَخًا لِبِلالٍ كَانَ يَنْتَمِى إِلَى الْعَرَبِ وَيَزْعُمُ أَنَّهُ مِنْهُمْ فَخَطَبَ امْرَأَةً مِنَ الْعَرَبِ فَقَالُوا: إِنْ حَضَرَ بِلالٌ زَوَّجْنَاكَ قَالَ: فَحَضَرَ بِلالٌ فَتَشَهَّدَ وَقَالَ: أَنَا بِلالُ بْنُ رَبَاحٍ وَهَذَا أَخِي وَهُوَ امْرُؤُ سُوءٍ فِى الْخُلُقِ وَالدِّينِ فَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ تُزَوِّجُوهُ وَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ تَدَعُوا فَدَعُوا فَقَالُوا: مَنْ تَكُونُ أَخَاهُ نُزَوِّجُهُ فَزَوَّجُوهُ.(الطبقات الكبرىٰ:۳/۱۷۹،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

چوتھی صفت، مہر کم ہونا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"خيرهن أيسرهن صداقا". (بہترین عورتیں وہ ہیں، جن کے مہر ہلکے پھلکے ہوں۔)(ابن حبان،ابن عباس)

(عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:خَيْرُهُنَّ أَيْسَرُهُنَّ صَدَاقًا.(صحيح ابن حبان،رقم الحديث:۴۰۳۴،انيس)

ایک روایت کے مطابق آپ نے زیادہ مہر مقرر کرنے سے منع فرمایا ہے۔(سنن اربعہ،موقوفا علی عمر ابن الخطاب)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے دس درہم اور گھر کے سامان (جو ہاتھ کی چکی، گھڑے، کھجور کی چھال بھرے ہوئے گدے پر مشتمل تھا) کے عوض نکاح فرمایا۔(ابوداؤد،طیالسی،بزار،انس)(عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ الَّذِى تَزَوَّجَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ سَلَمَةَ، عَلَى شَىْءٍ قِيمَتُهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ.(مسند أبى داؤدالطيالسى،ثابت البنانى عن أنس بن مالك،رقم الحديث:۲۱۳۴/عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّم أُمَّ سَلَمَةَ عَلَى مَتَاعٍ قِيمَتُهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ.(مسند البزار،مسند أبى حمزة أنس بن مالك،رقم الحديث:۶۸۹۷،انيس) ==

== نہ صرف یہ کہ مہر متعین کرنے میں آپ نے اعتدال کا پہلوملحوظ رکھا؛ بلکہ ولیمہ کی تقریب بھی زیادہ اہتمام اور شان وشوکت سے نہیں منائی، ایک زوجہ مطہرہ کے ولیمے میں جو روٹی تھی ،ایک کے ولیمے میں کھجوریں کھلائی گئیں اور ایک کے ولیمے میں ستّو سے مہمانوں کی ضیافت کی گئی۔(جَو کی روایت بخاری میں حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا سے ہے اور کھجور اور ستو کی روایت انسؓ سے مسلم میں منقول ہے۔)(عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ:أَوْلَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيرٍ.(صحيح البخارى،باب من أولم بأقل من شاة،رقم الحديث: ۵۱۷۲/عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ، قَالَ: فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ، فَرَكِبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ، وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ، فَأَجْرَى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ، وَإِنَّ رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَانْحَسَرَ الْإِزَارُ عَنْ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنِّي لَأَرَى بَيَاضَ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ، قَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ﴿فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ﴾(الصافات: ۱۷۷﴾، قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ: وَقَدْ خَرَجَ الْقَوْمُ إِلَى أَعْمَالِهِمْ، فَقَالُوا: مُحَمَّدٌ، وَاللّٰهِ – قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا: مُحَمَّدٌ، وَالْخَمِيسُ – قَالَ: وَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً، وَجُمِعَ السَّبْيُ، فَجَائَهُ دِحْيَةُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ،فَقَالَ:اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً، فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدِ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ؟ مَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ،قَالَ:ادْعُوهُ بِهَا،قَالَ: فَجَاءَ بِهَا، فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا،قَالَ:وَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ: يَا أَبَا حَمْزَةَ، مَا أَصْدَقَهَا؟ قَالَ: نَفْسَهَا أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، حَتَّى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيقِ جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ، فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوسًا، فَقَالَ:مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ،قَالَ:وَبَسَطَ نِطَعًا، قَالَ: فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالْأَقِطِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ، فَحَاسُوا حَيْسًا، فَكَانَتْ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.(صحيح لمسلم،باب فضيلة إعتاقه أمه ثم يتزوجها،رقم الحديث: ۱۳۶۵،انیس)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی مہر کی کثرت ناپسند تھی ،فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اپنا مہر چار سو درہم سے زیادہ بندھوایا اور نہ ہی اپنی کسی صاحبزادی کا مہر اس سے زیادہ رکھا، اگر مہر میں زیادتی مستحسن ہوتی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ضرور اختیار فرماتے۔(سنن اربعہ،عمر موقوفا)(عَنْ أَبِي الْعَجْفَاءِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ:أَلَا لَا تُغَالُوا صُدُقَةَ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا، أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللَّهِ لَكَانَ أَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،مَا عَلِمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ شَيْئًا مِنْ نِسَائِهِ وَلَا أَنْكَحَ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِهِ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً.(قال الترمذی)هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو العَجْفَاءِ السُّلَمِيُّ: اسْمُهُ هَرِمٌ، وَالأُوقِيَّةُ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ: أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا وَثِنْتَا عَشْرَةَ أُوقِيَّةً أَرْبَعُ مِائَةٍ وَثَمَانُونَ دِرْهَمًا.(سنن الترمذی،باب منه،رقم الحديث: ۱۱۱۴/سنن ابن ماجة،باب صداق النساء،رقم الحديث: ۱۸۸۷/سنن أبی داؤد،باب الصداق،رقم الحديث: ۲۱۰۶/سنن النسائی،القسط فی الأصدقة،رقم الحديث: ۳۳۴۹،انیس) ==

== بعض صحابہ کرام، مثلاً عبد الرحمٰن ابن عوفؓ نے پانچ درہم کے برابر سونے کی مقدار پر نکاح کیا۔ (بخاری ومسلم، انس) (عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ المَدِينَةَ فَآخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الأَنْصَارِيِّ فَعَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ يُنَاصِفَهُ أَهْلَهُ وَمَالَهُ، فَقَالَ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلَّنِي عَلَى السُّوقِ، فَرَبِحَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ وَسَمْنٍ، فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعْدَ أَيَّامٍ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ؟قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ قَالَ: فَمَا سُقْتَ فِيهَا؟ فَقَالَ: وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ. (صحيح البخاری، رقم الحديث: ٣٩٣٧/صحيح لمسلم، رقم الحديث: ١٤٢٧، انيس)

حضرت سعید ابن المسیبؒ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے دو درہم کے عوض میں کیا۔ معقول ہے کہ آپ بنفس نفیس اپنی صاحبزادی کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر لے گئے اور انہیں اندر بھیج کر واپس تشریف لائے، اس کے بعد سات روز تک اپنی بیٹی سے نہیں ملے۔ اگر اس خیال سے دس درہم مہر مقرر کئے جائیں کہ تمام علماء کے نزدیک نکاح صحیح ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (الرابعة أن تكون خفيفة المهر، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خير النساء أحسنهن وجوهاً وأرخصهن مهوراً. وقد نهى عن المغالاة فى المهر، تزوج رسول الله صلى الله عليه وسلم بعض نسائه على عشرة دراهم وأثاث بيت وكان رحى يد وجرة ووسادة من أدم حشوها ليف، وعلى وأولم على بعض نسائه بمدين من شعير، وعلى أخرى بمدين من تمر ومدين من سويق، وكان عمر رضى الله عنه ينهى عن المغالاة فى الصداق ويقول ما تزوج رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا زوج بناته بأكثر من أربعمائة درهم، ولو كانت المغالاة بمهور النساء مكرمة لسبق إليها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد تزوج بعض أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على نواة من ذهب قِيمَتُهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، وَزَوَّجَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ابْنَتَهُ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى دِرْهَمَيْنِ ثُمَّ حَمَلَهَا هُوَ إِلَيْهِ لَيْلًا فأدخلها هو مِنَ الْبَابِ ثُمَّ انْصَرَفَ ثُمَّ جَائَهَا بَعْدَ سبعة أيام فسلم عليها ولو تزوج على عشرة دراهم للخروج من خلاف العلماء فلا بأس به، وفى الخبر مِنْ بَرَكَةِ الْمَرْأَةِ سُرْعَةُ تَزْوِيجِهَا وَسُرْعَةُ رَحِمِهَا أى الولادة ويسر مهرها، وقال أيضاً: أبركهن أقلهن مهراً، وَكَمَا تُكْرَهُ الْمُغَالَاةُ فِي الْمَهْرِ مِنْ جِهَةِ الْمَرْأَةِ فَيُكْرَهُ السُّؤَالُ عَنْ مَالِهَا مِنْ جِهَةِ الرَّجُلِ، وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَنْكِحَ طَمَعًا فِي المال، قال النورى إذا تزوج وقال أى شيء للمرأة فأعلم أنه لص وَإِذَا أَهْدَى إِلَيْهِمْ فَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُهْدِيَ لِيَضْطَرَّهُمْ إِلَى الْمُقَابَلَةِ بِأَكْثَرَ مِنْهُ وَكَذَلِكَ إِذَا أَهْدَوْا إِلَيْهِ فَنِيَّةُ طَلَبِ الزِّيَادَةِ نِيَّةٌ فَاسِدَةٌ فأما التهادى فمستحب وهو سبب المودة، قال صلى الله عليه وسلم تهادوا تحابوا. وأما طلب الزيادة فداخل فى قوله تعالى ولا تمنن تستكثر أى تعطى لتطلب أكثر وتحت قوله تعالى وما آتيتم من ربا ليربوا فى أموال الناس فإن الربا هو الزيادة وهذا طلب زيادة على الجملة وإن لم يكن فى الأموال الربوية فكل ذلك مكروه وبدعة فى النكاح يشبه التجارة والقمار ويفسد مقاصد النكاح. (إحياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح: ٣٩/٢-٤٠، دارالمعرفة بيروت) (یاد رہے کہ شافعیہ کے نزدیک دس درہم سے کم مہر بھی درست ہے؛ کیوں کہ بعض روایات میں اس سے کم مہر کا ذکر ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ اس طرح کی تمام روایات ضعیف ہیں، صرف ایک روایت صحیح ہے، جس میں لوہے کی انگوٹھی کا ذکر ہے؛ لیکن اس میں بھی بہت سے احتمالات ہیں، ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کی کم سے کم مقدار پوری کرنے کے لیے یہ انگوٹھی تلاش کرائی ہو۔ احناف بیہقی کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں: ''لا مهر أقل من عشرة دراهم''. (دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔) (عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: لَا يَكُونُ مَهْرًا أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ. (السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث: ١٤٣٨٧-١٤٣٨٨، سنن الدارقطنى، باب المهر، رقم الحديث: ٣٦٠٣، انيس) ==

== **پانچویں صفت، عورت کا بانجھ نہ ہونا**:

یہ بھی ایک قابل لحاظ صفت ہے، اگر یہ بات معلوم ہوجائے کہ فلاں عورت بچے پیدانہیں کرسکتی تو اس سے شادی نہ کرے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"تزوجوا الولود الودود". (ایسی عورت سے شادی کرو، جس کے اولاد ہو اور وہ شوہر سے محبت کرنے والی ہو۔) (ابوداؤد، نسائی)(عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ، وَإِنَّهَا لَا تَلِدُ، أَفَأَتَزَوَّجُهَا، قَالَ: لَا،ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَنَهَاهُ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ: تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ.(سنن أبي داؤد،باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء،رقم الحديث: ۲۰۵۰/عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِنِسَائِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْوَدُودُ، الْوَلُودُ، الْعَؤُودُ عَلَى زَوْجِهَا، الَّتِي إِذَا آذَتْ أَوْ أُوذِيَتْ، جَائَتْ حَتَّى تَأْخُذَ بِيَدِ زَوْجِهَا، ثُمَّ تَقُولُ وَاللّٰهِ لَا أَذُوقُ غُمْضًا حَتَّى تَرْضَى.(السنن الکبریٰ للنسائي،شكر المرأة لزوجها،رقم الحديث: ۹۰۹۴/عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: أَتَزَوَّجُ فُلَانَةً؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا، ثُمَّ أَتَاهُ أَيْضًا فَقَالَ: أَتَزَوَّجُ فُلَانَةً؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا، ثُمَّ قَالَ: سَوْدَاءُ وَلُودٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حَسْنَاءَ عَاقِرٍ، أَمَا عَلِمْتَ أَنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، حَتَّى إِنَّكَ لَتَرَى السَّقْطَ مُحْبَنْطًا، يُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ: لَا، حَتَّى يَدْخُلَهَا أَبَوَايَ.(كتاب الآثار لأبي يوسف،باب الغزو والجيش،رقم الحديث:۹۱۶،انیس)

اگر کسی کنواری لڑکی سے شادی کرنے کا ارادہ ہو تو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ وہ تندرست اور جوان ہے، یا نہیں؟ اگر یہ دونوں باتیں کسی عورت میں پائی جائیں تو گمان غالب یہی ہے کہ اس کے اولاد ہوگی۔(الْخَامِسَةُ أَنْ تَكُونَ الْمَرْأَةُ وَلُودًا فَإِنْ عُرِفَتْ بالعقر فليمتنع عن تزوجها،قال صلى الله عليه وسلم:عليكم بالولود الودود ,فإن لم يكن لها زوج ولم يعرف حالها فيراعي صحتها وشبابها فإنها تكون ولوداً في الغالب مع هذين الوصفين.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح:۲/۴۰-۴۱،انیس)

چھٹی صفت، کنواری ہونا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک عمر رسیدہ شادی شدہ عورت سے نکاح کرلیا تھا، جب وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

"هلا بكراً تلاعبها وتلاعبك". (کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی، تم اس سے کھیلتے، وہ تم سے کھیلتی۔)(بخاری ومسلم، جابر)(عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَفَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةٍ، فَتَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ، فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي، فَنَخَسَ بَعِيرِي بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ، فَانْطَلَقَ بَعِيرِي كَأَجْوَدِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ الإِبِلِ، فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ:مَا يُعْجِلُكَ، قُلْتُ: كُنْتُ حَدِيثَ عَهْدٍ بِعُرُسٍ، قَالَ:أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟، قُلْتُ: ثَيِّبًا، قَالَ:فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ، قَالَ: فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ، قَالَ:أَمْهِلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا – أَيْ عِشَاءً – لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ المُغِيبَةُ.(صحيح البخاري،باب تزويج الثيبات،رقم الحديث: ۵۰۷۹/صحيح لمسلم،كتاب النكاح،باب استحباب نكاح البكر،۷۱۵،انیس) ==

== کنواری لڑکی سے شادی کرنے میں تین فائدے ہیں:

ایک فائدہ تو یہ ہے کہ کنواری لڑکی اپنے شوہر سے زیادہ محبت کرتی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی عملی طور پر تائید وتصدیق بھی کنواری لڑکی سے شادی کرنے ہی سے ہوتی ہے کہ تم محبت کرنے والی عورت سے شادی کرو۔اصل بات یہ ہے کہ انسان طبیعت سے پہلی محبت کا اثر دیر میں زائل ہوتا ہے؛ بلکہ بعض اوقات یہ اثر اتنا دیرپا ہوتا ہے کہ زائل ہی نہیں ہوتا،مرد آزمودہ اور جہاندیدہ عورت سے شادی کرنے میں اس خطرے کا امکان ہے کہ وہ اپنے پہلے شوہر کی محبت سے آزاد نہ ہو پائے اور دوسرے شوہر سے محبت نہ کر سکے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ شوہر بھی اپنی بیوی سے حقیقی اور بے پناہ محبت کرتا ہے، یہ ایک فطری بات ہے،شوہر کبھی نہیں چاہے گا کہ اس کی بیوی کو کسی نے ہاتھ لگایا ہو، جب اسے اپنی بیوی کے پہلے شوہر کا خیال آئے گا تو یقیناً گراں باری ہوگی اور ذہن پر غلط اثرات مرتب ہوں گے۔بعض لوگ تو اس سلسلے میں کچھ زیادہ ہی حساس واقع ہوئے ہیں۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ کنواری لڑکی اپنے سابقہ شوہر کے ساتھ گزاری ہوئی زندگی یاد نہیں کرتی،شادی شدہ عورت کو کبھی نہ کبھی پہلے شوہر کا خیال آئے گا اور اس طرح موجودہ شوہر کے ساتھ بدمزگی پیدا ہوگی۔(السادسة أن تكون بكرا قال صلى الله عليه وسلم لجابر وَقَدْ نَكَحَ ثَيِّبًا هَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وتلاعبك،في البكارة ثلاث فوائد:إحداها أن تحب الزوج وتألفه فيؤثر في معنى الود وقد قال صلى الله عليه وسلم عليكم بالودود والطباع مجبولة على الأنس بأول مألوف،وأما التي اختبرت الرجال ومارست الأحوال فربما لا ترضى بعض الأوصاف التي تخالف ما ألفته فتقلى الزوج،الثانية أن ذلك أكمل في مودته لها فإن الطبع ينفر عن التي مسها غير الزوج نفرة ما وذلك يثقل على الطبع مهما يذكر وبعض الطباع في هذا أشد نفوراً ,الثالثة أنها لا تحن إلى الزوج الأول وآكد الحب ما يقع مع الحبيب الأول غالباً.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح:۴۱/۳،دار المعرفة بيروت،انيس)

ساتویں صفت ،حسب ونسب والی ہونا:

یعنی ایسے خاندان کی چشم و چراغ ہو،جس میں دینداری اور تقویٰ ہو۔خاندان کے اثرات لڑکی پر ضرور مرتب ہوں گے؛ بلکہ گھرانے اپنی بیٹیوں کی تربیت اچھے ڈھنگ سے کرتے ہیں،اگر لڑکی کسی بے دین گھرانے سے ہوئی تو وہ نہ خود تربیت یافتہ ہوگی اور نہ اپنی اولاد کی تربیت اچھی طرح کر سکے گی؛اسی لیے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا:

”إياكم وخضراء الدمن،فقيل:وما خضراء الذمن ! قال المراة الحسناء في المنت السوء“. (دارقطنی، ابوسعید الخدری)(عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِيَّاكُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا خَضْرَاءُ الدِّمَنِ؟ قَالَ:الْمَرْأَةُ الْحَسْنَاءُ فِي الْمَنْبَتِ السُّوءِ.(مسند الشهاب القضاعي،إياكم وخضراء الدمن، رقم الحديث:۹۵۷،انيس)

(غلاظت کے ڈھیر پر اُگی ہوئی سبزی سے بچو،عرض کیا گیا: یارسول اللہ! خضراء ودمن سے آپ کی مراد کیا ہے؟ فرمایا: برے خاندان کی خوبصورت لڑکی۔) ==

== ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

”تخیروا لنطفکم فإن العرق دساس“. (ابن ماجہ، عائشہ؛ مگر حضرت عائشہ کی روایت میں ”فإن العرق دساس“ کے الفاظ نہیں ہیں، یہ الفاظ دیلمی نے انس سے اور ابوموسیٰ المدینی نے عبداللہ ابن عمر نقل کئے ہیں۔)(عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:تَخَيَّرُوا لِنُطَفِكُمْ، وَانْكِحُوا الْأَكْفَاءَ، وَأَنْكِحُوا إِلَيْهِمْ.(سنن ابن ماجة،باب الأكفاء،رقم الحديث: ۱۹۶۸/عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: وَهُوَ يُوصِي رَجُلًا يَقُولُ: يَا أَبَا فُلَانٍ: أَقِلَّ مِنَ الدَّيْنِ تَعِشْ حُرًّا، وَأَقِلَّ مِنَ الذُّنُوبِ يَهُنْ عَلَيْكَ الْمَوْتُ، وَانْظُرْ فِي أَيِّ نِصَابٍ تَضَعُ وَلَدَكَ فَإِنَّ الْعِرْقَ دَسَّاسٌ.(معجم ابن العربی،رقم الحديث:۹۷۳،دارابن الجوزی،انیس)

(اپنے نطفے کے لیے اچھا انتخاب کرو؛اس لیے کہ قرابت داری کی رگیں آباءواجداد سے اولاد کے جسموں میں منتقل ہوتی ہیں۔)

مطلب یہ ہے کہ بڑوں کے اخلاق وکردار کا اثر چھوٹوں پر بھی ہوتا ہے؛اس لیے نیک اور صالح بیوی کا انتخاب کرنا چاہیے؛ تاکہ اولاد بھی نیک اور صالح ہو۔(السَّابِعَةُ أَنْ تَكُونَ نَسِيبَةً أَعْنِي أَنْ تَكُونَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ الدِّينِ وَالصَّلَاحِ فَإِنَّهَا سَتُرَبِّي بَنَاتِهَا وَبَنِيهَا فَإِذَا لَمْ تَكُنْ مُؤَدَّبَةً لَمْ تحسن التأديب والتربية ولذلک قال صلى اللّٰه عليه وسلم:إياكم وخضراء الدمن، فقيل:ما خضراء الدمن؟ قال:المرأة الحسناء فی المنبت السوء.وقال صلى اللّٰه عليه وسلم: تَخَيَّرُوا لِنُطَفِكُمْ فَإِنَّ الْعِرْقَ نَزَّاعٌ.(إحياء علوم الدين.كتاب آداب النكاح:۴۱/۳،دارالمعرفة بيروت،انیس)

آٹھویں صفت،قریبی رشتہ دار نہ ہو:

زیادہ قریب کی رشتہ داری میں برائی یہ ہے کہ اس سے شہوت میں کمی آجاتی ہے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”لا تنكحوا القرابة القريبة فإن الولد يخلق ضاويا“. (قریبی عزیزہ سے شادی مت کرو،اس لیے کہ بچہ کمزور پیدا ہوتا ہے۔)(ابن الصلاح نے اس حدیث کا انکار کیا ہے،حافظ عراقی کہتے ہیں کہ یہ حضرت عمر کا قول ہے،آپ نے آل سائب سے ارشاد فرمایا تھا:”قد اضويتم فانكحوا فی النوابغ“ ابراهیم الحربی نے یہ قول غریب الحدیث میں نقل کیا ہے۔)(قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلم:لا تنكحوا القرابة القريبة فإن الولد يخلق ضاوياً)أصله ضاووی ووزنه فاعول (أی نحيفاً) قليل الجسم وجارية ضاوية كذلک كذا فی الصحاح، قال ابن الصلاح: لم أجد لهذا الحديث أصلاً معتمداً، قال العراقی: إنما يعرف من قول عمر أنه قال لآل السائب قد أضويتم فانكحوا فی النزائع رواه إبراهيم الحربی فی غريب الحديث وقال معناه تزوجوا الغرائب قال ويقال اغتربوا لا تضووا وللطبرانی من حديث طلحة بن عبد اللّٰه،الناكح فی قومه كالمعشب فی داره وفی إسناده سليمان بن أيوب الطلحی قال ابن عدی عامة أحاديثه لا يتابعه عليها أحد ورواه يعقوب بن شيبة فی مسنده وقال أحاديثه عندی صحاح ورجحها الضياء المقدسی فی المختارة،آه.قلت: وفی الصحاح للجوهری فی الحديث اغتربوا لا تضووا أی تزوّجوا فی الأجنبيات ولا تتزوجوا فی العمومة وذلک أن العرب تزعم أن ولد الرجل من قرابته يجیء ضاوياً نحيفاً غير أنه يجیء كريماً على طبع قومه قال الشاعر: ذاک عبيد قد أصاب ميا * يا ليته ألحقها صبيا * فحملت فولدت ضاويا،آه.وما رواه إبراهيم الحربی رواه أبو نعيم فی فضل النفقة على البنات كذا بخط الحافظ ابن حجر،قال ابن السبكی:لم أجد له إسناداً.(تخريج إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح: ۹۷۱/۲-۹۷۲، دارالعاصمة للنشر الرياض،انیس) ==

== بچے کے کمزور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قریبی رشتہ رکھنے والی عورت کے سلسلے میں جنسی شہوت میں وہ ہیجان نہیں ہوتا، جو اجنبی عورت سے شادی کرنے میں ہوتا ہے۔ شہوت دیکھنے اور چھونے سے پیدا ہوتی ہے، جو عورت مسلسل نظروں میں رہی ہو تو اسے دیکھتے دیکھتے نگاہیں عادی ہو جاتی ہیں اور شادی کے بعد جب اسے دیکھا جائے تو اس میں بظاہر کوئی نیا پن نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ شہوت پوری طرح نہیں ابھرتی، شہوت کا ضعف ہی بچے میں کمزوری کا سبب بنتا ہے۔

یہ چند اوصاف ہیں، جو نکاح کے سلسلے میں ملحوظ رہنے چاہیں۔ والدین اور سرپرستوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی لختِ جگر کے لیے موزوں شوہر کا انتخاب کریں، شادی سے پہلے لڑکے کو اچھی طرح دیکھ لیں، انھیں اس کے اخلاق کردار، جسمانی نظام اور مالی حیثیت ان تمام امور کا بنظر غائر مطالعہ کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی ایسے شخص کو اپنی عزیز از جاں بیٹی سپرد کردیں، جو اس کے حقوق ادا نہ کر سکے، یا نسب وغیرہ کے معاملے میں اس کا ہم پلہ نہ ہو۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"**النكاح رق فلينظر أحدكم أين يضع كريمته**". (یہ روایت ابوعمر التوقانی نے **معاشرة الأهلين**" میں حضرت اسماء بنت ابی بکر اور حضرت عائشہؓ سے موقوفاً" نقل کی ہے، بیہقی کہتے ہیں کہ یہ روایت مرفوع بھی نقل ہوئی ہے؛ مگر موقوف زیادہ صحیح ہے۔) **(قال صلّى الله عليه وسلم: (النكاح رق) أى بمنزلته وقد ورد فى الخبر تعبيرهن بالعوانى هن الأسارى (فلينظر أحدكم أين يضع كريمته) قال العراقى: رواه أبو عمر الشوقانى فى كتاب معاشرة الأهلين موقوفا على عائشة وأسماء ابنتى أبى بكر الصديق قال البيهقى وروى ذلك مرفوعا والموقوف أصح، أه. (تخريج إحياء علوم الدين: ۹۷۲/۲، دار العاصمة للنشر الرياض، انيس)**

(نکاح عورت کو کنیز بناتا ہے؛ اس لیے دیکھ لیا کرو کہ تم اپنی بیٹی کو کہاں دے رہے ہو۔)

لڑکی کے حق میں احتیاط بے حد ضروری ہے؛ اس لیے کہ لڑکی ہر حال میں اپنے شوہر کی قیدی ہے، اس قید سے نجات حاصل کرنا اس کے بس سے باہر ہے، شوہر کو طلاق کا اختیار حاصل ہے، وہ کسی بھی وقت کنارہ کش ہو سکتا ہے اور اسے زندگی کے صحرا میں بے یار و مدد گار چھوڑ سکتا ہے۔ دانستہ طور پر اپنی لڑکی کو کسی ظالم وجابر' فاسق' مبتدع، یا شرابی کے سپرد کرنے والا شخص مجرم ہے، وہ باری تعالیٰ کے غیض وغضب کا مستحق ہے؛ کیوں کہ اس نے قطع رحمی اور سوءِ انتخاب کی بدترین مثال قائم کی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"**من زوج كريمته من فاسق فقد قطع رحمها**". (ابن حبان فی الضعفاء، انس) **(قال العراقى: رواه ابن حبان فى الضعفاء من حديث أنس ورواه فى الثقات من قول الشعبى بإسناد صحيح، آه. قلت: وروى الديلمى من حديث ابن عباس من زوّج ابنته أو واحدة ممن يشرب الخمر، فكأنما قادها إلى النار. (تخريج إحياء علوم الدين: ۹۷۲/۲، دار العاصمة للنشر الرياض، انيس)**

(جس شخص نے کسی فاسق سے اپنی بیٹی کی شادی کی، اس نے قطعی رحمی کی۔)

ایک شخص نے حضرت حسن بصریؒ سے عرض کیا: میری لڑکی کے لیے بہت سے رشتے آئے ہیں، آپ کے خیال میں لڑکا کیسا ہونا چاہیے؟ فرمایا: اس لڑکے کا انتخاب کرو، جس کے دل میں خدا کا خوف ہو، جو تمہاری بیٹی سے محبت کرے تو اس کی محبت میں تعظیم کا پہلو نمایاں ہو اور اگر کسی وجہ سے ناراض ہو تو ظلم نہ کرے۔ **(الثَّامِنَةُ أَنْ لَا تَكُونَ مِنَ الْقَرَابَةِ الْقَرِيبَةِ فَإِنَّ ذَلِكَ يقلل الشهوة قال صلى الله عليه وسلم: لا تنكحوا القرابة القريبة فإن الولد يخلق ضاوياً، أى نحيفاً وذلك لتأثيره فى تضعيف الشهوة فإن الشهوة إنما تنبعث بقوة الإحساس بالنظر واللمس وإنما يقوى الإحساس بالأمر الغريب الجديد** ==

== فأما المعهود الذى دام النظر إليه مدة فإنه يضعف الحس عن تمام إدراكه والتأثر به ولا تنبعث به الشَّهْوَةَ فَهَـذِهِ هِـىَ الْـخِـصَـالُ الْمُرَغِّبَةُ فِى النِّسَاءِ وَيَجِبُ عَلَى الْوَلِيِّ أَيْضًا أَنْ يُرَاعِيَ خِصَالَ الزَّوْجِ وَلْيَنْظُرْ لِكَرِيمَتِهِ فَلَا يُزَوِّجُهَا مِـمَّـنْ سَاءَ خُلُقُهُ أَوْ خَلْقُهُ أَوْ ضَعُفَ دِيْنُهُ أَوْ قَصَّرَ عَنِ الْقِيَامِ بِحَقِّهَا أَوْ كَانَ لَا يكافئها فى نسبها قال صلى الله عليه وسلم النكاح رق فلينظر أحدكم أين يضع كريمته ،والاحتياط فى حقها أهم لأنها رقيقة بالنكاح لا مخلص لها والزوج قادر على الطلاق بكل حال وَمَهْمَا زَوَّجَ ابْنَتَهُ ظَالِمًا أَوْ فَاسِقًا أَوْ مُبْتَدِعًا أَوْ شَارِبَ خَمْرٍ فَقَدْ جَنَى عَلَى دِينِهِ وَتَعَرَّضَ لِسُخْطِ اللَّهِ لِمَا قَطَعَ مِنْ حق الرحم وسوء الاختيار،وقال رجل للحسن قد خطب ابنتى جماعة فمن أُزَوِّجُهَا قَالَ مِمَّنْ يَتَّقِى اللَّهَ فَإِنْ أَحَبَّهَا أكرمها وإن أبغضها لم يظلمها،وقال صلى الله عليه وسلم من زوج كريمته من فاسق فقد قطع رحمها.

(إحياء علوم الدين. كتاب آداب النكاح:۴۱/۳،دارالمعرفة بيروت،انيس)

آدابِ زندگی:

شوھر کے فرائض:

شوہر کے فرائض میں بارہ چیزیں شامل ہیں۔ان میں سے ہر ایک میں اعتدال اور حسن ادب کی رعایت بہت ضروری ہے۔ذیل میں ہم ان سب کی الگ الگ تفصیل کرتے ہیں:

ولیمہ:

ولیمہ مستحب ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر زردی کے نشانات دیکھ کر فرمایا: عبدالرحمٰن! یہ کیسے نشانات ہیں؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے کی مقدار پر ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بارک الله لک،أولم ولو بشاة". (بخاری ومسلم)(عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ، قَالَ: مَا هَذَا؟ قَالَ: إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ، أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.(صحيح البخارى،باب كيف يدعى للمتزوج،رقم الحديث: ۵۱۵۵/صحيح لمسلم،باب الصداق،رقم الحديث:۱۴۲۷،انيس)

(اللہ برکت دے،ولیمہ کرو اگرچہ اس میں ایک بکری ہی کیوں نہ ذبح کرو۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد کھجوروں اور ستو سے مہمانوں کی ضیافت کی۔ایک حدیث میں ہے:

" طعام أول يوم حق،وطعام الثانى سنة وطعام الثالث سمعة ومن سمع سمع الله به". (یہ حدیث غریب ہے،زیاد ابن عبداللہ کے علاوہ کسی نے بھی اسے مرفوع نہیں بیان کیا۔)(ترمذی،ابن مسعود)(عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَعَامُ أَوَّلِ يَوْمٍ حَقٌّ، وَطَعَامُ يَوْمِ الثَّانِي سُنَّةٌ، وَطَعَامُ يَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَةٌ، وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللَّهُ بِهِ.(سنن الترمذى،باب باب ماجاء فى الوليمة،رقم الحديث:۱۰۹۷/السنن الكبرىٰ للبيهقى،رقم الحديث:۱۴۵۱۲،انيس)

(پہلے دن کا کھانا حق ہے،دوسرے دن کا کھانا سنت ہے اور تیسرے دن کا کھانا نام ونمود ہے،جو شخص نام ونمود کے لیے کام کرے گا اللہ اسے رسوا کرے گا۔) ==

== مستحب یہ ہے کہ نکاح کے بعد دولہا سے ملاقات کے وقت یہ دعائیہ الفاظ کہے جائیں:

”بارک اللّٰہ لک وبارک علیک وجمع بینکما فی خیر“. (ابوداؤد،ترمذی،ابن ماجہ،ابوہریرہ)(عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا رَفَّأَ، قَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكُمْ، وَبَارَكَ عَلَيْكُمْ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ .(سنن ابن ماجة،باب تهنئة النكاح،رقم الحديث: ۱۹۰۵/سنن أبی داؤد،باب مايقال للمتزوج،رقم الحديث: ۲۱۳۰/سنن الترمذی،باب ماجاء فيما يقال للمتزوج،رقم الحديث: ۱۰۹۱/السنن الكبریٰ للنسائی، مايقال إذا تزوج،رقم الحديث:۱۰۰۱۷،انيس)

(خدا تمھیں (یہ رشتہ) مبارک کرے،تمھیں برکت عطا کرے اور تمھارے درمیان خیر کے ساتھ اتفاق قائم کرے۔)

نکاح کا اظہار واعلان مستحب ہے۔روایات سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ارشاد فرماتے ہیں:

”فصل ما بين الحلال والحرام الدف والصوت“. (ترمذی،نسائی،ابن ماجہ،محمد ابن حاطب)(عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَصْلٌ بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، الدُّفُّ وَالصَّوْتُ فِي النِّكَاحِ.(سنن ابن ماجة،باب إعلان النكاح،رقم الحديث: ۱۸۹۶/سنن الترمذی،باب ماجاء فی إعلان النكاح،رقم الحديث:۱۰۸۸/ سنن النسائی،إعلان النكاح بالصوت وضرب الدف،رقم الحديث: ۳۳۶۹،انيس)

(حلال وحرام کے درمیان فرق دف بجانا اور آوازیں ہیں۔)

”اعلنوا هٰذا النكاح واجعلوه فی المساجد وا ضربوا عليه بالدف“. (ترمذی،بیہقی،عائشہ)(عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوفِ. (سنن الترمذی،باب ماجاء فی إعلان النكاح،رقم الحديث: ۱۰۷۹/السنن الكبریٰ للبيهقی،باب مايستحب من إظهار النكاح وإباحة الضرب،رقم الحديث: ۱٤٦۹۹،انيس)

(اس نکاح کا اعلان کرو،اسے مسجد میں انجام دو اور اس موقعہ پر دف بجاؤ۔)

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری شادی ہوئی،شب زفاف کی صبح کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے،اس وقت لونڈیاں دف بجاری تھیں اور کچھ ایسے گیت گا رہی تھیں،جن میں میرے ان بزرگوں کا ذکر تھا جو بدر کی جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔انھوں نے یہ مصرع بھی پڑھا:”وفينا نبی يعلم ما فی غد“،آپ نے ان لڑکیوں سے فرمایا:یہ شعر رہنے دو،وہی پڑھو،جو تم اس سے پہلے پڑھ رہی تھیں۔(بخاری)(أما الزوج فعليه مراعاة الاعتدال والأدب فِي اثْنَيْ عَشَرَ أَمْرًا فِي الْوَلِيمَةِ وَالْمُعَاشَرَةِ وَالدُّعَابَةِ وَالسِّيَاسَةِ وَالْغَيْرَةِ وَالنَّفَقَةِ وَالتَّعْلِيمِ وَالْقَسْمِ وَالتَّأْدِيبِ فِي النُّشُوزِ وَالْوِقَاعِ وَالْوِلَادَةِ وَالْمُفَارَقَةِ بِالطَّلَاقِ،الْأَدَبُ الْأَوَّلُ الْوَلِيمَةُ وَهِيَ مُسْتَحَبَّةٌ قَالَ أنس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَا هَذَا؟ فَقَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ،وَأَوْلَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلم على صفية بتمر وسويق،وقال صلى اللّٰه عليه وسلم طعام أول يوم حق وطعام الثانی سنة وطعام الثالث سمعة ومن سمع سمع اللّٰه به،ولم يرفعه إلا زياد بن عبد اللّٰه وهو غريب،وَتُسْتَحَبُّ تَهْنِئَتُهُ فَيَقُولُ مَنْ دَخَلَ عَلَى الزَّوْجِ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فی خير،==

== وروی أبو هريرة رضی اللّٰہ عنه أنه صلی اللّٰہ علیه وسلم أمر بذلک ویستحب إظهار النكاح،قال صلی اللّٰہ علیه وسلم فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدُّفُّ وَالصَّوْتُ،قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أعلنوا هذا النكاح واجعلوه فی المساجد واضربوا علیه بالدفوف،وعن الربيع بنت معوذ قالت جاء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فدخل غداة بنی بی فجلس علی فراشي وجويريات لنا يضربن بدفهن ويندبن من قتل من آبائی إلی أن قالت إحداهن وفينا نبی يعلم ما فی غد فقال لها اسكتی عن هذه وقولی الذی كنت تقولين قبلها.(إحياء علوم الدين.كتاب آداب النكاح:۴۲/۳،دارالمعرفة بيروت،انیس)

حُسنِ اخلاق کا معاملہ:

مرد کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ عورت کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے،ان کم عقلی کے پیش نظر عفوو درگذر سے کام لے اور جو تکلیف وہ پہنچائیں،اس پر صبر کرے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْف﴾ (سورۃ النساء:۱۹)

(اوران عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کرو۔)

ان کی تعظیم کے حق کے متعلق ارشادفرمایا:

﴿وَاَخَذْنَ مِنْکُمْ مِیْثَاقًا غَلِیْظاً﴾ (سورۃ النساء:۲۱)

(اوروہ عورتیں تم سے ایک گاڑھا اقرار لے چکی ہیں۔)

ایک جگہ ارشادفرمایا:

﴿وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ﴾ (سورۃ النساء:۳۶)

(اورہم مجلس {بیوی} کے ساتھ بھی {اچھا معاملہ کرو}۔)

کہتے ہیں کہ اس سے بیوی مراد ہے۔روایات میں ہے کہ مرض الوفات میں آپ نے تین وصیتیں فرمائیں،یہ وصیتیں بیان کرتے کرتے آپ کی آواز دھیمی پڑ گئی فرمایا:

"الصلاة الصلاة، وما ملكت أيمانكم ، لا تكلفوهم مالا يطيقون ، اللّٰہ اللّٰہ فی النساء، فإنهن أعوان فی أيديكم أخذتموهن بعهد اللّٰہ، واستحللتم فروجهن بكلمة اللّٰہ". (نماز،نمازاور جن کے تم مالک ہو،انھیں ان کی طاقت سے زیادہ کسی چیز کا مکلّف مت کرو،عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو؛اس لیے کہ عورتیں تمہارے ہاتھوں میں اسیر ہیں،تم ان کو اللہ تعالیٰ کے عہد سے حاصل کیا ہے اوران کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کلمے سے حلال کیا ہے۔)(نسائی نے سنن کبریٰ میں اورابن ماجہ نے اپنی سنن میں ام سلمہؓ سے اس روایت کے ابتدائی دو جملے نقل کئے ہیں۔عورتوں کے سلسلے میں آپ کی وصیت کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے، مسلم میں بروایت جابر اس کی تفصیل موجود ہے۔الفاظ یہ ہیں "فاتقوا اللّٰہ فی النساء فإنكم أخذتموهن بامانة اللّٰہ")(عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِی تُوُفِّيَ فِيهِ:الصَّلَاةَ، وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا، حَتَّى مَا يَفِيضُ بِهَا لِسَانُهُ.(سنن ابن ماجة،باب ماجاء فی ذكر مرض النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم،رقم الحديث: ۱۶۲۵/ السنن الكبریٰ للنسائی،رقم الحديث: ۷۰۶۱) ==

== عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، فَسَأَلَ عَنِ الْقَوْمِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ، فَقُلْتُ: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى رَأْسِي فَنَزَعَ زِرِّي الْأَعْلَى، ثُمَّ نَزَعَ زِرِّي الْأَسْفَلَ، ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ شَابٌّ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ، يَا ابْنَ أَخِي، سَلْ عَمَّا شِئْتَ، فَسَأَلْتُهُ، وَهُوَ أَعْمَى، وَحَضَرَ وَقْتُ الصَّلَاةِ، فَقَامَ فِي نِسَاجَةٍ مُلْتَحِفًا بِهَا، كُلَّمَا وَضَعَهَا عَلَى مَنْكِبِهِ رَجَعَ طَرَفَاهَا إِلَيْهِ مِنْ صِغَرِهَا، وَرِدَاؤُهُ إِلَى جَنْبِهِ، عَلَى الْمِشْجَبِ، فَصَلَّى بِنَا،فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ حَجَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بِيَدِهِ فَعَقَدَ تِسْعًا ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ تِسْعَ سِنِينَ لَمْ يَحُجَّ، ثُمَّ أَذَّنَ فِي النَّاسِ فِي الْعَاشِرَةِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ، فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ بَشَرٌ كَثِيرٌ، كُلُّهُمْ يَلْتَمِسُ أَنْ يَأْتَمَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَعْمَلَ مِثْلَ عَمَلِهِ، فَخَرَجْنَا مَعَهُ، حَتَّى أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ، فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ أَصْنَعُ؟ قَالَ:اغْتَسِلِي، وَاسْتَثْفِرِي بِثَوْبٍ وَأَحْرِمِي فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ، حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ، نَظَرْتُ إِلَى مَدِّ بَصَرِي بَيْنَ يَدَيْهِ، مِنْ رَاكِبٍ وَمَاشٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ مِثْلَ ذَلِكَ، وَعَنْ يَسَارِهِ مِثْلَ ذَلِكَ، وَمِنْ خَلْفِهِ مِثْلَ ذَلِكَ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا، وَعَلَيْهِ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ، وَهُوَ يَعْرِفُ تَأْوِيلَهُ، وَمَا عَمِلَ بِهِ مِنْ شَيْءٍ عَمِلْنَا بِهِ، فَأَهَلَّ بِالتَّوْحِيدِ لَبَّيْكَ اللهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ،وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهَذَا الَّذِي يُهِلُّونَ بِهِ، فَلَمْ يَرُدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَيْئًا مِنْهُ، وَلَزِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلْبِيَتَهُ، قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لَسْنَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ، لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ، حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ، اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا، ثُمَّ نَفَذَ إِلَى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَام، فَقَرَأَ:﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾(البقرة: 125) فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، فَكَانَ أَبِي يَقُولُ وَلَا أَعْلَمُهُ ذَكَرَهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ إِلَى الصَّفَا، فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَأَ:﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾(البقرة: 158)أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ،فَبَدَأَ بِالصَّفَا، فَرَقِيَ عَلَيْهِ، حَتَّى رَأَى الْبَيْتَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَوَحَّدَ اللّٰهَ وَكَبَّرَهُ، وَقَالَ:لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ « ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذَلِكَ، قَالَ: مِثْلَ هَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ نَزَلَ إِلَى الْمَرْوَةِ، حَتَّى إِذَا انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِي بَطْنِ الْوَادِي سَعَى، حَتَّى إِذَا صَعِدَتَا مَشَى، حَتَّى أَتَى الْمَرْوَةَ، فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا، حَتَّى إِذَا كَانَ آخِرُ طَوَافِهِ عَلَى الْمَرْوَةِ، فَقَالَ:لَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ، وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ، وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً، فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلِعَامِنَا هَذَا أَمْ لِأَبَدٍ؟ فَشَبَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ وَاحِدَةً فِي الْأُخْرَى، وَقَالَ:دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ، مَرَّتَيْنِ،لَا بَلْ لِأَبَدِ أَبَدٍ، وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ بِبُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مِمَّنْ حَلَّ، وَلَبِسَتْ ثِيَابًا صَبِيغًا، وَاكْتَحَلَتْ، فَأَنْكَرَ ذَلِكَ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ: إِنَّ أَبِي أَمَرَنِي بِهَذَا، قَالَ: فَكَانَ عَلِيٌّ يَقُولُ، بِالْعِرَاقِ: فَذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَرِّشًا عَلَى فَاطِمَةَ لِلَّذِي صَنَعَتْ، مُسْتَفْتِيًا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا ذَكَرَتْ عَنْهُ، فَأَخْبَرْتُهُ أَنِّي أَنْكَرْتُ ذَلِكَ عَلَيْهَا، فَقَالَ:صَدَقَتْ صَدَقَتْ، مَاذَا قُلْتَ حِينَ فَرَضْتَ الْحَجَّ؟قَالَ قُلْتُ: اللهُمَّ، إِنِّي أُهِلُّ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُكَ، قَالَ:فَإِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ فَلَا تَحِلُّ،قَالَ:فَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِي قَدِمَ بِهِ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ وَالَّذِي أَتَى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً، قَالَ: فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَقَصَّرُوا، إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ، ==

== فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوا إِلَى مِنًى، فَأَهَلُّوا بِالْحَجِّ، وَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيلًا حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ، وَأَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعَرٍ تُضْرَبُ لَهُ بِنَمِرَةَ، فَسَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ، كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَجَازَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ، فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ، فَنَزَلَ بِهَا،حَتَّى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ، فَرُحِلَتْ لَهُ، فَأَتَى بَطْنَ الْوَادِي، فَخَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ:إِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ، وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ، وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ، كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ،وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ، فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ، كِتَابُ اللّٰهِ، وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي، فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ: بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ، يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ،اللهُمَّ، اشْهَدْ، اللهُمَّ، اشْهَدْ،ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَذَّنَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى أَتَى الْمَوْقِفَ، فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ إِلَى الصَّخَرَاتِ، وَجَعَلَ حَبْلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيلًا، حَتَّى غَابَ الْقُرْصُ، وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ خَلْفَهُ، وَدَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ شَنَقَ لِلْقَصْوَاءِ الزِّمَامَ ، حَتَّى إِنَّ رَأْسَهَا لَيُصِيبُ مَوْرِكَ رَحْلِهِ، وَيَقُولُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى أَيُّهَا النَّاسُ، السَّكِينَةَ السَّكِينَةَ كُلَّمَا أَتَى حَبْلًا مِنَ الْحِبَالِ أَرْخَى لَهَا قَلِيلًا، حَتَّى تَصْعَدَ، حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ، فَصَلَّى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، وَصَلَّى الْفَجْرَ، حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ، بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ، حَتَّى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ وَوَحَّدَهُ، فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى أَسْفَرَ جِدًّا، فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ، وَكَانَ رَجُلًا حَسَنَ الشَّعْرِ أَبْيَضَ وَسِيمًا، فَلَمَّا دَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهِ ظُعُنٌ يَجْرِينَ، فَطَفِقَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهِنَّ، فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى وَجْهِ الْفَضْلِ، فَحَوَّلَ الْفَضْلُ وَجْهَهُ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ يَنْظُرُ، فَحَوَّلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ عَلَى وَجْهِ الْفَضْلِ، يَصْرِفُ وَجْهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ يَنْظُرُ، حَتَّى أَتَى بَطْنَ مُحَسِّرٍ،فَحَرَّكَ قَلِيلًا،ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيقَ الْوُسْطَى الَّتِي تَخْرُجُ عَلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى،حَتَّى أَتَى الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الشَّجَرَةِ، فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا، مِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ، رَمَى مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْحَرِ، فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَعْطَى عَلِيًّا، فَنَحَرَ مَا غَبَرَ، وَأَشْرَكَهُ فِي هَدْيِهِ، ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ، فَجُعِلَتْ فِي قِدْرٍ، فَطُبِخَتْ، فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَفَاضَ إِلَى الْبَيْتِ، فَصَلَّى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ، فَأَتَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، يَسْقُونَ عَلَى زَمْزَمَ، فَقَالَ:انْزِعُوا، بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَوْلَا أَنْ يَغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَلَى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ فَنَاوَلُوهُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْهُ.(صحیح لمسلم،کتاب الحج،باب حجة النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم،رقم الحدیث:۱۲۱۸،انیس) ==

== ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کی بدمزاجی پر صبر کیا، اللہ تعالیٰ اسے اتنا اجر دے گا، جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے صبر کرنے پر دیا ہے اور جس عورت نے اپنے شوہر کی بداخلاقی پر صبر کیا، اللہ تعالیٰ اسے اتنا اجر دے گا اور جس عورت نے اپنے شوہر کی بداخلاقی پر صبر کیا، اسے اتنا ثواب ملے گا، جتنا ثواب فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کو عطا ہوا ہے، (مجھے اس کی اصل نہیں ملی)، یہ بات بھی یاد رکھنے چاہیے کہ بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے؛ بلکہ یہ معنی ہیں کہ اگر وہ تکلیف پہنچائے تو اس پر صبر کیا جائے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لیا جائے۔ بعض ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دے دیا کرتی تھیں اور بعض ایک دن رات کے لیے بولنا چھوڑ دیتی تھیں، ازواج مطہرات کے اس طرز عمل پر آپ خفگی کا اظہار نہ فرماتے اور نہ ان پر کسی قسم کی سختی کرتے۔ (بخاری و مسلم۔ عمرؓ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے ایک اپنے شوہر کی کسی بات کا جواب دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: گستاخ! تو مجھے جواب دیتی ہے، ان کی بیوی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازاج مطہرات کا حوالہ دیا کہ وہ آپ کو جواب دے دیتی ہیں، حالاں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سے کہیں عالی مرتبہ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر ان میں حفصہ بھی ہے تو وہ بڑے گھاٹے میں رہے گی۔ اس کے بعد حفصہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ابوقحافہ کی پوتی (عائشہؓ) کی حرص مت کرنا وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حد عزیز ہیں، تم اگر جواب دو گی تو نقصان اٹھاؤ گی۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ نے آپ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر پیچھے کی طرف دھکا دیا۔ ماں نے اپنی بیٹی کی اس حرکت پر ڈانٹ پلائی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خوشدامن صاحبہ سے فرمایا: رہنے دو! بیویاں تو اس سے بھی زیادہ حرکتیں کرتی ہیں۔ (اس واقعے کی اصل بھی مجھے نہیں ملی) ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کسی موضوع پر اختلاف ہوا تو دونوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا حکم اور فیصل مقرر کیا جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا: تم پہلے کہو گی، یا میں پہلے بیان کروں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ پہلے ارشاد فرمائیں؛ لیکن سچ سچ کہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ جملہ سنا تو اپنی بیٹی کے منہ پر اتنی زور سے طمانچہ مارا کہ منہ سے خون بہنے لگا اور فرمایا: اے دشمن جاں! کیا رسول اللہ بھی کذب بیانی فرمائیں گے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر خوف محسوس ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جا چھپیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ہم نے تمہیں اس کام کے لیے نہیں بلایا تھا اور نہ یہ ہمارا مقصد تھا۔ (الطبرانی فی الاوسط، والخطیب فی التاریخ عن عائشہ بسند ضعیف) ایک مرتبہ کسی بات پر خفا ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا: آپ ہی کہتے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں، آپ مسکرا کر رہ گئے۔ (ابواعلی فی مسندہ وابوالشیخ فی کتاب الأمثال من حدیث عائشہ وفیہ ابن اسحاق وقد عنعنہ) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے کہ اے عائشہ! میں تماری خفگی بھی پہچان لیتا ہوں اور رضامندی بھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ فرمایا: جب تم راضی ہوتی ہو تو یہ کہتی ہو''والہ محمد'' (محمد کے رب کی قسم) اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو''والہ ابراھیم'' (ابراہیم کے رب کی قسم) عائشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کا اندازہ صحیح ہے، غصہ کی حالت میں میں صرف آپ کا نام ترک کرتی ہوں۔ (بخاری و مسلم، عائشہ) کہتے ہیں کہ اسلام کی پہلی محبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی۔ (بخاری و مسلم میں حضرت عمرو ابن العاص کی روایت یہ ہے:'' أي الناس أحب إليك یارسول اللہ، قال: عائشة'' اسلام کی اولین محبت کا ذکر ابن جوزی نے حضرت انسؓ سے موضوعات میں کیا ہے؛ ==

== لیکن غالباً'' اس سے مراد مدینہ کی محبت ہے، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہؓ سے جس قدر والہانہ تعلق تھا اس پر صحیح روایات دلالت کرتی ہیں۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں تمہارے لیے ایسا ہوں، جیسا اُمّ ذرع کے لیے ابوذرع تھا؛ لیکن مجھ میں اور اس میں فرق یہ ہے کہ اس نے ام ذرع کو طلاق دے دی تھی، میں نہیں دوں گا۔(بخاری ومسلم بروایت عائشہؓ لیکن استثناء زبیر ابن بکار خطیب نے روایت کیا ہے۔) ایک مرتبہ آپ نے کسی زوجہ مطہرہ (یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے ارشاد فرمایا:

''لا تؤذونی فی عائشة فإنه واللّٰه مانزل الوحی وأنا فی لحاف امرأة منکن غیرها''. (بخاری، عائشہ)

(صحیح البخاری، باب فضل عائشة رضی اللّٰه عنها، رقم الحدیث: ۳۷۷۵، انیس)

(عائشہ کے سلسلے میں مجھ کو ایذاء مت پہنچاؤ، خدا کی قسم اس کے علاوہ تم میں سے کسی کے لحاف میں بھی مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں اور بچوں پر بہت زیادہ شفیق اور مہربان تھے۔(مسلم) **(اَلْأَدَبُ الثَّانِی حُسْنُ الْخُلُقِ مَعَهُنَّ وَاحْتِمَالُ الْأَذٰی منهن ترحماً علیهن لقصور عقلهن، وقال اللّٰه تعالی وعاشروهن بالمعروف وَقَالَ فِي تَعْظِيمِ حَقِّهِنَّ ﴿وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غليظاً﴾ وقال: ﴿والصاحب بالجنب﴾ قیل هی المرأة وآخر ما وصی به رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثلاث کان یتکلم بهم حتی تلجلج لسانه وخفی کلامه جعل یقول: الصلاة الصلاة وما ملکت أیمانکم لا تکلفوهم ما لا یطیقون، اللّٰه اللّٰه فإنهن عوان فی أیدیکم یعنی أسراء أخذتموهن بأمانة اللّٰه واستحللتم فروجهن بکلمة اللّٰه، وقال صلی اللّٰه علیه وسلم: من صبر علی سوء خلق امرأته أعطاه اللّٰه من الأجر مثل ما أعطی أیوب علی بلائه ومن صبرت علی سوء خلق زوجها أعطاها اللّٰه مثل ثواب آسیة امرأة فرعون، حدیث کان أزواجه صلی اللّٰه علیه وسلم یراجعنه الحدیث وتهجره الواحدة منهن یوماً إلی اللیل متفق علیه من حدیث عمر فی الحدیث الطویل فی قوله تعالی فان تظاهرا علیه، وراجعت امرأة عمر رضی اللّٰه عنه عمر فی الکلام فقال: أتراجعینی یالکعاء، فقالت: إن أزواج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یراجعنه وهو خیر منک، حدیث دفعت إحداهن فی صدر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فزبرتها أمها فقال صلی اللّٰه علیه وسلم: دعیها فنهن یصنعن أکثر من ذلک لم أقف له علی أصل، حدیث جری بینه وبین عائشة کلام حتی أدخل بینهما أبا بکر حکما، الحدیث أخرجه الطبرانی فی الأوسط والخطیب فی التاریخ من حدیث عائشة بسند ضعیف، حدیث قالت له عائشة مرة غضبت عنده وأنت الذی تزعم أنک نبی فتبسم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، أخرجه أبو یعلی فی مسنده وأبو الشیخ فی کتاب الأمثال من حدیث عائشة وفیه ابن اسحق وقد عنعنه ، حدیث کان یقول لعائشة إنی لأعرف غضبک من رضاک الحدیث متفق علیه سن حدیثها ،حدیث أول حب وقع فی الإسلام حب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عائشة، رواه الشیخان من حدیث عمرو بن العاص أنه قال: أی الناس أحب إلیک یارسول اللّٰه؟ قال: عائشة ،الحدیث، وأما کونه أول فرواه ابن الجوزی فی الموضوعات من حدیث أنس ولعله أراد بالمدینة، کما فی الحدیث الآخر أن ابن الزبیر أول مولود ولد فی الإسلام، یرید بالمدینة وإلا فمحبة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لخدیجة أمر معروف تشهد له الأحادیث الصحیحة، حدیث کان یقول لعائشة: کنت لک کأبی زرع لأم زرع غیر أنی لا أطلقک، متفق علیه من حدیث عائشة دون الاستثناء، ورواه بهذه الزیادة الزبیر بن بکار والخطیب،** ==

== حدیث: لا تؤذونی فی عائشة فإنه واللّٰه ما أنزل علی الوحی وأنا فی لحاف امرأة منکن غیرها، رواه البخاری من حدیث عائشة، حدیث أنس: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أرحم الناس بالنساء والصبیان، رواه مسلم بلفظ: مارأیت أحدا کان أرحم بالعیال من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، زاد علی بن عبد العزیز والبغوی: والصبیان. (إحیاء علوم الدین. کتاب آداب النکاح: ۴۲/۲-۴۳، دار المعرفة بیروت، انیس)

مزاح اور دل لگی:

حسن معاشرت کے لیے مزاح اور دل لگی بھی ضروری ہے؛ کیوں کہ اس طرح عورتوں کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ مزاح بھی فرمایا کرتے تھے اور اپنے اعمال واخلاق میں ان کے معیار عقل کی رعایت رکھتے تھے۔ روایت میں ہے کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ بھی لگایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوڑ میں آگے نکل گئیں، پھر کسی روز مقابلہ ہوا تو آپ آگے نکل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"هٰذه بتلک". (یہ اس روز کا بدلہ ہے۔) (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، عائشہ) (عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ قَالَتْ: فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلَى رِجْلَيَّ، فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي فَقَالَ: هَذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ. (سنن أبی داؤد، باب فی السبق علی الرجل، رقم الحدیث: ۲۵۷۸، السنن الکبریٰ للنسائی، مسابقة الرجل زوجته، رقم الحدیث: ۸۸۹۴، شرح مشکل الآثار، رقم الحدیث: ۱۸۸۰، معرفة السنن والاثار، رقم الحدیث: ۱۹۴۵۱، انیس)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ دوسرے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ مزاح فرمایا کرتے تھے۔ (مسند الحسن بن سفیان، انس، بزار اور طبرانی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے؛ مگر اس میں عورتوں کے بجائے بچوں کا ذکر ہے۔) (عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَفْكَهِ النَّاسِ مَعَ الصَّبِيِّ. (المعجم الأوسط، رقم الحدیث: ۶۳۶۱، عمل الیوم واللیلة لابن السنی، رقم الحدیث: ۴۱۹، فوائد تمام، رقم الحدیث: ۱۰۵۲، أمالی ابن بشران، رقم الحدیث: ۹۰۳، انیس)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حبشہ سے کچھ لوگ مدینہ منورہ میں آئے، عاشوراء کے دن وہ لوگ اپنے کھیل دکھلا رہے تھے، میں نے بھی ان کی آوازیں سنی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کیا تم بھی ان لوگوں کا کھیل دیکھنا پسند کروگی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھلاڑیوں کو بلایا، وہ لوگ حاضر ہوگئے، آپ دونوں کواڑوں کے درمیان کھڑے ہوگئے اور اپنا ہاتھ ایک کواڑ پر رکھ لیا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اپنی ٹھوڑی رکھ کر کھڑی ہوگئی، وہ لوگ کھیل دکھلاتے رہے اور میں دیکھتی رہی، وقفے وقفے سے آپ مجھ سے فرماتے: بس کافی ہے؟ میں عرض کرتی ذرا چپ رہیے، آپ پھر سوال فرماتے اور میں یہی جواب دیتی، دوتین مرتبہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عائشہ! بس کرو، میں نے عرض کیا: بہت اچھا! آپ نے کھیلنے والوں کو اشارہ کیا، وہ لوگ واپس چلے گئے۔ (بخاری ومسلم؛ مگر اس میں یوم عاشوراء کی بجائے یوم عید کا ذکر ہے، اس میں لفظ "اسکت" بھی نہیں ہے؛ بلکہ نسائی میں اس لفظ کی بجائے "لا تعجل" ہے۔) (عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الحَبَشَةِ يَلْعَبُونَ فِي المَسْجِدِ، حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّتِي أَسْأَمُ، فَاقْدُرُوا قَدْرَ الجَارِيَةِ الحَدِيثَةِ السِّنِّ، الحَرِيصَةِ عَلَى اللَّهْوِ. (صحیح البخاری، باب نظر المرأة إلی الحبش، رقم الحدیث: ۵۲۳۶، صحیح لمسلم، باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصیة فیه، رقم الحدیث: ۸۹۲، انیس) ==

== عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: دَخَلَ الْحَبَشَةُ الْمَسْجِدَ يَلْعَبُونَ فَقَالَ لِي: يَا حُمَيْرَاءُ أَتُحِبِّينَ أَنْ تَنْظُرِي إِلَيْهِمْ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَامَ بِالْبَابِ وَجِئْتُهُ فَوَضَعْتُ ذَقَنِي عَلَى عَاتِقِهِ فَأَسْنَدْتُ وَجْهِي إِلَى خَدِّهِ قَالَتْ: وَمِنْ قَوْلِهِمْ يَوْمَئِذٍ أَبَا الْقَاسِمِ طَيِّبًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَسْبُكِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ لَا تَعْجَلْ، فَقَامَ لِي ثُمَّ قَالَ: حَسْبُكِ فَقُلْتُ: لَا تَعْجَلْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَتْ: وَمَا لِي حُبُّ النَّظَرِ إِلَيْهِمْ، وَلَكِنِّي أَحْبَبْتُ أَنْ يَبْلُغَ النِّسَاءَ مَقَامُهُ لِي وَمَكَانِي مِنْهُ. (السنن الكبرىٰ للنسائي، إباحة الرجل لزوجته النظر إلى اللعب، رقم الحديث: ۸۹۰۲، انیس)

ایک حدیث میں یہ الفاظ روایت کئے گئے ہیں:

"أكمل المؤمنين ايماناأحسنهم خلقاً والطفهم باهله". (ترمذی، نسائی، حاکم) (سنن الترمذی، باب ماجاء فی استكمال الإيمان وزيادته، عن عائشة رضی اللّٰه عنها، رقم الحديث: ۲۶۱۲/مصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث: ۲۵۳۱۹/السنن الكبرى للنسائی، رقم الحديث: ۹۱۰۹/السنة لأبی بكر بن الخلال، رقم الحديث: ۱۱۱٤/ الإبانة الكبرى لابن بطة، رقم الحديث: ۸٤۰/المستدرک للحاکم، رقم الحديث: ۱۷۳، انیس)

(مؤمنین میں کامل تر ایمان اور بہترین اخلاق کا حامل وہ شخص ہے، جو اپنی بیوی کے ساتھ زیادہ نرمی کا معاملہ کرے۔)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

"خیرکم خیرکم لنسائه وأنا خیرکم لنسائی". (ترمذی، ابوہریرہ) (عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي، وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرُوِيَ هَذَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا. (سنن الترمذی، رقم الحديث: ۳۸۹۵، انیس) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي. (سنن ابن ماجة، رقم الحديث: ۱۹۷۷، انیس) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي. (مسند الشهاب القضاعی، رقم الحديث: ۱۲٤٤، انیس)

(تم میں سب سے بہتر وہ ہے، جو اپنی عورتوں کے ساتھ زیادہ اچھا ہو اور میں تم میں زیادہ اچھا ہوں۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی مزاج کی سختی کے باوجود ارشاد فرماتے ہیں کہ مرد کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر میں بچوں کی طرح رہے اور جب بھی مردانہ ضرورت پیش آئے تو مرد بن جائے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کا قول ہے کہ عقلمند اپنے گھر میں بچے کی طرح اور اپنی قوم میں مرد کی طرح رہنا چاہیے۔

ایک حدیث میں تندمزاج اور متکبر شخص کی ان الفاظ میں مذمت کی گئی ہے:

"إن اللّٰه يبغض الجعظری الجواظ". (اللہ تعالیٰ بدمزاج متکبر بخیل کو ناپسند رکھتا ہے۔) (یہ روایت ان الفاظ میں ابوبکر بن خلال نے مکارم الاخلاق میں حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی ہے۔ بخاری ومسلم میں حارثہ بن وہب الخزاعی کے الفاظ یہ ہیں: "ألا أخبركم بأهل النار، كل عتل جواظ مستكبر" ابوداؤد میں ہے: "لا يدخل الجنة الجواظ ولا الجعظری".) (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ كُلَّ جَعْظَرِيٍّ جَوَّاظٍ سَخَّابٍ بِالْأَسْوَاقِ جِيفَةٍ بِاللَّيْلِ حِمَارٍ بِالنَّهَارِ عَالِمٍ بِأَمْرِ الدُّنْيَا جَاهِلٍ بِأَمْرِ الْآخِرَةِ. (صحيح ابن حبان، رقم الحديث: ۷۲، انیس)/ ==

== 　عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبِ الْخُزَاعِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ، أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ: كُلُّ عُتُلٍّ، جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ .(صحيح البخارى،باب﴿عتل بعد ذلك زنيم﴾،رقم الحديث:۴۹۱۸/صحيح لمسلم،باب النار يدخلها الجبارون،رقم الحديث:۲۸۵۳،انيس)/عَنْ حَارِثَةَ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِيُّ.قَالَ: وَالْجَوَّاظُ: الْغَلِيظُ الْفَظُّ.(سنن أبى داؤد،باب فى حسن الخلق،رقم الحديث:۴۸۰۱،انيس)

اس حدیث میں جعظری سے مراد وہ شخص ہے، جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرے۔قرآن پاک میں لفظ ﴿عُتُل﴾ آیا ہے،اس سے مراد بھی ایسا ہی شخص ہے، جس کی زبان تلخ ہو اور دل پتھر کا ہو؛ یعنی اہل وعیال کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کرے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ باکرہ سے شادی کیوں نہ کی تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ باکرہ کے ساتھ دل لگی کرنے میں زیادہ لطف آتا ہے۔ایک بدوی عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا،اس نے ان الفاظ میں اپنے شوہر کی تعریف کی ”بخدا وہ جب گھر میں آتا تو ہنستا ہوا آتا، باہر جاتا تو خاموش جاتا، جو چیز مل جاتی،اسی سے پیٹ بھر لیتا،اگر کوئی چیز مجھ سے گم ہو جاتی تو باز پرس نہ کرتا۔(الثَّالِثُ أَنْ يَزِيدَ عَلَى احْتِمَالِ الْأَذَى بِالْمُدَاعَبَةِ وَالْمَزْحِ وَالْمُلَاعَبَةِ فَهِيَ الَّتِي تُطَيِّبُ قُلُوبَ النِّسَاءِ وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْزَحُ مَعَهُنَّ وَيَنْزِلُ إِلَى دَرَجَاتِ عُقُولِهِنَّ فى الأعمال والأخلاق حتى روى أنه صلى الله عليه وسلم كان يسابق عائشة فى العدو فسبقته يوماً وسبقها فى بعض الأيام فقال صلى الله عليه وسلم هذه بتلك ،وفى الخبر أنه كان صلى الله عليه وسلم من أفكه الناس مع نسائه،وقالت عائشة رضى الله عنها سمعت أصوات أناس من الحبشة وغيرهم وهم يلعبون فى يوم عاشوراء فقال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم أتحبين أن ترى لعبهم قالت قلت نعم فأرسل إليهم فجاؤا وقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بين البابين فوضع كفه على الباب ومد يده ووضعت ذقنى على يده وجعلوا يلعبون وأنظر وَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول:”حسبک“ وأقول اسكت مرتين أو ثلاثاً ثم قال: ياعائشة! حسبک، فقلت: نعم، فأشار إليهم فانصرفوا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً وألطفهم بأهله،وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لنسائه وأنا خيركم لنسائى،وقال عمر رضى الله عنه مع خشونته ينبغى للرجل أن يكون فى أهله مثل الصبى فإذا التمسوا ما عنده وجد رجلاً،وقال لقمان رحمه الله ينبغى للعاقل أن يكون فى أهله كالصبى وإذا كان فى القوم وجد رجلاً،وفى تفسير الخبر المروى إن الله يبغض الجعظرى الجواظ،قيل هو الشديد على أهله المتكبر فى نفسه وهو أحد ما قيل فى معنى قوله تعالى عتل قيل العتل هو اللفظ اللسان الغليظ القلب على أهله،وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لجابر هَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ.وَوَصَفَتْ أَعْرَابِيَّةٌ زَوْجَهَا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَتْ وَاللَّهِ لَقَدْ كَانَ ضَحُوكًا إِذَا وَلَجَ سِكِّيتًا إِذَا خَرَجَ آكِلًا مَا وَجَدَ غير مسائل عمافقد.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح:۴۴/۲،دارالمعرفة بيروت،انيس)

کثرت مزاح سے اجتناب:

(حسن تدبیر) مزاح، حسن اخلاق اور عورتوں کی خواہشات کی اتباع میں اس حد تک آگے بڑھنا کہ بیوی کے اخلاق ==

== متاثر ہوں اور اس کی ہیبت دل سے نکل جائے، حسن معاشرت کے لیے بہت زیادہ مضر ہے؛ بلکہ ان امور میں بھی اعتدال ضروری ہے، اس طرح کہ جب بھی کوئی غیر شرعی حرکت دیکھے تو ناراض ہو جائے، ورنہ منکرات پر اعانت کا دروازہ کھل جائے گا۔ حضرت حسن بصریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کا اس قدر مطیع ہو کہ اس کے چشم وابرو کے اشاروں کا منتظر رہے تو اللہ اسے دوزخ میں اوندھا گرا دیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کی مرضی کے خلاف کیا کرو کہ اس میں برکت ہے۔

کسی دانشور کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے کہ عورتوں سے مشورہ لو اور جو کچھ وہ کہیں اس کے خلاف عمل کرو۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”تعس عبد الزوجة“. (بیوی کا غلام بد بخت ہوا۔) (یہ روایت ان الفاظ میں نہیں ملی، بخاری میں ابو ہریرہ کی روایت یہ ہے” تعس عبد الدينار وعبد الدرهم “.) (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ، وَالدِّرْهَمِ، وَالقَطِيفَةِ، وَالخَمِيصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ. (صحيح البخاری، باب مايتقى من فتنة المال، رقم الحديث: ٦٤٣٥، انیس)

یہ اس لیے فرمایا کہ اس شخص نے اپنی بیوی کی بے جا ناز برداری کی اور اس کی خواہشات کی حد سے زیادہ اتباع نے اسے بیوی کا غلام بنا دیا۔

اس شخص کی بدقسمتی میں کیا شبہ ہے، جسے اللہ نے مالک بنایا ہو اور وہ اپنے عمل سے مملوک بن گیا ہو، اپنے اس عمل سے اس نے شیطان کی اتباع بھی کی ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں شیطان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

﴿وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ (سورۃ النساء:۱۱۹)

(اور میں ان کو تعلیم دوں گا، جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے۔)

مرد کا حق یہ تھا کہ اس کی اتباع کی جائے، نہ یہ کہ وہ عورت کا تابع بنے، اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم مقرر فرمایا ہے۔

﴿اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ (سورۃ النساء:۳۴)

(مرد حاکم ہیں عورتوں پر۔)

ایک آیت میں شوہر کے لیے لفظ ”سید“ (آقا) استعمال کیا گیا ہے۔

﴿وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ﴾ (سورۃ یوسف:۲۵)

(اور دونوں نے عورت کے شوہر کو دروازے کے پاس پایا۔)

اپنے آپ کو سید سے غلام اور متبوع سے تابع بنانے کا مطلب یہ ہے کہ گویا اس نے باری تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کی۔ عورت نفس کی طرح ہے، اگر تم اس کی لگام ڈھیلی کر دو تو وہ شوخی کرے اور تمہیں گھسیٹ لے جائے اور اگر لگام سختی سے پکڑے رکھو تو قابو میں رہے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان کا اکرام کرو تو وہ تمہیں ذلیل کریں گی اور ذلیل کرو تو وہ تمہاری عزت کریں گی۔ عورت، نوکر اور بنطی۔ مطلب یہ ہے کہ صرف نرمی اور اکرام کافی نہیں ہے؛ بلکہ کبھی کبھی سختی اور ڈانٹ ڈپٹ بھی ہونی چاہیے؛ تاکہ توازن برقرار رہے۔ ==

== عرب کی عورتیں اپنی بیٹیوں کوشوہروں کی جرأت کی آزمائش کا یہ طریقہ بتلایا کرتی تھیں کہ اس کے نیزہ کی انی توڑ دینا، اگر اس پر وہ خاموش رہے تو اس کی ڈھال پر گوشت کاٹنا، اس پر بھی نہ بولے تو اس کی تلوار سے ہڈیاں توڑنا، اگر وہ تمہاری ان تمام حرکتوں پر خاموش رہے تو یہ سمجھو کہ وہ تمہارا گدھا ہے، اس پر پالان رکھو اور خوب سواری کرو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ زمین وآسمان سب اعتدال کے ساتھ قائم ہیں، اگر ذرا بھی اعتدال سے انحراف کریں تو زیروزبر ہو جائیں، عقلمند کو چاہیے کہ وہ عورت کی موافقت اور مخالفت میں اعتدال کی راہ اپنائے رہے اور ہر بات میں حق کی اتباع کرے؛ تاکہ عورتوں کے شر سے محفوظ رہے، ان کا شر واضح ہے اور فریب میں یہ شیطان کا مقابلہ کرتی ہیں۔ عام طور پر عورتوں کے مزاج میں بدخلقی اور کم عقلی کے عناصر زیادہ پائے جاتے ہیں؛ اس لیے ان کے سلسلے میں لطف ومروّت کے ساتھ تدبیر وسیاست کی بھی ضرورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"مثل المرأة لصالحة في النساء كمثل الغراب الأعصم من مائة غراب". (نیک عورت ایسی ہے، جیسے سو کوّوں میں سفید پیٹ کا کوّا۔) (طبرانی، ابوامامہ) (عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ فِي النِّسَاءِ كَمَثَلِ الْغُرَابِ الْأَعْصَمِ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا الْغُرَابُ الْأَعْصَمُ؟ قَالَ: الَّذِي إِحْدَى رِجْلَيْهِ بَيْضَاءُ. (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث: ۷۸۱۷، انیس)

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں فرمائیں تھیں، ان میں یہ نصیحت بھی تھی کہ بیٹے! بری عورتوں سے بچتے رہنا، وہ تجھے وقت سے پہلے بوڑھا کردیں گی، شریر عورتوں سے بھی اجتناب کرنا، وہ تجھے خیر کی طرف نہیں بلائیں گی، نیک عورتوں سے ڈرتے رہنا۔

ایک حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ تین بلاؤں سے پناہ مانگو، ان میں سے ایک بری عورت ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان فرمائی:

"فإنها المشيبة قبل الشيب". (ابومنصور دیلمی فی مسند الفردوس، ابوہریرہ)

(کہ وہ وقت سے پہلے بوڑھا کردیتی ہے۔)

ایک حدیث میں بری عورت کی یہ تعریف کی گئی ہے:

"إن حضرت آذتك وإن غبت عنها خانتك". (طبرانی، فضالہ ابن عبید) (عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ هُنَّ الْعَوَاقِرُ: إِمَامٌ إِنْ أَحْسَنْتَ لَمْ يَشْكُرْ وَإِنْ أَسَأْتَ لَمْ يَغْفِرْ، وَجَارٌ إِنْ رَأَى خَيْرًا دَفَنَهُ وَإِنْ رَأَى شَرًّا أَشَاعَهُ، وَامْرَأَةٌ إِنْ حَضَرْتَكَ آذَتْكَ وَإِنْ غِبْتَ عَنْهَا خَانَتْكَ. (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث: ۸۲٤، انیس)

(جب تو اس کے پاس ہو تو تجھے تکلیف پہنچائے اور جب تو اس کے پاس نہ ہو تو وہ تیری خیانت کرے۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ کی بنا پر ازواج مطہرات سے ارشاد فرمایا:

"إنكن صواحبات يوسف".

(تم یوسف کے ساتھ والیاں ہو۔) ==

== یعنی تم ابوبکر کو امامت سے منع کر رہی ہو، تمہارا یہ منع کرنا حق سے اعراض اور خواہش نفس کی اتباع کرنے کے مترادف ہے۔ (واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے امامت کے لیے فرمایا، اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد بہت کمزور دل رکھتے ہیں، وہ جب آپ کی جگہ خالی دیکھیں گے تو بے تاب ہو جائیں گے۔ اس پر آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔ (بخاری و مسلم، عائشہ) (كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّـهُ عَنْهَا، فَذَكَرْنَا المُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلاَةِ وَالتَّعْظِيمَ لَهَا، قَالَتْ: لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَحَضَرَتِ الصَّلاَةُ، فَأُذِّنَ فَقَالَ: »مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ« فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، وَأَعَادَ فَأَعَادُوا لَهُ، فَأَعَادَ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ: إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، كَأَنِّي أَنْظُرُ رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ مِنَ الوَجَعِ، فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَكَانَكَ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ، قِيلَ لِلْأَعْمَشِ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَبُوبَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلاَتِهِ، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلاَةِ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ: بِرَأْسِهِ نَعَمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ بَعْضَهُ، وَزَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا. (صحيح البخاري، باب حد المريض أن يشهد الجماعة، رقم الحديث: ٦٦٤، صحيح لمسلم، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر، رقم الحديث: ٤١٨، السنن الكبرى للنسائي، الإئتمام بالإمام يصلي قاعدا، رقم الحديث: ٩٠٩، انیس)

جب ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کر دیا تو قرآن پاک نے اس سلسلے میں سخت موقف اختیار کیا اور یہ ہدایت فرمائی:

﴿اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ (سورۃ التحریم:۴) (اے (پیغمبر کی) دونوں بیبیو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں۔) (اس واقعہ کی تفصیل بھی بخاری وغیرہ میں اس طرح منقول ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ عصر کے بعد کھڑے کھڑے ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے، ایک روز تشریف لے گئے تو حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے کچھ زیادہ ٹھہرے، حضرت زینبؓ نے شہد پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ مجھے اس پر شک آیا، میں نے حفصہ (رضی اللہ عنہا) سے کہا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائیں تو وہ یہ کہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مغافیر نوش فرمایا ہے۔ (مغافیر ایک گوند ہے، جس میں بہت زیادہ بدبو ہوتی ہے)، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تو شہد پیا ہے، اس پر میں نے عرض کیا: شاید کوئی مکھی اس کے درخت پر بیٹھ گئی ہو اور اس کا رس چوس لیا ہو۔ آپ نے قسم کھائی اور ارشاد فرمایا کہ میں اب شہد نہ پیوں گا اور اس خیال سے حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو تکلیف نہ ہو، یہ تاکید بھی فرمائی کہ اس واقعہ کا اظہار نہ کرنا؛ مگر انہوں نے دوسروں سے کہہ دیا، باری تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو مطلع فرمایا۔)

ایک حدیث میں ہے: "لايفلح قوم تملكهم امراة". (وہ قوم فلاح یاب نہیں ہو سکتی، جس کی زمام کار عورت کے ہاتھ میں ہو۔) (بخاری نحوہ، عن ابی بکرہ) (عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ فَارِسَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ رَبِّي قَدْ قَتَلَ رَبَّكَ، يَعْنِي كِسْرَى، قَالَ: وَقِيلَ لَهُ، يَعْنِي لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّهُ قَدْ اسْتَخْلَفَ ابْنَتَهُ، قَالَ: فَقَالَ: لَا يُفْلِحُ قَوْمٌ تَمْلِكُهُمْ امْرَأَةٌ. (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث: ٢٠٤٣٨/ مسند البزار، رقم الحديث: ٣٦٤٧/ المستدرك للحاكم، رقم الحديث: ٨٥٩٩، انیس) ==

== حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے جب انہیں کسی بات پر جواب دیا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم گھر کے کونے میں ایک کھلونے کی طرح ہو، اگر ہمیں تمہاری ضرورت ہوئی تو ہم کھیلیں گے، ورنہ تم خاموش بیٹھی رہا کرو۔ اس پوری تفصیل کا ماحصل یہ ہے کہ عورتوں میں شر بھی ہے اور کمزوری بھی ہے۔ شر کا علاج یہ ہے کہ ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا جائے اور کمزوری کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جتنا مرض ہو، اسی قدر علاج کیا جائے، طبیب حاذق مرض کے مطابق تجویز کرتا ہے، مرد بھی عورت کے حق میں طبیب حاذق ہے، اسے چاہیے کہ پہلے عورت کے امراض کی صحیح تشخیص کرے اور اس کے لیے دوا کی اتنی ہی مقدار تجویز کرے، جو اس کے حق میں بہتر اور اس کے مرض کے لیے مفید ہو۔ (الرابع أن لا يتبسط فِي الدُّعَابَةِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ وَالْمُوَافَقَةِ بِاتِّبَاعِ هَوَاهَا إِلَى حَدٍّ يُفْسِدُ خُلُقَهَا وَيُسْقِطُ بِالْكُلِّيَّةِ هَيْبَتَهُ عِنْدَهَا بَلْ يُرَاعِي الِاعْتِدَالَ فِيهِ فَلَا يَدَعُ الْهَيْبَةَ وَالِانْقِبَاضَ مَهْمَا رَأَى مُنْكَرًا وَلَا يَفْتَحُ بَابَ الْمُسَاعَدَةِ عَلَى الْمُنْكَرَاتِ الْبَتَّةَ بَلْ مَهْمَا رَأَى مَا يُخَالِفُ الشَّرْعَ وَالْمُرُوئَةَ تَنَمَّرَ وَامْتَعَضَ. قال الحسن: واللّٰه ما أصبح رجل يطيع امرأته فيما تهوى إلا كبه الله فى النار. وقال عمر رضى اللّٰه عنه خالفوا النساء فإن فى خلافهن البركة. وقد قيل: شاوروهن وخالفوهن، وقد قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الزوجة، وإنما قال ذلک لأنه إذا أطاعها فى هواها فهو عبدها، وقد تعس فإن اللّٰه ملكه المرأة فملكها نفسه فقد عكس الأمر وقلب القضية وأطاع الشيطان لما قال: ولآمرنهم فليغيرن خلق اللّٰه إذ حق الرجل أن يكون متبوعاً لا تابعاً وقد سمى اللّٰه الرجال قوامين على النساء وسمى الزوج سيداً فقال تعالىٰ ﴿وألفيا سيدها لدى الباب﴾ فإذا انقلب السيد مسخراً فقد بدل نعمة اللّٰه كفراً ونفس المرأة على مثال نفسک إن أرسلت عنانها قليلاً جمحت بک طويلاً وإن أرخيت عذارها فتراً جذبتک ذراعاً وإن كبحتها وشددت يدک عليها فى محل الشدة ملكتها. قال الشافعى رضى اللّٰه عنه: ثلاثة إن أكرمتهم أهانوک وإن أهنتهم أكرموک المرأة والخادم والنبطى أراد به إن محضت الإكرام ولم تمزج غلظک بلينک وفظاظتک برفقک، وكانت نساء العرب يعلمن بناتهن اختبار الأزواج وكانت المرأة تقول لابنتها اختبرى زوجک قبل الإقدام والجرائة عليه انزعى زج رمحه فإن سكت فقطعى اللحم على ترسه فإن سكت فكسرى العظام بسيفه فإن سكت فاجعلى الإكاف على ظهره وامتطيه فإنما هو حمارک، وعلى الجملة فبالعدل قامت السموات وَالْأَرْضُ فَكُلُّ مَا جَاوَزَ حَدَّهُ انْعَكَسَ عَلَى ضده فينبغى أن تسلک سبيل الاقتصاد فى المخالفة والموافقة وتتبع الحق فى جميع ذلک لتسلم من شرهن فإن كيدهن عظيم وشرهن فاش والغالب عليهن سوء الخلق وركاكة العقل وَلَا يَعْتَدِلُ ذَلِکَ مِنْهُنَّ إِلَّا بِنَوْعِ لُطْفٍ ممزوج بسياسة. وقال صلى اللّٰه عليه وسلم مثل المرأة الصالحة فى النساء كمثل الغراب الأعصم بين مائة غراب. والأعصم يعنى الأبيض البطن. وفى وصية لقمان لابنه يا بنى اتق المرأة السوء فإنها تشيبک قبل الشيب واتق شرار النساء فإنهن لا يدعون إلى خير وكن من خيارهن على حذر. وقال صلى اللّٰه عليه وسلم استعيذوا من الفواقر الثلاث. وعد منهن المرأة السوء فإنها المشيبة قبل الشيب. وفى لفظ آخر: إن دخلت عليها سبتک وإن غبت عنها خانتک وقد قال صلى اللّٰه عليه وسلم فى خيرات النساء إنكن صواحبات يوسف؛ يعنى إن صرفكن أبا بكر عن التقدم فى الصلاة ميل منكن عن الحق إلى الهوى. قال اللّٰه تعالى حين أفشين سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿إن تتوبا إلى اللّٰه فقد صغت قلوبكما﴾ أى مالت وقال ذلک فى خير أزواجه. وقال صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يفلح قوم تملكهم امرأة. (إحياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح: ۲/ ۴۴-۴۵، دار المعرفة بيروت، انيس) ==

== **غیرت میں اعتدال**:

مطلب یہ ہے کہ جن امور میں فساد کا اندیشہ ہو، انہیں پہلے ہی روز ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔اس طرح کے معاملات میں غفلت کرنا کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے؛ لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ عورتوں سے خواہ مخواہ بدگمانی رکھی جائے اور ان کے باطنی امور کی جستجو کی جائے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے مخفی امور سے در پے ہونے سے منع فرمایا ہے۔(طبرانی اوسط میں حضرت جابرؓ کے الفاظ ہیں: ''نهى أن تتطلب عثرات النساء'')(المعجم الأوسط للطبراني،رقم الحديث:۱۸۳۳،انیس)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنے کسی سفر سے واپس تشریف لائے تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا کہ رات میں دروازہ مت کھٹکھٹاؤ، دو شخصوں نے اس حکم کی مخالفت کی اور آگے بڑھ گئے، گھر پہنچے تو ناپسندیدہ حالات دیکھے۔(احمد، ابن عمرؓ)(عَنِ ابْنِ عُمَر؛ أَن رَسولَ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّم أَقْبَلَ مِنْ غَزْوَةٍ فَقَالَ: أَيُّهَا الناس لا تطرقوا النساء ليلا، ولا تفتروهم. (مسند البزار،رقم الحديث:۵۷۵۰،انیس)

ایک حدیث میں عورتوں کو پسلی کی ہڈی سے تشبیہ دی گئی ہے۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''المرأة كالضلع ان أردت أن تقيمه كسرته فدعه تستمتع به علٰى عوج''. (بخاری ومسلم، ابوہریرہ)(عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: المَرْأَةُ كَالضِّلَعِ، إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ. (صحيح البخاري،رقم الحديث:۵۱۸۴/عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَرْأَةَ كَالضِّلَعِ، إِذَا ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنْ تَرَكْتَهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ.(صحيح لمسلم،رقم الحديث:۱۴۶۸،انیس)

(عورت پسلی کی طرح ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنے کا ارادہ کروگے تو یہ ٹوٹ جائے گی، اسے چھوڑ دو اور اس سے ٹیڑھ پن کی حالت ہی میں فائدہ اٹھاؤ۔)

یہ روایت عورتوں کے اخلاق کی اصلاح وتہذیب سے متعلق ہے۔ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

''إن من الغيرة غيرة يبغضها اللّٰه عزوجل وهي غيرة الرجل على أهله من غير ريبة''. (ابوداؤد، نسائی، ابن حبان۔ جابر بن عتیک)(عَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيك، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللَّهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللَّهُ، فَأَمَّا الَّتِي يُحِبُّهَا اللَّهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ، وَأَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِي يُبْغِضُهَا اللَّهُ فَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيبَةٍ، وَإِنَّ مِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُبْغِضُ اللَّهُ، وَمِنْهَا مَا يُحِبُّ اللَّهُ، فَأَمَّا الْخُيَلَاءُ الَّتِي يُحِبُّ اللَّهُ فَاخْتِيَالُ الرَّجُلِ نَفْسَهُ عِنْدَ الْقِتَالِ، وَاخْتِيَالُهُ عِنْدَ الصَّدَقَةِ، وَأَمَّا الَّتِي يُبْغِضُ اللَّهُ فَاخْتِيَالُهُ فِي الْبَغْيِ« قَالَ مُوسَى: وَالْفَخْرِ.(سنن أبى داؤد،باب فى الخيلاء فى الحرب،رقم الحديث:۲۶۵۹،سنن النسائى،رقم الحديث:۲۵۵۸،صحيح ابن حبان،رقم الحديث:۴۷۶۲۳،انیس)

(ایک غیرت وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور وہ بیوی پر بلا کسی شبہ کے شوہر کی غیرت ہے۔)

اس طرح کی غیرت کا تعلق بدگمانی سے ہے۔قرآن پاک میں بدگمانی کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی بیوی کے سلسلے میں زیادہ غیرت کا مظاہرہ نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تمہاری وجہ سے وہ بدنام ہو جائے، اگر غیرت کا موقع ہو تو پھر بزدل بننے کی ضرورت نہیں ہے، اس طرح کی غیرت لائق تعریف ہے، چناں چہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ==

== ”اللّٰہ یغار،والمؤمن یغار وغیرة اللّٰہ أن یأتی الرجل المؤمن ماحرم اللّٰہ علیه“. (بخاری میں ”المؤمن یغار“ نہیں ہے۔)(عَنْ أَبِی سَلَمَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللّٰهِ أَنْ يَأْتِیَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ.(صحیح البخاری،باب الغیرة: ۳۵/۷،دارطوق النجاة،انیس/عن أبی هريرة قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم :المؤمن یغار، واللّٰہ یغار، وغیرة اللّٰہ أن یأتی المؤمن ما حرم علیه.(مسند الإمام أحمد،رقم الحدیث:۱۰۹۵۰،انیس)

(اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے اور صاحب ایمان بھی غیرت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ایک غیرت یہ ہے کہ بندہ مومن کسی ایسے امر کا ارتکاب کرے، جسے اللہ نے اس کے لیے حرام قرار دے دیا ہو۔)

ایک طویل حدیث میں باری تعالیٰ کی غیرت کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

”أ تعجبون من غیرة سعد، أنا واللّٰہ أغیره منه، واللّٰہ أغیرمنی ولأجل غیرة اللّٰہ تعالیٰ حرم الفواحش ماظهر وما بطن ،ولا أحد أحب الیه العذر من اللّٰہ ولذلک بعث المنذرین والمبشر ین ولا أحب إلیه العذر من اللّٰہ ولذلک بعث المنذر رین والمبشرین ولا أحد أحب الیه المدح من اللّٰہ ولا جل ذلک وعد الجنة“.
(بخاری ومسلم،مغیرة بن شعبہ)(صحیح البخاری،رقم الحدیث:۷۴۱۶،صحیح لمسلم،رقم الحدیث:۱۴۹۹،انیس)

(کیاتم سعد کی غیرت پر حیرت کررہے ہو، اللہ کی قسم میں سعد سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیّور ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت ہی تو ہے کہ اس نے ظاہر وباطن کی برائیوں کی حرام فرمایا، اللہ تعالیٰ کی بہ نسبت کوئی ایسا نہیں، جسے عذر زیادہ پسند ہو، یہی وجہ ہے کہ اس نے ڈرانے والے اور خوشخبری دینے والے بھیجے اور نہ اللہ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند ہے اور اس لیے اس نے جنت کا وعدہ فرمایا۔)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے خواب کا واقعہ بیان فرمایا کہ میں نے شب معراج میں جنت کا ایک محل دیکھا، اس کے صحن میں ایک لونڈی تھی، میں نے دریافت کیا: یہ محل کس کا ہے؟ مجھے بتلایا گیا کہ میں محل عمر (رضی اللہ عنہ) کا ہے ،میرا ارادہ ہوا کہ محل کے اندر جھانک کر دیکھ لوں؛ لیکن مجھے عمرؓ کی غیرت یاد آ گئی (کہ شاید انھیں میرا یہ فعل برا لگے) یہ سن کر حضرت عمرؓ رونے لگے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ پر بھی غیرت کرسکتا ہوں۔(بخاری ومسلم میں یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے؛ لیکن اس میں شب معراج کا ذکر ہے اور نہ لونڈی کا، البتہ لونڈی کا ذکر ابوہریرہؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے، اس روایت کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے:”بینما أنا نائم رأیتنی فی الجنة“.)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ لوگو! کیا تمہاری غیرت یہ گوارا کرتی ہے کہ تمہاری بیویاں بازاروں میں کافروں کے جسم سے اپنا جسم رگڑ کر چلیں۔ خدا اس شخص کا برا کرے، جس کے پاس غیرت نہ ہو۔

ایک حدیث میں محمود ومذموم غیرتوں کی تفصیل اس طرح کی گئی ہے:

”إن من الغیرة ما یحبه اللّٰہ ومنها ما یبغضه ومن الخیلا ء ما یحبه اللّٰہ ومنها ما یبغضه اللّٰہ فأما الغیرة اللتی یحبا اللّٰہ فالغیرة فی الریبة والغیرة التی یبغضها اللّٰہ فاالغیرة في غیرریبة والا ختیال الذی یحبه اللّٰہ اختیال الرجل بنفسه عند القتال وعند الصدمة والا ختیال الذی یبغضه اللّٰہ الاختیال فی الباطل“. (ابوداؤد،نسائی ،ابن حبان۔جابر بن عتیک)(سنن أبی داؤد،باب فی الخیلاء فی الحرب،رقم الحدیث: ۲۶۵۹،سنن النسائی،رقم الحدیث:۲۵۵۸،صحیح ابن حبان،رقم الحدیث:۴۷۶۲۳،انیس) ==

== (ایک غیرت وہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور ایک وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ایک تکبّر وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور ایک وہ ہے، جو اللہ کو پسند نہیں ہے۔ وہ غیرت جو اللہ کو پسند ہے، وہ ہے جو کسی شک پر مبنی ہو اور وہ غیرت جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے، وہ ہے جو بغیر شک کے ہو اور جس تکبر کو اللہ پسند فرماتے ہیں، وہ ہے جو قتال اور صدمہ کے وقت ہو اور جس تکبر کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے، وہ ہے امر باطل کے سلسلے میں ہو۔)

ایک روایت میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

"إنی لغیور ومامن امری لا یغار إلامنکوس القلب". (اس کا پہلا جزابھی گزرا ہے اور دوسرا جز ابوعمر التوقانی نے کتاب الابلین میں عبداللہ ابن محمد سے مرسلا روایت کیا ہے۔)(عَنْ أَبِی جَعْفَرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي غَيُورٌ، وَإِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ غَيُورًا، وَمَا مِنِ امْرِءٍ لَا يَغَارُ إِلَّا مَنْكُوسُ الْقَلْبِ.(مصنف ابن أبی شیبة،رقم الحدیث: ۱۷۷۱۳/ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنِّي لَغَيُورٌ، وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي، وَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ مِنْ عِبَادِهِ الْغَيُورَ.(المعجم الأوسط،رقم الحدیث: ۸٤٤١،انیس)

(میں غیرت مند ہوں اور جو شخص غیرت نہ رکھتا ہو، وہ اندھے دل کا آدمی ہے۔)

غیرت نہ ہونے کی سبیل یہ ہے کہ عورت کے پاس مرد نہ آئیں اور نہ وہ گھر سے باہر نکلے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورت کے لیے کیا چیز بہتر ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یہ نہ وہ مردوں کو دیکھے اور نہ مرد اس کے پاس آئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب سنا تو انھیں اپنے سینے سے لگالیا اور فرمایا: آخر کس باپ کی بیٹی ہے؟ (بزار، دارقطنی۔علیؓ)

صحابہ کرامؓ روشندان اور دیواروں کے سوراخ وغیرہ بند کردیا کرتے تھے؛ تاکہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیوی کو تانک جھانک کرتے ہوئے دیکھا تو اسے سخت سزادی۔ایک مرتبہ اس بات پر اپنی بیوی کو مارا کہ انھوں نے سیب منہ سے کاٹ کر کھایا اور بچا ہوا ٹکڑا غلام کو دے دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو خوش پوشاکی کی عادت نہ ڈالو، گھر میں پڑی رہیں گی؛ اس لیے فرمایا کہ عورتیں خراب کپڑے پہن کر باہر نہیں نکلتیں؛ بلکہ جب بھی نکلتی ہیں اچھے کپڑے پہن کر نکلتی ہیں؛ کیوں کہ مقصود نمائش ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اپنی بیویوں کو گھروں میں رہنے کی عادت ڈالو۔

یہ صحیح ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دی تھی۔(بخاری ومسلم میں ابن عمر کی روایت ہے:"اذنوا للنساء باللیل الی المساجد".) لیکن اب بہتر یہ ہے کہ اس اجازت کا دائرہ محدود کردیا جائے اور بوڑھی عورتوں کے علاوہ کسی کو مسجد میں جانے کی اجازت نہ دی جائے۔یہ بات دور صحابہ ہی میں طے پاچکی تھی، چناں چہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں معلوم ہوتیں، جو آپ کے بعد عورتوں نے ایجاد کی ہیں تو بلا شبہ آپ انھیں گھر سے باہر نکلنے سے منع فرمادیتے۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان فرمائی:

"لاتمنعوا إماء اللّٰہ مساجد اللّٰہ". (بخاری ومسلم)(اللہ تعالیٰ کی کنیزوں کو اس کی مسجدوں میں جانے سے مت روکو۔)==

== آپ کے کسی صاحبزادے نے کہا کہ ہم تو اپنی عورتوں کو مسجد میں جانے نہیں دیں گے۔حضرت ابن عمرؓ یہ سن کر بے حد خفا ہوئے اور اس کو سزا دی اور فرمایا کہ تو نے نہیں سنا، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کر رہا ہوں؟ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے نے اختلاف کی جرأت اس لیے کی،انھیں زمانے کے حالات کا علم تھا اور وہ عورتوں کے مسجد میں جانے کے ضرر سے واقف تھے،حضرت ابن عمرؓ نے اس اختلاف پر اپنی ناراضگی کا اظہار اس لیے فرمایا کہ ان کے بیٹے نے حدیث کی مخالفت کا لفظ بلا کسی مناسب عذر کے زبان سے نکالا تھا۔اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عید کے موقع پر عید گاہ جانے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی؛لیکن یہ اجازت شوہروں کی اجازت کے ساتھ مشروط تھی۔(عورتوں کے لیے عید گاہ جانے کی ام عطیہ سے بخاری ومسلم میں ہے۔)اس زمانے میں بھی پارسا اور عفت مآب عورت باہر نکل سکتی ہے؛لیکن اس وقت جب شوہروں کی اجازت دے؛مگر نہ نکلنے میں احتیاط زیادہ ہے۔(احناف نے عورتوں کو جماعت وجمعہ وعیدین اور وعظ کی مجالس میں شامل ہونے کو مکروہ فرمایا ہے،مفتی بہ مذہب کے مطابق بوڑھی عورت کے لیے بھی یہی حکم ہے۔(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،باب الإمامة:۵۲۹/۱)

عورتوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ صرف اہم ضرورتوں کے لیے نکلیں؛اس لیے کہ محض سیر سپاٹے کے لیے؛یا غیر ضروری کاموں کے لیے باہر نکلنا شرافت کے خلاف ہے۔بعض اوقات اس بے احتیاطی سے کام بگڑ جاتے ہیں۔اگر نکلنا ضروری ہی ہو تو عورتوں کو چاہیے کہ وہ مردوں کی طرف نہ دیکھیں؛ بلکہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں،ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے حق میں ایسا ہی ہے،جیسا کہ عورت کا چہرہ مرد کے حق میں؛ بلکہ عورت کے حق میں مرد کا چہرہ ایسا ہے،جیسا مرد کا چہرہ مرد کے حق میں،اگر فتنے کا خوف ہو ،مرد کے لیے امرد کا چہرہ دیکھنا جائز نہیں ہے،اسی طرح یہاں بھی اگر فتنے کا خوف ہو تو عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ مرد کا چہرہ دیکھے؛ لیکن اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو دیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، پہلے بھی اگر فتنے کا خوف ہو تو عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ مرد کا چہرہ دیکھے؛لیکن اگر مردوں کے چہرے عورتوں کے حق میں مطلقاً داخل ستر ہوتے تو یقیناً انھیں نقاب پہننے کا حکم دیا جاتا،یا عورتوں سے کہا جاتا کہ وہ باہر نہ نکلیں۔(حَدِيثِ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم إن تتبع عورات النساء رواه الطبرانى فى الأوسط من حديث جابر نهى أن تتطلب عثرات النساء والحديث عند مسلم بلفظ نهى أن يطرق الرجل أهله ليلا يخونهم أو يطلب عثراتهم واقتصر البخارى منه على ذكر النهى عن الطروق ليلا،وفى لفظ آخر :أَنْ تُبْغَتَ النِّسَاءُ،وَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرِهِ قَالَ قَبْلَ دُخُولِ الْمَدِينَةِ لَا تَطْرُقُوا النِّسَاءَ لَيْلًا فَخَالَفَهُ رَجُلَانِ فَسَبَقَا فَرَأَى كُلُّ وَاحِدٍ فِي منزله ما يكره.وفى الخبر المشهور المرأة كالضلع إن قومته كسرته فدعه تستمتع به على عوج،وهذا فى تهذيب أخلاقها. وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنَ الْغَيْرَةِ غَيْرَةً يُبْغِضُهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهِيَ غَيْرَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ مِنْ غَيْرِ رِيبَةٍ .لِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ سُوءِ الظَّنِّ الَّذِي نُهِينَا عنه فإن بعض الظن إثم،وقال على رضى الله عنه لا تكثر الغيرة على أهلك فترمى بالسوء من أجلك،وَأَمَّا الْغَيْرَةُ فِي مَحَلِّهَا فَلَا بُدَّ مِنْهَا وهى محمودة،وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إن الله تعالى يغار والمؤمن يغار وغيرة الله تعالى أن يأتى الرجل المؤمن ما حرم الله عليه،وقال صلى الله عليه وسلم أتعجبون من غيرة سعد أنا والله أغير منه والله أغير منى،ولأجل غيرة الله تعالى حرم الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا أحد أحب إليه العذر من الله ولذلك بعث المنذرين والمبشرين ولا أحد أحب إليه المدح من الله ولأجل ذلك وعد الجنة،وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رأيت ليلةً أسرى بى فى الجنة قصراً وبفنائه جارية فقلت لمن هذا القصر فقيل لعمر فأردت أن أنظر إليها فذكرت غيرتك يا عمر فبكى عمر وقال أعليك أغار يا رسول الله،وكان الحسن يقول أتدعون نسائكم ليزاحمن العلوج فى الأسواق قبح الله من لا يغار ==

== وقال عليه الصلاة والسلام: إن من الغيرة ما يحبه الله ومنها ما يبغضه الله ومن الخيلاء ما يحبه الله ومنها ما يبغضه الله فأما الغيرة التى يحبها الله فالغيرة فى الريبة والغيرة التى يبغضها الله فالغيرة فى غير ريبة والاختيال الذى يحبه الله اختيال الرجل بنفسه عند القتال وعند الصدمة والاختيال الذى يبغضه الله الاختيال فى الباطل،وقال صلى الله عليه وسلم إنى لغيور وما من امرء لا يغار إلا منكوس القلب. والطريق المغنى عن الغيرة أن لا يدخل عليها الرجال وهى لا تخرج إلى الأسواق،وَقَالَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لابنته فاطمة عليها السلام أى شيء خير للمرأة قالت أن لا ترى رجلا ولا يراها رجل فضمها إليه وقال ذرية بعضها من بعض،فاستحسن قولها،وَكَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وسلم يسدون الكوى والثقب فى الحيطان لئلا تطلع النسوان إلى الرجال،ورأى معاذ امرأته تطلع فى الكوة فضربها ورأى امرأته قد دفعت إلى غلامه تفاحة قد أكلت منها فضربها،وقال عمر رضى الله عنه أعروا النساء يلزمن الحجال وإنما قال ذلك لأنهن لا يرغبن فى الخروج فى الهيئة الرثة،وقال عودوا نسائكم لا وَكَانَ قَدْ أَذِنَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عليه وسلم للنساء فى حضور المسجد،والصواب الآن المنع إلا العجائز بل استصوب ذلك فى زمان الصحابة حتى قالت عائشة رضى الله عنها لو علم النبى صلى الله عليه وسلم ما أحدثت النساء بعده لمنعهن من الخروج ،ولما قال ابن عمر قَالَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وسلم لاتمنعوا إماء الله مساجد الله فقال بعض ولده بلى والله لنمنعهن فضربه وغضب عليه وقال تسمعنى أقول قَالَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا تمنعوا فتقول بلى،وإنما استجرأ على المخالفة لعلمه بتغير الزمان وإنما غضب عليه لإطلاقه اللفظ بالمخالفة ظاهراً من غير إظهار العذر وكذلك كَانَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قد أذن لهن فى الأعياد خاصة أن يخرجن،ولكن لا يخرجن إلا برضا أزواجهن والخروج الآن مباح للمرأة العفيفة برضا زَوْجِهَا وَلَكِنَّ الْقُعُودَ أَسْلَمُ وَيَنْبَغِى أَنْ لا تَخْرُجَ إِلَّا لِمُهِمٍّ فَإِنَّ الْخُرُوجَ لِلنِّظَارَاتِ وَالْأُمُورِ الَّتِى لَيْسَتْ مُهِمَّةً تَقْدَحُ فِى الْمُرُوئَةِ وَرُبَّمَا تُفْضِى إِلَى الْفَسَادِ فَإِذَا خَرَجَتْ فَيَنْبَغِى أَنْ تَغُضَّ بَصَرَهَا عَنِ الرِّجَالِ وَلَسْنَا نَقُولُ إِنَّ وَجْهَ الرَّجُلِ فِى حَقِّهَا عَوْرَةٌ كَوَجْهِ الْمَرْأَةِ فِى حَقِّهِ بَلْ هُوَ كَوَجْهِ الصَّبِيِّ الْأَمْرَدِ فِى حَقِّ الرَّجُلِ فَيَحْرُمُ النَّظَرُ عِنْدَ خَوْفِ الْفِتْنَةِ فَقَطْ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فَلَا إِذْ لَمْ يَزَلِ الرِّجَالُ عَلَى مَمَرِّ الزَّمَانِ مكشوفى الوجوه والنساء يخرجن منتقبات وَلَوْ كَانَ وُجُوهُ الرِّجَالِ عَوْرَةً فِى حَقِّ النساء لأمروا بالتنقب أَوْ مُنِعْنَ مِنَ الْخُرُوجِ إِلَّا لِضَرُورَةٍ.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح: ۲/ ۴۵-۴۷،دارالمعرفة بيروت،انيس)

اخراجات میں میانہ روی:

اخراجات کے سلسلے کا حکم یہ ہے کہ نہ تنگی کی جائے اور نہ فضول خرچی سے کام لیا جائے؛ بلکہ میانہ روی اختیار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ (سورۃ الأعراف:۳۱)

(اور (خوب) کھاؤ پیو اور حد سے مت نکلو۔)

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾ (سورۃ الإسراء:۳۱)

(اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیے۔) ==

== اخراجات کے سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ بیویوں پرخرچ کرنے والا مال بھی راہ خدا میں خرچ کئے جانے والے مال کی طرح اجروثواب کا باعث ہوتا ہے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادفرماتے ہیں:

''مسکین و دینار انفقته علیٰ أهلک أعظمها أجرا للذی انفقته علیٰ أهلک''. (مسلم،ابوہریرہ)(**صحیح لمسلم،باب فضل النفقة علی العیال،رقم الحدیث: ۹۹۵،انیس**)

(وہ ایک دینار جس کوتم راہ خدا میں خرچ کرتے ہو اوروہ ایک دینار جسے تم کوئی غلام آزاد کرنے میں خرچ کرتے ہواوروہ ایک دینار جسے تم کسی مسکین پر صدقہ کرتے ہواوروہ ایک دینار جسے تم اپنے اہل وعیال پرخرچ کرتے ہوان میں زیادہ اجراس دینار کا ہوگا جسے تم اپنے اہل وعیال پرخرچ کرتے ہو۔)

کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی چار بیویاں تھیں،آپ ان میں سے ہرایک کے لیے ہر چوتھے روز چار درہم کا گوشت خریدا کرتے تھے۔حضرت حسن بصریؒ ارشادفرماتے ہیں کہ پچھلے زمانے کےلوگ مردوں میں فراخ دل اور خانگی لوازمات اور کپڑوں وغیرہ کے سلسلے میں میانہ رو تھے۔

حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ مردکو چاہیے کہ وہ ہفتے میں ایک بار فالودہ، یا حلوہ وغیرہ پکوالیا کرے،اگر چہ یہ چیزیں ضروری نہیں ہیں؛لیکن انہیں کلی طور پر ترک کر دینا بھی مناسب نہیں ہے،اس سے بخل کا الزام آتا ہے،مردکو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو بچا ہوا کھانا اور وہ چیزیں جو رکھنے سے خراب ہوجائیں، خیرات کرنے کی ہدایت کردے، یہ خیرات کا ادنی درجہ ہے، ہمارے خیال میں عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس قسم کی خیرات اپنے شوہر کی صریح اجازت کے بغیر بھی کردیا کرے۔مرد کے لیے مناسب نہیں کہ خود اچھے کھانے کھائے اوراہل خانہ کوسادہ کھانا کھلائے،اس سے دلوں میں کینہ پیدا ہوتا ہےاور گھریلو زندگی خراب ہوتی ہے،اگر وہ اچھے کھانے کھائے بغیر نہ رہ سکےاور گھر والوں کوکھلانے پر قادر نہ ہوتو پوشیدہ طور پر کھائے،گھر والوں کواس کی خبر نہ ہونی چاہیے۔یہ مناسب نہیں کہ گھر والوں کے سامنے کسی ایسے کھانے کا تذکرہ کیا جائے،جس کھلانے کا ارادہ نہ ہو۔حسنِ معاشرت کا تقاضا یہ ہے کہ جب کھانا کھانے کے لیے بیٹھےتو اپنی بیوی بچوں کودسترخوان پر ساتھ بٹھائے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسا سنا ہے کہ اللہ عزوجل اوراس کے فرشتے اس خاندان کے لیے رحمت دعا کرتے ہیں، جوساتھ بیٹھ کرکھانا کھاتے ہیں، کہ ہم نے ایسا سنا ہے کہ اللہ عزوجل اوراس کے فرشتے اس خاندان کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں، جوساتھ بیٹھ کرکھانا کھاتے ہیں۔نفقے کے سلسلے میں یہ بات بڑی اہم ہے کہ حلال ذرائع آمدنی اختیار کرے، اگراخراجات زیادہ ہوجائیں تو دوسری تدابیر اختیار کرے،ناجائز ذرائع اختیار نہ کرے۔(**السَّادِسُ الِاعْتِدَالُ فِي النَّفَقَةِ فَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُقَتِّرَ عَلَيْهِنَّ فِي الْإِنْفَاقِ وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُسْرِفَ بَلْ يَقْتَصِدَ،قَالَ تَعَالَى: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تسرفوا﴾ وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عنقک ولا تبسطها کل البسط﴾ وقد قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خيركم خيركم لأهله،وقال صلى الله عليه وسلم دينار أنفقته فى سبيل اللّٰه ودينار أنفقته فى رقبة ودينار تصدقت به على مسكين ودينار أنفقته على أهلك أعظمها أجراً الذى أنفقته على أهلك.وقيل كان لعلى رضى اللّٰه عنه أربع نسوة فكان يشترى لكل واحدة فى كل أربعة أيام لحماً بدرهم وقال الحسن رضى اللّٰه عنه كانوا فى الرجال مخاصيب والإناث والثياب مجاذيب،وقال ابْنُ سِيرِينَ يُسْتَحَبُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَعْمَلَ لِأَهْلِهِ فى كل جمعة فالوذجة وكأن الحلاوة وإن لم تكن من المهمات ولكن تركها بالكلية تقتير فى العادة** ==

== وَيَنْبَغِي أَنْ يَأْمُرَهَا بِالتَّصَدُّقِ بِبَقَايَا الطَّعَامِ وَمَا يَفْسُدُ لَوْ تُرِكَ فَهَذَا أَقَلُّ دَرَجَاتِ الْخَيْرِ وَلِلْمَرْأَةِ أَنْ تَفْعَلَ ذَلِكَ بِحُكْمِ الْحَالِ مِنْ غير صريح إِذْنٍ مِنَ الزَّوْجِ وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَسْتَأْثِرَ عَنْ أَهْلِهِ بِمَأْكُولٍ طَيِّبٍ فَلَا يُطْعِمُهُمْ مِنْهُ فَإِنَّ ذَلِكَ مِمَّا يُوغِرُ الصُّدُورَ وَيَبْعُدُ عَنِ المعاشرة بالمعروف فإن كان مزمعاً على ذلك فليأكله بخفية بحيث لا يعرف أهله وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَصِفَ عِنْدَهُمْ طَعَامًا لَيْسَ يُرِيدُ إِطْعَامَهُمْ إِيَّاهُ وَإِذَا أَكَلَ فَيُقْعِدُ الْعِيَالَ كلهم على مائدته فقد قال سفيان رضى الله عنه بلغنا أن الله وملائكته يصلون على أهل بيت يأكلون جماعة وَأَهَمُّ مَا يَجِبُ عَلَيْهِ مُرَاعَاتُهُ فِي الْإِنْفَاقِ أَنْ يُطْعِمَهَا مِنَ الْحَلَالِ وَلَا يَدْخُلَ مَدَاخِلَ السُّوءِ لِأَجْلِهَا فَإِنَّ ذَلِكَ جِنَايَةٌ عَلَيْهَا لا مراعاة لها وقد أوردنا الأخبار الواردة فى ذلك عند ذكر آفات النكاح. (احياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح: ٤٧/٢، دار المعرفة بيروت، انيس)

عورتوں کے مسائل کا علم اور تعلیم:

مرد کو حیض کے مسائل اور اوقات حیض میں ممنوعہ امور کا علم ہونا چاہیے۔اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو نماز کے احکام اور دوسری دینی ضرورتوں کی تعلیم دے۔قرآن کریم میں مردوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو دوزخ کی آگ سے بچائیں:

﴿قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ نارًا﴾ (سورۃ التحریم:٦)

(اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔)

اس لیے مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اہل سنت کے عقائد سکھلائے، اگر وہ بدعت کی طرف مائل ہے تو اسے صحیح راستے پر لائے، اگر وہ دین کے معاملات میں سستی برتتی ہو، یا کوتاہی کرتی ہو تو اسے اللہ سے ڈرائے، اسے حیض اور استحاضے کے ضروری احکام بھی بتلائے، خاص طور پر ان نمازوں کے متعلق ضرور بتلائے، جن کے تقاضا ضروری ہے۔مثال کے طور پر اگر کسی عورت کا سلسلہ حیض مغرب سے کچھ دیر پہلے اس وقت بند ہوا ہو، جب کہ وہ ایک رکعت نماز پڑھ سکتی تھی تو اس پر ظہر اور عصر دو نمازوں کی قضا واجب ہے اور اگر صبح سے پہلے اس وقت حیض بند ہوا ہے، جب کہ وہ ایک رکعت پڑھ سکتی تھی تو اس پر ظہر اور عصر دو نمازوں کی قضا واجب ہے اور اگر صبح سے پہلے اس وقت حیض بند ہوا ہے، جب کہ وہ ایک رکعت پڑھ سکتی تھی تو اسے مغرب اور عشا کی نمازیں قضا پڑھنی چاہیں۔عورتیں عام طور پر ان امور کی رعایت نہیں کرتیں، اگر کسی عورت کا شوہر اس کی تعلیم کا کفیل ہو تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ مسائل معلوم کرنے کے لیے علما کے پاس جائے۔اگر شوہر عالم نہ ہو؛ لیکن وہ علما سے معلوم کر کے بتلانے کی اہلیت رکھتا ہو، تب بھی اس کے لیے باہر نکلنا درست نہیں ہے۔ہاں اگر شوہر اس قابل بھی نہ ہو تو نکلنا نہ صرف یہ کہ مناسب ہے؛ بلکہ واجب ہے، اگر شوہر منع کرے گا تو گنہگار ہوگا۔فرائض کا علم حاصل کرنے کے بعد اب مزید تعلیم کے لیے علما کی مجلسوں میں جانے کے لیے شوہر کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔اگر عورت نے حیض وغیرہ سے متعلق احکامات کا علم حاصل نہ کیا اور اس کے شوہر نے اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی تو گناہ میں دونوں شریک ہوں گے۔(السَّابِعُ أَنْ يَتَعَلَّمَ الْمُتَزَوِّجُ مِنْ عِلْمِ الْحَيْضِ وَأَحْكَامِهِ مَا يَحْتَرِزُ بِهِ الِاحْتِرَازَ الْوَاجِبَ وَيُعَلِّمَ زوجته أحكام الصلاة وما يقضى منها فى الحيض وما لا يقضى فإنه أمر بأن يقيها النار بقوله تعالى }قوا أنفسكم وأهليكم ناراً{ فعليه أن يلقنها اعتقاد أهل السنة ويزيل عن قلبها كل بدعة إن استمعت إليها ويخوفها فى الله إن تساهلت فى أمر الدين ويعلمها من أحكام الحيض والاستحاضة ما تحتاج إليه وعلم الاستحاضة يطول فأما الذى لا بد من إرشاد النساء إليه فى أمر الحيض بيان الصلوات التى تقضيها فإنها مهما انقطع دمها قبيل المغرب بمقدار ركعة فعليها قضاء الظهر والعصر وإذا انقطع قبل الصبح بمقدار ركعة فعليها قضاء المغرب والعشاء ==

== وهـذا أقـل ما يراعيه النساء فَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ قَائِمًا بِتَعْلِيمِهَا فَلَيْسَ لَهَا الْخُرُوجُ لِسُؤَالِ الْعُلَمَاءِ وَإِنْ قَصُرَ عِلْمُ الرَّجُلِ وَلَكِنْ نَابَ عَنْهَا فِي السُّؤَالِ فَأَخْبَرَهَا بِجَوَابِ المفتى فليس لها خروج فَإِنْ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ فَلَهَا الْخُرُوجُ لِلسُّؤَالِ بـل عـليهـا ذلك ويعصى الرجل بمنعها ومهما تعلمت ما هو من الفرائض عليها فليس لها أن تخرج إلى مجلس ذكر ولا إلـى تـعـلـم فضل إلا برضاه ومهما أهملت المرأة حكماً من أحكام الحيض والاستحاضة ولم يعلمها الرجل حرج الرجل معها وشاركها في الإثم. (إحياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح: ٤٨/٢، دار المعرفة بيروت، انيس)

عدل وانصاف:

اگر کئی بیویاں ہوں تو سب کے درمیان عدل ہونا چاہیے، یہ مناسب نہیں کہ کسی ایک کو ترجیح دی جائے۔ اگر سفر درپیش ہو اور کسی ایک بیوی کو لے جانے کا ارادہ ہو تو قرعہ ڈالے اور جس کا نام نکل آئے، اس کو ساتھ لے جائے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہی تھی۔ (بخاری و مسلم، عائشہ) (عَنْ عَـائِشَةَ رَضِـيَ الـلّـهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَـفَـرًا أَقْـرَعَ بَيْـنَ نِسَـائِـهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَبْتَغِي بِذَلِكَ رِضَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ. (صـحـيـح البـخـارى، بـاب الـقـرعة فـى الـمشكلات، رقم الحديث: ٢٦٨٨، صـحـيـح لـمسـلـم، رقم الحديث: ٢٧٧٠، فى حديث طويل)

اگر کسی بیوی کی باری چھوڑ کر دوسری کے پاس چلا گیا تو اس کی قضا کرے، باری کی قضا کرنا واجب ہے، ایک سے زیادہ بیوی رکھنے کی صورت میں عدل کے احکامات سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''من كان له امرأتان ومال إلى احداهما دون الأخرى'' (وفى لفظ الترمذى) ''لم يعدل بينهما جاء يوم القيامة واحد شقيه مائل''. (اصحاب سنن، ابن حبان، ابو ہریرہ، ابوداؤد اور ابن حبان میں ''مع احداهما'' اور ترمذی میں ''فلم يعدل بينهما'' ہے۔) (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ القِيَامَةِ وَشِقُّهُ سَاقِطٌ. (سنن الترمذى، رقم الحديث: ١١٤١، انيس)

(جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک طرف مائل ہو (اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ) جس نے ان دونوں کے مابین عدل سے کام نہیں لیا تو وہ قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔)

عدل کا تعلق نان ونفقے اور رات کے قیام سے ہے، محبت اور صحبت میں عدل واجب نہیں ہے؛ اس لیے کہ محبت اور صحبت آدمی کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾ (سورۃ النساء:۱۲۹)

(اور تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ سب بیویوں میں برابری رکھو، گو تمہارا کتنا ہی جی چاہے۔)

یعنی تم دل کی خواہش اور نفس کے میلان میں عدل نہیں کر سکتے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نان ونفقہ اور رات کے قیام کے سلسلے میں عدل کرنے کے باوجود یہ دعا فرماتے تھے:

''اللّٰهم هٰذا جهدى فيما أملك، ولاطاقة لى فيما تملك ولاأملك''. (اے اللہ! جس چیز پر میں قادر ہوں اس میں یہ میری کوشش ہے اور جس چیز کا تو مالک ہے، اس کی مجھے طاقت نہیں۔) (اصحاب سنن، ابن حبان، عائشہ) ==

== (عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهِ فَيَعْدِلُ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ هَذَا فِعْلِي فِيمَا أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ. (سنن ابن ماجة، رقم الحديث: ۱۹۷۱، سنن أبی داؤد، رقم الحديث: ۲۱۳٤، سنن الترمذی، رقم الحديث: ۱۱٤۰، سنن النسائی، رقم الحديث: ۳۹٤۳، المستدرک للحاکم، رقم الحديث: ۲۷٦۱، انیس)

ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبت تھی۔ (بخاری و مسلم، عمرو بن العاص) (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحديث: ۷٤، انیس)

اور یہ بات آپ کی تمام ازواج مطہرات جانتی تھیں، چناں چہ مرض الوفات میں آپ کو ہر روز ان زوجہ مطہرہ کے گھر میں پہنچا دیا جاتا تھا، جن کی باری ہوتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قیام فرماتے اور یہ پوچھتے کہ میں صبح کو کس کے یہاں رہوں گا، کسی زوجہ مطہرہ نے یہ اندازہ لگالیا کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے منتظر ہیں؛ اس لیے باقی ازواج مطہرات نے متفقہ طور پر عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری اجازت ہے کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں قیام فرمائیں، ہر رات ادھر سے ادھر لے جانے میں آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمام ازواج اس پر راضی ہیں؟ عرض کیا: ہم سب راضی ہیں۔ فرمایا: مجھے عائشہ کے گھر لے چلو۔ (یہ روایت مختلف طرق کے ساتھ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے اور طبقات ابن سعد میں محمد بن علی بن الحسین سے مروی ہے۔)

اگر کوئی عورت اپنی باری دوسری بیوی کو دے دے اور شوہر بھی اس پر رضا مند ہو تو دوسری بیوی کا حق ثابت ہو جاتا ہے، اب یہ رات اس کے پاس گزارنی چاہیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام ازواج مطہرات کے درمیان راتوں کی تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ ام المومنین حضرت سوداء رضی اللہ عنہا کو ان کے کبرسنی کی وجہ سے طلاق دے دیں تو انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی اور یہ عرض کیا کہ مجھے طلاق نہ دیں، ہمیں حشر کے دن آپ کی ازواج کے زمرہ میں اٹھنا چاہتی ہوں، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ ملتوی فرما دیا؛ لیکن ان کی باری ختم فرمادی، اس کے بعد آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں دو راتیں اور باقی تمام بیویوں کے یہاں ایک ایک رات گزارا کرتے تھے۔ (بخاری، ابوداؤد، طبرانی، عن عائشہ مختلف الفاظ کے ساتھ)

لیکن اگر کسی رات ایسا ہوتا کہ آپ ان زوجہ مطہرہ کے پاس تشریف لے جاتے، جن کی باری نہ ہوتی تو اپنے حسن عدل اور قوت کے باعث صحبت میں بھی عدل فرماتے اور باقی تمام بیویوں کے پاس بھی اسی رات جاتے تھے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ایک رات میں اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے۔ (ابن عدی فی الکامل، بخاری میں یہ واقعہ رات کا بیان کیا گیا ہے۔) (الثَّامِنُ إِذَا كَانَ لَهُ نِسْوَةٌ فَيَنْبَغِي أَنْ يَعْدِلَ بَيْنَهُنَّ وَلَا يَمِيلَ إِلَى بَعْضِهِنَّ فَإِنْ خَرَجَ إِلَى سَفَرٍ وَأَرَادَ اسْتِصْحَابَ وَاحِدَةٍ أَقْرَعَ بينهن. كذلک كان يفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم فَإِنْ ظَلَمَ امْرَأَةً بِلَيْلَتِهَا قَضَى لَهَا فَإِنَّ القضاء واجب عليه وعند ذلک يحتاج إلى معرفة أحكام القسم وذلک يطول ذكره وقد قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من كان له امرأتان فمال إلى إحداهما دون الأخرى وفی لفظ ولم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وأحد شقيه مائل. وَإِنَّمَا عَلَيْهِ الْعَدْلُ فِي الْعَطَاءِ وَالْمَبِيتِ وَأَمَّا فِي الْحُبِّ وَالْوِقَاعِ فَذَلِکَ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الاختيار، قال الله تعالى: ﴿ولن تستطيعوا أن تعدلوا بين النساء ولو حرصتم﴾ أی أن تعدلوا فی شهوة القلب وميل النفس ويتبع ذلک التفاوت فی الوقاع. وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعدل بينهن فی العطاء والبيتوتة فی الليالی ==

== ویقول: اللّٰهم هذا جهدی فیما أملک ولا طاقة لی فیما تملک ولا أملک. یعنی الحب. وقد کانت عائشة رضی اللّٰه عنها أحب نسائه إلیه، وسائر نسائه یعرفن ذلک، وکان یُطَافُ بِهِ مَحْمُولًا فِی مَرَضِهِ فِی کُلِّ یَوْمٍ وَکُلِّ لَیْلَةٍ فَیَبِیتُ عِنْدَ کُلِّ وَاحِدَةٍ منهن ویقول أین أنا غداً ففطنت لذلک امرأة منهن فقالت إنما یسأل عن یوم عائشة فقلن یا رسول اللّٰه قد أذنا لک أن تکون فی بیت عائشة فإنه یشق علیک أن تحمل فی کل لیلة فقال وقد رضیتن بذلک فقلن نعم قال فحولونی إلی بیت عائشة، ومهما وهبت واحدة لیلتها لصاحبتها ورضی الزوج بذلک ثبت الحق لها، کَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یقسم بین نسائه فقصد أن یطلق سودة بنت زمعة لما کبرت، فوهبت لیلتها لعائشة وسألته أن یقرها علی الزوجیة حتی تحشر فی زمرة نسائه فترکها وکان لا یقسم لها ویقسم لعائشة لیلتین ولسائر أزواجه لیلةً لیلةً، ولکنه صلی اللّٰه علیه وسلم عدله وقوته کان إذا تاقت نفسه إلی واحدة من النساء فی غیر نوبتها فجامعها طاف فی یومه أو لیلته علی سائر نسائه فمن ذلک ما روی عن عائشة رضی اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم طاف علی نسائه فی لیلة واحدة. وعن أنس أنه صلی اللّٰه علیه وسلم طاف علی تسع نسوة فی ضحوة نهار. (إحیاء علوم الدین، کتاب آداب النکاح: ۴۸/۲-۴۹، دار المعرفة بیروت، انیس)

نافرمانی پر سزا:

اگر میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہو جائے اور اتفاق کی صورت باقی نہ رہے تو خدا ترس لوگوں کو اصلاح حال کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر عدم موافقت کی ذمہ داری میاں بیوی دونوں پر برابر ہو، یا صرف شوہر اس کا ذمہ دار ہو تو ان دونوں صورتوں میں نہ مرد کو عورت کی اصلاح کا اور نہ عورت کو مرد کی اصلاح کا اختیار ہے؛ اس لیے دو حکموں کا ہونا ضروری ہے، ایک حکم شوہر کے خاندان سے ہو اور ایک بیوی کے خاندان سے، یہ دونوں حکم حالات کا جائزہ لیں اور اصلاحِ حال کی کوشش کریں۔ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو کسی گھیر یلو جھگڑے میں حکم بنا کر بھیجا، وہ شخص کچھ دیر بعد غالباً مایوس ہو کر واپس آ گیا، حضرت عمرؓ نے درّے سے اس کی خبر لی اور فرمایا کہ تم بغیر اصلاح کئے واپس چلے آئے، حالاں کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنْ یُرِیْدَا اِصْلَاحاً یُوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا﴾ (سورۃ النساء:۳۵)

(اگر ان دونوں آدمیوں کی اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بی بی کے درمیان اتفاق فرمائیں گے۔)

تمہاری واپسی کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اصلاح کی نیت ہی نہیں کی، ورنہ اللہ تعالیٰ ضرور صلح فرما دیتے، وہ شخص پھر گیا اور حسنِ نیت کے ساتھ دوبارہ گفتگو اور دونوں کے ساتھ نرمی سے پیش آیا، اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور دونوں میں صلح ہوئی، یہ اس صورت میں ہے جب کہ نزاع کا تعلق دونوں سے ہو، یا صرف شوہر کی ذات سے ہو؛ لیکن اگر بیوی نافرمانی کرے تو اس صورت میں شوہر اپنی قوّامیت کی وجہ سے صاحب اختیار ہے؛ اس لیے اسے اپنی بیوی کی تادیب وتہذیب کا حق حاصل ہے، وہ اسے زبردستی اپنی اطاعت پر مجبور کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی عورت نماز نہ پڑھتی ہو تو مرد کو چاہیے کہ وہ اس سے زبردستی نماز پڑھوائے؛ لیکن اس سلسلے میں بتدریج سختی ہونی چاہیے۔ مثلاً: اس طرح کے پہلے نصیحت کرے اور اسے باری تعالیٰ کے عذاب اور اپنی ناراضگی اور سزا سے ڈرائے، اس میں کامیابی نہ ہو تو بیوی کی طرف سے پشت پھیر کر لیٹے، یا اپنا بستر الگ کر لے؛ مگر ایک ہی گھر میں میں رہے اور تین راتوں تک یہی معاملہ کرے، اس میں بھی کامیابی نہ ہو تو ایسی مار مارے کہ تکلیف تو پہنچے؛ لیکن جسم پر زخم نہ آئے اور نہ کوئی ہڈی وغیرہ ٹوٹے، چہرے پر بھی نہ مارے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مرد پر عورت کا کیا حق ہے؟ فرمایا: ==

== "یطعمها إذا طعم ویکسوها اذا کتسی ولا یقبح الوجه ولا بضر ب إلا ضرباً غیرمبرح ولا یهجرها إلا فی البیت". (ابوداد،نسائی ابن ماجہ،معاویہ القشیر ی)(سنن ابن ماجة،رقم الحدیث: ۱۸۵۰،انیس)

(مرد پر عورت کا حق یہ ہے کہ جب خود کھائے تو بیوی کو بھی کھلائے، جب خود پہنے تو بیوی کو پہنائے، اسے یوں نہ کہے کہ خدا تیرا چہرا بگاڑے، جب مارے تو ہلکی مار مارے، اگر الگ سونے کی ضرورت پیش آئے تو گھر چھوڑ کر نہ جائے؛ بلکہ اسی گھر میں رہے۔)

شوہر کی اس بات کا حق حاصل ہے کہ اگر بیوی کی طرف سے کسی دینی معاملے میں کوئی کوتاہی دیکھے تو اپنی خفگی کے اظہار کے لیے دس بیس دن، یا مہینہ بھر تک پاس نہ سوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ماہ کے لیے ازواج مطہرات سے دوری اختیار کر لی تھی۔ واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو کوئی تحفہ بھیجا، حضرت زینبؓ نے وہ تحفہ واپس کر دیا، ان زوجہ مطہرہ نے جن کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قیام فرما تھے، تحفہ کی واپسی کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا کہ زینب نے تحفہ واپس کر کے آپ کی بے قدری کی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اللہ کے نزدیک اس بات سے زیادہ ذلیل ہو کہ میری ناقدری کرو، اس کے بعد آپ اپنی تمام ازواج مطہرات پر اس قدر خفا ہوئے کہ مہینہ بھر تک کسی کے پاس تشریف نہیں لے گئے۔ (یہ روایت ابن جوزی نے کتاب الوفاء مین بلا سند نقل کی ہے، بخاری ومسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے تمام ازواج مطہرات پر خفا ہو کر یہ قسم کھائی تھی کہ ایک مہینے تک ان کے پاس نہیں جائیں گے۔)(التاسع فِي النُّشوزِ وَمَهْمَا وَقَعَ بَيْنَهُمَا خِصَامٌ وَلَمْ يَلْتَئِمْ أَمْرُهُمَا فَإِنْ كَانَ مِنْ جَانِبِهِمَا جَمِيعًا أَوْ مِنَ الرَّجُلِ فَلَا تُسَلَّطُ الزَّوْجَةُ عَلَى زَوْجِهَا وَلَا يَقْدِرُ عَلَى إِصْلَاحِهَا فَلَا بُدَّ مِنْ حَكَمَيْنِ أَحَدُهُمَا مِنْ أَهْلِهِ وَالْآخَرُ مِنْ أَهْلِهَا لِيَنْظُرَا بَيْنَهُمَا وَيُصْلِحَا أَمْرَهُمَا﴿إِنْ يُرِيدَا إصلاحاً یوفق اللّٰه بینهما﴾ وقد بعث عمر رضی الله عنه حکما إلی زوجین فعاد ولم یصلح أمرهما فعلاه بالدرة وقال إن اللّٰه تعالی یقول﴿إن یریدا إصلاحاً یوفق اللّٰه بینهما﴾ فعاد الرجل وأحسن النیة وتلطف بهما فأصلح بینهما، وَأَمَّا إِذَا كَانَ النُّشُوزُ مِنَ الْمَرْأَةِ خَاصَّةً فالرجال قوامون علی النِّسَاءِ فَلَهُ أَنْ يُؤَدِّبَهَا وَيَحْمِلَهَا عَلَى الطَّاعَةِ قهراً وکذا إذا کانت تارکة للصلاة فله حملها علی الصلاة قَهْرًا وَلَكِنْ يَنْبَغِي أَنْ يَتَدَرَّجَ فِي تَأْدِيبِهَا وَهُوَ أَنْ يُقَدِّمَ أَوَّلًا الْوَعْظَ وَالتَّحْذِيرَ وَالتَّخْوِيفَ فَإِنْ لَمْ يَنْجَحْ وَلَّاهَا ظَهْرَهُ فِي الْمَضْجَعِ أَوِ انْفَرَدَ عَنْهَا بِالْفِرَاشِ وَهَجَرَهَا وَهُوَ فِي الْبَيْتِ مَعَهَا مِنْ لَيْلَةٍ إِلَى ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَإِنْ لَمْ يَنْجَحْ ذَلِكَ فِيهَا ضَرَبَهَا ضَرْبًا غیر مبرح بحیث یؤلمها ولا یکسر لها عظماً ولا یدمی لها جسم، ولا یضرب وجهها فذلک منهی عنه، وقد قیل لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما حق المرأة علی الرجل قال: یطعمها إذا طعم ویکسوها إذا اکتسی ولا یقبح الوجه ولا یضرب إلا ضرباً غیر مبرح ولا یهجرها إلا فی المبیت. وله أن یغضب علیها ویهجرها فی أمر من أمور الدین إلی عشر وإلی عشرین وإلی شهر، فعل ذلک رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذ أرسل إلی زینب بهدیة فردتها علیه، فقالت له التی هو فی بیتها لقد أقمأتک إذ ردت علیک هدیتک، أی أذلتک واستصغرتک، فقال صلی الله علیه وسلم أنتن أهون علی اللّٰه أن تقمئننی ثم غضب علیهن کلهن شهراً إلی أن عاد إلیهن. (إحیاء علوم الدین، کتاب آداب النکاح: ۴۹/۲، دار المعرفة بیروت، انیس)

جماع کے آداب:

مستحب یہ ہے کہ بسم اللہ سے اس عمل کی ابتدا کرے، پہلے سورۂ اخلاص ﴿قل هو اللّٰه﴾ کی تلاوت کرے، پھر تکبیر وتہلیل کہے اور یہ دعا کرے:

==

== "بِسْمِ اللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اللّٰهُمَّ اجْعَلَهَا ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنْ کُنْتَ اَنْ تَخْرُجَ ذٰلِکَ مِنْ صُلْبِیْ".

(شروع کرتا ہوں اللہ عظیم و برتر کے نام سے، اے اللہ! اگر تو نے میری تقدیر میں لکھا ہے کہ میری پشت سے اولاد پیدا ہو تو اس نطفے کو اچھی اولاد دینا۔)

اس سلسلے کی ایک دعا یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لو أن أحدكم اذا أتى أهله قال:"اللّٰهم جَنِّبْنِیْ الشَّیطَان وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا" فإن كان بينهما ولد لم يضر الشيطان". (بخاری و مسلم، ابن عباس)(صحيح البخاری، رقم: ۱۴۱، صحيح لمسلم: ۱۴۳۴، انیس)

(اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہم بستری کرے تو یہ دعا کرے، "اے اللہ! مجھے شیطان سے دور رکھ اور اس چیز سے دور رکھ جو تو نے ہمیں عطا فرمائی" اگر ان دونوں کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوگا تو شیطان اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔)

جب انزال قریب ہو تو دل میں یہ الفاظ کہے، ہونٹوں کو حرکت نہ دے۔

"اَلْحَمْدُ للّٰه الذی خَلَقَ مَنَ الْمَاء بَشَراً فَجَعَلَه نَسَباً وَ صِهْرا".

(تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے پانی سے انسان کی تخلیق فرمائی اور اسے نسبی اور سسرالی رشتہ بنایا۔)

بعض اصحابِ حدیث اس موقع پر اس قدر بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے کہ کہ گھر کے دوسرے افراد ان کی تکبیر کے الفاظ سن لیتے تھے، جماع کے وقت قبلہ کی جانب رخ نہ کرے؛ بلکہ اس کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی اور جانب رخ رکھے، اپنا اور اپنی بیوی کا جسم کھلا نہ رکھے؛ بلکہ کسی کپڑے سے ڈھانپ لے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چہرے پر کپڑا اڈالیا کرتے تھے، آواز پست کر لیتے تھے اور بیوی سے فرماتے کہ سکون کے ساتھ رہو۔ (خطیب، ام سلمہ)

ایک حدیث میں ہے:"إذا جامع أحدكم امرأته فلا يتجرد تجرد العيرين". (ابن ماجہ۔ عتبہ ابن عبد السلمی)(سنن ابن ماجة، باب التستر عندالجماع، رقم الحديث: ۱۹۲۱، انیس)

(جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے تو ان دونوں کو چاہیے کہ گدھوں کی طرح ننگے نہ ہو۔)

صحبت سے پہلے محبت آمیز گفتگو ہونی چاہیے اور بُوسہ وغیرہ آغاز کرنا چاہیے۔ ارشاد نبوی ہے:

"لايقعن أحدكم على امرأته كما تقع البهيمة ولكن بينهمارسول، قيل: وما الرسول يا رسول الله ؟ قال: القبلة والكلام". (أبومنصور الديلمي في مسند الفردوس: وهو من حديث أنس وهو منكر. (تخريج إحياء علوم الدين: ۹۹۳/۲، دار العاصمة للنشر الرياض، انیس)

(تم میں سے کوئی اپنی بیوی پر اس طرح نہ جا پڑے، جس طرح چوپائے پڑتے ہیں؛ بلکہ دونوں کے درمیان اولاً پیغامبر ہونا چاہیے۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پیغامبر سے آپ کی مراد کیا ہے، فرمایا: بوسہ اور گفتگو۔)

ایک حدیث میں ہے کہ تین باتیں مرد کے عجز اور عدم قدرت پر دلالت کرتی ہیں، ایک یہ کہ کوئی شخص کسی سے تعارف کا متمنی ہو اور وہ نام و نسب بتلانے سے قبل ہی جدا ہو جائے۔ دوسری یہ کہ کوئی شخص اس کی تعظیم کے خیال سے ہدیہ پیش کرے اور وہ اسے واپس کر دے۔ تیسری بات یہ کہ کوئی شخص اپنی بیوی، یا باندی کے پاس جائے اور ان سے گفتگو کرنے سے قبل ہی صحبت میں مشغول ہو جائے، اپنی ضرورت پوری کر لے ان کی ضرورت پوری نہ ہونے دے۔ (ابو منصور دیلمی نے حضرت انسؓ سے اس کا اختصار روایت کیا ہے، یہ پچھلی روایت کا ایک حصہ ہے۔) ==

== تین راتوں میں جماع کرنا مکروہ ہے: مہینے کی پہلی رات، آخری رات اور پندرہویں رات۔ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان راتوں میں صحبت کے وقت شیطان موجود رہتے ہیں۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان راتوں میں شیاطین صحبت کیا کرتے ہیں،ان راتوں کی کراہت حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔بعض علماء جمعہ کے دن، یا شب جمعہ میں صحبت کو مستحب قرار دیتے ہیں؛ کیوں کہ مندرجہ ذیل حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہے:

”**رحم اللّٰه من غسل و اغتسل يوم الجمعة**“. (کتاب الصلوٰۃ کے پانچویں باب میں یہ روایت گزرچکی ہے۔)(**سنن الدارمی، رقم الحديث:۱۵۸۸/سنن الترمذی،رقم الحدیث:٤٩٦،انیس**)

(اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو جمعہ کے دن غسل کرائے اور غسل کرے۔)

انزال کے بعد مرد کو کچھ دیر اسی حالت میں ٹھہرے رہنا چاہیے؛ کیوں کہ بعض اوقات عورت کو دیر میں انزال ہوتا ہے،اب اگر مرد اپنی ضرورت کی تکمیل کے بعد فوری طور پر ہٹ جائے اور عورت کو تشنہ رہنے دے تو یہ بات باہمی نفرت کا سبب بن جاتی ہے۔یہ اس صورت میں جب کہ مرد کو پہلے انزال ہو جائے،انزال کا ایک ساتھ ہونا زیادہ لذّت کا باعث بھی ہوتا ہے اور عورت بھی یہی صورت پسند کرتی ہے؛ کیوں کہ اگر مرد پہلے فارغ ہو جائے تو اس کی حیا ضرورت کی اظہار سے مانع رہتی ہے۔مناسب یہ ہے کہ ہر چوتھے روز اپنی بیوی کے پاس آئے،عدل کا تقاضا بھی یہی ہے؛ کیوں کہ بیویوں کی زیادہ زیادہ تعداد چار ہوسکتی ہے؛اس لیے اس حد تک تاخیر جائز ہے۔ہاں اگر ضرورت ہو تو یہ مدت کم بھی کرسکتا ہے اور زیادہ بھی؛لیکن اس میں عورت کی ضرورت پیش نظر رکھنی چاہیے؛ کیوں کہ عورت کی عفّت اور پارسائی کی حفاظت مرد کی ذمہ داری ہے۔

ایام حیض میں وطی نہ کرے،نصِّ قرآنی سے اس کی حرمت ثابت ہے۔کہتے ہیں حیض کی حالت میں جماع کرنے سے اولاد کوڑھی پیدا ہوتی ہے۔حائضہ کے باقی جسم سے فائدہ حاصل کرنا اس حالت میں میں بھی جائز ہے۔پاخانے کے مقام میں صحبت کرنا جائز نہیں ہے۔حیض کے دنوں میں صحبت کی حرمت گندگی کی وجہ سے حرام ہوئی اور پاخانے کے مقام میں ہر وقت گندگی رہتی ہے؛اس لیے اس کی حرمت حالت حیض میں صحبت کرنے کی حرمت سے زیادہ ہے۔اللہ کا ارشاد ہے:

﴿**فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ**﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۲۳)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جس طرف سے چاہو صحبت کرو؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس وقت دل چاہے صحبت کرو۔مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ حیض کے دنوں میں عورت کے ہاتھوں سے اپنی منی نکلوا دے اور مقام صحبت کے علاوہ ہر جگہ سے استفادہ کرے۔عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ان ایام میں ناف سے گھٹنوں تک ایک کپڑا باندھے رکھے۔حیض کے ایام میں عورت کے ساتھ کھانا کھانا، ایک بستر میں سونا وغیرہ امور جائز ہیں۔اگر ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد دوبارہ خواہش ہو تو پہلے اپنی شرم گاہ دھو لے اور اگر احتلام ہو گیا ہو تو مجامعت سے پہلے پیشاب کرلے اور شرم گاہ پر پانی ڈال لے،رات کے ابتدائی حصے میں صحبت کرنا اس خیال سے مکروہ قرار دیا گیا ہے کہ ناپاکی کی حالت میں سونا ہوگا۔اگر جماع کے بعد سونے، یا کھانے پینے کی ضرورت محسوس ہو تو پہلے نماز کا وضو کرلے،یہ عمل سنت ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سر کے بال کٹوانا، زیر ناف بال کاٹنا، تراشنا، پچھنے لگوانا وغیرہ مناسب نہیں ہے؛ کیوں کہ قیامت کے دن بدن کے تمام اجزا اس کے پاس آئیں گے۔یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اجزاء بدن ناپاکی کی حالت میں آکر ملیں، یہ بھی کہتے ہیں کہ قیامت کے روز آدمی کے بال اپنی ناپاکی پر احتجاج کریں گے۔ ==

== جماع کے آداب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ عزل نہ کرے؛ یعنی فرج سے باہر انزال نہ کرے؛ بلکہ کھیتی کی جگہ یعنی رحم میں اپنا پانی پہنچائے۔ عزل سے خدا کے فیصلے تبدیل نہیں ہوتے؛ بلکہ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ جتنے انسان باری تعالیٰ کو پیدا کرنا منظور ہیں، وہ ہر حالت میں پیدا ہوں گے۔ (بخاری ومسلم۔ ابوسعید) (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۷۴۰۹/صحیح لمسلم، رقم الحدیث: ۱۴۳۸، انیس)

عزل کی اباحت اور کراہت کے سلسلے میں علماء اسلام کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات اسے مطلقاً مباح کہتے ہیں، بعض لوگوں کے نزدیک یہ فعل ہر حالت میں میں حرام ہے، بعض لوگوں کی رائے میں اگر عزل عورت کی رضا سے ہو تو جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے۔ گویا ان لوگوں کے نزدیک باہر انزال کرنا حرام نہیں ہے، عورت کو تکلیف پہنچانا حرام ہے۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ باندی کے ساتھ عزل کیا جاسکتا ہے، آزاد عورت کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا، عورت کو تکلیف پہنچانا حرام ہے۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ باندی کے ساتھ عزل کیا جاسکتا ہے، آزاد عورت کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے نزدیک یہ فعل مباح ہے، جہاں تک کراہت کا تعلق ہے، اس کا اطلاق نہی تحریمی، نہی تنزیہی اولیٰ تینوں پر ہوتا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ عزل میں تیسرے معنی؛ یعنی ترک اولیٰ کی کراہت پائی جاتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ مسجد میں بیٹھ کر ذکر ونماز کی مشغولیت اختیار نہ کرنا مکروہ ہے، یا اس شخص کے لیے جو مکہ مکرمہ میں مقیم ہو، ہر سال حج نہ کرنا مکروہ ہے، عزل میں ترک اولیٰ کی کراہت اولاد کے متعلق وارد فضائل سے بھی ثابت ہوتی ہے اور اس حدیث سے بھی کہ آدمی جب اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہے تو اس کے لیے ایسے لڑکے کا ثواب لکھا جاتا ہے، جو راہ خدا میں لڑتا ہوا مارا جائے۔ (اس حدیث کی کوئی اصل مجھے نہیں ملی) آپ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ اگر اس شخص کے ایسا ہی لڑکا پیدا ہوا تو اسے لڑکے کے پیدائش کا سبب بننے پر اجر ملے گا، حالاں کہ پیدا کرنے والا اللہ ہے، زندہ رکھنے والا اور جہاد پر قدرت دینے والا بھی اللہ ہی ہے۔ یہ شخص محض سبب بنتا ہے اور یہ سب بھی اسی وقت بن سکتا ہے، جب آدمی صحبت کرے اور منی کو رحم ڈالے۔

ہمارے نزدیک عزل میں کراہت تحریمی، یا کراہت تنزیہی نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نہی کا ثبوت یا تو نص سے ہوتا ہے، یا کسی منصوص پر قیاس کرنے سے، نہ یہاں نص ہے اور نہ ایسی کوئی اصل جس پر اسے قیاس کیا جاسکے؛ بلکہ یہاں ایک اور اصل ہے، جس پر اس فعل کی اباحت کو قیاس کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص نکاح نہ کرے، یا نکاح کرے تو صحبت نہ کرے، یا صحبت کرے تو انزال نہ ہونے دے، ان سب امور کا مرتکب فضیلت کا تارک قرار دیا جاتا ہے، نہ کہ کراہت تحریمی، یا تنزیہی کا مرتکب۔ ہمارے خیال میں عزل بھی ترک نکاح، ترکِ صحبت، یا ترک انزال جیسی ہی ایک چیز ہے۔ سب جانتے ہیں کہ بچہ رحم میں نطفہ پڑنے سے تخلیق پاتا ہے، ظاہر میں اس کے چار سبب ہیں:

(۱) نکاح کرنا۔

(۲) صحبت کرنا۔

(۳) انزال تک توقف کرنا۔

(۴) انزال کے بعد حمل قرار پانا۔

یہ چار اسباب ہیں، ان میں سے بعض اسباب بعض دوسرے اسباب کی بہ نسبت زیادہ قریب ہیں۔ دیکھا جائے تو چوتھے سبب سے رکنا ایسا ہی جیسے تیسرے سبب سے رکنا اور تیسرے سبب سے رکنا ایسا ہی ہے جیسے دوسرے، یا پہلے سبب سے رکنا۔ اسباب کے درجے میں یہ سب امور برابر ہیں، اگر تارکِ نکاح کو تارک فضیلت کہا جاسکتا ہے تو پھر عزل کرنے والے کو تارک فضیلت کیوں نہیں کہا جائے گا۔ اسے کراہت کا مرتکب کیوں کہا جائے گا۔ ==

== عزل کرنا یا پیدائش کے دوسرے اسباب کا ترک کرنا حمل ساقط کرنے، یا بچے کو زندہ در گور کرنے کے برابر نہیں ہے؛ کیوں کہ ان دونوں صورتوں میں ایک موجود چیز پر ظلم کیا جاتا ہے، پھر اس موجود کے بھی مختلف مراتب اور درجات ہیں۔ ایک درجہ یہ ہے کہ مرد کی منی عورت کے رحم میں پڑ جائے اور عورت کی منی سے مل کر بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت حاصل کر لے اس منی کا ضائع کرنا ظلم ہے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس نطفہ کو سیال پانی سے گوشت کے لوتھڑے میں تبدیل ہوجانے کے بعد ضائع کیا جائے، اس میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ برائی ہے۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ تخلیق کا عمل مکمل ہوجائے، جسم میں جان پڑ جائے، اس صورت میں ضائع کرنے کا جرم پہلے دو کی بہ نسبت زیادہ سنگین ہے۔ چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آ جائے؛ یعنی پیدائش کا عمل بھی مکمل ہوجائے۔ اس مرتبے میں پہنچ کر ضائع کرنا یقیناً زیادہ بڑا جرم ہے۔

یہاں ہم نے وجود کا پہلا مرتبہ اسے قرار دیا ہے کہ مرد کی منی عورت کے رحم میں پہنچ جائے، مرد کی شرم گاہ کے سوراخ سے منی کا خارج ہونا وجود کا پہلا مرتبہ نہیں ہے؛ اس لیے کہ بچہ تنہا مرد کی منی سے پیدا نہیں ہوتا؛ بلکہ مرد اور عورت دونوں کی منی سے مل کر، یا مرد کی منی اور عورت کے حیض سے مل کر بنتا ہے۔ اہل تشریح کہتے ہیں کہ گوشت کا لوتھڑا بحکم خداوندی حیض سے بنتا ہے، حیض کو لوتھڑے سے وہی نسبت ہے، جو دودھ سے دہی کو ہے، مرد کے نطفے سے حیض کا خون منجمد ہوتا ہے، جس طرح جماون سے دودھ دہی کی شکل اختیار کرتا ہے۔ بہر حال ان دونوں میں سے کوئی بھی صورت ہو، عورت کا پانی بچے کی پیدائش کے عمل میں رکن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس طرح مرد اور عورت کے پانی ایجاب وقبول کی طرح دو رکن ہیں۔ اب اگر کوئی شخص صرف ایجاب کر کے رجوع کر لے، دوسری طرف سے قبول متحقق نہ ہو تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے عقد فسخ کرنے کا جرم کیا ہے، یا وہ نقض عہد کا مرتکب ہوا ہے۔ ہاں اگر ایجاب وقبول دونوں ہو جائیں تو اب رجوع نہیں ہوسکتا۔ اس صورت میں رجوع کرنا فسخ عقد، یا نقض عہد کہلائے گا، جس طرح مرد کی صلب میں منی کے وجود سے بچہ پیدا نہیں ہوتا، اسی طرح شرم گاہ کے سوراخ سے منی نکلنا بھی بچے کی پیدائش کا سبب نہیں بنتا، جب تک اس میں عورت کے پانی کا امتزاج نہ ہو۔(ويستحب أن يبدأ باسم الله تعالى ويقرأ قل هو الله أحد أولاً ويكبر ويهلل ويقول بسم الله العلي العظيم، اللّٰهم اجعلها ذريةً طيبةً إن كنت قدرت أن تخرج ذلک من صلبي، وقال صلى الله عليه وسلم لو أن أحدكم إذا أتى أهله قال اللّٰهم جنبني الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا، فإن كان بينهما ولد لم يضره الشيطان. وإذا قربت من الإنزال فقل في نفسک ولا تحرک شفتيک الحمد لله الذي خلق من الماء بشراً فجعله نسباً وصهراً وكان ربک قديراً. وكان بعض أصحاب الحديث يكبر حتى يسمع أهل الدار صوته ثم ينحرف عن القبلة ولا يستقبل القبلة بالوقاع إكراماً للقبلة وليغط نفسه وأهله بثوب كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يغطي رأسه ويغض صوته ويقول للمرأة عليک بالسكينة. وفي الخبر إذا جامع أحدكم أهله فلا يتجردان تجرد العيرين أي الحمارين وليقدم التلطف بالكلام والتقبيل قال صلى الله عليه وسلم لا يقعن أحدكم على امرأته كما تقع البهيمة وليكن بينهما رسول، قيل: وما الرسول يا رسول الله؟ قال: القبلة والكلام. وقال صلى الله عليه وسلم: ثلاث من العجز في الرجل أن يلقى من يحب معرفته فيفارقه قبل أن يعلم اسمه ونسبه والثاني أن يكرمه أحد فيرد عليه كرامته والثالث أن يقارب الرجل جاريته أو زوجته فيصيبها قبل أن يحدثها ويؤانسها ويضاجعها فيقضي حاجته منها قبل أن تقضي حاجتها منه. ويكره له الجماع في ثلاث ليال من الشهر الأول والآخر والنصف يقال إن الشيطان يحضر الجماع في هذه الليالي ==

== ویقال إن الشياطين يجامعون فيها وروى كراهة ذلك عن علي ومعاوية وأبي هريرة رضى الله عنهم،ومن العلماء من استحب الجماع يوم الجمعة وليلته تحقيقاً لأحد التأويلين من قوله صلى الله عليه وسلم رحم الله من غسل واغتسل. (الحديث)ثُمَّ إِذَا قَضَى وَطَرَهُ فَلْيَتَمَهَّلْ عَلَى أَهْلِهِ حتى تقضى هي أيضاً نهمتها فإن إنزالها ربما يتأخر فيهيج شهوتها ثم القعود عنها إيذاء لها والاختلاف في طبع الإنزال يوجب التنافر مهما كان الزوج سابقاً إلى الإنزال والتوافق في وقت الإنزال ألذ عندها ليشتغل الرجل بنفسه عنها فإنها ربما تستحى،وينبغي أن يأتيها في كل أربع ليال مرة فهو أعدل إذ عدد النساء أربعة فجاز التأخير إلى هذا الحد، نعم ينبغي أن يزيد أو ينقص بحسب حاجتها في التحصين فإن تحصينها واجب عليه وإن كان لا يثبت المطالبة بالوطء فذلك لعسر المطالبة والوفاء بها ولا يأتيها في المحيض ولا بعد انقضائه وقبل الغسل فهو محرم بنص الكتاب وقيل إن ذلك يورث الجذام في الولد وَلَهُ أَنْ يَسْتَمْتِعَ بِجَمِيعِ بَدَنِ الْحَائِضِ وَلَا يَأْتِيَهَا فِي غَيْرِ الْمَأْتَى إِذْ حَرُمَ غَشَيَانُ الحائض لأجل الأذى والأذى غَيْرِ الْمَأْتَى دَائِمٌ فَهُوَ أَشَدُّ تَحْرِيمًا مِنْ إِتْيَانِ الْحَائِضِ،وَقَوْلُهُ تَعَالَى فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شئتم أى أَيِّ وَقْتٍ شِئْتُمْ وَلَهُ أَنْ يَسْتَمْنِيَ بِيَدِيهَا وَأَنْ يَسْتَمْتِعَ بِمَا تَحْتَ الْإِزَارِ بِمَا يَشْتَهِي سوى الوقاع وينبغي أن تتزر المرأة بإزار من حقوها إلى فوق الركبة في حال الحيض فهذا من الأدب وَلَهُ أَنْ يُؤَاكِلَ الْحَائِضَ وَيُخَالِطَهَا فِي الْمُضَاجَعَةِ وغيرها وليس عليه اجتنابها وإن أراد أن يجامع ثانياً بعد أخرى فليغسل فرجه أولاً وإن احتلم فلا يجامع حتى يغسل فرجه أو يبول ويكره الجماع في أول الليل حتى لا ينام على غير طهارة فإن أراد النوم أو الأكل فليتوضأ أولا وضوء الصلاة فذلك سنة.قال ابن عمر قلت للنبي صلى الله عليه وسلم أينام أحدنا وهو جنب قال نعم إذا توضأ،ولكن قد وردت فيه رخصة قالت عائشة رضى الله عنها كان النبي صلى الله عليه وسلم ينام جنباً لم يمس ماء.ومهما عاد إلى فراشه فليمسح وجه فراشه أو لينفضه فإنه لا يدرى ما حدث عليه بعده ولا ينبغي أن يحلق أو يقلم أو يستحد أو يخرج الدم أو يبين من نفسه جزئاً وهو جنب إذ ترد إليه سائر أجزائه في الآخرة فيعود جنباً ويقال إن كل شعرة تطالبه بجنابتها ومن الآداب أن لا يعزل بل لا يسرح إلا إلى محل الحرث وهو الرحم فَمَا مِنْ نَسَمَةٍ قَدَّرَ اللَّهُ كَوْنَهَا إِلَّا وهي كائنة.هكذا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فإن عزل فقد اختلف العلماء في إباحته وكراهته على أربع مذاهب فمن مبيح مطلقاً بكل حال ومن محرم بكل حال ومن قائل يحل برضاها ولا يحل دون رضاها وكأن هذا القائل يحرم الإيذاء دون العزل ومن قائل يباح في المملوكة دون الحرة،والصحيح عندنا أن ذلك مباح وأما الكراهية فإنها تطلق لنهي التحريم ولنهي التنزيه ولترك الفضيلة فهو مكروه بالمعنى الثالث أي فيه ترك فضيلة كما يقال يكره للقاعد في المسجد أن يقعد فارغاً لا يشتغل بذكر أو صلاة ويكره للحاضر في مكة مقيماً بها أن لا يحج كل سنة والمراد بهذه الكراهية ترك الأولى والفضيلة فقط وهذا ثابت لما بيناه من الفضيلة في الولد ولما رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إن الرجل ليجامع أهله فيكتب له بجماعه أجر ولد ذكر قاتل في سبيل الله فقتل،وإنما قال ذلك لأنه لو ولد له مثل هذا الولد لكان له أجر التسبب إليه مع أن الله تعالى خالقه ومحييه ومقويه على الجهاد والذي إليه من التسبب فقد فعله وهو الوقاع وذلك عند الإمناء في الرحم.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح: ۲/ ۴۹ـ ۵۱،دارالمعرفة بيروت،انيس) ==

== **عزل پر ایک شبہ اور اس کا جواب**:

ہماری اس تقریر پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے عزل اس اعتبار سے ممنوع نہ ہو کہ اس سے بچے کے وجود میں خلل واقع ہوتا ہے؛ بلکہ اس نیت کی وجہ سے مکروہ ہو جو عزل کا سبب بنتی ہے، یقیناً یہ نیت فاسد ہوگی، یہ بھی امکان ہے کہ اس میں شرکِ خفی کا شائبہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مرد مندرجہ ذیل پانچ وجوہات کی بنا پر عزل کرتا ہے، پہلی وجہ کا تعلق لونڈیوں سے ہے؛ یعنی اپنی مملوکہ عورتوں کے ساتھ عزل کرتا ہے؛ تاکہ ملک ضائع نہ ہو؛ کیوں کہ ماں بننے کے بعد باندی آزادی کی مستحق ہو جائے گی، ہمارے خیال میں اپنی ملک کو ضائع ہونے سے بچانے کی کوشش کرنا ممنوع نہ ہونا چاہیے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عورت کا حسن و جمال باقی رہے اور صحبت برقرار رہے، بچے کی پیدائش ایک تکلیف دہ عمل ہے، اس میں بعض اوقات عورت کی جان کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اور وہ اپنی صحت اور اپنا حسن و جمال کھو بیٹھتی ہے، یہ وجہ بھی ممنوع نہیں ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ بچے زیادہ نہ ہوں، بچوں کی کثرت سے بہت سی پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں، کمانے کے لیے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ بعض اوقات حلال ذرائع آمدنی کافی نہیں ہوتے تو ناجائز ذرائع معاش اختیار کرنے پڑتے ہیں، یہ نیت بھی فاسد نہیں کہلائی جا سکتی؛ اس لیے کہ پریشانیوں کی کمی سے دین پر مدد ملتی ہے اور باری تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کا زیادہ موقع ملتا ہے، ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کمالِ فضل یہی ہے کہ انسان باری تعالیٰ کے وعدہ رزق کا اعتبار کرے اور مندرجہ ذیل آیت کریمہ کے معنی و مفہوم پر پورا یقین رکھے۔

﴿وَمَا مِنْ دابَّةٍ فِی الْأَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰه رِزْ قُهَا﴾ (سورۃ ھود:٦)

(اور کوئی جانور روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔)

یقیناً اس نیت کے ساتھ عزل کرنا انسان کو یقین کے اعلیٰ مرتبے سے گرا دیتا ہے؛ لیکن انجام پر نظر رکھنا مال جمع کرنا وغیرہ امور خلاف توکل ضرور ہیں، ممنوع نہیں ہیں۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس خوف سے عزل کرے کہ اگر لڑکیاں پیدا ہوئیں تو ان کی شادی کرنی ہوگی اور پیشانی پر دامادی کا کلنک لگے گا۔ عربوں کا یہی دستور تھا کہ ان کے یہاں جب کوئی لڑکی پیدا ہوتی تو وہ اسے قتل کر دیتے، یا زندہ دفن کر دیتے، بلا شبہ یہ ایک خراب اور فاسد نیت ہے، اگر کوئی شخص اس خیال سے شادی نہ کرے تو صحبت نہ کرے، یا صحبت کرے تو عزل کرے تو یقیناً، وہ شخص گنہگار رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (نکاح اور لڑکیوں کی پیدائش) کو اس طرح معیوب سمجھنا اعتقاد کی خرابی پر دلالت کرتا ہے، اس سے بچنا چاہیے۔ بعض عورتیں بھی اس بدنیتی میں مبتلا ہوتی ہیں اور وہ اس لیے نکاح نہیں کرتیں کہ مردوں کی حاکمیت، یا قوامیت انھیں گوارا نہیں ہے۔ ایسی عورتیں بالواسطہ طور پر قانون فطرت کے خلاف ورزی کے جرم کا ارتکاب کرتی ہیں؛ اس لیے وہ بھی گناہ گار ہیں۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ عورت خود عزل کی خواہش کرے، بعض عورتیں خود کو معزز سمجھتی ہیں، وہ یہ نہیں چاہتیں کہ ان کے بچے پیدا ہوں، نفاس آئے، دردزہ میں مبتلا ہوں، بچوں کو دودھ پلانا پڑے، ان کی پرورش اور دیکھ بھال کرنی پڑے۔ خارجی عورتوں کی یہ عادت تھی کہ وہ پانی بکثرت استعمال کیا کرتی تھیں، حیض کے دنوں کی نمازیں بھی قضا پڑھتی تھیں اور بیت الخلاء میں ننگے جسم جایا کرتی تھیں، یہ عادتیں بدعت میں داخل ہیں۔ فرقہ خارجیہ کی ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے آئی تو آپ نے اس کی ان غلط عادات کی بنا پر ملنے سے انکار فرما دیا، بہرحال یہ نیت بھی فاسد ہے۔ اس تفصیل کا حاصل یہ نکلا کہ بچوں کی پیدائش روکنے کے لیے عزل کرنا صحیح ہے، اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ ==

== **عزل کی روایات**:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"من ترک النکاح مخافة العیال فلیس منا، ثلاثا". (یہ روایت کتاب النکاح کے شروع میں گزری ہے) **(عن أبی نجیح قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من قدر علی أن ینکح فلم ینکح فلیس منا. (سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۲۲۱۰، مراسیل أبی داؤد، رقم الحدیث: ۲۰۲، مسند الحارث، رقم الحدیث: ٤٨٢، انیس)**

(جو شخص عیال کے خوف سے نکاح ترک کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے، آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔)

اس سے معلوم ہوا کہ عزل کرنے والا بھی اس وعید کا مستحق ہے؛ کیوں کہ اس میں بھی عیال کا خوف پایا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں "**لیس منا**" سے مراد یہ ہے کہ وہ ہماری سنت اور ہمارے طریقے پر نہیں ہے، ہمارا طریقہ افضل پر عمل کرنا ہے، نہ کہ افضل کو ترک کرنا، اگر آپ یہ کہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ عزل کے متعلق ارشاد فرمایا:

"ذاک الواد الخفی وقرأ ﴿واذا المؤودة سئلت﴾ (مسلم، جذامۃ بنت وہب) **(صحیح لمسلم، باب جواز الغیلة، رقم الحدیث: ١٤٤٢، انیس)**

(یہ پوشیدہ طور پر زندہ درگور کرنا ہے، اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا"۔)

تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ صحیح روایات سے عزل کی اباحت بھی ثابت ہے۔ (مثلاً مسلم میں ابوسعید الخدری کی روایت ہے کہ صحابہ نے عزل کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ اگر تم یہ نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ نسائی نے بھی یہ روایت ابوصرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عزل کیا کرتے تھے۔ مسلم نے اس میں اضافہ کیا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے اس فعل کی اطلاع ہوئی تو آپ نے منع نہیں فرمایا۔ نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہود کا خیال ہے کہ عزل واد صغیر ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہود کا خیال غلط ہے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ عزل کی اباحت کے راوی تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور قوت حافظہ میں بھی۔)

پھر یہاں قابلِ غور بات یہ بھی ہے کہ آپ نے عزل کو واد خفی فرمایا، جو شرک خفی کے مشابہ ہے۔ اس اعتبار سے اس میں کراہت ضرور ہے؛ لیکن حرمت نہیں ہے، یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے بھی عزل کی حرمت پر استدلال کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے عزل کو "**واد صغیر**" (چھوٹا زندہ درگور کرنا) قرار دیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بطریق قیاس عزل کے متعلق یہ رائے قائم کی ہے، یہ قیاس ضعیف ہے، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے کا علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ "**واد**" (زندہ دفن کرنا) اس وقت تک اپنے حقیقی معنوں میں نہیں پایا جا سکتا، جب تک کہ نطفہ تخلیق کے سات مرحلوں سے نہ گزرے، اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، جس میں تخلیق کے ان تمام مرحلوں کا ذکر ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ، ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً، فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا، ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ﴾ (سورۃ المؤمنون: ۱۲-۱۴) ==

== (اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے (غذا) سے بنایا، پھر ہم نے اس کو نطفے سے بنایا، جو کہ (ایک مدت معینہ تک) ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں رہا، پھر ہم نے اس نطفے کو خون کا لوتھڑا بنا دیا، پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو (گوشتکی) بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے اس بوٹی (کے بعض اجزاء) کو ہڈیا بنا دیا، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی (طرح کی) مخلوق بنا دیا۔)

اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَاِذَا الْمَوْءُ دَةُ سُئِلَتْ﴾ (سورۃ التکویر:۸)

(اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔)

قیاس اور نصوص سے نتائج اخذ کرنے کے سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان جو فرق ہے، وہ عزل کے متعلق دونوں حضرات کے خیالات سے واضح ہوجاتا ہے۔

عزل کے سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے اس لیے بھی محل نظر ہے کہ صحیح روایات سے عزل کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عزل کیا کرتے تھے اور یہ دور دورہ تھا جب کہ قرآن پاک نازل ہورہا تھا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آپ کو ہمارے عزل کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ہمیں منع نہیں فرمایا۔ (بخاری ومسلم) (**صحیح البخاری،باب العزل،رقم الحدیث:۵۲۰۷،صحیح لمسلم،باب حکم العزل،رقم الحدیث:۱٤٤٠،انیس**)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی ایک روایت ہے کہ ایک شخص سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری ایک باندی ہے، یہ باندی ہماری گھریلو خادمہ بھی ہے اور ہمارے باغ میں پانی بھی دیتی ہے، میں اس سے صحبت بھی کرتا ہوں؛ لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ حاملہ ہو۔ آپ نے فرمایا: اگر چاہو تو عزل کرلیا کرو، ہوگا وہی جو اللہ نے قسمت میں لکھ دیا تھا کہ جو اللہ نے قسمت میں لکھ دیا ہے وہی ہوگا۔ (مسلم) (**عن جابر قال:أتی النبی صلی اللہ علیه وسلم رجل من الأنصار فقال:إن خادما لی تسنی علی ناقة لی،وأنا أعزل عنها،فحملت،فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم:ما قدر اللہ أن یخلقها إلا وهی کائنة.(سنن سعیدبن منصور،باب جامع الطلاق،رقم الحدیث:۲۲٤٤،انیس)(وإنما قلنا لا کراهة بمعنی التحریم والتنزیه لأن إثبات النهی إنما یمکن بنص أو قیاس علی منصوص ولا نص ولا أصل یقاس علیه بل ههنا أصل یقاس علیه وهو ترک النکاح أصلاً أو ترک الجماع بعد النکاح أو ترک الإنزال بعد الإیلاج فکل ذلک ترک للأفضل ولیس بارتکاب نهی ولا فرق إذ الولد یتکون بوقوع النطفة فی الرحم ولها أربعة أسباب النکاح ثم الوقاع ثم الصبر إلی الإنزال بعد الجماع ثم الوقوف لینصب المنی فی الرحم وبعض هذه الأسباب أقرب من بعض فالامتناع عن الرابع کالامتناع عن الثالث وکذا الثالث کالثانی والثانی کالأول ولیس هذا کالإجهاض والوأد لأن ذلک جنایة علی موجود حاصل وله أیضاً مراتب وأول مراتب الوجود أن تقع النطفة فی الرحم وتختلط بماء المرأة وتستعد لقبول الحیاة وإفساد ذلک جنایة فإن صارت مضغةً وعلقةً کانت الجنایة أفحش وإن نفخ فیه الروح واستوت الخلقة ازدادت الجنایة تفاحشاً ومنتهی التفاحش فی الجنایة بعد الانفصال حیاً،** ==

== وإنما قلنا مبدأ سبب الوجود من حيث وقوع المنى فى الرحم لا من حيث الخروج من الإحليل لأن الولد لا يخلق من منى الرجل وحده بل من الزوجين جميعاً إما من مائه ومائها أو من مائه ودم الحيض قال بعض أهل التشريح إن المضغة تخلق بتقدير اللّٰه من دم الحيض وإن الدم منها كاللبن من الرائب وإن النطفة من الرجل شرط فى خثور دم الحيض وانعقاده كالأنفحة للبن إذ بها ينعقد الرائب وكيفما كان فماء المرأة ركن فى الانعقاد فيجرى المائان مجرى الإيجاب والقبول فى الوجود الحكمى فى العقود فمن أوجب ثم رجع قبل القبول لا يكون جانياً على العقد بالنقض والفسخ ومهما اجتمع الإيجاب والقبول كان الرجوع بعده رفعاً وفسخاً وقطعاً وكما أن النطفة فى الفقار لا يتخلق منها الولد فكذا بعد الخروج من الإحليل ما لم يمتزج بماء المرأة ودمها فهذا هو القياس الجلى،فإن قلت فإن لم يكن العزل مكروهاً من حيث أنه دفع لوجود الولد فلا يبعد أن يكره لأجل النية الباعثة عليه إذ لا يبعث عليه إلا نية فاسدة فيها شىء من شوائب الشرك الخفى فأقول النيات الباعثة على العزل خمس،الأولى فى السرارى وهو حفظ الملك عن الهلاك باستحقاق العتاق وقصد استبقاء الملك بترك الإعتاق ودفع أسبابه ليس بمنهى عنه،الثانية اسْتِبْقَاءُ جَمَالِ الْمَرْأَةِ وَسِمَنِهَا لِدَوَامِ التَّمَتُّعِ وَاسْتِبْقَاءُ حياتها خوفاً من خطر الطلق وهذا أيضاً ليس منهياً عنه،الثالثة الْخَوْفُ مِنْ كَثْرَةِ الْحَرَجِ بِسَبَبِ كَثْرَةِ الْأَوْلَادِ وَالِاحْتِرَازُ مِنَ الْحَاجَةِ إِلَى التَّعَبِ فِي الْكَسْبِ ودخول مداخل السوء وهذا أيضاً غير منهى عنه فإن قلة الحرج معين على الدين نعم الكمال والفضل فى التوكل والثقة بضمان اللّٰه حيث قال:﴿وما من دابة فى الأرض إلا على اللّٰه رزقها﴾ ولا جرم فيه سقوط عن ذروة الكمال وترك الأفضل ولكن النظر إلى العواقب وحفظ المال وادخاره مع كونه مناقضاً للتوكل لا نقول إنه منهى عنه،الرابعة الخوف من الأولاد الإناث لما يعتقد فى تزويجهن من المعرة كما كانت من عادة العرب فى قتلهم الإناث فهذه نية فاسدة لو ترك بسببها أصل النكاح أو أصل الوقاع أثم بها لا بترك النكاح والوطء فكذا فى العزل والفساد فى اعتقاد المعرة فى سنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أشد وينزل منزلة امرأة تركت النكاح استنكافاً من أن يعلوها رجل فكانت تتشبه بالرجال ولا ترجع الكراهة إلى عين ترك النكاح،الخامسة أن تمتنع المرأة لتعززها ومبالغتها فى النظافة والتحرز من الطلق والنفاس والرضاع وكان ذلك عادة نساء الخوارج لمبالغتهن فى استعمال المياه حتى كن يقضين صلوات أيام الحيض ولا يدخلن الخلاء إلا عراة فهذه بدعة تخالف السنة فهى نية فاسدة واستأذنت واحدة منهن على عائشة رضى اللّٰه عنها لما قدمت البصرة فلم تأذن لها فيكون القصد هو الفاسد دون منع الولادة،فإن قلت فقد قال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم من ترك النكاح مخافة العيال فليس منا ثلاثاً،قلت فالعزل كترك النكاح،وقوله ليس منا أى ليس موافقاً لنا على سنتنا وطريقتنا وسنتنا فعل الأفضل،فإن قلت فقد قال صلى الله عليه وسلم فى العزل ذاك الوأد الخفى وقرأ وإذا الموئودة سئلت،وهذا فى الصحيح.قلنا وفى الصحيح أيضا أخبار صحيحة،فى الإباحة وقوله الوأد الخفى كقوله الشرك الخفى وذلك يوجب كراهة لا تحريماً،فإن قلت فقد قال ابن عباس العزل هو الوأد الأصغر فإن الممنوع وجوده به هو الموئودة الصغرى،قلنا هذا قياس منه لدفع الوجود على قطعه وهو قياس ضعيف ولذلك أنكره عليه على رضى الله عنه لما سمعه قال ولا تكون موئودة إلا بعد سبع أى بعد الأخرى سبعة أطوار ==

نکاح کی اہمیت اوراس کا حکم:

سوال: کیا نسل انسانی کی بقا اور صالح معاشرہ کے لیے نکاح فرض ہے؟ (محمد فہیم انور خاں، مہدی پٹنم)

الجواب

جو شخص نفقہ ادا کرنے پر قادر ہو اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ میں پڑنے کا اندیشہ محسوس کرتا ہو، اس کے لیے نکاح کر لینا فرض ہے۔

" لاخلاف أن النكاح فرض حالة التوقان". (۱)

اور اگر گناہ میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو؛ بلکہ معتدل کیفیت ہو تو بھی سنت مؤکدہ سے کم نہیں، چناں چہ اگر بہتر نیت سے نکاح کریں تو ثواب کا مستحق ہوگا اور نہ کریں تو گنہگار ہوگا۔

"ويكون سنة مؤكدة فى الأصح فيأثم بتركه ويثاب إن نوى تحصينا وولدا". (۲)

کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی تاکید فرمائی ہے اور تجرد کی زندگی کو ناپسند فرمایا ہے۔ (۳)

(کتاب الفتاویٰ: ۲۹۴/۴)

== وتلا الآية الواردة فى أطوار الخلقة وهى قوله تعالى وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ إلى قوله ثم أنشأناه خلقاً آخر أى نفخنا فيه الروح ثم تلا قوله تعالى فى الآية ﴿وإذا الموؤدة سئلت﴾ وإذا نظرت إلى ما قدمناه فى طريق القياس والاعتبار ظهر لک تفاوت منصب على وابن عباس رضى الله عنهما فى الغوص على المعانى ودرک العلوم كيف وفى المتفق عليه فى الصحيحين على جابر أَنَّهُ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ وَفِي لَفْظٍ آخَرَ كُنَّا نَعْزِلُ فَبَلَغَ ذَلِکَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ ينهنا، وفيه أيضاً عن جابر أنه قال إن رجلاً أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال إن لى جارية خادمتنا وساقيتنا فى النخل وأنا أطوف عليها وأكره أن تحمل فقال صلى الله عليه وسلم: اعزل عنها إن شئت فإنه سيأتيها ما قدر لها فلبث الرجل ما شاء الله ثم أتاه فقال: إن الجارية قد حملت، فقا:ل قد قلت سيأتيها ما قدر لها، كل ذلک فى الصحيحين. (إحياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح: ۵۱/۲-۵۳، دار المعرفة بيروت، انيس) (احیاء العلوم، اردو ترجمہ: ۶۷/۲-۹۴، انیس)

(۱) بدائع الصنائع: ۴۸۳/۲ (صفة النكاح المشروع: ۲۲۸/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۲) الدر المختار: ۶۵/۴) (كتاب النكاح: ۷/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) صحيح مسلم: ۴۴۹/۱ (عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا معشر الشباب! من استطاع منكم الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء. (صحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه، الخ: ۴۴۹/۱، بيت الأفكار، رقم: ۱۴۰۰، صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم من استطاع منكم الباءة فليتزوج، الخ، النسخة الهندية: ۷۵۸/۲، رقم: ۴۸۷۵، ف: ۵۰۶۶، سنن الترمذى، أبواب النكاح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۲۰۶/۱، دار السلام رقم: ۱۰۸۱، انيس)

ساری زندگی عبادت، یا تعلیم وتعلم میں گزارنا افضل ہے، یا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرا ایک بھائی عالم ہے، جو کافی عبادت کرتا ہے، اس کے پاس مال بھی موجود ہے اور صحت مند بھی ہے؛ لیکن وہ کہتا ہے میں شادی نہیں کروں گا، ساری زندگی عبادت میں گزاروں گا تو کیا ان کا یہ فعل شرعاً صحیح ہے، یا نہیں؟ آیا شادی کرنا افضل ہے، یا ساری زندگی عبادت میں گزارنا افضل ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جب چند صحابہ کرام کی باتیں پہنچیں کہ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ نکاح نہیں کریں گے؛ تاکہ باقی ماندہ زندگی دن کے روزے اور رات کی عبادت سے منور ہو تو چہرۂ انور صلی اللہ علیہ وسلم متغیر ہوا اور انتہائی بلیغ انداز میں ان کی تردید فرمائی کہ میں تو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ (تو تمہیں کیا ہوا ہے کہ بجائے میری اتباع کے اپنی رائے پر عمل کرنا چاہتے ہو، حالاں کہ میں تمہارے لیے نمونۂ حیات ہوں) پس جو میری سنت (نکاح) سے اعراض کرے گا، وہ مجھ (میرے متبعین میں) سے نہیں۔ (رواہ مسلم: ۴۴۹/۱، مکتبہ قدیمی) (۱)

مذکورہ حدیث کے ذیل میں شادی کرنا ہر شخص پر لازم ہونا چاہیے تھا؛ لیکن فقہاء نے مراد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھانپ کر شادی کے حکم کو مزاجِ انسانی پر رکھا ہے، چوں کہ حالات اور طبائع مختلف ہوتی ہیں، لہٰذا مختلف لوگوں کے لحاظ سے نکاح کا حکم بھی مختلف ہوگا:

(۱) اگر کسی شخص کو نان ونفقہ پر قدرت ہو اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا، یا بدنظری وغیرہ میں مبتلا ہونے کا یقین ہو تو ایسے شخص پر نکاح فرض ہوگا۔

(۲) اگر گناہ میں مبتلا ہونا اندیشے کی حد تک ہو تو نکاح واجب ہوگا۔

(۳) اگر گناہ وغیرہ میں پڑنے کا کوئی خطرہ نہ ہو (یعنی معتدل المزاج ہو) تو نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہوگا۔

(۴) اگر نکاح کرنے سے حقوقِ زوجیت میں ناانصافی برتنے، یا بیوی پر ظلم کرنے کا ظنِ غالب ہو تو نکاح کرنا مکروہ ہوگا۔

---

(۱) عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا آكُلُ اللَّحْمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (صحيح لمسلم، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه، رقم الحديث: ١٤٠١، مسند البزار، مسند أبي حمزة أنس بن مالك، رقم الحديث: ٦٨٠٧، سنن النسائي، باب النهي عن التبتل، رقم الحديث: ٣٢١٧، انيس)

چوں کہ صورت مسئولہ میں سائل کا بھائی مالدار، صحت منداور ماشاء اللہ عالم بھی ہے، لہٰذا وارثِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے ناطے انہیں اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (نکاح) سے دریغ نہیں کرنا چاہیے، ورنہ ترک پر گنہگار ہوگا۔ نیز معتدل المزاج شخص کے لیے ساری زندگی عبادت، یا تعلیم وتعلم میں گزارنے سے شادی کرنا افضل ہے؛ کیوں کہ نکاح کے فوائد کثیر اور متعدی ہیں۔

لمافی مبسوط السرخسی (۱۹۲/٤،دارالفکر):ثم يتعلق بهذا العقد أنواع من المصالح الدينية والدنيوية من ذلک حفظ النساء والقيام عليهن والإنفاق ومن ذلک صيانة النفس عن الزنى ومن ذلک تكثير عباد الله تعالى وأمة الرسول صلى الله عليه وسلم.

وفي فتح القدير (۱۸۸/۳،دارالفکر): وقيل مستحب وقيل إنه سنة مؤكدة وهو الأصح وهو محمل قول من أطلق الاستحباب وكثيرا ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة.

وبعد أسطر:وبالجملة فالأفضلية في الاتباع لا فيما يخيل للنفس أنه أفضل نظرا إلى ظاهر عبادة وتوجه ولم يكن الله عز وجل يرضى لأشرف أنبيائه إلا بأشرف الأحوال وكان حاله إلى الوفاة النكاح فيستحيل أن يقرره على ترک الأفضل مدة حياته وحال يحيى بن زكريا عليهما السلام كان أفضل في تلک الشريعة وقد نسخت الرهبانية في ملتنا ولو تعارضا قدم التمسک بحال النبي صلى الله عليه وسلم وعن ابن عباس رضي الله عنهما تزوجوا فإن خير هذه الأمة أكثرها نساء ومن تأمل ما يشتمل عليه النكاح من تهذيب الأخلاق وتوسعة الباطن بالتحمل في معاشرة أبناء النوع وتربية الولد والقيام بمصالح المسلم العاجز عن القيام بها والنفقة على الأقارب والمستضعفين وإعفاف الحرم ونفسه ودفع الفتنة عنه وعنهن ودفع التقتير عنهن بحبسهن لكفايتهن مؤنة سبب الخروج ثم الاشتغال بتأديب نفسه وتأهيله للعبودية ولتكون هي أيضا سببا لتأهيل غيرها وأمرها بالصلاة فإن هذه الفرائض كثيرة لم يكد يقف عن الجزم بأنه أفضل من التخلي بخلاف ما إذا عارضه خوف الجور إذ الكلام ليس فيه بل في الاعتدال مع أداء الفرائض والسنن.

وفي الشامية (۷/۳): قوله (سنة مؤكدة في الأصح)... وقيل واجب عينا ورجحه في النهر كما يأتي قال في البحر ودليل السنية حال الاعتدال الاقتداء بحاله في نفسه ورده على من أراد من أمته التخلي للعبادة كما في الصحيحين ردا بليغا بقوله فمن رغب عن سنتي فليس مني كما أوضحه في الفتح،آه،وهو أفضل من الاشتغال بتعلم وتعليم كما في درر البحار وقدمنا أنه أفضل من التخلي للنوافل قوله (فيأثم بتركه)... قوله (ويثاب إن نوى تحصينا). (نجم الفتاویٰ:۴/۷-۸)

تبلیغی جماعت کے لیے زندگی وقف کر کے تاحیات نکاح نہ کرنے کا حکم:

سوال: ہمارے محلے کے ایک تبلیغی ساتھی نے عین عالم جوانی میں اپنی پوری زندگی تبلیغ کے لیے وقف کر دی اور گھر والوں کو بتا کر تاحیات زندگی لگانے کا ارادہ لے کر نکل گئے، (یعنی واپس تو آئیں گے؛ لیکن نکاح وغیرہ نہیں کریں گے۔) پوچھنا یہ ہے کہ فرض کفایہ کی ادائیگی کے لیے تاحیات نکاح نہ کرنے کا عزم کیسا ہے؟ نیز والدین اور بہن بھائیوں کے حقوق کا کیا کرنا ہوگا؟

صحابہ کرام اور تابعین عظام کے دور میں کیا اس کی کوئی نظیر ہے؟ کسی صحابی نے ایسا کیا ہو کہ اپنی زندگی دین کے لیے وقف کر کے نکاح نہ کیا ہو؟ ان کی زندگی کی کچھ جھلک بیان کر دیں۔ میرا دل اس شخص کی حرکت پر مطمئن تو نہیں ہے، میں نے کہا آپ سے تحریری صورت میں پوچھ لوں۔ ازراہِ کرم میرے سوال کے تمام پہلو کے جواب عنایت فرمادیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اور احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ اس کے ذریعہ آدمی بہت سے معاصی اور گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نکاح نفلی عبادت کے لیے اپنے آپ کو فارغ کر دینے سے بہتر ہے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس سنت پر عمل کیا ہے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اس کو ترک کرنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ میں تو نکاح کرتا ہوں،(۱) لہٰذا سنت یہی ہے کہ آدمی دین کا کام بھی کرے؛ لیکن اس کے ساتھ اس سنت پر بھی عمل کرے، اسی میں اس شخص کے دنیا اور آخرت کا نفع مضمر ہے۔

والدین کی خدمت کے بھی بہت سے فضائل احادیث میں آئے ہیں اور والدین کے حقوق کو ادا کرنا فرض ہے، حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام نے جہاد جیسی عبادت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ والدین کی خدمت کرو یہی تمہارے لیے جہاد ہے اور علماء نے والدین کی اجازت کے بغیر جہاد وغیرہ میں جانے سے منع فرمایا ہے (جب کہ فرض عین نہ ہو)۔

لہٰذا اس شخص کو چاہیے کہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ اور جو حقوق ذمہ میں ہیں، ان کو بھی ادا کرے اور سنت یہی ہے کہ نکاح بھی کرے؛ اس لیے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہی امت کی ہدایت اور تبلیغ کے لیے گیا تھا اور ان سے

(۱) عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا آكُلُ اللَّحْمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (صحيح لمسلم، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه، رقم الحديث: ١٤٠١، مسند البزار، مسند أبى حمزة أنس بن مالک، رقم الحديث: ٦٨٠٧، سنن النسائى، باب النهى عن التبتل، رقم الحديث: ٣٢١٧، انيس)

بڑا مبلغ اور داعی اور کون ہوسکتا ہے۔ انبیا کے بعد صحابہ کرام سارے کے سارے دین کے داعی اور مبلغ تھے، اپنی زندگیاں اس کے لیے وقف کی ہوئی تھیں؛ لیکن پھر بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ نے اس سب کے ساتھ نکاح بھی کیا اور تمام حقوق والدین، رشتہ داروں کے بھی ادا کیے۔ تبلیغی جماعت کے اکثر اکابرین کا بھی یہی حال ہے کہ انہوں نے نکاح بھی کئے ہیں اور ساتھ میں تبلیغ بھی کرر ہے ہیں۔ نصاب بھی ایسا رکھا ہے کہ آدمی سارے حقوق بھی ادا کرسکتا ہے اور ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کرسکتا ہے۔

البتہ پھر بھی کسی شخص کو یہ غالب گمان ہو کہ اگر وہ نکاح کرے گا تو دین کی خدمت نہیں کر سکے گا اور بیوی بچوں میں پھنس جائے گا اور اسے یہ یقین بھی ہے کہ بغیر نکاح کے گناہ میں بھی مبتلا نہیں ہوگا اور والدین نے بھی اس کو اجازت دے دی ہے کہ وہ دین کا کام کرے تو ایسے شخص کے لیے نکاح نہ کرنے کی گنجائش ہے۔ اس کی مثالیں تابعین کے دور میں اور اسلاف میں موجود ہیں، چنانچہ شیخ عبداللہ بن ابی نجیح مکی جو تابعین میں سے ہیں اور امام بخاری کے شیوخ سفیان ثوری، سفیان ابن عینیہ وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے، انہوں نے علم کی مشغولی کی بنا پر نکاح نہیں کیا۔ اسی طرح علامہ ابن تیمیہ مشہور محدث اور بزرگ ہیں، انہوں نے بھی نکاح نہیں فرمایا۔ بہت سے اکابرین ہیں، جنہوں نے علم کی مشغولیت، یا دعوت، یا اسی طرح اور دینی خدمات کی بنا پر نکاح نہیں فرمایا۔

لمافی الترمذی (۲٦/۱): **عن أبی أیوب قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح.** (۱)

وکذا فیہ (۲۹٦/۱،ابواب الجهاد): **عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال: جاء رجل إلی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یستأذنہ فی الجهاد فقال: ألک والدان؟ قال نعم .قال: ففیهما فجاهد.** (۲)

وفی المرقاۃ (۱۸۷/٦، کتاب النکاح،ط:امدادیہ): **قال ابن الهمام: التجرد عند الشافعی أفضل لقولہ تعالی: ﴿وسیدا وحصورا﴾** (آل عمران) **یمدح یحیی علیہ الصلاۃ والسلام بعدم إتیان النساء مع القدرۃ لأن هذا معنی الحصور... فالأولی فی جوابہ التمسک بحالہ وردہ علی من أراد من أمتہ التخلی للعبادۃ فإنہ صریح فی عین المتنازع فیہ وهو ما فی الصحیحین أن نفرا من أصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سألوا أزواجہ عن عملہ فی السر فقال بعضهم لا أتزوج النساء وقال بعضهم لا آکل اللحم وقال بعضهم لا أنام علی فراش فبلغ ذلک النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فحمد اللّٰہ وأثنی علیہ وقال: ''ما بال أقوام قالوا کذا؛ لکنی أصلی وأنام وأصوم وأفطر وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی''، فرد هذا الحال ردا مؤکدا، حتی تبرأ منہ**

---

(۱) سنن الترمذی،باب ماجاء فی فضل التزویج والحث علیہ،رقم الحدیث: ۱۰۸۰،انیس

(۲) سنن الترمذی،باب ماجاء فیمن خرج فی الغزو وترک أبویہ،رقم الحدیث: ۱٦۷۱،انیس

وبالجملة فالأفضلية فى الاتباع لا فيما تخيل لنفس أنه أفضل نظرا إلى ظاهر عبادة وتوجه ولم يكن الله عز وجل يرضى لأشرف أنبيائه إلا بأشرف الأحوال وكان حاله إلى الوفاة النكاح فيستحيل أن يقره على ترك الأفضل مدة حياته.

وفى العلماء العزاب (۳۳، ط:غفورية): وجب الدعوة وارادة النهوض بالعالم الاسلامى صرف الكثير من رجال الاصلاح عن الزواج طول حياتهم او جزء اكبيرا من حياتهم والأمثلة كثيرة على مجرى التاريخ.

وفى الدرالمختار (۶/۳،دارالفكر): (ويكون واجبا عند التوقان) فإن تيقن الزنا إلا به فرض، نهاية، وهذا إن ملك المهر والنفقة وإلا فلا إثم بتركه، بدائع (و) يكون (سنة) مؤكدة فى الأصح فيأثم بتركه ويثاب إن نوى تحصيناً وولداً (حال الاعتدال) أى القدرة على وطء ومهر ونفقة ورجح فى النهر وجوبه للمواظبة عليه والإنكار على من رغب عنه (ومكروها لخوف الجور) فإن تيقنه حرم ذلك.

وفى الشامية (۷/۳): ودليل السنية حال الاعتدال الاقتداء بحاله فى نفسه ورده على من أراد من أمته التخلى للعبادة كما فى الصحيحين ردا بليغا بقوله فمن رغب عن سنتى فليس منى كما أوضحه فى الفتح اه. وهوأفضل من الاشتغال بتعلم وتعليم كما فى درر البحار وقدمنا أنه أفضل من التخلى للنوافل... قوله (للمواظبة عليه والإنكار الخ) فإن المواظبة المقترنة بالإنكار على الترك دليل الوجوب وأجاب الرحمتى بأن الحديث ليس فيه الإنكار على التارك بل على الراغب عنه ولا شك أن الراغب عن السنة محل الإنكار.

وفى الدرالمختار (۱۲۴/۴): لا يحل سفر فيه خطر الا باذنهما وما لا خطر فيه يحل بلا اذن.

(نجم الفتاویٰ:۹/۴-۱۱)

مرید کا بیعت کی وجہ سے شادی نہ کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند سال پہلے میں نے ایک بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔اس سال میں شادی کرنے والا ہوں، جب لوگ یہ سنتے ہیں کہ میں شادی کرنے والا ہوں تو بعض لوگ کہتے ہیں: مرید کو شادی نہیں کرنی چاہیے۔اگر مرید شادی کرلے گا تو اس کی اصلاح کیسے ہوگی؟ سوال یہ ہے کہ کیا مرید کو شادی کرنی چاہیے، کیا شادی اصلاح کے اندر روکاٹ ہے؟

الجواب ــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت مطہرہ نے نکاح کو انسان کی عفت و پاکدامنی کا ذریعہ بنایا ہے۔حدیث شریف میں آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللّٰہ فی النصف الباقی“.(مشکاۃ:۲/۲۶۸)(۱)

(یعنی بندہ جب نکاح کرلے تو وہ اپنے نصف دین کو مکمل کرلیتا ہے، باقی نصف دین کے لیے اسے اپنے اللہ سے تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔)

اگر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہو اور آدمی نکاح کی طاقت بھی رکھتا ہو؛ یعنی وہ عورت کو نان نفقہ اور رہائش فراہم کرسکتا ہو تو اس صورت میں نکاح واجب ہوجاتا ہے۔ نیز اگر ان ساری چیزوں کے ہوتے ہوئے کوئی نکاح نہ کرے تو حدیث میں ایسے شخص کے بارے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ میری امت میں سے نہیں۔ بہرحال آپ بعض لوگوں کی احمقانہ باتوں پر نہ جائیں؛ بلکہ فوراً شادی کریں؛ کیوں کہ اسی میں انسان کی اصلاح پوشیدہ ہے۔ ہاں! اگر آپ کو آپ کے پیرومرشد کسی مصلحت کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لیے منع کررہے ہوں تو اس صورت میں شادی کو مؤخر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

لمافی القرآن الکریم (سورۃالنسآء:۳): ﴿فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾

وفی البخاری (۲/۷۵۸): حدثنا عمر بن حفص بن غیاث...فقال عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ: کنا مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم شبابا لانجد شیئا، فقال لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: یا معشر الشباب، من استطاع الباءۃ فلیتزوج، فإنہ أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فإنہ لہ وجاء.(۲)

وفی الترمذی (۱/۲۰۶): عن أبی أیوب رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح.(۳)

وفی کنز العمال (۱۶/۲۷۱): النکاح سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی.(۴)

وفی الشامیۃ(۳/۷): (قولہ:سنۃ مؤکدۃ فی الأصح)وھو محمل القول بالاستحباب وکثیراً ما یتساھل فی إطلاق المستحب علی السنۃ، وقیل: فرض کفایۃ، وقیل: واجب کفایۃ، وتمامہ فی الفتح، وقیل:واجب عینا، ورجحہ فی النھر کما یأتی، قال فی البحر: ودلیل السنیۃ حالۃ

---

(۱) عن أنس بن مالک قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:إذا تزوج العبد فقد کمل نصف الدین فلیتق اللّٰہ فی النصف الباقی.(شعب الإیمان،فصل فی الترغیب فی النکاح لما فیہ من العون،رقم الحدیث:۵۱۰۰،انیس)

(۲) صحیح البخاری،باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم،رقم الحدیث:۵۰۶۶،انیس

(۳) سنن الترمذی،باب ماجاء فی فضل التزویج والحث علیہ،رقم الحدیث:۱۰۸۰،انیس

(۴) عن عائشۃ قالت:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی، وتزوجوا فإنی مکاثر بکم الأمم،ومن کان ذاطول فلینکح،ومن لم یجد فعلیہ بالصیام،فإن الصوم لہ وجاء.(سنن ابن ماجۃ،باب ماجاء فی فضل النکاح،رقم الحدیث:۱۸۴۶،انیس)

الاعتدال الاقتداء بحاله صلى الله عليه وسلم في نفسه، ورده على من أراد من أمته التخلي للعبادة، كما في الصحيحين رداً بليغاً بقوله: ''فمن رغب عن سنتي فليس مني''، كما أوضحه في الفتح، آه، وهو أفضل من الاشتغال بتعلم وتعليم كما في درر البحار وقدمنا أنه أفضل من التخلي للنوافل قوله (فيأثم بتركه) لأن الصحيح أن ترك المؤكدة مؤثم كما علم في الصلاة، بحر... (قوله: ويثاب إن نوى تحصينا) أي منع نفسه ونفسها عن الحرام وكذا لو نوى مجرد الاتباع وامتثال الأمر. (نجم الفتاویٰ: ۹/۴)

کیا گدی نشیں کا نکاح جرم ہے:

سوال: اگر خانقاہوں میں تعزیہ بنتا ہے اور چادر چڑھائی جاتی ہے اور وہاں کا یہ دستور ہے کہ جو گدی نشیں ہو، وہ نکاح نہ کرے، اگر نکاح کرے تو گدے سے اتار دیا جائے گا؛ لیکن اگر زنا کرے تو گدی سے نہ اتار جائے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ انتہائی جہالت وضلالت ہے کہ سنت پر عمل کرنا تو جرم قرار پائے اور حرام کاری جرم نہ ہو۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۵۶)

نکاح کے لیے کسی پیر سے مرید ہونا:

سوال: کسی انسان کو طائفہ سے محبت تھی، دونوں توبہ کے بعد نکاح کا ارادہ کرتے ہیں تو کیا نکاح کے جواز کے لیے کسی پیر سے مرید ہونا بھی ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جواز نکاح کے لیے مرید ہونا ضروری نہیں، دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہو جانا (نکاح منعقد ہو جانے کے لیے) کافی ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۴۱)

نکاح میں عجلت:

سوال: بالغ ہونے کے بعد ایک مسلمان مرد کی شادی کب ہونی چاہیے؟ جب کہ:

---

(۱) زنا تمام ادیان میں حرام ہے اور اس سے اس کی قباحت کا پتہ چلایا جا سکتا ہے؛ کیوں کہ بہت سی چیزیں اسلام میں حرام ہیں؛ لیکن دوسرے ادیان میں جائز ہیں، مثلاً شراب؛ لیکن زنا چوں کہ نسل انسانی کے تحفظ اور تشریف کے لیے ہادم اور نافی ہے، اس وجہ سے تمام ادیان کے اندر حرام کیا گیا ہے:

''الزنا حرام في جميع الأديان والملل''. (الدر المحتار، كتاب الحدود: ۶/۴، سعيد)

(الف) اسے معاشی وسعت حاصل ہو۔

(ب) وہ معاشی طور پر کسی کی کفالت کا بار برداشت نہ کرسکتا ہو؟ (ایک قاری، ناندیڑ)

الجواب

(الف) نکاح بھی انسان کے لیے ایک بنیادی ضرورت ہے، اور اس سے دین و اخلاق اور قلب و نگاہ کی حفاظت متعلق ہے؛ اسی لیے اسلام نے نکاح کی حوصلہ افزائی کی ہے اور تجرد کی زندگی کو ناپسند کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح اور اس کی ضروریات کی استطاعت رکھتا ہو، اسے نکاح کر لینا چاہیے کہ یہ نگاہ کو پست رکھنے والی اور عصمت کی حفاظت کرنے والی ہے اور جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے روزہ رکھنا چاہیے کہ یہ گناہوں کے لیے ڈھال ہے''۔(۱)

اس لیے جو صاحبِ استطاعت ہو، اسے نکاح میں عجلت کرنی چاہیے، عام حالات میں تو یہ مسنون ہے اور اگر برائی میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو واجب ہے۔

''ویکون واجبا عند التوقان''.(۲)

(ب) جو لوگ واقعی صاحبِ استطاعت نہ ہوں؛ یعنی معمولی سطح پر بھی زندگی بسر کرنے کی گنجائش نہ ہو تو اس کے لیے نکاح میں تاخیر کرنا جائز ہے، البتہ ایسے شخص کو چاہئے کہ روزے کی کثرت رکھیں، دینی لٹریچر پڑھتے رہیں اور دینی کاموں میں مشغول رہیں؛ تاکہ برائی کی طرف کم سے کم ذہن منتقل ہو اور محنت کرکے نکاح کے لیے مطلوب ضروری وسائل حاصل کرنے کی کوشش کریں اور بلند سے بلند تر معیار زندگی کی تلاش میں نکاح کو مؤخر نہ کریں۔

(کتاب الفتاویٰ:۴/۳۱۰-۳۱۱)

نکاح کی تعریف، غرض اور اس کا طریقہ:

سوال (۱) نکاح کس کو کہتے ہیں؟ اور اس کی کیا غرضیں ہیں؟ اور کیا غایت ہے؟

---

(۱) مشکاة المصابیح، رقم الحدیث: ۳۰۸۰

حدثنا عمر بن حفص بن غیاث...فقال عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ: کنا مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم شبابا لانجد شیئا، فقال لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: یا معشر الشباب، من استطاع الباءة فلیتزوج، فإنہ أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فإنہ لہ وجاء.(صحیح البخاری، باب من لم یستطع الباءة فلیصم، رقم الحدیث: ۵۰۶۶، صحیح لمسلم، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ إلیہ، الخ: ۱/۴۴۹، بیت الأفکار، رقم: ۱۴۰۰، انیس)

(۲) الدرالمختار علی رد المحتار: ۵/۶۳ (کتاب النکاح: ۲/۷، دارالفکر بیروت)

(ویجب عند التوقان) وھو الشوق القوی والمراد بالواجب اللازم فیشمل الفرض والواجب فإنہ یکون واجبا عند عدم خوف الوقوع فی الزنا.(مجمع الأنھر، کتاب النکاح: ۱/۳۱۶، دارإحیاء التراث العربی بیروت، انیس)

(۲) بنیادِ نکاح کیا ہے؟ اور کیسے اور کس طرح ہوسکتا ہے؛ یعنی نکاح ہوجانے کا کیا حکم ہے؟ اس کی کیا صورت ہے؟

(۳) نکاح میں گواہ کی شرط ہے، یا نہیں؟ اور گواہ کتنے شرط ہیں؟ کیا عورتوں کی گواہی سے بھی نکاح ہوسکتا ہے؟

(۴) نکاح میں عورت کے وکیل ہونے کی شرط ہے، ایک یا دو، یا اس سے بھی زائد؟

(۵) نکاح میں قاضی؛ یعنی نکاح پڑھانے والے کی شرط ہے، یا نہیں؟ قاضی ایک، یا دو، یا زائد بھی ہوسکتے ہیں، یا کبھی قاضی کی بھی ضرورت نہیں؟

(۶) نکاح میں قاضی؛ یعنی نکاح پڑھانے والے کی شرط ہے یا نہیں؟ قاضی ایک یا دو یا زائد بھی ہوسکتے ہیں، یا کبھی قاضی کی بھی ضرورت نہیں؟

(۶) گواہ کا مطلب اردو کلام میں کیا ہے؟ اور وکیل کا مطلب کیا ہے اور کیا کام ہے؟ اور یہ سب کام غیر مسلم مرد عورت بھی ادا کرسکتے ہیں یا مسلمان ہونا گواہ اور وکیل کا شرط ہے یا سرپرست بن سکتے ہیں؟

(۷) نکاح کرنے والا مسلم عورت کا سرپرستِ حقیقی اس کا عزیز رشتہ دار ہوسکتا ہے، یا کوئی غیر بھی؛ یعنی گواہ، یا وکیل وغیرہ بھی؟

(۸) نکاح کے معاملہ کو رجسٹر پر لکھ لینا ضروری، یا شرط ہے، یا کہ نہیں؟ اور اگر ایسا نہ ہو تو کیا نکاح نہ ہوگا؟ اگر رجسٹر میں گواہ بھی تین اور قاضی بھی تین سرپرست وکیل بھی تین ہیں؟ اور عورت انکار کردے تو نکاح باقی رہے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱-۸) نکاح ایک عقد ہے، جس کے ذریعہ مرد کو عورت سے حقِ جماع کو حاصل ہوتا ہے اور اس کے لوازمات مرتب ہوتے ہیں، عورت کے لیے مہر، نفقہ، سکنیٰ، نیز اولاد ہونے پر ثبوتِ نسب وغیرہ، (۱) عورت اگر بالغہ ہو تو وہ خود بھی بغیر سرپرست کے اور بغیر کسی وکیل کے براہ راست عقدِ نکاح کرسکتی ہے؛ مگر اس کے لیے اتنی شرط ہے کہ اپنے کفو میں مہرِ مثل پر نکاح کرے، اپنے سے گرے ہوئے مرد سے نکاح نہ کرے، جس سے اس کے خاندان کو عار لاحق ہو، (۲) اس کا سرپرست ولی بھی اس کا نکاح اس کی اجازت سے کرسکتا ہے اور یہی بہتر ہے۔ ولی نے اگر بغیر اس سے اجازت حاصل کئے اس کا نکاح کردیا اور وہ معلوم ہونے پر خاموش ہوگئ؛ یعنی رضامند رہی، تب بھی نکاح معتبر ہوجائے گا۔ (۲)

---

(۱) هو عقد يفيد ملك المتعة:أی حل استمتاع الرجل.الخ.(الدر المختار)(قوله: أی حل استمتاع الرجل): أی المراد أنه عقد يفيد حكمه بحسب الوضع الشرعی. وفی البدائع: ان من أحكامه ملك المتعة، وهو اختصاص الزوج بمنافع بعضها وسائر أعضائها استمتاعا أو ملك الذات والنفس فی حق التمتع.(ردالمحتار، كتاب النكاح:۴۰۳/۳، سعيد)

(۲) "وينعقد النكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها... ولكن للولی الاعتراض فی غير الكفوء". (فتح القدير، كتاب النكاح: ۲۵۶/۳-۲۵۸، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(۳) لا يجوز نكاح أحد علی بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير اذنها، بكرا كانت أو ثيبا، فان فعل ذلك فالنكاح موقوف علی اجازتها، فان أجازتها، جاز،الخ.(الفتاوی العالمكيرية، الباب الرابع فی الأولياء: ۲۸۷/۱،رشيديه)

نکاح کے لیے کم از کم دو مسلمان مردوں، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ایجاب وقبول ضروری ہے، بغیر گواہوں کے، یا صرف عورتوں کی گواہی پر یا غیر مسلمان کی گواہی پر ایجاب وقبول کرنے سے شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوتا۔(۱) عورت اگر خود ایجاب وقبول نہ کرے، نہ اس کا ولی اس کا عقد کرے؛ بلکہ عورت کسی کو اپنی طرف سے وکیل بنا دے اور وہ وکیل اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرے؛ تب بھی صحیح ہے، اگر چہ وہ وکیل کوئی عورت ہی ہو، وکیل بنانے کے لیے، یا عورت سے نکاح کی اجازت کے لیے گواہوں کا ہونا شرط نہیں ہے، مسلم عورت کا ولی غیر مسلم نہیں ہوسکتا، غیر مسلم کو نکاح میں وکیل بھی نہ بنایا جائے۔(۲)

قاضی، یا کوئی بھی ایجاب وقبول کرادے، اس طرح درست ہے، بہتر یہ ہے کہ مجمع میں نکاح کیا جائے۔(۳) اگر بغیر قاضی کے صرف دو گواہوں کے سامنے مرد اور عورت نکاح کرلیں، تب بھی نکاح ہوجائے گا اور نکاح کے ثبوت کے لیے گواہوں کا سننا بھی کافی ہے۔(۴) نکاح کی مجلس منعقد ہونا بھی ضروری نہیں، جب کسی کے متعلق مشہور ہے اور سب جانتے ہیں کہ اس عورت کا نکاح فلاں شخص سے ہوا ہے اور وہ اس کی بیوی ہے اور عورت انکار کرے، اس کے باوجود وہ اس کی بیوی ہے۔(۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۳/۲۴ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۶۵-۴۶۷)

نکاح مسنون کا طریقہ:

سوال: نکاح کا مسنون طریقہ کیا ہے؛ یعنی کس طرح ایجاب وقبول کرائے اور کیا خطبہ پڑھے؟

(محمد بشیر، ۲۴/ پرگنہ)

---

(۱) ”ولا ینعقد نکاح الملسمین الا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رالین أو رجل وامرأتین، عدولا کانوا أو غیر عدول... اعلم أن الشهادة شرط فی باب النکاح، لقوله علیه الاسلام: ”لا نکاح الا بشهود“. (الهدایة، کتاب النکاح: ۳۰۶/۲، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(۲) ولا ولایة لکافر علی مسلم، لقوله تعالیٰ: ﴿ولن یجعل اللّٰه للکافرین علی المؤمنین سبیلا﴾. (الهدایة، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۳۱۸/۲، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(۳) ویندب اعلانه: أی اظهاره، والضمیر راجع إلیٰ النکاح بمعنی العقد، لحدیث الترمذی: أعلنوا هذا النکاح، واجعلوه فی المسجد، والضربوا علیه بالدفوف، الخ. (رد المحتار، کتاب النکاح: ۸/۳، سعید)

(۴) فالحاصل أجه یشترط سماعهما معا فع الفهم علی الأصح. (البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۵۶/۳، رشیدیه) والصحیح اشتراط السماع؛ لأنه المقصود من الحضور، وسیأتی تمامه، الخ. (فتح القدیر، کتاب النکاح: ۱۹۹/۳، مصطفے البابی الحلبی مصر)

(۵) ”جحود جمیع العقود ما عدا النکاح فسخ“. (الدر المختار، مسائل شتی: ۴۵/۵، سعید)
”وجحدُ العقد لا یرتفع العقد“. (الفروق للکرابیسی: ۱۳۱/۱، الکویت

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

”الحمد لله نستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، من يهدى الله فلا مضل له، ومن يضلل فلاهادى له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله،ويقرأ ثلث آيات:

﴿ياأيها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته، ولا تموتن الا وأنتم مسلمون﴾(۱)

اور دوسری آیت:

﴿يا أيها الناس اتقوا ربكم الذين خلقم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا كثير ونساء واتقوالله الذى تساء لون به والأرحام إن الله كان عليكم رقيبا.(۲)

تیسری:

﴿أيها الذين آمنوا اتقوا الله،وقولوا قولا سديدا، يصلح لكم أعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم، ومن يطع الله ورسوله، فقد فاز فوزا عظيما﴾ (۳)رواه أحمد والترمذى وأبوداؤد والنسائى وابن ماجة والدارمى،وفى جامع الترمذى:فسر الآيات الثلاثة سفيان الثورى وزاد ابن ماجة بعد قوله:”ان الحمد لله“ ”نحمده“ وبعد قوله: ”من شرور أنفسنا“. ”ومن سيات أعمالنا“ والدارمى بعد قوله: ”عظيما“ ”ثم يتكلم بحاجته“،وروى فى شرح السنة عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه فى خطبة الحاجة من النكاح وغيره“.(مشكاة،ص:۲۷۲)(۴)

خطبہ مذکورہ پڑھنے کے بعد عورت کا نام مع ولدیت لے کر مرد سے کہے کہ”میں نے فلانہ بنت فلاں کا نکاح تمہارے ساتھ بعوض مہر مبلغ اتنے روپیہ کیا، کیا تم نے قبول کیا“؟ وہ مرد جواب میں کہے:”میں نے اس کو قبول“، بس نکاح ہوگیا،اس کے بعد دعا کرے:

”بارک الله لک، وبارک الله عليک، وجمع بينكما فى خير“.(۵)فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ:۴۶۸/۱۰-۴۶۹)

---

(۱) سورة آل عمران:۱۰۲،انیس

(۲) سورة النساء:۱،انیس

(۳) سورة الأحزاب:۷۰،انیس

(۴) مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح والخطبة والشرط، الفصل الثانى، ص: ۲۷۲، قديمى (ومسند الامام أحمد، (رقم الحديث: ۳۷۱۲)، مسند عبد الله بن مسعود: ۶۴۸/۱، دار احياء التراث بيروت/وسنن أبى داؤد،كتاب النكاح،باب فى خطبة النكاح: ۲۹۶/۱، امداديه ملتان/جامع الترمذى،أبواب النكاح، باب ما جاء فى خطبة النكاح: ۲۱۰/۱، سعيد/سنن النسائى، كتاب النكاح، ما يستحب من الكلام عند النكاح: ۷۸/۲، قديمى)/ (وابن ماجة، ابواب النكاح، بابخطبة نالنكاح: ۱۳۶/۱، قديمى/والدارمى،كتاب النكاح، باب فى خطبة النكاح: ۱۹۱/۲، قديمى)

(۵) عمل اليوم والليلة،باب ما يقول الرجل إذا تزوج، باب خطبة النكاح، ص: ۲۰۰، نورمحمد كتب خانه كراتشى

شرعی شادی کا طریقہ:

سوال: شرعی شادی کا کیا طریقہ ہے؟ مختصراً بیان کیا جائے؛ تاکہ عمل میں لایا جائے۔

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جب شادی کرنے کا ارادہ ہو، بلا کسی خاص برأت اور بری(۱) وغیرہ کے اہتمام کئے چند آدمیوں میں ایجاب وقبول کرادیا جائے۔(۲) اگر وسعت ہو تو چھوہارے تقسیم کرادیے جائیں۔(۳) دلہن کو دولہا کے گھر بھیج دیا جائے، جو کچھ چیز دلہن کو بطورِ صلہ رحمی دینا منظور ہو، بلا کسی خاص شہرت اور نمود کے خواہ بعد میں بھیج دیا جائے، خواہ جب ہی اس کے ساتھ کردیا جائے اور مہر حسبِ استطاعت ہو، شریعت نے اس کی ادنیٰ مقدار دس درہم قرار دی ہے، اس سے کم جائز نہیں۔(۴) اور زیادہ کی شریعت نے مقدار مقرر نہیں کی ہے، البتہ وسعت سے زیادہ ہونا اچھا نہیں۔ زیادہ تفصیل دیکھنا ہو تو بہشتی زیور چھٹا حصہ دیکھئے۔(۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۴/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم جمادی الاولی ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۶۹-۴۷۰)

---

(۱) ''بری: ساچق کا سامان، بیوہ پارچہ جات وغیرہ، جو دلہا کی جانب سے دلہن کے ہاں بھیجے جاتے ہیں''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۹۸، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ''النکاح ینعقد بالایجاب والقبول ...ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین أورجل وامرأتین''. (الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵-۳۰۶، شركة علميه ملتان)

(۳) ''أن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم حضر فی أملاک (أی نکاح) فأتی بطباق علیها جوز ولوز وتمر، فنثرت، فقبضنا أیدینا، فقال: ''ما بالکم لا تأخذون''؟ فقالوا: لأنک نهیت عن النبئی، فقال: ''فما نهیتکم عن نبئی العساکر، خذوا علی اسم اللّٰه''، فجاذَبَنا وجاذبناه''. (إعلاء السنن، باب استحباب الوليمة وكون وقته بعد الدخول: ۱۱/۱۱، إدارة القرآن كراتشي)

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بوقتِ نکاح چھوارے تقسیم کرنا سنت ہے۔

(۴) أقله عشرة دراهم، لحديث البيهقي وغيره: لا مهر أقل من عشرة دراهم، ورواية الأقل تحمل على المعجل. (الدر المختار، باب المهر: ۳/۱۰۱، سعيد)

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: لَا يَكُونُ مَهْرًا أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث: ۱۴۳۸۷-۱۴۳۸۸، سنن الدارقطني، باب المهر، رقم الحديث: ۳۶۰۳، انيس)

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ الَّذِى تَزَوَّجَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ سَلَمَةَ، عَلَى شَيْءٍ قِيمَتُهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ. (مسند أبى داؤد الطيالسي، ثابت البناني عن أنس بن مالك، رقم الحديث: ۲۱۳۴، انيس)

عَن أَنَسٍ، قَالَ: تَزَوَّجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّم أُمَّ سَلَمَةَ عَلَى مَتَاعٍ قِيمَتُهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ. (مسند البزار، مسند أبى حمزة أنس بن مالك، رقم الحديث: ۶۸۹۷، انيس)

(۵) بہشتی زیور، باب: مہر زیادہ بڑھانے کا بیان، حصہ ششم، ص: ۴۳۵، دار الاشاعت کراچی

نکاح کا مسنون طریقہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شادی یعنی نکاح کا مکمل شرعی طریقہ کیا ہے؟ قدم بہ قدم رہنمائی فرمادیں؟ (المستفتی: ندیم احمد بجنوری)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جس شخص کا ارادہ نکاح کا ہو، اس کو اولاً چاہیے کہ کسی دین دار گھرانے کی دیندار لڑکی کا انتخاب کرے اور پھر اس کے گھر والوں سے مل کر معاملہ کو پکا کرلے، پھر انتہائی سادگی سے مسجد میں مسجد کے آداب واحترام کا خیال رکھتے ہوئے نکاح کی تقریب منعقد کی جائے اور اپنی وسعت کے مطابق مہر مقرر کرے اور یہ کوشش کرے کہ بیوی سے پہلی ملاقات ہونے سے پہلے مہر ادا کردے اور نکاح کے بعد جب بیوی کی رخصتی ہوجائے اور شب زفاف بھی گزر جائے تو اب مسنون طریقہ پر ولیمہ کرے، اس میں نام ونمود کی نیت نہ ہو، محض اتباع سنت مقصود ہو اور اس سلسلہ میں رسوم ورواج سے کلی طور پر بچنے کی کوشش کریں اور یہ خیال رہے کہ شادی جتنی سادگی کے ساتھ کی جائے گی، اس میں اتنی زیادہ خیر وبرکت ہوگی۔ (مستفاد: انوار نبوت، ص:۶۱۷-۱۲۷)

عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: تنكح المرأة لأربع: لمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. (صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب الأكفاء فی الدين، النسخة الهندية: ۷۶۲/۲، رقم: ۴۸۹۹، ف: ۵۰۹۰، صحيح لمسلم، كتاب الرضاع، باب استحباب نكاح ذات الدين، النسخة الهندية: ۴۷۴/۱، بيت الأفكار، رقم: ۱۴۶۶)

عن عائشة رضی الله عنها أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة. (مسند االإمام أحمد بن حنبل: ۸۲/۶، رقم: ۲۵۰۳۴، مسند أبی داؤد الطيالسی، دارالكتب العلمية بيروت: ۱۷۸/۲، رقم: ۱۵۳۰، شعب الإيمان، باب الإقتصاد فی النفقة وتحريم أكل المال الباطل، دارالكتب العلمية بيروت: ۲۵۴/۵، رقم: ۶۵۶۶، مشكاة المصابيح: ۲۶۸/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۳/۱/۱۴۲۸ھ (الف فتویٰ نمبر: ۹۱۵۳/۳۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۳/۱/۱۴۲۸ھ (فتاویٰ قاسمیہ: ۴۹۲/۱۲-۴۹۳)

شادی کا مسنون طریقہ کار:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ سے متعلق کہ شادی اور منگنی کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ اس میں کتنے مہمان شریک ہونے چاہئیں اور کتنا خرچہ کرنا چاہیے؟ اس میں کون سی رسم شرعی ہے اور کون سی غیر شرعی؟ قرآن وسنت کی روشنی میں بتایئے۔

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت مطہرہ نے دیگر عبادات کی طرح نکاح کو بھی ایک عبادت قرار دیا ہے حتیٰ کہ اس کو ''نصف دین کی تکمیل'' کہا گیا ہے،(۱) اور اس کے متعلق واضح راہنمائی پیش کی ہے، لہٰذا دیگر عبادات کی طرح اس میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی تقلید لازم ہے۔ شادی بیاہ کے بارے میں شرعی احکام اختصار کے ساتھ درج ذیل ہیں:

(۱) لڑکا اور لڑکی بالغ ہوں تو نکاح سے قبل ان سے رضامندی حاصل کی جائے، خاص طور پر لڑکی کی رضامندی کے حصول کے بارے میں شرعی اصولوں کی پاسداری ضروری ہے۔

(۲) شریعت نے بے شمار دینی ودنیوی مصالح کے پیش نظر لڑکے اور لڑکی کے درمیان کفاءت (برابری) کو ملحوظ رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ کفاءت میں چند اوصاف کا اعتبار کیا گیا ہے: نسب، دینداری، پیشہ اور مالداری۔ ان اشیا میں لڑکا، لڑکی کا ہمسر، یا اس سے زیادہ ہو، اس کفاءت کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ عمر (یعنی دونوں کی عمر میں توازن وتناسب ہو اور بہتر یہ ہے کہ لڑکے کی عمر لڑکی سے کسی قدر زیادہ ہو)، حسن وجمال، تعلیم وغیرہ میں بھی توازن کا لحاظ رکھا جائے۔

البتہ ان سب امور میں دینداری کو فوقیت دی جائے؛ کیوں کہ دینداری کے بغیر مذکورہ تمام اوصاف بے فائدہ ہیں اور تنہا دینداری تمام اوصاف پر بھاری ہے۔ دینداری کے سلسلے میں اس زمانے میں اس بات کی بھی تحقیق کر لینی چاہیے کہ لڑکے، یا لڑکی کا تعلق کسی گمراہ فرقے، ملحدین، مبتدعین اور دور حاضر کے نام نہاد تجدد پسندوں سے نہ ہو۔

مذکورہ تمام امور کا لحاظ رکھتے ہوئے دونوں طرف کے اولیا زبانی، یا خط وکتابت کے ذریعے نکاح کی تاریخ طے کر لیں اور اس سلسلے میں جتنی غلط قسم کی رسومات رائج ہیں، ان سے احتراز کیا جائے۔ نسبت طے ہو جانے کے بعد طے شدہ تاریخ کے مطابق رشتہ داروں اور دوستوں کی موجودگی میں انتہائی سادگی کے ساتھ نکاح کر دیا جائے۔

(۳) نکاح کے آداب ومستحبات یہ ہیں: نکاح علی الاعلان کیا جائے، مسجد میں نکاح کیا جائے اور جمعے کے دن کیا جائے، خطبہ نکاح نیک اور متقی عالم دین سے پڑھایا جائے۔ نکاح کے بعد رخصتی بھی نہایت سادگی کے ساتھ ہونی چاہیے، بایں طور کہ لڑکی کا سرپرست، یا لڑکی کے گھرانے کی کسی خاتون وغیرہ، یا لڑکے والوں کے یہاں سے آئی ہوئی عورتوں کے ہمراہ دلہن کو بھیج دیا جائے۔

رخصتی کے بعد حسب استطاعت بلا تکلف وتفاخر ولیمہ کرنا بھی مسنون ہے، اس دعوت میں غریبوں اور مساکین کو بھی مدعو کیا جائے، حدیث میں ایسا ولیمہ جس میں صرف امراء مدعو ہوں کو شر الطعام (بدترین کھانا) کہا گیا ہے۔

(۴) منگنی کے لیے کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں؛ کیوں کہ یہ لڑکے اور لڑکی کے اولیا کا آپس میں محض ایک

---

(۱) عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا تزوج العبد فقد كمل نصف الدين فليتق الله في النصف الباقي. (شعب الإيمان، فصل في الترغيب في النكاح لما فيه من العون، رقم الحديث: ۵۱۰۰، انیس)

معاہدہ ہے، جوکہ زبانی بات چیت کے ذریعہ، یا خط وکتابت کے ذریعہ یا کسی دوست وغیرہ کے توسط سے بھی ہوسکتا ہے،اس عہد کوحتی الامکان نبھانا چاہیے، ورنہ بدعہدی کا گناہ ہوگا؛لیکن اس موقع پر تمام رشتہ داروں کوجمع کرنا اور دیگر رسومات وخرافات اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

(۵) شریعت نے شادی بیاہ میں خرچہ اورمہمانوں کی تعداد کے لیےکوئی حد مقرر نہیں کی ،البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اورصحابہ کرام کے اسوہ کوسامنے رکھ کر چنداموں کی رعایت ضروری معلوم ہوتی ہے: وسعت سے زیادہ خرچ نہ کیا جائے،نمود ونمائش اورتفاخر نہ ہو،قرض لے کرزیر بار نہ ہوا جائے،مہر زیادہ نہ ہو؛ بلکہ درمیانے درجے کا ہو،جہیز دینا فی نفسہ خلاف شرع نہیں؛ کیوں کہ یہ والدین کی طرف سےلڑکی کے لیے ہدیہ اورتحفہ ہے؛لیکن اس میں افراط اور غلو کرنا(کہ والدین کی پریشانی اورشادی میں تاخیر کا سبب بنے) شرعاً جائز نہیں ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہ کا جہیز ہمارے لیےنمونہ اور لائق اتباع ہے:دو چکیاں، پانی کے لیے دومشکیزے، چمڑے کا گدّا،جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اورایک چادر۔غرضیکہ تمام معاملات میں اعتدال اورسادگی کوملحوظ رکھا جائے۔حدیث میں ہے:

وعن عائشةرضى اللّه عنها قالت: قال النبى صلى الله عليه وسلم:إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة". (مشكاة المصابيح،ص:٢٦٨)(۱)

(یعنی نکاح میں جتنا خرچ کم ہوگا،اسی قدر برکت زیادہ ہوگی۔)

(۶) شادی بیاہ کےموقع پرغیرشرعی رسومات ومنکرات کی فہرست طویل ہے،حضرت حکیم الامت تھانوی نے ''اصلاح الرسوم'' میں سو سے زائد رسومات شمار کی ہیں،البتہ بطور اختصار چند چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے: تصویریں کھنچوانا،مووی بنانا، ناچ گانوں کا اہتمام کرنا،مایوں اورمہندی کی رسم کرنا،جہیزاور بَری کے سامان کی نمائش کرنا،منگنی کےموقع پرکی جانے والی تمام رسومات،رخصتی اورشب زفاف میں کی جانے والی تمام رسومات وغیرہ قابل ترک ہیں۔

لمافى القرآن الكريم (الأحزاب: ٢١)﴿**لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا**﴾

وفيه أيضاً(بنى اسرائيل: ٣٤)﴿**وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا**﴾

وفيه أيضاً:(بنى اسرائيل:٢٧)﴿ **إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا**﴾

وفيه أيضاً:(الأعراف: ٣١)﴿**وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ**﴾

وفى مشكوة المصابيح (ص:٢٦٨):**وعن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى**

---

(۱) مسند الإمام أحمد بن حنبل،مسند الصديقة عائشة رضى الله عنها،رقم الحديث: ٢٤٥٢٩،حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: ٢/٢٦٦،دارالكتاب العربى بيروت،انيس

اللّٰه عليه وسلم:"تنكح المرأة لأربع: لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك". (۱)

وفيه أيضا (ص:۲۷۸): عن أنس أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم رأى على عبد الرحمن بن عوف أثر صفرة فقال:ما هذا ؟ قال: إني تزوجت امرأة على وزن نواة من ذهب، قال:بارك اللّٰه لك أولم ولو بشاة. (۲)

وفيه أيضا (ص:۲۷۸):وعن أبي هريرة قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:شر الطعام طعام الوليمة يدعى لها الأغنياء ويترك الفقراء ومن ترك الدعوة فقد عصى اللّٰه ورسوله صلى اللّٰه عليه وسلم. (۳)

وفي المشكاة أيضا(ص:۲۵۲):وعن عبد اللّٰه بن عمرو أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: يغفر للشهيد كل ذنب إلا الدين". (۴)

وفيه أيضاً(ص:۲۵۲):وعن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: نفس المؤمن معلقة بدينه حتى يقضى عنه". (۵)

وفيه ايضاً (۲۷۷):عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه قال: ألا لا تغالوا صدقة النساء فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا وتقوى عند اللّٰه لكان أولاكم بها نبي اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما علمت

---

(۱) صحيح البخاري،باب الأكفاء في الدين،رقم الحديث: ٥٠٩٠ /صحيح لمسلم،باب استحباب نكاح ذات الدين،رقم الحديث:١٤٦٦،انيس

عن عبداللّٰه بن عمرو قال:قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:لا تزوجوا النساء لحسنهن،فعسى حسنهن أن يرديهن،ولا تزوجوهن لأموالهن فعسى أموالهن أن تطغيهن،ولكن تزوجوهن على الدين ولأمة خرماء سوداء ذات دين أفضل.(سنن ابن ماجة،باب تزويج ذات الدين،رقم الحديث:١٨٥٩،انيس)

(۲) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ، قَالَ:مَا هَذَا؟ قَالَ: إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.(صحيح البخاري،باب كيف يدعى للمتزوج،رقم الحديث:٥١٥٥/صحيح لمسلم،باب الصداق،رقم الحديث:١٤٢٧،انيس)

(۳) صحيح البخاري،باب من ترك الدعوة فقد عصى اللّٰه ورسوله،رقم الحديث:٥١٧٧،سنن ابن ماجة،رقم الحديث:١٩١٣،سنن أبي داؤد،رقم الحديث:٣٧٤٢،مسند أبي يعلى الموصلي،رقم الحديث:٥٨٩١،مستخرج أبي عوانة،رقم الحديث:٤٢٠١،معجم ابن المقرى،رقم الحديث:١٦،الآداب للبيهقي،رقم الحديث:٢٦٧،انيس

(۴) مسند الإمام أحمد بن حنبل،رقم الحديث: ٧٠٥١،صحيح لمسلم،باب من قتل في سبيل اللّٰه كفرت خطاياه،رقم الحديث:١٨٨٦،انيس

(۵) مسند أبي داؤدالطيالسي،رقم الحديث:٢٥١٢،مسند الشافعي،ترتيب سنجر،رقم الحديث:٦٠٦،مسند الإمام أحمد،رقم الحديث:١٠٥٩٩،سنن ابن ماجة،رقم الحديث:٢٤١٣،سنن الترمذي،رقم الحديث:١٠٧٨،انيس

رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئا من نسائه ولا أنكح شيئا من بناته على أكثر من اثنتى عشرة أوقية.(۱)

وفى تنوير الابصار (۳/۸٦-۹۰):(وتعتبر)...(نسبا فقريش)... (أكفاء)..(و)..(العرب).. (أكفاء)...(و)... (وأبوان فيهما كالآباء)... (و)... (ديانة)... (ومالا)... (وحرفة).

وفى الدرالمختار (۳/۸):ويندب إعلانه وتقديم خطبة وكونه فى مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد و شهود عدول والاستدانة له والنظر إليها قبله وكونها دونه سنا وحسبا وعزا ومالا وفوقه خلقا وأدباوورعا وجمالا وهل يكره الزفاف المختار لا إذا لم يشتمل على مفسدة دينية.

وفى الدرالمختار (٦/۳٤۸-۳٤۹): (دعى إلى وليمة وثمة لعب أو غناء قعد وأكل) لو المنكر فى المنزل فلو على المائدة لا ينبغى أن يقعد بل يخرج معرضا لقوله تعالى ﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمين﴾... (وإن علم أولا) باللعب (لا يحضر أصلا) سواء كان ممن يقتدى به أو لا لأن حق الدعوة إنما يلزمه بعد الحضور لا قبله ابن كمال وفى السراج ودلت المسألة أن الملاهى كلها حرام ويدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار المنكر قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء النبات قلت وفى البزازية استماع صوت الملاهى كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر أى بالنعمة فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر فالواجب كل الواجب أن يجتنب كى لا يسمع لما روى أنه عليه الصلاة والسلام أدخل اصبعه فى أذنه عند سماعه. (نجم الفتاویٰ:۴/۱۴-۱٦)

نکاح کا شرعی حکم:

سوال: شریعت مقدسہ میں نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟ فرض ہے، واجب ہے، یا سنت؟

---

(۱) عَنْ أَبِى العَجْفَاءِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ: أَلَا لَا تُغَالُوا صَدُقَةَ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِى الدُّنْيَا، أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللَّهِ لَكَانَ أَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،مَا عَلِمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ شَيْئًا مِنْ نِسَائِهِ وَلَا أَنْكَحَ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِهِ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً.(قال الترمذى)هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو العَجْفَاءِ السُّلَمِيُّ: اسْمُهُ هَرِمٌ، وَالْأُوقِيَّةُ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ: أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا وَثِنْتَا عَشْرَةَ أُوقِيَّةً أَرْبَعُ مِائَةٍ وَثَمَانُونَ دِرْهَمًا .(سنن الترمذى،أبواب النكاح،باب منه،رقم الحديث: ۱۱۱٤/سنن ابن ماجة،كتاب النكاح،باب صداق النساء، رقم الحديث: ۱۸۸۷/سنن أبى داؤد،باب الصداق،رقم الحديث: ۲۱۰٦/سنن النسائى،القسط فى الأصدقة، رقم الحديث: ۳۳٤۹،انيس)

الجواب__________________

نکاح کرنا تمام انبیاء کرام کی سنت ہے، جو شخص نکاح کے جملہ حقوق ادا کرسکتا ہوتو اس کو نکاح کر لینا چاہیے اور اگر شہوت کا غلبہ ہوتو واجب جبکہ خوف زنا کے وقت فرض ہو جاتا ہے۔

قال العلامة الحصكفي: ويكون اى النكاح واجب عند التوقان فإن تيقن الزناء إلا به فرض، نهاية، وهٰذا اِن ملك المهر والنفقة وإلا فلا إثمٌ بتركه، بدائع، ويكون سنة مؤكدة فى الاصح. (الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۲/۳۵۷-۳۵۹، كتاب النكاح)(۱)(فتاویٰ حقانیہ: ۴/۳۰۱)

شرعی شادی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شرعی شادی کیا ہے؟

(المستفتی: ابصار احمد بڑاؤلی، حسن پور مراد آباد)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب__________________ وباللّٰہ التوفیق

شرعی شادی وہ ہے، جس میں خرچ کم ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

عن عائشة رضى اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة. (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۶/۸۲، رقم: ۲۵۰۳۴، مسند أبى داؤد الطيالسى، دارالكتب العلمية بيروت: ۲/۱۷۸، رقم: ۱۵۳۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۸/صفر ۱۴۱۷ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۶۴۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۲/۱۴۱۷ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۴۹۱)

نکاح کا شرعی طریقہ:

سوال: نکاح کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

الجواب__________________ حامداً ومصلياً

نکاح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ خود عورت، یا اس کے ولی سے اجازت لے کر دو گواہوں کے سامنے عقد کرلیا جائے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۳/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۷۱)

---

(۱) وقال فى الهندية: وأما صفة فهو أنه فى حالة الاعتدال سُنّة مؤكدة وحالة التوقان واجب وحالة خوف الجور مكروه. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۲۶۷، كتاب النكاح، الفصل الأوّل)

(۲) "وينعقد متلبسا بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر ...وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر، ليتحقق رضاهما، وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين، الخ". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۹، ۲۱، ۲۲، سعيد)

شادی بیاہ کا مسنون طریقہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شادی ونکاح کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ (المستفتی: محمد صدیق ٹانڈہ رامپور)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نکاح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ خاندان کے چند شرفاء حضرات کو بلا کر دو گواہوں کے سامنے سادگی کے ساتھ نکاح کیا جائے اور مروجہ رسم ورواج اور غیر شرعی چیزوں کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے کہ جس میں خرچ کم ہو۔ (مستفاد: امداد الفتاوی: ۵/۲۸۰)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة. (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۶/۸۲، رقم: ۲۵۰۳۴، مسند أبي داؤد الطيالسي، دار الكتب العلمية بيروت: ۲/۱۷۸، رقم: ۱۵۳۰) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۹۰۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/۶/۱۴۱۷ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۴۹۲)

نکاح نفلی عبادت سے بہتر ہے:

سوال: کیا احناف کے ہاں نکاح کرنا افضل ہے، یا نفل عبادت کرنا؟

الجواب ـــــــــــــــ

حنفیہ (اکثر اللہ سوادہم) کے ہاں جو شخص بیوی کے نان ونفقہ کی طاقت رکھتا ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا نفلی عبادت سے افضل ہے، البتہ شوافع کے ہاں نفلی عبادت نکاح سے افضل ہے۔

قال العلامة ابن عابدين: قالوا ان الاشتغال به اى بالنكاح افضل من التخلى لنوافل العبادات اى الاشتغال به وما يشتمل عليه من الصيام بمصالحه ولعفاف النفس عن الحرام وتربية الولد ونحو ذلك. (ردالمحتار: ۲/۳۵۵، كتاب النكاح) (۱) (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۰۱)

نکاح میں کتنے فرض ہیں اور کتنے واجب اور عاقدین کے کیا اختیارات ہیں:

سوال (۱) نکاح میں کتنے امور فرض اور واجب ہیں۔

---

(۱) قال العلامة ابو بكر الكاسانی: وعلى هذا الأصل بنى أصحابنا من قال منهم: إن النكاح فرض أو واجب لأن الاشتغال به مع أداء الفرائض والسنن اولى من التخلى لنوافل العبادات مع ترك النكاح وهو قول أصحاب الظواهر. (بدائع الصنائع: ۲/۲۲۹، كتاب النكاح)

(۲) عاقدین کو یہ اختیار ہے کہ نہیں کہ وہ جس سے چاہیں، نکاح پڑھوالیں، یا شریعت کسی خاص شخص کو حکم دیتی ہے؟

(۳) کیا قاضی اور ملا بلا رضامندی اور بلا طلب عاقدین سے نکاح پڑھائے اور سرکار میں جبراً نالش کر کے اجرت نکاح حاصل کرنے کے مستحق ہیں؟

(۴) اور جب کہ وہ نکاح ہی نہ پڑھائیں تو اجرت نکاح خوانی کے مستحق ہو سکتے ہیں اور جبراً بذریعہ عدالت وصول کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۵) جو فطری حقوق شارع علیہ السلام نے مسلمانوں کو مرحمت فرمائے ہیں، ان میں کوئی شخص مداخلت کرسکتا ہے، یا نہیں؟

(۶) اگر کوئی شخص مسلمانوں کو ان کے فطری حقوق عطا کردہ شارع علیہ السلام سے بطمع نفسانی رسم جہلاء کے پیش کر کے سرکار میں نالش کر کے جبراً محروم کرنے والا کیسا ہے اور اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

نکاح نام ایجاب وقبول کا ہے، یہ دونوں رکن نکاح ہیں اور سننا ہر ایک کا عاقدین میں سے دوسرے کے لفظ کو اور سننا گواہوں کا ایجاب وقبول کو یہ شرائط میں سے ہیں اور سنن ومستحبات میں سے اعلان نکاح وغیرہ ہے، جس کو درمختار میں اس عبارت میں بیان کیا ہے:

ويندب اعلانه وتقديم خطبة وكونه فى مسجد يوم جمعة بعاقد رشيدوشهروعدول.(۱)

وفيه أيضاً: وينعقد بايجاب وقبول.(۲)

وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الاخر، الخ، وشرط حضور شاهدين، الخ، ملخصاً. (**والتفصيل يطلب من كتب الفقه**)(۳)

(۲) شرعاً عاقدین کو یہ حق حاصل ہے کہ خواہ وہ خود بلا واسطہ ایجاب وقبول کرلیں، یا کسی دوسرے شخص سے ایجاب وقبول نیابتاً وتوکیلاً کرائیں اور اگر انتظاماً حکام کی طرف سے اس کام پر کوئی قاضی وغیرہ مقرر ہو؛ تاکہ ناجائز طور سے نکاح نہ ہوا کرے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے کہ اس سے نکاح پڑھوائیں۔

(۳) شرعاً ان کو ازخود یہ حق نہیں ہے؛ لیکن اگر حکام کی طرف سے وہ اس کام پر مقرر ہیں اور انتظام اس کو مقتضی ہے کہ جو اشخاص اس کام کے لیے من جانب حکام مقرر ہیں، انھیں سے نکاح پڑھوایا جائے اور درج رجسٹر کرایا جائے؛ تاکہ بعد میں جھوٹے دعاوی اور غلط انکحہ کا نزاع پیش نہ آوے تو شریعت اس کو منع نہیں فرماتی؛ بلکہ یہ بھی شرعی حکم ہے؛

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۶۰/۲، ظفير

(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۶۱/۲، ظفير

(۳) الدرالمختار على هامش ردالمحتار كتاب النكاح : ۲ / ۳۷۳ ، ظفير

کیوں کہ انتظام معاملات اور دفع خصومات ورفع نزاع بھی ضروری ہے، جیسا کہ بیع وشرا کے لیے اس قسم کے انتظامات کر دیئے گئے ہیں کہ ان کی پابندی حکام کے امر سے کی جاتی ہے۔

(۴)　اس صورت میں وہ مستحق اجرت کا نہیں ہے، باقی تحریر وغیرہ کی اجرت جو اس کے لیے حکام کی طرف سے مقرر ہو، اس کی بابت موافق قواعد مقررہ عمل کیا جاوے گا۔

(۵)　دراصل تمام معاملات شرعیہ میں کسی تحریر اور دستاویز اور رجسٹر وغیرہ کی ضرورت نہیں، جملہ عقود بیع وشراء نکاح وغیرہ زبانی طے ہو سکتے ہیں؛ لیکن حکام اگر کوئی انتظام اور قواعد اس کے لیے مصلحت سمجھیں تو وہ بھی خلاف شریعت نہیں ہے، جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾(۱)

پس یہ لکھنا اگر چہ ضروری نہیں تھا؛ لیکن مصالح کی وجہ سے مفید ہے؛ اس لیے ان امور کی بھی شریعت میں اجازت ہے۔

(۶)　ایسا شخص گنہ گار ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۲/۷-۵۴)

نکاح کا حکم: وجوب وسنیت مطلق ہے، یا بدلتا رہتا ہے:

سوال:　مسئلہ احکامِ نکاح سے متعلق جاننا چاہتا ہوں کہ نکاح کا حکم مطلق ہے، یا اس کا حکم حال کے مطابق بدلتا رہتا ہے؟ از راہ کرم اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے اس کی وضاحت فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نکاح کا حکم سب کے حق میں یکساں نہیں ہے، جس پر شہوت غالب ہو کہ بغیر نکاح کے زنا میں مبتلا ہو جانے کا مظنہ ہو اور وہ مہر ونفقہ پر قادر ہو، اس کے ذمہ نکاح کرنا فرض ہے، نکاح نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا، اتنی بات بلا اختلاف ہے، چناں چہ ملک العلماء نے لکھا ہے:

”لا خلاف أن النكاح فرض حالة التوقان، حتى أن من تاقت نفقه الى النساء بحيث لا يمنكه الصير عنهن، وهو قادرٌ على المهر والنفقة ولم يتزوج، يأثم، آه“. (بدائع: ۲۲۸/۲)(۲)

جس پر ایسا غلبۂ شہوت نہ ہو، اس کے متعلق متعدد اقوال ہیں:

اصحاب ظواہر کے نزدیک نماز روزہ کی طرح فرض عین ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیع وشرا کی طرح مباح ہے۔ احناف میں سے بعض نے مندوب ومستحب کہا ہے۔ بعض وجوب علی الکفایہ کے قائل ہیں۔ بعض وجوب علی العین کے۔ ان سب اقوال کے دلائل بدائع میں مذکور ہیں۔

---

(۱)　سورة البقرة: ۲۸۲

(۲)　بدائع الصنائع، كتاب النكاح: ۳۱۱/۳، دارالكتب العلمية بيروت

راجح یہ ہے کہ اعتدال شہوت کے وقت؛ یعنی جب کے ابتلائے معصیت کا مظنہ بھی نہ ہو؛ بلکہ صبر وضبط پر قدرت ہو، ادائے حق زوجیت پر قدر رہو اور ادائے نفقہ ومہر پر بھی قدرت ہو، سنتِ مؤکدہ ہے۔ اس میں یہ شرط ہے کہ نکاح کی وجہ سے ترکِ فرائض وسنن کا خوف نہ ہو، نیز خوفِ جور نہ ہو، اس حالتِ اعتدال میں اگر نہیں کرے گا تو ترکِ سنت مؤکدہ کے وبال میں ماخوذ ہوگا، اگر حالت اس اعتدال سے گری ہوئی ہو تو اس کے حق میں سنت مؤکدہ نہیں؛ بلکہ اس حالت میں اگر ادائے مہر ونفقہ پر قدرت نہ ہو، یا جور میں مبتلا ہو جائے، یا اس کی وجہ سے فرائض وسنت ترک کرنے کی نوبت آجائے تو گنہگار ہوگا، ایسے شخص کو نکاح سے بچنا لازم ہوگا، بعض صورتوں میں نکاح کرنا مکروہ ہوگا اور بعض میں حرام ہوگا۔

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

”وصفته فرض وواجب وسنة وحرام ومكروه ومباح،آه“. (البحرالرائق:۷۹/۳)(۱)

پھر ہر نوع کا مجمل بیان کیا ہے اور مختصر دلائل کی طرف بھی اشارہ کیا ہے:

”أما الأول فبأن يخاف الوقوع فى الزنا لو لم يتزوج، بحيث لايمكنه الاحتراز عنه إلا به؛ لأن ما لا يتوصل إلٰى ترک الحرام إلا به، يكون فرضا، وأما الثانى فبأن يخافه لا بالحيثية المذكورة؛ إذ ليس الخوف مطلقا مستلزما بلوغه إلى عدم التمكن، وبه يحصل التوفيق بين قول مَن عبّر بالافتراض وبين من عبّر بالوجود، وكلٌ من هذين القسمين مشروط بشرطين: الأول: ملک المهر والنفقة، فليس من خافه إذا كان عاجزاً عنهما اٰثما بتركه،كما فى البدائع.

الثانى: عدم خوف الجور، لو تزوج قدم الثانى، فلا افتراض بل مكروه، كما أفاده فى فتح القدير، ولعله لأن الجور معصية متعلقة بالعباد، والمنع من الزنا من حقوق اللّٰه تعالىٰ، وحق العبد مقدم عند التعارض، لاحتياجه، وغنى المولٰى تعالٰى.

وأما الثالث فعند الاعتدال وسيأتى بيانه. وأما الرابع فبأن يخاف الجور بحيث لا يمكنه الاحتراز عنه؛ لأنه انما شرع لمصلحة مجن تحصين النفس وتحصيل الثواب، وبالجور يأثم ويرتكب المحرمات، فتنعدم المصالح، لرجحان هذه المفاسد وأما الخامس فبأن يخاف لا بالحثيثة المذكورة، فهى: كراهية تحريم، ومن أطلق الكراهة عند خوف الجور، فمراده القسم الثانى من القسمين وأما السادس فبأن يخاف العجز من الايفاء بمواجبه،كذا فى المجتبى؛ يعنى فى المستقبل وأما محسانه، فكثيرة“. (البحرالرائق:۷۹/۳) (۲)

حالتِ اعتدال میں نکاح کو سنتِ مؤکدہ قرار دیا گیا ہے، شرائط پائے جانے کے باوجود سنت موکدہ کا ترک کرنا گناہ ہے، اس کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے:

”وهوسنة، وعند التوقان واجب، فالمراد به السنة المؤكدة على الأصح، وصرح فى المحيط

(۱،۲) البحر الرائق، کتاب النکاح:۱۴۰/۳،رشیدیه

أيضا بأنها مؤكدة، ومقتضاه الاثم لو لم يتزوج؛ لأن الصحيح أن ترك السنة والمؤكدة موثم، كما علم في الصلاة، والمراد بها حالة القدرة على الوطى والمهر والنفقة مع دم الخوف من الزنا والجور وترك الفرائض والسنن، فلو لم يقدر على واحد من الثلاة، أو خاف واحدا من الثلاثة، فليس معتدلا، فلا يكون سنة في حقه، كما أفاده في البدائع،آه". (البحر الرائق: ۸۰/۳)(۱)

فتح القدیر، مبسوط (۲) وغیرہ کتبِ احناف میں یہی تفصیل مذکور ہے، لہٰذا سب پر ایک حکم لگادینا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸۹/۶/۲۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۷۴-۴۷۲/۱۰)

نکاح کرنا فرض ہے، یا سنت:

سوال: نکاح کرنا فرض ہے، یا سنت؟ اور اس کے حقوق اور فوائد کیا ہیں؟

الجواب

نکاح سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور نکاح کے بہت سے فوائد احادیث میں وارد ہیں، (۳) اور جو شخص باوجود استطاعت کے نکاح سے بے رغبتی اور اعراض کرے، اس کے بارے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص میرے طریق پر نہیں ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۱/۷)

---

(۱) البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱٤۲/۳، رشيديه

(۲) فتح القدير، كتاب النكاح: ۱۸۷/۳، مكتبه مصطفى البابى الحلبى بمصر/المبسوط للسرخسى، كتاب النكاح: ۲۱٥/٤، غفاريه كوئٹه

(۳) ويكون(أى النكاح)واجباعندالتوقان فإن تيقن الزنا إلا به فرض،نهاية، وهذاان ملك المهروالنفقة وإلا فلا إثم بتركه،بدائع، ويكون سنة مؤكدة في الاصح فياثم بتركه ويثبت إن نوى تحصيناوولداًحال الاعتدال أى القدرة على وطء ومهر ونفقة ورجح في النهر،وجوابه للمواظبة عليه والانكارعلى من رغب عنه ومكروها لحوارف الجورف تيقنه حرم ذلك.(الدرالمختارعلى هامش ردالحتاركتاب النكاح : ۳٥۷-۳٥۹،ظفير مفتاحى)

(۴) ارشاد نبوی ہے:

"يا معشرالشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فانه اغض للبصرواحسن للفرج.(صحيح البخارى، كتاب النكاح)(حدثنا عمر بن حفص بن غياث...فقال عبد الله رضى الله عنه:كنا مع النبى صلى الله عليه وسلم شبابا لانجد شيئا، فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم:يا معشرالشباب، من استطاع الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء.(صحيح البخارى،باب من لم يستطع الباءة فليصم،رقم الحديث: ٥٠٦٦، صحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه،الخ: ٤٤٩/۱،بيت الأفكار،رقم: ۱٤۰۰،انيس)

(یعنی انسانی نگاہوں کا محافظ ہے اور ان کی شرمگاہوں کے لیے پاکدامنی کا بڑا ذریعہ نکاح ہے۔)

ایک دفعہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ==

== ’’إذا تزوج العبد فقد استكمل نصف الدين.(مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، ص:٢٦٨)(عن أنس بن مالك قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا تزوج العبد فقد كمل نصف الدين، فليتق اللّٰه فى النصف الباقى.(شعب الإيمان،فصل فى الترغيب فى النكاح لما فيه من العون،رقم الحديث:٥١٠٠،انيس)

(اور جب بندہ نے شادی کرلی تو اس نے اپنا آدھا دین مکمل کرلیا۔)

ایک موقع سے ارشاد ہوا:

’’تزوجوا الولود وتناسلوا‘‘. (بچہ دینے والی عورت سے شادی کرو اور نسل بڑھاؤ۔)

(عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أُخْبِرْتُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:تَنَاكَحُوا، تَكْثُرُوا، فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَنْكِحُ الرَّجُلُ الشَّابَّةَ الْوَضِيئَةَ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، فَإِذَا كَبِرَتْ طَلَّقَهَا، اللَّهَ اللَّهَ فِي النِّسَاءِ، إِنَّ مِنْ حَقِّ الْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا أَنْ يُطْعِمَهَا وَيَكْسُوَهَا، فَإِنْ أَتَتْ بِفَاحِشَةٍ فَيَضْرِبُهَا ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ.(مصنف عبدالرزاق،باب وجوب النكاح وفضله،رقم الحديث:١٠٣٩١،انيس)

قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَبَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:تَنَاكَحُوا تَكْثُرُوا فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمُ الْأُمَمَ حَتَّى بِالسَّقْطِ.(معرفة السنن والآثار،باب الترغيب فى النكاح،رقم الحديث:١٣٤٤٨)

حديث:تَناكحُوا فإني مُكاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ.

عبد الرزاق فى مصنفه عن سعيد بن أبى هلال مرسلًا بلفظ:تناكحوا تكثروا، فإني أباهي بكم الأمم يوم القيامة،ورواه طلحة بن محمد فى مسند أبى حنيفة من طريق أبى يحيى الحمانى عن أبى حنيفة عن زياد بن علاقة عن عبد اللّٰه بن الحارث عن أبى موسى بلفظ:تناكحوا تناسلوا فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة.ورواه الديلمى فى مسند الفردوس من طريق محمد بن خلف وكيع ثنا محمد بن سنان الغزاز ثنا محمد بن الحارث الحارثى ثنا محمد بن عبد الرحمن البيلمانى عن أبيه عن ابن عمر مرفوعًا:حجوا تستغنوا، وسافروا تصحوا، وتناكحوا تكثروا، فإني مباه بكم الأمم، وابن البيلمانى ضعيف، وقد رواه ابن شاهين فى الترغيب، والخطيب فى التاريخ من وجه آخر من حديث إسماعيل بن علية عن أيوب عن نافع عن ابن عمر بلفظ:تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة، ورواه ابن ماجه من حديث أبى هريرة بلفظ:انْكِحوا فإني مُكَاثِرٌ بكم، وفيه طلحة بن عمرو الحضرمى وهو ضعيف جدًا،والمشهور بلفظ:تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم، كذلك أخرجه أبوداود والنسائى والحاكم وأبونعيم فى الحلية من حديث مَعْقِل بن يسار، وقال الحاكم:صحيح الإسناد،واخرجه أحمد وابن حبان فى صحيحه وتمام الرازى فى فوائده وأبو نعيم فى الحلية والقضاعى فى مسند الشهاب من حديث أنس بلفظ:تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأنبياء يوم القيامة،واخرجه البيهقى من حديث أبى أمامة بلفظ:تزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة ولا تكونوا كرهبانية النصارى، وهو من رواية محمد بن ثابت البصرى عن أبى غالب عن أبى أمامة: ومحمد بن ثابت ضعيف،واخرجه ابن ماجه من حديث عائشة بلفظ:النِّكاح من سُنتى فمن لم يعمل بسنتى فليس منى، وتزوجوا فإنى مكاثر بكم الأمم،ومن كان ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِح، ومن لم يجد فعليه بالصوم فإن الصوم له وِجَاء.(الهداية فى تخريج أحاديث البداية،لأحمد بن محمد بن صديق بن أحمد أبوالفيض الغمارى الحسنى الأزهرى(المتوفى سنة:١٣٨٠ھ)،الباب الأول فى مقدمات النكاح:٣٤٩/٦ـ٣٥١،دارعالم الكتب بيروت،انيس)

تفصیل کے لیے دیکھیے خاکسار مرتب کی کتاب ’’نظام عفت و عصمت‘‘ شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی (ظفیر) ==

نکاح کرنا کب فرض ہے اور کب واجب اور سنت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ فرض، واحب، سنن، حرام اور مکروہ ہونے کے اعتبار سے نکاح کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور کس شخص کے لیے کس حالت پر پہنچ کر نکاح فرض، واجب، یا سنت ہوتا ہے اور کب حرام اور مکروہ ہوتا ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) اگر کوئی شخص بیوی کے حقوق ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور صورتِ حال ایسی ہو کہ اگر وہ نکاح نہ کرے، تو معصیتِ زنا میں پڑنے کا یقین، یا غالب گمان ہے تو ایسے شخص پر نکاح کرنا فرض ہے۔

فإن تيقن الزنا إلا به فرض "نهاية" أی: بأن كان لا يمكنه الاحتراز عن الزنا إلا به؛ لأن ما لا يتوصل إلى ترك الحرام إلا به يكون فرضاً، وهٰذا إن ملك المهر والنفقة. (شامی: ٦٣/٤، زكريا)

(۲) اگر کسی شخص کو نکاح کی شدید خواہش ہو اور وہ بیوی کے نان ونفقہ کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہو اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں معصیت میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص پر نکاح کرنا واجب ہے۔

ويكون واجباً عند التوقان ... وفی الشامية: وهو بالفتحات الثلاث كالميلان والسَّيَلان، والمراد شدة الاشتياق، كما فی الزيلعی، أی: بحيث يخاف الوقوع فی الزنا لولم يتزوج، إذ لا يلزم من الاشتياق إلى الجماع الخوف المذكور. (شامی: ٦٣/٤، زكريا)

(۳) اور جو شخص اعتدال کی حالت میں ہو، یعنی نہ تو نکاح کا اسے شدید تقاضہ ہو اور نہ ایسی کیفیت ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں ابتلاء معصیت کا خطرہ ہو تو اس حالت میں نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے اور مجرد رہنے سے افضل ہے۔

النكاح حالة الاعتدال سنة مؤكدة مرغوبة. (كتاب الاختيار: ١٠٢/٢)

ويكون سنة مؤكدة فی الأصح... حال الاعتدال، أی القدرة على وطىء ومهر ونفقة (درمختار) قوله: أی القدرة على الوطء، أی الاعتدال فی التوقان... وأن لا يكون غاية الفتور... ولذا فسّره فی شرحه على الملتقى بأن يكون بين الفتور والشوق...وفی البحر:

== "أتزوج فمن رغب عن سنتی فليس منی". (صحيح البخاری، باب الترغيب فی النكاح، ظفير صديقی) (عن حُمَيْدُ بْنُ أَبِی حُمَيْدٍ الطَّوِيلُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا، فَقَالُوا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلاَ أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلاَ أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (صحيح البخاری، رقم الحديث: ٥٠٦٣، انيس)

والمراد: حالة القدرة على الوطء والمهر والنفقة مع عدم الخوف من الزنا والجور وترك الفرائض والسنن. فلو لم يقدر على واحد من الثلاثة أو خاف واحدًا من الثلاثة: أى الأخيرة، فليس معتدلاً فلا يكون سنة فى حقه، كما أفاده فى البدائع. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل فى إطلاق المستحب على السنة: ٦٥/٤، زكريا، كذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح: ٧٩/٣، كراتشي، بدائع الصنائع ،أول كتاب النكاح: ٢٢٨/٢، كراتشي، فتح القدير، كتاب النكاح: ١٨٧/٣، دارالفكر بيروت، المبسوط للسرخسى، كتاب النكاح، الجزء الرابع: ٩٣/٢،دار الفكر بيروت)

(۴) اور اگر کوئی شخص اپنے جسمانی ضعف، یا مالی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے اس بات کا اندیشہ کرے کہ وہ ہونے والی بیوی کے حقوق ادا نہ کر سکے گا تو ایسے شخص کے لیے نکاح کرنا مکروہ ہے۔

ومكروهًا لخوف الجور. (شامی، كتاب النكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل فى إطلاق المستحب على السنة: ٦٦/٤، زكريا، كذا فى البحر الرائق ،كتاب النكاح: ٧٩/٣، كراتشي)

(۵) اور جس شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ بیوی کے حقوق بالکل ادا نہیں کر پائے گا تو ایسے شخص کے لیے نکاح کرنا حرام ہے۔

فإن تيقنه حرم ذٰلك. وفى الشامية: أى: تيقن الجور للحرم؛ لأن النكاح إنما شُرع لمصلحة تحصين النفس، وتحصيل الثواب، وبالجور باثم ويرتكب المحرمات فتنعدم المصالح لرجحان هٰذه المفاسد. (الدرالمختار مع الشامى، كتاب النكاح،مطلب: كثيرًا ما يتساهل فى إطلاق المستحب على السنة: ٦٦/٤ ،زكريا، كذا فى البحرالرائق، كتاب النكاح: ٧٩/٣، كراتشي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۳۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۳۱-۳۳)

نکاح کا مسنون، واجب اور حرام ہونا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص نے تمام عمر شادی نہیں کی، یا عورت نے شادی نہیں کی، کیا وہ گناہگار رہتا ہے، یا نہیں؟ شادی کرنا اسلام میں ضروری اور مستقل سنت ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح کرنا تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت ہے، (۱) اگر کوئی شخص نکاح پر قدرت کے باوجود ساری عمر نکاح نہیں کرتا تو وہ تارک سنت ہوگا۔ اگر زنا میں مبتلا ہونے کا یقین ہو اور مہر اور نفقہ پر بھی قادر ہو تو نکاح کرنا واجب ہے، اگر نکاح نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور اگر نکاح کرنے کے بعد ظلم اور بیوی کے حقوق ضائع ہونے کا یقین ہو تو نکاح

---

(۱) عن أبى أيوب رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أربع من سنن المرسلين: الحياء والتعطر والسواك والنكاح. (سنن الترمذى، باب ماجاء فى فضل التزويج والحث عليه، رقم الحديث: ١٠٨٠، انيس)

کرنا حرام ہے اور اگر یقین نہ ہو؛ بلکہ اندیشہ ہو تو نکاح کرنا مکروہ ہے۔ عام حالت میں جب مہر اور نفقہ وغیرہ پر قدرت ہو تو اصح قول کے مطابق نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے اور اس صورت میں بھی نکاح نہ کرنے سے گناہ گار ہوگا۔

لمافی القرآن الكريم (الرعد:٣٨): ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ اَن يَّأْتِيَ بِآيَةٍ﴾(الآية)

وفيه أيضا (النساء:٣): ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾

وفى الصحيح للمسلم (٤٤٩/١): عن أنس رضى الله عنه أن نفراً من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم سألوا أزواج النبى صلى الله عليه وسلم عن عمله فى السر، فقال بعضهم: لا أتزوج النساء وقال بعضهم: لا آكل اللحم وقال بعضهم: لا أنام على فراش، فحمد الله وأثنى عليه فقال: ما بال أقوام قالوا كذا وكذا؛لكنى أصلى وأنام وأصوم وأفطر وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتي فليس مني.(١)

وفى الشامية (٧/٣): (قوله: سنة مؤكدة فى الأصح) وهو محمل القول بالاستحباب وكثيرا ما يتساهل فى إطلاق المستحب على السنة وقيل: فرض كفاية، وقيل: واجب كفاية، وتمامه فى الفتح، وقيل: واجب عينا ورجحه فى النهر كما يأتى، قال فى البحر: ودليل السنية حال الاعتدال الاقتداء بحاله فى نفسه ورده على من أراد من أمته التخلى للعبادة كما فى الصحيحين رداً بليغاً بقوله ... (قوله:فيأثم بتركه) لأن الصحيح أن ترك المؤكدة مؤثم كما علم فى الصلاة، بحر. (نجم الفتاوی:۳/۴)

اقسامِ نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نکاح انسان کے اوپر کب واجب ہے اور کب فرض اور کب سنت ہے؟

(المستفتی: نعیم الدین، ریتی محلّہ، مرادآباد)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جس وقت انسان کو زنا میں مبتلا ہونے کا پورا پورا یقین ہو اور بغیر شہوت پوری کئے کوئی چارہ نہ ہو تو ایسی حالت میں نکاح کرنا فرض ہو جاتا ہے اور اگر حرام کاری میں مبتلا ہونے کا یقین تو نہ ہو، البتہ غالب گمان ہو تو ایسی حالت میں نکاح کرنا واجب ہے اور حالت اعتدال میں نکاح کرنا سنت ہے۔

---

(١) صحيح لمسلم،باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه،رقم الحديث: ١٤٠١،مسند البزار،مسند أبى حمزة أنس بن مالك،رقم الحديث:٦٨٠٧،سنن النسائى،باب النهى عن التبتل،رقم الحديث:٣٢١٧،انيس)

وصفته فرض، وواجب، وسنة...أما الأول فبأن يخاف الوقوع في الزنا لو لم يتزوج بحيث لا يمكنه الاحتراز عنه إلا به ... وأما الثاني فبأن يخافه لا بالحيثية المذكورة ...وأما الثالث فعند الاعتدال،الخ. (البحر الرائق، كتاب النكاح، کوئٹہ:۳/ ۷۹،زكريا ديوبند:۳/ ۱٤٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۶ رصفر ۱۴۲۰ھ (الف فتویٰ نمبر:۳۴/ ۶۰۱۶)

الجواب صحیح:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۶/ ۲/ ۱۴۲۰ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ:۱۲/ ۴۹۶-۴۹۷)

نکاح کے اقسام:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

کیا نکاح کی تین صورتیں ہیں: (۱) سنت (۲) واجب (۳) فرض۔ اگر ہیں تو ان کی تفصیل بتائیں کہ کن کن صورتوں میں یہ شکلیں ہیں اور اگر تین صورتیں نہیں ہیں تو نکاح کے سنت ہونے کی افضلیت کے بارے میں کچھ تفصیل سے روشنی ڈالئے، نیز مذکورہ تینوں میں کون سی شکل افضل ہے؟

(المستفتی: حاجی محمد صدیق عمری کلاں، مرادآباد)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

لوگوں کے احوال کے اعتبار سے نکاح کی چھ صورتیں ہیں:

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) حرام (۶) مکروہ۔

(۱) اگر شہوت کا اتنا غلبہ ہو کہ بغیر نکاح کے زنا میں مبتلا ہو جانے کا سخت خطرہ ہو اور وہ مہر ونفقہ پر بھی قادر ہو تو اس کے ذمہ نکاح کرنا فرض ہے۔

(۲) اور جس شخص کو گناہ سے بچنے کی امید ہو؛ لیکن شہوت غالب رہتی ہو، اس کی وجہ سے بے چینی رہتی ہو، ساتھ ہی وہ مہر ونفقہ پر بھی قادر ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے۔

(۳) اگر شہوت میں اعتدال ہو، معصیت میں ابتلا کا اندیشہ نہ ہو اور مہر ونفقہ پر بھی قادر ہو تو نکاح کرنا سنت ہے۔

(۴) جس شخص کے پاس فی الحال نکاح کے سارے اسباب موجود ہوں؛ مگر آئندہ چل کر خرچ واخراجات میں دشواری کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص کو نکاح کرنا مستحب ہے۔

(۵) اگر نکاح کا مقصد بیوی پر ظلم وزیادتی کرنا ہو اور اس سے بچنا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا حرام ہے؛ اس لیے کہ نکاح نفس کی حفاظت اور حصول اولاد کے لیے مشروع ہوا ہے، نہ کہ ظلم وزیادتی کرنے کے لیے۔

(۶) جس کو اس درجہ تو ظلم وزیادتی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو؛ بلکہ اس سے بچنا ممکن ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

وصفته:فرض، وواجب، وسنة، وحرام، ومكروه، ومباح،أما الأول: فبأن يخاف الوقوع في الزنا لو لم يتزوج بحيث لا يمكنه الاحتراز عنه إلا به؛ لأن ما لا يتوصل إلى ترك الحرام إلا به يكون فرضا، وأما الثاني: فبأن يخافه لا بالحيثية المذكورة إذ ليس الخوف مطلقا مستلزما بلوغه إلى عدم التمكن، وكل من هذين القسمين مشروط بشرطين الأول ملك المهر والنفقة، فليس من خافه إذا كان عاجزا عنهما آثما بتركه كما في البدائع: الثاني عدم خوف الجور، فإن تعارض خوف الوقوع في الزنا لو لم يتزوج، وخوف الجور لو تزوج قدم الثاني فلا افتراض بل مكروه، كما أفاده في فتح القدير، ولعله لأن الجور معصية متعلقة بالعباد، والمنع من الزنا من حقوق أوحق العبد مقدم عند التعارض لاحتياجه، وغنى المولى تعالى، وأما الثالث: فعند الاعتدال، وسيأتي بيانه، وأما الرابع: فبأن يخاف الجور بحيث لا يمكنه الاحتراز عنه؛ لأنه إنما شرع لمصلحة من تحصين النفس، وتحصيل الثواب، وبالجور يأثم ويرتكب المحرمات، فتنعدم المصالح لرجحان هذه المفاسد، وأما الخامس: فبأن يخافه لا بالحيثية المذكورة، وهي كراهة تحريم، وأما السادس: فبأن يخاف العجز عن الإيفاء بمواجبه، يعني في المستقبل. (البحر الرائق، كتاب النكاح، كوئٹه:۷۹/۳،زكريا ديوبند:۱٤۰/۳)

ذهب الفقهاء إلى أن النكاح تجري عليه الأحكام التكليفية، فيكون واجبا، أو فرضا، أو مستحبا، أو مباحا، أو مكروها، أو حراما،الخ.(الموسوعة الفقهية الكويتية:۲۱۰/٤۱-۲۱۱)

اورفرض واجب اور سنت ان تینوں کا مقابلہ افضیلت سے نہیں ہوتا؛ اس لیے کہ افضل وہ کام ہوتا ہے، جس کے نہ کرنے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں ہوتا اور فرض وہ کام ہے، جس کے نہ کرنے کا سخت گناہ ہوتا ہے اور واجب وہ کام ہوتا ہے، جس کے نہ کرنے سے آدمی گنہگار رہوتا ہے اور سنت وہ کام ہوتا ہے، جس کے نہ کرنے سے بڑا گناہ تو نہیں ہوتا؛ لیکن برا مانا جاتا ہے؛ اس لیے سوال میں یہ لکھنا کہ ان تینوں میں سے کون سا افضل ہے؟ یہ بے موقع سوال ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۹ر شوال ۱۴۳۳ھ (الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۱۰/۴۰)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۱۱/۴ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۴۹۷-۴۹۹)

کن حالات میں نکاح جائز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نکاح کس حالت میں جائز نہیں ہوتا، اس کو بھی قرآن وحدیث سے واضح کریں؟

(المستفتی: نعیم الدین، ریتی محلّہ، مرادآباد)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب انسان کو اندیشہ ہو کہ وہ نکاح کے بعد عدل وانصاف قائم نہیں کر سکے گا تو ایسی صورت میں نکاح کرنا جائز نہیں۔

وأما المکروہ:فبأن یخاف الجور لا بالحیثیة المذکورة، وهی کراهة تحریم. (البحرالرائق، کتاب النکاح، کوئٹہ :۷۹/۳، زکریا دیوبند: ۱٤۰)

ومکروها لخوف الجور، فإن تیقنه حرم ذلک. (الدر مع الرد، زکریا: ٤/ ٦٦، کراتشی:۳/ ۷)

ویکون حراما إذا کان المرء فی حالة یتیقن فیها عدم القیام بأمور الزوجیة والإضرار بالمرأة إذا هو تزوج. (الموسوعة الفقهیة الکویتیة: ۱۱/ ۲۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۶/صفر۱۴۲۰ھ (الف فتویٰ نمبر:۳۴/۶۰۱۶)

الجواب صحیح:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۶/۲/۱۴۲۰ھ۔(فتاویٰ قاسمیہ:۱۲/۴۹۹-۵۰۰)

نکاح کا طریقہ ودعا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: آپ سے گزارش ہے کہ درج ذیل سوال کا مدلل ومحقق جواب دینے کی زحمت فرمائیں؛ تاکہ لوگوں کو صحیح معلومات ہو اور اس پر عمل کریں۔نکاح کیوں ضروری ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ کیا دعا پڑھی جاتی ہے،مع ترجمہ کے تحریر کریں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) نکاح چوں کہ ایک عبادت ہے،اس کے اندر حفاظت نفس وعصمت مضمر ہے اور حصول اولاد کا ذریعہ ہے؛ اس لیے نکاح ضروری ہے؛ تاکہ مرد نکاح کے ذریعہ اپنی عصمت وعفت بھی محفوظ رکھے اور عورت بھی اس کی وجہ سے محفوظ رہے اور یہ چوں کہ ذریعہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کثرت وزیادتی کا اس وجہ سے بھی نکاح ضروری ہے۔

﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾(سورۃالبقرۃ:۲۲۳)

﴿لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا﴾(سورۃ الروم: ۲۱)

عن عبداللّٰه رضی اللّٰه عنه قال: قال لنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم : یا معشر الشباب! من استطاع منکم الباءة فلیتزوج، فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرج. (الحدیث)(صحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه،الخ،النسخة الهندیة: ٤٤٩/۱ ،بیت الأفکار، رقم: ۱٤۰۰، صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علی نفسه العزوبة، النسخة الهندیة: ۲۵۵/۱، رقم:۱۸٦۷، ف:۱۹۰۵)

عن معقل بن یسار، قال: جاء رجل إلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: تزوجوا الودود

الولود، فإني مكاثر بكم الأمم. (سنن أبي داؤد،باب في تزويج الأبكار، النسخة الهندية: ۲۸۰/۱، دار السلام، رقم: ۲۰۵۰، سنن نسائي، كتاب النكاح، كراهية تزويج العقيم، النسخة الهندية: ۵۹/۲،دار السلام رقم: ۳۲۲۹)

ولما فيه من حفظ النفس عن الوقوع في الزنا، ولما فيه من مباهاة الرسول صلى الله عليه وسلم بقوله: تناكحوا تكثروا، فإني أباهي بكم الأمم يوم القيامة، ولما فيه من تهذيب الأخلاق، وتوسعة الباطن بالتحمل في معاشرة أبناء النوع، وإعفاف الحرم، ونفسه ودفع الفتنة عنه وعنهن. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، مصري قديم: ۳۱۵/۱،دار الكتب العلمية بيروت: ۴٦٦/۱)

اور نکاح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ خطبۂ نکاح پڑھنے کے بعد ولی سے اجازت لے کر لڑکا اور لڑکی سے کم از کم دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرایا جائے۔

النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول. (الهداية،ط:أشرفيه: ۳۰۵/۲)

وشرط حضور شاهدين. (الدر المختار مع رد المحتار، كراتشي: ۱۹/۳،زكريا: ۸۷/۴)

نکاح کے وقت الفت ومحبت اور زوجین کے درمیان سلامت روی کی دعا کی جائے۔حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا رفأ الإنسان إذا تزوج قال: بارك الله لك، وبارك عليك، وجمع بينكما في خير. (أبوداؤد، النكاح، باب مايقال للمتزوج، النسخة الهندية: ۲۹۰/۱،دار السلام، رقم: ۲۱۳۰،مسند الدارمي، دار المغني: ۱۳۹۱/۳،رقم: ۲۲۲۰)

(ترجمہ یہ ہے: اللہ پاک تمہارے اوپر اور تمہاری ذات میں برکت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کو بھلائی کے ساتھ ملائے رکھے۔) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۴۲۰/۴/۳ھ (الف فتویٰ نمبر: ۶۰۹۴/۳۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۰/۴/۳ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۴۹۳/۱۲-۴۹۵)

نان نفقہ کی قدرت ہو تو شادی کرنا افضل ہے:

سوال: ایک شخص کی بیوی مرگئی اور وہ نان ونفقہ وغیرہ فرض کی طاقت رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اب بلا شادی گزر کرلوں گا، اس شخص کو نکاح کرنا افضل ہے، یا مجرد رہنا؟

الجواب

ایسے شخص کو نکاح کرنے میں فضیلت ہے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴۲/۷)

(۱) عکاف ابن بشر تمیمیؓ ایک صحابی ایک بار خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا عکاف، بیوی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں۔آپ نے دریافت کیا: لونڈی؟ کہا: یہ بھی نہیں، فرمایا: صلاحیت رکھتے ہو، خوش حال بھی ہو اور پھر شادی سے گریز، إذا أنت من إخوان الشياطين. (تب تو تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو) (جمع الفوائد، كتاب النكاح) ==

جس کو نکاح کی سخت ضرورت ہو؛ لیکن نان نفقہ کا انتظام نہ ہو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کو نکاح کی سخت ضرورت ہو اور شرعاً اس پر نکاح اس حد تک واجب ہو چکا ہو کہ اس کے گناہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو؛ لیکن اس کے پاس شادی کے انتظامات نہ ہوں تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا بھی حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جس شخص کو نکاح کی سخت ضرورت ہو؛ لیکن نان ونفقہ وغیرہ کا انتظام نہ ہو سکے تو اس کو چاہیے کہ وہ لگاتار روزے رکھے؛ تاکہ نفس پر قابو رہے اور شہوت انگیز باتوں سے پوری طرح بچتا رہے، نیز نان ونفقہ کے اسباب اختیار کرنے کی بھی فکر کرے؛ تاکہ نکاح پر قدرت حاصل ہو جائے۔

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال: کنا مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم شبابًا لا نجدُ شیئًا، فقال لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: یا معشر الشباب! من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج؛ فإنہ أغض للبصر وأحصن للفرَجِ، ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم؛ فإنہ لہ وجاء. (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، رقم: ٥٠٦٦، دار الفکر بیروت، صحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ إلیہ، الخ، رقم: ١٤٠٠، بیت الأفکار الدولیۃ، مشکاۃ المصابیح، ص: ٢٦٧)

== (عَنْ عَطِیَّةَ بِنِ بُسْرٍ الْمَازِنِیِّ قَالَ: جَاءَ عَکَّافُ بْنُ وَدَاعَةَ الْهِلَالِیُّ إِلَی رَسُولِ اللَّهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا عَکَّافُ، أَلَکَ زَوْجَةٌ ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَلَا جَارِیَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَأَنْتَ صَحِیحٌ مُوسِرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، قَالَ: فَأَنْتَ إِذًا مِنْ إِخْوَانِ الشَّیَاطِینِ: إِمَّا أَنْ تَکُونَ مِنْ رُهْبَانِ النَّصَارَی فَأَنْتَ مِنْهُمْ، وَإِمَّا أَنْ تَکُونَ مِنَّا فَاصْنَعْ کَمَا نَصْنَعُ، فَإِنَّ مِنْ سُنَّتِنَا النِّکَاحَ، شِرَارُکُمْ عُزَّابُکُمْ، وَأَرَاذِلُ أَمْوَاتِکُمْ، عُزَّابُکُمْ آبَاءٌ لِلشَّیَاطِینِ تَمَرَّسُونَ، مَا لَهُمْ فِی نَفْسِی سِلَاحٌ أَبْلَغُ فِی الصَّالِحِینَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِلَّا الْمُتَزَوِّجُونَ، أُولَئِکَ الْمُطَهَّرُونَ الْمُبَرَّئُونَ مِنَ الْخَنَا وَیْحَکَ یَا عَکَّافُ إِنَّهُنَّ صَوَاحِبُ دَاوُدَ، وَصَوَاحِبُ أَیُّوبَ، وَصَوَاحِبُ یُوسُفَ، وَصَوَاحِبُ کُرْسُفَ، قَالَ: فَقَالَ: وَمَا الْکُرْسُفُ یَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: رَجُلٌ کَانَ فِی بَنِی إِسْرَائِیلَ عَلَی سَاحِلٍ مِنْ سَوَاحِلِ الْبَحْرِ یَصُومُ النَّهَارَ وَیَقُومُ اللَّیْلَ، لَا یَفْتُرُ مِنْ صَلَاةٍ وَلَا صِیَامٍ، ثُمَّ کَفَرَ بَعْدَ ذَلِکَ بِاللَّهِ الْعَظِیمِ فِی سَبَبِ امْرَأَةٍ عَشِقَهَا، فَتَرَکَ مَا کَانَ عَلَیْهِ مِنْ عِبَادَةِ رَبِّهِ فَتَدَارَکَهُ اللَّهُ بِمَا سَلَفَ مِنْهُ، فَتَابَ عَلَیْهِ وَیْحَکَ یَا عَکَّافُ تَزَوَّجْ فَإِنَّکَ مِنَ الْمُذَبْذَبِینَ، قَالَ: فَقَالَ عَکَّافٌ: یَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا أَبْرَحُ حَتَّی تُزَوِّجَنِی مَنْ شِئْتَ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: فَقَدْ زَوَّجْتُکَ عَلَی اسْمِ اللَّهِ وَالْبَرَکَةِ کَرِیمَةَ بِنْتَ کُلْثُومٍ الْحِمْیَرِیِّ. (مسند أبی یعلی الموصلی، حدیث عطیۃ بن بسر، رقم الحدیث: ٦٨٥٦، انیس)

ورواہ عبدالرزاق الصنعانی فی المصنف فی باب وجوب النکاح وفضلہ ... عن أبی ذر قال: دخل علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رجل یقال لہ عکاف بن بشر التمیمی، فذکر مثلہ. (رقم الحدیث: ١٠٣٨٧، انیس)

عن أحمد، قالوا: إن الاشتغال بہ أی بالنکاح أفضل عن التخلی لنوافل العبادات أی الاشتغال بہ ومایشتمل علیہ من القیام بمصالحہ واعفاف النفس عن الحرام تربیۃ الولد ونحو ذلک. (ردالمحتار، کتاب النکاح: ٣٥٥/٢، ظفیر)

من تزوج امرأة بواها منزلا، وفيه حذف مضاف أی مؤونة الباءة من المهر والنفقة ... لا يقال للعاجز هذا وإنما يستقيم إذا قيل: أيها القادر المتمكن من الشهوة إن حصلت لک مؤن النكاح تزوج وإلا فصم. (مرقاة المفاتيح: ۱۸٦/٦، المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۶/۲/۱۵ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۳/۸-۳۴)

جس کے پاس نفقہ کا انتظام نہ ہو:

سوال: ذریعۂ معاش کے سلسلہ میں اگر کوئی یہ کہے کہ میرے پاس نان ونفقہ کے لیے معقول انتظام نہیں، اسے یہ مشورہ دینا کیسا ہے کہ اللہ رازق ہے، وہ انتظام کر دے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہر بندہ اپنا رزق اللہ کے یہاں سے لے کر آیا ہے اور حصولِ رزق کے لیے اللہ پر بھروسہ نہ کرنا دراصل اللہ کے رزاق ہونے پر ایمان مضبوط نہ ہونے کا ثبوت ہے، کیا یہ بات سچ نہیں ہے کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد معاشی پریشانی کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک اور نکاح کرنے کا مشورہ دیا۔(۱)

اس سلسلہ میں ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالغ مرد کے پاس استطاعت نہ رکھنے کی صورت میں روزہ رکھنے کا مشورہ دیا۔(۲)

ان دو مشوروں کے تعلق سے ہماری رہنمائی کریں؟ (محمد صدیق، لام، گنٹور)

الجواب

آپ نے جن دو روایتوں کا ذکر کیا ہے، دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے احکام مخاطب کی رعایت سے دیا کرتے تھے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کل مال اسلام کے لیے قبول فرمالیا،(۳) بعض سے کچھ ہی حصہ قبول فرمایا۔(۴)

---

(۱) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، قَالَ: حدثنا عَبْدُ الْبَاقِي بْنُ قَانِعٍ، قَالَ: حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ نَصْرٍ التِّرْمِذِيُّ، قَالَ: حدثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حدثنا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، قَالَ: حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو إِلَيْهِ الْفَاقَةَ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ.(الخطيب البغدادی، تاريخ بغداد: ٣٦٥/١، رقم: ٣٠٧، دار الغرب الإسلامی بيروت، انيس)

(۲) حدثنا عمر بن حفص بن غياث... فقال عبد الله رضی الله عنه: كنا مع النبی صلى الله عليه وسلم شبابا لانجد شيئا، فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا معشر الشباب، من استطاع الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء.(صحيح البخاری، باب من لم يستطع الباءة فليصم، رقم الحديث: ٥٠٦٦، صحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه، الخ: ٤٤٩/١، بيت الأفكار، رقم: ١٤٠٠، انيس)

(۳،۴) سیرت حلبیہ: ۳۹۷/۵

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مجذوم شخص کے ساتھ کھانا تناول فرمایا؛(۱) لیکن بعض کو مجذوم سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا۔(۲) یہ اصل میں مخاطب کی قوتِ ایمانی اوراس کی قناعت واستغنا کی صلاحیت پرمبنی تھا، اصولی بات تو یہی ہے کہ بیوی کے ضروری اخراجات ادا کرنے پر قادر ہو، اس کے بعد نکاح کرے، ہرعورت سے اس بات کی توقع رکھنا کہ وہ صبر وقناعت کی تصویر بنی رہے گی اور ہرمرد سے اس امر کی امید باندھنا کہ کتنی ہی مشقت وابتلا آئے، وہ حرام وحلال کی حدود پر قائم رہے، خلافِ واقعہ ہوگا؛ اس لیے یہ اصولی حکم ہے۔

لیکن واقعی کوئی شخص اتنا قوی الایمان ہو کہ وہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے لیے جو رزق مقرر کیا ہے، ہمارے نکاح میں آنے کی وجہ سے وہ رزق ہمارے حصہ میں آئے گا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ''انسان کو عورتوں اوراس کے زیرِ عیال کمزوروں کی وجہ سے رزق دی جاتی ہے''۔(۳)

عورت کے بارے میں اطمنان ہو کہ وہ مشکل معاشی حالات میں بھی صبر وقناعت کا ثبوت دے گی تو اس کے لیے وہ روایت اسوہ ہوگی، جس میں باوجود تنگ دستی کے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا،(۴) گویا پہلا حکم اصلی اور قانونی ہے اور دوسرا حکم ''احسانی'' ہے۔

---

(۱) الجامع للترمذي،رقم الحديث : ١٨١٧،محشي(عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ فَأَدْخَلَهُ مَعَهُ فِي القَصْعَةِ، ثُمَّ قَالَ: كُلْ بِسْمِ اللَّهِ، ثِقَةً بِاللَّهِ، وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يُونُسَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ المُفَضَّلِ بْنِ فَضَالَةَ وَالمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ هَذَا شَيْخٌ بَصْرِيٌّ، وَالمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ شَيْخٌ آخَرُ مِصْرِيٌّ أَوْثَقُ مِنْ هَذَا وَأَشْهَرُ وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ هَذَا الحَدِيثَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ، أَنَّ عُمَرَ، أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ، وَحَدِيثُ شُعْبَةَ أَشْبَهُ عِنْدِي وَأَصَحُّ. (سنن الترمذی،انیس)/عَن أَبی هُرَيرة؛ أَنَّ رَسُولَ اللّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّم أكل مع مجذوم فقال: إيمانا بالله وتوكلا عَلَيْهِ. (مسند البزار،رقم الحدی ٨٩٩٠،انیس)

(۲) صحيح البخاري،رقم الحديث: ٥٧٠٧،محشي(حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ عَدْوَى وَلاَ طِيَرَةَ، وَلاَ هَامَةَ وَلاَ صَفَرَ، وَفِرَّ مِنَ المَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الأَسَدِ. (صحیح البخاری،انیس)

(۳) صحيح البخاري،رقم الحديث: ٢٨٩٦،محشي(عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: رَأَى سَعْدٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ دُونَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ. (صحیح البخاری،باب من استعان بالضعفاء،رقم الحديث: ٢٨٩٦،انیس)

(۴) صحيح البخاري،رقم الحديث: ٥٠٨٧، محشي(عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، جِئْتُ أَهَبُ لَكَ نَفْسِي، قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيهَا وَصَوَّبَهُ، ثُمَّ طَأْطَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ، فَلَمَّا رَأَتِ المَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا، فَقَالَ: وَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَ: لاَ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ: اذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: لاَ وَاللَّهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ، ==

موجودہ زمانہ اور حالات میں صحیح یہی ہے کہ پہلے بیوی کا نفقہ ادا کرنے کا اہل ہو، پھر نکاح کرے، البتہ مسائلِ زندگی کے سلسلہ میں ''ضروریات'' اور ''خواہشات'' کا فرق ملحوظ رکھنا چاہیے کہ خواہشات کے لیے کوئی حد نہیں ہے۔

(کتاب الفتاویٰ:۴/۳۱۲-۳۱۴)

نکاح کی طاقت نہ رکھنے والوں کو روزہ کا حکم:

سوال: ہم نے ایک حدیث میں پڑھا تھا کہ جو شخص کسی مجبوری کی وجہ سے نکاح نہ کرسکتا ہو، اسے کثرت سے روزہ رکھنا چاہیے۔ اس حدیث میں روزہ رکھنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا؟ (سید سلیم، ناپلی)

الجواب

یہ حدیث صحیح ہے اور خود امام بخاریؒ نے اسے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، (۱) روزہ رکھنے سے انسان میں ضبطِ نفس کی قوت پیدا ہوتی ہے؛ اسی لیے روزہ رکھنے کو تقوی کا سبب قرار دیا گیا، اگر کوئی شخص نکاح کی ضرورت محسوس کرتا ہو؛ لیکن مالی استطاعت نہ ہو، تو ظاہر ہے کہ اب اس کے لیے ضبطِ نفس کے سوا کوئی چارہ نہیں اور ضبطِ نفس میں روزہ رکھنے سے مدد ملتی ہے؛ اس لیے ایسے شخص کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۱۲)

شہوت توڑنے کے لیے روزہ رکھنے سے والد کا منع کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس شادی کا انتظام نہیں ہے اور اس کے نکاح نہ ہونے کی صورت میں گناہ کا اندیشہ ہے؛ اس لیے اس نے روزہ رکھنا شروع کیا؛ لیکن جب اس کے والد کو معلوم ہوا تو اس نے سختی سے منع کیا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ایسا شخص کیا کرے؟ روزہ نہ رکھے تو معصیت کا اندیشہ ہے اور روزہ رکھے تو والد کی نافرمانی لازم آتی ہے۔ شریعت کا کیا حکم ہے؟

== فَقَالَ: لاَ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلاَ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، وَلَكِنْ هَذَا إِزَارِی – قَالَ سَهْلٌ: مَا لَهُ رِدَاءٌ – فَلَهَا نِصْفُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِکَ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَیْءٌ، وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْکَ مِنْهُ شَیْءٌ، فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى إِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قَامَ، فَرَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَلِّيًا، فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِیَ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: مَاذَا مَعَکَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ: مَعِی سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا، عَدَّدَهَا، فَقَالَ: تَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِکَ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَکَ مِنَ الْقُرْآنِ.(صحيح البخاری،انیس)

(۱) صحيح لمسلم،رقم الحديث: ۱۴۰۰، كتاب النكاح(عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِی مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَلَا نُزَوِّجُکَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُکَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِکَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاکَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ،مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.(صحيح لمسلم،انیس)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

والدین کی اطاعت وفرماں برداری شرعی حدود کے اندر واجب اور لازم ہے۔(۱)صورتِ مسئولہ میں پوری کوشش کی جائے کہ والد صاحب روزہ رکھنے کی اجازت دے دیں؛لیکن اگر وہ کسی بھی صورت میں راضی نہ ہوں اورصراحۃً منع کردیں تو ان کا حکم مانیں؛ اس لیے کہ ایسی حالت میں روزہ رکھنے کا حکم وجوبی نہیں ہے؛ بلکہ اس کا اصل مقصد کم کھانے اور بھوکا رہنے کے ذریعہ غلبہ شہوت کوتوڑنا ہےاور یہ مقصد بغیر روزہ کے بھی غذا کی کمی سے حاصل ہوسکتا ہے، چناں چہ اسی حدیث سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ ادویہ کے ذریعہ شہوت کوتوڑنا جائز ہے، لہٰذا والد صاحب کا حکم مان کرغذاؤں میں کمی کریں، ان شاءاللہ مقصد حاصل ہوگا۔

---

(۱) ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ﴾(سورة البقرة:۸۳)

يُذَكِّرُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا أَمَرَهُمْ به من الأوامر وأخذه مِيثَاقَهُمْ عَلَى ذَلِكَ وَأَنَّهُمْ تَوَلَّوْا عَنْ ذَلِكَ كُلِّهِ، وَأَعْرَضُوا قَصْدًا وَعَمْدًا وَهُمْ يَعْرِفُونَهُ، وَيَذْكُرُونَهُ، فأمرهم تعالى أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَبِهَذَا أَمَرَ جَمِيعَ خَلْقِهِ، وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ كَمَا قَالَ تَعَالَى:﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾(الْأَنْبِيَاءِ: ۲۵)وَقَالَ تَعَالَى:﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾(النَّحْلِ: ۳۶) وَهَذَا هُوَ أَعْلَى الْحُقُوقِ وأعظمها، وهو حق الله تبارك وتعالى أَنْ يُعْبَدَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، ثُمَّ بَعْدَهُ حَقُّ الْمَخْلُوقِينَ وَآكَدُهُمْ وَأَوْلَاهُمْ بِذَلِكَ حَقُّ الوالدين، ولهذا يقرن تبارك وتعالى بَيْنَ حَقِّهِ وَحَقِّ الْوَالِدَيْنِ كَمَا قَالَ تَعَالَى:﴿أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾(لُقْمَانَ: ۱۴) وقال تبارك وتعالى:﴿وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾(الإسراء:۲۳)إِلَى أَنْ قَالَ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ﴾(الْإِسْرَاءِ:۲۶)

وَفِي الصَّحِيحَيْنِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ:الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا،قُلْتُ:ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ:بِرُّ الْوَالِدَيْنِ،قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ:الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ،وَلِهَذَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ:أُمَّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ:أُمَّكَ، قَالَ: ثُمَّ من؟ قال:أباك، ثم أدناك ثم أدناك.(تفسير ابن كثير: ۱/۱۰۹،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الكَبَائِرِ، قَالَ:الإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ.(صحيح البخارى،باب ماقيل فى شهادة الزور،رقم الحديث: ۲۶۵۳/صحيح لمسلم،باب بيان الكبائر وأكبرها،رقم الحديث:۸۸،انيس)

عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَ: قَدِمَتْ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ، فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ وَمُدَّتِهِمْ إِذْ عَاهَدُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَعَ ابْنِهَا، فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ وَهِيَ رَاغِبَةٌ ؟ أَفَأَصِلُهَا؟ قَالَ:نَعَمْ، صِلِي أُمَّكِ.(صحيح البخارى،باب صلة الوالد المشرك،رقم الحديث:۵۹۷۹،انيس)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الوَالِدِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ.(سنن الترمذى،باب ماجاء من الفضل فى رضا الوالدين،رقم الحديث: ۱۸۹۹/مسند البزار،حديث عبدالله بن عمرو بن العاص،رقم الحديث: ۲۳۹۴،انيس)

==

واحتج من قال من أصحابنا أنه مندوب إليه ومستحب بما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: من استطاع منكم الباءة فليتزوج، ومن لم يستطع فليصم، فإن الصوم له وِجاءٌ، أقام الصوم مقام النكاح والصوم ليس بواجب، فدل أن النكاح ليس بواجب أيضًا؛ لأن غير الواجب لا يقوم مقام الواجب. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح،بيان صفته:۴۸۳/۲،زكريا ديوبند)

المطلوب من الصوم هو الجوع وإلا فكم من صائم يملأ وعائه، واستدل به الخطابى على جواز المعالجة لقطع شهوة النكاح بالأدوية. (فتح الملهم:۴۳۳/۳،مكتبة دار العلوم كراتشى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۱/۶/۱۴۲۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل:۳۴/۸۔۳۶)

غیر شادی شدہ بالغ اولاد کے گناہ میں کیا ماں باپ شریک ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اس وقت میری عمر تقریباً ۴۶ رسال کی ہوچکی ہے، میرے والد مرحوم نے میری شادی پر ذرہ برابر توجہ نہیں دیا، میں خود ہی بے شرم ہوکر والد سے فریاد کرتا تھا اور کچھ لوگ میری وکالت کرتے تھے، اس بارے میں میں خود، یا میرے والد مرحوم گنہگار رہیں؟

(المستفتی: امان اللہ)

== ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (سورة لقمان:۱۴۔۱۵)

عن مُصْعَبُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ نَزَلَتْ فِيهِ آيَاتٌ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ: حَلَفَتْ أُمُّ سَعْدٍ أَنْ لَا تُكَلِّمَهُ أَبَدًا حَتَّى يَكْفُرَ بِدِينِهِ،وَلَا تَأْكُلَ وَلَا تَشْرَبَ، قَالَتْ: زَعَمْتَ أَنَّ اللهَ وَصَّاكَ بِوَالِدَيْكَ،وَأَنَا أُمُّكَ، وَأَنَا آمُرُكَ بِهَذَا،قَالَ: مَكَثَتْ ثَلَاثًا حَتَّى غُشِيَ عَلَيْهَا مِنَ الْجَهْدِ، فَقَامَ ابْنٌ لَهَا يُقَالُ لَهُ عُمَارَةُ، فَسَقَاهَا، فَجَعَلَتْ تَدْعُو عَلَى سَعْدٍ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْقُرْآنِ هَذِهِ الْآيَةَ:﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي﴾ وَفِيهَا﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾(لقمان: ۱۵) قَالَ: وَأَصَابَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنِيمَةً عَظِيمَةً، فَإِذَا فِيهَا سَيْفٌ فَأَخَذْتُهُ، فَأَتَيْتُ بِهِ الرَّسُولَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: نَفِّلْنِي هَذَا السَّيْفَ، فَأَنَا مَنْ قَدْ عَلِمْتَ حَالَهُ، فَقَالَ:رُدُّهُ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُ، فَانْطَلَقْتُ، حَتَّى إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أُلْقِيَهُ فِي الْقَبَضِ لَامَتْنِي نَفْسِي، فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: أَعْطِنِيهِ، قَالَ فَشَدَّ لِي صَوْتَهُ، رُدُّهُ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُ، قَالَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ:﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ﴾(الأنفال: ۱)قَالَ: وَمَرِضْتُ فَأَرْسَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَانِي، فَقُلْتُ: دَعْنِي أَقْسِمْ مَالِي حَيْثُ شِئْتُ، قَالَ فَأَبَى، قُلْتُ: فَالنِّصْفَ، قَالَ فَأَبَى، قُلْتُ: فَالثُّلُثَ، قَالَ فَسَكَتَ، فَكَانَ، بَعْدُ الثُّلُثُ جَائِزًا،قَالَ: وَأَتَيْتُ عَلَى نَفَرٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرِينَ، فَقَالُوا: تَعَالَ نُطْعِمْكَ وَنَسْقِكَ خَمْرًا، وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ تُحَرَّمَ الْخَمْرُ، قَالَ فَأَتَيْتُهُمْ فِي حَشٍّ–وَالْحَشُّ الْبُسْتَانُ–فَإِذَا رَأْسُ جَزُورٍ مَشْوِيٌّ عِنْدَهُمْ، وَزِقٌّ مِنْ خَمْرٍ،قَالَ فَأَكَلْتُ وَشَرِبْتُ مَعَهُمْ، قَالَ فَذَكَرْتُ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرِينَ عِنْدَهُمْ،فَقُلْتُ: الْمُهَاجِرُونَ خَيْرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ،قَالَ فَأَخَذَ رَجُلٌ أَحَدَ لَحْيَيِ الرَّأْسِ فَضَرَبَنِي، بِهِ فَجَرَحَ بِأَنْفِي فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيَّ –يَعْنِي نَفْسَهُ –شَأْنَ الْخَمْرِ:﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾المائدة: ۹۰)(صحيح لمسلم،باب فى فضل سعد بن أبى وقاص رضى الله عنه،رقم الحديث:۱۷۴۸،انيس)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر شادی کے لائق ہونے کے بعد والدین اپنی لاپروائی سے شادی نہ کریں تو لڑکے کو اپنی شادی خود کرنے کا حق ہے اور اگر ماں باپ کی رکاوٹ کی وجہ سے شادی نہ کرسکے اور لڑکا خدانخواستہ کسی گناہ میں مبتلا ہوجائے تو اس گناہ کا وبال والدین پر ہوگا۔

عن أبی سعید وابن عباس قالا: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وأدبہ، فإذا بلغ فلیزوجہ، فإن بلغ ولم یزوجہ فأصاب إثما فإنما إثمہ علی أبیہ. (شعب الإیمان، باب فی حقوق الأولاد والأھلین، دارالکتب العلمیة بیروت: ۴۰۱/۶، مشکاۃ المصابیح: ۲۷۱/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۲/۱/۱۴۱۵ھ (الف فتویٰ نمبر: ۔۔/۳۸۱۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۱/۱۴۱۵ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۵۰۱-۵۰۲)

کیا لڑکی کو ازخود نکاح کا حق حاصل ہے:

سوال: اگر والدین نے اس بات کی وصیت کی ہو کہ ان کی لڑکی کا نکاح فلاں مرد سے کردیا جائے؛ لیکن کسی وجہ سے لڑکی اس مرد سے نکاح نہیں کرتی تو کیا لڑکی کو ایسا کرنے کا حق حاصل ہے؟

الجواب ــــــــــــــ

بالغ مرد وعورت اپنے نفس کے خود حقدار ہیں، صورت مسئولہ میں اگر کسی وجہ سے لڑکی والدین کی وصیت پر عمل نہیں کرتی تو اس کو یہ حق حاصل ہے، دوسری جگہ نکاح اس سے متاثر نہ ہوگا اور اگر لڑکی نابالغ ہو تو یہ حق اس کے ورثا کو حاصل ہے۔

عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: الثیب أحق بنفسھا من ولیھا والبکر یستاذنھا أبوھا فی نفسھا وإذنھا صماتھا. (مسلم بحوالہ مشکاۃ: ۲۷۰/۲، باب الولی فی النکاح واستیذان المرأۃ)(۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۰۵/۴)

---

(۱) قال العلامۃالحصکفی رحمہ اللّٰہ: (فنفذ نکاح حرۃ مطلقۃ بلا) رضا (ولی) والأصل أن کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ ومالا فلا (ولہ اذاکان عصبۃ الاعتراض فی غیر الکف ء)...(ویفتی) فی غیر الکفوء (لعدم جوازہ اصلاً) وھوالمختار للفتویٰ (لفسادالزمان)، فلا تحل مطلقۃ ثلاثاً نکحت غیر کفءٍ. (الدرالمختار مع رد المحتار: ۳۲۲/۲، کتاب النکاح. باب الولی) ومثلہ فی الھندیۃ: ۲۹۳/۲، باب فی الاالیاء والاکفاء)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الثَّیِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِھَا مِنْ وَلِیِّھَا، وَالْبِکْرُ یَسْتَأْذِنُھَا أَبُوھَا فِی نَفْسِھَا، وَإِذْنُھَا صُمَاتُھَا، وَرُبَّمَا قَالَ: وَصَمْتُھَا إِقْرَارُھَا. (صحیح لمسلم، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق، رقم الحدیث: ۱۴۲۱، انیس)

بالغ اولاد کا نکاح کرنا والدین کی ذمہ داری ہے:

سوال: عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ والدین کا یہ فرض ہے کہ جب اولاد بالغ ہوجائے تو اس کا نکاح کریں، کیا واقعی یہ بات صحیح ہے؟

الجواب

احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بیٹا یا بیٹی بالغ ہوجائے تو والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کی شادی کا انتظام کریں اور اگر بغیر کسی شرعی عذر کے نہیں کیا اور وہ کسی معصیت میں مبتلا ہوگئے تو والدین اس گناہ میں ان کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے؛ اس لیے عوام الناس کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے۔

عن أبي سعيد وابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ولد لهٗ فليحسن اسمه وأدّبه فإذا بلغ فليزوجه، فإن بلغ ولم يزوجه فاصاب إثمًا فإنما اثمهٗ علٰى أبيه. (مشكاة المصابيح: ۲۸۸/۲، كتاب النكاح، باب الولى)(۱)

وعن عمر بن الخطاب وأنس بن مالک عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فى التوراة مكتوب من بلغت ابنته عشرة سنة ولم يزوجهافاصابت اثماً ذٰلک عليه. (رواهماالبهقى فى شعب الايمان)(مشكاة، ص: ۲، كتاب النكاحِ باب الولى)(۲)(فتاوی حقانیہ: ۳۰۴/۴)☆

(۱) شعب الإيمان للبيهقى، حقوق الوالدين والأهلين، رقم الحديث: ۸۲۹۹، انيس

(۲) شعب الإيمان للبيهقى، حقوق الوالدين والأهلين، رقم الحديث: ۸۳۰۳، انيس

☆ بالغ اولاد کی شادی کرنا والدین کا فرض ہے:

سوال: ہمارے پٹھانوں میں یہ رواج ہے کہ جب بیٹا یا بیٹی بالغ ہوجائے تو کہتے ہیں کہ یہ باپ کے فرائض میں سے ہے کہ وہ ان کی شادی کا انتظام کرے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب

جب اولاد بالغ ہوجائے اور اس کے کفو کی لڑکی، یا لڑکا مل جائے تو یہ باپ کے فرائض منصبی میں داخل ہے کہ وہ ان کی شادی کا بندوبست کرے اور اس میں دیر کرنا مناسب نہیں۔

عن أبي سعيد وابن عباس قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه. (مشكاة المصابيح: ۲۷۱/۱، باب الولى)(شعب الإيمان للبيهقى، حقوق الوالدين والأهلين، رقم الحديث: ۸۲۹۹، انيس)

وعن عمر بن الخطاب وانس بن مالک (رضى الله عنهما) عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فى التوراة مكتوبٌ من بلغت ابنته اثنتى عشرة سنة ولم يزوجها فأصابت إثماً فاثمٌ ذٰلک عليه. (مشكاة المصابيح: ۲۷۱/۱، باب الولى)(شعب الإيمان للبيهقى، حقوق الوالدين والأهلين، رقم الحديث: ۸۳۰۳، انيس)(فتاوی حقانیہ: ۳۱۲/۴)

بلا وجہ بیٹیوں کو گھر میں رکھنے اور شادی نہ کرانے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغیر کسی وجہ شرعی کے جولوگ اپنی بیٹیاں یا بہنیں گھر میں پالتے ہیں اور میراث وغیرہ کی وجہ سے بیاہ نہیں دیتے اس کا شرعی گناہ ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عزیز الرحمٰن بازارگی بنیر، ۳۰؍رمضان ۱۴۰۲ھ)

الجواب

یہ شخص ظالم ہے اور عنقریب فتنہ میں مبتلا ہونے والا ہے۔(۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴؍۳۷۴)

جوان بیٹیوں کو گھر میں رکھ کر بلا عذر شرعی ان کا نکاح نہ کرنا:

سوال: کیا جوان بیٹیوں کو گھر میں رکھنے اور بلا کسی شرعی رکاوٹ کے ان کے نکاح نہ کرنے سے سرپرست، یا والد کی شرعی حیثیت متاثر ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

کفو ملنے کی صورت میں جوان بیٹیوں کا نکاح جلد از جلد کر دینا ضروری ہے؛ تاہم موزوں رشتہ کی تلاش میں تاخیر ہو جانا ممنوع نہیں اور اس سے سرپرست، یا والد کی شرعی حیثیت متاثر نہیں ہوتی، البتہ موزوں رشتہ ملنے کی صورت میں سازگار حالات کے باوجود بیٹیوں کو رسمی غیرت کی وجہ سے نکاح سے محروم رکھنا زیادت علی الشرع کے مترادف ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (سورة النور: ٣٢)

قال ابن عابدين: ويزوجها كفواً، فان خطبها الكفو، لايؤخرها، وهو كل مسلم تقي. (ردالمحتار: ٥٨٢/٢، كتاب النكاح)(٢) (فتاویٰ حقانیہ: ۴؍۲۹۷)

---

(١) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه إن لا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد عريض. (رواه الترمذي)(مشكاة المصابيح: ٢٦٧/٢، كتاب النكاح، الفصل الأول)(سنن الترمذي، باب ماجاء إذا جاء كم من ترضون دينه، رقم الحديث: ١٠٨٤، انيس)

قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه. (رواه البيهقي في شعب الايمان)(مشكاة المصابيح: ٢٧١/١، باب الولي في النكاح، الفصل الثالث)(شعب الإيمان للبيهقي، حقوق الوالدين والأهلين، رقم الحديث: ٨٢٩٩، انيس)

(٢) على رضي اللّٰه عنه مرفوعاً: ثلاث لاتؤخر: اَلصَّلٰوةُ اِذَا أَتَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَا ُلأيم، اِذَا وَجدت لها كفوا. (أخرجه الترمذي والحاكم باسنادضعيف. قلت: حسنه السيوطي في الجامع الصغير وصححه الحاكم والذهبي كلاهما في المستدرك)(إعلاء السنن: ٧٦/١١، فصل في الكفاءة. باب مراعاة الكفاءة وجواز النكاح)

وعن عمر بن الخطاب وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: في التورة مكتوب من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنة ولم يزوجها فأصابت إثما فإثم ذٰلك عليه. (رواه البيهقي في الشعب)(مشكاة المصابيح: ٢٧١/٢، كتاب النكاح)

لڑکیوں کے نکاح میں بلا وجہ تاخیر کرنا:

سوال: بعض لوگ مالدار داماد نہ ملنے کی وجہ سے لڑکیوں کی شادیوں میں تاخیر کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب

احادیث مبارک میں نکاح میں تعجیل کی ترغیب دی گئی ہے، جس کی وجہ سے بالغ لڑکے لڑکیوں کا نکاح جلدی کرنا چاہیے، محض دنیاوی اغراض اور رسم ورواج کی وجہ سے تاخیر کرنا موجب گناہ ہے۔

قال علیہ السلام: من ولد لهٗ فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليتزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثمًا فانّما اثمه على ابيه. (مشکاة المصابيح: ۲۷۱/۱، كتاب النكاح)(۱) (فتاوی حقانیہ: ۳۰۵/۴)

لڑکیوں کی شادی میں تاخیر گناہ ہے، یا نہیں:

سوال: زید کی دو لڑکیاں جوان؛ بلکہ قریب ادھیڑ کے پہونچ گئی ہیں، زید ان کی شادی کرنے میں دیر کررہا ہے۔ اس بارے میں اگر کوئی وعید ہو تو لکھئے؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے:

"من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليتزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثماً فإثمه على أبيه". (۲)

اور دوسری روایت میں ہے:

"من بلغت ابنته اثنتى عشرة سنةً ولم يزوجهافأصابت إثمافإثم ذلک عليه". (۳)

الحاصل: جوان اولاد کے نکاح میں حتی الوسع جلدی کرنا ضروری ہے، خصوصاً لڑکی کے نکاح میں باوجود موقع مناسب ملنے کے دیر کرنا بہت برا ہے اور حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ اگر اس اولاد سے گناہ سرزد ہوا تو وبال اس کا باپ پر ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۲/۷-۴۳)

---

(۱) شعب الإيمان للبيهقی، حقوق الوالدين والأهلين، رقم الحديث: ۸۲۹۹، انیس

قال عليه السّلام: من بلغت ابنته اثنتى عشرة سنة ولم يزوجها فاصابت اثماً فاثم ذٰلک عليه. (مشكاة المصابيح: ۲۷۱/۱، كتاب النكاح) (شعب الإيمان للبيهقی، حقوق الوالدين والأهلين، رقم الحديث: ۸۳۰۳، انیس)

(۲) مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، ص: ۲۷۱. ظفير

(۳) مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، ص: ۲۷۱. ظفير

لڑکی کی شادی میں تاخیر کرنے اور رُکاوٹ ڈالنے والے کی کیا سزا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی کی شادی بالغ ہونے کے بعد جلدی ہی کر دینی چاہیے؛ مگر کوئی بلاوجہ تاخیر کرے تو از روئے شرع اس کو کیا سزا ہوگی؛ یعنی شریعت میں ایسے شخص کی کیا سزا بیان کی گئی ہے؟ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کی شادی میں رکاوٹ ڈالے تو اس کو کیا سزا ہوگی؟ مذکورہ دونوں قسم کے مجرم کی سزا سے آگاہ فرما کر ممنون ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بالغ ہونے اور مناسب رشتہ ملنے پر اولاد کی جلد از جلد شادی کر دینی چاہیے۔ (۱) حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص مناسب رشتہ آنے کے باوجود اولاد کے نکاح میں تاخیر کرے، جس کی وجہ سے اولاد سے بدکاری کا صدور ہو جائے تو اس کا گناہ باپ کے سر بھی ہوگا۔ (۲) نیز نکاح عفت مآبی اور عصمت کی حفاظت کا ذریعہ ہے، (۳) اس عملِ خیر میں رکاوٹ ڈالنے والا شخص بھی شرعاً سخت گنہگار ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲/۷)

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى، وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورۃ المائدۃ: ۲)

عن أبي سعيد وابن عباس رضي اللّٰہ عنهما قالا: قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم: من ولد له ولد، فليحسن اسمه وأدبه، فإذا بلغ فليزوّجه، فإن بلغ ولم يزوجه، فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه. (مشكاة المصابيح: ۲۷۱/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۳/۱۱/۱۴۲۶ھ۔ (کتاب النوازل: ۸/۳۹-۴۰)

لڑکی بٹھائے رکھنا اور شادی نہ کرنا کیسا ہے:

سوال: جو شخص لڑکی کو عرصہ دراز تک بٹھائے رکھے بدون نکاح کے تو اس کی کیا سزا ہے؟

(۱) **عن أبي هريرة قال: قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم: إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه، إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد عريض.** (سنن الترمذي، باب ماجاء إذا جاء كم من ترضون دينه، رقم الحديث: ۱۰۸۴، انيس)

(۲) **عن عمر بن الخطاب وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عن رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم قال: في التوراة مكتوب من بلغت ابنته اثنتى عشرة سنة ولم يزوجها فأصابت إثما فإثم ذٰلک عليه.** (شعب الإيمان للبيهقي، حقوق الوالدين والأهلين، رقم الحديث: ۸۳۰۳، انيس)

(۳) **عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَائَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.** (صحيح لمسلم، رقم الحديث: ۱۴۰۰، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــ

اگر باوجود ملنے کفو کے نکاح دختر بالغہ میں تاخیر کرے گا تو گنہگار ہوگا،(۱) اور حدیث شریف میں ہے کہ لڑکا، یا لڑکی جب بالغ ہوجاوے اور ان کا باپ ان کا نکاح نہ کرے اور ان سے کوئی گناہ؛ یعنی زنا سرزد ہوجاوے تو وہ گناہ باپ کو بھی ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ جس کی لڑکی بارہ برس کو پہونچ جاوے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے اور اس سے کوئی معصیت سرزد ہو تو وہ معصیت باپ کے ذمہ ہے۔ لفظ حدیث یہ ہیں:

عن عمر بن الخطاب وانس بن مالک عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: فی التوراۃ مکتوب من بلغت ابنته اثنتی عشرۃ سنة ولم یزوجها فأصابت إثماً فإثم ذلک علیه. (رواہ البیهقی)(۲)

دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من ولد له ولد فلیحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فلیزوجه فإن بلغ ولم یزوجه فأصاب إثما فإنما اثمه علی أبیه. (۳)

اور غرض بارہ برس کو پہنچنے سے بالغہ ہونا ہے اور یہ تہدیداً اور زجراً فرمایا ہے؛ تاکہ لوگ نکاح دختر بالغہ میں بے وجہ تاخیر نہ کریں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۷)

لڑکے والوں کی طرف سے رشتہ میں پہل ہونے تک لڑکی کی شادی نہ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عموماً لڑکیوں کی شادی کے معاملہ میں اس کا انتظار کیا جاتا ہے کہ دوسری طرف سے نسبت کے پیغام میں پہل ہو، چناں چہ اسی انتظار میں بعض اوقات لڑکیاں جوانی سے بڑھاپے کی سرحد میں داخل ہوتی ہیں اور کنواری رہ جاتی ہیں۔ اس معاملہ میں اسلام کیا اِجازت دیتا ہے؟

باسمہٖ سبحانه تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

لڑکیوں کے رشتہ کے لیے لڑکے والوں کی طرف سے پہل کرنے کو ضروری سمجھنا بے اصل ہے، اگر مناسب رشتہ سامنے ہو تو لڑکی والوں کی طرف سے بھی پیش کش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی صاحب زادیوں کے بارے میں مناسب رشتوں کے لیے پیش قدمی فرمائی ہے۔

---

(۱) عن أبی هریرۃ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إذا أتاکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه إلا تفعلوا تکن فتنة فی الأرض وفساد عریض. (سنن الترمذی، باب ماجاء إذا أتاکم من ترضون دینه فزوجوه، رقم الحدیث: ۱۰۸۴، کتاب الآحاد والمثانی لابن أبی عاصم، رقم الحدیث: ۱۱۲۲، المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۲۶۹۵، انیس)

(۲) مشکاۃ المصابیح، باب الولی: ۲۷۱، ظفیر (شعب الإیمان، حقوق الأولاد والأهلین، رقم الحدیث: ۸۳۰۳، انیس)

(۳) مشکاۃ المصابیح باب الولی: ۲۷۱، ظفیر (شعب الإیمان، حقوق الأولاد والأهلین، رقم الحدیث: ۸۲۹۹، انیس)

عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهمایحدث... حین تأیمت حفصة بنت عمر من خنیس،فقال عمر بن الخطاب:أتیت عثمان بن عفان فعرضت علیه حفصة،فقال:سأنظر فی أمری فلبثت لیالی ... فلقیت أبابکر الصدیق، فقلت: إن شئت زوجتک حفصة بنت عمر، فصمت أبوبکر، فلم یرجع إلیَّ شیئا ...فلبثت لیالی، ثم خطبها رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فأنکحتها إیاه. (صحیح البخاری: ۷۶۷/۲-۷۶۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۳/۴/۱۴۳۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۸/۸-۳۹)

کم خرچ والے نکاح کی فضیلت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معروض ایں کہ غیر اسلامی رسومات ومصارف سے بچنے بچانے کے لیے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں نکاح ورخصتی کے احوط ترین طریقہ سے مستند حوالوں کے ساتھ آسان اردو زبان میں آگاہی مطلوب ہے۔

(المستفتی: احقر طفیل احمد غفرلہ امرتوی، موضع امرتا کلاں، ڈاکخانہ لکھیم پور)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

حدیث شریف میں آیا ہے کہ عظیم ترین برکت والا نکاح وہ ہے کہ جس میں خرچ کم ہو؛ لہٰذا لڑکی والوں کی طرف سے معمولی روزمرہ کی ضرورت کی چند چیزیں کافی ہیں اور مہر بھی کم سے کم مقرر کرنا افضل ہے؛ لیکن ۳۰/ گرام ۶۱۸/ ملی گرام چاندی، یا اس کی قیمت سے کم نہ ہونا چاہیے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل، ص: ۱۲۹)

عن عائشة رضی اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: إن أعظم النکاح برکة أیسره مؤنة. (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۸۲/۶، رقم: ۲۵۰۳۴، مسند أبی داؤد الطیالسی، دارالکتب العلمیة بیروت: ۱۷۸/۲، رقم: ۱۵۳۰، شعب الإیمان، باب الإقتصاد فی النفقة وتحریم أکل المال الباطل، دارالکتب العلمیة بیروت: ۲۵٤/۵، رقم: ٦٥٦٦، مشکاة المصابیح: ۲٦۸/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۹/ شوال ۱۴۱۲ھ (الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸٦٦) (فتاویٰ قاسمیہ: ۴۹۵/۱۲-۴۹۶)

شادی میں مصلحتاً تاخیر:

سوال: بالغ مرد یا عورت کے لیے نکاح اس لیے نہ کرنا کہ اس کی بڑی بہن یا بڑا بھائی یا چھوٹا بھائی یا چھوٹی بہن کی شادی نہیں ہوئی ہے باوجودِ استطاعت کے، کیا فسق نہیں ہے؟ ایسے لوگوں کے لئے شریعت میں کیا سزا ہے؟ کیا استطاعت کا مطلب یہ بھی ہے کہ کسی کی بڑی بہن یا اس کے بھائی کی شادی ہو جائے؟

(محمد الیاس، لام، گنٹور)

الجواب

بھائی بہن کی وجہ سے شادی سے رکے رہنے کو فسق نہیں کہا جا سکتا، یہ حالات اور اس مرد کے اپنے نفسانی جذبات سے متعلق قوتِ برداشت پر موقوف ہے، بعض دفعہ حالات متقاضی ہوتے ہیں کہ انسان اپنی شادی کو مؤخر کرے۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۴/۴۳۳)

بلا عذر نکاح میں تاخیر:

سوال: آج کل شادی میں سنتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کم، سماجی رسم زیادہ ہیں، کیونکہ سنِ بلوغ اور استطاعت کے بعد بھی دس اور بیس بیس سال تک لوگ یوں ہی بن بیاہے بیٹھے رہتے ہیں، کیا ایسے لوگ سزا کے مستحق نہیں ہیں؟

(محمد سالم، لام، گنٹور)

الجواب

استطاعت کے باوجود بلا عذر نکاح میں تاخیر کرنا سنت پر عمل سے محرومی ہے،(۲) اگر اس کی وجہ سے آخری درجہ کی برائی میں ملوث نہ ہو؛ لیکن نگاہ و دل کو عفیف نہ رکھ سکے تو اس کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درجہ کا زنا قرار دیا ہے،(۲) اور یہ سخت گناہ ہے، سنت کے ثواب سے محرومی اور دل و نگاہ کی بے عفتی یہی اس جرم کی سزا ہے۔

(کتاب الفتاویٰ:۴/۴۳۳-۴۳۴)

نکاح سے گریز:

سوال: ایک گھر میں یہ صورتِ حال ہے کہ تین بھائی اور چار بہنیں ہیں، سب سے بڑے بھائی کی عمر چالیس سال ہے اور سب سے چھوٹی بہن کی بیس سال؛ لیکن شادی کا کوئی ذکر نہیں ہے اور کسی کو کسی کے رشتہ سے متعلق کوئی خیال نہیں، کیا اس طرح تجرد کی زندگی گزارنا درست ہے؟　　(نصرت علی خان پنج محلّہ)

---

(۱) یعنی مصلحتاً تاخیر کرنے کی گنجائش ہے، البتہ اس امر کا خاص خیال رکھا جائے کہ تاخیر کی وجہ سے گناہ سرزد ہونے کا امکان نہ ہو، اگر تاخیر کی وجہ گناہ سرزد ہو گیا تو اس کا گناہ والدین/کارجین کو بھی ہوگا۔ انیس

(۲) عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَائَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.(صحيح لمسلم، رقم الحديث: ١٤٠٠، انيس)

(۳) صحيح البخاري، رقم الحديث: ٦٢٤٢، باب زنى الجوارح دون الفرج

(عن أنس بن مالك أن رجلا اطلع من بعض حجر النبى صلى الله عليه وسلم فقام إليه النبى صلى الله عليه وسلم بمقشص أو بمشاقص فكأنى أنظر إليه يختل الرجل ليطعنه.(صحيح البخارى/وأيضا: صحيح لمسلم، باب تحريم النظر فى بيت غيره، رقم الحديث: ٢١٥٧، انيس)

الجواب

اسلام دین فطرت ہے اوراس کا ہر حکم انسانی فطرت اور ضرورت سے ہم آہنگ ہے۔(۱) نکاح (۲) بھی انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے،(۳)اس سے جہاں نسل انسانی کی افزائش متعلق ہے، وہیں قلب کا سکون واطمینان بھی؛(۴) اس لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حوصلہ افزائی اور تاکید فرمائی ہے اور تجرد کی زندگی کو ناپسند فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من كان موسراً لأن ينكح، ثم لم ينكح، فليس منى ''.(۵)

(جونکاح کرنے کی گنجائش رکھتا ہو، پھر بھی نکاح نہ کرے تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔)

---

(۱) ﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾(سورة الروم: ۳۰)

﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾(سورة آل عمران: ۱۹)

﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾ (سورة يونس: ۱۹)

﴿قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾(سورة الاعراف:۱۵۸)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أن النبى صلى الله عَلَيه وَسَلم، قَالَ: كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ كَمَا تُنَاتَجُ الْإِبِلُ مِنْ بَهِيمَةٍ جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّ مِنْ جَدْعَاءَ؟ فقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَرَأَيْتَ من يَمُوتُ وَهُوَ صَغِيرٌ؟ قَالَ: اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ.(موطأ الإمام مالك رواية مصعب الزهرى،جامع الجنائز،رقم الحديث:۹۹۵،انيس)

(۲) مولانا مجاہدالاسلام قاسمی رحمہ اللہ نکاح کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''نکاح مرد وعورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے،جس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہو جاتا ہے اور باہم حقوق وفرائض عائد ہوجاتے ہیں''۔(اسلام کے عائلی قوانین،مولانا مجاہدالاسلام،ص:۳۲،انیس)

(۳) ازدواجی تعلق کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ابوریحان البیرونی لکھتے ہیں:''کوئی قوم ازدواج کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔اس سے شہوانیت،جس کو ہر مہذب ذہن برا سمجھتا ہے بے لگام ہونے سے رک جاتی ہے اوران وجوہات کا انسداد ہوجاتا ہے جو حیوانات کو ایسا مشتعل کر دیتے ہیں،جن سے ان کو نقصان پہنچتا ہے۔اگر آپ ان جانوروں پر غور کریں جو جوڑے کی شکل میں رہتے ہیں اور دیکھیں کہ اس جوڑے کا ہر فرد کس طرح دوسرے کی مدد کرتا ہے اور جوڑا بن کر رہنے کی وجہ سے کہ کس طرح دوسرے جانورں کی شہوت سے محفوظ رہتے ہیں تو آپ بلا تامل یہ کہہ اُٹھیں گے کہ ازدواج ایک ضروری ادارہ ہے اور زنا ایک شرمناک عمل ہے، جو انسان کو جانوروں کی سطح سے بھی نیچے گرا دیتا ہے، حالانکہ حیوانات کا درجہ انسان سے بہت نیچے ہے''۔(تاریخ ہندوستان،ابوریحان البیرونی،ص:۲۰۳،انیس)

(۴) ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾(سورة الأعراف: ۱۸۹)(وہی اللہ ہے جس نے تم کوایک جان سے پیدا کیا اور پھر اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنادیا؛ تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔)(انیس)

(۵) (مجمع الزوائد: ۲۵۱/٤)عن أبى نجيح أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:...الخ.(المعجم الأوسط، رقم الحديث:۹۸۹، المعجم الكبير للطبرانى،رقم الحديث: ۹۲۰،مصنف عبدالرزاق،رقم الحديث:۱۰۳۷٦،انيس

ایک موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج". (۱)

(تم میں سے جو نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہو انہیں ضرور نکاح کر لینا چاہیے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہ کرنے والوں کو بدترین لوگ قرار دیا:

"شرارکم عزابکم". (۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"پانچ چیزیں انبیاء کی سنتوں میں سے ہیں اور ان میں ایک نکاح کا ذکر فرمایا"۔ (۳)

اس لیے نکاح سے گریز کا رویہ اختیار کرنا مناسب نہیں، آپ ان حضرات کو اس سے بچنے کی تلقین کریں۔

(کتاب الفتاویٰ:۴/۴۳۴-۴۳۵)

دوسری شادی نہ کرنے کا عہد:

سوال: میری والدہ نے انتقال سے پہلے والد سے عہد لیا تھا کہ وہ دوسری شادی نہیں کریں گے، چنانچہ اپنے عہد کے مطابق ابھی تک شادی نہیں کی، حالاں کہ ہماری والدہ کے انتقال کو تئیس سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ کیا وہ اب اپنی خدمت کے لیے دوسرا نکاح کر سکتے ہیں؟ (فرسٹ لانسر)

الجواب

جس شخص کو بیوی کی حاجت ہو، اس کے مجرد رہنے اور تنہا زندگی بسر کرنے کو اسلام میں پسند نہیں کیا گیا، (۴) اگر کسی

---

(۱) (صحیح لمسلم،رقم الحدیث: ۱۴۰۰)(عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَلَا نُزَوِّجُکَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُکَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِکَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاکَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ،مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَائَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.(صحيح لمسلم، كتاب النكاح،رقم الحديث: ۱۴۰۰،انيس)

(۲) (مجمع الزوائد،رقم الحديث : ۷۲۹۸) (مسند أبي يعلى الموصلي،مسند أبي هريرة رضي اللّٰه عنه ،رقم الحديث:۶۰۴۲، المعجم الأوسط،رقم الحديث: ۴۴۷۶،انيس)

(۳) (مجمع الزوائد،رقم الحديث: ۷۳۱۸)عن أبي أيوب قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أربع من سنن المرسلين الحياء والتعطر والسواک والنكاح.(سنن الترمذي،باب ماجاء في فضل التزويج والحث عليه،رقم الحديث: ۱۰۸۰،انيس)

(۴) عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَلَا نُزَوِّجُکَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُکَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِکَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاکَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ،مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَائَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. (صحيح لمسلم، كتاب النكاح،رقم الحديث: ۱۴۰۰،انيس)

شخص نے مرحومہ بیوی سے کوئی وعدہ کیا ہو، تب بھی اس کا پورا کرنا واجب نہیں؛ کیوں کہ ایسی صورت میں اس کے گناہ میں پڑ جانے کا کافی اندیشہ ہے اور گناہ کے مواقع سے بچنا واجب ہے، ایسی باتوں میں مخلوق کی اطاعت واجب نہیں، (۱) والد کی خدمت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اگر اس کو خدمت، یا ضرورت کے لیے بیوی درکار ہو تو اولاد خود اپنے والد کا نکاح کر دے اور اپنی سوتیلی ماں کے اخراجات کو بھی پورا کرے۔

علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

"وعليه نفقة زوجة أبيه وأم ولده بل وتزويجه أو تسريه". (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۱۸)

بیوی کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح:

سوال: میری پہلی بیوی کا انتقال ۱۹۹۴ء میں دورانِ حج بھگدڑ کی وجہ سے ہوگیا، اس وقت میری دو بن بیاہی لڑکیاں تھیں، اب میں نے دونوں کا نکاح کر دیا ہے۔ ۱۹۹۵ء میں میں نے ایک خاتون سے نکاح کیا، جن کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں تھا، دماغی ڈاکٹر کو بھی دکھایا؛ لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا، چناں چہ میں نے اس کو طلاق سہ بارہ دے دی، مجھ کو اس سے کوئی اولاد نہیں ہے اور پہلی بیوی سے بھی کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے، مجھے خاصا وظیفہ ملا ہے، بینکوں میں میری رقمیں بھی ہیں، صحت بھی ماشاء اللہ ٹھیک ہے، میں ایک اور نکاح کرنا چاہتا ہوں؛ لیکن بیٹیاں مشورہ دے رہی ہیں کہ میں ایسا نہ کروں اور اپنا مکان وغیرہ بیچ کر ان کے ساتھ رہوں تو کیا مجھے نکاح کرنا چاہیے، یا لڑکیوں کے ساتھ ان کے سسرال میں رہنا چاہیے؟ (علی یوسف، فلک نما)

الجواب ــــــــــــــــــــ

شریعت نے کسی بھی ایسے مسلمان کے لیے جو اپنے اندر نکاح کی صلاحیت پاتا ہو، تجرد کی زندگی کو ناپسند کیا ہے، (۳)

---

(۱) عن عبدالله بن مسعود أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يا عبدالله! سيأتي بعدي قوم يؤخرون الصلاة عن مواقيتها، قال عبدالله: فقلت: كيف تأمرني يا رسول الله! قال: يا ابن أم عبد! إن أدركتم فلا طاعة لمخلوق في معصية الخالق. (مسند البزار، رقم الحديث: ۱۹۸۸) / عن علي أن رسول الله عليه وسلم بعث جيشا، وأمر عليه رجلا، فأوقد نارا، وقال: ادخلوها، فأراد ناس أن يدخلوها، وقال الآخرون: إنا قد فررنا منها، فذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال للذين أرادوا أن يدخلوها: لو دخلتموها لم تزالوا فيها إلى يوم القيامة، وقال للآخرين: قولا حسنا، وقال: لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف. (صحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية، رقم الحديث: ۱۸۴۰، انیس)

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار: ۵/۳۴۴

(۳) عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمنِ، أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. (صحيح لمسلم، كتاب النكاح، رقم الحديث: ۱۴۰۰، انیس)

باپ کی بہت سی ضروریات ایسی ہوتی ہیں جن کو بیٹی تو کیا بیٹے بھی پوری نہیں کر سکتے؛ اس لیے بیٹیوں کو چاہیے کہ وہ نہ صرف یہ کہ اپنے والد کے نکاح میں رکاوٹ نہ بنیں؛ بلکہ خود اس میں تعاون کریں اور ان کی عمر اور سن وسال کے مناسب کسی خاتون کا انتخاب کر کے ان کا نکاح کرادیں کہ یہ بھی باپ کی خدمت ہی کا ایک حصہ ہے، البتہ آپ کو چاہیے کہ رشتہ کے انتخاب میں عمر کے توازن کو ملحوظ رکھیں، عمر میں عدم توازن کی وجہ سے بعض اوقات کبر سن کی شادی ایک آزمائش بن جاتی ہے؛ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جن کی غیر معمولی ذکاوت وذہانت کی وجہ سے اللہ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کم عمر ہی میں اپنی حرم میں لائے، باقی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی عمر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک میں توازن تھا۔(۱) (کتاب الفتاویٰ: ۳۲۲/۴-۳۲۳)

نکاح ثانی کرنے پر اولاد اور خاندان والوں کا ناراض رہنا غلط ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین میرے اس معاملہ میں کہ میری اہلیہ کا انتقال ہوگیا، میری عمر پچاس سے تجاوز کر گئی ہے؛ لیکن خدا کے فضل سے میری صحت اچھی ہے، میں نے نکاح ثانی کر لیا اور ہم دونوں میں اچھے تعلقات ہیں اور راحت کی زندگی گزار رہے ہیں؛ مگر نکاح ثانی کی وجہ سے میرے خاندان کے لوگ اور اولاد بھی سخت مخالف تھے اور اب بھی ہیں کہتے ہیں کہ اولاد ہوتے ہوئے نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا خدمت کے لیے ہم کافی نہ تے، اس بڑھاپے میں شادی کا شوق، لوگ کیا کہیں گے؟ میرے نکاح کرنے کی وجہ سے اولاد نے مجھ سے قطع تعلق کر لیا ہے اور رشتے داروں کے بھی منہ چڑھے ہوئے ہیں تو کیا میرا یہ فعل از روئے شرع شریف قابل ملامت اور لائق نفرت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ﴾ (سورۃالنور: ۳۲-۳۳)

(اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس لائق ہوں، ان کا بھی اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا جاننے والا ہے اور ایسے لوگوں کو جن کو نکاح کا مقدور نہیں ان کو چاہیے کہ اپنے نفس کی ضبط کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے، پھر نکاح کر لیں)

(۱) نبی رحمت: ص: ۵۶۵، ۵۶۴، ۵۶۳

اس آیت میں جو بھی بے نکاح ہوں، خواہ مرد خواہ عورت اور خواہ ابھی نکاح نہ ہوا ہو، یا بیوی کی وفات، یا طلاق سے اب تجرد ہو گیا ہو اور حقوق زوجیت ادا کرنے کے لائق ہوں تو ہدایت ہے کہ ان کا نکاح کر دیا کرو۔

نکاح کی بڑی فضیلت آئی ہے، جب کہ حقوق زوجیت ادا کرنے کے لائق ہو، نکاح بہت سی چھوٹی بڑی خرابیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے، اس سے دین وایمان کی حفاظت ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے:

عن أنس رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللّٰہ فی النصف الباقی. (مشکاۃ المصابیح، ص: ۲۶۸، کتاب النکاح)(۱)

(حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ نے نکاح کرلیا تو اس نے نصف دین کی تکمیل کا انتظام کرلیا اب اس کو چاہئے کہ باقی نصف میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرے (تو اس حصے کی بھی حفاظت ہو جائے گی۔)

جو شخص بے نکاح ہو، اس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مسکین مسکین مسکین، لیس لہ امرأۃ". (غنیۃ الطالبین، ص: ۹۱)(۲)

(مسکین ہے، مسکین ہے، مسکین ہے، وہ شخص جس کی عورت نہیں ہے۔)

جو عورت بے نکاح ہو، اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مسکینۃ مسکینۃ امرأۃ لیس لہا زوج، قیل: یا رسول اللّٰہ! إن کانت غنیۃ من المال، قال: وإن کانت غنیۃ من المال. (غنیۃ الطالبین، ص: ۹۶، فصل فی آداب النکاح)(۳)

(یعنی مسکینہ ہے، مسکینہ ہے، وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو پوچھا گیا اگر وہ مالدار ہو؛ تب بھی مسکینہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تب بھی وہ مسکینہ ہے۔)

نیز حدیث میں ہے: **"لیس شیء خیرا للمرأۃ من زوج أو قبر".** (غنیۃ الطالبین: ۳۲/۱)

(یعنی عورت کے لیے آغوش شوہر، یا گوشۂ قبر سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔)

حدیث میں ہے:

عن عبداللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: الدنیا کلہا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ. (رواہ مسلم)(مشکاۃ، ص: ۲۶۷، کتاب النکاح)(۴)

---

(۱) عن أنس بن مالک قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا تزوج العبد فقد کمل نصف الدین فلیتق اللّٰہ فی النصف الباقی. (شعب الإیمان، فصل فی الترغیب فی النکاح لما فیہ من العون، رقم الحدیث: ۵۱۰۰، انیس)

(۳،۲) عَنْ أَبِی نَجِیحٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مِسْکِینٌ مِسْکِینٌ مِسْکِینٌ، رَجُلٌ لَیْسَ لَہُ امْرَأَۃٌ، وَإِنْ کَانَ کَثِیرُ الْمَالِ مِسْکِینَۃٌ مِسْکِینَۃٌ مِسْکِینَۃٌ، امْرَأَۃٌ لَیْسَ لَہَا زَوْجٌ، وَإِنْ کَانَتْ کَثِیرَۃَ الْمَالِ. (المعجم الأوسط للطبرانی، من اسمہ محمد، رقم الحدیث: ۶۵۸۹، انیس)

(۴) صحیح لمسلم، باب خیر متاع الدنیا، رقم الحدیث: ۱۴۶۷، سنن النسائی، رقم الحدیث: ۳۲۳۲، انیس

(حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا ساری کی ساری ایک تھوڑے سے فائدہ کی چیز ہے اور نیک بخت عورت دنیا کی عمدہ فائدہ مند چیزوں میں سے ہے۔)

عن أبی أمامة رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه یقول: ما استفاد المؤمن بعد تقوی اللّٰہ خیراً له من زوجة صالحة إن أمرها أطاعته وإن نظر إلیها سرته‘ وإن اقسم علیها أبرته وانغاب عنها نصیحته فی نفسها ومالها. (روی ابن ماجة)(مشکاۃالمصابیح،ص:۲۶۸ کتاب النکاح)(۱)

(حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن نے اللہ کے تقویٰ کے بعد نیک عورت سے زیادہ کسی چیز سے فائدہ حاصل نہیں کیا اور نیک عورت کی علامت یہ ہے کہ شوہر کے حکم کی اطاعت کرے، شوہر دیکھے تو اس کو خوش کر دے، اگر شوہر اس کے اعتماد پر قسم کھائے تو پوری کر دے، شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی عزت وآبرو کی اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بغیر نکاح کے عبادات کامل نہیں ہوتیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میری زندگی کے صرف تین دن باقی ہیں اور میری بیوی نہ ہو تو میں اس کو پسند کروں گا کہ نکاح کرلوں کہ اللہ پاک سے ملاقات شادی شدہ ہو کر کروں۔(۲)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی دو بیویوں کا طاعون میں انتقال ہو چکا تھا اور وہ خود بھی اسی مرض میں مبتلا تھے، پھر بھی فرمایا کہ میرا نکاح کر دو، میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ اللہ پاک سے غیر متاہل ہو کر ملوں۔(۳)(از فضائل نکاح، ص:۱۶-۱۷، تالیف مولانا صدیق احمد باندوی مدظلہٗ)

لہٰذا نکاح ثانی کر لینا کوئی برا کام نہیں ہے، اولاد اور رشتہ دار خواہ کتنی ہی راحت کا انتظام کر دیں؛ مگر جو خدمت بیوی کر سکتی ہے، دوسرے لوگ ایسی خدمت نہیں کر سکتے۔ بیماری کے زمانہ میں اور پیرانہ سالی اور ضعیفی کی عمر میں عورت بڑی نعمت ثابت ہوتی ہے، استنجا وغیرہ کی جو خدمت عورت انجام دے سکتی ہے، وہ خدمت نہ ماں انجام دے سکتی ہے، نہ بیٹی، نہ بہن، نہ کوئی اور، لہٰذا ضعیفی میں شادی کرنے والے کی خدمت کرنا اس کو برا بھلا کہنا، اس سے ناخوش رہنا بہت ہی بری بات ہے، گویا شریعت کے ایک حکم سے ناراض رہنا اور شریعت کے ایک حکم کی مذمت کرنا ہے، جن

---

(۱) سنن ابن ماجة،باب أفضل النساء،رقم الحدیث:۱۸۵۷،انیس

(۲) وقال ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما: لَا یَتِمُّ نُسُکُ النَّاسِکِ حَتّٰی یَتَزَوَّجَ.(إحیاء علوم الدین،کتاب آداب النکاح:۲۳/۲، دارالمعرفة بیروت،انیس)

وَکَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُولُ لو لم یبق من عمری إلا عشرة أیام لأحببت أن أتزوج لکیلا ألقی اللّٰہ عزباً.(إحیاء علوم الدین،کتاب آداب النکاح:۲۳/۲،دارالمعرفة بیروت،انیس)

(۳) عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ مُعَاذٌ فِی مَرَضِهِ الَّذِی مَاتَ فِیهِ:زَوِّجُونِی، إِنِّی أَکْرَهُ أَنْ أَلْقَی اللّٰهَ أَعْزَبًا.(مصنف ابن أبی شیبة،فی التزویج من کان یأمر،رقم الحدیث:۱۵۹۰۹،انیس)

عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو، عدت کے بعد اگر وہ اپنا نکاح کرنا چاہیں تو اللہ کا حکم یہ ہے کہ تم ان کو نکاح کرنے سے مت روکو، قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (سورة البقرة: ٢٣٢)

(اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جائیں کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں، پھر وہ عورتیں اپنی میعاد (عدت) پوری کر چکیں (اور عدت پوری کر کے کسی سے نکاح کرنا چاہیں، خواہ پہلے ہی شوہر سے، یا کسی دوسری جگہ) تو تم ان کو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے (تجویز کئے ہوئے شوہروں سے خواہ اول ہوں، یا ثانی) نکاح کر لیں، جب کہ باہم سب رضا مند ہو جائیں قاعدہ کے موافق۔)

جس طرح مطلقہ عورت کسی جگہ نکاح کرنا چاہے تو روکنا نہ چاہیے، اسی طرح مرد نکاح کرنا چاہے تو اس کو بھی روکنا نہ چاہیے، لہذا جو لوگ آپ کے نکاح ثانی سے ناراض ہیں، گویا وہ شریعت کے ایک حکم سے روگردانی کر رہے ہیں، ان کو توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور ناراضگی سے باز آنا چاہیے۔

حق تعالیٰ شریعت کے احکام پر چلنے کی اور اس سے راضی رہنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۱۵۶-۱۵۸)

پہلی بیوی کی یاد میں زندگی گزارنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک سرحد کا رہنے والا دوست ہے، اس کی بیوی کا تین سال قبل انتقال ہو گیا۔ اب ہم دوستوں نے اسے بہت سمجھایا کہ دوسرا نکاح کر لو؛ مگر وہ کہتا ہے کہ میں پہلی بیوی کی یاد میں زندگی گزار لوں گا؛ مگر اس سے رخ نہیں موڑوں گا۔ مفتی صاحب ہمارا دوست ابھی جوان ہے، کیا اس کا اس طرح زندگی گزارنا جائز ہے؟

نیز اب وہ عورت جو مر گئی، اس کی نامحرم نہیں ہوگئی، کیا اس بات کا گناہ نہیں ہوگا کہ نامحرم کو سوچ سوچ کر زندگی گزار رہا ہے؟ واضح جواب عنایت فرمائیں۔

اسی طرح بعض احباب جب عشق مجازی میں ناکام ہو جائیں تو اپنی زندگی برباد کر لیتے ہیں اور نکاح نہیں کرتے، ان کا یہ عمل کیسا ہے؟ از راہِ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱) شریعت مطہرہ نے بے نکاح کی زندگی، چاہے مرد کے لیے ہو، یا عورت کے لیے پسند نہیں فرمائی۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے افراد پر جو بے نکاحی کی زندگی گزارنا چاہتے تھے،نکیر فرمائی ہے۔(۱) یہ خلافِ سنت اور اپنے آپ کو فتنے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

(۲) عام اوقات میں جب انسان نان نفقہ دینے پر قادر ہوتو نکاح کرنا اس کے لیے سنت ہے اور اگر بغیر نکاح کے اس کے کسی فتنے (زنا وغیرہ) میں پڑنے کا اندیشہ ہوتو نکاح کرنا واجب ہے؛اس لیے صورتِ مسئولہ میں اولاً تو آپ کے دوست کو چاہیے کہ وہ دوسرا نکاح کرلے اور اپنی آئندہ زندگی صلاح وتقوی سے گزارنے کی کوشش کرے۔

ثانیاً اگر پہلی بیوی کا خیال اس کے ذہن میں آتا ہے تو یہ معصیت نہیں؛ بلکہ وہ عورت چوں کہ ایک عرصہ اس کی رفیقہ حیات رہی ہے،لہٰذا یہ ایک لازمی امر ہے۔جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت خدیجۃ الکبری کی وفات کے بعد ان کا خیال آتا تھا اور آپ ان کی صفاتِ حمیدہ کا ذکر کرتے تھے،البتہ اس سلسلے میں یہ بات ملحوظ رہے کہ اس عورت کی اچھی باتوں کا خیال آنا درست ہے،اس سے تلذذ اور تسکین کے حصول کی کوشش کرنا جائز نہیں۔اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے نکاحِ ثانی معین ہے۔

نیز وہ احباب جو عشقِ مجازی میں مبتلا ہو کر نامحرم عورتوں کے خیالات میں اپنی زندگی برباد کرتے ہیں،ایسے لوگ ایک حرام اور گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں،ان پر اپنے عمل سے توبہ واستغفار کرنا واجب ہے۔نامحرم لڑکی سے نکاح سے قبل روابط رکھنا جائز نہیں،ایسے حضرات کو چاہیے کہ نکاحِ مسنون کریں اور صلاح کی زندگی گزارنے کا عزم کریں۔

لمافی مشکاۃ المصابیح (۱۸/۱): عن أبی ہریرۃ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إن اللّٰہ تعالی تجاوز لی عن أمتی ما وسوست بہ صدورھا ما لم تعمل بہ أو تکلم.(۲)

وفی المرقاۃ (۲۳۸/۶): (وعن سعد بن أبی وقاص قال ردّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی عثمان بن مظعون التبتل) ای الانقطاع عن النساء وکان ذلک من شریعۃ النصاری فنھی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عنہ أمتہ لیکثر النسل ویدوم الجھاد،الخ.

وفی حاشیۃ المشکاۃ (۱۸/۱): وظاھر الحدیث ان العبد لایؤاخذ مالم یعمل وان ھم بمعصیۃ وعزم علیھا والیہ ذھب بعض العلماء أخذا بظاھر الحدیث والصواب الذی علیہ اکثر الفقھاء والمحدثین أنہ یؤاخذ علی العزم دون الھم.

---

(۱) عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا آكُلُ اللَّحْمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ،فَقَالَ:مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي.(صحیح لمسلم،باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ،رقم الحدیث: ۱۴۰۱،مسند البزار،مسند أبی حمزۃ أنس بن مالک،رقم الحدیث: ۶۸۰۷،سنن النسائی،باب النھی عن التبتل،رقم الحدیث: ۳۲۱۷،انیس)

(۲) صحیح البخاری،باب الخطأ والنسیان،رقم الحدیث: ۲۵۲۸،صحیح لمسلم،باب تجاوز اللّٰہ عن حدیث النفس والخواطر،رقم الحدیث: ۱۲۷،انیس

وفی المرقاة (١٨٦/٦): **ثم قال بعضهم هو واجب بالإجماع لأنه يغلب على الظن أو يخاف الوقوع فی الحرام وفی النهاية ان كان له خوف وقوع الزنا بحيث لا يتمكن من التحرز الا به كان فرضا وعند خوف الجور مكروه وأما فی حالة الاعتدال فداؤد واتباعه من أهل الظاهر على أنه فرض عين على القادر على الوطء والانفاق تمسكا بقوله تعالى فانكحوا ما طاب لكم من النساء، واختلف مشائخنا فقيل: فرض كفاية، وقيل: واجب على الكفاية، وقيل: مستحب، وقيل: سنة مؤكدة وهو الأصح.**

وفی فتح القدير (١١١/٢): **فروع لا يغسل الزوج امرأته ولا أم الولد سيدها خلافا للشافعی فی الأول، ولزفر فی الثانی، لأنهما صارتا أجنبيتين وعدة أم الولد للاستبراء لا أنها من حقوق الوصلة الشرعية بخلاف عدة الزوجية فلذا تغسل هی زوجها وإن كانت محرمة أو صائمة أومظاهر امنها إلا أن تكون معتدة عن نكاح فاسد.** (نجم الفتاویٰ:۴/۱۱-۱۲)

نکاح موجب اجر ہے اور اس پر اعتراض خلاف شریعت ہے:

سوال: میری عمر ۲۲؍سال ہے اور خدمت سجادہ نشینی مدار صاحب پر مامور ہوں، اب میرے بزرگان و مربیان کو میرے نکاح کا خیال مطابق رسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوا ہے وبلحاظ عمر و بتقاضائے سن خود میری طبیعت کا اس طرف میلان ورجحان ہے؛ مگر چند اشخاص اعتراض کرتے ہیں کہ سجادہ نشینی مدار صاحب کا نکاح کرنا فعل عبث؛ بلکہ ممنوع وخلاف شرع ہے۔ آیا یہ صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب

اعتراض معترضین اور خلاف شریعت ہے، حکم ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ﴾ (۱) عام ہے، (۲) اور حکم حدیث ''النکاح سنتی'' سب کو شامل ہے۔ (۱) پس نکاح کرنے میں اجر وثواب واتباع سنت ہے، (۲) اور بحالت ضرورت

---

(۱) سورۃ النساء: ۳، انیس

(۲) فمعنى قوله: ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع﴾ لينكح كل فرد منكم ما طاب له من النساء اثنين اثنين وثلاثا ثلاثا وأربعا أربعا، هذا مايقتضيه لغة العرب. (فتح البيان فی مقاصد القرآن: ١٧/٣، المكتبة العصرية للطباعة بيروت، انيس)

وقد تقدم أن الخطاب فی قوله تعالىٰ: ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء﴾ فی الآية الأولىٰ لعموم الأمة غير أن الشرط بالعدل جعله خاصة بالعادلين منه وهم النابغون الذی يقتدرون على إتيان العدل بين النساء لوفور عقلهم، والغاية من أمر هذا الصنف من المسلمين أن يتزجوا بأكثر من واحدة إلى أربعهو تكثير نسلهم ليستفيد من كثرة أمثالهم المجتمع كما أسلفنا، الخ. (محاسن القرآن: ٢٤/٣، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

(۱) (مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة) حدیث میں الفاظ یہ آئے ہیں: رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فليس منی. (متفق عليه) (مشكاةالمصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ظفير مفتاحی) (عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا آكُلُ اللَّحْمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ، ==

نکاح نہ کرنا موجب خوف مصیبت ہے۔(۱) فقط (یہ کہنا جہالت پر مبنی ہے کہ مدار صاحب کے سجادہ کا نکاح کرنا خلاف شرع، یا ممنوع ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۳/۷-۴۴)

نکاح ثانی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری اہلیہ مرحومہ کا انتقال ہوگیا ہے اور میری طبیعت گھبراتی ہے، مجھے ایک لاٹھی کی ضرورت ہے، بفضلہٖ تعالیٰ میری صحت بھی اچھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے عبادت کرنے کی توفیق بخشی ہے اور اس فتنہ کے دور میں میں سلامتی والی زندگی گزارنا چاہتا ہوں اور ہندوستان میں نکاح ثانی کرنا عیب سمجھتے ہیں، لہٰذا شرعی حکم فرما کر جواب مرحمت فرمائیں؟

(المستفتی: عبدالمنان، مرادآباد)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نکاح ثانی کی اجازت ہے، بشرطیکہ بیوی کے جملہ حقوق ادا کرنے پر قادر ہو؛ لہٰذا اس پر گھر کے دوسرے رشتہ دار اور اولاد کا اعتراض کرنا درست نہیں ہے۔

== فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ فَقَالَ:مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي.(صحيح لمسلم، كتاب النكاح،باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه،رقم الحديث: ١٤٠١،صحيح البخارى،باب الترغيب فى النكاح ٥٠٦٣،مسند البزار،مسند أبى حمزة أنس بن مالك، رقم الحديث:٦٨٠٧، سنن النسائى،باب النهى عن التبتل،رقم الحديث:٣٢١٧،انيس)/

قَوْلُهُ: (النِّكَاح) أَيْ طَلَبِ النِّسَاءِ بِالْوَجْهِ الْمَشْرُوعِ فِي الدِّينِ (مِنْ سُنَّتِي) مِنْ طَرِيقَتِي الَّتِي سَلَكْتُهَا وَسَبِيلِي الَّتِي نَدَبْتُهَا (فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي) رَغْبَةً وَإِعْرَاضًا عَنْهَا وَقِلَّةَ مُبَالَاةٍ بِهَا فَلَا يَشْمَلُ الْحَدِيثُ مَنْ يَتْرُكُ النِّكَاحَ لِعَدَمِ تَيَسُّرِ الْمُؤَنِ أَوْ لِلِاشْتِغَالِ بِالْعِبَادَةِ وَنَحْوِ ذَلِكَ (فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمْ) أَيْ مُفَاخِرٌ بِكَثْرَتِكُمْ.(حاشية السندى على سنن ابن ماجة،باب ماجاء فى فضل النكاح: ٥٦٧/١،دارالجيل بيروت،انيس)

(٢) عن أنس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:من أراد ان يلقى الله طاهراً مطهراً فليتزوج الحرائر.(مشكاة المصابيح، كتاب النكاح : ٢٦٨)(سنن ابن ماجة،باب تزويج الحرائر،رقم الحديث:١٨٦٢،انيس)

ويكون النكاح واجباعند التوقان،الخ، ويكون سنة مؤكدة فى الاصح،الخ،حال الاعتدال، الخ.(الدر المختارعلى هامش ردالمحتار، كتاب النكاح :٣٥٨/٢.ظفير)

حاشية صفحه هذا:

(١) ويكون النكاح واجباعندالتوقان تيقن الزنا إلا به فرض، نهاية.(الدرالمختار)(قوله:عندالتوقان،الخ): والمراد شدة الاشتياق،كمافى الزيلعى:أى بحيث يخاف الوقوع فى الزنا لولم يتزوج إذ لا يلزم من الاشتياق إلى الجماع الخوف المذكور بحرف،قلت:وكذا فيما يظهر لوكان لايمكنه منع نفسه من النظرالمحرم أو عن الاستمناء بالكف فيجب التزوج وإن لم يخف الوقوع فى الزنا.(ردالمحتار، كتاب النكاح:٣٥٧/٢-٣٥٨،ظفير مفتاحى)

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾(سورة النساء:۳)
ويكون سنة مؤكدة في الأصح حال الإعتدال أي القدرة على وطء ومهر ونفقة. (شامي، كتاب النكاح، كراتشي: ۷/۳، زكريا: ٥٦/٤)فقط والله سبحانه وتعالىٰ أعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ،۱۳/رجب ۱۴۱۹ھ۔ (الف فتویٰ نمبر:۳۴/۵۸۵۴)
الجواب صحیح:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۳/۷/۱۴۱۹ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ:۱۲/۲۳۳)

بیوی کے لیے نکاحِ ثانی:

سوال: زید کی عورت بیوہ ہوگئی، وہ یہ چاہتی ہے کہ میں اپنی عمر اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزار دوں؛ یعنی نکاحِ ثانی نہ کروں۔ یہ ڈر ہے کہ کہیں قیامت میں ماخوذ نہ ہوں، چوں کہ وہ جانتی ہے کہ نکاحِ ثانی کرنا سنت ہے۔ فرمایئے اس صورت میں جب کہ وہ صوم وصلوۃ پر قائم ہے، بوجہٴ نکاحِ ثانی نہ کرنے کے مستحقِ عذاب ہوگی، یا نہیں؟

(محمد یامین، ۳۰/جمادی الثانیہ ۱۳۵۶ھ)

الجواب ــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اگر اس کو معصیت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہیں؛ بلکہ اطمینان سے زندگی بسر کر سکتی ہے تو اس کے ذمہ نکاحِ ثانی ضروری نہیں اور نکاحِ ثانی نہ کرنے سے مستحقِ عذاب نہ ہوگی؛ تاہم اگر سنت سمجھ کر کرلے گی تو ثواب کی مستحق ہوگی۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفااللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۷/۱۳۵۶ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/رجب المرجب ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۵۲۷-۵۲۹)

---

(۱) "ويكون واجبا عند التوقان وسنة عند الاعتدال". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۶/۳-۷، سعيد)

عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ(رضى الله عنه)بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَائَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ، فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.(صحيح لمسلم، كتاب النكاح، رقم الحديث: ١٤٠٠، انيس)

عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ بُسْرٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: جَاءَ عَكَّافُ بْنُ وَدَاعَةَ الْهِلَالِيُّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَكَّافُ، أَلَكَ زَوْجَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَلَا جَارِيَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَأَنْتَ صَحِيحٌ مُوسِرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، قَالَ: فَأَنْتَ إِذًا مِنْ إِخْوَانِ الشَّيَاطِينِ: إِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنْ رُهْبَانِ النَّصَارَى فَأَنْتَ مِنْهُمْ، وَإِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنَّا فَاصْنَعْ كَمَا نَصْنَعُ، فَإِنَّ مِنْ سُنَّتِنَا النِّكَاحَ، شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ، وَأَرَاذِلُ أَمْوَاتِكُمْ، عُزَّابُكُمْ آبَاءٌ لِلشَّيَاطِينِ تَمَرَّسُونَ، مَا لَهُمْ فِي نَفْسِي سِلَاحٌ أَبْلَغُ فِي الصَّالِحِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِلَّا الْمُتَزَوِّجُونَ، أُولٰئِكَ الْمُطَهَّرُونَ الْمُبَرَّئُونَ مِنَ الْخَنَا وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ إِنَّهُنَّ صَوَاحِبُ دَاوُدَ، وَصَوَاحِبُ أَيُّوبَ، وَصَوَاحِبُ يُوسُفَ، وَصَوَاحِبُ كُرْسُفَ، قَالَ: ==

بیوہ کے نکاح ثانی کا حکم:

سوال: پٹھانوں میں یہ رواج ہے کہ جس بیوہ کا چھوٹا بچہ ہوتو اس کے لیے نکاح ثانی کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ کیا بیوہ عورت کا چھوٹے بچے کی وجہ سے نکاح ثانی نہ کرنا صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح کرنا، یا نہ کرنا انسان کا ذاتی فعل ہے۔ بیوہ کو عدت وفات کے بعد دوسرا نکاح کرنے کی شرعا اجازت ہے، اس کو رواج، یا رسم کی وجہ سے نہ روکا جائے؛ تاہم اگر کوئی بیوہ عورت اپنی اولاد کی پرورش کے لیے دوسرا نکاح نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ان امراة قالت: یارسول اللّٰہ! إن ابنی ھٰذا کان بطنی له وعاء وثدی لهٗ سقا وحجری له حواء وإن أباه طلقنی وأراد أن ینزعه منی، فقال علیه السلام: أنت أحق به ما لم تنکحی. (رواه أحمد وأبوداؤد)(مشکاة: ۲/۳۹۲، کتاب النکاح)(۱)

== فَقَالَ: وَمَا الْكُرْسُفُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: رَجُلٌ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى سَاحِلٍ مِنْ سَوَاحِلِ الْبَحْرِ يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ، لَا يَفْتُرُ مِنْ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ، ثُمَّ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ فِي سَبَبِ امْرَأَةٍ عَشِقَهَا، فَتَرَكَ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَةِ رَبِّهِ فَتَدَارَكَهُ اللّٰهُ بِمَا سَلَفَ مِنْهُ، فَتَابَ عَلَيْهِ وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ تَزَوَّجْ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُذَبْذَبِينَ، قَالَ: فَقَالَ عَكَّافٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَا أَبْرَحُ حَتَّى تُزَوِّجَنِي مَنْ شِئْتَ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَدْ زَوَّجْتُكَ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ وَالْبَرَكَةِ كَرِيمَةَ بِنْتَ كُلْثُومٍ الْحِمْيَرِيِّ. (مسند أبی یعلی الموصلی، حدیث عطیة بن بسر، رقم الحدیث: ۶۸۵۶، انیس)

(يَجِبُ عِنْدَ التَّوَقَانِ) وَهُوَ الشَّوْقُ الْقَوِيُّ، وَالْمُرَادُ بِالْوَاجِبِ اللَّازِمُ فَيَشْمَلُ الْفَرْضَ وَالْوَاجِبَ فَإِنَّهُ يَكُونُ وَاجِبًا عِنْدَ عَدَمِ خَوْفِ الْوُقُوعِ فِي الزِّنَا وَإِنْ كَانَ بِحَيْثُ لَوْ لَمْ يَتَزَوَّجْ لَا يَحْتَرِزُ عَنْهُ فَرْضًا بِشَرْطِ أَنْ يَمْلِكَ الْمَهْرَ وَالنَّفَقَةَ؛ لِأَنَّ مَا لَا يُتَوَصَّلُ إِلَى تَرْكِ الْحَرَامِ إِلَّا بِهِ يَكُونُ فَرْضًا وَذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنْ أَشْيَاخِنَا إِلَى أَنَّهُ فَرْضُ كِفَايَةٍ وَذَهَبَ آخَرُونَ إِلَى أَنَّهُ وَاجِبٌ عَلَى الْكِفَايَةِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ هُوَ مُبَاحٌ؛ لِأَنَّهُ مِنْ جُمْلَةِ الْمُعَامَلَاتِ. (وَيُكْرَهُ عِنْدَ خَوْفِ الْجَوْرِ) أَيْ عِنْدَ عَدَمِ رِعَايَةِ حُقُوقِ الزَّوْجِيَّةِ لِأَنَّ مَشْرُوعِيَّتَهُ إِنَّمَا هِيَ لِتَحْصِينِ النَّفْسِ وَتَحْصِيلِ الثَّوَابِ بِالْوَلَدِ وَالَّذِي يَخَافُ الْجَوْرَ يَأْثَمُ وَيَرْتَكِبُ الْمُحَرَّمَاتِ فَتَنْعَدِمُ الْمَصَالِحُ لِرُجْحَانِ هٰذِهِ الْمَفَاسِدِ وَقَضِيَّتُهُ الْحُرْمَةُ إِلَّا أَنَّ النُّصُوصَ لَمْ تَنْهَضْ بِهَا فَقُلْنَا بِالْكَرَاهَةِ. (وَيُسَنُّ مُؤَكَّدًا حَالَةَ الِاعْتِدَالِ) وَهُوَ الْأَصَحُّ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: "النِّكَاحُ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. وَقَالَ: تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ. وَذَهَبَ دَاوُدُ وَأَتْبَاعُهُ مِنْ أَهْلِ الظَّاهِرِ إِلَى أَنَّهُ فَرْضُ عَيْنٍ عَلَى الْقَادِرِ عَلَى الْوَطْءِ وَالْإِنْفَاقِ تَمَسُّكًا بِظَاهِرِ قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾(النساء: 3) وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: لِعَكَّافِ بْنِ خَالِدٍ أَلَكَ امْرَأَةٌ قَالَ: لَا، قَالَ: تَزَوَّجْ، فَإِنَّكَ مِنْ إِخْوَانِ الشَّيَاطِينِ، وَفِي رِوَايَةٍ مِنْ رُهْبَانِ النَّصَارَى، وَفِي آخِرِهِ شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ وَأَرَاذِلُ أَمْوَاتِكُمْ عُزَّابُكُمْ وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِمْ عَدَمُ ذِكْرِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حِينَ ذَكَرَ أَرْكَانَ الدِّينِ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالْوَاجِبَاتِ، وَلَوْ فَرْضًا أَوْ وَاجِبًا لَذَكَرَهُ وَيُسْتَحَبُّ مُبَاشَرَةُ عَقْدِ النِّكَاحِ فِي الْمَسْجِدِ وَكَوْنُهُ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاخْتَلَفُوا فِي كَرَاهَةِ الزِّفَافِ فِيهِ وَالْمُخْتَارُ لَا يُكْرَهُ إِذَا لَمْ يَشْتَمِلْ عَلَى مَفْسَدَةٍ دِينِيَّةٍ. (مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر، کتاب النکاح: ۶/ ۳۱۶-۳۱۷، دارإحیاء التراث العربی بیروت، انیس)

(۱) سنن أبی داؤد، باب من أحق بالولد، رقم: ۲۲۷۶، مسندالإمام أحمد بن حنبل، رقم: ۶۷۰۷، مصنف عبدالرزاق، رقم: ۱۲۵۹۶، سنن الدارقطنی، رقم الحدیث: ۳۸۰۸، المستدرک للحاکم: ۲۸۳۰، انیس)

وفی الهندية: ولوتزوّجت الام بزوج آخر وتمسک الصغيرة معها أم الأم فی بيت الأب فللأبّ أن ياخذها منها صغيرة عند جدّة تخون حقّها فلعماتها أن تأخذها منها إذا طهرت خيانتها. (الفتاوٰی الهندية: ۱/ ۵٤۵، الباب السادس عشر فی الخصانة) (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۰۴)

حکم منع ثیبات از نکاح ثانی:

سوال: بیوہ عورتوں کو نکاح ثانی سے روکنا؟

الجواب

فلما قال اللّٰه تعالٰی: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الآية) (۱)

وقال اللّٰه تعالٰی: ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ (الآية) (۲)

وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: يا علی لا تؤخر ثلثاً، وعد منها: الأيم إذاوجدت لها كفواً. (الحديث) (۳)

اور اگر اس کو عار وعیب وننگ سمجھتا ہے تو خوف کفر ہے۔

لقوله تعالٰی ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (الآية) (۴)

ولقوله عليه السلام: لايؤمن أحدكم حتٰی يكون هواه تبعاًلماجئت به. (الحديث) (۵) (امدادالفتاویٰ جدید: ۲/۲۶۲)

---

(۱) سورة البقرة: 232، انيس

(۲) سورة النور: 32، انيس

(۳) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبرضی اللّٰه عنه أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: يَا عَلِيُّ، ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا: الصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ، وَالجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُئًا. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الوقت الأول من الفضل، رقم الحديث: ۱۷۱، مسند الإمام أحمد، مسند علی بن أبی طالب رضی اللّٰه عنه، رقم الحديث: ۸۲۸، المستدرک للحاكم، كتاب النكاح، رقم الحديث: ۲٦۸٦، انيس)

(۴) عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ: أَنَّ رَجُلًا مِنَ الأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِرَاجِ الحَرَّةِ، الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ، فَقَالَ الأَنْصَارِيُّ: سَرِّحِ المَاءَ يَمُرُّ، فَأَبَى عَلَيْهِ؟ فَاخْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ: أَسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسِلِ المَاءَ إِلَى جَارِكَ، فَغَضِبَ الأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ احْبِسِ المَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الجَدْرِ، فَقَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأَحْسِبُ هَذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (سورةالنساء: 65) (صحيح البخاری، باب سكر الأنهار، رقم الحديث: ۲۳۵۹، انيس)

(۵) السنة لابن أبی عاصم، باب مايحب أن يكون هواه تبعا لما جئت به، رقم الحديث: ۱۵، انيس

بیوہ بچہ والی عورت کا نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: سنا ہے کہ بیوہ عورت بچہ والی کا نکاح جائز نہیں ہے۔ایسی عورت کو نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر بیوہ عورت بیوہ اولاد کی پرورش کے نکاح ثانی اپنا نہ کرے،اس کو ثواب ملتا ہے؛لیکن نکاح کرنا درست ہے، نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں؛ بلکہ اس زمانہ میں چوں کہ نکاح ثانی کو عیب سمجھتے ہیں؛اس لیے ضرور کرنا چاہیے اور ثواب زیادہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۴۵)

بیوہ کا نکاح ثانی:

سوال: مرحوم محمد رشید صاحب کی زوجہ نکاح ثانی کی بھی عمر رکھتی ہیں،ان حالات میں نکاح ثانی کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ نیز نکاح ثانی کرانے کی ذمہ داری کس پر ہے،اگر اس کے والدین موجود ہوں، پھر بھی وہ اس جانب متوجہ نہ ہوں تو مرحوم کے ورثا وا قارب کرا سکتے ہیں، یا نہیں؟ (نظام الدین، دہلی)

الجواب

اسلام بیوگی کی زندگی کو پسند نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ خواتین بے نکاح نہ رہیں؛(۲) اس لیے ان کے والدین کو توجہ کرنا چاہیے اور وہ متوجہ نہ ہوں تو دوسرے اقربا ورشتہ داروں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے، البتہ عورت پر اس معاملہ میں جبر نہیں کرنا چاہیے۔(کتاب الفتاویٰ:۴/۳۲۱)

نکاح بیوگان کو حق جان کر،اس کی مخالفت کرنے والا کیسا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نکاح ثانی کو باوجود علم اس امر کے کہ

---

(۱) أن امرأة قالت: یارسول اللّٰہ ! إن ابنی هذا کان بطنی له وعاء وتدی له سقاء وحجری له حواء وإن أباه طلقنی وأراد أن ینزعه منی، فقال لهارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: أنت أحق به مالم تنکحی.(رواه أحمد وأبوداؤد) (مشکاۃالمصابیح: ۲۹۳)(عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: یَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ ابْنِی هَذَا کَانَ بَطْنِی لَهُ وِعَاءً، وَثَدْیِی لَهُ سِقَاءً، وَحِجْرِی لَهُ حِوَاءً، وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِی، وَأَرَادَ أَنْ یَنْتَزِعَهُ مِنِّی، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْکِحِی.(سنن أبی داؤد،باب من أحق بالولد،رقم: ۲۲۷۶،مسندالإمام أحمد بن حنبل، رقم: ۶۷۰۷،مصنف عبدالرزاق،رقم:۱۲۵۹۶،سنن الدارقطنی،رقم الحدیث:۳۸۰۸،المستدرک للحاکم:۲۸۳۰،انیس)

اورارشادربانی ہے:﴿وانکحوا الایامیٰ منکم﴾(سورۃ النور: ۴۰،ظفیر)

(۲) ﴿وَأَنْکِحُوا الْأَیَامَی مِنْکُمْ وَالصَّالِحِینَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَإِمَائِکُمْ إِنْ یَکُونُوا فُقَرَاءَ یُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ﴾(سورۃ النور:۳۲)الْأَیَامَی جَمْعُ أَیِّمٍ، وَیُقَالُ ذَلِکَ لِلْمَرْأَةِ الَّتِی لَا زَوْجَ لها وللرجل الذی لا زوجة له، سواء کَانَ قَدْ تَزَوَّجَ ثُمَّ فَارَقَ أَوْ لَمْ یَتَزَوَّجْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا، حَکَاهُ الْجَوْهَرِیُّ عَنْ أَهْلِ اللغة، یقال رجل أیم وامرأة أیم.(تفسیر ابن کثیر،سورۃ النور: ۶/۴۷،دارالکتب العلمیة بیروت،انیس)

یہ قرآن شریف سے ثابت اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، عیب اور بے عزتی سمجھتا ہے اور اس کے کرنے والے کو بے غیرت اور کمینہ کہتا ہو، یا یوں کہتا ہو کہ ہم اس کو حق جانتے ہیں اور حضرت کی سنت سمجھتے ہیں؛ مگر چوں کہ ہماری قوم میں اس کا رواج نہیں، اس واسطے ہم اس کو عار اور ننگ جانتے ہیں اور اس کے مرتکب کو حسب رواج اپنی قوم کے نام رکھتے ہیں اور کم ذات کہتے ہیں۔ اب ان دونوں صورتوں میں مطابق شرع شریف کے ایسے شخص کا کیا حکم ہے، اس شخص کے ساتھ معاملہ رشتہ ناطہ کا کرنا، یا شادی غمی میں اس کے شامل ہونا، یا اس کے جنازہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا، کیسا ہے؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب

حکم حق تعالیٰ کو، (۱) یا کسی طریقہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سبب، یا موجب بے عزتی کا جانے، یا اس کے کرنے والے کو بے غیرت کہے، وہ ملعون کافر ہے اور مخالف حق تعالیٰ کا اور جہنمی اور مرتد ہے اور باوجود اعتراف اس امر کے، یہ حکم حق تعالیٰ کا اور سنت ہے اور پھر بھی اس کو اپنے رواج کے سبب ننگ و عار کا سبب جانتا ہے، یہ زیادہ تر موجب اس کے کفر اور مخالفت حق تعالیٰ کا ہے۔ وہ شقی ملعون، اپنے رواج کفر کو، خدا تعالیٰ کے حکم سے اچھا جانتا ہے، پس ایسے شخص سے ترک ملاقات و معاملات کرنا عین حق ہے اور اس سے رشتہ رکھنا ہرگز جائز نہیں ہے؛ بلکہ اس سے علاحدہ ہو جاوے اور اس کو مبغوض ترین حق تعالیٰ کا جان کر اس کا دشمن ہو جاوے اور اس کے جنازہ کی نماز ہرگز نہ پڑھے کہ وہ کافر ہے۔ (کذا فی کتب الحدیث والفقہ والعقائد) (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۳) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۴۳)

---

(۱) اصل میں ''کو پاکے'' لکھا ہے، ص: ۵۰؛ مگر بظاہر اس میں کتابت کی غلطی ہے؛ اس لیے درست کر دیا۔ [نور]

(۲) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ o لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ (سورة التوبة: ٦٥-٦٦)

قَوْلُه تَعَالَى: ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ﴾ إلى قوله: ﴿إِنْ نَعْفُ﴾ فِيهِ الدَّلَالَةُ عَلَى أَنَّ اللَّاعِبَ وَالْجَادَّ سَوَاءٌ فِي إِظْهَارِ كَلِمَةِ الْكُفْرِ عَلَى غَيْرِ وَجْهِ الْإِكْرَاهِ؛ لِأَنَّ هَؤُلَاءِ الْمُنَافِقِينَ ذَكَرُوا أَنَّهُمْ قَالُوا مَا قَالُوهُ لَعِبًا، فَأَخْبَرَ اللَّهُ عَنْ كُفْرِهِمْ بِاللَّعِبِ بِذَلِكَ، وَرُوِيَ عَنْ الْحَسَنِ وَقَتَادَةَ أَنَّهُمْ قَالُوا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ: أَيَرْجُو هَذَا الرَّجُلُ أَنْ يَفْتَحَ قُصُورَ الشَّامِ وَحُصُونَهَا؟ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ فَأَطْلَعَ اللَّهُ نَبِيَّهُ عَلَى ذَلِكَ، فَأَخْبَرَ أَنَّ هَذَا الْقَوْلَ كُفْرٌ مِنْهُمْ عَلَى أَيِّ وَجْهٍ قَالُوهُ مِنْ جِدٍّ أَوْ هَزْلٍ، فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى اسْتِوَاءِ حُكْمِ الْجَادِّ وَالْهَازِلِ فِي إِظْهَارِ كَلِمَةِ الْكُفْرِ، وَدَلَّ أَيْضًا عَلَى أَنَّ الِاسْتِهْزَاءَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَبِشَيْءٍ مِنْ شَرَائِعِ دِينِهِ كُفْرٌ مِنْ فَاعِلِهِ. (أحكام القرآن، مطلب فی أن تعلم العلم أفضل أم الجهاد: ۱۸۳/۳، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۳) یہ فتویٰ ہندوستان کے ممتاز علماء اور اہل فتویٰ کی تصدیقات کے ساتھ، حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں، اشتہار کی صورت میں، مطبع مجتبائی دہلی سے سنہ ۱۳۰۶ھ (۸۹-۱۸۸۸ء) میں چھپا تھا۔ یہ فتویٰ مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی کی تالیف ''میرے والد ماجد'' میں درج ہے، ص: ۴۹، تا ۵۱ (طبع اول، کراچی: ۱۹۷۵ء)

اگر چہ یہ فتویٰ فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دہلی، ص: ۷/ جلد سوم اور فتاویٰ رشیدیہ شائع کردہ محمد علی تاجران کتب کراچی میں شامل ہے، ص ۱۸۴-۱۸۵ مگر مجموعہ تالیفات رشیدیہ۔ (لاہور: ۱۴۱۲ھ) میں درج نہیں؛ اسی لے یہاں شامل کر لیا گیا۔ (میرے والد ماجد، تالیف مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ۔ ص: ۴۹ سے ص: ۵۱ تک (دار الاشاعت کراچی: ۱۹۷ء) [نور]

بیوہ کے نکاح کو معیوب سمجھنے والوں کے ہاں بیٹی کا عقد کرنا کیسا ہے:

سوال: ایک موضع کے مسلمان بیوہ کی شادی کو بہت معیوب سمجھتے ہیں اور اس پر انہیں ضد اور اصرار بھی ہے، بعض بیوائیں مجبور ہو کر بدچلن ہو کر فرار ہو گئیں؛ مگر انہیں اس رسم کی پابندی کے آگے سب کچھ گوارا ہے تو ایسے گاؤں میں اس خیال کے مسلمانوں کو اپنی بیٹی بیاہنا درست ہے، یا ناجائز ہے؟

(المستفتی: ۲۰۳۵: مسلمانان مسوری ڈاسنہ (میرٹھ) ۱۲/رمضان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۷/نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

بیوہ عورتوں کی دوسری شادی کو معیوب سمجھنا بڑا سخت گناہ اور ظلم عظیم ہے۔ شریعت مقدسہ اسلامیہ نے بیوہ عورتوں کے نکاح کر دینے کی بہت ترغیب دی اور تاکید ہے۔(۱) ہمارے آقا سرتاج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تمام نکاح بیواؤں کے ساتھ ہی کئے۔ بیوگی کی وجہ سے اور دوسرا نکاح معیوب سمجھ کر نہ کرنے کی حالت میں جو بیوائیں گناہ میں مبتلا ہو جاتی ہیں، اس کا وبال اور گناہ ان لوگوں کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جاتا ہے، جو نکاح بیوگان کو عیب سمجھتے ہیں اور بیوگان کو نکاح کرنے نہیں دیتے ہیں۔ اگر مسلمان ایسے لوگوں سے زجراً مقاطعہ کر لیں اور اپنی بیٹیاں ان کو نہ دیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔(۲) واللہ عندہ حسن الثواب لمن تاب وأناب

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۵/۳۰۰)

نکاح ثانی کو رسم کی وجہ سے عیب جاننا گناہ ہے:

سوال: جو شخص نکاح ثانی کو باوجود علم امر کے کہ قرآن سے یہ ثابت ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے، عیب اور بے عزتی سمجھتا ہو اور جو شخص اس کی نسبت لوگوں کو ترغیب دے اور وعظ ونصیحت کرے تو اس کے ساتھ وہ دنگہ فساد کے لیے آمادہ ہو اور اس عمل کرنے والے کو بے عزت اور کمینہ کہتا ہو، یا یہ کہتا ہو کہ ہم اس کو حق سمجھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جانتے ہیں؛ مگر چونکہ ہماری قوم میں اس کا رواج نہیں، اس واسطے اس کو عار وننگ جانتے ہیں۔

الجواب

یہ ظاہر ہے کہ نکاح ثانی شرعاً جائز ومستحب ہے،(۳) اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے،

---

(۱) ﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ﴾ (سورةالنور: ۳۲) قال ابن كثير في تفسيره: والأيامى جمع ايم ويقال ذلك للمرأة التي لازوج لها وللرجل الذى لا زوجة سواء قد تزوج ثم فارق أو لم يتزوج واحد منهما. (تفسير ابن كثير: ۲۸٦/۳، سهيل اكادمى لاهور)

(۲) ﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين﴾ (سورة الأنعام: ٦٨)

(۳) ﴿وانكحوا الايامىٰ منكم﴾ (سورة النور: ٤٠)

جمع أيم وهى من ليس لهازوج بكراً كانت أو ثيباً ومن ليس له زوجة. (تفسيرالجلالين: ۲۹۸، ظفير)

اس کو بوجہ عدم رواج قومی کے عیب اور ننگ جاننا جہالت کی بات ہے اور گنہ سخت ہے،(۱) اور جب کہ اس فعل کو اچھا جانتا ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت جانتا ہے تو پھر اس کی اور بھی زیادہ جہالت ہے کہ بوجہ رواج قومی کے اس کو برا سمجھے، یہ امر نہایت قبیح ہے، اس سے توبہ کرنی چاہیے اور ترغیب نکاح ثانی دینے والے کو بھی یہ چاہیے کہ سختی سے کام نہ لے؛ بلکہ بہ نرمی و ملاطفت بتدریج لوگوں کو سمجھانا چاہیے، **كما قال الله تعالىٰ لنبيه صلى الله عليه وسلم: ﴿ادع إلىٰ سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة﴾**(سورة النحل: ۱۲۵)

پس جس جگہ شر اور فساد کا خوف ہو وہاں سے علاحدہ ہوجاوے؛ کیوں کہ امر بالمعروف کے لیے بھی موقع اور محل ہے اور شرائط وخصوصیات ہیں کہ بدون اس کے امر بالمعروف سے نفع نہیں ہوتا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۴-۴۵)

بیوہ سے نکاح وجہ ناراضی نہیں ہونا چاہیے:

سوال: زید نے ایک بیوہ خاندانی مسماۃ ہندہ سے عقد کرلیا ہے، اہل خاندان اس پر ناراض ہیں اور انواع واقسام سے نقصان رسانی کے درپے۔ جمعہ کے روز ایک واعظ نے دوران وعظ میں یہ بیان کیا کہ جس سنت کے اجرا سے فتنہ آوے، اس پر عمل کرنا ناجائز ہے اور مثال میں ایک واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کیا کہ خانہ کعبہ کی دیوار خمیدہ تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کے خوف سے اس کو سیدھا نہیں فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کر اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیا کہ سیدھا کرنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے، لہذا اس کو اسی حالت پر چھوڑتا ہوں۔ نظر برحالات معروضہ بالا زید متردد ہے کہ یہ روایت اس کے حال پر منطبق ہو کہ عنداللہ اس کا مواخذہ دار تو نہیں ہوگا؟ اور اگر خدانخواستہ مواخذہ دار ہے تو اب کیا کرنا چاہیے کہ آخرت کے مواخذہ سے بری ہو؟

الجواب

بیوہ سے نکاح کرنا شرعاً کسی طرح معیوب اور سبب طعن وناراضی کا نہیں ہونا چاہیے؛ کیوں کہ نکاح بیوہ کا آیات واحادیث وعمل مستمر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہؓ سے ثابت ہے۔ طعن کرنے والا اس پر اور ناراض ہونے والا مخالف ہے حکم خدا تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا، جو لوگ اہل خاندان اس نکاح کی وجہ سے ناراض ہیں اور درپے ایذاء رسانی کے ہیں، اگر یہ ناراضی اور ایذاء رسانی محض اس وجہ سے ہے کہ بیوہ کے نکاح کو وہ معیوب اور سبب عار کا جانتے ہیں تو سخت جہالت اور معصیت ہے، ایسے لوگوں کو توبہ کرنی چاہیے، ورنہ خوف کفر ہے۔ اس واعظ کا بیان صحیح نہیں، اس نے جو مسئلہ بتلایا، وہ بھی غلط ہے اور جو مثال میں واقعہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کیا، وہ بھی غلط ہے۔ وہ واقعہ اس طرح نہیں ہے، جو اس نے بیان کیا؛ بلکہ کتب حدیث مسلم شریف وابوداؤد وترمذی شریف میں وہ واقعہ اس طرح وارد ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہ نذر کی تھی کہ اگر مکہ معظّمہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر فتح ہوگیا تو میں

---

(۱) آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں عموماً بیوہ عورتیں تھی، اسی طرح بہت سے صحابہ کرام نے بیواؤں سے شادیاں کیں۔ (ظفیر)

(۲) رائى فى ثوب غيره نجسا مانعا إن غلب على ظنه أنه لو أخبره إذا لها وجب وإلالا، فالأمر بالمعروف على هذا. (الدر المختار) وإن علم أنه لايتعظ وينزجو بالقول ولابالفعل ولوباعلاسلطان أو زوج أو والد له قدرة على المنع لا يلزم ولاياثم بتركه. (ردالمحتار، قبيل كتاب الصلواة: ۱/۳۲۵، ظفير)

دو رکعت خانہ کعبہ کے اندر پڑھوں گی، جب مکہ معظّمہ فتح ہوگیا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر حطیم کے اندر داخل کیا اور یہ فرمایا کہ حطیم میں دو رکعت ادا کرلو؛ کیوں کہ حطیم بھی بیت اللہ میں سے ہے، تمہاری قوم نے بہ سبب قلت خرچ بوقت تعمیر حطیم کو خانہ کعبہ سے خارج کردیا، اگر تمہاری قوم کا زمانہ جاہلیت سے قریب نہ ہوتا تو میں خانہ کعبہ کو توڑ کر از سر نو بناء ابراہیمی کے موافق بناتا اور حطیم کو خانہ کعبہ کے اندر داخل کرتا اور چوکھٹ خانہ کعبہ کو زمین سے ملادیتا اور دو دروازے خانہ کعبہ کے کرتا، ایک دروازہ شرقی اور ایک غربی اور اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو ایسا ہی کروں گا۔(۱)

معلوم ہوا کہ اس واعظ نے جو واقعہ بیان کیا، وہ صحیح نہیں ہے اور نہ اس میں فتنہ کے خوف سے کسی سنت کے ترک کرنے کا ذکر ہے؛ بلکہ غرض آپ کی یہ تھی کہ قوم قریش چوں کہ ابھی اسلام لائی ہے، زمانہ کفر اور جاہلیت قریب ہے، ایسا نہ ہو کہ ان کے ایمان واسلام میں کچھ خلل واقع ہو۔ ادھر فی الحال خانہ کعبہ کا متغیر کرنا امر ضروری نہیں ہے اور پھر آپ کی وفات اس سے پہلے ہی ہوگئی۔ الغرض اس واقعہ کو مسئلہ نکاح بیوہ سے کچھ مناسبت نہیں ہے، کسی امر دینی کو اس وجہ سے کہ لوگ ناراض ہوں گے، چھوڑ ناجائز نہیں ہے اور زید پر اس نکاح کی وجہ سے کچھ مواخذہ نہیں ہے؛ بلکہ وہ ماجور ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۸/۷-۴۹)

بیوہ، یا مطلقہ کو اپنے والد کے حکم سے نکاح ثانی فرض ہوجاتا ہے، یا نہیں:

سوال: بیوہ، یا مطلقہ کو اپنے والد کے حکم سے نکاح ثانی کرنا فرض ہوجاتا ہے، یا نہیں؟ دراں صورت کہ وہ کسی وجہ سے شرعی معذور بھی نہیں اور ایسی صورت میں وہ انکار کرنے سے کافر ہے، یا نہیں؟ اور یہ بھی عرض ہے کہ ایسی قوم کی عورت ہے جو رسماً ورواجاً نکاح ثانی کو معیوب اور برا جانتی ہے؟ والسلام

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ماں باپ کے حکم سے ہر کام واجب نہیں ہوجاتا؛ بلکہ اس میں تفصیل ہے، جس کے لیے رسالہ تعدیل حقوق الوالدین کا مطالعہ مفید ہوگا، جو بہشتی گوہر کے اخیر میں طبع جدید میں ملحق کیا گیا ہے۔

پس صورت مسئولہ کا حواب یہ ہے کہ اگر بیوہ، یا مطلقہ نکاح ثانی کو معیوب سمجھتی ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے، (۳) اس سے

---

(۱) عن الأسود بن يزيد أن ابن الزبير قال له: حدثني بما كانت تقضي إليک أم المومنين يرني عا ئشة فقال: حدثني رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لها: لولا إن قومک حديث عهد بالجاهلية لهدمت الكعبة وجعلت لها بابين، فلما ملک ابن الزبير هدمها وجعل لها بابين، انتهٰی. (سنن الترمذی، باب ماجاء في كسر الكعبة: ۱۰۷/۱، ظفير)

(۳) وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ﴾، الخ. (سورة النور: ۳۲، انيس)

آیت کریمہ میں بیواؤں کی شادی کرانے کا حکم ہے، اس حکم کو معیوب سمجھنا احکام الٰہی کا انکار واستہزاء ہے، جو کہ عقیدۂ کفر ہے۔ علامہ جصاصؒ لکھتے ہیں: قَوْلُه تَعَالَى: ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ﴾ ... وَدَلَّ أَيْضًا عَلَى أَنَّ الِاسْتِهْزَاءَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَبِشَيْءٍ مِنْ شَرَائِعِ دِينِهِ كُفْرٌ مِنْ فَاعِلِهِ. (أحكام القرآن، مطلب في أن تعلم العلم أفضل أم الجهاد: ۱۸۳/۳، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

قوله تعالى: (وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّما كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ) (التوبة: ۶۵) فيه دلالة على أن اللاعب والخائض سواء في إظهار كلمة الكفر على غير وجه الإكراه لأن المنافقين ذكروا أنهم قالوا ما قالوه لعبا، فأخبر الله تعالى عن كفرهم باللعب بذلک، ودل أن الاستهزاء بآيات الله تعالى كفر. (أحكام القرآن للكيا الهراسي: ۲۱۴/۴، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

اس کو توبہ کرنا اور ایمان کی تجدید فرض ہے اور اگر معیوب نہیں سمجھتی؛ بلکہ پہلے شوہر کی محبت غالب ہے اور وہ اس سے مانع ہے، یا بچوں کے ضائع ہونے کا خوف ہے، یا اور کوئی وجہ مخفی نکاح سے مانع ہے، مثلاً مجامعت سے تکلیف ہوتی ہے، وغیرہ وغیرہ تو اس میں تفصیل ہے، اگر اس کو اپنی عفت پر خطرہ نہ ہو، خواہش نفسانی غالب نہ ہو، صبر سے بیٹھ سکے اور والدین پر اپنے نفقہ کا بار نہ ڈالے، یا ان پر بار ڈالے اور وہ خوشی سے برداشت کریں تو اس کا نکاح کرنا واجب نہیں، ورنہ واجب ہے، بشرطیکہ حقوق نکاح کو ادا کر سکے، ورنہ روزہ رکھ کر خواہش کو مغلوب کرے اور محنت ومزدوری سے پیٹ پالے، اگر والدین اس کا خرچ برداشت نہ کرسکیں، وهذه خلاصة الدلائل الحديثية و الفقهية التي ذكرها الشيخ في رسالته المذكورة. واللہ اعلم

۱۱ر ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۳ر۲۲۷)

بیوہ سے نکاح افضل ہے، یا کنواری سے:

سوال: اسلام میں بیوہ عورت سے نکاح کرنا بہتر ہے، یا کنواری لڑکی سے؟ (محمد ادریس فلاحی، گجرات)

الجواب

اصل میں یہ شخصی اور سماجی حالات پر موقوف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے ایک بیوہ خاتون سے نکاح کرلیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے فرمایا کہ کنواری لڑکی سے نکاح کرنا تمہارے لیے زیادہ موزوں ہوتا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے اور میری کئی بہنیں ہیں، میں نے چاہا کہ کوئی عمر رسیدہ خاتون گھر میں آ جائے، جو ان کی تربیت کر سکے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا۔(۱)

(۱) سنن أبي داؤد، رقم الحديث: ۲۰۸۵ (عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَتَلاحَقَ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا عَلَى نَاضِحٍ لَنَا، قَدْ أَعْيَا فَلا يَكَادُ يَسِيرُ، فَقَالَ لِي: مَا لِبَعِيرِكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: عَيِيَ، قَالَ: فَتَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَزَجَرَهُ، وَدَعَا لَهُ، فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الإِبِلِ قُدَّامَهَا يَسِيرُ، فَقَالَ لِي: كَيْفَ تَرَى بَعِيرَكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: بِخَيْرٍ، قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ، قَالَ: أَفَتَبِيعُنِيهِ؟ قَالَ: فَاسْتَحْيَيْتُ وَلَمْ يَكُنْ لَنَا نَاضِحٌ غَيْرُهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَبِعْنِيهِ، فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ عَلَى أَنَّ لِي فَقَارَ ظَهْرِهِ، حَتَّى أَبْلُغَ الْمَدِينَةَ قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي عَرُوسٌ، فَاسْتَأْذَنْتُهُ، فَأَذِنَ لِي، فَتَقَدَّمْتُ النَّاسَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ، فَلَقِيَنِي خَالِي، فَسَأَلَنِي عَنِ الْبَعِيرِ، فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا صَنَعْتُ فِيهِ، فَلامَنِي قَالَ: وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِي حِينَ اسْتَأْذَنْتُهُ: هَلْ تَزَوَّجْتَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟، فَقُلْتُ: تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا، فَقَالَ: هَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُلاعِبُهَا وَتُلاعِبُكَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تُوُفِّيَ وَالِدِي أَوِ اسْتُشْهِدَ وَلِي أَخَوَاتٌ صِغَارٌ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ مِثْلَهُنَّ، فَلا تُؤَدِّبُهُنَّ، وَلا تَقُومُ عَلَيْهِنَّ، فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا لِتَقُومَ عَلَيْهِنَّ وَتُؤَدِّبَهُنَّ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ غَدَوْتُ عَلَيْهِ بِالْبَعِيرِ، فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ قَالَ الْمُغِيرَةُ: هَذَا فِي قَضَائِنَا حَسَنٌ لا نَرَى بِهِ بَأْسًا. (صحيح البخاري، باب استئذان الرجل، رقم الحديث: ۲۹۶۷، صحيح لمسلم، رقم الحديث: ۷۱۵، انیس)

لیکن ہمارے زمانہ میں اور ہندوستان کے سماج میں صورتِ حال یہ ہے کہ برادرانِ وطن کے سماجی تصورات سے متاثر ہوکر بیوہ اور مطلقہ عورتوں کا نکاح بہت کم عمل میں آتا ہے اور لوگ اس طرف رخ ہی نہیں کرتے؛ اس لیے موجودہ حالات میں میرا خیال ہے کہ ایسی خواتین سے نکاح کرنا زیادہ افضل ہے، چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بیوہ، یا مطلقہ تھیں اور بعض تو ایک سے زیادہ شوہروں سے گزر کر حرم اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں آئی تھیں؛ اس لیے اس دور میں ایسی بے سہارا خواتین سے نکاح کرنا شاید زیادہ افضل ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۲۹۷-۲۹۸)

بیوہ عورت سے نکاح:

سوال: کیا میں بیوہ سے نکاح کرسکتا ہوں؟ میرے گھر میں لوگوں کو اس سے انکار ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ پہلے بیوہ سے نکاح کرلوں، پھر بعد میں کنواری سے نکاح کروں؟ (اسلم خاں، نانڈیڑ)

الجواب

نکاح کے لیے میاں بیوی میں مناسبت اور ہم آہنگی اہم ہے، نہ کہ عورت کا کنواری، یا بیوہ ہونا؛ اس لیے بیوہ سے بھی نکاح کیا جاسکتا ہے، آنے والی بہو کو چوں کہ گھر کے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا پڑتا ہے؛ اس لیے ان کو اعتماد میں لے کر نکاح کرنا بہتر ہے۔ بیوہ کے بعد کنواری سے نکاح کرنا جائز ہے؛ لیکن یہ کچھ باعث اجر وثواب نہیں کہ ایسا ہی کیا جائے۔ اسلام نے دوسرے نکاح کی اجازت کچھ شرطوں کے ساتھ دی ہے۔ (۱) ان شرطوں کی رعایت ضروری ہے اور چوں کہ عام طور پر لوگ اس رعایت کو ملحوظ نہیں رکھ پاتے؛ اس لیے ایک ہی نکاح پر اکتفا کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۴/۲۹۸)

بیوی کے حقوق ادا نہ کرسکنے کے خوف سے نکاح نہ کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بندہ کہتا ہے میں شادی نہیں کروں گا؛ کیوں کہ میں جہاد کروں گا، دوسرا بندہ کہتا ہے کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وحدیث سے اعراض کررہے ہو، وہ شخص جواب میں کہتا ہے کہ میں سنت سے اعراض نہیں کررہا ہوں؛ بلکہ مجھے اپنے آپ پہ بھروسہ نہیں کہ میں اپنی بیوی کے حقوق ادا کرسکتا ہوں، یا نہیں؟

---

(۱) سورة النساء: ۳ (﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾(انیس)

(۲) وَذَهَبَ بَعْضُ النَّاسِ إِلَى أَنَّ هَذِهِ الْجُمَلَ اشْتَمَلَتْ عَلَى شَرْطٍ وَاحِدٍ، وَجُمْلَةِ اعْتِرَاضٍ. فَالشَّرْطُ: وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا، وَجَوَابُهُ: فَوَاحِدَةً. (البحر المحيط في التفسير، سورة النساء: ۵۰۷/۳، دار الفكر بيروت، انيس)

برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ کون حق پر ہے؟ عین نوازش ہوگی۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

فقہائے کرام نے نکاح کے چھ (٦) درجے بیان کئے ہیں:

(۱) حالت اعتدال میں سنت مؤکدہ ہے؛ یعنی جب ایک آدمی جماع، مہر اور بیوی کے نان نفقہ کی طاقت رکھتا ہو، نیز زنا اور بیوی پر ظلم کرنے کا خوف نہ ہو، اسی طرح فرائض اور سنن کے چھوڑنے کا خوف بھی نہ ہو تو اس حالت میں نکاح سنت مؤکدہ ہے۔

(۲) اگر نکاح نہ کرنے کی وجہ سے زنا میں واقع ہونے کا خطرہ ہو تو واجب ہے۔

(۳) اگر زنا میں واقع ہونے کا یقین ہو تو فرض ہے۔

(۴) اگر بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے اور اس پر ظلم کرنے کا خطرہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔

(۵) اگر بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے اور اس پر ظلم کرنے کا یقین ہو تو حرام ہے۔

(٦) اگر صرف یہ خطرہ ہو کہ بیوی کے حقوق ادا نہیں کر سکے گا تو مباح ہے۔

پس صورت مسئولہ میں اگر یہ شخص اس وجہ سے نکاح نہیں کرتا کہ اسے اپنے آپ پر یہ بھروسہ نہیں کہ وہ بیوی کے حقوق ادا کر سکے گا، یا نہیں تو اس حالت میں وہ سنت سے اعراض کرنے والا نہیں ہے، البتہ اگر یہ شخص جماع پر قدرت رکھتا ہے نیز مہر نان نفقہ اور سکنی کا انتظام کر سکتا ہے تو اس کے حق میں نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہوگا۔

لمافي المرقاة (٦/٢٣٧): قال بعضهم هو واجب بالإجماع لأنه يغلب على الظن أو يخاف الوقوع في الحرام وفي النهاية إن كان له خوف وقوع الزنا بحيث لا يتمكن من التحرز إلا به كان فرضا وعند خوف الجور مكروه وأما في حالة الاعتدال فداؤد وأتباعه من أهل الظاهر على أنه فرض عين على القادر على الوطء والإنفاق تمسكا بقوله تعالى ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء﴾ (النساء: ٣) واختلف مشايخنا، فقيل: فرض كفاية، وقيل: واجب على الكفاية، وقيل: مستحب، وقيل: سنة مأكدة وهو الأصح وهو أقرب إلى العبادات، حتى أن الاشتغال به أفضل من التخلي عنه لمحض العبادة. (۱)

وفي الدرالمختار، كتاب النكاح (٣/٦): (ويكون واجبا عند التوقان) فإن تيقن الزنا إلا به فرض، نهاية... (و) يكون (سنة) مؤكدة في الأصح فيأثم بتركه ويثاب إن نوى تحصيناً وولداً (حال الاعتدال) أي القدرة على وطء ومهر ونفقة... (ومكروها لخوف الجور) فإن تيقنه، حرم ذلك.

وفي الشامية (٣/٧): مطلب: كثيرا ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة: (قوله: سنة

---

(۱) مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح: ٥/٢٠٤١، دار الفكر بيروت، انيس

مؤكدة فى الأصح) وهو محمل القول بالاستحباب و كثيرا ما يتساهل فى إطلاق المستحب على السنة وقيل فرض كفاية وقيل واجب كفاية وتمامه فى الفتح وقيل واجب عينا ورجحه فى النهر كما يأتى قال فى البحر ودليل السنية حالة الاعتدال الاقتداء بحاله صلى الله عليه وسلم فى نفسه ورده على من أراد من أمته التخلى للعبادة كما فى الصحيحين ردا بليغا بقوله فمن رغب عن سنتى فليس منى كما أوضحه فى الفتح،اه، وهو أفضل من الاشتغال بتعلم وتعليم كما فى درر البحار وقدمنا أنه أفضل من التخلى للنوافل قوله (فيأثم بتركه) لأن الصحيح أن ترك المؤكدة مؤثم كما علم فى الصلاة، بحر... قوله (أى القدرة على وطء)... والمراد حالة القدرة على الوطء والمهر والنفقة مع عدم الخوف من الزنا والجور وترك الفرائض والسنن فلو لم يقدر على واحد من الثلاثة أو خاف واحدا من الثلاثة أى الأخيرة فليس معتدلا فلا يكون سنة فى حقه كما أفاده فى البدائع،اه ... قوله (ومكروها) أى تحريما،بحر قوله (فإن تيقنه) أى تيقن الجور حرم لأن النكاح إنما شرع لمصلحة تحصين النفس وتحصيل الثواب وبالجور يأثم ويرتكب المحرمات فتنعدم المصالح لرجحان هذه المفاسد بحر وترك الشارح قسما سادسا ذكره فى البحر عن المجتبى وهو الإباحة إن خاف العجز عن الإيفاء بموجبه،آه، أى خوفا غير راجح وإلا كان مكروها تحريما لأن عدم الجور من مواجبه والظاهر أنه إذا لم يقصد إقامة السنة بل قصد مجرد التوصل إلى قضاء الشهوة ولم يخف شيئا لم يثب عليه إذ لا ثواب إلا بالنية فيكون مباحا أيضا كالوطء لقضاء الشهوة. (نجم الفتاویٰ:۴/۳۰۴-۴)

اندیشۂ تقسیمِ وراثت سے نکاح نہ کرنا:

سوال: دو لڑکیوں کا باپ پہلے مر گیا تھا اور سوائے لڑکیوں کے اور کوئی لڑکا نہیں تھا، اس کی عورت ابھی زندہ تھی تو وراثت کا شریعت کے اعتبار سے پنجاب میں رواج نہیں ہے تو خاوند نے زمین اور گھر چھوڑا، اس کی مالکہ اس کی عورت تھی۔ اس کے مرنے کے بعد اب صرف دو لڑکیاں رہ گئیں، وہ عاقلہ اور بالغہ ہیں، ان کی منگنی والدہ نے اپنے بھائیوں کے لڑکوں کے ساتھ کردی تھی۔

اب والدہ کے مرنے کے بعد والدہ کے بھائیوں نے ہی لڑکیوں کو کہہ دیا کہ تم شادی نہ کراؤ اور خاوند کی طرف سے جو لڑکیوں کے چچا وغیرہ ہیں ان کے کہنے پر بھی شادی نہ کراؤ، اگر شادی کرالوگی تو شریعت کے اعتبار سے تو وہاں تقسیم نہیں ہے اور قانون کے اعتبار سے اب لڑکیوں کو حصہ نہیں ملتا۔ اب جب تک وہ لڑکیاں شادی نہ کراویں گے تب تک وہ مالک ہیں، اگر شادی ہوگئی تو دوسرے چچا وغیرہ کو جائیداد مل جائے گی۔

تو وہ چچا کہتے ہیں کہ ہم لڑکیوں کو قانون کی طرف سے اگر کسی طرح شادی کرانے پر مجبور کریں تو شریعت کے اعتبار

سے گناہ گار ہوں گے یا نہیں؟ ہماری نیت نیک ہے تا کہ ہر گناہ سے بچ جاویں؛ کیوں کہ آج کل فتنہ کا زمانہ ہے اور وہ بائیس وپچیس برس کی ہیں، پھر انہوں نے زمین مزارعت پر دوسروں کو دے رکھی ہے، جو کہ کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے اور وہ ان کے سامنے آتی جاتی ہیں، ہم کو شرم اور غیرت آتی ہے اور صرف ماموں کے کہنے پر شادی سے انکار کرتی ہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر واقعی یہی ہے تو ماموں کی نیت صحیح نہیں، لڑکیوں کو ماموں کے کہنے پر عمل نہ کرنا چاہیے؛ بلکہ ان کو چاہیے کہ وہ سنت کے موافق نکاح کرلیں، (۱) پھر اگر قانونی حیثیت سے لڑکیوں کا حصہ اُنہیں نہ ملتا ہو، چچا کو ملتا ہو تو چچا کو لازم ہے کہ ان کا حصہ ان کے حوالہ کردیں اس کو خود رکھنا حرام ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۸۶/۱۰-۴۸۷)

شادی نہ کرنے کی وجہ سے والدین کی شکایت کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے والد اس زمانے کے خوب محنت سے پڑھے لکھے لوگوں میں سے تھے، جب کوئی اور سرکاری میں ایک یا دو ہوتا تھا، ایسے حالات میں والد صاحب نے بی اے کیا اور سرکاری ٹیچر منتخب ہوئے، انہوں نے میرے والدین کو ۴/بیٹوں اور ۲/بیٹیوں سے نوازا، سب سے بڑی بیٹی ہوئی، اس کے بعد میری پیدائش ہوئی، جب میری عمر ۱۷/سال تھی، ۱۹۹۰ء میں ہائی اسکول کرنے کے بعد مجھے سہارنپور طبیہ کالج میں چھوڑ آئے، ہائی اسکول کرنے کے بعد مجھے اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ میں اپنا مستقبل کیا اختیار کروں، ۱۹۹۴ء میں ڈی یو ایم کرنے کے بعد نجیب آباد آیا، یہ چار سال کا عرصہ بہت تکلیف اور پریشانی میں

---

(۱) لقد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: "یا معشر الشباب! من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج، فانه أغض للبصر وأحصن للفرج".

عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "النکاح من سنتی، فمن لم یعمل بسنتی، فلیس منی،آہ". (سنن ابن ماجة، باب ما جاء فی فضل النکاح: ۱۳۴، میر محمد کتب خانه، کراتشی/ومشکاة المصابیح، کتاب النکاح، الفصل الأول: ۲۶۷، قدیمی)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾والمراد من الأکل ما یعم الأخذ والاستیلاء، وعبر به؛ لأن أهم الحوائج، وبه یحصل اتلاف المال غالبا ... والمراد من الباطل الحرام کالسرقة والغصّ وکل ما لم یأذن بأخذة الشرع. (روح المعانی، (تفسیر سورة البقرة): ۶۹/۲-۷۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ ان اللّٰہ یأمرکم أن تؤدو الأمانات الیٰ أهلها﴾. (سورة النساء:۵۸)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! لا تظلموا! لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منه". (رواه البیهقی فی شعب الایمان)(مشکاة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة: ۲۵۵/۱،قدیمی)

گزرا، میں کم عمری کی وجہ سے نہیں لگتا تھا کہ ڈاکٹر ہوں، اسی وجہ سے مجھے کمپاؤنڈری کرنے اور نوکری کرنے کا فیصلہ کرنا پڑا، پھر کلینک کرلی اور آج تک کلینک کررہا ہوں، میرے چھوٹے دو بھائی محمد شاداب، محمد ارشد، محمد جاوید کی پڑھائی کو میرے والدین نے مسلسل جاری رکھا اور ان تینوں کو اعلی تعلیم دلائی، محمد جاوید، محمد شاداب سرکاری ٹیچر ہوگئے، محمد ارشد کی اب بھی تعلیم جاری ہے، جب کہ میری تعلیم ہائی اسکول پر روک دی۔

اس تفصیل کو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ مجھے اپنے والدین سے زبردست شکایت ہے، دوسری سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ میری عمر ۳۵ر سال ہوچکی ہے، میری شادی نہیں کرتے، جہاں جہاں سے رشتے کئے، وہاں سختی سے منع کردیا، میں نے علماء سے سنا ہے: بالغ ہونے کے بعد والدین کو اولاد کی شادی کردینی چاہیے؛ لیکن انہوں نے ابھی تک شادی نہیں کی تو کیا میری شکایت جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

تعلیم کا تعلق زیادہ تر خود آدمی کے شوق سے ہے، آپ ماشاءاللہ عاقل بالغ ہیں، اگر والدین نے آپ کو بقول آپ کے مکمل تعلیم نہیں دلائی تو خود آپ نے اپنی مرضی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کیوں نہیں کی؟ اِسی طرح ۳۵ر سال عمر ہوجانے کے باوجود آپ اپنی شادی خود کیوں نہیں کررہے ہیں؟ والدین کی امید پر اپنی عمر کیوں ضائع کررہے ہیں؟ کوئی والدین اپنی اولاد کا بُرا نہیں چاہتے۔ آپ کے ساتھ کیا حالات پیش آئے ہیں؟ اس کا صحیح اندازہ والدین سے تحقیق کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔ سعادت مند بیٹے ہونے کی حیثیت سے آپ کو بہر حال اپنے والدین کو خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور ان کو ناراض کرکے اپنی آخرت خراب نہیں کرنی چاہیے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالی: ﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ (سورۃ الأسراء: ۲۳)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا﴾ (سورۃ الأحقاف: ۱۵)

عن ابن أبی نجیح رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من کان موسرًا لأن ینکح فلم ینکح، فلیس منا. (المصنف لابن أبی شیبۃ: ۴۳۹/۳، رقم: ۱۵۸۹۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

الإبن البالغ یعمل عملاً لا ضرر فیہ دنیا ولا دینا لوالدیہ، وهما یکرهانہ فلا بد من الاستیئذان فیہ إذا کان لہ منہ بدٌّ إذا تعذر علیہ جمع مراعاۃ حق الوالدین. (الفتاویٰ الهندیۃ: ۳۶۵/۵، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۶/۱/۱۴۳۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۶/۸-۳۸)

کیا شادی نہ کرنے سے آدمی گنہگار ہوگا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شادی کرنا سنت ہے، اگر کوئی مسلمان شادی نہ کرے تو وہ سنت کے ثواب سے محروم ہوگا، یا شادی نہ کرنے کی اس کو سزا بھی ملے گی؟

(المستفتی: محمد احمد خان فیض گنج، مراد آباد)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ،الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عام حالات میں نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے، شادی کرنے سے عنداللہ ثواب کا مستحق ہوگا؛ لہٰذا اگر کوئی شادی نہ کرے اوراس پر مصر رہے تو ثواب سے محروم ہوگا اور گنہگار بھی ہوگا۔

عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنه یقول: جاء ثلاثة رهط إلی بیوت أزواج النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ...إلی أن قال: وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی. (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، النسخة الهندیة: ۲/ ۷۵۷،۷۵۸،رقم: ۴۸۷۲، ف:۵۰۶۳)

عن عائشة رضی للّٰہ عنها قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: النکاح من سنتی، فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی، وتزوجوا، فإنی مکاثر بکم الأمم، ومن کان ذا طول فلینکح، ومن لم یجد فعلیه بالصیام، فإن الصوم له وجاء. (سنن ابن ماجة، النکاح، باب ما جاء فی فضل النکاح،: ۱/۱۲۳، دارالسلام،رقم:۱۸۴۶)

ویکون سنة مؤکدة فی الأصح، فیأثم بترکه، ویثاب إن نوی تحصینا وولدا حال الاعتدال، وفی الشامیة: إن المراد الترک مع الإصرار. (الدرالمختار مع الشامی، کتاب النکاح، کراتشی:۳/۷، زکریا دیوبند: ۴/ ۶۵، الموسوعة الفقهیة الکویتیة: ۴۱/ ۲۱۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۴/۱/۱۴۲۱ھ (الف فتویٰ نمبر:۳۴/۶۴۱۹) (فتاویٰ قاسمیہ:۱۲/۵۰۰-۵۰۱)

نکاح میں کون سی نیت کی جائے گی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح میں کونسی نیت کرنی چاہیے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: مفقود الخبر)

الجواب ــــــــــــــ

ینوی اتباع السنة وتحصین الفرج وتکثیر الأمة. (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۴/۳۷۵)

(۱) ترجمہ: سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی، شرمگاہ کی حفاظت اور تکثیر امت محمدیہ ملحوظ خاطر ہو۔ انیس

عن أنس بن مالک أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم حمد اللّٰہ واثنیٰ علیه وقال: لکنی أنا أصلی، وأنام، وأصوم وأفطر وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی. (متفق علیه) (عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا آكُلُ اللَّحْمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (بلوغ المرام من أدلة الاحکام، ص: ۳۲۵،کتاب النکاح) (صحیح لمسلم،باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه،رقم الحدیث: ۱۴۰۱، صحیح البخاری، باب الترغیب فی النکاح ۵۰۶۳،مسند البزار،رقم الحدیث:۶۸۰۷، سنن النسائی،باب النهی عن التبتل،رقم الحدیث:۳۲۱۷،انیس)

وعن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنه قال: قال لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج، ومن لم یستطیع فعلیه بالصوم فانه له وجاء. (متفق علیه) (بلوغ المرام من أدلة الاحکام، ص: ۳۲۵، کتاب النکاح) ==

بیوی کا یہ کہنا کہ مسئلہ ملاؤں کی ڈھونگ سے ہے، نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا:

سوال: مریم نے شوہر زید سے معلوم کیا کہ چچازاد بھائی کا نکاح چچازاد بہن کے ساتھ ہے۔ زید نے جواب دیا کہ درست ہے۔ مریم نے کہا کہ آج دنیا میں نئے نئے مسئلہ چل گئے ہیں کہ سب ملاؤں کی ڈھونگ ہیں۔ مریم کا یہ عقیدہ اس کے شعور کے بعد ہی سے ہے تو مریم اور زید کا نکاح درست ہوا، یا کہ نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نکاح قائم اور درست ہے، یہ جملہ شریعت سے انکار نہیں ہے؛ بلکہ اپنی جہالت کی وجہ سے اس مسئلہ کو غلط مولویوں کا ڈھکوسلہ بازی سمجھتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۱۹/۵/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۹۲/۲)

جن الفاظ سے قسم نہیں ہوتی، ان کے کہنے سے نکاح پر اثر:

سوال: زید نے بکر سے لڑکی کے رشتے سے متعلق کہا، بکر نے کہا کہ ''اگر میں اپنی لڑکی کا رشتہ تمہارے یہاں کروں تو اپنی ماں کو قبر سے نکال کر بھی تم کو دوں اور اپنی بیوی بھی تمہیں دوں''۔ یہی الفاظ بکر کے لڑکے نے بھی کہے۔ بعد میں بکر نے اپنی لڑکی کا رشتہ بھی کر دیا اور نکاح بھی کر دیا تو یہ نکاح صحیح ہوا، یا غلط؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ بیہودہ قسم شرعی نہیں، (۱) اس سے یہ نکاح حرام نہیں ہوا؛ بلکہ جو نکاح شرعی قواعد کے موافق کیا گیا، وہ صحیح ہو گیا۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۹/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۱۳۸۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۵/۱۰)

== (صحیح البخاری، باب من لم یستطع الباءة، رقم الحدیث: ٥٠٦٦، صحیح لمسلم، باب استحباب النکاح، رقم الحدیث: ١٤٠٠، انیس)

وعن أنس بن مالک قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: تزوجوا الولود الودود، فانی مکاثر بکم الانبیاء یوم القیامة. (رواہ أحمد وصححہ ابن حبان) (بلوغ المرام من أدلة الاحکام، ص: ٣٢٥، کتاب النکاح) (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ٤٠٢٨، انیس)

(۱) ''قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "لا تحلفوا بالطواغی ولا بآبائکم". (مشکاة المصابیح، کتاب النکاح، باب الأیمان والنذور، الفصل الأول: ٢٩٦/٢، قدیمی) (صحیح لمسلم، باب من حلف باللات، رقم الحدیث: ١٦٤٨، سنن ابن ماجة، رقم الحدیث: ٢٠٩٥، انیس)

(۲) ''النکاح ینعقد متلبسا بایجاب من أحدھما وقبول من الآخر''. (الدر المختار، کتاب النکاح: ٩/٣، سعید)

گناہوں سے نکاح نہیں ٹوٹتا:

مسئلہ :قلت طعام وشراب اور کثرت صوم وصلوٰۃ کرے، بارتکاب معاصی وتلبس ہیئت فسق نکاح بالکل درست ہے، اگر چہ معصیت فسق کی لازم ہے۔ اگر بدون طلاق کہیں ایسی عورت کا نکاح ہوگا، وہ محض زنا وحرام ہے۔ فقط

(مجموعۂ کلاں ص:۱۳۴) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ ص:۲۶۰)

ناجائز حمل ساقط کرانے سے نکاح باقی ہے، یا نہیں:

سوال: زید پردیس میں مقیم ہونے کی حالت میں اس کی بیوی نے ۲،۳/ماہ کا ناجائز حمل ساقط کرادیا تو اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کتنے شرعی گواہ کی ضرورت ہے؟ ثابت ہوجانے پر زید کی بیوی نکاح میں ہے، یا فسخ ہوگیا؟ فسخ ہونے کی صورت میں دوبارہ رکھنا چاہیے تو کس صورت میں جائز ہوگا؟

الجواب ______________ حامداً ومصلیاً

ناجائز حمل باقی رہے، یا ساقط ہوجائے، اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا، پہلا ہی نکاح باقی ہے؛ اس لیے گواہوں کی ضرورت نہیں، اس کی فکر نہیں کریں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود ُرلہ، ۱۳۹۶/۵/۱۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۳۶-۵۳۷)

زنا سے نکاح نہیں ٹوٹتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ زید کی منکوحہ ہندہ نااتفاقی سے، یا اور کسی وجہ سے بکر کے پاس چلی گئی، دو چار سال بکر کے گھر میں بطور عورت کے رہی؛ بلکہ ایک بچہ بھی بکر کے نطفہ سے پیدا ہوا؛ مگر زید نے طلاق نہیں دیا، بعد موت مذکورہ بالا کے زید نے سرکار کے ذریعہ سے، یا اور کسی وجہ سے اپنی منکوحہ ہندہ کو اپنے گھر لایا، اس صورت میں زید وہندہ کا ہم پہلا نکاح کافی ہے، یا نکاح ثانی کرنا ہوگا، یا طلاق ہوگئی؟

الجواب ______________

زید کا نکاح باقی ہے، دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں، البتہ زید کے لیے مستحب ہے کہ جب سے ہندہ نے بکر سے علاحدگی کی ہے، اس وقت کے بعد حیض آنے کا انتظار کرے، حیض کے قبل صحبت نہ کرے۔

لما فی المحرمات ردالمختار: (قوله: والمزنی بها لاتحرم علی زوجها) فله وطؤها بلا استبراء

---

(۱) عن هارون بن رئاب عن عبدالله بن عبيد بن عمير وعبدالكريم عن عبدالله بن عبيد بن عمير عن أبن عباس، عبدالكريم يرفعه إلى ابن عباس وهارون لم يرفعه، قالا: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إن عندی امرأ ة هی من أحب الناس إلي، وهی لا تمنع يد لامس، قال: طلقها، قال: لاأصبر عنها، قال: استمتع بها''. (سنن النسائی، تزويج الزانية، رقم الحديث: ۳۲۲۹، انيس)

عندهما،وقال محمد: لا أحب له أن يطأ ها مالم يستبرئها، كمامر فی فصل المحرمات. (۱)

وقال الشامی تحت قول الدر: (لا يقربها زوجها) ای يحرم عليه وطيها حتی تحيض وتطهر كما صرح به شارح الوهبانية و هذا يمنع من حمله علیٰ قول محمد لأنه يقول بالاستحباب، كذا قاله المصنف فی المنح فی فصل المحرمات. (۲)

اور بچہ زید کو ملے گا، خواہ زید اس کے نسب کا انکار کرے، خواہ اقرار کرے۔

قال الشامی تحت(قوله: علیٰ أربع مراتب)... وقوی وهوفر اش المنكوحة ومعتد الرجعی فإنه فيه لاينتفی إلا باللعان. (۱۳۷/۲)(۳)

وفی البدائع (شرط وجوب اللعان بقذفها، الخ: ۲۴۱/۳) وفيه أيضاً، ص: ۲۴۶) **وعلیٰ هذا قلنا: إن القذف اذا لم ينعقد موجبا اللعان أوسقط بعد الوجوب و وجب الحد أو لم يجب أو لم يسقط لكنهما لم يتلا عنا بعد، لا يتقطع نسب الولد و كذا إذا نفی نسب ولد حرة فصدقته لا ينقطع نسبه لتعذر اللعان، آه.** (۴)

عبدالکریم عفی عنہ، ۵/ ذی قعدہ ۱۳۴۳ھ (امداد الاحکام: ۲۱۹/۳)

زنائے شوہر سے بیوی کا نکاح فاسد نہیں:

سوال: زید کی منکوحہ بیوی شریفہ ہے اور منکوحہ ہوتے ہوئے پھر اگر زید زنا کرے ہندہ کے ساتھ تو کیا زید کا نکاح شریفہ کے ساتھ قائم رہے گا، یا نہیں؟ خارج ہوجائے گا؟ اور منکوحہ بیوی شریفہ سے جو اولاد ہوگی، وہ حرامی ہوگی، یا حلالی؟ اور صرف زید گنہ گار ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلياً

اس سے نکاح منقطع نہیں ہوگا، (۵) گناہ ہوتا ہے، اولاد حرامی نہ ہوگی؛ بلکہ ثابت النسب ہوگی۔ (۶) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۷/۱۰-۵۴۸)

(۱،۲) ردالمحتار، مطلب فی وطء المعتدة: ۵۲۷/۲، دارالفكربيروت، انيس

(۳) ردالمحتار، فصل فی ثبوت النسب: ۵۵۰/۳، دارالفكربيروت، انيس

(۴) بدائع الصنائع، فصل فی حكم اللعان: ۲۴۶/۳، دارالكتب العلمية بيروت، انيس

(۵) زنائے شوہر سے بیوی کا نکاح منقطع نہیں ہوگا؛ کیوں کہ نکاح جن طریقوں سے ختم ہوتا ہے، ان میں زنا نہیں۔

"وشرعا رفع قيد النكاح فی الحال بالبائن أوالمال بالرجعی بلفظ مخصوص، هو ما اشتمل علی الطلاق، فخرج الفسوخ خيار عتق وبلوغ وردة، فإنه فسخ لا طلاق ... الثالث أنه اشتمل علی الطلاق، فخرج الفسوخ خيار عتق وبلوغ وردة، فإنه فسخ لاطلاق ... الثالث أنه كان ينبغی تعريفه بأنه رفع عقد النكاح بلفظ مخصوص ولو مالا". (الدرالمختار، كتاب الطلاق: ۲۲۶/۳، سعيد) ==

عورت کی زنا سے نکاح ختم نہیں ہوتا:

سوال: زید کی بیوی نے بکر کے ساتھ زنا کیا، جس کا ثبوت موجود ہے اور دونوں نے اپنے اس فعل بد کا اقرار بھی کیا ہے تو زید کی بیوی نکاح سے خارج ہوگی، یا نہیں؟ زید اس کو دوبارہ رکھنے پر تیار ہے۔ شرعی حکم کیا ہے؟ مع حوالہ معتبرہ وضاحت فرماویں۔ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس حرکت سے نکاح ختم نہیں ہوا، زید اگر رکھنا چاہتا ہے تو بیوی سے توبہ استغفار کرالے اور آئندہ کو اس سے ایسی حرکت نہ کرنے کا عہد لے لے۔

درمختار میں ہے:

"ولا يجب على الزوج تطليق الفاجرة". (۲۷٤/٥)(۱)

اور شامی میں ہے:

"الفجور يعم الزنا وغيره".

اس کے لیے استدلال میں حدیث بھی نقل کی ہے:

" وقد قال صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم لمن زوجته لاترد يد لامس، وقال: إنى أحبها: "استمتع بها". (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۷/۶/۱۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۵۰-۵۵۱)

==(۲) قال أصحابنا: لثبوت النسب ثلاث مراتب: الاولىٰ النكاح الصحيح وماهو فى معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه انه يثبت من غير دعوة، الخ". (الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس عشر فى ثبوت النسب: ٥٣٦/١، رشيدية)

"لأن النسب كما يثبت بالنكاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد، وبالوطى عن شبهة، وبملك اليمين، الخ". (الهداية، باب ثبوت النسب: ٤٣٤/٢، مكتبه شركت علمية ملتان

(۱) الدر المختار كتاب الحطظر والاباحة، فصل فى البيع: ٤٢٧/٦، سعيد

(۲) ردالمحتار: ٢٧٤/٥)(ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ٤٢٧/٦، سعيد)

له امرأة فاسقة لا تنزجر بالزجر، لايجب تطليقها، كذا فى القنية. (الفتاوىٰ الهندية كتاب الكراهية، باب الثلاثون فى المتفرقات: ٣٧٢/٥، رشيدية)

"عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: جاء رجل إلى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: إن امرأتى لاتمتع يد لامس، قال: "غربها إن شئت" قال: إنى أخاف أن تتبعها نفسى، قال: استمتع بها". (سنن النسائى: كتب الطلاق، باب ماجاء فى الخلع: ١٠٧/٢، قديمى)

زوجہ کا زنا کرنا:

سوال: زوجہ کے زنا کرنے سے نکاح باطل ہو جاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

باطل نہیں ہوتا۔(کذا فی رحمۃالأمۃ فی اختلاف الأئمۃ)(۱)(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۴۱)

زنا کرنے سے بیوی شوہر پر حرام نہیں ہوتی:

(الجمعیۃ، مورخہ:۱۳؍نومبر۱۹۳۴ء)

سوال: ایک شخص اپنی بیوی کو اپنے گھر میں چھوڑ کر واسطے روزگار کے کلکتہ چلا گیا اور برابر خرچ اخراجات کے لیے روپیہ بھیجتا رہا، اس درمیان میں اس کی بیوی کا ایک شخص سے ناجائز تعلق ہو گیا، جب یہ بات بستی والوں کو معلوم ہوئی تو ان دونوں کو بستی سے نکال دیا، وہ لوگ دوسری بستی میں جا کر قیام پذیر ہوئے۔معلوم ہونے پر وہاں کے لوگوں نے بھی ان دونوں کو نکال دیا، عورت وہاں سے اپنے شوہر کے گھر چلی آئی۔ اتفاقاً اسی روز اس کا شوہر بھی کلکتہ سے آ گیا، جب یہ سب حرکات اس کو معلوم ہوئیں تو اس نے کہا کہ ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے، اگر اس نے برا فعل کیا ہے تو اس کا وبال اس کے سر رہے گا اور بیوی بھی اپنے شوہر کو چھوڑنا نہیں چاہتی ہے۔

براہ کرم مطلع فرمائیں کہ بیوی اپنے شوہر پر حلال رہی ہے، حرام؟

الجواب

بیوی کی بداعمالی سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوا، وہ بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے۔(۲) اگر شوہر اس کو رکھنا چاہتا ہے تو رکھ سکتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۵/۳۵۱)

ڈاکٹر کے ساتھ خلوت کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا:

سوال: اگر کوئی عورت اپنے معالج سے جو کافر بھی ہو، خلاملا پیدا کرے، اس سے تخلیہ کرے، اس کے ساتھ

---

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: أَتَى رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ لِي امْرَأَةً لا تَرُدُّ يَدَ لامِسٍ،قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:فَطَلِّقْهَا، قَالَ: إِنِّي أُحِبُّهَا، قَالَ:فَأَمْسِكْهَا إِذَنْ.(مسند الشافعي ترتيب السنجر،باب إنكار لون الولد،رقم الحديث:۱۲۰۶،انيس

(۲) عن ابن عباس... جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال:إن عندى امرأة هى من أحب الناس إلى وهى لا تمنع يد لامس، قال: طلقها، قال: لا اصبر عنها، استمتع بها (سنن النسائى، كتاب النكاح:۵۹/۲،سعيد)

وفى آخر المجتبىٰ: لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة.(الدرالمختار، كتاب النكاح:۵۰/۳، سعيد)

بالکل بے حجاب ہوجائے، اس کے ساتھ خط وکتابت کرے، اس کو تحفۃ دستیاں کشیدہ نکال کردے، جس میں اپنا اور اس کا نام ایک جگہ کشیدہ میں نکالے تو کیا ان افعال سے نکاح ٹوٹ گیا؟ اور جب نکاح ٹوٹ گیا تو حسب تحریر شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی بحاشیہ آیت ایک، رکوع ایک، پارہ پانچ جملہ مہر ساقط نہیں ہوتا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ان افعال کے ناجائز اور گناہ ہونے میں شبہ نہیں؛ مگر ان سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ (کذافی مجموعہ الفتاویٰ)(۱)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۵/۱۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۵۱-۵۵۲)

نکاح کے بعد ملازم کے ساتھ بیوی کا بھاگ جانا:

سوال (۱) زید کا نکاح اس کے ماموں کی لڑکی سے پچھلے سال ہوا تھا، رخصتی نہیں ہوئی تھی، یہ طے ہوا تھا کہ رخصتی اگلے سال ہوگی۔ نکاح کے نو، یا دس ماہ کے بعد لڑکی اپنے ایک ملازم چمار کے ساتھ بھاگ گئی، یا وہ بھگا لے گیا، بعد تلاش کے چار دن بعد لڑکی بہرائچ میں اس نوکر کے ساتھ ملی۔ لڑکی کے باپ اس کو اپنے گھر لائے اور زید کو بلا کر روپیہ پیشہ سامان کا لالچ دے کر لڑکی کو زید کے ساتھ رخصت کردیا۔ زید کے والدین کو ان واقعات کا علم ہوگیا تھا تو جب زید اپنی بیوی کو لے کر اپنے گھر آیا تو والدین نے مکان سے نکال دیا۔ مجبوراً زید اپنی بیوی کو لے کر کہیں چلا گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ والدین گنہگار ہوئے، یا نہیں؟ اگر ہوئے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

(۲) زید کے حق میں وہ عورت حلال رہی، یا حرام؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) ضابطہ میں بالغ لڑکے اور اس کی بیوی کا نفقہ والد کے ذمہ نہیں، (۲) جب کہ لڑکا محتاج نہ ہو، خود کماتا ہو، اس لحاظ سے ان کو نکال دینا جرم نہیں۔ نیز اس کو چاہیے تھا کہ جب اس کا نکاح اس کے والد نے کیا تھا تو رخصتی بھی ان کے مشورے وسرپرستی میں کرکے لاتا، اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کی تنبیہ کے لیے نکال دینا بھی جرم نہیں؛ تاہم آج کل ایسی طبائع کم ہیں جو ایسی تنبیہات سے اصلاح پذیر ہوں؛ بلکہ دیگر خطرات بھی ہوتے ہیں، جن کا سدباب اہم ہوتا ہے، جیسے یہی لڑکی ملازم چمار کافر کے ساتھ چلی گئی تھی۔

---

(۱) سوال: اگر زید کی زوجہ نے زنا کی تو نکاح باطل ہوگا یا نہیں؟ جواب: ''نہیں''۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، کتاب النکاح: ۲/۱۷، سعید)

''ولا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ... والفجور یعم الزنا وغیره''. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ٦/٤٢٧، سعید)

وفی المجتبی: لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ولا یجب علیه تسریح الفاجر إلا إذا خاف أن لا یقیما حدود الله. (النهرالفائق، فصل فی المحرمات: ٢/١٩٩، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

(۲) ولذا عبر به؛ لأن البالغ لاتجب نفقته علی أبیه. (البحرالرائق، کتاب النکاح، باب النفقة: ٤/٣٤١، رشیدیة)

(۲) اس نالائق حرکت کے باوجود وہ عورت اس کی بیوی ہے اور حلال ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۴/۱۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۴/۱۱ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۵۵۳/۱۰-۵۵۴)

دوسرے کی بیوی کو لے کر بھاگ جانا اور طلاق شوہر کے عدت کے بعد نکاح:

سوال (۱) زید کسی کی بیوی سے محبت کرکے اس کو لے کر بھاگ گیا، اپنی بیوی کی طرح استعمال کیا، اس عورت کا شوہر اس بدسلوک کو دیکھ کر اسے تین طلاق دیا، ادھر وہ عورت اس نے زید کے گھر پر تین حیض گزارے۔ زید نے بعد قضائے عدت اس شادی کی۔ اب سوال یہ ہے کہ عدت گزارنا شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ مفصل و مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

(۲) بغیر توبہ کئے ہوئے دونوں کا نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ اور شرعاً و معاشرۃً کیا سزا ہونی چاہیے، جب کہ ہندوستانی دارالقضاء ہر جگہ موجود نہیں ہے؟

(۳) نکاح پڑھانے والوں کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے؟ اگر نکاح پڑھانے والا امام ہو تو اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اگر درست ہے تو خلاف اولیٰ ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) کسی کی بیوی لے کر بھاگ جانا معصیت کبیرہ اور سخت حرام ہے،(۲) جب شوہر نے طلاق دے دی اور اس کے بعد تین ماہوار گزر گئی، اگرچہ کہیں گزری ہو تو عدت پوری ہوگئی، پھر دوسرے شخص سے نکاح کی اجازت ہوگئی،(۳) یہاں تک کہ اگر عورت کو طلاق کا علم بھی نہ ہو، تب بھی عدت پوری ہونے پر کہا جائے گا کہ عدت ختم ہوگئی۔

”**وانقضاء ہ بدون علمها**“. (بحر: ۱۲٤/٤)(۴)

---

(۱) إن رجلا أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يارسول! إن امرأتي لاتدفع يد لامس، فقال عليه السلام: ”طلقها“ فقال: إني أحبها وهي جميلة، فقال عليه السلام: ”استمتع بها“. وفي المجتبى من آخر الحظر والإباحة: لايجب على الزوج تطليق الفاجرة، الخ“. (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۸۸/۳، رشيدية)

(۲) رجل خدع امرأة إنسان، وأخرجها، وزوجها من غيره، أو صغيرة، يحبس إلى انيحدث نوبته أو يموت؛ لأنه سعى في الارض بالفساد، كذا في قضاء الولوالجية“. (الأشباه والنظائر، كتاب الخدود والتعزير، الفن الثاني، الفوائد: ۷٤/۲، إدارة القرآن كراتشي)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ولاتعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

وقال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ سورة البقرة: ۲۲۸)

”عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾“. (مجمع الأنهر، باب العدة: ٤٦٤/۱، دار إحياء الثراث العربي بيروت)

(۴) ”ومبدأ العدة بعد الطلاق والموت يعني ابتداء عدة الطلاق من وقه وابتداء عدة الوفاة من وقتها، ==

(۲)　اس کمینہ اورحرام حرکت سے توبہ بہرحال لازم ہے، دونوں توبہ کریں، نادم ہوں۔(۱)، نکاح کرادیا جائے، معاشرہ کوآج کس سزاپرقدرت ہے؟

(۳)　بعدعدت نکاح پڑھادیاتو ٹھیک کیا، دونوں کومعصیت سے بچالیا، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنادرست ہے۔(۲) معاشرہ کواگرقدرت تھی تو دونوں کواس معصیت سے روکنالازم تھا۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۲/۱۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵۵۵/۱۰-۵۵۶)

جوعورت ایک سال تک ہندو کے ہاں رہے، اس کا نکاح:

سوال:　ایک عورت جوکہ صوبہ بہار کی رہنے والی ہے، اس کودھوکہ سے ایک ہندہ کے ہاتھ بیچ دیاتھا، عورت کوبعدمیں معلوم ہواکہ یہ ہندوہے، جہاں مجھے فروخت کیاگیا، وہ اپناایمان بچانے کے لیے مسلمانوں سے ملتی رہی اورحددرجہ کوشش کرتی رہی کہ کسی صورت سے ایمان بچارہے؛ لیکن کسی مسلمان نے اس عورت کی مددنہیں۔اس جستجومیں وہ عورت اس ہندو کے یہاں ایک سال رہی، یہ عورت کاحلفیہ بیان ہے۔اس کے بعدوہ عورت ایک مسلمان کے ساتھ ہوگئی اورحلفیہ یہ کہتی ہے کہ میراکوئی نکاح نہیں ہوا۔اس صورت میں اس عورت کانکاح اس مسلمان سے جس کے ساتھ ہے، وہ جائز ہے، یانہیں؟

الجواب＿＿＿＿＿＿＿＿＿＿حامداً ومصلیاً

اگروہ عورت کہتی ہے کہ ہندوؤں کے یہاں بیچنے سے وہ کسی مسلمان کے نکاح میں، یاعدت میں نہیں تھی اورغالب گمان یہ ہے کہ وہ اس بات میں سچی ہے تواس سے نکاح کرنادرست ہے۔(۴) ایک آزادعورت کوفروخت کرنادرست نہیں، اس سے مملوکہ نہیں بن جاتی۔(۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۵۵۶/۱۰-۵۵۷)

==　سواء علمت بالطلاق والموت اولم تعلم، حتی لولم تعلم ومضت مدة العدة فقد انقضت ؛لأن سبب وجوبها الطلاق او الوفاة، فيعتبر ابتداؤها من وقت وجود السبب.(البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ٢٤٣/٤ ،رشيدية)

(١)　"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، سواء كانت المعصية صغيرة او كبيرة، الخ"(النووی علی صحيح مسلم ، باب التوبة: ٣٥٤/٢ ،قديمی)

(۲)　نکاح پڑھاناکوئی ایساعیب نہیں، جس کی وجہ سے اس کی امامت متاثر ہو، لہٰذامذکورہ شخص کے پیچھے نماز پڑھنادرست ہے۔

(٣)　عن أبی سعيد الخدری رضی الله عنه عن رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم قال:من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فقلبه، وذلک أضعف الايمان.(مشكاة المصابيح، كتاب الاداب، باب الامر بالمعروف، الفصل الاول: ٤٣٦/٢ ،قديمی)(صحيح لمسلم،باب بيان كون النهی عن المنكر من المعروف،رقم الحديث: ٤٩ ،انيس))

(٤)　قلت : وحاصله:أنه متى أخبرت بأمر محتمل، فإن ثقة او وقع فی قلبه صدقها، لا بأس بتزوجها، وإن بأمر مستنكر، لا، مالم يستفسرها".(الدر المختار،كتاب الحظر والاباحة،فصل فی البيع: ٤٢١/٦ ،سعيد)

(٥)　وكذا بيع الميتة والدم والحر باطل ؛ لأنها ليست أموال، فلاتكون محلا للبيع".(الهداية،كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ٥٣/٣ ،امدادية،ملتان)

اغوا کے بعد نکاح اور متعدد مسائل:

سوال: زید بکر کی لڑکی اغوا کر لیتا ہے، پھر کچھ عرصہ بعد یوں زید وبکر میں صلح ہو جاتی ہے کہ زید وبکر کی لڑکی کا نکاح آپس میں باندھا جاتا ہے، زید کا بھائی اپنی چھوٹی لڑکی کا نکاح بکر کے چھوتے لڑکے کے ساتھ باندھ دیتا ہے، اس کے علاوہ سات سو روپیہ نقد بھی بکر کے حوالے کئے جاتے ہیں۔ کیا یہ نکاح درست ہے؟ پھر زید کے بھائی کی لڑکی جب جوان ہوتی ہے تو بکر چاہتا ہے کہ فسخ نکاح کر لیا جائے؟ تو زید اراس کا بھائی لڑکی سے دعویٰ کروا کر عدالت سے مذکورہ لڑکی کا نکاح فسخ کروا لیتے ہیں۔

اب وہی مولوی صاحب عدالت سے فسخ شدہ نکاح کو فسخ مان کر اس لڑکی کا نکاح ایک مرد سے پڑھا دیتے ہیں اور جب اعتراض کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ لڑکی کا نکاح کرتے وقت وکالت لڑکی کے والد نے کی تھی، جو مشرک ہے اور مشرک وکالت مردود ہے؛ اس لیے لڑکی کا سابقہ نکاح بھی باقی نہیں۔ جب کہا گیا کہ لڑکی کا والد مشرک کیسے مانا تو جواب دیا گیا کہ ایک روز اس نے مجھے کہا تھا کہ ”مولوی صاحب! آپ اور آپ کے سارے مقتدی وہابی ہیں، اس سے سمجھا گیا کہ وہ مشرک ہے اور مشرک کا نکاح کیسا؟ یعنی مشرک کی وکالت مردود ہے۔ نیز ویسے بھی مندرجہ بالا نکاح چھوٹی لڑکی والد درست نہیں؛ اس لیے کہ روپیہ پیش کئے گئے ہیں اور زید کے بھائی نے اپنی بیٹی پر ظلم کیا ہے۔ اس صورت میں شرعی طور پر بھی لڑکی باپ کا نکاح فسخ کرا سکتی۔ کیا یہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زید کا بکر کی لڑکی کو اغوا کرنا تو حرام ہوا؛ لیکن اس کے بعد نکاح کر لیا تو صحیح ہو گیا۔ زید کے بھائی نے اپنی چھوٹی لڑکی کا نکاح جو بکر کے چھوٹے لڑکے کے ساتھ کر دیا ہے، وہ بھی صحیح ہے؛(۱)، لیکن جو سات سو روپیہ نقد دیئے ہیں، ان کی واپسی لازم ہے؛ کیوں کہ یہ خالص رشوت ہے۔

”**أخذ أهل المرأة شيئا عن التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة**“. (ردالمحتار: ۵۶۰/۲)(۲)

بلا وجہ شرعی عدالت کے ذریعہ سے نکاح فسخ کرانا ظلم ہے، کسی شرعی وجہ سے اگر حاکم مسلم با اختیار نے نکاح فسخ کیا ہے، تب تو یہ فسخ معتبر ہے اور بعد فسخ دوسری جگہ نکاح درست ہے اور اگر حاکم غیر مسلم ہے تو یہ فسخ معتبر نہیں ہوا؛ بلکہ کالعدم ہوا ہے، (۳) اور دوسری جگہ نکاح کرنا درست نہیں۔ ہاں اگر شوہر طلاق دے دے تو دوسری جگہ درست ہوگا۔

---

(۱) وينعقد: أي النكاح متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الأخر وضعا للمضى، الخ. (الدر المختار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

(۲) ردالمحتار، باب المهر، مطلب: أنفق على معتدة الغير: ۱۵۶/۳، سعيد

(۳) صرف پانچ عیوب کی بنا پر قاضی کو تفریق کا اختیار ملتا ہے: ایک اس وقت جبکہ شوہر پاگل ہو گیا ہو، دوسرے جب کہ وہ نان ونفقہ ادا نہ کرتا ہو، تیسرے جب وہ نامرد ہو، چوتھے وہ بالکل لاپتہ ہو، پانچویں جب غائب غیر مفقود کی صورت ہو۔ ==

ان مولوی صاحب کا لڑکے کے باپ کو محض اس وجہ سے کہ اس نے مولوی صاحب کو اوران کے مقتدیوں کو وہابی کہا ہے، مشرک کہنا درست نہیں؛ بلکہ جہالت ہے، لہذا محض اسی بنا پر سابقہ نکاح کو غیر معتبر کہنا درست نہیں۔ روپیہ کا لینا ناجائز ہے؛ لیکن اس سے نکاح ناجائز نہیں ہوتا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفااللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۷ / صفر / ۱۳۶۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۶۹/۱۰-۵۷۱)

ضمیمۂ استفتاء ماقبل:

سوال: نقل فتویٰ مولوی صاحب جو جواز نکاح کے لیا گیا؛ یعنی وہ مولوی جس نے نکاح پر نکاح باندھا تو یہی فتویٰ لیا گیا ہے کہ مولوی صاحب کا نکاح درست ہے، اس کو دیکھ کر جواب دیا جائے:

ایک شخص نے ایک عورت کو اغوا کرلیا اور پھر اغوا کرنے والے کے بھائی نے عورت کے ساتھ افساد کرنے کے لیے سات سو روپیہ نقد دیا، عورت کے بھائی صغیر نے اپنی لڑکی صغیرہ کا نکاح کردیا۔ پس بموجب قانون سرکاری لڑکی کا نکاح جو پہلے ہوا تھا، عدالت میں فسخ کرایا گیا، ایک مولوی صاحب نے اس لڑکی کا نکاح اور شخص کے ساتھ پڑھا دیا، اس نکاح خواں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب:

''فتح القدیر'' میں ہے کہ بعض فقہا کے نزدیک نکاح صغیرہ کا کرنا جائز ہے، منعقد نہیں ہوتا، ابن شبرمہ کا یہی مذہب ہے۔ بعض فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ اب وجد کو اختیار ہے کہ صغیرہ کا نکاح کردے اور بعد بلوغ اس کو فسخ کرنا درست نہیں، بغیر اب وجد کا نکاح جائز نہیں، شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے۔ ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہ مذہب کہ اب وجد (باپ اور دادا) کو بھی نکاح جائز ہے اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے خیار فسخ حاصل نہیں اور غیر اب وجد کے بھی صغیرہ کا نکاح کرنا جائز ہے اور صغیرہ کو بعد بلوغ خیار فسخ حاصل ہے۔ (۱)

اور شامی میں ہے کہ اب وجد کو ولایت نظر یہ ہے، اگر یقین ہو کہ خیر خواہی صغیرہ کے واسطے نکاح نہیں باندھا تو باجماع امت نکاح منعقد نہیں ہوا۔ (۲) کتاب مسمی ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں بہت صورتیں مجتہد فیہ ہیں، برخلاف حنفیہ فسخ نکاح کا حکم دے دیا، جس میں دستخط مولانا اشرف علی وغیرہ علماء کے ہیں۔

== ان صورتوں کے سوا قاضی کو کہیں بھی تفریق کا اختیار نہیں ہے اور محض عورت کی طرف سے ناپسندیدگی کسی بھی فقہ میں فسخ نکاح کی وجۂ جواز نہیں بنتی''۔ (الحلیلۃ الناجزۃ ص: ۲۴۳، عنوان قاضی کی تفریق بین الزوجین''، دارالاشاعت کراچی)

(۱) فتح القدیر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۲۷۴/۳، ۲۷۶، مصطفی البابی الحلبی، مصر

(۲) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۶۷/۳، سعید

پس یقین ہے کہ نکاح صغیرہ برائے خرخواہی نہیں ہوا تو فسخ نکاح عدالت کے بعد مولوی نکاح خواں کو حکم دینا کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ یہ غلط ہے کہ بالکل یہ حکم خلاف شرع ہے، حکم دینے والے نے خدا سے خوف نہیں کیا۔

نوٹ: اگر وہ شخص کہ جس کا فسخ کرایا گیا عقیدۂ فاسدہ رکھتا ہو تو فرض ہے جمیع مسلمانوں پر کہ عورت نہ دیں کہ قرآن پاک میں سورۂ ممتحنہ میں ہے:

﴿**فلاترجعوهن إلى الكفار، لاهن حل لهم ولاهم**﴾**الآية** (سورة الممتحنة: ١٠)

پھر خدائے تعالیٰ نے فرمایا:

﴿**ولاجناح عليكم أن تنكحوهن**﴾(سورة الممتحنة: ١٠)

غیر اللہ کو پکارنا اس عقیدہ سے کہ وہ میری پکار سنتا ہے ہر وقت، شرک ہے۔ سورۂ جن میں ہے:

﴿**قل إنما أدعو ربى**﴾**الخ**(سورة الجن: ٢٠)

یعنی: ''میں کسی کو نہیں پکاروں گا شرک نہیں کروں گا حق تعالیٰ اپنے غیرب سے واقف کسی کو نہیں کرتا؛ مگر نبیوں کے لیے فرشتے مقرر ہیں واسطے وحی پہنچانے کے اور دفع شیاطین کے'' اور جس نے یہ حکم نامہ نہیں مانا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

﴿**ومن بعص الله ورسوله فإن له نارجهنم خالدين فيهاأبدا**﴾(سورة الجن: ٢٣)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا فرض ہے بتانا، اگر میں نہ بتاؤں تو اللہ کے عذاب سے کوئی چھڑانے والا نہیں۔

الراقم: عظمت اللہ شاہ کشمیری

''یہ جو کہا گیا، اس میں کوئی اہل اسلام منصف مزاج شبہ نہیں کرے گا، جس کو خوف خدا نہیں اس کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتے''۔ آفریں صد آفریں شاہ صاحب پر! کہ کیا مسئلہ منقح لکھا، اب بھی اگر شبہ کرے ایسے دلائل قرآن وحدیث وفقہ شریف پر، کیا لکھے، وہ محض ضد ہوگی۔

مولوی محمد نذیر بقلم خود و، مولوی محمد عبدالخالق بقلم خود

آپ کے فتویٰ کا فائدہ مزید یہ ہو گیا کہ جو لوگ پہلے خیالات فاسدہ کے مرتکب تھے اور مندرجہ بالا قسم عقیدہ رکھتے تھے، اب راہ راست پر آرہے ہیں اور جو بھی فتویٰ دیکھتا ہے، کہتا ہے کون مغیبان کلی اور مساوی وغیرہ کا قائل ہے اور یہ باعث مسرت ہے، توقع ہے کہ ایسی زن جو نکاح ثانی کے جواز کے حق میں ہیں، آئیں گی اور معاملہ یہی تھا جو آپ کی خدمت میں لکھ کر عرض کیا گیا، اگر وہ اس کے خلاف کوئی بات کہہ کر فتویٰ حاصل کرلے تو اس کی نقل آنجناب ضرور لکھ کر رکھ لیں۔ اس قسم کا فتویٰ دیوبند اور ڈابھیل سے منگوایا گیا ہے، دونوں وصول ہوئے، انہوں نے بھی نکاح کے بارے میں آپ سے اتفاق کیا ہے، باقی امور کے بارے میں وضاحت نہیں کی، ایک ان میں سے واپس برائے وضاحت کے گیا ہے۔

(راقم الحروف: سلطان محمود، ہیڈ مدرسہ اسکول اوکھڑی)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جہاں تک میں سمجھتا ہوں، آپ کی تحریر میں یہ امور جواب طلب ہیں:

(۱) جو شخص مشرکانہ عقیدہ رکھنے والے کو کافر نہ سمجھے، وہ خود کیسا ہے؟ مسلم ہے، یا کافر؟

(۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیائے کرام کے متعلق کلی علم غیب اور ہر وقت ہر جگہ سے فریادرسی کا اعتقاد رکھنے والے کی علما نے تو تکفیر کی ہے؛ مگر تم اے اہل مظاہر علوم! اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ یعنی دیگر علمائے حق کی موافقت کرتے ہو، یا اس مسئلے میں اہل حق کے مخالف ہو، یا کچھ جداگانہ مسلک رکھتے ہو؟

(۳) جو امام جائز نکاح پڑھائے اور پھر اس سے توبہ نہ کرے اور اس سے بہتر دوسرا آدمی امامت کے لائق موجود نہ ہو تو پھر بھی امام مذکورہ کی امامت مکروہ ہے، یا نہیں؟

(۴) باپ دادا نے اگر صغیرہ کا نکاح کر دیا ہو تو وہ فسخ ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ اب ترتیب وار جواب سنئے۔

أقول وباللّٰہ التوفیق وبیدہ أزمة الحق والتحقیق:

(۱) وہ شخص اس مشرکانہ عقیدہ کو بہتر سمجھتا ہے اور اس کے معتقد کو مشرک نہیں سمجھتا؛ بلکہ مسلم سمجھتا ہے تو اس سے دریافت کیا جائے کہ مشرکانہ عقیدہ کے باوجود وہ مسلم کیسے رہ سکتا ہے؟

(۲) اہل حق کے فتویٰ کے خلاف اہل مظاہر علوم کا مسلک نہیں۔

(۳) ایسی مجبوری کی حالت میں کراہت نہیں۔

(۴) صغیرہ کا نکاح اگر اب وجدہ کے غیر نے کیا ہو تو اس کو خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے؛ یعنی آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہیں، فوراً نکاح سے ناراضگی کا اظہار کر دے اور پھر عدالت مسلمہ کے ذریعہ اس نکاح کو فسخ کرا لے۔ اگر اب وجد نے کیا ہو تو اس میں خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا، البتہ جب کہ غیر کفو؛ یعنی لڑکی کی قوم سے گھٹ کر نیچے کی قوم میں کر دیا ہو، یا صالح کا نکاح فاسق سے کر دیا ہو، یا مہر میں غبن فاحش ہو اور اس نکاح سے قبل اب وجد کا سیئ الاختیار ہونا معروف ہو تو ایسی صورت میں خیار بلوغ حاصل ہوگا، اگر کفو میں کیا ہے تو پھر باوجود سیئ الاختیار ہونے کے بھی خیار بلوغ حاصل نہیں۔

”وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة جبرا، ولزم النکاح ولو بغبن فاحش، اوغیر کفو إن کان الولی أبا او جدا لم یعرف منهما سوء الاختیار وإن عرف لایصح النکاح اتفاقا، الخ“. (الدرالمختار)

”والحاصل ان المانع هو کون الاب مشهورا بإختیار السوء قبل العقد، فإذا لم یکن مشهورا بذلک، ثم زوج بنته من فاسق، صح. وإن تحقق بذلک أنه سیئ الاختیار واشتهر به عند الناس، فلوزوج بنتا اخریٰ من فاسق، لم یصح الثانی؛ لأنه مشهور بسوء الإختیار قبله، بخلاف الاول، لعدم وجود المانع قبله.

ولو کان المانع مجرد تحقق سوء الاختیار بدون الاشتهار، لزم إحالة المسئلة، اعنی قولهم: ولزم النکاح ولو بغبن فاحش اوبغیر کفو إن کان الولی أبا او جدا، ثم اعلم أن مامر عن النوازل من أن النکاح باطل، معناه: أنه سیبطل، کما فی الذخیرة ... وماذکرنا من ثبوت الخیار للبنت إذا بلغت: أی هو فی الصغیرة، الخ". (شامی: ۲/۴۷۰)(۱)

زید کے بھائی نے اپنی چھوٹی لڑکی کا نکاح جو بکر کے چھوٹے لڑکے کے ساتھ کیا ہے، اگر یہ کفو میں کیا ہے اور مہر میں غبن فاحش نہیں تو یہ نکاح لاتر دد درست ہے اور اس میں خیار بلوغ حاصل نہیں اور عدالت کے ذریعہ اس کو فسخ کرانا بھی درست نہیں اگر چہ اس نکاح سے مصالحت اور دفع فساد بھی حاصل ہو گیا اور پھر دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح بھی درست نہیں جب تک کہ شوہر طلاق نہ دے دے۔ اگر غیر کفو میں کیا ہے تو اس کی دوصورتیں ہیں: اول یہ کہ زید کا بھائی سئ الاختیار مشہور نہ ہو تو اس کا حکم بھی وہی ہے، یعنی نکاح درست ہو گیا اور خیار بلوغ حاصل نہیں اور عدالت سے اس نکاح کا فسخ کرانا بھی درست نہیں، بغیر شوہر سے طلاق لیے اس کا نکاح ثانی بھی ناجائز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زید کا بھائی سئ الاختیار ہونے میں مشہور ہے تو اس صورت میں البتہ خیار بلوغ حاصل ہے اور آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہی ناراضی ظاہر کر کے عدالت مسلمہ کے ذریعہ سے نکاح فسخ کرا کے نکاح ثانی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم ربیع الاول ۱۳۶۰ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہ، صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۱۷۵-۵۷۵)

اغوا سے نکاح متاثر نہیں ہوتا:

سوال: ایک عورت کو اغوا کر کے اغوا کنندہ نے اس سے دوسرا نکاح کر لیا، کیا اس دوسرے نکاح سے پہلے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا، یا نہیں؟

الجواب

جب ایک مرتبہ کسی عورت کا نکاح کسی مرد سے ہو جائے تو یہ عورت اس مرد کی بیوی ہے، اب اس کا کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا ناجائز ہے اور اس سے پہلا نکاح متاثر نہیں ہوگا، جب تک خاوند اس کو طلاق نہ دے۔

لما فی الهندیة: لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة. (الفتاویٰ الهندیة: ۱/۲۸۰، الباب الثالث فی بیان المحرمات)(۲)(فتاویٰ حقانیہ: ۴/۳۲۱)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۶۵-۶۷، سعید

(۲) قال عالم بن علاء الانصاری: ولایجوز نکاح منکوحة الغیر ومعتداة الغیر عند الکل. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۴/۳، کتاب النکاح، فی بیان مایجوز عن الانکحة ومالایجوز) ومثله فی ردّالمحتار: ۳۰۰/۲، فصل فی المحرمات)

عدالتی نکاح (کورٹ میرج) کا شرعی حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے کہ ایک لڑکی اور لڑکے نے اپنے ورثا اور اولیا کو بتائے بغیر چپکے سے عدالت جا کر کورٹ میرج (نکاح) کر لیا، جب کہ مجلس نکاح میں سرکاری خطیب صاحب کے علاوہ صرف دو اور آدمی بطور گواہ موجود تھے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ نیز اس نکاح سے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کے لیے حلال ہے، یا نہیں؟

الجواب______________________

احادیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ عقد نکاح خوب ظاہر کر کے علی الاعلان کیا جائے، چپکے سے بغیر گواہوں کے نکاح کرنے کو شریعت مقدسہ نے باطل قرار دیا ہے، چونکہ صورت مسئولہ کی مطابق اس نکاح میں لڑکے لڑکی کے علاوہ سرکاری خطیب اور دو آدمی اور بھی بطور گواہ شریک تھے؛ اس لیے یہ نکاح جائز اور درست ہے؛ مگر کراہت سے خالی نہیں، تاہم اس عقد نکاح کے بعد دونوں ایک دوسرے کے لیے حلال ہے۔

کما قال العلامۃ ظفر احمد العثمانی: (الجواب) نکاح سر کہ ممنوع و باطل است آن است کہ دو شاہدین علاوہ ناکح و منکوحہ نباشد و اگر شاہدین، یا شھود حاضر باشند ایں چنیں نکاح نکاح سر کہ باطل نباشد اما خالی از کراہیت نباشد۔

لأن السنة فی النكاح الاعلان ولذا شرع له الدف ونحوه وفی الحديث: الفرق بين الحلال والحلام الدف ولأن فيه القاء نفسه فی التهمة ويتهمه بالزنا من لم يعلم بالنكاح والحديث: اتقوا مواضع التهم. (امداد الاحکام: ۲/۲۳۷) (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۰۳)

سول میرج کا شرعی حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو مسلمان یورپین ممالک میں ''سول میرج'' کے ذریعے شادی کرتے ہیں، شریعت اسلامیہ میں ایسے مسلمانوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور کیا اس نظریہ کو شریعت اسلامیہ قبول کرتی ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں کرتی تو ان کی جو اولاد پیدا ہوتی ہے، اسلامی معاشرے میں اس کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟ اور اس کو کس نظر سے قبول کرتا ہے، اگر نہیں کرتا تو ایسے میاں بیوی کا اسلامی معاشرے میں کیا درجہ رہ جاتا ہے؟ اس کے علاوہ اگر وہ ''سول میرج'' کے بعد اسلامی قواعد وضوابط کے مطابق دوبارہ تجدید نکاح کرالیں تو پھر ان کی پوزیشن کیا ہوگی؟

الجواب______________________

صورت مسئولہ میں چونکہ ''سول میرج'' کی وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ ''سول میرج'' کس طریقہ پر کیا جاتا ہے؛ تاکہ شرعی نکاح اور سول میرج کا مقابلہ کر کے اس جواز اور عدم جواز پر کچھ اظہار خیال کیا جا سکتا؛ تاہم اپنی معلومات کی

حدتک شرعی طریقہ کے مطابق از دواجی سلسلے کے چند اصول قانونی شکل میں پیش کئے جاتے ہیں، اگر سول میرج ان اصولوں کے مطابق ہو تو اس نکاح کو تسلیم کیا جائے اور اس پر تمام وہ احکام جاری ہوں گے، جو کہ شرعی نکاح پر جاری ہوتے ہیں اور اگر ''سول میرج'' ان اصولوں کے مخالف ہو تو شریعت اسلامی اس کو ''نکاح'' تسلیم نہیں کرے گی اور ایسے میاں بیوی سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ ولدالذنا شمار کی جائے گی۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے تو یہ ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ مطلق نکاح قطع نظر متناکحین کے بالغ ہونے، یا نابالغ ہونے سے آیا دنیا کا کام ہے، یا دین کا؛ تاکہ اس سے یہ سمجھنا آسان ہو کہ اس میں یہ تصرف فی الدنیا ہے، یا فی الدین! سو اس کا ایک معیار ہے، وہ یہ کہ جس کا شریعت میں تاکیدی؛ یعنی وجوبی، یا ترغیبی؛ یعنی استحبابی حکم کیا گیا ہو، یا اس پر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہو تو وہ دین کا کام ہے، پھر اگر اس کے ترک کرنے پر وعید، یا ناراضگی بھی وارد ہوئی ہو تو وہ فرض ہے یا واجب اور جس کے ترک پر کوئی وعید، یا ناراضگی وارد نہیں ہوئی ہو تو وہ مستحب ہے اور جس میں یہ بات نہ ہو تو وہ دنیا کا کام ہے، اگر چہ اس کے متعلق جو احکام وارد ہوں، وہ احکام ہر حال میں دین ہی ہیں اور جس اعتقاد یا عمل سے ان احکام میں تغیر ہوتا ہوں، وہ تغیر فی الدین ہے۔ اب نکاح کو اس معیار پر منطبق کر کے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ دین کا کام ہے کہ بعض حالات میں اس کا تاکیدی اور بعض میں ترغیبی حکم بھی ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ بھی ہے اور اس کے ترک پر مذمت وشناعت بھی فرمائی گئی، چناں چہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ﴾ (سورة النور: ۳۲) (تم میں جو بے نکاح عورتیں ہوں تم ان کا نکاح کردیا کرو۔)

وغيرها من الأيات والاحاديث.

علماء امت اور ائمہ کے اقوال سے بھی اس کے امر دینی ہونے کا اثبات موجود ہے۔

درمختار میں ہے:

"ليس لنا عبادة شرعت عن عهد آدم عليه السلام إلى الآن ثم تستمر فى الجنة إلا النكاح والايمان". (۱)

اس میں نکاح کے عبادت ہونے کی تصریح موجود ہے اور عبادت بھی ایسی کہ تمام شرائع میں مشترک اور عبادت کے دینی کام ہونے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے، اگر چہ اس کے استمرار فی الجنۃ ہونے پر بعض نے کلام کیا ہے لیکن باقی دوسرے اجزاء سب کے نزدیک مسلم ہیں۔

اور شامی میں لکھا ہے:

"وقدمهٗ على الجهاد (إلٰى قولهٖ) وكذا على العتق والوقف والأضحية وإن كانت عبادات أيضًا لانهٗ أقرب إلى الأركان الأربع حتٰى قالوا: إن الاشتغال بهٖ أفضل من التخلّى لنوافل العبادات أى الاشتغال بهٖ وما يشتمل عليه من القيام بمصالحهٖ واعفاف النفس عن الحمام وتربية الولد ونحو ذلک". (۲)

(۱) الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح: ۳/۳-۴، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳/۳، دار الفكر بيروت، انيس

دیکھئے اس عبارت میں کس شدومد کے ساتھ نکاح کی فضیلت دینیہ کو بیان کیا گیا ہے، جب یہ بات ثابت ہوگیا کہ نکاح ایک امر دینی ہے اور ہر ایک دینی کام کے لیے شریعت نے کچھ اسلوب اور طریقے بیان کئے ہیں، نکاح کے لیے بھی ضروری ارکان اور شرائط ہوں گے، جن کے مطابق اگر کیا جائے تو اس کو نکاح کہا جائے گا اور اس پر سب نتائج درست مرتب ہوں گے اور اگر ان شرائط اور ارکان کے مطابق نہ کیا جائے تو اس کو شرعا نکاح نہیں کہا جائے گا اور اسلامی معاشرے میں اس کی کوئی وقعت نہ ہوگی اور بجائے بہتر نتائج کے بدنتائج اس پر مرتب ہوں گے۔ اس مقصد کے حصول اور اس مشکل کے حل کے لیے ہم اپنی شریعت اسلامی کی کتابوں کی تتبع اور تلاش کرتے ہیں تو کتابوں میں اس کے متعلق ایک مستقل بحث ''کتاب النکاح'' کی شکل میں موجود ہے، جس کا مطالعہ کرنے سے شرعی نکاح کی حقیقت واضح ہوجوتی ہے۔ شریعت اسلامی کے فقہاء کرام نے شرعی نکاح کی تفسیریوں بیان کی ہے۔

هو عقد يفيد ملك المتعة اى حل استمتاع الرجل من امرأه لم يمنع من نكاحها مانع شرعي. (الدرالمختار: ۳/۳، کتاب النکاح)

یعنی یہ مرد اور عورت کے درمیان ایک ایسا ربط وتعلق قائم کرنا ہے کہ جس سے آدمی کو عورت سے اور عورت کو آدمی سے نفع حاصل کرنا حلال ہوجاتا ہے، جن الفاظ سے یہ خاص ربط وتعلق پیدا ہوجاتا ہے، وہ نکاح کے ارکان ہیں، کسی چیز کا رکن اس کو کہتے ہیں کہ اس چیز کی ذات کا دارومدار اسی پر ہو۔

وأما ركنهٗ فالايجاب والقبول، كذا في الكافي والايجاب هو المتلفظ به أولاً من أى جانب كان والقبول جوابهٗ، هٰكذا في العناية. (۱)

یعنی شرعی نکاح کا انعقاد ایجاب وقبول سے ہوتا ہے، چاہے یہ ایجاب وقبول خود مرد عورت کرلیں، اگر خوف فتنہ نہ ہو، یا بذریعہ اولیا، یا وکیل، یا فضولی کے ہوجائے۔ اب اس ایجاب وقبول کے معتبر اور مسلم ہونے کے لیے چند شرائط ہیں جن پر اس ایجاب وقبول کے معتبر ہونے، یا نہ ہونے کا توقف ہے۔

وأما شروطهٗ فمنها العقل والبلوغ والحرية في العاقد إلا أن الأوّل شرط الانعقاد فلاينعقد نكاح المجنون والصّبىّ الذى لايعقل والاخير إن شرطا النفاذ فان نكاح الصبى العاقل يتوقف نفاذه على اجازة وليه هٰكذا في البدائع. وفيها المحل القابل وهى المرأة التى احلها الشرع بالنكاح كذا فيالنهاية. ومنها سماع كل من العاقدين كلام صاحبه هكذا في فتاوىٰ قاضى خان. ومنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النكاح هٰكذا في البدائع ومنها سماع الشاهدين كلامهما معًا، هكذا في فتح القدير. ومنها رضا المرأة اذا كانت بالغة بكرًا كانت أو ثيبًا و منها ان يكون الايجاب والقبول في مجلس واحد، الخ، ومنها ان لايخاف القبول الايجاب

(۱) العناية شرح الهداية، كتاب النكاح: ۱۸۸/۳، دارالفكر بيروت، انيس

ومنها ان يضيف النكاحالى كلّها او ما يعبر من الكل،الخ،ومنها ان يكون الزوج والزوجة معلومين فلو زوج بنة ولهٗ بنتان لايصح الا اذا كانت احداهما متزوجة فينصرف الى الفارغة كذا فى انهما لفائق والكل. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۸۵/۱-۲۸۷، كتاب النكاح)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ ایجاب وقبول کرنے والا عاقل بالغ اور آزاد ہو۔اس میں اول شرط؛ یعنی عقل شرط انعقاد ہے؛اس لیے مجنون اور صبی غیر عاقل کا نکاح منعقد نہیں ہوتا اور اخیر دو شرط بلوغ وحریت شرائط ہیں نفاذ نکاح کے؛ کیوں کہ اگر لڑکا عاقل ہو تو اس کا نکاح منعقد تو ہو جاتا ہے؛مگر اجازت ولی پر موقوف ہوتا ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ جس عورت سے نکاح ہورہا ہے، وہ محل صالح ہو؛ یعنی وہ عورت محرمات شرعیہ سے نہ ہو؛ بلکہ شریعت مطہرہ نے نکاح میں لینا اس کا حلال کیا ہو اور یہ کہ نکاح کرنے والے متعاقدین ایک دوسرے کی بات سن لیں اور یہ بھی شرط ہے کہ یہ ایجاب وقبول روبروئے گواہان کے ہو،جس کو شہادت کہتے ہیں۔

عام علماء کرام نے لکھا ہے کہ شہادت جواز نکاح کے لیے شرط ہے، اگر ایجاب وقبول ہو جائے؛مگر روبروئے گواہان کے نہ ہو تو یہ نکاح ہی نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ شاہدین (گواہان) دونوں متعاقدین کی باتیں سن لیں۔اگر عورت بالغہ ہو، چاہے باکرہ ہو، یا ثیبہ تو اس کی رضامندی اور اجازت لینا بھی ضروری ہے اور یہ کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہوں،اور یہ کہ قبول ایجاب سے مخالف نہ ہو اور یہ کہ نکاح کی اضافت اس کے کل بدن کی طرف ہو، یا ایسے جز کی طرف جس کو کل بدن سے تعبیر کیا جاتا ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ زوج اور زوجہ دونوں معلوم ہوں، مجہول نہ ہوں۔

ان شرائط اور ارکان کے علاوہ نکاح میں بعض امور ایسے ہیں، جو سنن اور مستحب کے درجہ میں ہیں، جن پر عمل کرنے سے اس ازدواجی سلسلہ میں خیر وبرکت پیدا ہوتی ہے۔فقہ اسلامی کی معتبر کتاب ’’درمختار‘‘ میں ہے:

ويندب اعلانهٗ وتقديم خطبة.

وفى الشامي: لحديث الترمذى اعلنوا هٰذا النكاح وجعلوه فى المساجد (الحديث) والمراد من تقديم الخطبة ما يذكر قبل أجراء لعقد من الحمد والتشهد وانها لاتتعين بالفاظ مخصوصة وان خطب بما ورد فهو أحسن. (۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اعلان نکاح مستحب ہے،اور اسی طرح ایجاب وقبول کرنے سے قبل خطبہ پڑھنا جو حمد وشہادت پر مشتمل ہو مستحب ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

وكونه فى مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عدل والاستدانة لهٗ والنظر إليها قبله

---

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۸/۳،دارالفكر بيروت

عن عائشة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:اعلنوا النكاح واضربوا عليه بالغربال(أى الدف).(سنن ابن ماجة،باب إعلان النكاح: ۹۰/۳،رقم الحديث: ۱۸۹۵،انيس)

وكونها دونه سنًا وحسبًا وعزًّا ومالاً وفوقهٗ خلقًا وادبًا وورعًا وجمالاً.(۱)

مگر یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن سے ازدواجی سلسلہ میں مزید استحکام اور خیر و برکت پیدا ہوتی ہے اور یہ امور شرائط اور ارکان نہیں کہ جن کے نہ ہونے سے نکاح صحیح نہ ہوگا؛ بلکہ یہ مستحب امور ہیں، جن کا لحاظ رکھنا نہ رکھنے سے بہتر ہے۔ان تمام تفصیل کو مدنظر رکھ کر شرعی نکاح کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ''سول میرج'' (جو یورپ وغیرہ میں مسلمان لوگ کرتے ہیں) اور شرعی نکاح میں کچھ فرق ہے، یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں تو فبھا ونعمت اور اگر جواب اثبات میں ہے کہ دونوں میں کچھ فرق ہے تو سول میرج کو ہرگز شرعی نکاح نہیں کہا جاسکے گا۔

ہاں! اگر بعد میں مذکورہ بالا شرط کے مطابق تجدید نکاح کرلیں تو درست ہوگا، ورنہ حرام کاری سے جو گندگی معاشرہ میں پھیلتی ہے، وہ اس کا لازمی نتیجہ ہوگا، عقل سلیم، فطرت اسلامی اور شریعت اسلامیہ مرد و عورت کے ایسے بے باکانہ اور اصول دین کے خلاف ملنے کو ہرگز تسلیم نہیں کرے گا۔ھٰذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم (فتاوی حقانیہ:۳۲۶/۴)

سول میرج کا حکم:

سوال: میں نے اور قمر النساء نے والدین سے چھپ کر کورٹ میں جا کر سول میرج کرلیا، بعد میں جب لڑکی کے والدین کو یہ بات معلوم ہوئی تو بہت ناراض ہوئے اور اپنی لڑکی سے کہا: اگر تو نے کورٹ میں جا کر یہ نکاح ختم نہ کیا تو تجھے مار ڈالیں گے اور مجھے بھی سخت دھمکیاں دیں؛ اس لیے ہم دونوں کورٹ گئے اور لڑکی نے اپنے والدین کی حاضری میں یہ درخواست دی کہ میں سابقہ نکاح ختم کرتی ہوں، چناں چہ کورٹ کی جانب سے سابقہ نکاح ختم کردیا گیا؛ مگر ہم دونوں نے صرف ظاہراً والدین کو دکھانے کے لیے یہ کام کیا تھا، ورنہ ہم دونوں خفیہ یہ عہد کر چکے ہیں کہ کبھی نہ کبھی والدین کو رضامند کر کے ایک دوسرے سے ازدواجی رشتہ قائم کرلیں گے۔اب ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ کورٹ میں جب نکاح ختم کردیا تو طلاق مغلظہ ہوگئی اور اب بغیر شرعی حلالہ کے تم ایک دوسرے سے منسلک نہیں ہوسکتے، اگر والدین رضامند ہوجائیں تو بغیر حلالہ کے ہم دونوں نکاح کرسکتے ہیں، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں لڑکے اور لڑکی نے کورٹ میں جا کر سول میرج کیا ہے، اس سے شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا؛ اس لیے کہ نکاح صحیح ہونے کے لیے دو شرعی گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ضروری ہے،(۲) اور دونوں نے کورٹ میں

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح:۸/۳،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حريين عاقلين بالغين مسلمين،الخ.(الهداية، كتاب النكاح: ۳۶/۲)

جا کر جج کے سامنے جو تفریق اختیار کی وہ طلاق نہیں ہے، جب نکاح ہی منعقد نہیں ہوا تو طلاق کیسی؟ مولوی صاحب کا بیان صحیح نہیں ہے، آپ دونوں سول میرج کے بعد بھی اجنبی تھے اور سول میرج ختم کرنے کے بعد بھی اجنبی ہیں، اگر آپ دونوں باہم کفو ہیں، یا لڑکی کے اولیاء رضامندی ہیں تو نکاح ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

۱۳۹۹/۲/۹ھ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۱۵۱-۱۵۲)

سول میرج:

سوال: ملک افریقہ میں ''بربون'' نامی حکومت، فرانس کے تابع ایک جزیرہ ہے، وہاں عقد نکاح حکومت فرانس کے قانون کے مطابق کرنا ہوتا ہے، اس کو سول میرج کہتے ہیں۔ وہاں حکومت شریعت اسلامیہ کے موافق عقد نکاح کا اعتبار نہیں کرتی؛ یعنی عورت کو غیر منکوحہ قرار دیا جاتا ہے اور اولاد کو میراث کی تقسیم میں مشکل درپیش ہوتی ہے، نیز اولاد کے وہاں کی پیدائش کے حقوق کو نقصان پہونچتا ہے۔

اگر کسی شخص نے شریعت اسلامیہ کے مطابق عقد نکاح کرنے سے پہلے یا بعد میں حکومت کے قانون کے موافق بھی نکاح کر لیا تو اب اس کو حکومت منظور کرے گی، مگر اس صورت میں اس شخص پر حکومتی عقد کے احکام عائد ہوں گے، مثلا:

(۱) اب وہ شخص دوسرا نکاح نہیں کر سکتا۔

(۲) تقسیم میراث اسلامیہ کے موافق نہیں؛ بلکہ وہاں کے قانون کے موافق کرنی ہوگی، مثلا: زوجہ کو ثمن کے بجائے نصف دیا جائے گا۔

ہندوستان سے جو مسلمان وہاں پر تجارت وغیرہ کے لیے مقیم ہیں، ان میں سے بعض اہل اغراض نکاح شرعی کے قبل، یا بعد نکاح قانونی مذکور کر لیتے ہیں۔ اب ایسے شخص کے بارے میں یہ امر قابل دریافت ہے کہ کیا اس کو بوجۂ عقد قانونی خارج عن الاسلام سمجھا جائے گا اور کیا اس کو دوبارہ کلمہ طیبہ پڑھ کر تجدید نکاح کرنا ضروری ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر نفس نکاح جائز اور مشروع طریق پر ہو اور اس میں کوئی کام اعتقاداً وعملاً وقولاً خلاف شرع نہ کرنا پڑے، مثلا ایسی عورت سے نکاح کیا جائے، جو اس کے لیے شرعا حلال ہے، ایسی عورت نہ ہو، جس سے شرعاً نکاح حرام ہوتا ہے، مثلا: اس کی محرم نہ ہو، منکوحۂ غیر یا معتدۂ غیر نہ ہو، مشرکہ نہ ہو وغیرہ وغیرہ، جیسا کہ کتب فقہ باب المحرمات میں تفصیل مذکور ہے، (۱) تو یہ قانونی نکاح کرانے سے آدمی خارج عن الاسلام نہیں ہوگا، اگر چہ اس نکاح پر جو نتائج مرتب ہوں

---

(۱) ''أسباب التحريم انواع : القرابة، والمصاهرة، والرضاع، والرتيب ، وبقى المطلقة ثلاثا، والمحرمة لحق الغير من نكاح، أوعدة، الخ''. (ملتقى الابحر على هامش مجمع الانهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۲، دار إحياء التراث العربى بيروت)

گے، وہ بھی خلاف شرع ہوں گے؛مگر وہ اہون ہوں گے، ان نتائج سے جو بغیر قانونی نکاح کے مرتب ہوتے ہیں۔

"من ابتلى ببليتين فليختر أهونهما". (۱)

ان خلاف شرع نتائج سے بچنے کی کوئی تدبیر اختیار کرلی جائے، وہ یہ کہ ورثہ کو اپنی زندگی میں حسب حصص شرعیہ دے دے اوران کو مالک بنادے، (۲) اورنکاح ثانی کو اعتقادا جائز سمجھے وغیرہ وغیرہ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۵۷۹/۱۰-۵۸۰)

---

(۱) ومن ابتلى ببليتين وجب أن يختار أقلهما محظورا، كما في غاية البيان. (مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ٤٧١، قديمى)/كذا فى النهر الفائق شرح كنزالدقائق، باب سجود السهو: ٣٣١/١، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

قال الزيلعى فى باب شروط الصلاة: ثم الأصل فى جنس هذه المسائل أن من ابتلى ببليتين وهما متساويتان، بأيتهما شاء وإن اختلفا، يختار أهونهما. (غمز عيون البصائر شرح الاشباه والنظائر للحموى، القاعدة الخامسة: الضرر يزال: ٢٦١/١، إدارة القرآن كراتشى)

وقد عرف أن من ابتلى ببليتين يختار أهونهما. (المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، الفصل الحادى والثلاثون فى صلاة المريض: ١٥١/٢، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

إذا تعارض مفسدتان، يختار اهونهما. (قوعد الفقة، (رقم القاعدة: ٤٠٥)ص: ١٤٠، ناشر الصدف پبلشرز)

(۲) "ثم قال فى الظهيرية قبيل المحاضر والسجلات عند الكلام على كتابة صك الوقف: إن اراد الوقف على أولاده يقول: للذكر مثل حظ الأنثيين، وإن شاء يقول: الذكر والانثى على السواء، ولكن الاول اقرب إلى الصواب... فهذا نص صريح فى التفرقة بين الهبة والوقف، فتكون الفريضة الشرعية فى الوقف هى المفاضلة، فإذا اطلقها الوافق انصرفت إليها؛ لأنها هى الكامة المعهودة فى باب الوقف، وإن كان الكامل عكسها فى باب الصدقة فالتسوية بينهما غير صحيحة، على انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة، وصرح الاصوليون بأن العرف يصلح مخصصا، والعرف العام بين يقع التصريح بذلك لزيادة التأكيد فى غالب كتب الاوقاف بأن يقول: يقسم بينهم على الفريضة حظ الانثى؟ لأنه غير المتعارف بينهم". (ردالمحتار، مطلب مهم فى قول الواقف على الفريضة الشرعية: ٤٤٤/٤، سعيد)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی میں حسب فریضۂ شرعیہ مال کو تقسیم کرنا درست ہے۔

"قد ثبت بما ذكرنا أن مذهب الجمهور فى التسوية بين الذكر والانثى فى حالة الحياة أقوى وأرجع منحيث الدليل، ولكن ربما يخطر بالبال أن هذا فيما قصدفيه الاب العطية والصلة، وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه فيما بين اولاده فى حياته، لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته، فإنه وإن كان هبة فى الاصطلاح الفقه ولكنهم فى الحقيقة والمقصود استعمال بما يكون بعد الموت وحينئذ ينبغى أن يكون سبيله سبيل الميراث، فلو قسم رجل فى مثل هذه الصورة للذكر مثل حظ الانثيين على قول الامام احمد، ومحمدبن الحسن رحمهما الله، فالظاهر ان ذلك يسع له، ولم أر ذلك صريحا فى كلام الفقهاء، غير أنه لايبد خارجا عن قوعدهم". (تكملة فتح الملهم، كتاب الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الاولاد فى الهبة: ٧٥/٢، مكتبة دارالعلوم كراتشى)

باپ اور بھائی کے ڈر سے کئے ہوئے نکاح سے منکر ہو جانا:

سوال: خلاصۂ سوال یہ ہے کہ مسمی عبدالحمید اور مسماۃ وحیدن اپنا نکاح اپنی مرضی سے از خود کرنا چاہتے تھے۔ ایک روز مسماۃ وحیدن نے اپنے والد کے مکان پر روبرو ایک مسلمان بالغ مرد اور دو مسلمان بالغ عورتوں کے عبدالحمید کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ "میں نے اپنا نکاح تیرے ساتھ کیا" عبدالحمید نے جواب میں کہا کہ "میں نے قبول کیا"۔

یہ سوال وجواب ایک ہی جگہ ہوئے، جس کو گواہوں نے سنا۔ وحیدن نے اپنے ہاتھوں سے شکر گھر میں سے لے کر تقسیم کردی کہ یہ میرے نکاح کی شیرینی ہے، جس کو گواہوں نے دکھایا اور عدالت سے بیان حلفی تصدیق کرالی، جب باپ اور بھائی کو علم ہوا تو وہ بہت ناراض ہوئے۔

اب مسماۃ وحیدن بوجۂ خوف اپنے باپ اور بھائی کے اس واقعہ سے منکر ہے، جب کہ عبدالحمید کے ساتھ خفیہ طور پر ازدواجی زندگی گزار چکی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اب مسماۃ وحیدن دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟ اور یہ نکاح حسبِ طریقہ تحریر درست ہوگیا تھا، یا نہیں؟ اور اب باپ اور بھائی کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب ______________ حامداً ومصلیاً

ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے جب نکاح کا ایجاب وقبول ہوا، (۱) اور یہ نکاح کفو میں ہوا تو وہ شرعاً معتبر اور لازم ہوگیا، (۲) لڑکی کے والدین، یا کوئی اور اس کو غیر معتبر نہیں کہہ سکتے، اب لڑکی کا انکار بھی شرعاً معتبر نہیں، اس کے بعد مسماۃ وحدین کا نکاح کسی اور شخص سے نہیں ہوسکتا، (۳) اس کے باپ بھائی کو چاہیے کہ عبدالحمید کے ساتھ اس کو رخصت کردیں

---

(۱) النكاح ينعقد متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر ... بشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معا، الخ". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/ ۹-۲۲، سعید)

(۲) "نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي ...روى الحسن: إن كان الزوج كفوا، نفذ نكاحها، وإلا فلم ينعقد أصلا". (البحر الرائق: ۳/ ۱۹٤، كتاب النكاح، باب الأولياء والاكفاء، رشيديه)

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُنْكَحُ النِّسَاءُ إِلَّا مِنَ الْأَكْفَاءِ، وَلَا يُزَوِّجُهُنَّ إِلَّا الْأَوْلِيَاءُ، وَلَا مَهْرَ دُونَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ. (مسند أبي يعلى الموصلى، مسند جابر رضى الله عنه، رقم الحديث: ۲۰۹٤، قال المحقق حسين سليم أسد: إسناده ضعيف، انيس)

(۳) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيديه)

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، وَسُئِلَ عَنِ الْمُحْصَنَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، يَقُولُ: هُنَّ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ، وَيَرْجِعُ ذَلِكَ إِلَى أَنَّ اللّٰهُ حَرَّمَ الزِّنَا. (موطأ الإمام محمد بن الحسن الشيباني، باب التفسير، رقم الحديث: ۱۰۰۲، انيس)

اور کوئی ہنگامہ برپا نہ کریں، ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اتنی مدت تک مسماۃ حرام کاری کرتی رہی، یا پھر دوسری جگہ نکاح کے نام پر حرام کاری ہوگی۔ غرض باپ اور بھائی راضی ہو جائیں اور مسماۃ اصل واقعہ کی منکر نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۸۷)

عمر رسیدہ لوگوں کا کم عمر لڑکیوں سے نکاح:

سوال: گلف ممالک سے عمر رسیدہ لوگ جن کے پیٹ میں آنت، نہ منہ میں دانت، یہاں آتے ہیں، دلالوں کے ذریعہ جواں سال لڑکیوں سے نکاح کرتے ہیں، کچھ دن عیش کر کے اپنی ہوس پوری کر کے واپس چل دیتے ہیں، بعض ایسے لوگ ان منکوحہ لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں، جو پہلی بیوی کے سامنے ماماؤں کی طرح رہتی ہیں، کیا اس طرح ایک سے زائد نکاح جائز ہے؟ (عزم رحمانی، راجیونگر)

الجواب

اسلام نے ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی ہے؛ لیکن سنجیدہ جذبہ کے تحت جس کا مقصد ایک ضرورت کی تکمیل ہو، محض چندروزہ ہوس رانی مقصود نہ ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی محسوس کرتا ہو کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان عدل برت سکے گا، ان امور کی رعایت کے بغیر دوسرا نکاح کرنا گناہ ہے، البتہ اگر نکاح کر لیا جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور نکاح کے شرعی احکام جاری ہوں گے۔ شریعت میں یہ بات بھی مطلوب ہے کہ زوجین کی عمر میں مناسبت ہونی چاہیے؛ لیکن اس کی رعایت واجب نہیں، عمر رسیدہ لوگوں کے کم عمر لڑکیوں سے نکاح کرنے میں جہاں ان کی ہوس نفسانی کو دخل ہے، وہیں لڑکیوں کے والدین کی حرص وطمع کو اور اس سے زیادہ جہیز اور گھوڑے جوڑے کی ظالمانہ رسم کو؛ اس لیے ان برائیوں کا سدِ باب کئے بغیر محض ان کو برا بھلا کہنا بے فائدہ ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۱۱-۳۱۲)

نکاح پر اظہارِ مسرت کے بعد ناراضگی کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حاجی اسلم نے اپنی لڑکی نور جہاں کی منگنی مسمی بشیر احمد ولد سلطان محمد سے آج سے تقریباً آٹھ سال پہلے کی اور اس وقت مظفر اللہ ولد محمود خان، محمد قریشی ولد مقدر، اسرار احمد ولد نوارے، عثمان غنی اور دیگر افراد کی موجودگی میں مسماۃ نور جہاں کے والد محمد اسلم نے یہ الفاظ کہے کہ ''میں نے اپنی بیٹی نور جہاں کی شادی بشیر محمد ولد سلطان محمد سے کر دی'' اور فضل محمد ولد سلطان محمد (جو کہ دلہا کا بھائی ہے) نے اسی وقت گواہوں کے سامنے بطور وکیل یہ الفاظ کہے کہ ''میں نے اپنے بھائی بشیر محمد ولد سلطان محمد کے لیے قبول کیا'' اور سات تولہ سونا حق مہر مقرر کیا گیا، اس کے بعد مٹھائی وغیرہ بھی تقسیم کی گئی؛ لیکن رواج اور عرف کی وجہ سے یہ کارروائی تحریر میں نہ لائی جاسکی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱)　　قرآن وسنت کی رو سے مندرجہ بالا الفاظ کہنے سے یہ نکاح منعقد ہوا ہے، یا نہیں؟ حالاں کہ مذکورہ لڑکی نور جہاں کو اس کارروائی کی خبر کردی گئی تھی اور وہ راضی بھی تھی، جب کہ پٹھانوں کے رواج کے مطابق سونے کی انگوٹھی بطور نشانی اسے پہنادی گئی۔

(۲)　　اب اتنا عرصہ گزرنے کے بعد چند ماہ پہلے مسماۃ نور جہاں دختر حاجی محمد اسلم نے کہا کہ میں خوش نہیں ہوں، حالاں کہ اس سات آٹھ سال کے عرصے میں وہ برابر خوشی کا اظہار کرتی رہی، اس کے بعد مسماۃ نور جہاں نے اپنے والد کی مرضی اور اسے اطلاع کئے بغیر چوری چھپے مسمی خالد سے نکاح کرلیا اور سرکاری کاغذات میں بھی نکاح رجسٹر ڈ کرالیا۔ اب عرض یہ ہے کہ حاجی محمد اسلم جو کہ دلہن کا والد ہے (اور اب بھی بقائمی ہوش وحواس ہے) نے عدالت میں یہ گواہی دی ہے کہ میں نے اپنی بیٹی نور جہاں کا نکاح تقریباً آٹھ سال پہلے مسمی بشیر احمد ولد سلطان احمد سے کردیا تھا تو اس کے باوجود قرآن وسنت کی روشنی میں نور جہاں کا نکاح مسمی خالد سے منعقد ہوگیا ہے، یا نہیں؟ اور کیا یہ لڑکی اس طریقہ سے والد کی مرضی کے بغیر اپنا سابقہ نکاح فسخ کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱)　　شریعت محمدی میں نکاح جانبین کی طرف سے باہمی ایجاب وقبول کو کہا جاتا ہے، چاہے یہ ایجاب وقبول عاقدین کے وکلا کے مابین ہوں، یا خود عاقدین ایک دوسرے سے ایجاب وقبول کرلیں تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔

لما فی الدر المختار: وینعقد ملبسًا بایجاب من احدهما وقبول من الأخر وضعًا للمضی، الخ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۲۶۳/۲، کتاب النکاح)

(۲)　　اور گواہوں کی موجودگی اور حق مہر کا تقرر بھی نکاح کے شرائط میں سے ہے۔

قال العلامة الحصکفی: وشرط حضور شاهدین حرین أو حر وحراتین مکلفین، الخ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار: ۲۷۲/۲، کتاب النکاح)

ولقوله تعالیٰ: ﴿وابتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین﴾ (الآیة) (۱)

(۳)　　اور جب ایک عورت کا نکاح اس کی خوشی اور رضامندی سے کسی مرد سے کردیا جائے، یا بغیر اس کے علم کے کردیا جائے اور اس کی خبر ہونے کے بعد وہ اسے رد نہ کرے؛ بلکہ اس پر خاموش رہے، یا رضامندی کا اظہار کردے تو اس کے بعد عورت کا نکاح سے انکار نا قابل مسموع ہوگا۔

قال العلامة الحصکفی: فإن استاذنها هو أی الولی أو وکیله أو رسوله أو زوجها ولیها واخبرها رسوله أو فضولیٌ عدل فسکتت أوضحکت غیر متهزأة او بتسمت أو بکت بلاصوت فهو إذن. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۲۹۹/۲، کتاب النکاح)

---

(۱)　　سورة النساء: ۲٤، انیس

ان جملہ مقدمات کے بعد صورت مسئولہ کے مطابق حاجی اسلم کی بیٹی نور جہاں کا نکاح بشیر محمد ولد سلطان احمد کے ساتھ منعقد ہو چکا ہے اور شرعاً یہ لڑکی اس کی منکوحہ ہے، لہٰذا خالد کے ساتھ اس کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا ہے اور خالد کا نکاح منکوحۃ الغیر کے ساتھ نکاح ہے، جو بنص قرآنی ممنوع ہے۔

لقولہٖ تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾(سورۃ النساء: ٢٤)(۱)

قال العلامة الحصكفي: وأما النكاح منكوحة الغير ومعتدته ...فلم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ٦٥٩/٢، باب العدة)

نکاح کے انعقاد کو صفحۂ قرطاس پر لانا ضروری نہیں؛ بلکہ صرف گواہوں کی موجودگی شرط ہے، لہٰذا مسماۃ نور جہاں بنت حاجی اسلم شرعاً بشیر محمد ولد سلطان احمد کی منکوحہ ہے اور مسمی خالد سے اس کا نکاح کالعدم ہے اور اسی طرح مسماۃ نور جہاں کا بشیر محمد ولد سلطان احمد سے نکاح کے لیے اجازت دینے کے بعد نکاح پر عدم رضامندگی کا اظہار کرنا بھی ناقابل تسلیم ہے۔ (فتاوی حقانیہ: ۳۱۹/۴)

نکاح درحالت مرض شدید:

سوال: زید درد پسلی و پھیپڑے میں جس کو نمونیا؛ یعنی مرض ذات الجنب کہتے ہیں، مبتلا تھا اور اُٹھ بیٹھ، چل پھر نہیں سکتا تھا؛ بلکہ معطل الحواس تھا، اس کے مختار و سربراہ کار نے ایسی حالت میں اپنی لڑکی ہندہ کے ساتھ اس کا نکاح پڑھوا دیا اور بعوض مہر تمام جائداد زید کی زبانی طور پر دے دیا جانا مشہور کیا، اس نکاح میں زید کے خاص قرابت دار نزدیکی کوئی موجود نہ تھے، یہاں تک کہ ماں و چچازاد بھائی وغیرہ بھی شریک نہ تھے، نہ کسی کو اطلاع دی گئی تھی اور جائداد پدری بھی زید کی ہے۔ بعد نکاح کے زید اس بیماری سے اچھا ہو کر ایک سال زندہ رہ کر فوت ہو گیا؛ مگر اپنی حیات میں اس نے نہ تو رخصت کرایا اور نہ ہندہ کو اپنے گھر بلایا، نہ جائداد کا انتقال باضابطہ کیا، نہ سرکاری دفتر میں نام لکھوایا، نہ خلوت صحیحہ ہوئی، نہ زفاف ہوا۔ بعد مرنے زید کے ہندہ کل جائداد کے دلا پانے کے نالش کرتی ہے، جو دائر عدالت ہے۔ اب امر دریافت طلب یہ ہے:

(۱) ایسا نکاح بحالت مرض مہلک جائز ہے؟

(۲) اور بالعوض مہر کے کل جائداد اس طرح پر بلا مرضی دیگر ورثاء منتقل ہو سکتی ہے، جب کہ زفاف (۳) اور خلوت صحیحہ میں کلام ہے تو ایسی حالت میں ہندہ ترکہ پا سکتی ہے؟

(۴) یہ کہ اگر مہر بخش دیا گیا، میراث کی حقدار ہندہ ہو سکتی ہے؟

---

(۱) أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، وَسُئِلَ عَنِ الْمُحْصَنَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، يَقُولُ: هُنَّ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ، وَيَرْجِعُ ذَلِكَ إِلَى أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الزِّنَا. (موطأ الإمام محمد بن الحسن الشيباني، باب التفسير، رقم الحديث: ١٠٠٢، انيس)

الجواب

فی رد المختار: والمختار أنه ماكان الغالب منه الموت وإن لم يكن صاحب فراش.(۱)

(وفيه): لابد أن يكون المرض الذى طلقها فيه مرض الموت فإذا صح تبين أنه لم يكن مرض الموت.(۲)

(وفيه)(وما لزمه {أى المريض مرض الموت} فى مرضه بسبب معروف) (إلىٰ قوله) (والسبب المعروف) ...(كنكاح مشاهد) إن بمهر المثل أما الزيا دة فباطلة وإن جاز النكاح، عناية.(۳)

(وفيه): صدرت {أى صيغة النكاح}عن قصد (إلىٰ قوله) فيصح به.(۴)

(وفيه) (و) يجب (الأكثر منها{أى العشرة} إن سمى) الأكثر ويتأكد (عند وطء أوخلوة صحت)من الزوج (أوموت أحدهما)...(و)يجب (نصفه بطلاق قبل الوطء أو خلوة).(۵)

(وفيه): (فيفرض للزوجة فصاعدا الثمن مع ولد أوولد إبن) وأما مع ولد البنت فيفرض لها الربع (وإن سفل والربع لهاعند عدمهما.(۶)

وفى ردالمحتار: وليس منه ما لو تزوجها على عبد الغير لوجوب قيمته إذا لم يجز مالكه (إلىٰ قوله)لامهرالمثل.(۲/۵٤۸)(۷)

روایات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اگر مرض مذکور میں زید کے اتنے حواس باقی نہ تھے کہ جس سے وہ یہ سمجھ سکتا کہ میں منہ سے کیا کہہ رہا ہوں؛ یعنی ایسا بدحواس تھا کہ اس کو یہ بھی خبر نہیں کہ میں منہ سے کیا کہہ رہا ہوں، تب تو یہ نکاح ہی نہیں ہوا؛ اس لیے نہ مہر واجب ہوگا، نہ میراث اور اگر اس قدر حواس باقی ہیں کہ جب اس سے قبول نکاح کے لیے کہا گیا تو اس نے اپنے ارادے وقصد سے قبول کیا، گو تامل اور فکر کی اس کو مہلت وفرصت نہیں ہوئی تو اس صورت میں نکاح درست ہوگیا اور چوں کہ وہ اس مرض سے اچھا ہوکر ایک سال تک زندہ بھی رہا، لہذا وہ مرض الموت نہیں رہا؛ اس لیے تمام اپنی جائداد مملوکہ مہر میں ٹھہرانا صحیح ہوگیا، پس اگر وہ جائداد کل اسی کی مملوک ہے تو پوری جائداد مہر میں ہوجائے گی، گو وہ جائداد بدری ہو اور اگر جائداد میں اور بھی کوئی شریک ہے، مثلاً زید کے باپ کا کوئی اور وراث بھی ہے اور اس

(۱) الدرالمختار، كتاب الوصايا: ٦/٦٦١، دارالفكربيروت، انيس

(۲) الدرالمختار، باب طلاق المريض: ۳/۳۸۸، دارالفكربيروت، انيس

(۳) الدرالمختار، باب اقرار المريض: ٥/٦١١، دارالفكربيروت، انيس

(۴) الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۱۹ـ۲۰، انيس

(۵) الدرالمختار، باب المهر: ۳/۱۰۲ـ۱۰٤، دارالفكربيروت، انيس

(۶) الدرالمختار، كتاب الفرائض: ٦/۷۰۰، دارالفكربيروت، انيس

(۷) ردالمحتار، مطلب نكاح الشغار: ۳/۱۰۹، دارالفكربيروت، انيس

جائداد میں وہ شریک ہےتو اس کا حکم یہ ہے کہ جس قدر جائداد مملوکہ زید کی ہے، وہ وہ مہر میں ہو جاوے گی اور جس قدر اس میں دوسرے کی ہے، وہ بھی مہر میں لگا دی گئی ہے، اس کی مالیت و قیمت کی مقدار زید کی دوسری اشیاء ترکہ سے تکمیل کی جائے گی اور چوں کہ زید مر گیا؛ اس لیے کل مہر ثابت ہو گیا، اگر چہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی؛ کیوں کہ موت سے کل مہر موکد ہو جاتا ہے۔ پس خلاصہ جواب یہ ہوا کہ اگر اتنا ہوش تھا کہ اپنے قصد سے نکاح قبول کیا ہے تو وہ نکاح درست ہو گیا اور کل جائداد مہر میں آ گئی اور اس صورت میں خلوت صحیحہ کی کوئی ضرورت نہیں؛ لیکن یہ سب اس وقت ہے، جب نکاح اور مہر عادل گواہوں سے ثابت ہو، گو زید کے اعزہ موجود نہ ہوں اور گو وہ رضا مند نہ ہوں اور گو عدالت میں باضابطہ اس کی تحریر و تکمیل نہ ہوئی ہو اور گو زید نے کبھی رخصت کرانے کی استدعا نہ کی ہو؛ کیوں کہ شریعت میں یہ امور شرط نہیں ہیں، و ہذا ظاہر اور مہر ایک دین ہے، جو مستقل حق ہے اور میراث جداگانہ مستقل حق ہے، ایک حق کے معاف کر دینے سے دوسرا حق ساقط نہیں ہوتا، لہذا مہر بخش دینے پر بھی میراث ملے گی۔ فقط

۲۸/رجب ۱۳۲۱ھ (امداد: ۴۶/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۱۷/۲)

لڑکی سے محبت کے بعد شادی:

سوال: تین سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

(الف) تین چار مرتبہ غیر مسلم لڑکیوں سے زنا کیا ہے اور شراب بھی پی ہے۔

(ب) کمیشن کی بنیاد پر کمپنی میں کام کرتا ہوں۔

(ج) ایک مسلم لڑکی سے محبت کرتا ہوں، وہ مجھے بوسہ لیا کرتی ہے اور میں بھی اس کو بوسہ لیتا ہوں، البتہ زنا نہیں کیا ہے، عنقریب شریک حیات بنانے والا ہوں۔ مندرجہ بالا سوالات کی مذہب اسلام میں کہاں تک اجازت اور سزا ہے؟ ان غلطیوں کا اعتراف کر کے نیک اور سچا مسلمان بننا چاہتا ہو، تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

(۔۔۔۔۔۔۔، رین بازار، حیدرآباد)

الجواب ــ

(الف) زنا کرنا سخت گناہ اور معصیت ہے، (۱) خواہ مسلمان لڑکی سے ہو، یا غیر مسلم لڑکی سے اور شراب پینا

(۱) الْكَبِيرَةُ الْعَاشِرَةُ الزِّنَا وَبَعضه أكبر من بعض ،قَالَ اللّٰه تَعَالَى: ﴿وَلَا تقربُوا الزِّنَى إِنَّه كَانَ فَاحِشَة وساء سَبِيلا﴾ وَقَالَ الله تَعَالَى: ﴿وَالَّذين لَا يدعونَ مَعَ الله إِلَهًا آخر وَلَا يقتلُون النَّفس الَّتِي حرم اللّٰه إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يزنون وَمن يفعل ذَلِك يلق أثاماً يُضَاعف لَهُ الْعَذَاب يَوْم الْقِيَامَة ويخلد فِيهِ مهاناً إِلَّا من تَابَ﴾ وَقَالَ اللّٰه تَعَالَى ﴿الزَّانِيَة وَالزَّانِي فاجلدوا كل وَاحِد مِنْهُمَا مائَة جلدَة وَلَا تأخذكم بهما رأفة فِي دين اللّٰه إِن كُنْتُم تؤمنون بِاللَّه وَالْيَوْم الآخر وليشهد عذابهما طَائِفَة من الْمُؤمنِينَ﴾ قَالَ الْعلمَاء هَذَا عَذَاب الزَّانِيَة وَالزَّانِي فِي الدُّنْيَا إِذا كَانَا عزبين غيرمتزوجين فَإِن كَانَا متزوجين أَو قد تزوجا وَلَو مرة فِي الْعُمر فَإِنَّهُمَا يرجمان بِالْحِجَارَةِ إِلَى أَن يموتا كَذَلِك ثَبت فِي السنة عَن النَّبِي صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم==

بھی،(۲) آئندہ آپ اس سے بچیں،توبہ کریں اور نکاح میں عجلت کریں؛ تاکہ آئندہ آپ ایسے گناہوں سے بچ سکیں۔

(ب) آپ کی کمپنی کا کام اگر سود اور قمار پر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں، کمپنی کے کاروبار کی تفصیل لکھیں تو تفصیلی جواب دیا جائے گا۔

(ج) آپ کو چاہیے کہ آپ اس لڑکی سے جلد نکاح کرلیں اور اس سے پہلے ایسی کوئی حرکت نہ کریں، ایک اجنبی لڑکی کا لڑکے کو، یا لڑکے کا لڑکی کو بوسہ لینا سخت گناہ ہے،(۲) اور پچھلے گناہوں کی تلافی ،توبہ اور آئندہ ایسی حرکتوں سے اجتناب ہے۔(کتاب الفتاویٰ:۴/۴۳۲-۴۳۳)

ایک ہندو عورت کے سوالات در بارہ اسلام وجہیز وزیور دختر خود وغیرہ:

سوال: میں اہل ہنود ہوں اور عرصہ آٹھ سال سے بیوہ ہوگئی ہوں اور میں نے اپنی مذہبی رسوم کے موافق اپنی دختر بہ عمر دس سال کی شادی کردی ہے؛لیکن ابھی رخصتی ''گونا'' حسب رواج نہیں ہوا۔اب ہم دونوں کیا مسلمان ہو سکتے ہیں؟

الجواب

ہو سکتے ہیں۔(امداد الفتاویٰ جدید:۲/۳۰۴)

میاں بیوی دونوں مسلمان ہو گئے تو کیا حکم ہے:

سوال: شوہر اور بیوی پہلے ہندو تھے اور کچھ مدت کے بعد دونوں نے اسلام قبول کرلیا تو کیا دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

== فَإِن لم يسْتَوْف الْقصاص مِنْهُمَا فِي الدُّنْيَا وَمَاتَا من غير تَوْبَة فَإِنَّهُمَا يعذبان فِي النَّار بسياط من نَار كَمَا ورد أَن الزبُور مَكْتُوبًا إِن الزناة معلقون بفروجهم فِي النَّار يضْربُونَ عَلَيْهَا بسياط من حَدِيد فَإِذا اسْتَغَاثَ من الضَّرْب نادته الزَّبَانِيَة أَيْن كَانَ هَذَا الصَّوْت وَأَنت تضحك وتفرح وتمرح وَلَا تراقب الله تَعَالَى وَلَا تَسْتَحي مِنْهُ وَثَبت عَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَنه قَالَ: لَا يَزْنِي الزَّانِي حِين يَزْنِي وَهُوَ مُؤمن وَلَا يسرق السَّارِق حِين يسرق وَهُوَ مُؤمن وَلَا يشرب الْخمر حِين يشْربهَا وَهُوَ مُؤمن وَلَا ينتهب نهبة ذَات شرف يرفع النَّاس إِلَيْهِ أَبْصَارهم حِين ينتهبها وَهُوَ مُؤمن، وَقَالَ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: إِذا زنى العَبْد خرج مِنْهُ الْإِيمَان فَكَانَ كالظلة على رَأسه ثمَّ إِذا أقلع رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَان، وَقَالَ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم:من زنى أَو شرب الْخمر نزع الله مِنْهُ الْإِيمَان كَمَا يخلع الْإِنْسَان الْقَمِيص من رَأسه وَفِي الحَدِيث النَّبَوِيّ قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ثَلَاثَة لَا يكلمهم الله يَوْم الْقِيَامَة وَلَا ينظر إِلَيْهِم وَلَا يزكيهم وَلَهُم عَذَاب أَلِيم شيخ زَان وَملك كَذَّاب وعائل مستكبر.(الكبائر للذهبي:۱/ ۵۰-۵۱،دار الندوة الجديدة بيروت،انيس)

(۱) ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَاءَ سَبِيْلاً﴾ (سورة الاسراء:۳۲)

" لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخمر عشرة،عاصرها،و معتصرها والمعصورة له وحاملها، والمحمولة له،و بائعها والمبيوعة له وساقيها والمستاق له حتى عد عشرة من هذا الضرب"، عن أنس رضى الله عنه.(سنن ابن ماجة،رقم الحديث:۳۳۸۱،باب لعنة الخمر على عشرة أوجه)

(۲) "ولا يحل له أن يمس وجهها ولا كفها وإن كان يأمن الشهوة ".(الفتاوى الهندية:۵/ ۳۲۹)

الجواب

شوہر اور بیوی پہلے ہندو تھے اور انہوں نے ہندو طریقہ کے مطابق نکاح کیا تھا اور س کے بعد خدا کی توفیق سے دونوں مسلمان ہوگئے تو دوبارہ نکاح کرنا ضروری نہیں۔ اسلام لانے کے بعد بلا تجدید نکاح دونوں میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

واذا تزوج الکافر و بغیر شھود اوفی عدة کافر وذلک فی دینھم جائز ثم اسلما اقرا علیه وھذا عند أبی حنیفة. (الهداية: ۳۲٤/۱، باب نکاح أهل الشرک) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۵۳/۸)

قبولِ اسلام کے بعد نکاحِ ثانی:

سوال: ایک مسماۃ عیسائی اپنے کو یہ کہتی ہے کہ میرا شوہر تو مرگیا، اب میں مسلمان سے شادی کر کے رہنا چاہتی ہوں۔ ایسی صورت میں اس عورت کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسلام قبول کرلے، عدت گزر چکی ہو تو مسلمان سے شادی کرے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۴/۱/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۶/۱۰)

ہندو عورت اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہونے کے بعد تجدید نکاح کی ضرورت نہیں:

سوال: ایک ہندو عورت اپنے شوہر کے داخل اسلام ہونے کے ایک دن بعد کلمۂ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوئی تو کیا ان دونوں کے لیے نکاح ثانی کی ضرورت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ضرورت نہیں، جیسا کہ شامی میں ہے:

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن، ولأمة مؤمنة خیر من مشرکة ولو أعجبتکم﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

"لا یجوز تزوج المسلمة من مشرک ولا کتابی". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم السابع المحرمات بالشرک: ۲۸۲/۱، رشیدیه)/(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی عدم نکاح الکافر المسلمة: ٤٦٥/۳، دارالکتب العلمیه بیروت)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فاذا بلغن أجلهن، فلا جناح علیکم فیما فعلن فی أنفسهن بالمعروف﴾ (سورة البقرة: ۲۳٤)

"عن المسور ابن مخرمة أن سبیعة الأسلمیة نفست بعد وفاة زوجها بلیال، فجاء ت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فاستأذنته أن تنکح، فأذن لها فنکحت". (مشکاة المصابیح، کتاب النکاح، باب العدة، الفصل الأول، ص: ۲۸۸، قدیمی)

ومالم يفرق القاضی فهی زوجته حتی لومات قبل أن تسلم امرأته الكافرة وجب لها المهر أی كماله، وان لم يدخل بها لأن النكاح كان قائما ويتقرر بالموت،فتح، وإنما لم يتوارثا لمانع الكفر،انتهٰى. (۱)**فقط واللّٰه اعلم بالصواب**

کتبہ: عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۱۳۱)

نومسلم کا نکاح:

سوال: زید کا لڑکا عمر عیسائی ہے، بکر کی لڑکی فریدہ مسلمان ہے، بالغہ ہے، عمر اگر مذہب اسلام قبول کرلے تو کیا فریدہ کا نکاح عمر سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

بالکل ہوسکتا ہے؛ (۲) مگر اس کا بھی اطمینان کرلیا جائے کہ یہ قبولِ اسلام کہیں نکاح ہی کی خاطر تو نہیں، کبھی نکاح کے بعد کہیں لڑکی کا دین بھی تباہ ہوجائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۶/۲۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۰۶-۵۰۷)

عدت کے بعد نومسلمہ کا نکاح:

سوال: ایک غیر مسلم لڑکی تھی، جو شادی شدہ تھی، ایک مسلم کا اس سے تعلق ہوگیا اور لڑکی نے کچھ دنوں بعد اسلام قبول کرلیا، ایک سال سے وہ لڑکی اس مسلمان کے ساتھ رہ رہی ہے، ابھی تک انہوں نے نکاح نہیں کیا، لڑکی چاہتی ہے کہ نکاح ہوجائے۔ کیا دونوں کا نکاح درست ہوگا اور اس لڑکی کے لیے عدت بھی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اسلام قبول کرنے کے بعد سال بھر گزر چکا ہے تو اب اس کی شادی اس شخص سے درست ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۰۷)

---

(۱) ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۱۸۹/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) "ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز نكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فی عدم نكاح الكافر المسلمة: ۴٦٥/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "ولو أسلم أحدهما ثمه ... لم تبن حتی تحيض ...أو تمضی ثلاثة أشهر.... وليست بعدة... وهل تجب العدة بعد مضی هذه المدة؟ فان كانت المرأة حربية، فلا؛لأجه لا عدة علی الحربية. وابن كانت هی المسلمة فخرجت الينا فتمت الحيض هنا، فكذلک عند أبی حنيفة رحمه اللّٰه تعالیٰ، خلافا لهما؛ لأن المهاجرة لا عدة عليها عنده، خلافا لهما، كما سيأتی بدائع وهداية. وجزم الطحاوی بوجوبها. قال فی البحر: وينبغی حمله علی اختيار قولهما،الخ". (الدر المختار مع رد المحتار، باب نكاح الكافر: ۱۹۱/۳-۱۹۳، سعيد)

نومسلمہ کا نکاح:

سوال: ایک عورت غیر مسلمہ کی شادی اپنے مذہب کے اعتبار سے سات سال کی عمر میں ہوچکی تھی؛ لیکن بلوغ تک نہ شوہر کے گھر گئی، نہ اس سے کچھ تعلق پیدا کیا، اس کے بعد وہ ایک مسلمان کے گھر رہنے لگی اور مسلمان ہوکر اسی دن اس سے شادی کردی، اس کے بھائی اس کی شادی دوسری جگہ کردینا چاہتے تھے، شادی کے بعد اس کا ایک لڑکا چار سال کے بعد ہوا تو کیا قبولیتِ اسلام کے بعد کیا ہوا نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

شوہر والی عورت (مدخولہ ہو، یا غیر مدخولہ) جب دار الحرب میں اسلام قبول کرے تو تین حیض گزرنے پر اس کا نکاح فسخ ہوتا ہے، پھر اگر غیر مدخولہ ہو تو اس پر عدت واجب نہیں ہوتی؛ بلکہ نکاح فسخ ہونے کے بعد اس کا نکاح درست ہوجاتا ہے وصورت مسئولہ میں اسلام قبول کرتے ہی اس کا نکاح دوسری جگہ کردیا گیا، یہ درست نہیں ہوا، تین حیض کا انتظار لازم تھا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۸/۱۰)

نومسلمہ کا نکاح:

سوال: ہندوستان میں ایک عورت مسلمان ہوگئی اور اس کا خاوند کفر پر ہے، اس میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندوستان اگر دار الحرب ہے تو فرقت کے لیے تین حیض ضروری ہے؛ کیوں کہ اسلام عدمِ ولایت کی وجہ سے پیش نہیں کیا جاسکتا؛ مگر یہاں بعض دفعہ میں پیش کیا جاسکتا ہے، بعض دفعہ نہیں جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر دار الامن ہے تو مذکورہ صورت کا کیا حل ہے، آیا مہاجرۃ النساء کی صورت ہیہ؟ غرضیکہ جیسی تحقیق ہو، تحریر ہو؟ مولانا تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے فرقت تین حیض سے لکھی ہے۔ کیا وہ بھی صورت ہے، جو ہندوستان میں باقی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ہندوستان کے متعلق پہلے سے اختلاف چلا آتا ہے، حضرت شاہ عبد العزیز صاحب، حضرت شاہ اسماعیل صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس کو دار الحرب فرمایا ہے۔ مولانا عبد الحی صاحب اور نواب صدیق صاحب اور مولانا عبد الباری

---

(۱) "ولو أسلم أحدهما ثمه ... لم تبن حتى تحيض... أو تمضي ثلاثة أشهر... وليست بعدة... وهل تجب العدة بعد مضي هذه المدة؟ فان كانت المرأة حربية، فلا؛ لأجه لا عدة على الحربية وابن كانت هي المسلمة فخرجت الينا فتمت الحيض هنا، فكذلك عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، خلافا لهما؛ لأن المهاجرة لا عدة عليها عنده، خلافا لهما، كما سيأتي بدائع وهداية. وجزم الطحاوي بوجوبها. قال في البحر: وينبغي حمله على اختيار قولهما. الخ". (الدر المختار مع رد المحتار، باب نكاح الكافر: ۱۹۱/۳-۱۹۳، سعيد)

صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کا انکار کیا ہے۔ طرفین اہل تحقیق اس میں اور اپنے دعوے پر دلیل بھی پیش کرتے ہیں، جیسا کہ مجموعہ فتاوی(۱) اور فتاوی عزیزی میں موجود ہے، (۲) اور یہ اختلاف درحقیقت دار الحرب کے آثار اور علامات میں اکابر ائمہ کے اختلاف پر مبنی ہے۔ مبسوط، عالمگیری، شامی (۳) وغیرہ میں ان اکابر کے اقوال دار الحرب کی تعریف کے متعلق ذکر کرتے ہیں۔

اسی اختلاف کی بنا پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر فرمانا احوط ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ تین حیض کے گزرنے کے بعد ایسی عورت کا نکاح منقطع ہوگا اور پھر تین حیض اور عورت کو انتظار کرنا چاہیے، غرض چھ حیض کے بعد اس کو نکاح ثانی کی اجازت ہوگی، یہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر عدت واجب نہیں، لہٰذا صرف تین حیض گزر جانے پر نکاح ثانی درست ہوگا، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول اوسع ہے۔ ہندوستان میں بلکہ ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے محض قبولِ اسلام کی بنا پر مہاجرۃ النساء کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے؟

"(ولو أسلم أحدهما) أی أحد المجوسین أو امرأة الکتابی (ثمة): أی فی دار الحرب وملحق بها کالبحر الملح (لم تبن حتی تحیض ثلاثا) أو تمضی ثلاثة أشهر (قبل اسلام الآخر) إقامةً لشرط الفرقة قیام السبب، ولیست بعدة لدخول غیر المدخول بها".

---

(۱) مجموعۃ الفتاوی: ۱/۲۳۷، کتاب الصلوۃ، سعید

(۲) فتاوی عزیزی (فارسی): ۱/۳۰، سعید

(۳) وَالْحَاصِلُ أَنَّ عِنْدَ أَبِی حَنِیفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَی – إِنَّمَا تَصِیرُ دَارُهُمْ دَارَ الْحَرْبِ بِثَلَاثِ شَرَائِطَ: أَحَدُهَا: أَنْ تَکُونَ مُتَاخِمَةً أَرْضَ التُّرْکِ لَیْسَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ أَرْضِ الْحَرْبِ دَارٌ لِلْمُسْلِمِینَ، وَالثَّانِی: أَنْ لَا یَبْقَی فِیهَا مُسْلِمٌ آمِنٌ بِإِیمَانِهِ، وَلَا ذِمِّیٌّ آمِنٌ بِأَمَانِهِ، وَالثَّالِثُ: أَنْ یُظْهِرُوا أَحْکَامَ الشِّرْکِ فِیهَا، وَعَنْ أَبِی یُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَی إِذَا أَظْهَرُوا أَحْکَامَ الشِّرْکِ فِیهَا فَقَدْ صَارَتْ دَارُهُمْ دَارَ حَرْبٍ؛ لِأَنَّ الْبُقْعَةَ إِنَّمَا تُنْسَبُ إِلَیْنَا أَوْ إِلَیْهِمْ بِاعْتِبَارِ الْقُوَّةِ وَالْغَلَبَةِ، فَکُلُّ مَوْضِعٍ ظَهَرَ فِیهِ حُکْمُ الشِّرْکِ فَالْقُوَّةُ فِی ذَلِکَ الْمَوْضِعِ لِلْمُشْرِکِینَ فَکَانَتْ دَارَ حَرْبٍ، وَکُلُّ مَوْضِعٍ کَانَ الظَّاهِرُ فِیهِ حُکْمُ الْإِسْلَامِ فَالْقُوَّةُ فِیهِ لِلْمُسْلِمِینَ، وَلَکِنْ أَبُو حَنِیفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَی – یَعْتَبِرُ تَمَامَ الْقَهْرِ وَالْقُوَّةِ؛ لِأَنَّ هَذِهِ الْبَلْدَةَ کَانَتْ مِنْ دَارِ الْإِسْلَامِ مُحْرَزَةً لِلْمُسْلِمِینَ فَلَا یَبْطُلُ ذَلِکَ الْإِحْرَازُ إِلَّا بِتَمَامِ الْقَهْرِ مِنْ الْمُشْرِکِینَ، وَذَلِکَ بِاسْتِجْمَاعِ الشَّرَائِطِ الثَّلَاثِ. (مبسوط السرخسی، باب المرتدین: ۱۰/۹۳، مکتبه حبیبیه کوئٹه)

الفتاوی العالمکیریة، کتاب السیر، مطلب فیما تصیر به دار الحرب دار اسلام وعکسه: ۲/۲۳۲، رشیدیه)

رد المحتار علی الدر المختار، باب المستأمن، مطلب فیما تصیر به دار الاسلام دار حرب وبالعکس: ۴/۱۷۴، سعید

لَا خِلَافَ بَیْنَ أَصْحَابِنَا فِی أَنَّ دَارَ الْکُفْرِ تَصِیرُ دَارَ إِسْلَامٍ بِظُهُورِ أَحْکَامِ الْإِسْلَامِ فِیهَا وَاخْتَلَفُوا فِی دَارِ الْإِسْلَامِ، إِنَّهَا بِمَاذَا تَصِیرُ دَارَ الْکُفْرِ؟ قَالَ أَبُو حَنِیفَةَ: إِنَّهَا لَا تَصِیرُ دَارَ الْکُفْرِ إِلَّا بِثَلَاثِ شَرَائِطَ، أَحَدُهَا: ظُهُورُ أَحْکَامِ الْکُفْرِ فِیهَا وَالثَّانِی: أَنْ تَکُونَ مُتَاخِمَةً لِدَارِ الْکُفْرِ وَالثَّالِثُ: أَنْ لَا یَبْقَی فِیهَا مُسْلِمٌ وَلَا ذِمِّیٌّ آمِنًا بِالْأَمَانِ الْأَوَّلِ، وَهُوَ أَمَانُ الْمُسْلِمِینَ، وَقَالَ أَبُو یُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ – رَحِمَهُمَا اللَّهُ: إِنَّهَا تَصِیرُ دَارَ الْکُفْرِ بِظُهُورِ أَحْکَامِ الْکُفْرِ فِیهَا. (بدائع الصنائع، فصل فی بیان معنی الدارین دار الإسلام ودار الکفر: ۷/۱۳۰، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس

قال الشامی: "(قوله: و لیست بعدة) :أی لیست هذه المدة عدة؛ لأن غیر المدخول بها داخلة تحت هذا الحکم، ولو کانت عدة، لاختص ذلک بالمدخول بها و هل تجب العدة بعد مضی هذه المدة ؟ فان کانت المرأ ة حربیة، فلا ؛ لأنه لاعدة علی الحربیة، وإن کانت هی المسلمة فخرجت إلینا، فتمت الحیض هنا، فکذلک عند أبی حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ،خلافا لهما؛لأن المهاجرة لاعدة علیها عنده، خلافا لهما، کما سیأتی،الخ". (رد المحتار: ۳۹۱/۲، مطبوعه نعمانیه)(۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۲/۷/۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۸/رجب ۱۳۶۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۸/۱۰-۵۱۰)

کیا نومسلمہ کو چھ مرتبہ حیض کے بعد نکاح کی اجازت ہے:

سوال: ایک عورت جو غیر مسلمہ اور شادی شدہ ہے اور اس عورت کے غیر مسلم شوہر سے اولاد بھی ہے؛ لیکن ایک مسلمان اس عورت کے ساتھ اور عورت بھی اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ عورت کا کہنا ہے کہ نہ ہندو ہوں، نہ مسلم؛ مگر ٹیکا لگاتی ہے؛ یعنی اس میں شرک کی آمیزش ہے اور اس مسلمان نالائق نے بھی جمعہ تک کی نماز چھوڑ دی، اس نے اس غیر مسلمہ کے خاوند کو طلاق پر آمادہ بھی نہ کیا، نہ وہ مسلمان ہوئی، نہ یہ پورا مرتد ہوا۔ غرض دونوں کو شرعاً کس طریقہ سے الگ کرنا، یا ملانا چاہیے؟

الجواب ______________ حامداً و مصلیاً

اگر دونوں ملے ہوئے ہیں تو ان کو فوراً الگ الگ کرا دیا جائے۔ (۲)

اور عورت اسلام قبول کرلے، ٹیکہ وغیرہ مشرکانہ چیزیں چھوڑ دے۔ (۳) جب اسے چھ مرتبہ ماہواری آجائے تو اس

---

(۱) ردالمحتار مع الدرالمختار ،باب نکاح الکافر ،مطلب: الصبی والمجنون لیسا بأهل لایقاع الطلاق: ۱۹۱/۳-۱۹۲، سعید

(۲) "قال النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "من رأی منکم منکرا، فلیغیر بیده". (الحدیث)(مشکاة المصابیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۴۳۶/۲، قدیمی)(عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ-وَهَذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ- قَالَ: أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ الصَّلَاةِ مَرْوَانُ .فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَقَالَ: قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ.(صحیح لمسلم،باب بیان کون النهی عن المنکر من المعروف،رقم الحدیث: ۴۹،مسند الإمام أحمد،رقم الحدیث: ۱۱۴۶۰، صحیح ابن حبان،رقم الحدیث: ۳۰۷،الإیمان لابن مندة،رقم الحدی ۱۸۱،انیس

(۳) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

"ومنها: ألا تکون المرأة مشرکة اذا کان الرجل مسلما، فلا یجوز للمسلم أن ینکح المشرکة". (بدائع الصنائع، فصل فی نکاح المشرکة: ۴۵۸/۳، دار الکتب العلمیه بیروت)

مسلمان سے اس کا نکاح کر دیا جائے، (۱) اس وقت تک عورت کسی دوسری عافیت کی جگہ رہے، کلمہ اور نماز وغیرہ آہستہ آہستہ سیکھتی رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۱۳۹۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۲۱)

فاسق کا نکاح درست ہے:

سوال: جو بڑے مرد، یا بچے سونے چاندی اور ریشم کا استعمال کرتے ہوں اور داڑھی کترواتے ہوں اور مونچھیں بڑھاتے ہوں اور گناہ معلوم ہونے پر توبہ نہ کریں، ایسے لوگوں کا نکاح صحیح رہ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے لوگ فاسق و گناہگار ہیں، ان کو کافر نہ کہا جائے اور نکاح ان کا صحیح ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۱۳)

جو مرد اور عورت کبھی نماز نہیں پڑھتے، ان کا نکاح:

سوال: لڑکا اور لڑکی دونوں کلمہ تو جانتے ہیں؛ مگر کبھی نماز نہیں پڑھتے تو کیا ان دونوں کا نکاح درست ہے؟

---

(۱) تین ماہواریوں کے بعد اس کا سابق نکاح ختم ہو جائے گا۔

"لو أسلم أحدهما ثمة، لم تبن حتى تحيض ثلاثا قبل إسلام الآخر". (الدر المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصبى والمجنون ليسا بأهل لايقاع الطلاق: ۳/۱۹۱، سعيد)(وكذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳/۳۷۰، رشيديه) /(وكذا فى فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشكر: ۳/۴۲۱-۴۳، مصطفى البابى الحلبى مصر)

اور باقی تین ماہواریاں اختتام نکاح کی عدت ہیں۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿والمطلقٰت يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

(۲) حلق الشارب بدعة وقيل سنة ولاباس بنتف الشيب وأخذ أطراف اللحية والسنة فيهاالقبضة،الخ، ولهذا قال يحرم على الرجل قطع لحيته. (الدر المختار على هامش ردالمحتار كتاب الخطروالاباحة: ۵/۳۵۹، ظفير)

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ قَالَ زَكَرِيَّا: قَالَ مُصْعَبٌ: وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ زَادَ قُتَيْبَةُ، قَالَ وَكِيعٌ: انْتِقَاصُ الْمَاءِ: يَعْنِى الِاسْتِنْجَاءَ. (صحيح لمسلم، باب خصال الفطرة، رقم الحديث: ۲۶۱، سنن ابن ماجة، رقم الحديث: ۲۹۳، سنن أبى داؤد، رقم الحديث: ۵۳، سنن الترمذى، رقم الحديث: ۲۷۵۷، سنن النسائى، رقم الحديث: ۵۰۴۰، صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث: ۸۸، معجم ابن عساكر، رقم الحديث: ۷۸۴، انيس)

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ رضى اللّٰه عنه قَالَ: خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: تَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَالْاِخْتِتَانُ. (موطأ الإمام مالك، رواية أبى مصعب الزهرى، باب فى السنة: الفطرة، رقم الحديث: ۱۹۲۷، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نکاح تو صحیح ہوگا، (۱) مگر ترکِ فرض کا گناہ کچھ ہلکا گناہ نہیں، اس کا اہتمام بہت ضروری ہے، نماز ترک کرنا معمولی گناہ نہیں ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۶/۱۰)

اقرارِ زوجیت کا حکم:

سوال: اگر زید نے اقرار کیا کہ ہندہ میری منکوحہ اور زوجہ ہے تو یہ اقرار ثبوت زوجیت کے لیے معتبر ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

معتبر ہوگا۔

---

(۱) ”وأما ركن النكاح فهو الايجاب والقبول، وذلک بألفاظ مخصوصة،الخ“.(بدائع النصائع، فصل في ركن النكاح:۳۱۷/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ”من ترک صلاة، لقى الله وهو عليه عضبان“. (فيض القدير، رقم الحديث: ۸۵۸۵، الرياض) (عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ وَقَعَ فِي عَيْنِهِ الْمَاءُ، فَقِيلَ لَهُ نَنْزِعُ الْمَاءَ مِنْ عَيْنِكَ عَلَى أَنَّكَ لَا تُصَلِّي سَبْعَةَ أَيَّامٍ، فَقَالَ: لَا، إِنَّهُ مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ وَهُوَ يَقْدِرُ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ.(مسند ابن الجعد،رقم الحديث: ۲۳۳۶،انيس)

”من ترک الصلاة متعمدا، فقد كفر جهارا“. (فيض القيدر: ۵۷۳۷/۱۱-۵۷۳۸، رقم الحديث: ۸۵۸۷، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)(عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَارًا.(المعجم الأوسط،رقم الحديث:۳۳۴۸،انيس)

”ويكفر جاهدها لثبوتها بدليل قطعي، وتاركها عمدا مجانة: أي تكاسلا فاسق، الخ“. (الدرالمختار، كتاب الصلاة:۳۵۲/۱، سعيد)

(الْكَبِيرَةُ السَّادِسَةُ وَالسَّبْعُونَ: تَعَمُّدُ تَرْكِ الصَّلَاةِ) قَالَ تَعَالَى مُخْبِرًا عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ﴾(المدثر:۴۲)

﴿قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ﴾(المدثر:۴۳)

﴿وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ﴾(المدثر:۴۴)

﴿وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ﴾(المدثر:۴۵)

وَأَخْرَجَ أَحْمَدُ:بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.وَمُسْلِمٌ:بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ أَوْ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.وَأَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيُّ:لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ إِلَّا تَرْكُ الصَّلَاةِ.وَالتِّرْمِذِيُّ:بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.وَابْنُ مَاجَهْ:بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.وَصَحَّ كَمَا قَالَهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ،قَالَ الْحَاكِمُ: وَلَا يُعْرَفُ لَهُ عِلَّةٌ:الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ.وَالطَّبَرَانِيُّ بِإِسْنَادٍ لَا بَأْسَ بِهِ:مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَارًا.وَفِي رِوَايَةٍ:بَيْنَ الْعَبْدِ وَالْكُفْرِ أَوْ الشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ، فَإِذَا تَرَكَ الصَّلَاةَ فَقَدْ كَفَرَ.وَفِي أُخْرَى:لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَالشِّرْكِ إِلَّا تَرْكُ الصَّلَاةِ، فَإِذَا تَرَكَهَا فَقَدْ أَشْرَكَ،الخ.(الكبائر للذهبي: ۲۱۷/۱،دارالفكر بيروت،انيس)

ہدایہ میں ہے:

ویجوزإقرارالرجل بالوالدین والولد والزوجة والمولٰی لأنه أقر بما یلزمه ولیس فیه تحمیل النسب علی الغیر ،إنتهٰی. (۱)(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۴۴)☆

(۱) الهدایة،فصل:ومن أقر بغلام یولد مثله لمثله،الخ:۱۸۸/۳،دارإحیاء التراث العربی بیروت لبنان،انیس

(ویجوز إقرار الرجل بالوالدین والولد والزوجة والمولی)، لأنه إقرار بما یلزمه، ولیس فیه تحمیل النسب علی الغیر (ویقبل إقرار المرأة بالوالدین والزوج والمولی) لما بینا (ولا یقبل) إقرارها إذا کانت ذات زوجٍ أو معتدة منه (بالولد) لأن فیه تحمیل النسب علی الغیر وهو الزوج؛ لأن النسب منه (إلا أن یصدقها الزوج) لأن الحق له (أو تشهد بولادتها) امرأة (قابلة)أو غیرها،لأن قول المرأة الواحدة فی الولادة مقبول،قال الأقطع:فتثبت الولادة بشهادتها، ویلتحق النسب بالفراش،آه.(اللباب فی شرح الکتاب،کتاب الإقرار:۸۶/۲،المکتبة العلمیة بیروت،انیس)

(وَصَحَّ إِقْرَارُ الرَّجُلِ بِالْوَالِدَیْنِ وَالْوَلَدِ) بِالشُّرُوطِ الْمُتَقَدِّمَةِ فِی الِابْنِ، لِأَنَّهُ إقْرَارٌ عَلَی نَفْسِهِ وَلَیْسَ فِیهِ حَمْلُ النَّسَبِ عَلَی الْغَیْرِ (وَالزَّوْجَةِ) أَیْ صَحَّ إقْرَارُهُ بِالزَّوْجَةِ بِشَرْطِ خُلُوِّهَا عَنْ زَوْجٍ، وَعِدَّتِهِ، وَبِشَرْطِ أَنْ لَا یَکُونَ تَحْتَ الْمُقِرِّ أُخْتُهَا وَلَا أَرْبَعٌ سِوَاهَا (وَالْمَوْلَی) أَیْ صَحَّ إقْرَارُهُ بِالْمَوْلَی مِنْ جِهَةِ الْعَتَاقَةِ إنْ لَمْ یَکُنْ وَلَاؤُهُ ثَابِتًا مِنْ جِهَةِ غَیْرِ الْمُقِرِّ (وَشُرِطَ تَصْدِیقُ هَؤُلَاءِ) لِأَنَّ إقْرَارَ غَیْرِهِمْ لَا یَلْزَمُهُمْ لِأَنَّ کُلًّا مِنْهُمْ فِی یَدِ نَفْسِهِ لَا إذَا کَانَ الْمُقَرُّ لَهُ صَغِیرًا فِی یَدِ الْمُقِرِّ وَهُوَ لَا یُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهِ أَوْ عَبْدًا لَهُ فَثَبَتَ نَسَبُهُ بِمُجَرَّدِ الْإِقْرَارِ وَلَوْ کَانَ عَبْدًا لِغَیْرِهِ یُشْتَرَطُ تَصْدِیقُ مَوْلَاهُ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ.(مجمع الأنهر،باب إقرارالمریض:۳۰۵/۲،دار إحیاء التراث العربی بیروت،انیس)

☆ نکاح کا بیان:

مسئلہ: نکاح بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، دین اور دنیا دونوں کے کام اس سے درست ہوجاتے ہیں، آدمی گناہ سے بچتا ہے، دل ٹھکانے ہوجاتا ہے، نیت خراب اور ڈانوا ڈول نہیں ہونے پاتی۔

مسئلہ: نکاح فقط دو لفظوں سے بندھ جاتا ہے، جیسے کسی نے گواہوں کے روبرو کہا: میں نے اپنی لڑکی قدسیہ کا نکاح تمہارے ساتھ کیا، اس نے کہا میں نے قبول کیا، بس نکاح بندھ گیا اور دونوں میاں بیوی ہوگئے۔

مسئلہ: کسی نے کہا اپنی فلاں لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کردو، اس نے کہا: میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کردیا تو نکاح ہوگیا، چاہے پھر وہ یوں کہے کہ میں نے قبول کیا، یا نہ کہے، بہرحال نکاح ہوگیا۔

مسئلہ: اگر خود عورت وہاں موجود ہو اور اشارہ کرکے یوں کہہ دیا کہ میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کردیا، وہ کہے کہ میں نے قبول کیا، تب بھی نکاح ہوگیا، نام لینے کی ضرورت نہیں اور اگر وہ خود موجود نہ ہو تو اس کا بھی نام لے اور اس کے باپ کا نام بھی اتنے زور سے لے کہ گواہ سن لیں۔

مسئلہ: نکاح ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ کم از کم دو مردوں، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے کیا جائے اور وہ لوگ اپنے کانوں سے نکاح ہونے اور ایجاب وقبول کے دونوں لفظ کہتے (ہوئے) سنیں، تب نکاح ہوگا، نیز وہ مرد عورتیں مسلمان ہوں اور بالغ بھی ہوں۔

مسئلہ: اگر کوئی مرد نہ ہو صرف عورتیں ہی عورتیں ہیں، تب بھی نکاح درست نہیں ہے، چاہے دس بارہ کیوں نہ ہوں، دو عورتوں کے ساتھ ایک مرد ہونا چاہیے۔ ==

اقرار زوجیت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ بارہ سال کا ہوتا کہ ایک مرد اور عورت سے تعلق بلا عقد نکاح ہوکر ایک لڑکا تولد ہوا اور چند روز بعد عورت لڑکے کو لے کر دوسرے ملک میں جا کر رہنے لگی گئی، برس بعد مرد بھی اس ملک میں گیا، عورت مرد کے پاس خود آئی اور مرد کو اپنے مکان پر لے گئی اور آدمیوں سے کہا کہ ہمارا خصم آیا ہے اور مرد نے بھی آدمیوں سے کہا کہ ہماری جورو ہے، دوسرے ملک میں تین سال گزرے دونوں کو رہتے ہوئے اور جب کہ مرد عورت کو جورو تسلیم کرتا ہے ہر آدمی کے سامنے اور عورت خصم قبول کرتی ہے، ہر آدمی کے سامنے اہل محلّہ مرد کو خصم اور عورت کو بی بی کہتے ہیں اور جانتے ہیں اور مرد وعورت اہل محلّہ کے اس کہنے کو قبول کرتے ہیں تو ایسی حالت میں دونوں کا کیا حکم ہے، بموجب دستور زمانہ نکاح کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ عورت کا وارث ابتدا سے نہیں ہے۔ ازروئے شرع محمدی کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس میں کئی قول ہیں اور قاضی خان نے اس تفصیل کو پسند کیا ہے۔

"إن أقرّا بعقد ماض ولم يكن بينهما عقد، لا يكون نكاحاً، وان أقر الرجل أنه زوجها وهى أنها زوجته يكون نكاحاً، ويتضمن إقرارهما الانشاء،الخ. (كذا فى ردالمحتارعن الفتح: ٤٣٥/٢)(١)

اس بنا پر مرد وعورت کے ان قولوں سے نکاح نہیں ہوا۔

لأن قول المرأة يتضمن الاقرار بعقد ماض لأن معناه: أن الرجل الذى هو زوجى قبل المجيء قد جاء.

ان کو اب نکاح با قاعدہ کر لینا چاہیے۔ (امداد الفتاویٰ: ۲۳۵/۲)

== مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ بڑے مجمع میں نکاح کیا جائے، جیسے نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد میں یا اور کہیں تا کہ نکاح کی خوب شہرت ہوجائے اور چھپ چھپا کے نکاح نہ کرے؛ لیکن اگر کوئی ایسی ضرورت پڑگئی کہ بہت سے آدمی جمع نہ ہوسکیں تو خیر کم سے کم دو مرد یا ایک عورت، دو عورتیں ضرور موجود ہون جو اپنے کانوں سے نکاح ہوتے سنیں۔

مسئلہ: اگر مرد بھی جوان ہے اور عورت بھی جوان ہے تو وہ دونوں اپنا نکاح خود کر سکتے ہیں، دو گواہوں کے سامنے ایک کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح ترے ساتھ کیا دوسرا کہے میں نے قبول کیا بس نکاح ہوگیا۔

مسئلہ: اگر کسی نے اپنا نکاح خود نہیں کیا بلکہ کسی سے کہہ دیا کہ تم میرا نکاح کسی سے کردو، یا یوں کہا کہ میرا نکاح فلاں سے کردو اور اس نے دو گواہوں کے سامنے کر دیا، تب بھی نکاح ہوگیا، اب اگر وہ انکار ے تب بھی کچھ نہیں ہوسکتا۔ (ماخوذ از: دین کی باتیں، مؤلفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ)

(١) ردالمحتار، كتاب النكاح: ١٣/٣، دارالفكر بيروت، انيس

انعقادِ نکاح کے لیے نکاح کا اقرار کافی نہیں اور بعض الفاظِ نکاح:

سوال: ہندہ اور زید کے درمیان تین چار سال سے محبت کا خط خطوط تھا اور ہندہ نے بعض خطوں میں یہ لکھا تھا کہ ''میں آپ ہی کو خاوند بناؤں گی'' اور بعض میں یہ کہ'' آپ کو شوہر بنانا چاہتی ہوں'' اور اکثر خطوں میں اس نے زید کو خاوند سے تعبیر کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ اظہار بھی کیا ہے کہ'' آپ اور میرے درمیان نکاح منعقد ہو چکا ہے'' کیوں کہ اس کو معلوم تھا کہ جو خطوط اس نے زید کے پاس بھیجے تھے، ان کو زید نے دو تین بالغ آدمیوں کو سامنے پڑھ کر اس کو تین بار آدمیوں کے سامنے قبول کر لیا ہے، یہ کہہ کر کہ''میں اس کو اپنی زوجیت میں قبول کرتا ہوں''۔

اب ہندہ کے باپ نے ان تمام باتوں کا علم ہو جانے اور ہندہ کے بہت سے خطوط ہاتھ لگ جانے کے باوجود بھی اس کو دوسری جگہ شادی میں دے دیا اور اس نے بھی خواہ اپنے والدین کے خوف سے، یا دنیوی طمع کی خاطر اپنے نکاح کی اذن دے دی۔ اب صورتِ اُولیٰ میں مذہب حنفی کے مطابق نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟ بر تقدیر اول نکاحِ ثانی کا کیا حکم ہے؟ اور اس جرم کا مرتکب کون؟ اور اس کی کیا سزا؟ مع الادلۃ الشریفۃ بینوا توجروا۔

(شہر میرٹھ مدرسہ السامیہ اندرکوٹ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

الفاظ بالا: ''میں آپ ہی کو خاوند بناؤں گی، آپ کو شوہر بنانا چاہتی ہوں، آپ اور میرے درمیان نکاح منعقد ہو چکا ہے'' نکاح کے لیے ایجاب نہیں۔ پہلے اور دوسرے الفاظ سے خواہش ظاہر کی ہے۔ تیسرے الفاظ سے اقرار کیا ہے، جو کذب ہے، انشائے عقد کے لیے کوئی لفظ نہیں، نیز خاوند سے تعبیر کرنا بھی ایجاب کے لیے کافی نہیں۔

اگر ہندہ نے یہ ہی الفاظ لکھے ہیں اور زید نے انہی کو گواہوں کے سامنے پڑھ کر قبول کیا ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوا، والدین نے جو ہندہ کی اجازت سے اس کا نکاح کیا ہے، وہ صحیح اور معتبر ہے؛ لیکن اگر ہندہ نے کچھ ایسے الفاظ بھی لکھے ہیں، جو ایجاب کے لیے کافی ہیں اور زید نے ان کو سنا کر گواہوں کے سامنے قبول کیا ہے تو وہ صحیح اور معتبر ہے اور والدین کا کیا ہوا نکاح معتبر نہیں۔ (والبسط فی ردالمحتار: ۲/۹ ۰ ۴)(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۷/۱۳۵۸ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲/شعبان ۱۳۵۸ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۳/شعبان ۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۶۷-۲۶۸)

---

(۱) (قوله: فتح) فانه قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب.

وصورة: أن يكتب اليها يخطبها، فاذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم، وقالت: زوجت نفسي منه، أو تقول: ان فلانا كتب يخطبني فاشهدو أني زوجت نفسي منه. أما لو لم تقل بحضرتهم سوى: زوجت نفسي من فلان، لاينعقد؛ لأجن سماع الشطرين شرط صحة النكاح، وباسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين، بخلاف ما اذا نفيا. (رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بارسال كتاب: ۱۲/۳، سعيد) ==

حمائل پر ہاتھ رکھ کر اقرار سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: میرا نام زہرہ خاتون ہے، والد کا نام نذیر محمد خان ہے، ساہوا گاؤں ضلع چورو کی رہنے والی ہوں، میری ایک بڑی بہن مقصودہ بانو ہے، جو میری ہی طرح طلاق کے بعد تعلیم حاصل کر کے رتن گڑھ میں ملازم ہے۔ ہم دونوں بہنوں کی شادی ایک ساتھ ہوئی تھی اور ۱۴، ۱۵ سال کی عمر میں ہوئی تھی، ہم دونوں سسرال پہونچ گئی، دونوں آٹھویں اور دسویں پاس تھیں۔ ہم لوگ گاؤں اور پچھڑے ہوئے قصبے میں پلے ہیں، نہ ہم میں اسلامی شعور تھا اور نہ ہم مذہب کی الف ب سے واقف تھے، صرف کلمہ طیبہ آتا تھا، حلال وحرام، نکاح وطلاق کی اہمیت، یا فرق سے ذرا بھی واقف نہیں تھے، والدین نے بہت ناز سے پیار سے پالا تھا، والد سرکاری کمپاؤنڈر تھے، ریٹائرڈ ہونے کے بعد پریکٹس کر رہے ہیں۔

غرض یہ کہ سسرال سے میری والدہ کنیز فاطمہ کا قریبی رشتہ تھا، لہٰذا گھر کی ایک دو عورتوں نے خاصا پیار دیا؛ مگر میرا شوہر دو چار دن بعد سے ہی جھگڑے اور گالیاں پر آمادہ تھا، اس کا کہنا تھا کہ وہ مجھ سے شادی کرنا نہیں چاہتا تھا اور اب وہ میری صورت بھی دیکھنا نہیں چاہتا، وہ سامنے رہنے والی ایک لڑکی سے محبت کرتا تھا اور اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ بعد میں (میں) گھر آ گئی، والدین نے میرے شوہر اور سسرال والوں کو بہت نوازا، بہت سمجھایا؛ مگر جو جھگڑے، گالی گلوچ، مار پیٹ شروع ہو چکی تھی، وہ کم نہ ہو سکی؛ بلکہ اضافہ ہی ہوتا رہا۔

میرے ہی کمرے میں میرا شوہر محمد شفیع اپنی محبوبہ سے سبھی کچھ کرتا رہا، میرا خاموش رہنا ضروری تھا، میں خاموش پھر بھی گالیاں کھاتی اور پٹتی رہیں: ''طلاق دے دوں گا، طلاق دے کر ہی رہوں گا تُو تو تیرے باپ کے گھر ہی اچھی لگتی ہے''۔

مجھے گھر روانہ کر دیا گیا اور والدین نے فٹ بال کی طرح ٹھوکر مار کر سسرال واپس کر دیا، میرے شوہر نے پھر جھگڑا کیا کہ ''تو طلاق کے قابل ہے، میں تجھے دے دوں گا اور سفید چادر اوڑھا کر گھر سے ذلیل کر کے نکالوں گا''۔

ایک روز بہت جھگڑا ہوا، جب میں مقابلہ میں تھک گئی تو دو تین عورتوں نے بیچ بچاؤں کیا تو اور غضب ہو گیا: ''نکال دو اس رانڈ کو، میں نے اسے طلاق دی، اسے دھکے دے کر نکالو''۔

میں والدین کے ہاں بھجوادی گئی، والدین سے سارا ماجرا سن کر نرس کی ٹریننگ میں ڈال دیا۔ اب میں ہوسٹل میں ٹریننگ کرنے لگی اور اپنے کو طلاق شدہ سمجھنے لگی۔

== ولا بكتابة حاضر بل غائب، بشرط اعلام الشهود، بما في الكتاب، وما لم يكن بلفظ الأمر، فيتولى الطرفين، فتح، ولا بالاقرار على المختار، خلاصة، كقوله: هي امرأتي؛ لأن الاقرار اظهار لما هو ثابت وليس بانشاء''. (الدر المختار)

(قوله: المراد هنا أن الاقرار لا يكون من صيغ العقد، الخ. (رد المحتار، مطلب: التزوج بارسال كتاب: ۱۲/۳-۱۳، سعيد)

''وفي الفتاوى: رجل وامرأة بالنكاح بين يدي الشهود، وقالا بالفارسية: ''ما زن وشوئيم'' لا ينعقد النكاح بينهما، هو المختار''. (خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح: ۴/۲، مكتبة امجد اكادمی لاهور)

میرے والد کے بھائی جناب نور محمد خان کی سالی کے لڑکے جن کا نام واجد حسین خان ہے، یہ جے پور میں رہتے ہیں، ان کی خالہ نور محمد خان کی اہلیہ نے میری شادی سے پہلے ان کے پیغام میرے نام اشارۃً بھجوائے تھے، چوں کہ میری شادی میری والدہ کی رشتہ دری میں ہونا طے ہوگئی تھی؛ اس لیے خاموشی اختیار کی گئی۔ غرضیکہ واجد حسین خان مجھ سے ملنے ہوسٹل آتے رہتے تھے اور گھنٹوں باتیں ہوتی رہتی تھیں، اخلاقی طور پر ہم ایک دوسرے کے بہت قریب تھے، ان کے گھر بھی آنا جانا تھا، میری ٹریننگ بھی ختم ہوچکی تھی۔

ایک دن واجد صاحب مجھے گھر لے گئے، دنیاداری کی باتیں ہوتی رہیں، مجھے رات میں واجد صاحب کے گھر میں قیام کرنا پڑا، اس رات ہم دونوں میں یہ بھی طے ہوگیا کہ ہم ایک دوسرے سے شادی کرلیں گے ''ہم دونوں نے ہی حمائل شریف پر ہاتھ رکھ کر عہد کیا کہ ہم دونوں شادی کرلیں گے''۔

اور اسی رات ہم ایک دوسرے میں ضم ہوگئے، میرے بطن سے واجد حسین صاحب کا نطفہ قرار پایا اور ایک دو دن انہیں کے گھر رہ کر اپنے گاؤں چلی آئی۔

مجھے سروس کرنا تھی، میری سسرال کے کچھ معتبر لوگ میرے گھر آئے اور والدین سے کہا کہ لڑکا کہتا ہے کہ ''میں نے طلاق نہیں دی، لڑکی کو بھیج دو''، لہٰذا مجھے سسرال بھیج دیا گیا، وہاں جاکر میں نے اپنے کو ہر طرح محفوظ رکھا اور اس جال سے باہر نکلنے کی کوشش کی۔ میرا شوہر جو مجھے طلاق دے چکا تھا، اب وہ یہ چاہتا تھا کہ وہ شادی اس لڑکی سے کرے اور نوکری مجھ سے کرائے اور خدمت بھی میں کروں؛ لیکن وہ جھگڑے بھی برابر کرتا رہا اور آنگن میں بیٹھ کر کہتا ہے: ''جانِ من نوکری کرو نوکری، طلاق دے چکا تو کیا ہوا، تجھے اس گھر سے جانا ہے''۔ میری زبان تو کھل ہی چکی تھی، لہٰذا ایک سوال کے چار جواب دیتی اور پٹتی، چناں چہ ایک دن بہت بڑا ہنگامہ ہوا، اگر چند عورتیں نہ بچ بچاؤ کرتیں تو شاید مار ہی ڈالتا۔ جھگڑے اور طلاق کی اطلاع میرے والدین کو پہونچی تو میرے بڑے بھائی محمد بشیر مجھے لینے آئے، پھر جھگڑا ہوا، میرے شوہر نے کہا کہ طلاق دے دی تو کیا ہوا، میں اس بدمعاش رانڈ کو نہیں بھیجوں گا۔

غرضیکہ میں اپنے بڑے بھائی صاحب کے ساتھ والدین کے گھر آگئی، میرا رجحان تعلیم کی طرف ہوگیا۔ میں نے واجد صاحب کے نطفے سے ایک لڑکے کو جنم دیا، جو اس وقت گیارہ سال کا ہے۔ میں واجد حسین خان صاحب کو اپنا شوہر ۱۹۷۴ء سے تسلیم کرتی ہوں، اس طرح وہ بھی مجھے اپنی بیوی تسلیم کرتے ہیں، ''ہم دونوں نے حمائل شریف پر ہاتھ رکھ کر ایک دوسرے کو زن وشوہر تسلیم کیا ہے؛ لیکن نکاح کے دو بول نہیں پڑھے، یا سنے''۔

۱۹۷۵ء میں میں نے لڑکے کو جنم دیا، اردو پڑھی، عربی پڑھی اور دینیات سے واقفیت حاصل کی، ان دونوں میں جے پور میں ڈاکٹری تعلیم حاصل کررہی ہوں، بچہ میرے پاس رہتا ہے۔ اردو، دینیات اور انگلش کی تعلیم حاصل کررہا ہے۔ واجد ایک عدد بیوی کے شوہر اور ایک بچی کے باپ ہوچکے ہیں۔ اب وہ مجھے اور بچے کو نوازنا چاہتے ہیں، وہ

کثیر تعداد کو روشناس کرا چکے ہیں کہ میں ۱۹۷۴ء سے ان کی بیوی ہوں اور یہ بچہ جن کا نام انہوں نے خود ہی رکھا تھا؛ یعنی آصف کے وہ والد ہیں، یا آصف ان کا بیٹا ہے۔

لہٰذا کیا واجد حسین خان صاحب سے میرا نکاح ہو چکا ہے، یا مجھے نکاح پڑھنا ہوگا؟ اگر نکاح پڑھنا ہوگا تو بچہ کی ہیئت کیا رہے گی؟ یہ بچہ تو انہیں کے نطفے سے ہے؟ مجھے میرے پہلے شوہر سے طلاق ہوئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر پہلے شوہر کی طلاق دینے کے گواہ موجود ہیں، (۱) یا خود شوہر کو طلاق کا اقرار ہے اور اس اقرار کے گواہ ہیں تو طلاق ہوگئی۔ (۲) وقتِ طلاق سے تین مرتبہ ماہواری آنے پر عدت ختم ہوگئی اور دوسرے نکاح کا آپ کو حق ہوگیا؛ (۳) لیکن حمائل شریف ہاتھ میں رکھ کر دونوں کا عہد کرلینا کافی نہیں؛ بلکہ گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول لازم ہے، بغیر اس کے نکاح نہیں ہوتا۔ (۴) واجد حسین خان صاحب کے ساتھ جو تعلق ہوا وہ زنا کاری ہے اور زنا سے بچہ پیدا ہوا، اس کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوگا۔ (۵) گزشتہ زندگی سے تائب ہو کر واجد حسین صاحب سے نکاح کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۶۹-۶۷۳)

---

(۱) "والشرط فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين سواء كان الحق مالا أو غير مال كالنكاح والطلاق والعتاق والوكالة والوصاية ونحو ذلك مما ليس بمال، كذا في التبيين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشهادات، الباب الأول: ۳/۴۵۱، رشيديه)

(۲) "أن من أقر بطلاق سابق، يكون ذلك ايقاعا منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالك للايقاع غير مالك للاستناد". (مبسوط السرخسي: ۴/۱۰۹، مكتبه حبيبيه كوئٹه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقت يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث عشر في العدة: ۱/۵۲۶، رشيديه)

"وتحل للأزواج بمجرد انقطاع العدة؛ لأن انقضائها بانقضاء الحيضه الثالثة، وقد انقضت بيقين". (بدائع الصنائع، فصل في شرائط جواز الرحمة: ۴/۳۹۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) "ولا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين، أو رجل وامرأتين". (الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۶، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۵) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان عتبة بن أبي وقاص عهد الىٰ أخيه سعد بن أبي وقاص أن ابن وليدة زمعة مني ... فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هولک يا عبد بن زمعة! الولد للفراش وللعاهر الحجر". (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول: ۲/۲۸۷، قديمي)

"قال أصحابنا: لثبوت النسب ثلاث مراتب: الأول: النكاح الصحيح، وما هو في معنا ه من النكاح الفاسد، والحكم فيه أنه يثبت النسب من غير دعوة، ولا ينتفي بمجرد النفي، وانما ينتفي باللعان، فان كانا ممن لا لعان بينهما، لا ينتفي نسب الوالد، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر، في ثبوت النسب: ۱/۵۳۶، رشيديه)

جھوٹے اقرار اور جھوٹی خبر سے انعقاد نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک معشوقہ اپنے عاشق کو لے کر اپنی سہیلیوں کے گھر گئی تو گھر والوں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو معشوقہ نے کہا کہ میرا شوہر ہے، جس وقت یہ کہا، اس وقت تین عورتیں ایک مرد موجود تھے، اس وقت موجود مرد نے عاشق سے کہا کہ تم اس کے شوہر ہو تو اس نے بھی جھوٹی تسلی کے لیے کہا کہ ہاں میں اس کا شوہر ہوں تو اس صورت میں نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں مدرسہ چلہ امروہہ کے مفتیان کرام نے یہ لکھا ہے کہ نکاح منعقد نہیں ہوا اور مدرسہ جامع مسجد امروہہ کے مفتیان کرام نے یہ لکھا ہے کہ نکاح منعقد ہو گیا۔

حضرت مفتی صاحب! آپ سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں ہماری صحیح اور مدلل رہنمائی فرمائیں اور اس استفتا کے ساتھ دونوں فتوؤں کی فوٹو کاپی منسلک ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں؟

جامع مسجد امروہہ کا جواب:

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورت مسئولہ میں نکاح ہو گیا؛ اس لیے کہ جب دونوں نے گواہوں کی موجودگی میں میاں بیوی ہونے کا اقرار کیا تو اس اقرار کو انشاء کا درجہ دیا جائے گا اور انعقاد نکاح کا حکم لگایا جائے گا۔

فلا ينعقد بالإقرار على المختار وقيل: إن كان بمحضر من الشهود، صح كما يصح بلفظ الجعل وجعل الإقرار إنشاء وهو الاصح، وقال في الفتح: قال قاضي خان: وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل إن أقرا بعقد ماض ولم يكن بينهما عقد لا يكون نكاحًا وإن أقر الرجل أنه زوجها وهي أنه زوجته يكون إنكاحًا ويتضمن إقرارهما الإنشاء. (الدر المختار مع الشامی: ۷۴/۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد منصف بدایونی غفرلہ، جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ، ۲۰/۱/۱۴۳۷ھ۔

الجواب صحیح: ریاست علی رام پوری غفرلہ، جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ، ۲۰/محرم الحرام ۱۴۳۷ھ۔

دار العلوم چلّہ امروہہ کا جواب:

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورت مذکورہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔

لا بقولهما عند الشهود: ما زن وشوئيم، أي لا يصح النكاح بالإقرار عند الشهود بالزوجية بدون لفظ يدل على إنشاء بالعقد ؛ لان الإقرار إظهار لما هو ثابت وليس بإنشاء، وفي فتاوى

قاضی خان: إن أقر لعقد ماض ولم یکن بینهما عقد لا یکون نکاحًا، لأنه کذب. (شرح الوقایة الجزء الثانی مع الحاشیة، ص: ۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: عزیز الرحمٰن عفا اللہ عنہ، ۱۸؍محرم الحرام ۱۴۳۷ھ۔ الجواب صحیح: عبد القادر غفرلہ، ۱۸؍۱؍۱۴۳۷ھ۔

دار الافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کا جواب:

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

جامع مسجد امروہہ کی طرف سے ۲۰؍محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کا لکھا ہوا جواب، اسی طرح دار العلوم چلہ امروہہ کی طرف سے ۱۸؍محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کا لکھا ہوا جواب دیکھا گیا ہے اور دونوں کے دلائل پر بھی غور کیا گیا، اس کے بعد کتب فقہیہ کی مراجعت کر کے اس مسئلے سے متعلق تمام عبارات پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا کہ مذکورہ واقعہ میں جھوٹے اقرار کی وجہ سے نکاح منعقد نہیں ہوا ہے اور نہ ہی یہ جھوٹا اقرار انشاء کے حکم میں ہوگا۔ اب اس مسئلہ سے متعلق دو باتوں پر توجہ دینا انتہائی ضروری ہے:

(۱) سوال نامہ کی عبارت اور اصل واقعہ پر غور کرنے کی سخت ضرورت ہے، گھر والوں نے عاشق لڑکے کے بارے میں معشوقہ لڑکی سے پوچھا تھا کہ یہ کون ہے؟ تو لڑکی نے جھوٹی خبر دیتے ہوئے کہا کہ میرا شوہر ہے اور لڑکے سے معشوقہ کے بارے میں پوچھنے پر اس نے بھی جھوٹی خبر دیتے ہوئے کہا کہ یہ میری بیوی ہے، دونوں نے ایسی جھوٹی خبر دی ہے، جس کا ماضی میں کوئی وجود نہیں ہے؛ اس لیے عام لوگوں کے سامنے اس طرح کی جھوٹی خبر اور جھوٹا اقرار کو انشاء مان کر نکاح کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ ہاں البتہ قاضی کے سامنے انشاء کے حکم میں قرار دیا جاتا ہے۔ فتاوی محمودیہ میں بھی اس مسئلے کا تفصیلی جواب لکھا ہے کہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل: ۱۰؍۶۶۷، میرٹھ: ۱۶؍۲۱۲)

اب جزئیات ملاحظہ فرمایئے: البحر الرائق میں ہے:

فلو قال بحضرة الشهود: هی امرأتی وأنا زوجها، وقالت: هو زوجی وأنا امرأته، لم ینعقد النکاح لأن الإقرار إظهار لما هو ثابت ولیس بإنشاء، الخ. (البحر الرائق، زکریا: ۳/۱٤۹، کوئٹہ: ۳/۸٤)

محیط برہانی اور تاتارخانیہ کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

إذا قال لامرأة: هٰذه امرأتی وقالت المرأة: هذا زوجی وکان ذلک بمحضر من الشهود لا یکون نکاحًا وکذا لو قال بالفارسیة: زن وشوئیم، لایکون ذلک نکاحًا، وفی فتاوی النسفی إن فیه اختلف المشایخ قال ثمه ولو قضٰی قاض بصحة هذا النکاح ینفذ القضاء ویصح النکاح ودلت المسئلة علی أن قضاء القاضی فی مثل هذه المجتهدات صحیح، الخ. (المحیط البرهانی: ٤/۱۰، رقم: ۳٤۸۳، الفتاوی التاتارخانیة: ٤/۱٤، رقم: ۵۳۸۳)

فتح القدیر کی عبارت اور بھی واضح ہے، ملاحظہ فرمائیے:

رجل وامرأة أقرّا بالنكاح بحضرة الشهود، قال: هي امرأتي وأنا زوجها وقالت: هو زوجي وأنا امرأته، وقال الآخر: نعم، لاينعقد النكاح بينهما لأن الإقرار إظهار لما هو ثابت فهو فرع سبق الثبوت،الخ. (فتح القدير زكريا وأشرفية:۱۵۸/۳، مطبع كوئٹه:۱۰۴/۳)

اور خلاصۃ الفتاوی کی عبارت بھی بہت واضح ہے ملاحظہ فرمائیے:

وفي الفتاوى: رجل وامرأة أقرًا بالنكاح بين يدى الشهود وقالا: بالفارسية ما زن وشوئيم، لا ينعقد النكاح بينهما، هوالمختار، ولو قال:اين زن من است، بمحضر من الشهود، فقالت المرأة: إين شوى من است، ولم يكن بينهما نكاح، اختلف المشايخ فيه، والصحيح أنه لا ينعقد النكاح. (خلاصة الفتاوى،كتاب النكاح، مكتبة أشرفية: ۴/۲)

(۲)　دوسری بات یہ ہے کہ اس مسئلے میں صحت نکاح سے متعلق شامی کی جو عبارت نقل کی جاتی ہے، اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:

وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل إن أقرّا بعقد ماض ولم يكن بينهما عقد لايكون نكاحًا وإن أقر الرجل أنه زوجها وهي أنها زوجته يكون إنكاحًا يتضمن إقرار هما الإنشاء بخلاف إقرارهما بماض لأنه كذب،الخ. (شامی، زكريا: ۷۴/۴، كراتشي:۱۳/۳)

اب اس عبارت پر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ جہاں اقرار کو انشاء کے حکم میں مانا گیا ہے، وہاں پر **یکون نکاحًا** کے الفاظ نہیں ہیں؛ بلکہ انکاحًا کے الفاظ ہیں اور جہاں خلاف واقعہ اقرار ماضی سے عدم انعقاد اور عدم انشاء کی بات ثابت کی گئی ہے، وہاں **یکون إنکاحًا** کے الفاظ نہیں؛ بلکہ **لایکون نکاحًا** کے الفاظ ہیں اور **یکون إنکاحًا** کے معنی ہیں نکاح کر دینا، جو قاضی کے ذریعہ سے ہی ثابت ہوتا ہے اور **لایکون نکاحًا** کے معنی ہیں نکاح نہیں ہوا۔ اب اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عام لوگوں کے سامنے جھوٹے اقرار سے نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اس کو انشاء کے حکم میں قرار دیا جاتا ہے اور قاضی کے سامنے جب جھوٹا اقرار کرے اور قاضی تسلیم کر کے فیصلہ کر دے تو اس سے قاضی کی طرف سے نکاح کر دینا ثابت ہو جاتا ہے، جیسا کہ تاتارخانیہ اور محیط برہانی کی مذکورہ عبارات سے واضح ہو چکا ہے، لہٰذا سوال نامہ میں ذکر کردہ واقعہ میں جھوٹے اقرار اور جھوٹی خبر سے نکاح منعقد نہیں ہوا اور دونوں ایک دوسرے کے لیے میاں بیوی نہیں ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۱/صفر المظفر ۱۴۲۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۱/۶۲/۱۲۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۲/۱۴۲۷ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/)

حکم نکاح مرد وزن کہ ہر دو مدعی زوجیت اند وقبل ازاں نکاح نہ شدہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ قوم طوائف سے تھی اور پیشہ ناچ گانے وغیرہ کا کرتی تھی، جب زید سے اس کا تعلق ہوا تو زید نے اس کو سمجھا کر پیشہ ناچ گانے وغیرہ سے توبہ کرادی اور ہندہ اس کو قطعی چھوڑ کر زید کے پردہ کے مکان کے اندر رہنے لگی اور ہر دو اشخاص نے دو شخصیوں کے روبرو کہا کہ ہم دونوں مثل میاں بیوی کے رہنے لگے اور ہر دو اشخاص نے دو شخصوں کے روبرو کہا کہ ہم دونوں میاں بیوی ہیں۔اب فرمائیے کہ ہندہ زید کی بیوی ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

فی ردالمحتار عن الفتح: قال قاضی خان: وینبغی أن یکون الجواب علی التفصیل إن أقرّا بعقد ماض ولم یکن بینهما عقد، لا یکون نکاحا وإن أقر الرجل أنه زوجها وهی أنها زوجته یکون نکاحا ویتضمن أقرار هما الانشاء،الخ. (۴۳۵/۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب دونوں نے دو گواہوں کے روبرو اقرار کر لیا (بشرطیکہ وہ دونوں مرد ہوں اور دونوں اقرار ایک ہی مجلس میں ہوں) تو نکاح ہو گیا۔ (امداد الفتاویٰ جدید:۲۳۵/۲)

نکاح ہو جانے کے بعد کسی کا یہ دعوی کرنا کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی باکرہ بالغہ کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کر دیا، جب وہ عورت اپنے خاوند زید کے ساتھ دس ماہ مراد آباد رہ چکی اور اس عرصہ میں عمر اپنی والدہ کی فوتگی پر گھر آیا اور خیرات کر کے باوجود دیکھنے آبادی زن وبیوی کے واپس سفر میں چلا گیا، بعد اس کے گیارہ ماہ میں آیا، عید الاضحیٰ کے روز بعد نماز عید عمر نے لڑکی کے باپ کو کہا کہ میرا نکاح تیری لڑکی کے ساتھ جب تیری اذن سے ہو چکا ہے تو تو نے امام مسجد ہو کر لڑکی کا نکاح دوسری کیوں پڑھا دیا، میرے ساتھ شرعی فیصلہ کر۔

جب لڑکی کا باپ شرعی فیصلہ پر آمادہ ہوا تو عمر پھر سفر میں چلا گیا، دو ماہ گزارا کر پھر گھر آیا اور شرعی فیصلے کے لیے لڑکی کے باپ کو بلایا اور دو گواہ بھی تیار ہوئے کہ ہمارے روبرو لڑکی مذکورہ کا ایجاب وقبول لڑکی کے باپ نے عمر کو کرادیا تھا، پہلے زید سے حالاں کہ یہ گواہ زید کے نکاح میں شامل رہے، ایک نے ان میں سے وکیل لڑکی کا ہو کر اجازت لے کے مجلس میں زید کے ساتھ نکاح پڑھا تھا اور ایک سال تک خاموش آبادی دیکھتے رہے اور زید کے نکاح میں بھی شامل رہے۔

(۱) کیا مدعی عمر کا خاموش رہنا عرصہ دراز تک باوجود علم نکاح ثانی اور تصرف مالکانہ ناکح ثانی اس کے دعوے کر مسترد کرتا ہے، یا نہیں؟

(۲) اور گواہان کی گواہی کے باوجود وکالت نکاح ثانی کے اور علم تصرف مالکانہ ناکح ثانی کے اتنے عرصہ خاموش رہنا اور گواہی کو زبان پر نہ لانا گواہی کو بھی مسترد کرتا ہے، یا نہیں؟

(۳) میعاد شہادت حسبہ کی کیا ہے؟

(۴) اور کیا محکم بلاوجہ تاخیر حکم میں ایک ہفتہ گزار کر حکم دیوے تو حکم مسترد ہوتا ہے، یا نہیں؟ اور صورت بالا میں مدعی اور گواہان کی گواہی کو جائز رکھ کر حکم نکاح اول کا دے سکتا ہے، یا نہیں؟

(۵) کیا لڑکی کا باپ بعد مسترد ہونے دعوے عمر اور شہادت گواہان کے امامت سے معزول ہوسکتا ہے، نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

جواب دوسری جگہ لکھا ہوا ہے، دیوبند سے تصدیق کی گئی، اقوال باللہ التوفیق: اگر واقعی صورت مرقومہ استفتائیہ صحیح ہے تو دعوی مدعی عمر کا شرعاً دور ہوگا؛ کیوں کہ عرصہ دراز ناکح ثانی کو بضع میں تصرف مالکانہ کرتا دیکھتا رہا اور مانع کے ساکت رہا۔

"حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار: متی ثبت أن الخصم عاین ذا الید یتصرف المتنازع فیه تصرف الملاک وهوساکت عن المعارضة من غیر مانع کان ذلک مانعاً من الدعوی، انتهی".

(۲) اور گواہوں کا اتنے عرصے خاموش رہنا اور ثانی میں گواہ اور وکیل بن کر نکاح کرا دینا اور عورت کے بضع میں ناکح ثانی کو سال بھر تصرف مالکانہ کرتے دیکھنا اور شہادت کو زبان تک نہ لانا شہادت کو مسترد کر دیتا ہے۔

درمختار وشامی (صفحہ: ۴۰۸، کتاب الشہادات):

"(و) یجب الأداء (بلا طلب لو) الشهادة (فی حقوق اللّٰه تعالٰی) وهی کثیرة عد منها فی الأشباه أربعة عشر، قال: ومتی أخر شاهد الحسبة شهادته بلا عذر فسق فترد د.(۱)

والعذر کمرض أو بُعد مسافة أوخوف طریق.

(۳) میعاد شہادۃ حسبہ کی اصح روایت میں ایک ماہ ہے۔

شامی (صفحہ: ۱۷۲):

"اعلم أن التقادم عند الامام مفوض إلی رأی القاض فی کل عصر؛ لکن الأصح ما عن محمد أنه مقدر بشهر وهومروی عنهما أیضاً". (۲)

(۴) جب دعوی عمر کا اور گواہان کی گواہی شرعاً مردود ہے تو کسی بے علم کا دعوی مدعی عمر کا سن کر اور گواہان کی گواہی لے کر حکم صحت نکاح اول کا دینا محض اتباع نفس ہے؛ کیوں کہ مقلد بغیر قول مفتی بہ کے فتوی نہیں دے سکتا۔

---

(۱) الدر المختار، کتاب الشهادات: ٥/٤٦٣، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) ردالمحتار، باب الشهادة علی الزنا: ٤/٣٢، دار الفکر بیروت، انیس

شامی (صفحہ:۲۳۶، ج:۴):

”بل المقلد متی خالف معتمد مذهبه، لا ینفذ حکمه وینقض، هو المختار للفتوی“.(۱)

اور قاضی حکم میں بلاوجہ تاخیر کرے تو فاسق ہوجاتا ہے۔

”فی الأشباه: لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطه، الخ“.(۲)

شامی (صفحہ:۳۸۳، ج:۴):

وفی الفصل الأول من جامع الفصولین: القاضی بتاخیر الحکم یأثم ویعزر ویعزل.(۳)

یعنی قاضی اگر حکم میں بلاوجہ تاخیر کرے تو گناہ گار رہتا ہے تعزیر کیا جاوے اور معزول کیا جاوے، جب قاضی کا یہ حکم ہے تو ایسے بے علم کو جس کو قواعد شرعیہ سے بالکل واقفی نہیں حق فتوی دینے کا کب حاصل ہے۔

درمختار:

”والفاسق لا یصلح مفتیاً“.(۴)

(۵) بعد مردود ہونے دعوی مدعی اور گواہی گواہان کے لڑکی کے باپ کی امامت میں کوئی نقص شرعی نہیں؛ تا کہ اس کو معزول کیا جاوے، لہذا حکم دیا جاتا ہے کہ بعد اظہار حق ہذا کے جو شخص بلاوجہ لڑکی کے باپ کو ملامت کرے اور عمر اور گواہان مردود الشہادت کی پاسداری کرے، اس پر تعزیر شرعی قائم ہوگی۔ هذا ما علیه الأحناف رضوان الله تعالی علیهم أجمعین. فقط

کتبہ احمد الدین۔ الجواب صحیح: محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ (امداد المفتین:۲/۴۹۰)

تعزیہ کو اگر اچھا سمجھ کر دیکھا تو اس کا نکاح:

مسئلہ: بعد سلام مسنون! مطالعہ نمائید، خط آپ کا آیا، حال معلوم ہوا۔

تعزیہ دیکھنا حرام ہے،(۱) سو اس نے توبہ کر لی ہے، اگر نہیں کی تو اب کرادو اور دو دفعہ جو اس نے تم کو بھائی کہا ہے، اس سے نکاح میں نقصان نہیں آیا اور تعزیہ دیکھنے سے اگر اس نے تماشہ دیکھنے کی طرح دیکھا ہے، جب بھی نکاح نہیں

---

(۱) الدر المختار، مطلب یفتی بقول الإمام علی الإطلاق: ۳۶۰/۵، دار الفکر بیروت، انیس

(۲-۳) الدر المختار، مطلب فی القاضی حکم: ۴۲۳/۵، دار الفکر بیروت، انیس

(۴) الدر المختار، کتاب القضاء: ۳۵۹/۵، دار الفکر بیروت، انیس

(۱) وإیاه ثم إیاه أن یشغله ببدع الرافضة ونحوهم من الندب والنیاحة والحزن إذ لیس ذلک من أخلاق المؤمنین وإلا لکان یوم وفاته صلی الله علیه وسلم أولی بذلک وأحری. (الصواعق المحرقة، ص:۱۰۹)

”ولو جاز ان یتخذ یوم موته یو م مصیبة لکان یوم الا ثنین أولی بذلک إذ قبض الله تعالیٰ نبیه محمداً صلی الله علیه وسلم فیه وکذلک أبو بکر الصدیق رضی الله عنه قبض فیه. (غنیة الطالبین: ۳۸/۲) ==

ٹوٹا، البتہ جو اس کو اچھا اور عبادت جان کر دیکھا ہو تو کفر کا اندیشہ ہے، پس تم اب اس سے دوبارہ نکاح کرلو، اس طرح کہ دو آدمی کے روبرو نکاح پڑھ لو اور مہر تین روپیہ کا کرلینا تجدید نکاح کی بہتر ہے، ورنہ بظاہر نکاح نہیں ٹوٹا۔(۱) فقط

مکرر پھر لکھتا ہوں کہ احتیاطاً دو آدمیوں کے سامنے نکاح بمہر تین روپیہ کے کرلو اور طلاق نہیں ہوئی۔ فقط

مکتوب حضرت گنگوہی (مجموعۂ کلاں، ص:۲۰۶-۲۰۷) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۶۰)

☆ ☆ ☆

= = وأما اتخاذه ما تماً لأجل قتل الحسين بن علی کما یفعله الروافض فهو من عمل الذین ضل سعیهم فی الحیوٰة الدنیا وهم یحسبون أنهم یحسنون صنعاً إذلم یأ مر اللّٰه ولا رسوله باتخاذ أیام مصائب الأنبیاء وموتهم ما تماً فکیف بما دونهم؟(مجالس الأبرابر، ص: ۲۳۹، رقم المجلس: ۳۷)

فإنه تجدید الماتم وقد نصوا علی کراهیته کل عام فی سیدنا الحسین رضی اللّٰه عنه مع أنه لیس له أصل فی أمهات البلاد الإسلامیة. (مجمع البحار: ۵۵۰/۳)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

درصواعق گفتہ کہ طریقہ اہل سنت آنست کہ درین روز ہم از مبتدعات فرقۂ رافضیہ مثل ندبہ ونوحہ وعزا وامثال آن اجتناب کنند کہ نہ از داب مؤ منان است والا روز وفات حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اولیٰ واحریٰ می بود۔ (شرح سفر السعادت، ص:۵۴۳)

(یعنی: اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ یوم عاشوراء کوفرقۂ روافض کی بدعات مخترعہ مثلاً ماتم، نوحہ وغیرہ سے علاحدہ رہتے ہیں کہ یہ مومنوں کا کام نہیں ہے، ورنہ اس غم کا سب سے زیادہ حق دار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات تھا۔)

حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

از جملہ بدعات رفضہ کہ در دیار ہندوستان اشتہار تمام یافتہ ماتم داری وتعزیہ سازی است در ماہ محرم بزعم محبت حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۔۔۔ایں بدعات چند چیز ست اول ساختن نقل قبور ومقبرہ وعلم وشدہ وغیرہا وایں معنی بالبداہت از قبیل بت سازی بت پرستی است۔ (مجموعہ ملفوظات معروف صراط مستقیم فارسی، ص:۵۹)

(یعنی: ماہ محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کے گمان میں ماتم اور تعزیہ سازی بھی روافض کے ان بدعات میں سے ہے جو ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں، ان بدعتوں کی چند قسمیں ہیں: (۱) قبر ومقبرہ کی نقل علم وشدہ وغیرہ کہ یہ کھلے طور پر بت سازی اور بت پرستی کی قسم میں سے ہیں۔) (انیس)

(۱) یہ مہر کی کم سے کم مقدار کے مطابق ہے، جو اس فتویٰ کی تحریر کے زمانہ [تقریباً ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء] تک ایک مناسب رقم تھی۔ اس وقت چاندی غالباً چھے سات آنہ تولہ ہوگی، اگر اس حساب کو آج کے دور پر پھیلایا جائے تو اس کی مقدار ۷/تولہ چاندی بنے گی، جو آج کل [رجب ۱۴۳۱ھ/جون ۲۰۱۰ء میں] اکیس سو روپئے (۲۱۰۰) کی ہوگی، آج کل چاندی ۳۰۱ (تین سو ایک روپیہ) فی تولہ ہے، لہٰذا آج کل اور آنے والے دور میں بھی تین روپئے کا مہر مقرر کرنا درست نہ ہوگا۔ اس تحریر کے بعد چاندی کی قیمت تیز رفتاری سے بڑھی، یہاں تک کہ سات سو روپیہ فی تولہ تک پہنچ گئی تھی، ادھر ایک مہینہ سے ان قیمتوں میں کمی شروع ہوئی ہے؛ مگر کسی مرحلہ پر ٹھہراؤ نہیں ہے، گھٹتی بڑھتی رہتی ہے؛ اس لیے بروقت جو قیمت ہو، اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ [نور] یکم صفر ۱۴۳۳ھ

رشتہ کا انتخاب اور منگنی

رشتہ کے انتخاب میں اسلامی معیار:

سوال: بعض نوجوان جہیز کی رسم کی سخت مخالفت کرتے ہیں، اپنی شادی بھی بغیر جہیز لیے کرتے ہیں، لڑکی والوں سے کوئی مطالبہ بھی نہیں کرتے اور نہایت سادگی سے شادی انجام پا جاتی ہے، سماج میں سرخرو بھی ہوجاتے ہیں، کافی تعریفیں ہوتی ہیں؛ لیکن یہ شادی کسی نہ کسی امیر کبیر گھرانے ہی میں ہوتی ہے۔ کیا اس عمل کو شادی کے بعد کسی نہ کسی صورت میں مال کی حصولیابی کی امید سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا؟ اگر یہ نوجوان واقعی مخلص اور جہیز کے لالچی نہیں تو اپنی شادی غریب گھرانے کی نیک، دیندار اور اچھی لڑکی سے کیوں نہیں کرتے؟ ایسے لوگوں کے لیے شرعا کیا حکم ہے؟

(اسرار احمد، ذاکر نگر، نئی دہلی)

الجواب

نکاح کے سلسلہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ مال و دولت کے بجائے لڑکی کی دینی و اخلاقی حالت پر نظر رکھی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نکاح چار وجہ سے کیا جاتا ہے، مال و دولت کی وجہ سے، خوبصورتی کی وجہ سے، خاندان ونسب کی وجہ سے اور دین کی وجہ سے''۔(۱) تو تم دیندار کا انتخاب کرکے شادی میں کامیابی حاصل کرو، ''**فاظفر بذات الدين**''.(۲)

---

(۱) سنن أبي داؤد، رقم الحديث: ۲۰۴۸ (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تُنْكَحُ النِّسَاءُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ. (انيس)

(۲) صحيح البخاري: ۷۶۲/۲، باب الاكفاء في الدين) (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ. (صحيح البخاري، رقم الحديث: ۵۰۹۰/ صحيح لمسلم، باب استحباب نكاح ذات الدين، رقم الحديث: ۱۴۶۶، انيس)

عن أنس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ''من تزوج امرأة لعزها لم يزده الله إلا ذلًّا، ومن تزوجها لما لها لم يزده الله إلا فقراً، ومن تزوجها لحسبها لم يزده الله إلا دنائة، ومن تزوج امرأة لم يرد بها إلا أن يغض بصره ويحصن فرجه أويصل رحمه بارك الله له فيها وبارك لها فيه''. (المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث: ۲۳۴۲، انيس)

==

تاہم چوں کہ قرآن مجید نے کہا ہے:﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ ﴾(۱)(ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں۔) یہاں چوں کہ قرآن نے پسند کا کوئی معیار مقرر نہیں کیا اور اسے پسند کرنے والے کے ذوق پر چھوڑ دیا۔طبیعت ومزاج کے فرق کے تحت مختلف لوگوں کی پسند کا معیار بھی الگ الگ ہوسکتا ہے؛ اس لیے اگر کوئی لڑکی دین واخلاق کے اعتبار سے بھی قابل قبول ہو اور صاحب ثروت ہو تو اس سے نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ ہاں بہتر یہی ہے کہ دین واخلاق پر نظر رکھی جائے، چناں چہ فقہا نے فرمایا ہے کہ ’’دین واخلاق میں برابری اور کفاءت کی رعایت پر اکتفا کرنا افضل ہے‘‘۔(۲)

ملک العلماء علامہ کاسانیؒ کا بیان ہے:

’’وعندنا الأفضل اعتبار الدين والاقتصار عليه‘‘(بدائع الصنائع:۳۱۷/۲)

(ہمارے نزدیک افضل طریقہ دین میں کفاءت کا اعتبار کرنا اور صرف اسی پر اکتفا کرنا ہے۔)

بہرحال ایسے نوجوانوں کا جہیز کے غیر شرعی رسم سے اپنے آپ کو بچانا قابل تحسین ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک لڑکی معتدل گھرانے کی ہو اور مسنون طریقہ پر شادی ہو تو شاید اس رسم کے سد باب میں زیادہ معاون ثابت ہوگا؛ کیوں کہ متوسط اور معاشی اعتبار سے دوسرے درجہ کا طبقہ متمول گھرانوں ہی کو دیکھ کر اور ان کی نقل کرنے کی وجہ سے اس مصیبت میں پھنسا ہوا ہے۔(کتاب الفتاویٰ:۲۹۵/۴-۲۹۷)

شادی سے پہلے لڑکی کو دیکھنا:

سوال: شرعاً لڑکی کو ایک نظر دیکھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ (حافظ سید فاروق، مدرس سبیل السلام حیدرآباد)

الجواب

غیر محرم عورتوں کو عام حالات میں دیکھنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ ہاں! اگر نکاح کا ارادہ ہو تو دیکھ سکتا ہے؛ بلکہ بہتر ہے؛ تاکہ آئندہ شکل وشباہت کا کوئی گلہ باقی نہ رہے۔

== عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَثَلُ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ فِي النِّسَاءِ كَمَثَلِ الْغُرَابِ الْأَعْصَمِ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا الْغُرَابُ الْأَعْصَمُ؟ قَالَ:الَّذِي إِحْدَى رِجْلَيْهِ بَيْضَاءُ.(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث:٧٨١٧،انيس)

(۱) سورة النساء:٣

(۲) عَنْ جَابِرٍ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُنْكَحُ النِّسَاءُ إِلَّا مِنَ الْأَكْفَاءِ، وَلَا يُزَوِّجُهُنَّ إِلَّا الْأَوْلِيَاءُ، وَلَا مَهْرَ دُونَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ.(مسند أبي يعلى الموصلي،مسند جابر بن عبدالله رضی الله عنه، رقم الحديث:٢٠٩٤،انيس)

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو منگیتر کو پہلے دیکھ لینے کی تلقین فرمائی۔ (۱) اگر دیکھنے کے بعد طبیعت کا رجحان اس سے نکاح کرنے کی طرف نہ ہوسکا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ہاں! اگر پہلے ہی سے نکاح کرنے کی نیت نہ تھی اور صرف دیکھنے ہی کی غرض سے لڑکی کو دیکھا تو شدید گناہ ہے۔

(کتاب الفتاویٰ: ۴/۲۹۸-۲۹۹)

نکاح سے قبل لڑکی کو دیکھنا:

سوال: اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو بغیر دیکھے نکاح کرنے پر راضی نہ ہو تو کیا شرعاً اس کی اجازت ہے کہ لڑکی کو دیکھا جائے؟ جواب مع حوالات سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

صاف صاف مطالبہ کرنا کہ مجھے دکھاؤ، میں خود دیکھوں گا تو مناسب نہیں۔ ہاں! کہیں موقع مل جائے چھپ چھپا کر دیکھنے میں مضائقہ نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

(۱) صحیح لمسلم،رقم الحديث: ٣٤٨٥ (عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: كنت عند النبی صلی الله عليه وسلم فأتاه رجل فأخبره أنه تزوج امرأة من الأنصار، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنظرت إليها؟ قال: لا،قال: فاذهب فانظر إليها،فإن فی أعين الأنصار شيئاً. (صحيح لمسلم،باب ندب النظر إلى وجه المرأة وكفيها،رقم الحديث: ١٤٢٤،انيس)

"ولو أراد أن يتزوج امرأة فلا بأس أن ينظر إليها وإن خاف أن يشتهيها لقوله عليه الصلاة و السلام لمغيرة بن شعبة رضی الله عنه حين خطب امرأة: أنظر إليها فإنه أحرى أن يودم بينكما، رواه الترمذی والنسائی وغيرهما ". (رد المحتار: ٥/٢٣٧، كتاب الحظر والإباحة)

عن محمد مسلمة قال: خطبت امرأة فجعلت أتخبأ لها،حتى نظرت إليها فی نخل لها،فقيل له: أتفعل هذا وأنت صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا ألقى الله فی قلب امرىء خطبة امرأة، فلا بأس أن ينظر إليها. (سنن ابن ماجة،باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوج،رقم الحديث: ١٨٦٤،انيس)

عن أنس بن مالك أن المغيرة بن شعبة أراد أن يتزوج امرأة فقال له النبی صلی الله عليه وسلم: اذهب فانظر إليها فإنه أحرى أن يودم بينكما،ففعل فتزوجها فذكر من موافقتها. (سنن ابن ماجة،باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوج،رقم الحديث: ١٨٦٥/سنن الترمذی،باب ماجاء فی النظر إلى المخطوطة،رقم الحديث: ١٠٨٧/مسند الإمام أحمد،رقم الحديث،حديث المغيرة بن شعبة: ١٨١٥٤/سنن النسائی،إباحة النظر قبل التزويج،رقم الحديث: ٣٢٣٥، بلفظ: فانظر إليها فإنه أجدر أن يؤدم بينكما. انيس)

"عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: "إذا خطب أحدکم المرأۃ، فإن استطاع أن ینظر إلیٰ ما یدعوہ إلیٰ نکاحھا، فلیفعل". (أبو داؤد، بذل المجھود: ۳۲۰/۲)(۱) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللّٰہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۷۸/۱۰-۴۷۹)

اشکال بر جواب مذکورہ بالا:

سوال: مندرجہ بالا سوال کے۔۔۔ جواب سے مطمئن نہیں ہوا، مزید چند سوالات اسی سے متعلق جو ذہن کو بُری طرح کرید رہے ہیں، پیش خدمت ہیں۔ براہ کرم واضح طور پر جواب ارسال فرماویں؟

لفظ "مناسب نہیں" اور "شرعاً جائز ہونے" میں بڑا فرق ہے، میرا مقصود "شرعاً جائز نا جائز ہونے" میں ہے، یہ سب اسی لیے کہ پردہ کا عمل مانع ہوا ہے، لہٰذا اگر صحیح طور پر پردہ کیا جائے تو چھپ چھپا کر دیکھنے کا موقع بھی نہیں مل سکتا، اس طرح اگر دیکھنے کا موقع میسر آتا ہے تو پردہ پر عیب آتا ہے اور اگر پردہ سخت وصحیح ہے تو دیکھنا ممکن نہیں۔

دوسری چوری سے دیکھنا کریکٹر کے خلاف ہے، دیگر چھپ چھپا کر دیکھنے میں قطعی ممکن نہیں کہ صرف مطلوبہ کو ہی دیکھا جاوے، اس کے عوض دیگر مستورات پر نگاہ پڑنا فطری وقدرتی بات ہے، لہٰذا دوسروں کی بیوی اور بہو، بیٹیوں کو نگاہیں ڈالنا نہایت معیوب معلوم ہوتا ہے اور دوسرے شرافت سے بھی پرے ہے یہاں تک کہ گناہ ہے۔

کیا اس مذہب میں شریفانہ طریقہ پر دیکھنے کا موقع ان فریقین کو حاصل نہیں ہے، جو ایک دوسرے کے ساتھ تمام عمر کا معاہدہ کرتے ہیں؟ اس دور میں صورت کا قبول ہونا ایک خاص جزو بن چکا ہے اور ایک طرف شرعی طور پر دونوں فریقین ایک دوسرے کو پسند کرنے کے لیے قطعی خود مختار ہیں، لہٰذا اس صورت میں کیا جائز اور صحیح نہیں ہوگا کہ دیکھنے کا موقع میسر کیا جائے۔

"نمائش" اور "دیکھنے" میں بڑا فرق ہے، میرا مقصود صرف دیکھنے سے ہے، نمائش سے نہیں ہے۔ آپ نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی کر دیجیے، چوں کہ بعض جگہ اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے؟

---

(۱) سنن أبی داؤد، باب الرجل ینظر إلیٰ المرأۃ وھو یرید تزویجھا: ۲۸۴/۱، مکتبہ دار الحدیث، ملتان)(عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا خطب أحدکم امرأۃ فإن استطاع أن ینظر إلی بعض ما یدعوہ إلی نکاحھا فلیفعل، فخطبتُ امرأۃ من بنی سلیم، فکنت أتخبأ لھا فی أصول النخل، حتی رأیت منھا مادعانی إلی نکاحھا فتزوجتھا. ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم، ولم یخرجاہ، وإنما أخرج مسلم فی ھذا الباب حدیث یزید بن کیسان عن أبی حازم مختصرا. (المستدرک للحاکم، کتاب النکاح، رقم الحدیث: ۲۶۹۶، انیس)

بذل المجھود، باب الرجل ینظر إلیٰ المرأۃ وھو یرد تزویجھا: ۱۹/۴-۲۰، امدادیہ ملتان

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

زید جس سے عقدِ نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ وہ ایک سے پہلے ایک نظر اس کو دیکھ لے تو اس کی شریعت نے گنجائش دی ہے۔ اگر زید کی کوئی محرم (خالہ، پھوپی، نانی، دادی، وغیرہ) اپنے مکان پر زید کی منسوبہ کو پردہ کے ساتھ بلالیں اور زید وہاں کسی کمرہ میں ہو، جس کا منسوبہ کو علم نہ ہو اور وہاں سے دیکھ لے تو یہ درست ہے۔ اس صورت پر آپ کے پیش شدہ اشکالات وارد نہیں ہوں گے۔

اگر ہر شخص صاف صاف دیکھنے کا مطالبہ کرے اور یہ دروازہ کھول دیا جائے تو نہیں معلوم ایک ایک لڑکی کو شادی کرنے کے لیے کتنے کتنے لڑکوں کو دکھانے کی نوبت آئے گی، ایک ناپسند کرے گا، اس کی بھی شہرت ہوگی، اس سے احباب ناپسندیدگی کی وجہ دریافت کریں گے، وہ اس کا حلیہ پوری تفصیل سے بتائے گا، گھوڑی اور گائے کی سی کیفیت ہوجائے گی کہ گاہک آتے ہیں، دیکھتے ہیں، ناپسند کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ شادی عمر بھر کے ساتھ کی نیت سے کی جاتی ہے (چھوڑنے کی نیت سے نہیں کی جاتی)؛ لیکن ساتھ کا نباہ صرف صورت پر نہیں، بسا اوقات صورت اچھی ہونے کے باوجود خانہ داری کا سلیقہ نہیں ہوتا، تعلیم نہیں ہوتی، اخلاق کی تربیت نہیں ہوتی، گفتگو شستہ نہیں ہوتی اور بھی امور ہیں جن کو نباہ میں بڑا دخل ہے اور محض صورت دیکھ کر ان کے متعلق رائے صحیح کرنا دشوار ہے، پھر منسوبہ کو بھی قلبی تعلق ہوگا، یا نہیں؟

اس قسم کے امور کی وجہ سے ایک قوم نے مستقل انٹرویو شروع کردیا کہ تنہا کمرہ میں اپنی منسوبہ سے ملاقات کرکے ہاتھ ملا کر دیر تک گفتگو اور خوش طبعی کرکے طرفین اندازہ کرلیں۔ ایک قوم نے یہ روش اختیار کی کہ لڑکے اور لڑکی کو خاندان والے واحباب کسی جگہ ساتھ رہنے وزندگی کا کچھ حصہ مل کر گزارنے کے لیے تجربہ کے طور پر بھیج دیں کہ دونوں اپنے اپنے خاندان سے علاحدہ ہوکر کاروبار کریں اور سال دوسال کے بعد اگر اندازہ ہوجائے کہ نباہ ہوجائے گا تو پھر شادی کردی جائے، ورنہ تجربہ کے لیے لڑکے کے لیے دوسری لڑکی تجویز کی جائے اور لڑکی کے واسطے دوسرا لڑکا تجویز کیا جائے۔

اس سب کے باوجود پھر بھی موافقت نہیں ہوتی اور متارکت کی نوبت آتی ہے، جو جذبات قلب میں آج موجود ہیں، کوئی ذمہ داری نہیں کہ کل بھی موجود رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہیں، پس جتنی بات کی شریعت نے گنجائش دی ہے، اس پر اکتفا کیا جائے، شادی کے بعد صبر وتحمل سے کام لیا جائے۔ ہاں اگر صورتِ حال قابلِ برداشت نہ رہے تو شریعت نے خلع اور طلاق کا باب بھی رکھا ہے؛ تاکہ زندگی اجیرن نہ ہوجائے اور حقوق بھی تلف نہ ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۲/۲۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۷۹-۴۸۱)

جس عورت سے شادی کرنا ہے، اسے دیکھنا:

سوال: جوان عورت کو جس سے شادی کرنے کا خیال ہو پسند کرنے کے لیے دیکھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

پسند کرنے کی غرض سے دیکھنا مستحب اور جائز ہے، بشرط یہ کہ پیغام قبول کرنے کی توقع کی جاسکتی ہو اگر توقع نہ ہو تو اجازت نہیں ہے۔

(قوله: والنظر إليها قبله) أی وإن خاف الشهوة، كما صرحوا به فی الحظر والإباحة وهذا إذا علم أنه يجاب فی نكاحها. (ردالمحتار: ۳۶۰/۲) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۴۲/۸)

شادی سے پہلے لڑکی کو بشہوت دیکھنا:

سوال: زید ایک غیر شادی شدہ آدمی ہے، وہ صفیہ سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کیا شادی سے پہلے وہ صفیہ کو دیکھ سکتا ہے؟ اگر چہ شہوت کا اندیشہ ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب کہ زید صفیہ سے شادی کرنے کا مصمم ارادہ رکھتا ہے تو وہ اسے حسب ضرورت دیکھ سکتا ہے، اگر چہ شہوت کا اندیشہ ہو۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۵۲/۸-۱۵۳)

نکاح سے قبل لڑکا لڑکی کے لیے ایک دوسرے کو دیکھنا:

سوال: کیا نکاح کرنے کے قبل مرد عورت کو اور عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے اور کس قدر اگر یہ جائز ہے تو سند میں حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امام اعظمؒ کا قول تحریر کریں؟

---

(۱) (وكذا مريد نكاحها) ولو عن شهوة بنية السنة لا قضاء الشهوة (قوله: بنية السنة) ولو أراد أن يتزوج امرأة فلا باس أن ينظر اليها وإن خاف أن يشتهيها لقوله عليه الصلاة والسلام للمغيرة بن شعبة حين خطب امرأة: انظر إليها فإنه احرى أن يودم بينكما. رواه الترمذی والنسائی وغير هما. (ردالمحتار: ۳۲۵/۵، كتاب الحظر والا باحة باب فی النظر واللمس)

عن جابر رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إذا خطب أحدكم امرأة فإن استطاع أن ينظر إلی بعض ما يدعوه إلی نكاحها فليفعل، فخطبت امرأة من بنی سليم، فكنت أتخبأ لها فی أصول النخل، حتی رأيت منها مادعانی إلی نكاحها فتزوجتها. هذا حديث صحيح علی شرط مسلم، ولم يخرجاه، وإنما أخرج مسلم فی هذا الباب حديث يزيد بن كيسان عن أبی حازم مختصرا. (المستدرك للحاكم، كتاب النكاح، رقم الحديث: ۲۶۹۶، انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وبا للّٰہ التوفیق

تنہائی میں بالکل ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے ہیں، البتہ دوسرے لوگ بھی وہاں موجود ہوں تو صرف چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۱۳۸۵/۱۰/۲۴ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ:۲/۷۵-۷۶)

جس سے شادی کا ارادہ ہو لڑکی کا اس کو اپنا فوٹو بھیجنا:

سوال: لڑکا انگلینڈ میں ہے اور لڑکی ہندوستان میں وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو لڑکی اپنا فوٹو کھچوا کر لڑکے پر بھیج سکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

فوٹو کی اجازت نہیں،(۲) خود آکر دیکھ لے، یا کسی اور جائز طریقہ سے اطمینان حاصل کر لے۔(۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ رحیمیہ:۸/۱۵۳)

---

(۱) قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:"إذا خطب أحدكم المرأة فان استطاع أن ينظر منها إلىٰ مايدعوه إلىٰ نكاحها فليفعل". (رواه احمد ورجاله ثقات وصححه الحاكم)(بلوغ المرام مع السبل: ۹۷۹/۳)(مسند الإمام أحمد، مسند جابر بن عبداللّٰه رضى اللّٰه عنه، رقم الحديث: ۱۴۵۸۶/ورواه الحاكم فى المستدرك وقال: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، كتاب النكاح، رقم الحديث: ۲۶۹۶، انيس)

ولوأراد أن يتزوج المرأة فلا بأس أن ينظر اليها رد المحتار: ۲۳۵/۹، مكتبه زكرياديوبند)

(۲) عن عبداللّٰه بن مسعود رضى اللّٰه عنه قال: سمعت النبىَّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم يقول:"إن أشد النّاس عذابا عنداللّٰه المصورون". (صحيح البخارى: رقم: ۵۹۵۰، باب بيان عذاب المصورين يوم القيامة، انيس)

عن ابن عباس رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما قال: سمعت رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يقول: كل مصوّر فى النار. (مشكاة المصابيح: ۳۸۵، ط: دار الكتاب ديوبند، انيس)

إن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: إن الذين يصنعون هٰذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم أحيوا ما خلقتم. (صحيح البخارى: رقم: ۵۹۵۱، باب بيان عذاب المصورين يوم القيامة، انيس)

وفى التوضيح: قال أصحابنا وغيرهم: تصوير صورة الحيوان حرام أشد التحريم وهو من الكبائر وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره فحرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله، وسواء كان فى ثوب أو بساط أو دينار أو درهم أو فلس أو إناء أو حائط... وبمعناه قال جماعة العلماء؛ مالك والثورى وأبوحنيفة وغيرهم رحمهم اللّٰه. (عمدة القارى شرح البخارى: ۳۰۹/۱۰، باب عذاب المصورين يوم القيامة. (ط: دارالطباعة القاهرة) انيس)/وكذا فى الفتاوى الهندية: ۳۵۹/۵، وكذا فى بدائع الصنائع: ۱۱۶/۱، وكذا فى الدّرالمختار مع ردالمحتار: ۴۰۹/۲، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، وكذا ذكر العلامة النووى فى شرحه على صحيح مسلم: ۱۹۹/۲، انيس)

(۳) (وكذا مريد نكاحها) ولو عن شهوة بنية السنة لاقضاء الشهوة (قوله: بنية السنة) ولو أراد أن يتزوج امرأة==

اعتبار مجلس:

سوال: فتاویٰ مولانا عبدالحی، جلد اول، کتاب النکاح، ص: ۳۰۷، مطبوعہ یوسفی پریس فرنگی کانپور کی عبارت استفتا سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس کی وجہ سے نکاح اور منگنی میں فرق نہ ہوگا اور درمختار کی عبارت جو آپ نے تحریر فرمائی ہے، اس کی توجیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر الفاظ وعدہ کے بولے جاویں تو وعدہ پر محمول ہوں گے اور اگر الفاظ صریح نکاح کے بولے جاویں تو ان سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس آپ کی تاویل کی عبارت ردالمحتار شامی صاف رد کرتی ہے، چنانچہ عبارت شامی یہ ہے:

(قوله:أن المجلس للنكاح،الخ) أى لإنشاء عقده لأنه يفهم منه التحقيق فى الحال،فإذا قال الآخر:أعطيتكها أوفعلت،لزم وليس للأول أن لايقبل،الخ. (۱)

دیکھئے اس عبارت میں صاف صیغہ ماضی موجود ہے، صیغہ استقبال نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کنایات میں مجلس کا اعتبار ہوتا ہے؛ کیوں کہ **أعطيت**، دادم وغیرہ صریح نکاح کے الفاظ نہیں ہیں، ان میں نکاح پر حمل کرنے کے لیے قرینہ کی ضرورت ہے، (۲) اور مولانا عبدالحی صاحب مرحوم نے مجلس کا ذکر جواب میں نفیاً واثباتاً کچھ نہیں فرمایا؛ بلکہ دوسرے اختلافات کو نقل فرمایا اور چوں کہ قصداً مجلس نکاح ووعدہ کے فرق کا سوال بھی نہ تھا؛ اس لیے اس سے کچھ تعرض نہ فرمایا اور صاحب درمختار نے صراحۃً اس فرق کو ثابت کیا اور علامہ شامی نے اس کو محقق رکھا تو حسب قاعدہ معروفہ "**الصريح يفوق الدلالة**". (۳) عبارت درمختار و شامی کی تحقیق اس بارے میں لائق قبول ہوگی اور عرف بھی ایسا ہی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۸/۷)

== فلا باس ان ينظر اليها وإن خاف ان يشتهيها، لقوله عليه الصلاة والسلام للمغيرة بن شعبة حين خطب امرأة:انظر اليها، فإنه أحرى أن يودم بينكما،رواه الترمذى والنسائى وغير هما.(ردالمحتار: ۳۲۵/۵، كتاب الحظر والإباحة، باب فى النظر واللمس)

(۱) ردالمحتار كتاب النكاح: ۳٦٤/۲،ظفير

(۲) وإذا كان المقصود هو المعنى لا اللفظ، لو صرح بالإستفهام أعتبر فهم الحال، كما ذكره الإستيجابى:لو قال: هل أعطيتنيها؟فقال:أعطيتك،إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح.(البحرالرائق،كتاب النكاح:۸۹/۳،دارالكتاب الإسلامى بيروت،انيس)

(۳) لأن الصريح يفوق الدلالة.(الدرالمختار،باب المهر: ۱۹۳/۱،دارالكتب العلمية/النهر الفائق،باب المهر: ۲۵۸/۲، دارالكتب العلمية/الهداية: ۱٦۸/۳،دارإحياء التراث العربى بيروت/الجوهرة النيرة،كتاب الدعوىٰ: ۲۱٤/۲،المطبعة الخيرية بيروت/دررالحكام شرح غررالحكام،باب دعوى الرجلين: ۳٤٦/۲،دارإحياء الكتب العلمية بيروت،انيس)

منگنی ہو جانے کے بعد لڑکے اور لڑکی کا آزادانہ ملنا اور خلوت میں رہنا:

سوال: ہمارے یہاں خطبہ (منگنی) ہو جانے کے بعد لڑکا اور لڑکی نکاح ہونے سے پہلے دونوں بالکل آزادانہ میاں بیوی کی طرح ملتے ہیں، لڑکا تفریح کے لیے لڑکی کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے، ماں باپ بھی خوشی سے اجازت دے دیتے ہیں اور اگر کبھی چھٹی کے دن آ گئے تو کئی کئی دنوں تک دونوں تنہا گھومتے رہتے ہیں، کیا صرف منگنی ہو جانے کے بعد اس طرح آزادانہ ملنا تفریح کے لیے جانا اور خلوت میں رہنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

منگنی نکاح کا وعدہ ہے، نکاح نہیں ہے؛ اس لیے آزادانہ ساتھ پھرنا اور خلوت میں رہنا حرام ہے، صحبت کرنا زنا کے حکم میں ہے، بچہ ہوگا تو حرامی شمار ہوگا، اگر منگنی کے بعد الگ رہنا ناقابل برداشت ہے تو نکاح ہی کر لیا جائے۔(۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۵۲/۸)

نکاح کی مجلس اور منگنی کی مجلس میں ایجاب وقبول اور اس کا فرق:

سوال: ایک مجلس میں زید کے کفو میں سے کسی شخص نے عمر کو کہا کہ تم اپنی لڑکی مسماۃ ہندہ زید کو دیتے ہو، یا نہیں؟ عمر نے اس کے جواب میں کہا کہ میں اپنی لڑکی زید کو دے چکا ہوں، یا یہ کہا کہ میں نے اپنی لڑکی کو بکر جو زید کا

(۱) أو هل أعطيتنيها؟ إن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد.(الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح: ۳٦٤/۲)

یعنی: منگنی کے وقت اگر شرعی طور پر نکاح نہ ہو تو منگنی کی حیثیت ایک وعدہ ہی کی ہے کہ دو خاندان والوں نے آپس میں وعدہ کر لیا ہے کہ اس لڑکی کا اس لڑکے سے مستقبل میں نکاح ہوگا۔ وعدہ کرنے سے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کے لیے حلال نہیں ہوتے؛ لہذا منگنی کے بعد نکاح ہونے تک لڑکا اور لڑکی آپس میں ایک دوسرے کے لیے نامحرم اور اجنبی ہی رہتے ہیں اور نامحرم لڑکا و لڑکی کا آپس میں آمنے سامنے، یا فون پر بات چیت کرنا، یا ساتھ گھومنا پھرنا، ساتھ رہنا اور ساتھ سفر کرنا ممنوع اور معصیت ہے، لہذا حرام عمل سے بچنا ضروری ہے۔

وإذا كان المقصود هو المعنى لا اللفظ، لو صرح بالإستفهام أعتبر فهم الحال، كما ذكره الإستيجابي: لو قال هل أعطيتنيها، فقال: أعطيتك، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح.(البحر الرائق، كتاب النكاح: ۸۹/۳، دار الكتاب الإسلامي بيروت، انيس)

وفي الشرنبلالية معزيا للجوهرة: ولايكلم الأجنبية إلا عجوزاً عطست أو سلّمت فيشمتها و يرد السلام عليها، وإلا لا، انتهى.

(قوله: وإلا لا) أي وإلا تكن عجوزاً بل شابةً لايشمّتها، ولايرد السلام بلسانه، قال في الخانية: وكذا الرجل مع المرأة إذا التقيا يسلّم الرجل أولاً، وإذا سلّمت المرأة الأجنبية على رجل إن كانت عجوزاً ردّ الرجل عليها السلام بلسانه بصوت تسمع، وإن كانت شابةً ردّ عليها في نفسه، وكذا الرجل إذا سلّم على امرأة أجنبية، فالجواب فيه على العكس، اه.(الدر المختار ورد المحتار: ۳٦۹/٦، دار الفكر بيروت، انيس)

باپ ہے، اس کی بہو بنادی ہے، پھر زید کے ولیوں میں سے کسی نے کہا اچھا، یا کہا، ہاں۔ آیا جانبین کی اس گفتگو سے نکاح منعقد ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

قال فی الدرالمختار: وهل أعطيتنيها؟إن المجلس للنكاح (أی فنكاح) وإن للوعد فوعد،الخ. (۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر وہ مجلس انعقاد نکاح کے لیے منعقد ہوئی ہے اور دو شاہد ایجاب وقبول کو سننے والے موجود ہیں تو نکاح منعقد ہو جاوے گا اور اگر وہ مجلس خطبہ (منگنی) اور وعدہ کی ہے تو الفاظ مذکورہ سے نکاح منعقد نہ ہوگا؛ بلکہ یہ وعدہ اور خطبہ (منگنی) ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۰/۷)

صرف وعدہ سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: والدین نے اپنی لڑکی کے متعلق یہ الفاظ کہے تھے کہ اگر زندہ رہی تو فلاں کو دیدیں گے، ایک شخص اس بالغہ لڑکی کو بھگا کر لے گیا، دوسری جگہ لے گیا اور نکاح پڑھالیا تو نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ لڑکی کے والدین نے جو الفاظ کہے تھے، ان سے نکاح منعقد ہوا تھا، یا نہیں؟

الجواب

والدین نے جو کہا تھا کہ ''اگر زندہ رہے تو فلاں کو دے دیں گے'' یہ ایک وعدہ تھا، اس کہنے سے نکاح منعقد نہیں ہوا اور یہ (قول) ایجاب وقبول نکاح کا نہیں ہے۔ (۲) لہذا جو نکاح امام صاحب نے لڑکی بالغہ کے رضا واجازت سے کفو میں کیا، وہ صحیح ہو گیا، امام صاحب اس میں گنہ گار نہیں ہوئے اور ان پر کچھ کفارہ لازم نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۳/۷)

وعدہ سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: ایک شخص اپنے لڑکے کی شادی کرنے ایک شخص کے پاس آیا، اس کی دختر چھ ماہ کی تھی، اس کے والد نے کہا کہ اگر یہ لڑکی زندہ رہی تو میں تم کو دے دوں گا اور انہوں نے منظور کرلیا، جب لڑکی ۸، ۹/ برس کی ہوئی تو اس نے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ میں اس کے گھر ہر گز نہ رہوں گی؛ لیکن والدین نے زبردستی اس کے خاوند کے پاس بھیج دیا۔ اب لڑکی بالغ ہے۔ کہتی ہے کہ میں ہر گز نہ رہوں گی اور ہمبستری سے انکار کر دیا، پھر وہ لڑکی ایک مسلمان کے پاس چلی گئی؛ لیکن نکاح نہیں کیا، پھر ایک پنڈت کے پاس جا کر ہندو ہوگئی تو کہ نکاح ٹوٹ جاوے، پھر ایک مولوی صاحب سے

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار کتاب النكاح: ۳٦٤/۲،ظفیر

(۲) إن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد.(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب النكاح: ۳٦٤/۲،ظفیر)

جا کر کہا کہ مجھے مسلمان کر کے فلاں شخص سے نکاح کردو۔ مولوی صاحب نے نکاح کردیا اور ایک مولوی صاحب منع کرتے ہیں۔ کیا لڑکی کے انکار کرنے سے وہ نکاح ٹوٹ گیا، یا نہیں؟

الجواب

سوال سے نکاح کا ہونا کسی عبارت سے معلوم نہیں ہوا؛ کیوں کہ سوال میں یہ ہے کہ لڑکی کے باپ نے یہ کہا کہ اگر یہ لڑکی زندہ رہی تو میں تم کو دے دوں گا اور لڑکے کے والد نے منظور کرلیا تو اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، البتہ اگر اس کے بعد پھر ایجاب وقبول موافق قاعدہ نکاح کے ہوا ہو تو نکاح منعقد ہوگیا، (۱) اور نکاح ہونے کے بعد مسئلہ یہ ہے کہ باپ کے نکاح کئے ہوئے کو لڑکی بعد بالغہ ہونے کے فسخ نہیں کرسکتی، (۲) اور کتب فقہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان عورت اس وجہ سے مرتدہ ہوجاوے کہ نکاح ٹوٹ جاوے اور وہ اپنے شوہر سے علاحدہ ہوجاوے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو زبردستی مسلمان کر کے شوہر اول کے نکاح میں دی جاوے، تھوڑے سے مہر کے ساتھ نکاح جدید شوہر اول سے کردیا جاوے اور دوسرے شخص سے اس کا نکاح درست نہ ہوگا۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۵/۷-۱۲۶)

کیا وعدۂ نکاح سے نکاح ہوجائے گا:

سوال: میری ایک سہیلی ہے، جسے ایک لڑکے سے بچپن ہی سے دوستی ہے اور ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں، ایک مرتبہ لڑکا میری سہیلی اور مجھے اپنے گھر کے پڑوس والے گھر میں لے گیا، جہاں ایک بوڑھا تھا، غالباً لڑکے نے بوڑھے کو پہلے ہی نکاح کرانے کے لیے کہہ دیا تھا، چنانچہ بوڑھے نے سہیلی سے پوچھا کہ کیا تم لڑکے کو پسند کرتی ہو اور

---

(۱) (وينعقد) النكاح أي يحصل ويتحقق (بإيجاب وقبول). (درر الحكام شرح غرر الحكام، ما ينعقد به النكاح: ۳۲۶/۱، دار إحياء الكتب العربية بيروت، انيس)

(۲) لوفعل الأب أو لجد عندعدم الأب لايكون للصغير والصغيرة حق الفسخ بعد البلوغ وإن فعل غيرهما فلهما أن يفسخا بعدالبلوغ. (ردالمحتار باب الولی: ۴۲۰/۲، ظفير)

(۳) (ولو ارتدت) لمجی الفرقة منها قبل تأكده، الخ، وتجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجرا لها بمهر يسير كدينار وعليه الفتویٰ. (الدرالمختار) (قوله: وعلى تجديد النكاح) فلكل قاض أن يجدده بمهر يسير ولو بدينار رضيت أم لا و تمتع من التزوج بغيره بعد إسلامها ولايخفى أن محله ما إذا طلب الزوج ذلك. (رد المحتار، باب النكاح الكافر: ۵۴۰/۲، ظفير)

یہ اس وقت ہے، جب پہلا شوہر نکاح کا مطالبہ کرے؛ لیکن اگر وہ نکاح نہ کرے، یا خاموشی اختیار کرے تو پھر وہ اس کے ساتھ نکاح پر مجبور نہ کیا جائے گا؛ بلکہ دوسرے سے شادی کرسکے گی۔ أما لو سكت أو تركه صريحا فإنها لايجبر وتزوج من غيره لأنه ترك حقه، بحر ونهر. (ردالمحتار، باب النكاح الكافر: ۵۴۰/۲، ظفير مفتاحی) (وكذا في النهر الفائق شرح كنز الدقائق، باب نكاح الكافر: ۲۹۱/۲، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

اس سے نکاح کرنے پر رضا مند ہو؟ سہیلی نے کہا کہ میں لڑکے کو پسند کرتی ہوں اور نکاح کے لیے بھی راضی ہوں، اگر امی اور ابا راضی ہوجائے تو بوڑھے شخص نے تین بار کہنے کے لیے کہا، چنانچہ سہیلی نے تین بار یہی کہا کہ ”میں شادی کرنے کے لیے راضی ہوں، بشرطیکہ امی اور ابا راضی ہوجائیں“، پھر بوڑھے نے لڑکے سے پوچھا کہ کیا تم لڑکی کو پسند کرتے ہو اور اس سے شادی کرنے پر راضی ہو؟ تو اس نے کہا کہ ”میں بالکل راضی ہوں، صرف ان (لڑکی) کے امی ابا راضی ہوجائیں“، پھر بوڑھے شخص نے سہیلی کو کاغذ کا ایک ٹکڑا دیا اور کہا کہ اس میں اپنا نام، والدین کا نام لکھو اور یہ بھی کہ میں راضی ہوں، چنانچہ سہیلی نے ویسا ہی لکھ کر اس شخص کو کاغذ حوالہ کر دیا، اس کے بعد لڑکا اپنے گھر لے گیا، جہاں اس کی صرف ہمشیرہ تھی، ان سب باتوں کی اطلاع کئے بغیر سہیلی اپنے گھر آ گئی، اس واقعہ کی اطلاع کسی چوتھے شخص کو بھی نہیں ہے۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ کیا اس طرح نکاح منعقد ہوگیا، یا نہیں؟ کیوں کہ مسئلہ بہت سنگین ہے۔
(آپ کی دینی بہن)

الجواب

آپ کے دینی بھائی کی حیثیت سے پہلی نصیحت تو یہ ہے کہ اسلام میں کسی عورت کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ کسی غیر مرد کے ساتھ تنہائی اختیار کرے، یا اس کے ساتھ کہیں آئے جائے،(۱) شریعت کے اس حکم میں جہاں عورت

(۱) عن أسامة بن زيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ما تركت بعدى فتنة أضر على الرجال من النساء.(صحيح البخارى،رقم الحديث:٥٠٩٦،صحيح لمسلم،رقم الحديث: ٢٧٤٠،سنن ابن ماجة،رقم الحديث:٣٩٩٨، سنن الترمذى،رقم الحديث: ٢٧٨٠،انيس)

عن أبى سعيد الخدرى قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخرأن تسافر سفرًا يكون ثلاثة أيام فصاعداً إلا ومعها أبو ها أوابنها أوزوجها أوأخوها أوذومحرم منها.(صحيح لمسلم،باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره: ٤٣٤/١،رقم الحديث: ١٣٤٠،انيس)

عن أبى الأحوص قال: قال عبد الله :المرأة عورة وأقرب ماتكون من ربها إذا كانت فى قعربيتها فإذا خرجت استشرفها الشيطان.(المصنف لابن أبى شبية: ٣٨٤/٢،رقم:٨٦٩٨ ، سنن الترمذى، رقم: ١١٨٣،مسند البزار: ٤٢٧/٥، رقم: ٢٠٦١،صحيح ابن خزيمة:٩٣/٣،رقم: ١٥٨٥،صحيح ابن حبان: ٤١٢/١٢، رقم:٥٥٩٨،انيس)

عن أبى موسى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل عين زانية وإن المرأة إذا استعطرت فمرت بالمجلس فهى كذا و كذا؛يعنى زانية.(سنن الترمذى،رقم الحديث:٢٧٨٦،انيس)

روى أنه عليه السلام قال لابنته فاطمة:أى شىء خيرللمرأة قالت: أن لا ترى رجلا ولا يرأها رجلا.(مجالس الأبرار،ص:٥٩٧-٥٩٨،رقم المجلس:٩٨)

عن أم سلمة أنهاكانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وميمونة إذ اقبل ابن ام مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسم:احتجبا منه، فقلت: يارسول الله ! أليس هو أعمٰى، لا يبصرنا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أفعميا وإن انتما السماء لا تبصرانه“.(مشكاة المصابيح: ٢٦٩،باب النظر إلى المخطوبة،انيس)==

کی عفت وعصمت کی حفاظت ہے، وہیں اس کے جان و مال، اس کے مستقبل اور اس کے مفادات کی بھی حفاظت ہے؛ اسی لیے لڑکی گو بالغ ہو؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ وہ بغیر ولی کے اپنے طور پر نکاح کے بارے میں کوئی فیصلہ کرلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لا نكاح إلا بولى". (۱)

(یعنی) نکاح ولی کے وساطت سے کیا جانا چاہیے۔

جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ لڑکی کا یہ کہنا کہ میں راضی ہوں، اگر امی ابا راضی ہوجائیں تو اچھا ہے اور وہ شادی کرلے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نکاح کا ایجاب یا قبول نہیں؛ بلکہ نکاح کا وعدہ، یا آئندہ نکاح کرلینے پر رضامندی کا اظہار ہے، (۲) پھر نکاح کے منعقد کرنے کے لیے دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں کا بہ طور گواہ مجلس عقد میں ہونا ضروری ہے۔ (البحر الرائق: ۱۵۵/۳) (۳) اور یہاں اس گفتگو کے موقع پر اس لڑکی اور لڑکے کے علاوہ صرف ایک مرد اور ایک عورت تھے، لہذا نکاح منعقد نہیں ہوا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۰۱/۴-۳۰۲)

== ومن منكراتهم أيضاً خروج النساء عند ذهابهم وعند مجيئهم، فان الواجب على المرأة قعودها في بيتها وعدم خروجها من منزلها وعلى الزوج منعها عن الخروج ولو أذن لها وخرجت كانا عاصيين والإذن قديكون بالسكوت فهو كالقول لأن النهى عن المنكر فرض، و.ن خرجت بغير اذن زوجها يلعنها كل مک في السماء وكل شيء يمر عليه إلا الإنس والجن وقد جاء في الحديث انه عليه السلام قال: ما تركت بعدى فتنة أضر من النساء، فخروج النساء في هذا الزمان من بيوتهن من أكثر الفتن لا سيما الخروج المحرم كخروجهن خلف الجنازة ولزيارة القبور وعند خروج الحجاج ومجيئهم والخير قعود هن في بيو تهن وعدم خروجهن عن منزلهن ألا ترىٰ انه تعالى أمر خير نساء الدنيا وهن أزواج النبي عليه السلام بعدم الخروج من بيو تهن فقال: ﴿وقرن في بيو تكن﴾ وهذا النظم الكريم وإن نزل فيهن إلا أن حكمه يعم الجميع لما تقرر ان خطابات القرآن تعم الموجودين وقت نزوله ومن سيوجد إلى القيامة. (مجالس الا برار، ص: ۱٤٥، رقم المجلس: ۲۰، انيس)

(۱) السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث: ۱۳٦۱۱ (عن أبي موسى رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم، وعن عائشة وعن ابن عباس رضي الله عنهما قالا: لا نكاح إلا بولى. (سنن ابن ماجة، باب لا نكاح إلا بولى، رقم الحديث: ۱۸۸۰، انيس)

(۲) قال ابن نجيم: لوقال: هل أعطيتنيها، فقال: أعطيتک، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۸۹/۳، دارالكتاب الإسلامي بيروت، انيس)

(۳) (قوله: عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين أو محدودين أو اعميين أو ابني عاقدين) متعلق بينعقد بيان للشرط الخاص به وهو الإشهاد فلم يصح بغير شهود لحديث الترمذي: "البغايا اللاتي ينكحن أنفسهن من غير بينة"، ولما رواه محمد بن الحسن مرفوعا: "لا نكاح إلا بشهود"، فكان شرطا ولذا قال في مآل الفتاوىٰ: لو تزوج بغير شهود ثم أخبر الشهود على وجه الخبر لا يجوز إلا أن يجدد عقدا بحضرتهم. (البحر الرائق: ۹٤/۳، دارالكتاب الإسلامي بيروت، انيس)

صرف وعدہ نکاح سے نکاح منعقد نہیں ہوتا:

سوال: بعض علاقوں میں منگنی کی رسومات کی ادائیگی پر کافی مالی اخراجات کئے جاتے ہیں؛ لیکن کوئی با قاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوتا ہے۔ کیا ایسی رسومات کی ادائیگی کو نکاح کہا جائے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

نکاح نام ہے گواہوں کے سامنے با قاعدہ ایجاب وقبول کرنے کا،(۱) چوں کہ منگنی کی جملہ رسومات میں با قاعدہ طور پر ایجاب وقبول کا اہتمام نہیں ہوتا، جو صرف رشتہ دینے، یا لینے کا وعدہ ہوتا ہے؛ اس لیے صرف ان رسومات کے ادا کر لینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور نہ اس پر شرعی از دواجی احکام جاری ہوں گے۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ تحت (قوله: إذا لم ينو الاستقبال): قال في شرح الطحاوي: لو قال: هل أُعطتنيها، فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان اللعقد فنكاح. (رد المحتار: ۱۱/۳، کتاب النكاح) (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۹۹/۴)

خِطبہ کسے کہتے ہیں؟ اور منگنی، یا سلامتی کے عنوان سے اجتماع کی شرعی حیثیت:

سوال: شریعت اسلامیہ میں منگنی (یا سلامتی) کا کیا حکم ہے؟ اس کی صورت یہ ہے کہ لڑکے والا کسی لڑکی والے کے ہاں بذات خود، یا کسی نمائندہ کے ذریعے نکاح کا پیغام دیتا ہے، اگر لڑکی والا اس پیغام کو قبول کر لیتا ہے تو لڑکے کے ماں باپ، یا ذمہ دار حضرات لڑکی کے ماں باپ، یا ذمہ دار حضرات سے نکاح کے سلسلے میں مہر کی مقدار اور نکاح کی تاریخ وغیرہ کی تعیین کرتے ہیں، گویا نکاح کی بات چیت پکی ہوگئی، اس کے بعد مزید تشہیر کے لیے نکاح کے دن سے قبل لڑکی والوں کے گھر پر منگنی (یا سلامتی) کے نام سے ایک دن مقرر کر کے ایک مجلس قائم کرتے ہیں، جس میں اپنی اپنی حیثیت کے موافق پچاس، سو، یا ہزار دو ہزار آدمی دونوں طرف سے متعلقین اور رشتہ داروں کو دعوت دی جاتی ہے، مقررہ تاریخ میں یعنی سلامتی کے دن جب سب لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو ایک شخص کھڑے ہو کر اعلان کرتا ہے کہ یہ فلاں اور فلانہ کی سلامتی ہے، فلاں کا لڑکا فلاں سے اور فلاں کی لڑکی فلانہ سے اتنے اتنے مہر پر سلامتی ہوگئی ہے اور لڑکی

---

(۱) **ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين عدولا كانوا غير عدول أو محدودين في القذف.** (الهداية، كتاب النكاح: ۱۸۵/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت، انيس)

(۲) **قال ابن نجيم: لو قال: هل أعطيتنيها فقال أعطيتك إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح.** (البحر الرائق: ۸۳/۳، كتاب النكاح)

ومثله في الهندية: ۲٦٧/۱، كتاب النكاح. الباب الاوّل في تفسيره شرعاً. الخ.

کے لیے مہر متعینہ زیورات، یا روپیہ وغیرہ لڑکی والوں کو برسر مجلس سپرد کر دیا جاتا ہے، لڑکی والے ان اسباب کو اپنی تحویل میں لیتے ہیں اور جو سامان لڑکی کے لیے دیا جاتا ہے زیورات وغیرہ، برسر مجلس لڑکی والے اس تمام سامان کی باضابطہ جانچ پڑتال کرتے ہیں اور اہل شرکاء میں سے بعض حضرات کو دکھایا جاتا ہے، اس کے بعد امام صاحب دعا کرتے ہیں اور لڑکی والوں کی طرف سے تمام شرکائے مجلس کو حسب حیثیت ضیافت کرتے ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح کا پیغام قبول کرنے کے بعد اور جانبین کی رضامندی سے نکاح کے سلسلے میں مہر کی مقدار اور نکاح کی تاریخ وغیرہ متعین کرنے کے بعد اس طرح سلامتی کے نام سے لوگوں کو جمع کر کے مجلس قائم کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ ہمارے یہاں ایک مستند عالم جو دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جانبین کی رضامندی کے بعد اس طرح سلامتی کے نام مجلس قائم کرنا شرعاً جائز ہے؛ بلکہ موجب ثواب ہے۔ حدیث شریف میں جسے خطبہ کہتے ہیں، وہ اسی کو کہتے ہیں، اس عالم صاحب کا کہنا شرعاً صحیح ہے، یا نہیں؟ صورت مسئولہ میں جو دو صورتیں پیش کی گئی ہیں، پہلی صورت کو خِطبہ کہتے ہیں، یا دوسری صورت کو؟

الجواب

شرعاً خِطبہ کا حاصل صرف اتنا ہے کہ مرد، یا اس کے اقارب؛ عورت، یا اس کے اقارب کو نکاح کا پیغام دیں، اس غرض کے لیے کوئی اجتماع، یا تحائف کا تبادلہ خِطبہ کے لیے ہرگز ضروری نہیں۔ لہٰذا منگنی، یا سلامتی کے نام سے جس اجتماع کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے، اس کو سنت قرار دینا بالکل غلط ہے؛ بلکہ سنت سمجھ کر ایسا کرنا بدعت اور واجب الترک ہے۔(۱) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۷/۱۲/۱۴۰۴ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۳۲)

---

(۱) منگنی کے موقع سے اجتماع غیر مسلموں کا طریقہ ہے، اسلام میں اس نکاح کو بابرکت نکاح کہا گیا ہے، جس میں کم خرچ ہو، منگنی گرچہ مقدمات نکاح میں سے ہے؛ لیکن یہ ایک قسم کا معاہدہ ہے، جس کے لیے اجتماع اور پارٹی کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، اجتماع یا پارٹی وقت کے ساتھ مال کا بھی ضیاع ہے، نیز دیگر منکرات وبدعات کو فروغ بھی دینا ہے۔

عن عبداللّٰہ بن عمر قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبی داؤد، باب فی لبس الشهرة (ح: ٤٠٣١)، وقد أخرجه البزار فی مسنده (ح: ٢٩٦٦) والطبرانی فی الأوسط (ح: ٨٣٢٧) عن حذیفة بن الیمان رضی اللّٰہ عنه. انیس)

قال الإمام الصنعانی: هذا الحدیث دال علی أن من تشبه بالفساق کان منهم، أو الکفار، أو المبتدعة فی أی شیء مما یختصون. (فتح العلی الحمید فی شرح کتاب مفید المستفید فی کفر تارک التوحید، تفسیر قوله: من تشبه بقوم فهو منهم: ۸۷/۱، انیس)

==

منگنی خطبہ نکاح کے قائم مقام نہیں ہوسکتی:

سوال: میری عمر ۲۷ سال کی ہوچکی ہے، اللہ نے تین فرزند اور بیٹیاں عطا کر رکھی ہیں، تین لڑکوں اور تین بیٹیوں کی شادیوں سے میرے مالک نے سبکدوش کردیا ہے، اب صرف ایک چھوٹی بچی کا فریضہ ادا کرنا میرے ذمہ باقی ہے، اس لڑکی کی عمر ۲۹ رسال ہے، صوم صلوٰۃ کی پابند ہے اور امور خانہ داری میں معقول مہارت رکھتی ہے، والدہ کی وفات کے بعد خاموش رہتی ہے اور اس کی خاموشی مجھے شاق گزرتی ہے۔ میری رفیقہ حیات کا ڈیڑھ سال ہوا کہ وہ انتقال کرگئی اور مناسب رشتہ کی تلاش کرتی رہی اور یہ حسرت دل میں لیے چلی گئی، بیٹی کی افسردگی نے مجھے مجبور کردیا ہے کہ اس کی شادی جلد کرکے اپنے فرض سے سبکدوش ہوجاؤں، چناں چہ ۱۹۷۶ء میں ایک قریبی رشتہ دار کی وساطت سے اس بچی کی منگنی کردی گئی، جب لڑکے کو اس کے رشتہ دار کے ذریعے پیغام شادی کا بھیجا تو اس نے جواب دیا کہ کم از کم دو سال تک انتظار کریں، ورنہ بصورت دیگر آپ جہاں چاہیں اپنی لڑکی کی شادی کرسکتے ہیں، ان ناگفتہ بہ حالات میں میرا ضمیر اس بات کی اجازت نہیں دیتا ہے کہ میں اس لڑکے کی منت سماجت کروں، کیا رسم منگنی کو خطبہ نکاح کا مقام دیا جاسکتا ہے؟ اگر کوئی دوسرا موزوں لڑکا مل جائے تو کیا ہم اس سے نکاح کرسکتے ہیں، منگنی رکاوٹ تو نہیں بنے گی؟

== عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهورد". (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور. رقم الحديث: ١٧١٨)/صحيح البخارى، باب إذا اصطلحوا على صلح جورفالصلح مردود، رقم الحديث: ٢٦٩٧، انيس)

قال أهل العربية: الرد ههُنا بمعنى المردود ومعناه فهو باطل غير معتدبه وهذا الحديث قاعدة عظيمة من قواعد الإسلام وهو من جوامع كلمه صلى الله عليه وسلم فإنه صريح فى رد كل البدع والمخترعات. (شرح النووى لمسلم، باب نقض الأحكام الباطلة، الخ: ١٢/١٦، انيس)

قال العلامة الحلبى: كل مباح يؤدى إليه (أى إلى اعتقاد الجهلة سنيتها) فمكروه. (غنية المستملى المعروف بالكبيرى، فصل فى مسائل شتىٰ: ٥٦٩. انيس)

"وكل مباح أدى إلىٰ هذا فهومكروه حتى أفتىٰ بعض الفقهاء حين شاع صوم أيام البيض فى زمانه بكراهته لئلا يؤدى إلى اعتقاد الواجب مع أن صوم أيام البيض مستحبة ورد فيه أخبار كثيرة فماظنك بالمباح وماظنك بالمكروه". (مجالس الأبرار: ٢٩٩/٥، انيس)

"قال ابن المنير: إن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن مرتبتها لأن التيامن مستحب فى كل شيء من أمور العبادة؛ لكن لما خشى ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه، أشار إلىٰ كراهته والله أعلم. (فتح البارى لابن حجر، باب الانفتال والانصراف عن اليمين: ٣٣٨/٢. ، انيس)

"واستنبط منه أن المندوب ربما ينقلب مكروهًا إذا خيف أن يرفع عن رتبته". (مجمع بحار الأنوار، صرف: ٣١٥/٣، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية. انيس

الجواب

منگنی خطبہ نکاح کے قائم مقام نہیں ہوسکتی اور نہ شرعاً اس سے نکاح منعقد ہوتا ہے، وہ تو محض نکاح کا ایک وعدہ ہے،(۱) اور وعدے کی خلاف ورزی کسی عذر کے بغیر جائز نہیں۔(۲) ہاں! اگر کوئی عذر کو مثلاً لڑکے میں کوئی عیب جو پہلے معلوم نہیں تھا، اب معلوم ہوجائے، یا لڑکی اس رشتے کو ناپسند کرے تو ایسی صورت میں منگنی توڑ دینا جائز ہے؛ لیکن اس کی اطلاع فریق ثانی کو کردینی ضروری ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: امداد المفتین ص:۵۸۲-۵۸۴، سوال نمبر:۴۴۶-۴۴۸) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۲/۶/۷ ۱۳۹ھ۔ (فتاویٰ عثمانی:۲/۲۳۳)

منگنی اور باقاعدہ نکاح میں فرق:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے کہ:

میری دختر کی شادی زید کے ساتھ ہوئی، جس کی باقاعدہ عائلی قوانین کے مطابق رجسٹری ہوئی اور سرکاری دستاویزات موجود ہیں، نکاح کے چند دنوں بعد مخالفین نے جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کیا کہ میری دختر کا عقد نکاح سکندر کے ساتھ ہوا تھا، اس دعوے پر انہوں نے آٹھ جھوٹے گواہ بھی پیش کئے، اس پر میں اپنے گاؤں کے ایک مولوی صاحب کے مشورے سے اپنی لڑکی کو شادی کے نو دن بعد اپنے گھر لے آیا، مولوی صاحب نے مشورہ دیا کہ چوں کہ معاملہ جرگہ میں پیش ہوا ہے؛ اس لیے بہتر ہے کہ فیصلہ ہونے تک فی الحال اپنی لڑکی کو گھر لے آؤ، بعد ازاں برادری کے تین افراد بطور جرگہ مقرر ہوئے ثالثوں نے بیانات لے لیے، پھر سکندر نے ثالثوں سے کہا کہ اگر یہ شخص مجھے دو ہزار روپیہ دے دیں تو میں اپنے دعوے سے دستبردار ہوتا ہوں، ثالثوں نے زیادتی سمجھتے ہوئے فیصلہ کی منظوری دے دی، اخلاقی جرم یہ تھا کہ میں نے اقرار کیا اور اب بھی کرتا ہوں کہ میری لڑکی چھ سال کی تھی اور سکندر ایک سال کا تھا اور سکندر کے والد نے میری بیٹی منسوب کرنے کی خواہش کی اور یہ خواہش نہ میں نے واضح الفاظ میں قبول کی تھی اور نہ انکار کیا تھا اور نہ باقاعدہ منگنی ہوئی تھی اور نہ کوئی رواج ہوا تھا؛ بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ مجھے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ نہیں ہے؛ اس لیے میں نے مناسب رشتہ ملنے پر زید کے ساتھ نکاح کیا اور باقاعدہ نکاح ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ زید کے ساتھ نکاح درست ہوا ہے، یا یہ سکندر کا حق ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: انارگل، پنڈی گیپ کیملپور، ۲۹/۶/۱۹۷۲ء)

---

(۱) و فی الدر المختار، کتاب النکاح: ۱۲/۳ (طبع سعید) وان للوعد. وفی الشامیة، ص: ۱۱، لو قال: هل اعطیتنیها؟ فقال: اعطیت، إن کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح.

(۲) وفی الصحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱ (طبع قدیمی کتب خانه) عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: آیة المنافق ثلاث: إذا حدث کذب وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان.

الجواب

اگر آپ نے گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول نہ کیا ہو تو یہ معاملہ خطبہ ہے، نکاح نہیں ہے، لہٰذا اس لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ بلا شک وشبہ درست ہے۔

قال فی المرقاة:لکن إن تزوج الثانی تلک المرأة بغیرإذن الأول صح النکاح، الخ.(۲۱۱/٦)(۱)
وفی تنقیح فتاویٰ الحامدیة (۳۱/۱) لا تکون الخطبة واقعة موقع عقد النکاح أصلا.(۲)

اگر آپ نے گواہوں کے روبرو یہ الفاظ کہے کہ میں نے فلانہ فلاں کے لیے نکاح میں دے دیا اور اس مجلس میں دوسری جانب سے یہ بولا گیا ہو کہ ہم نے فلاں کے لیے قبول کیا تو یہ نکاح شرعی ہے، اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کالعدم ہے۔(۳) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۷۷/۴-۳۷۲)

لڑکی کو کپڑے پہنانا اور آپس میں کھانا کھلانا اور دعا کرنا نکاح نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے رشتہ مانگا، لڑکی کے والد نے کہا کہ میں تم سے دو کنال زمین لکھ کر لوں گا، اگر یہ شرط منظور ہے تو رواج کے مطابق منگنی کرو۔ اس کے بعد سائل نے کپڑوں کا ایک جوڑہ لا کر لڑکی کو پہنایا، ساتھ ہی دونوں طرف سے رشتہ دار بھی اکٹھے ہوئے اور کھانا کھا کر دعائے خیر ہوئی، اس وقت کے دو گواہوں کا بیان یہ ہے کہ ہمارے سامنے صرف یہ بات ہوئی تھی کہ بڑی لڑکی کا رشتہ تم کو دیں گے۔ اب طرفین میں ناچاقی پیدا ہوگئی اور لڑکی والوں نے انکار کیا، جب کہ لڑکے کا والد کہتا ہے کہ نکاح ہو گیا تھا۔ براہ مہربانی یہ بتائیں کہ یہ نکاح ہوا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: چوہدری علی، مرڑ کوہالہ، ایبٹ آباد)

الجواب

صورت مذکورہ میں صرف خطبہ موجود ہوا ہے، جو کہ نکاح شرعی نہیں ہے، لہٰذا اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح میں دینا درست ہے، اگرچہ مکروہ ہے۔

قال فی المرقاة:لکن إن تزوج الثانی تلک المرأة بغیرإذن الأول،صح النکاح،الخ.(۲۱۱/٦)(۴)

---

(۱) مرقاة المفاتیح:۲۱۱/٦،باب إعلان النکاح والخطبة والشرط الفصل الأول
(۲) تنقیح الفتاویٰ الحامدیة:۳۱۱،قبیل فوائد ذکرھا المؤلف مفرقة
(۳) قال عبد اللّٰہ بن مودود الموصلی: ورکن النکاح الایجاب والقبول وینعقد بلفظین ماضیین...ولا ینعقدنکاح المسلمین إلا بحضور رجلین أو رجل وامرأتین،الخ.(الاختیار لتعلیل المختار:۱۰۹/۲،کتاب النکاح)
(۴) مرقاة المفاتیح: ۲۱۱/٦،باب اعلان النکاح والخطبة والشرط الفصل الأول

انتخاب اور منگنی

وفی تنقیح فتاویٰ الحامدیة (۳۱/۱): لا تکون الخطبة واقعة موقع عقد النکاح أصلا. (۱)
وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۷۴/۴-۳۷۵)

منگنی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا:

سوال: زید مع چند کس واسطے ناطہ مانگنے اپنے فرزند بالغ کے بکر صاحب دختر کے گھر گیا، دختر نا بالغہ تھی، بکر صاحب دختر نے اپنے بھائی حقیقی احمد اللہ کو جواب دینے کے لیے اجازت دی، احمد اللہ مذکور نے اپنی طرف سے خالد کو، جو کہ زید کا بہنوئی ہے، جواب دینے کے واسطے مختار بنایا امام صاحب نے، جن کو خود زید اپنے ساتھ لایا تھا۔ کہا کہ زید ناطہ اپنے فرزند کے واسطہ مانگتا ہے تو خالد (زید کے بہنوئی) نے جواب دیا کہ ہم نے دے دیا تو امام صاحب نے دعا فرمائی جو کہ خود امام صاحب کے بیان سے عیاں ہے، اسی طرح باقی گواہان کا بیان ہے۔ صرف زید کا حقیقی بھائی اور خالد زید کا بہنوئی بیان دیتے ہیں کہ ایجاب بھی ہوا، قبول بھی، زید نے کہا جو کہ سراسر غلط ہے؛ بلکہ ان دو گواہان کے لیے بکر صاحب دختر نے کہا تھا کہ قرآن شریف ہاتھ میں لو؛ مگر انکاری ہو گئے ہیں اور مجلس داہنداری کی تھی۔ پس صورتِ بالا میں نکاح ہوا، یا نہیں؟ عنداللہ جواباً مشکور فرمائیں وعبارت فقہ درج فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

تنقیح:

جو لوگ ایجاب اور قبول دونوں کو بیان کرتے ہیں، ان سے وہ الفاظ لکھوا کر بھیجئے، جن سے ایجاب وقبول ہوا ہے، ایجاب کے الفاظ علاحدہ ہوں اور قبول کے لیے علاحدہ ہوں، تب جواب دیا جائے گا۔ نیز اس سے پہلے کبھی پیغام بھیجا ہے، یا یہ گفتگو اول ہی مرتبہ ہوئی؟ اور ان بیانات کو بھی ہمراہ بھیجئے؟

(اس تنقیح کا جوابِ تنقیح اصل کتاب میں موجود نہیں۔ (غلام اللہ گل منگچری)

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

عبدالرحمٰن مدعی کے بیان میں بھی تصریح ہے: ''مجلس داہنداری ہو'' اسی طرح عبداللہ، احمد اللہ، غلام رسول، احمد جونیہ، عزیز جو، چودھری وجے جو سب اس کے مقر ہیں کہ ''مجلس رشتہ اور منگنی کی تھی'' اس کا کوئی اقرار نہیں کرتا کہ ''مجلس نکاح کی تھی'' اور ہمارے عرف میں مجلسِ نکاح اور ہوتی ہے اور مجلس رشتہ اور اور منگنی ہمارے یہاں صرف وعدۂ نکاح کا

---

(۱) تنقیح الفتاویٰ الحامدیة: ۳۱۱، قبیل فوائد ذکرھا المؤلف مفرقة

انتخاب اور منگنی

نام ہے،صرف وعدہ سے نکاح نہیں منعقد ہوتا؛ بلکہ نکاح کے لیے مستقلاً دوسری مجلس منعقد کی جاتی ہے،لہذا اگر وہاں کا عرف بھی یہی ہے تو صورتِ مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔

”كتزوجني نفسک إذا لم ينوا الإستقبال:أی الإستيعاد:أی طلب الوعد ... قال في شرح الطحطاوی:لو قال:هل أعطيتنيها ؟فقال:أعطيت،إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح،آه“. (ردالمحتار:۲/ ۴۰۸)(۱)

نیز امام صاحب کے الفاظ کہ ”زید ناطہ اپنے فرزند کے واسطے مانگتا ہے“صریح ہیں کہ رشتہ کی درخواست کی جاری ہے اور جواب میں خالد کا کہنا کہ ”ہم نے دے دیا“ بھی رشتہ ہی پر محمول ہوگا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ،صحیح:عبداللطیف،مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۲۹/شوال/۱۳۵۵ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۵۵)

مجلسِ وعدۂ نکاح کیا نکاح ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی کو اس کے چچا زاد بھائی کے لڑکے سے شادی کرایا،اور ان دونوں بھائیوں نے وعدہ کیا کہ ”ہم دوسرے سے شادی نہیں کرائیں گے“ کچھ دن کے بعد لڑکے کے باپ غریب ہوگئے اور وہ روزی کے لیے باہر چلے گئے اور لڑکی کے باپ نے اپنی لڑکی کی شادی دوسری جگہ کردی۔اس دوران وہ لڑکے کا باپ آپہونچا اور ان کے پہونچنے کی خبر سن کر لڑکی کا باپ آیا اور اپنی معذوریت پیش کر کے کہا کہ میں نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے،اس کو آپ معاف فرمایئے،میں مجبور ہوں تو لڑکے کے باپ نے جواب دیا کہ اگر میں زندہ رہوں تو دیکھوں گا،کس طرح آپ دوسری جگہ شادی کراتے ہیں،اگر میں زندہ رہا تو بندوق سے تیری جان نکالوں گا اور اگر مر گیا تو قیامت میں اس کا جواب دینا ہوگا اللہ کے دربار میں۔مسجد میں اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرایا گیا۔اب یہ نکاح درست ہوا،یا نہیں؟

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح :۳/ ۱۱-۱۲،سعيد

(۲) ”النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر“. (الدر المختار،كتاب النكاح:۳/۹، سعيد)

(۳) ”لا يجوز لرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلک المعتدة“.(الفتاویٰ العالمگيرية ،كتاب النكاح، الباب الثالث في المحرمات، القسم السادس، المحرمات التي يتعلق بها حق الغير:۱/ ۲۸۰،دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) ”كتزوجني نفسک إذا لم ينوا الا ستقبال:أی الاستيعاد:أی طلب الوعد ...قال في شرح الطحطاوی: لو قال: هل أعطيتنيها ؟ فقال:أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد ،وإن كان للعقد فنكاح“. (الدر المختار مع ردالمحتار ، كتاب النكاح:۳/ ۱۱-۱۲،سعيد)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر وہ مجلس عقدِ نکاح کی مجلس تھی اور گواہوں کے سامنے نکاح کا ایجاب وقبول کیا گیا تو وہ نکاح صحیح ہوگا ،(۱) پھر دوسری جگہ شادی کا حق نہیں رہا، وہ نکاح ثانی غلط ہے۔(۳) اگر پہلی دفعہ نکاح کا ایجاب وقبول نہیں کیا گیا؛ بلکہ رشتہ کیا گیا، جو وعدۂ نکاح ہے،(۴) تو بلا وجہ وعدۂ خلافی کرنا گناہ ہے؛ لیکن اگر مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اس جگہ نکاح نہ کیا جائے؛ بلکہ دوسری جگہ کردیا جائے تو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔ اس بات پر بندوق مارنے کا حق ہرگز نہیں اور قیامت میں بھی عذاب نہیں ہوگا، لڑکی کی مصلحت کو ملحوظ رکھنا چاہیے، یہ ولی کی ذمہ داری ہے۔ مسئلہ وعدہ الأشباہ والنظائر میں اور مجلسِ نکاح کی بحث شامی میں مذکور ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۱/۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۵۷)

وعدۂ نکاح سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: زید نے اپنے دوست بکر سے مذاقاً کہا کہ: ''تمہاری لڑکی فاطمہ کا عقد اور رشتہ میرے لڑکے خالد کے لیے مطلوب ہے''۔ بکر نے جواباً کہا کہ: ''ہاں! مجھے منظور ہے، میں راضی ہوں''۔ اس کے بعد دونوں فاطمہ اور خالد کو بہو اور داماد کہنے لگے۔ مذکورہ الفاظ کا تکرار متعدد مجلسوں میں ہوتا ہے۔ یہ واضح رہے کہ فاطمہ اور خالد کم سن (ایک سال، یا اس سے بھی کم عمر کے تھے) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان مذکورہ الفاظ سے کیا شرعاً نکاح منعقد ہوگیا؟ اور کیا یہ ایجاب وقبول میں داخل ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ صرف (رشتہ) خطبہ ہے، جو کہ وعدۂ نکاح کے درجہ میں ہے، نکاح نہیں، لہذا ابھی نکاح منعقد نہیں ہوا۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) ''الخلف في الوعد حرام ...''إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي فلم يف، فلا إثم عليه''. (انتهى) وقيل: عليه، فيه بحث، فإن أمر: (أوفوا بالعقود) مطلق، فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء''. (غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر، كتاب الحظر والإباحة: ۲۳٦/۳، إدارة القرآن كراتشي)

عن أبي هريرة ص عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱، طبع قديمي كتب خانه، انيس)

''النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر''. (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

(۲) ''قال في شرح الطحطاوي: لوقال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان للعقد فنكاح''. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح: ۱۱/۳، ۱۲، سعيد)

انتخاب اور منگنی

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۱۳۹۱ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۸/۱۱)

حلفاً نکاح کا وعدہ کرنے کی شرعی حیثیت:

سوال: جناب مفتی صاحب! میں ایک شخص کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی۔ ایک دفعہ مجھے اکیلا دیکھ کر قرآن مجید لے کر میرے پاس آ گیا اور مجھے ڈرا دھمکا کر کہنے لگا کہ اس پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ تم مجھ سے شادی کرو گی۔ میں نے خوف کی وجہ سے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر ہاں کہہ دیا۔ کیا ایسا کرنے سے میرا اس شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا، یا میں آزاد ہوں؟ میں اب بھی اس کو دیکھنا نہیں چاہتی، اگر میں نے یہ گناہ کیا ہے تو قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا کفارہ بھی بتائیں؟ میں دعا گو رہوں گی۔ (ایک دکھی بیٹی)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

سوال میں مذکورہ الفاظ نکاح کے الفاظ نہیں ہیں؛ بلکہ وعدۂ نکاح ہے،(۱) اور اگر یہ الفاظ الفاظ نکاح ہوتے تو پھر بھی نکاح نہ ہوتا؛ کیوں کہ مستفتی کے بیان کے مطابق یہ بات چیت بغیر گواہ کے ہوئی ہے،(۲) لہٰذا آپ آزاد ہیں، البتہ

(۱) (سئل) فیما إذا خطب وکیل زید ابنة عمرو البالغة لزید بمحضر من النسا فأجابه الأب إلی ذلک قائلاً: أن مهر ابنتی کذا إن رضیت فبها وإلا فلا، فرضی الخاطب ودفع للأب شیئا من الحلی وألبسه لابنته فلم ترض البنت بالخطبة وردتها، فهل یسوغ لها ذلک ولا تکون الخطبة واقعة موقع عقد النکاح أصلاً؟ (الجواب) حیث لم یجز بینهما عقد نکاح شرعی بإیجاب وقبول شرعیتین لا تکون الخطبة واقعة موقع عقدالنکاح أصلاً. (العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة: ۳۱/۱-۳۲، دارالمعرفة بیروت، انیس)

(۲) ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین أو رجل وامرأتین عدولا کانوا غیر عدول أو محدودین فی القذف. (الهدایة، کتاب النکاح: ۱۸۵/۱، دارإحیاء التراث العربی بیروت، انیس)

(قوله: عند حرین أو حر وحرتین عاقلین بالغین مسلمین ولو فاسقین أو محدودین أو اعمیین أو ابنی عاقدین) متعلق بینعقد بیان للشرط الخاص به وهو الإشهاد فلم یصح بغیر شهود لحدیث الترمذی: "البغایا اللاتی ینکحن أنفسهن من غیر بینة"، ولما رواه محمد بن الحسن مرفوعا: "لا نکاح إلا بشهود"، فکان شرطاولذا قال فی مآل الفتاویٰ: لو تزوج بغیر شهود ثم أخبر الشهود علی وجه الخبر لا یجوز إلا أن یجدد عقدا بحضرتهم، الخ. (البحر الرائق: ۹٤/۳، دارالکتاب الإسلامی بیروت، انیس)

(۳) وأما کفارة الأیمان، فعلی ثلاثة أوجه: عتق رقبة، أو إطعام عشرة مساکین، أو کسوتهم. (النتق فی الفتاویٰ للسغدی، کفارة الأیمان: ۱۹۲/۱، مؤسسة الرسالة بیروت، انیس

بظاہر یہ معاملہ حلف وقسم کا ہے؛ اس لیے حِنث کی صورت میں کفارہ دینا پڑے گا۔ (۳) (فتاوی حقانیہ: ۳۲۱/۴)

لفظ رشتہ اور نسبت سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: ایک شریف کی دو لڑکیاں ہیں، ایک کی عمر پندرہ سال چھ ماہ اور دوسری کی عمر بارہ سال چند ماہ کی۔ لڑکیوں کے والد نے بڑی لڑکی کی نسبت اپنے ایک رشتہ کے بھانجے سے کردی تھی۔ دوسری کی نسبت بعد میں اپنے کنبہ کے ایک شخص سے کردی تھی؛ لیکن چھوٹی لڑکی کی جو نابالغ ہے، چالیس سال زیادہ عمر کے شخص کے ساتھ نسبت کی ہے اور بڑی جو بالغ ہے، اس کی تقریباً پچیس سال کی عمر کے شخص کے ساتھ نسبت کی ہے۔ اب جو لڑکی کے والدین سے اس طرح کہا گیا کہ اپنے ہی گھر کی بات ہے، روپیہ پیسہ تم نے کوئی سی لڑکی پر نہیں لیا، دونوں لڑکیوں کی نسبت خدا کے واسطے کردی ہے اور صرف نسبت کرنے سے کوئی عقد شریعت کا حکم نہیں آ جاتا والدین کو مجاز ہے کہ اگر کوئی بات بہتری کی دیکھیں تو عقد سے پہلے رشتہ بدل سکتے ہیں؛ اس لیے مناسب اور افضل بات یہ ہے کہ بڑی لڑکی کا نکاح جو شخص چالیس سے زیادہ عمر کا ہے، اس کے ساتھ کردیا جاوے اور چھوٹی لڑکی کا نکاح چھوٹی عمر والے سے کیا جاوے؛ کیوں کہ انصاف کی بات یہی ہے تو اس پر لڑکیوں کا والد کہتا ہے: جو ہو گیا، سو ہو گیا، ہم اپنی لڑکیوں کے بدل کر رشتہ دو دو خاوند نہیں کرانا چاہتے ہیں، لڑکیوں کی یوں ہی قسمت تھی، جن کے ساتھ پہلے نسبت کا نام لے لیا گیا، ایسے ہی رہے گا، حالاں کہ ابھی کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی، لہذا عرض ہے کہ کیا یہ بات شریعت کے عین مناسب ہے اور جو بات شریعت میں جائز؛ بلکہ افضل ہو تحریر فرمایا جاوے؛ تا کہ عقیدہ باطلہ کی اصلاح کی جاوے۔

الجواب

رشتہ اور نسبت سے نکاح نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ وعدہ نکاح ہے اور اگر تبدیل کرنے میں مصلحت ہو، جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے تو یہ ردوبدل کرنا؛ یعنی بڑی لڑکی کا نکاح بڑے لڑکے سے اور چھوٹی لڑکی کا نکاح چھوٹے لڑکے سے کرنا بلا تأمل جائز ہے اور اس کو ناجائز سمجھنا درست ہے۔ (۱) (امداد المفتین: ۴۸۸/۲)

---

(۱) قولہ: (أویترک) أی نکاحها قبل الخطبة منهية إذا کانا راضيين وتعين الصداق لکن إن تزوج الثاني تلک المرأة بغير إذن الأول صح النکاح، الخ. (٦/ ٢١١) (مرقاة المفاتيح، باب إعلان النکاح والخطبة والشرط الفصل الأول: ٢٠٦٧/٥، دار الفکر بيروت، انيس)

قال ابن نجيم: لو قال هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيتک، إن کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح. (البحر الرائق، کتاب النکاح: ٨٩/٣، دار الکتاب الإسلامي بيروت، انيس)

قول وقرار سے نکاح حکم:

سوال: عمر وفاطمہ دونوں حقیقی بھائی بہن ہیں، عمر کی دولڑکیاں پیدا ہوئی ہیں اور فاطمہ کے دولڑکے پیدا ہوئے ہیں ،دونوں بھائی بہن آپس میں اپنے بچوں کے متعلق ایک دوسرے سے شادی کے قول وقرار کرتے ہیں، چناں چہ بچوں کے بڑے ہونے کے بعد عمر اپنی بڑی لڑکی کی شادی اپنی بہن فاطمہ کے بڑے لڑکے سے کردیتا ہے باقاعدہ شرعی نکاح کے ساتھ، چنانچہ دونوں خوش وخرم ہیں۔اس کے بعد فاطمہ اپنے بھائی سے کہتی ہے کہ میرا چھوٹا لڑکا عرصہ دس سال سے بھاگ گیا ہے؛اس لیے بھائی! تم اپنی لڑکی کی شادی کسی اور جگہ کردو، چناں چہ عمر نے دوسری جگہ شادی کردی ہے۔

اس کے بعد بعض لوگوں نے (واللہ اعلم) دشمنی سے، یا کسی اور وجہ سے یہ کہنا شروع کردیا کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا ہے؛ اس لیے کہ اس لڑکی کا نکاح فاطمہ کے چھوٹے لڑکے سے بچپن میں ہو چکا ہے، چناں چہ فاطمہ کو بھی لوگوں نے بہکالیا ہے، وہ بھی ایسا ہی کہتی ہے۔اب کیا ہم اس پہلے نکاح کو جب کہ وہ نکاح ہی نہیں تھا؛ بلکہ آپس میں قول وقرار تھا اور شاید گواہ بھی نہیں ہے، کیا یہ دوسرا نکاح صحیح ہوگیا، یا نہیں؟

الجواب ________________ حامداً ومصلیاً

اگر اس چھوٹے لڑکے اور لڑکی کے متعلق صرف وعدہ ہوا تھا کہ ان کی شادی کردیں گے اور نکاح نہیں کیا گیا تھا، نہ نکاح پڑھنے والا کوئی موجود تھا، نہ گواہ موجود تھا، محض وعدہ کر لینے سے نکاح نہیں ہوگیا اور عمر نے دوسری جگہ جو شادی کردی ہے، وہ صحیح اور معتبر ہے۔(۱) دشمنی کی وجہ سے غلط بات کہنا اور بہکانا سخت مذموم ہے۔(۲) فاطمہ کو بھی چاہیے کہ اصل حقیقت کو نہ چھپائے۔وعدہ اور ہے اور شادی اور ہے، دونوں ایک چیز نہیں۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) "(وینعقد)متلبساً (بإیجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر ...(و) شرط (حضور) شاهدین(حرین)أو حرتین (مکلفین سامعین قولهما معاً، الخ)". (الدر المختار : ۳/۹ـ۲۱، کتاب النکاح، سعید)

"(وأما شروطه) ... ومنها الشهادة، قال عامة العلماء : إنها شرط جواز النکاح". (الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۲۶۷، کتاب النکاح ط الباب النکاح، رشیدیه)

(۲) عن جابر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال: "مامن امری یخذل امرأ مسلماً فی موضع تنتهک فیه حرمته وینتقص فیه من عرضه إلا خذله اللّٰه تعالیٰ فی موطن یجب فیه نصرته.(سنن أبی داؤد،باب من رد عن مسلم غیبة،رقم الحدیث: ۴۸۸۴،انیس)

وعن أنس رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم :..."ومن رمی مسلماً بشیء یرید شینه به، حبسه اللّٰه علی جسر جهنم حتی یخرج مما قال.(الحدیث)(مشکاة المصابیح ،کتاب الآداب،باب الشفقة والرحمة علی الخلق ،الفصل الثانی،ص: ۴۲۴،قدیمی)(سنن أبی داؤد،باب من رد عن مسلم غیبة،رقم الحدیث:۴۸۸۳،انیس)

(۳) "إن المجلس للنکاح فنکاح ،وإن للوعد فوعد". (الدرالمختار: ۳/۱۲، کتاب النکاح،سعید

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۵/۱۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۶۳)

''لڑکی دیا، لیا'' کہنے سے نکاح ہوتا ہے، یا نہیں:

سوال: دو شخصوں نے غلام محمد سے کہا کہ تم اپنی لڑکی رحم علی کے لڑکے کو دے دو۔ غلام محمد نے کہا: میں نے دے دی۔ مذکوران نے رحم علی کو کہا کہ غلام محمد نے لڑکی دے دی ہے، وہ خوش ہوکر منظور کرتا ہے تو کیا یہ نکاح، یا ناطہ صحیح ہوا؟

الجواب

اگر روبرو شاہدین کے مجلس نکاح میں یہ ایجاب وقبول ہوا ہے تو اس صورت میں نکاح صحیح ہو گیا ہے۔

درمختار میں ہے:

وهل أعطيتنيها؟ إن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۶۱)

منگنی میں لڑکا لڑکی دینے لینے سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: ہماری قوم میں یہ رواج ہے کہ بوقت منگنی لڑکی والا لڑکے والے سے مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میں نے اپنی فلاں لڑکی تمہارے فلاں لڑکے کو دی۔ لڑکے والا کہتا ہے کہ میں نے اپنے لڑکے کے واسطے قبول کی۔ اس صورت میں نکاح ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ بعض لوگ اس طرح منگنی کر کے لڑکی کو دور جگہ بیاہ دیتے ہیں۔

الجواب

منگنی کے وقت الفاظ مذکورہ کہنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ وعدہ نکاح ہے اور اس سے منگنی ہوتی ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

وإن للوعد فوعد. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۳۰-۱۳۱)

''ناطہ دے دیا'' کہنے سے نکاح نہیں ہوتا ہے:

سوال: گل زمان کی والدہ سے مسمیٰ سمندر سے کہا کہ اپنی دختر کا ناطہ میرے فرزند گل زمان سے دے دو۔ سمندر نے روبرو گواہان اسی مجلس میں جواب دیا کہ میں نے اپنی دختر مذکورہ کا ناطہ گل زمان کے لیے دے دیا ہے۔ کچھ عرصہ

---

(۱) الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب النكاح: ۲/۳٦۳، ظفير)

وفي الكتاب يقول: إذا قال: خطبتك إلى نفسك بكذا فقالت: زوجتك نفسي فهو نكاح جائز إذا كان بمحضر من الشهود. (المبسوط للسرخسي، كتاب النكاح: ٥/٦۲، دار المعرفة بيروت، انيس)

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب النكاح: ۲/۳٦٤، ظفير

کے بعد سمندر فوت ہوگیا، دختر مذکورہ کا برادر دوسری جگہ نکاح دختر کا کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اقول وباللہ التوفیق! سوال کے مختلف پہلوؤں اور لفظوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سمندر کا کہنا محض وعدۂ نکاح ہے، عقد نہیں۔ ناطہ کا لفظ ہندوستان (اس وقت ہندوستان پورے ملک کو بولا جاتا ہے) اور پنجاب میں رشتہ کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے، چناں چہ پنجاب میں ناطہ دار بمعنی رشتہ دار کے مستعمل ہوتا ہے؛ بلکہ گل زمان خود بھی اپنے سوال میں قریب اسی معنی میں ناطہ کے لفظ کو استعمال کرتا ہے، چناں چہ کہتا ہے میری والدہ میرے ناطہ کے لیے سمندر کے پاس جاتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس عبارت میں ناطہ کو بمعنی نکاح کے سمجھنا کسی طرح چسپاں نہیں۔ نیز یہ بھی واضح ہے کہ عقد نکاح؛ یعنی ایجاب وقبول کے لیے مجلس منعقد نہ کی گئی تھی؛ بلکہ گل زماں کی والدہ اپنی عادت مستمرہ کے طور پر درخواست اور خطبہ کے لیے آئی، جس کو سمندر نے منظور کیا، جو کہ محض وعدہ ہے، چناں چہ گل زمان کی والدہ کا کوئی جواب بھی سمندر کے اس جملہ کے مقابلہ میں مذکور نہیں، پھر اگر عقد بھی اس کو قرار دیا جاوے تو اس کے لیے تاویلات بعیدہ کے ارتکاب کی ضرورت ہوگی، مثلاً اگر گل زمان اس وقت بالغ تھا تو اس کی والدہ وکیل، یا فصولی ہوگی اور اگر نابالغ تھا تو وکیل ولی، یا فضولی اس کی ہوگی، حالاں کہ توکیل کا کوئی تذکرہ نہیں۔ پس یہ ایسا ہے، جیسے کہ کسی نے صاحب دختر سے یہ کہا کہ میرے بیٹے کو اپنی بیٹی دے دو اور اس نے کہا: دے دی تو یہ نکاح نہ ہوا۔

كما فی الظهيرية: لو قال: هب ابنتک لابنی، فقال: وهبت، لم يصح مالم يقل أب الصبی: قبلت. (۱)

وفی الخلاصة: لو قال الوكيل بالنكاح: هب ابنتک لفلان، فقال الأب: وهبت، لاينعقد النكاح مالم يقل الوكيل بعده: قبلت. (۲)

علاوہ اس کے شامی میں ہے:

نقلاً عن شرح الطهاوی لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كا ن المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (۳)

یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ گفتگو کی کیفیت کی رعایت ضروری ہے۔ پس اگر مجلس وعدۂ نکاح کی ہوگی تو الفاظ محتملہ کو وعدہ پر حمل کیا جاوے اور اگر مجلس نکاح کی ہے تو نکاح ہوگا، چناں چہ اسی عبارت کے تحت میں شامی میں نقل کیا ہے:

(۱،۲) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳٦۲/۲، ظفیر

(۳،۴) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳٦۳/۲، ظفیر

(۵) كذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح: ۳۱۸/۱، دار إحياء التراث العربی بيروت، انیس

قال الرحمتي: فعلمنا أن العبرة لما يظهر من كلامها لا لنيتهما.(۴)

”**وأما إذا قال أحدهما: ده، وقال الآخر: دادم، أو: داد، فيكون نكاحاً، وإن لم يقل الآخر: پزيرفتم**“(۵)

اعتبار وعدہ کی نفی نہیں کرتا؛ بلکہ فقہا کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ امر توکیل ہے، یا ایجاب ہے، چوں کہ اس میں بہت بڑا اختلاف ہے، جس کا ثمرہ یہ ہے کہ مجیب کے جواب کے بعد آمر کے قبول کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ اور چوں کہ فقہا کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ آمر کے قبول کی بغیر نکاح صحیح نہیں، **کما مر عن الخلاصة والظهيرية** اور بعضوں کے یہاں پھر آمر کو پزیرفتم کے کہنے کی ضرورت نہیں، اسی کو عمدۃ الرعایہ میں اختیار بھی کیا گیا ہے، اسی وجہ سے عمدہ میں یہ کہا ہے:

”**وإن لم يقل پذيرفتم**“.(۱)

وقصرت عرفت ما فيه اور اس سے یہ مراد نہیں کہ یہ عبارت وعدہ نہ ہو سکتی ہے، پس جب کہ اس عبارت میں احتمال وعدہ کا بھی ہے اور مجلس کے لیے دو امر بھی یقینی ہیں: ایک یہ کہ مجلس خطبہ اور وعدہ کی ہے۔ دوم یہ کہ مجلس خطبۂ نکاح اور ایجاب وقبول کی نہیں ہے، پس ان الفاظ کو وعدہ پر حل کرنا اقرب ہے۔

كما في الدر المختار: (هل أعطيتنيها؟ إن المجلس للنكاح) أي لإنشاء عقده لأنه يوهم منه التحقيق في الحال، فإذا قال الآخر: أعطيتك أو فعلت لزم، الخ، (وإن للوعد فوعد) انتهٰی.(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۱۳۱-۱۳۳)

ایک نے کہا: ’لڑکی دے دی‘ اور دوسرے نے کہا: ’لے لی‘، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے بکر سے کہا کہ میں نے دختر صغیرہ تمہیں دے دی۔ بکر نے کہا: اچھا لے لی۔ اس وقت نہ محفل شادی کی تھی، نہ تزویج کی؛ بلکہ غرض آخر کی محفل تھی۔ نکاح منعقد ہوا، یا نہ؟

’لے لیا‘ کے بجائے ’قبضہ کرلیا‘ کہنا:

سوال: اور اگر بکر نے بجائے لے لیا کے قبضہ کرلیا، یا قبول کرلیا کہا تو کس صورت میں نکاح منعقد ہوگا، دختر بالغہ ہے، والد فوت ہوگیا، دادا زندہ ہے تو دادا اس کا نکاح دوسری جگہ کرسکتا ہے، یا نہ؟

---

(۱) عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية، كتاب النكاح: ۷/۲، ظفير

(۲) دیکھئے: ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳٦٤/۲، ظفير

(۳) الدر المختار على هامش ردالمحتار كتاب النكاح: ۳٦٤/۲، ظفير

(۴) ردالمحتار، باب الولي: ٤١٠/۲، ظفير

==

الجواب

(۱) اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوا، کما فی الدر المختار: أن المجلس للنکاح وإن للوعد فوعد. (۳)

(۲) جب کہ مجلس نکاح نہیں ہے تو ان الفاظ مذکورہ سے بھی نکاح منعقد نہیں ہوا اور دادا کو اختیار ہے کہ وہ دوسرے شخص سے اس کا نکاح کردے اور اگر لڑکی بالغہ ہوگئی ہے تو نکاح ثانی کے جواز کے لیے اس کی رضا کی بھی ضرورت ہے اور سکوت اس کا دادا کے اذن لینے پر بحکم رضا ہے۔

کما فی الدر المختار: (فإن استاذنها هو) أی الولی وهو السنة. (الدر المختار)

أی بأن یقول لها قبل النکاح: فلان یخطبک أویذکرک، فسکتت وإن زوجها بغیر استئمار فقد اخطأ السنة وتوقف علی رضاها. (۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۳۳/۷-۱۳۴)

پیغام نکاح، نکاح نہیں:

سوال (۱) زید نے اپنے لڑکے کا عمر کی لڑکی کے لیے شادی کا پیغام دیا، عمر نے بعد مشورہ عزیزان، زید کے لڑکے

== (وهو) الولی (شرط) صحة نکاح (صغیرومجنون ورقیق) لامکلفة (فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا) رضا (ولی) والأصل أن کل من تصرف فی ماله تصرف فی نفسه ومالا فلا (وله) أی للولی (إذا کان عصبة) ولو غیر محرم کابن عم فی الأصح، خانیة، ... (ولاتجبر البالغة البکر علی النکاح) لانقطاع الولایة بالبلوغ (فإن استأذنها هو) أی الولی هو السنة. (الدر المختار، کتاب النکاح: باب الولی: ۱۸۳/۱، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

(الولی فی النکاح) لاالمال (العصبة بنفسه) وهو ما یتصل بالمیت حتی المعتقة (بلا توسطة أنثی)... (علی ترتیب الإرث والحجب) فیقدم ابن المجنونة علی أبیها. (الدر المختار)

(فیقدم ابن المجنونة علی أبیها) هذا عندهما خلافا لمحمد، حیث قدم الأب، وفی الهندیة عن الطحاوی: أن الأفضل أن یأمر الأب الإبن بالنکاح حتی یجوز بلاخلاف، الخ، وابن الإبن کالإبن، ثم یقدم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقیق، ثم لأب، الخ. (ردالمحتار، باب الولی: ۷٦/۳، دار الفکر بیروت، انیس)

(ویجوز نکاح الصغیر والصغیرة إذا زوجهما الولی بکراً کانت الصغیرة أوثیباً ... فإن زوجهما الأب والجد یعنی الصغیر والصغیرة فلا خیار لهما بعد بلوغهما لأنهما کاملا الرأی (الهدایة، باب فی الاولیاء: ۱۹۳/۱، دار إحیاء التراث العربی بیروت، انیس)

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: الأیم أحق بنفسها من ولیها، والبکر تستأذن فی نفسها وإذنها صماتها؟ قال: نعم. (صحیح لمسلم، باب استئذان الثیب، رقم الحدیث: ۱٤۲۱، انیس)

(۱) "کتزوجنی نفسک إذا لم ینو الإستقبال: أی الاستیعاد: أی طلب الوعد ... قال فی شرح لاطحاوی: لوقال: هل أعطیتنیها؟ فقال: أعطیت، إن کان المجلس للوعد فوعد، وإن کان للعقد فنکاح". (الدر المختار علی ردالمحتار، کتاب النکاح: ۱۱/۳، ۱۲، سعید)

انتخاب اور منگنی

کے لیے قبول کرلیا۔ دینِ مہر کے شرائط بھی طے ہوگئے۔ زید نے اپنے لڑکے کو جو لندن میں زیرِ تعلیم ہے، اس رشتہ کی منظوری سے مطلع کردیا۔ زید نے قبول کرلیا۔ اس کے بعد رسمِ منگنی تقریباً پچاس اشخاص کی موجودگی میں ادا ہوگئی، لہٰذا شرعی نقطۂ نظر سے اس ایجاب وقبول کی بابت کیا حکم ہے؟

(۲) زید کے ایک پرانے دوست نے ان واقعات کے علم ہونے کے باوجود اس لڑکی سے اپنے لڑکے کا پیغام دے دیا۔ کیا شرعی نقطہ نظر سے ایسا کرنا جائز تھا؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) بیانِ واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نکاح کا ایجاب وقبول نہیں ہوا؛ بلکہ یہ خطبہ ہے اور اس کی حیثیت وعدہ کی ہے، اس سے ابھی طرفین شوہر و بیوی نہیں ہیں، حاضرین مجلس نے بھی اس کو خطبہ ہی سمجھا ہے۔(۱)

(۲) اس طرح خطبہ ہو جانے کے بعد دوسرے شخص کے خطبہ سے حدیث میں ممانعت آئی ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۶۴)

پیغام پر پیغام:

سوال: دو خاندانوں کے درمیان رشتہ طے ہو چکا ہے، اسی اثناء میں تیسرا فریق چاہتا ہے کہ اس لڑکی کی شادی میرے لڑکے سے ہوجائے۔ شرعی اعتبار سے ان کا یہ عمل کیسا ہے؟ (ایس، ایم، اے، ایچ، مشیرآباد)

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر ایک شخص نے کسی کو نکاح کا پیغام دیا اور ابھی اس نے پیغام قبول نہیں کیا ہے تو دوسرا شخص نکاح کا پیغام دے

---

(۱) "عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا يبيع الرجل على بيع أخيه، ولا يخطب على خطبة أخيه، إلا أن يأذن له". (مشكاة المصابيح، باب المنهى عنها من البيوع، الفصل الأول، ص: ٢٤٧، قديمى) (صحيح لمسلم، باب تحريم الخطبة على خطبة أخيه، رقم الحديث: ١٤١٢، عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما/المعجم الأوسط، رقم الحديث: ٥١٠، انيس)

(۲) صحيح البخارى، رقم الحديث: ٥١٤٢ (نافع يحدث أن ابن عمر رضى الله عنهما كان يقول: نهى النبى صلى الله عليه وسلم أن يبيع بعضكم على بيع بعض، ولا يخطب الرجل على خطبة أخيه، حتى يترك الخاطب قبله أو يأذن له الخاطب. (صحيح البخارى، باب لايخطب على خطبة أخيه حتى ينكح أو يدع، انيس)

سکتا ہے؛ لیکن جب کسی شخص نے اس پیغام کو قبول کرلیا تو اب تیسرے شخص کے لیے اس کا علم رکھنے کے باوجود کسی اور رشتہ کا پیغام دینا درست نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ ایک بھائی کا پیغام رہتے ہوئے دوسرا اپنی طرف سے پیغام دے؛ الا یہ کہ پیغام دینے والا شخص اپنے پیغام سے دستبردار ہوجائے، یا دوسرے شخص کو اپنی طرف سے پیام نکاح دینے کی اجازت دے دے"۔(۲) (کتاب الفتاویٰ:۴/۲۹۴-۲۹۵)

منگنی کے وقت کا ایجاب وقبول ایک قسم کا وعدہ ہے:

جناب مولانا صاحب مولوی ومفتی اشرف علی صاحب دام فیوضکم السلام علیکم

عرض ہے کہ کمترین کو واپسی خط ملا، آنجناب نے تحریر فرمایا ہے کہ لفظ کس طرح کہے گئے تھے۔ اب اس طرح لکھتا ہوں، پہلے بھی آنجناب کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں کہ اس منگنی کے سال دو سال بعد پھر نکاح وشادی کرتے ہیں، اس کو منگنا مشہور کرتے ہیں، گویا اس کو اصلی نکاح تصور ومشہور نہیں کرتے، یہ رسمی معاملہ ہے۔ لڑکی کا والد لڑکے کے والد کو کہتا ہے کہ میں نے اپنی لڑکی فاطمہ تمہارے لڑکے نور محمد کو بخشی۔ لڑکے کے والد نے کہا میں نے قبول کی۔ تین دفعہ اس طرح کہا اور جیسے نکاح کے وقت گواہ مقرر کئے جاتے ہیں، گواہ کوئی مقرر نہیں کئے۔ ہمارے اس ملک میں اس کا نام منگنا وشرح ایجاب رکھا ہے؛ کیوں کہ اس رسم کے بعد دوبارہ دن شادی کے مقرر کر کے پھر نکاح پڑھایا جاتا ہے۔ اب لڑکی کا والد دوسری جگہ نسبت کرسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مجلس خطبہ میں یہ الفاظ وعدہ پر محمول ہوں گے، لہذا نکاح نہیں ہوا اور لڑکی کا والد دوسری جگہ نکاح کرسکتا ہے۔

قال فی الدر: لو قال: هل اعطيتنيها؟ إن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد.

قال الشامی: (قوله: إن المجلس للنكاح) أی لإنشاء عقده لأنه يفهم منه التحقيق فی الحال، فإذا قال الآخر: أعطيتكها أو فعلت، لزم، وليس للأول أن لا يقبل، آه. (۴۳۳/۲)(۱)

قلت: هذا إذا كان المجلس للنكاح وأما إذا كان للوعد فقول الآخر أعطيتكها محمول على الوعد، فافهم والله أعلم

حررہ الاحقر احمد، ۲۴/صفر ۱۳۴۱ھ (امداد الاحکام: ۲۰۲/۳)

---

(۱) الدر المختار علی ردالمحتار، كتاب النكاح: ۱۱/۳، ۱۲، طبع سعيد، انيس

منگنی کے وقت اولیاء طرفین کا ایجاب وقبول ایک قسم کا وعدہ ہوتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس ملک پنجاب میں رواج ہے کہ منگنی کے وقت لڑکی کا ولی لڑکے کے ولی کو کہتا ہے کہ میں نے فلانی لڑکی تیری فلانے لڑکے کو دی۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے لڑکے کے واسطے قبول کی اور بعدہ شادی کرتے ہیں اور نکاح وغیرہ بعد میں ہوتا ہے۔ اسی صورت سے جس لڑکی کی منگنی ہوئی ہو تو اس کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

اس لیے کہ ملک پنجاب میں تمام علماء کرام اختلاف ڈالتے ہیں۔ آپ اسے صحیح لفظوں کے ساتھ بیان فرمادیں؟

الجواب

قال في الدر: لو قال: هل أعطيتنيها؟ إن المجلس للنكاح، وإن للوعد فوعد، آه.

قال الشامي: إن المجلس للنكاح أي لإنشاء عقد ه لانه يفهم منه التحقيق في الحال، الخ. (۴۳۳/۲)

اس سے معلوم ہوا کہ منگنی کے وقت لڑکی کے ولی کا یہ کہنا کہ ''میں نے فلانی لڑکی تیرے لڑکے کو دی، الخ'' یہ لفظ وعدہ پر محمول ہوگا، نہ کہ عقد نکاح پر؛ کیوں کہ مجلس وعدہ کی ہے، نکاح کی مجلس نہیں ہے، لہذا ان الفاظ سے نکاح نہ ہوگا، اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے۔ (امدادالاحکام: ۲۰۲/۳)

مروجہ منگنی وعدہ ہے، اس سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: مضافات پشاور اور ماورائے سرحد میں یہ عام بات ہے کہ ایک شخص نے کسی کے ہاں اپنے لڑکے کے

---

(۱) وإن للوعد فوعد. وفي رد المحتار: لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان للعقد فنكاح. (كتاب النكاح: ۱۲/۳، سعيد)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث إذا حدث كذب وإذا وعد اخلف وإذا ائتمن خان. (صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب علامات النفاق: ۱۰/۱، قديمي)

(۳) عن زيد بن أرقم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي له فلم يف ولم يجيء للميعاد فلا إثم عليه. (سنن أبي داؤد، باب العدة، رقم الحديث: ۴۹۹۵/ سنن الترمذي، باب ماجاء علامة المنافق، رقم الحديث: ۲۶۳۳، انيس)

(فلا إثم عليه) قيل: فيه دليل على أن الوفاء بالوعد ليس بواجب شرعي بل هو من مكارم الأخلاق بعد أن كانت نيته الوفاء، وأما جعل الخلف في الوعد من علامات النفاق، كما مر في أول الكتاب، فمعناه الوعد على نية الخلق، وقيل الخلف في الوعد بغير مانع حرام وهو المراد ههنا وكان الوفاء بالوعد ماموراً به في الشرائع السابقة أيضاً. (لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، باب الوعد، الفصل الثاني: ۱۸۰/۸-۱۸۱، دارالنوادر دمشق، انيس)

واسطے نکاح کے لیے بات چیت کی اور لڑکے والے کچھ زیور، کپڑے، مٹھائی لڑکی والوں کے پاس لے جاتے ہیں، اگر لڑکی والے اشیاء مذکورہ لے لیں تو پٹھانوں کے رواج میں یہ بات پکی ہوگئی، جس کو ان کی اصطلاح میں کوجدن (منگنی) کہتے ہیں۔ لڑکی کا ولی تین چار آدمیوں کے سامنے اقرار کر کے کہتا ہے کہ میں نے لڑکی اس لڑکے کو دے دی۔ لڑکا لڑکی کے گھر میں آتا رہتا ہے، اس کے بعد اگر لڑکی کا ولی منگنی سے انکار کر کے لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دے تو شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ واضح رہے کہ اس منگنی میں خطبہ مسنونہ اور مہر وغیرہ کچھ نہ تھا، صرف بات ٹھہرائی تھی۔ یہاں کا طبقہ صوفیان اس کو نکاح ٹھہراتے ہیں۔

(المستفتی: ۲۵۲: مولوی عبدالوہاب، خرکی، ۵/ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۱/مارچ ۳۴ء)

الجواب

یہ نکاح نہیں ہے، وعدۂ نکاح ہے۔(۱) اگر اس کے بعد بلا وجہ معقول لڑکی والا لڑکی کو دوسری جگہ بیاہ دے تو وعدہ خلافی کا مجرم ہوگا؛ (۲) مگر دوسری جگہ نکاح درست ہو جائے گا۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۴۸/۵)

منگنی سے نکاح منعقد ہوتا ہے، یا نہیں:

السوال: امیر حسن اپنے نابالغ لڑکے محمد عارف کی چوڑ یعنی پوٹلی زیورات وغیرہ ہمراہ قریباً بیس کس مسلم معتبران عبدالحق کے گھر لایا۔ صبح اس گاؤں کے عام مسلمان اس تقریب میں شامل ہونے کی غرض سے عبدالحق کے گھر جمع ہوئے، جن کی موجودگی میں امیر حسن نے پچاس روپیہ نقد اور مٹھائی اور مسماۃ عزیز فاطمہ نابالغہ دختر عبدالحق کے لیے زیور اور کپڑے اسی مجلس میں عزیز فاطمہ کے لیے عبدالحق کو دیئے اور عبدالحق سے اس کی مذکورہ لڑکی کا ناطہ طلب کیا، جس پر عبدالحق نے عام حاضرین میں اس طرح امیر حسن کے ساتھ ایجاب وقبول کیا؛ یعنی عبدالحق نے امیر حسن کو کہا کہ میں نے اپنی لڑکی مسماۃ فاطمہ کا ناطہ تمہارے لڑکے محمد عارف کو دے دیا ہے۔ امیر حسن نے کہا: میں نے قبول کیا ہے۔ اس پر دعائے خیر ہوئی۔ عبدالحق نے زیورات، کپڑے اور نقدی قبول کر کے لے لی اور مٹھائی حاضرین میں تقسیم ہوئی۔ آیا اس صورت میں نکاح عزیز فاطمہ ہمراہ محمد عارف ہو گیا، یا نہ؟

(المستفتی: ۱۴۸۵، حکیم ڈاکٹر عبدالشکور صاحب، ۳۰/ربیع الاول ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۰/جون ۱۹۳۷ء)

---

(۱) لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۱۱/۳، سعيد)

(۲) أنه لو صرح بالاستفهام فقال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيتكها وكان المجلس لنكاح ينعقد. (رد المحتار، كتاب النكاح: ۲۵/۳، سعيد)

الجواب

منگنی کی جو مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں، وہ صرف رشتہ اور ناطہ مقرر کرنے کے لیے کی جاتی ہیں، اس میں جو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، وہ وعدہ کی حد تک رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منگنی کی مجلس کے بعد فریقین بھی اس کو نکاح قرار نہیں دیتے؛ بلکہ اس کے بعد نکاح کی مجلس منعقد کی جاتی ہے اور نکاح پڑھایا جاتا ہے؛ اس لیے ان مجالس کے الفاظ میں عرف یہی ہے کہ وہ بقصد وعدہ کہے جاتے ہیں، نہ بقصد نکاح، ورنہ نکاح کے بعد پھر مجلس نکاح منعقد کرنے کے لیے کوئی معنی نہیں۔ نیز منگنی کی مجلس کے بعد منکوحہ سے اگر زوج تعلقات زناشوئی کا مطالبہ کرے تو کوئی بھی اس کے لیے آمادہ نہیں ہوتا؛ بلکہ کہتے ہیں کہ نکاح تو ہوا ہی نہیں، عورت کو مرد کے پاس کیسے بھیج دیا جائے۔ بہرحال منگنی کی مجلس وعدے کی مجلس ہے، اس کے الفاظ سب وعدہ پر محمول ہوں گے؛ کیوں کہ عرف یہ ہے، لہٰذا اس کو نکاح قرار دینا درست نہیں۔ (۱)

البتہ اگر منگنی کی مجلس میں صریح لفظ نکاح استعمال کیا جائے، مثلاً زوج، یا اس کا ولی یوں کہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کردو اور ولی زوجہ کہے کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تیرے ساتھ کردیا تو نکاح ہو جائے گا۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۴۹/۵)

منگنی میں مقصود وعدہ نکاح ہوتا ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۹ء)

سوال: منگنی کے وقت لڑکی کے باپ کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی فلاں لڑکی تیرے فلاں لڑکے کو دی اور لڑکے کا باپ کہتا ہے کہ ہاں میں نے اپنے فلاں لڑکے کے لیے قبول کی۔ اس کے بعد وہ لڑکی لڑکے کو ملنے نہیں دیتے اور اس کو نصف نکاح خیال کیا جاتا ہے۔ کیا اس لڑکی کا نکاح بغیر اجازت لڑکے پاس اس کے ولی کے دوسری جگہ ہوسکتا ہے؟

الجواب

منگنی کے وقت جو الفاظ کہے جاتے ہیں، وہ وعدہ نکاح کے ہوتے ہیں، نکاح منعقد کرنا مقصود نہیں ہوتا؛ اسی لیے نکاح دوبارہ مجلس منعقد کر کے کیا جاتا ہے۔ پس منگنی کے اوپر نکاح کے احکام جاری نہیں ہو سکتے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی: ۵۱/۵)

منگنی کی شرعی حیثیت اور منگنی کے بعد لڑکی کا نکاح سے انکار کرنا:

سوال: ایک مسلمان عورت، یا مرد تین دفعہ قرآن شریف کو ہاتھوں میں لے کر اللہ اور رسول کو گواہ بنا کر عہد کرے

---

(۱) قال في الرد: لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (ردالمحتار، كتاب النكاح ۱۱/۳، سعيد)

کہ زندگی میں اگر شادی کروں گا، یا کروں گی تو تم سے، ورنہ نہیں، اگر دوسرے مرد سے شادی کروں تو قرآن میرے خلاف گواہی دے گا۔ اس عورت نے، یا مرد تین دفعہ ہاتھ میں ہاتھ لے کر عہد کیا، آج سے دو سال پہلے نابالغ تھی، میرے والدین سے یاسین نے ان کی جھولی میں قرآن مجید رکھ کر اپنے لیے رشتہ مانگا اور صاف کہہ دی کہ میری دوسری بیوی زندہ ہے؛ مگر اس سے سلوک اچھا نہیں ہے، میرا اس سے قطع تعلق کرنے کا ارادہ ہے، بعد میں وہ عید کے موقع پر ہمارے لیے اور تقریباً سب گھر والوں کے لیے کپڑے اور میرے لیے منگنی کی انگھوٹی لے کر آیا، میری والدہ نے والد سے کہا کہ یہ چیزیں قبول کرنا ہو تو سوچ سمجھ کر قبول کرو؛ کیوں کہ یہ شخص غرض مند ہے، میری موجودگی میں میرے والد نے کہا: کوئی بات نہیں، اللہ مالک ہے۔

میں نابالغ ضرور تھی؛ مگر مجھے تمام باتوں کی سمجھ تھی۔ چار، پانچ روز کے بعد میری والدہ نے میرے بڑے بھائی کو کہا کہ یہ سامان یاسین لے کر آیا ہے، تیرے والد نے قبول کرلیا ہے، میرے بھائی نے کہا: اماں! یہ سامان تیرے مشورہ سے آیا ہے؛ کیوں کہ یہ تو منگنی کا سامان ہے اور ماں کی شان میں بہت گستاخی کی اور کہا کہ اماں! تم بے غیرت ہو، اگلے روز یاسین کو پتہ لگا، اس نے میری والدہ سے حقیقت معلوم کی، میری والدہ نے وہ کر کہا کہ میرے لڑکے نے آج مجھے بے غیرت کہہ کر بالکل ننگا کر دیا ہے، یہ بات سن کر یاسین نے کہا کہ جب میں نے ماں کہا ہے تو سگی ماں سے زیادہ آپ کی عزت کروں گا، رات میں یاسین نے میرے بھائی کی جھولی میں اپنی لڑکی ڈال دی (جس کی عمر نو سال ہے) کہ تم اس سے اپنے بھائی کی شادی کرلینا، بدلے کے طور پر دیتا ہوں اور اس رشتے کے بدلے تم سے میں کچھ نہیں مانگوں گا، تحریر لکھ کر دستخط کر کے سے دیئے، والد اور والدہ نے پھر مشورہ کیا کہ یاسین کی لڑکی کو یونہی نہیں لیں گے؛ بلکہ اس کے بدلے میں رشتہ دے دو، یاسین کو بلا کر کہا گیا کہ تم میری چھوٹی لڑکی اپنے لڑکے کے لیے لے لو، اس پر یاسین نے کہا کہ اگر رشتہ دینا ہے تو بڑی لڑکی کا میرے لیے دو، ورنہ میں اپنی لڑکی تو آپ کو دے چکا ہوں، تین، چار دن کے صلاح مشورے کے بعد میرے والدین میرا رشتہ دینے پر رضامند ہوگئے اور میری والدہ نے میرے بڑے بھائی کو صاف لفظوں میں کہا کہ اپنے لیے بڑی لڑکی کا مشورہ مانگ رہا ہے، کبھی کل مجھ پر الزام نہ دینا کہ ماں نے ہمیں دھوکا دیا اور یہ طعنہ دینا کہ لڑکی سوکن پر دی ہے۔ عید پر میرے والدین منگنی کے کپڑے لے کر یاسین کے گھر گئے، جو کہ یاسین نے قبول کر لیے۔ عید کے بعد یاسین نے اپنی لڑکی کی منگنی کا اعلان میرے حقیقی ماموں، بڑے بھائی اور میری والدہ اور دیگر عزیزوں کے سامنے کر دیا، دعائے خیر بھی کی گئی۔ بعد میں یاسین کی حالت خراب ہوگئی۔ اس کے رشتہ دار طاقتور

---

(۱) و فی الدر المختار، کتاب النکاح (۱۲/۳): وإن للوعد. و فی الشامیة (ص: ۱۱): لو قال: هل أعطیتنیها؟ فقال: أعطیت، إن کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح. (نیز دیکھئے: کفایت المفتی: ۴۸/۵-۵۱)

ہیں۔اس کی لڑکی کو بے اجازت اپنے گھر لے گئے۔بعد میں یاسین کی ساس فوت ہوگئی تو یاسین اپنی لڑکی اورلڑکے کو بھی وہاں چھوڑ آیا۔تین، چار دفعہ لینے گیا تو انہوں نے کہا کہ جب تک منگنی نہیں توڑیں گے، بچے واپس نہیں ملیں گے۔ یاسین نے کہا کہ میں قرآن اٹھا کرلڑکی دے چکا ہوں، میرا قدم پیچھے نہیں ہٹ سکتا، میری زندگی میں میری لڑکی کو دوسرا خاوند نہیں ہوسکتا۔میرے گھر والوں نے یاسین کا کچھ ساتھ دیا؛ لیکن یاسین نے یہاں تک کہا کہ لڑکا ساتھ بھیج دو، میں وہاں جا کر شرعی نکاح پڑھوادوں گا؛ لیکن میرے باپ اور بھائی نے انکار کردیا۔سرگودھا سے مفتی سید احمد صاحب سے فتویٰ منگوایا، انہوں نے لکھ دیا کہ نابالغ لڑکی کا باپ جس جگہ اور جس وقت چاہے نکاح کرسکتا ہے، میرے بھائی اور باپ نے اس پر بھی ٹھکرادیا، میں اب بالغ ہوں اور میں اپنی مرضی کی خودمختار ہوں، اس کے علاوہ میں نے خود تین دفعہ قرآن اٹھا کر عہد کیا ہے اور عہد مجھے عزیز ہے اور مجھے قرآن وایمان عزیز ہے۔کیا عمداً پورا کرنا چاہیے، یا نہیں؟ یہ بیان فرمادیں؛ تاکہ سیدھے راستے پر چلنے میں کامیاب ہوجاؤں۔

الجواب

شرعاً منگنی کی حیثیت ایک وعدے کی ہے،(۱) جس کا پورا کرنا واجب ہے اور بغیر کسی عذر کے اس کی خلاف ورزی جائز نہیں، لہٰذا آپ اب بالغ ہونے کے بعد مختار ہیں کہ اگر یاسین سے نکاح کرنے میں آپ کو کوئی خرابی محسوس ہوتی ہوتو انکار کرسکتی ہیں؛ لیکن اگر اس میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی تو اس کے ساتھ کئے وعدے کو پورا کرنا،(۱) اور اس کے ساتھ نکاح کرلینا چاہیے۔واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ،۱۰/۹/۱۳۹۷ھ۔(فتاویٰ عثمانی:۲/۲۲۷)

منگنی کی شرعی حیثیت اور کیا منگنی توڑنا جائز ہے:

(۱) فی الصحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق:: ۱/۱۰ (طبع قدیمی کتب خانه) عن أبی هریرة رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: آیة المنافق ثلاث: إذا حدث کذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان.

(۲) و فی الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/۱۲ (طبع سعید) وإن للوعد.

وفی الشامیة (ص: ۱۱): لوقال: هل أعطیتنیها؟ فقال: أعطیت، إن کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح.

(۳) و فی صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق: ۱/۱۰ (طبع قدیمی کتب خانه) عن أبی هریرة رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: آیة المنافق ثلاث، إذا حدث کذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان)

(﴿وأوفوا بالعهد إن العهد کان مسئولا﴾ (سورة الإسراء: ۳٤، انیس)

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنهما عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: لکل غادر لواء یوم القیامة یعرف به. (صحیح البخاری، باب إذا جاریة فزأنها ماتت، رقم الحدیث: ٦٩٦٦، انیس)

(۴) عن زید بن أرقم عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: إذا وعد الرجل أخاه ومن نیته أن یفی له فلم یف==

سوال: عرض یہ ہے کہ میرے والدین نے پانچ سال قبل میری منگنی اپنے بہت قریب ترین رشتہ داروں میں کی۔تین سال سے میں ملک سے باہر سعودی عرب میں تھا اور اب میں ملک واپس آیا ہوں اور شادی بھی تیار ہے؛لیکن میرے والدین اب عین وقت پر شادی کے حق میں نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر تم نے اس جگہ شادی کی تو، تو ہمارا بیٹا نہیں رہے گا، جب کہ میں نے منانے کی بہت کوشش کی، معززین نے بھی بہت سمجھایا ہے؛لیکن وہ نہیں مانتے، آخر میں مجبور ہوگیا، اب شریعت مطہرہ کی طرف رجوع کرتا ہوں، اس رشتہ ٹوٹنے پر دو بھائیوں سے قطع تعلق ہو جائے گا؛ یعنی میرے والدین اور سسرال میں، میرا خیال ہے کہ میں شادی کرلوں اور والدین کے حقوق بھی ادا کرتا رہوں اور باقی بھائیوں کی زیادہ خدمت کی ہے اور کرتا رہوں گا، جب کہ والدین اس رشتے کے توڑنے پر زیادتی کرر ہے ہیں، کوئی خاص شرعی وجہ بھی نہیں ہے کہ جس پر رشتہ چھوڑ دوں۔اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ میں کیا کروں؟

الجواب

منگنی نکاح کا وعدہ ہے،(۲) اور جب تک کوئی معقول عذر پیش نہ آئے، اس وعدے کو پورا کرنا دیانۃً ضروری ہے،(۳) البتہ اگر کوئی معقول عذر پیش آجائے تو منگنی توڑی بھی جاسکتی ہے۔(۴) اب اگر آپ کے والدین کسی معقول عذر کی بنا پر منگنی ختم کرنا چاہتے ہیں تو آپ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں، اگر والدین کی بات معقول معلوم ہو اور کوئی عذر سامنے آجائے تو آپ ان کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے منگنی ختم کر سکتے ہیں؛لیکن اگر والدین کسی معقول عذر کے بغیر

== ولم يجيء للميعاد فلا إثم عليه.(سنن أبی داؤد،باب العدة،رقم الحديث:٤٩٩٥/سنن الترمذی،باب ماجاء علامة المنافق،رقم الحديث:٢٦٣٣،انیس)

(فلم يف)أی بعذر(ولم يجيء للميعاد)أی لمانع(فلاإثم عليه).(مرقاة المفاتيح شرح مشكاةالمصابح،باب الوعد،رقم الحديث:٣٨٨١،انیس)

(۱) عن علی رضی اللّٰه عنه أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم:بعث جيشا،وأمر عليهم رجلا،فأوقد نارا وقال:ادخلوها،فأرادوا أن يدخلوها،وقال آخرون:إنما فررنا منها،فذكروا للنبی صلی اللّٰه عليه وسلم فقال للذين أرادوا أن يدخلوها:لو دخلوها لم يزالوا فيها إلى يوم القيامة،وقال للآخرين:لا طاعة فی معصية،إنما الطاعة فی المعروف.(صحيح البخاری،باب ماجاء فی إجازة خبر الواحد،رقم الحديث:٧٢٥٧/صحيح لمسلم،باب وجوب طاعة الأمراء فی غير معصية،رقم الحديث:١٨٤٠،انیس)

عن علی رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال:لا طاعة لبشر فی معصية اللّٰه.(مسند أبی يعلی الموصلی،رقم الحديث:٢٧٩،انیس)

(۲) عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال:إذا وعد الرجل أخاه من نيته يفئ له فلم يف(أی بعذر)فلا إثم عليه.(رواه أبو داؤد)(مشكاةالمصابيح،باب الوعد،رقم الحديث: ٤٨٨١)(سنن أبی داؤد،باب العدة،رقم الحديث:٤٩٩٥/سنن الترمذی،باب ماجاء علامة المنافق،رقم الحديث:٢٦٣٣،انیس)

منگنی ختم کرنے پر اصرار کررہے ہیں تو آپ کے لیے اس معاملے میں ان کی اطاعت واجب نہیں ہے،(۱) ان کو حتی الامکان راضی کرنے کی کوشش کرتے رہیں اور نکاح کرلیں؛ لیکن یہ فیصلہ کرنے سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ عموماً والدین اپنی اولاد کی بھلائی ہی کی بات سوچتے ہیں، لہٰذا ان کی بات کو سرسری طور پر نظرانداز نہ کرنا چاہیے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۰/۴/۱۳۹۸ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۲۹)

منگنی کا دعویٰ کیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید دعویٰ کرتا ہے کہ عمر نے اپنی ہمشیرہ ہندہ کی نسبت میری ساتھ کردی۔ عمر کہتا ہے کہ میں نے نسبت نہیں کی، زید غلط دعویٰ کرتا ہے۔ شرعاً نسبت مانی جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

زید کے پاس اگر اپنے دعویٰ کے موافق دو گواہ شرعی موجود نہیں ہیں تو قول عمر کا معتبر ہے اور بعد ثبوت منگنی کے بھی عمر اگر مصلحت نہ سمجھے، اس سے نکاح کرنے کی اور لڑکی کے لیے وہ موقع اچھا نہ ہو تو اس سے نکاح کردینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۲۰۴)

---

(۱) لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳/۱۱، طبع سعيد، انيس)

گو وعدہ خلافی کوئی اچھی چیز نہیں ہے؛ لیکن اگر لڑکی کا فائدہ اسی میں ہے تو ایسا کرنا اس کے لیے جائز ہے۔ (ظفیر)

یہاں وعدہ کے مطابق منگنی برقرار رکھنے میں نکاح کے مقاصد کا فقدان لازم آتا ہے۔ عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. (صحيح لمسلم، رقم الحديث: ۱٤۰۰، كتاب النكاح، انيس)

نیز وعدہ پر قائم رہنے کی صورت میں گناہ میں ملوث ہونے کا خطرہ بھی ہے؛ اس لیے شادی کردینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

عن أبي سعيد وابن عباس قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه. (شعب الإيمان للبيهقي، حقوق الوالدين والأهلين، رقم الحديث: ۸۲۹۹، انيس)

عن عمر بن الخطاب وأنس بن مالك (رضي الله عنهما) عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: في التوراة مكتوبٌ من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنة ولم يزوجها فأصابت إثماً فاثمٌ ذٰلك عليه. (شعب الإيمان للبيهقي، حقوق الوالدين والأهلين، رقم الحديث: ۸۳۰۳، انيس)

منگنی کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتا ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی نابالغہ لڑکی کی نسبت زید کے ساتھ پختہ طور پر کر دی تھی؛ لیکن باقاعدہ نکاح کی نوبت نہیں آئی تھی کہ زید کو حبس دوام کی سزا ہو گئی۔ اب وہ شخص اپنی دختر کا نکاح دوسری جگہ کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ نکاح زید کے ساتھ باقاعدہ نہ ہوا تھا، صرف نسبت اور ہوئی تھی تو وہ شخص اپنی دختر کا نکاح دوسرے شخص سے کر سکتا ہے۔ فقط (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۵/۷-۱۳۶)

منگنی کے بعد دوسرے لڑکے سے نکاح کر دے تو درست ہے:

سوال: اگر کسی شخص نے اپنی دختر نابالغہ کی منگنی دوسرے شخص کے نابالغ لڑکی سے کر دی؛ لیکن کچھ مدت کے بعد والد دختر نے اسی دختر کا نکاح دوسرے لڑکے سے کر دیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

منگنی ہماری اصطلاح میں وعدۂ نکاح کو کہتے ہیں۔

پس نکاح اس سے منعقد نہیں ہوتا، لہٰذا دوسری جگہ جو والد دختر نے نکاح اس کا کیا، صحیح کیا۔

کما في الدر المختار: لو قال: هل أعطيتنيها؟ إن المجلس للنكاح، وإن اللوعد فوعد. (الدر المختار، كتاب النكاح) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۶/۷)

منگنی ہو جانے کے بعد کسی لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرانا:

سوال: ایک لڑکی کی باقاعدہ منگنی ہو چکی ہے، جب کہ اس نے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہے۔ کیا دوسرا

---

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳٦٤/۲، ظفير

(۲) ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ (سورة الإسراء: ۳٤، انيس)

عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخارى، باب علامة المنافق: ۱۰/۱، طبع قديمى كتب خانه، انيس)

عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لكل غادر لواء يوم القيامة يعرف به. (صحيح البخارى، باب إذا جارية فزأنها ماتت، رقم الحديث: ٦۹٦٦، انيس)

(۳) قال العلامة الحصكفي: وينعقد ملتبسا بايجاب من أحدهما وقول من الآخر. (الدرالمختار علىٰ صدر ردّالمحتار: ۹/۳، كتاب النكاح) ومثله في البحر الرائق: ۸۳/۳، كتاب النكاح)

انتخاب اور منگنی

نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجوابــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر چہ منگنی کی مجلس میں باقاعدہ گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول نہ ہو تو یہ فقط وعدہ نکاح ہے، نکاح نہیں، لہٰذا اس لڑکی کا کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز ہے، البتہ وعدے کی خلاف ورزی کرنا مروت کا تقاضہ نہیں، جس کی وجہ سے گناہ لازم ہے۔ (۲)

قال ابن عابدين تحت(قوله:إذا لم ينو الاستقبال): قال في شرح الطحاوی:لوقال: هل أُعطيتنيها؟ فقال:أعطيت، إن كان المجلس للوعد، فوعد وإن كان اللعقد، فنكاح. (رد المحتار: ۱۱/۳، كتاب النكاح)(۳)(فتاوی حقانیہ:۲۹۸/۴)

منگنی کے بعد دوسری جگہ شادی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص کی دو لڑکیاں تھیں، بڑی لڑکی کی شادی ایک ڈاکٹر سے ہوئی اور چھوٹی لڑکی کا خطبہ (منگنی) عرصہ چار سال ہوئے معزز اشخاص کے روبرو ہوا۔ مجلس خطبہ کے رسوم پورے کئے گئے، اب اس شخص کی بڑی لڑکی فوت ہوگئی ہے، والدین کا خیال ہوا کہ اس ڈاکٹر سے اس چھوٹی لڑکی کا نکاح کر دیا جائے، کارڈ کا مضمون منگنی کے وقت برائے شرع شریف ایجاب وقبول ہو چکا ہے، جس کو لڑکی عرصہ تک قبول وتسلیم کرتی رہی۔ سسرال کے گھر کے کپڑے وغیرہ پہنتی رہی۔ آیا یہ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجوابــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

خطبہ اور منگنی وعدۂ نکاح، اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، اگر چہ مجلس خطبہ کی رسوم پوری ہوگئی ہوں، البتہ وعدہ خلافی

---

(۱) **عن زيد بن أرقم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي له فلم يف ولم يجيء للميعاد فلا إثم عليه.(سنن أبي داؤد،باب العدة،رقم الحديث: ۴۹۹۵/سنن الترمذی،باب ماجاء علامة المنافق،رقم الحديث:۲۶۳۳،انيس)**

(فلم يف)أي بعذر(ولم يجيء للميعاد)أي لمانع(فلاإثم عليه).(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الوعد،رقم الحديث:۳۸۸۱،انيس)

(۲) **إن المجلس للنكاح وإن للوعدفوعد.(الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار كتاب النكاح:۳۶۴/۲.ظفير)**

(۳) **الدرالمختارعلى هامش ردالمحتارباب المهر:۵۰۱/۲،ظفير**

کرنا بدون کسی عذر کے مذموم ہے، لیکن اگر مصلحت لڑکی کی دوسری جگہ نکاح کرنے میں ہے تو دوسری جگہ نکاح لڑکی مذکور کا جائز ہے۔(۱) اس صورت میں نکاح چھوٹی لڑکی کا ڈاکٹر کے ساتھ کرنا جائز ہے اور کارڈ میں جو ایجاب وقبول کا ہونا مذکور ہے، اس میں یہ نہیں لکھا ہے کہ ایجاب وقبول منگنی کا ہو چکا ہے، ایجاب وقبول نکاح کا ہو چکا ہے، اگر اس ایجاب وقبول سے مراد منگنی ہے۔۔۔۔ تو اس صورت میں نکاح چھوٹی لڑکی کا اس لڑکے سے منعقد نہیں ہوا، اب ڈاکٹر سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے اور اگر ایجاب وقبول سے مراد نکاح کا ایجاب وقبول ہے تو نکاح لڑکی کا اس لڑکے کے ساتھ منعقد ہو گیا، اب ڈاکٹر سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۳۶/۷-۱۳۷)

منگنی کے بعد جو دیا تھا، نکاح نہ ہونے کی صورت میں واپس لے سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: جہاں منگنی ہوئی تھی، وہاں نکاح نہیں ہوا تو منسوبہ کو جو کچھ دیا گیا تھا۔ اسے واپس لے سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

قال فی الدر المختار: (خطب بنت رجل وبعث إليهاأشياء، ولم يزوجها أبوها، فما بعث للمهر يسترد عينه قائما)الخ، (وكذا) يسترد (مابعث هدية وهوقائم دون الهالك والمستهلك)الخ.(۳)

معلوم ہوا کہ جب نکاح نہ ہوا تو جو کچھ اس نے اس وجہ سے دیا ہے اور وہ موجود ہے، اس کو واپس لے سکتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۵۹/۷)

منگنی کے بعد لڑکے کی صحت خراب ہوگئی، دوسری جگہ لڑکی کی شادی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ایسی صورت میں کہ زید نے اپنی بیٹی کا خطبہ (منگنی) عمر کے بیٹے سے صغرسنی میں کیا تھا اور موافق رسم ورواج کے لڑکے والوں کی جانب سے کچھ زیور اور کپڑے دیئے گئے تھے، آخر قضاء الٰہی سے دو تین سال، یا زیادہ کے بعد اس لڑکے کی ٹانگ میں مرض گمبھیر ہو گیا، اس کی وجہ سے وہ لڑکا لنگڑا ہو گیا، یہاں تک کہ اب وہ لڑکا بغیر لاٹھی کے سہارے کے چلنے سے محتاج ہے، تب لڑکی کے والد نے خیال کیا کہ اس حالت میں یہ لڑکا نفقہ وغیرہ دینے سے بالکل معذور ولا چار ہے اور بغیر خرچ وغیرہ کے ربط وملاوٹ مشکل ہے، لہذا زید نے وہ زیور وغیرہ جو خطبہ کی وجہ سے لڑکی کے لیے ملے تھے، واپس کر دیئے اور انکار کر دیا کہ اس لڑکے سے اپنی بیٹی کا نکاح نہ کروں گا اور وہ لڑکی بھی راضی نہیں ہے تو اب اس خطبہ اور زیور اور کپڑوں کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ اور اگر زید لڑکے موصوف سے اپنی

---

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳٦٠/۲، ظفیر

لڑکی کا نکاح نہ کرے اور دوسری جگہ اپنی لڑکی کا خطبہ اور نکاح کرنا چاہے تو اس کو شریعت اجازت دے گی، یا نہیں؟

الجواب

شرعاً ولی کو ضروری ہے کہ اپنی دختر کے نکاح میں اس کی مصلحت کو پیش نظر رکھے، ایسے شخص سے نکاح کرے، جو ہر طرح دختر کا کفو ہو اور ناموافقت کا اندیشہ نہ ہو۔ پس صورت مسئولہ میں جب کہ وہ شخص جس سے خطبہ ہوا تھا، معذور ہو گیا اور قادر الکسب والنفقہ نہ رہا تو نکاح اس دختر کا اس سے نہ کرنا چاہیے، دوسرے شخص سے کرنا چاہیے، جو ہر طرح لڑکی کا کفو ہو۔ شامی میں ہے:

ولا یزوج بنته الشابة شیخاً کبیراً ولا رجلاً دمیماً ویزوجها کفواً، الخ. (۱)

پس زید اس حالت میں اس معذور سے جس سے خطبہ ہوا تھا، نکاح نہ کرے اور دوسرے عمدہ موقعہ کا خیال کرے، اس میں گنہ گار نہ ہوگا؛ بلکہ اس معذور سے نکاح کرنے میں گنہگار ہوگا اور خطاوار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ، مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ محمود عفی عنہ، شیخ الہند وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: احقر گل محمد عفی عنہ۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶۱/۷-۱۶۲)

لڑکے کے طور پر طریق کا درست نہ ہونا، منگنی توڑنے کے لیے معقول عذر ہے:

سوال: علاقہ راجستھان میں سائل کے اجداد کے دور سے ایک قدیم رسم چلی آرہی ہے کہ ہم لوگ اپنے بچوں کی عالم شیر خوارگی وخوردسالی میں منگنی اس طرح کر دیتے ہیں کہ بچوں کو رسماً چینی چٹا دی جاتی ہے، اس رسم کو ''چینی چٹائی رسم'' کہا جاتا ہے، اس طرح دو بچوں کی نسبت طے کر دی جاتی ہے اور بلوغت پر ان کا عقد شرعی کر دیا جاتا ہے، چناں چہ اسی کہنہ علاقائی رسم کے مطابق سائل نے اپنی شیر خوار دختر جمیلہ (جب کہ اس کی عمر ڈیڑھ سال تھی) بشیر پسر بھورے شاہ، ساکن نزد بارود خانہ، ولایت آباد نمبر: ۲، منگھو پیر روڈ، کراچی سے (جب کہ اس کی عمر پانچ سال تھی) منگنی طے کر دی تھی اور رسم چینی چٹائی عمل میں لائی گئی تھی۔ اب دونوں بالغ ہیں، لڑکے کے طور وطریق کو دیکھ کر سائل لڑکی کی منگنی کو ناقابل قیام اور رشتہ مناکحت کے قابل نہیں سمجھتا ہے اور شرعاً اس سے عقد کرنا نہیں چاہتا ہے۔ کیا سائل اس نسبت کو منقطع کرنے کا حق دار ہے؟ یا کیا وہ دختر کو سائل کی مرضی کے خلاف اس سے عقد کرنے، یا اس کو زوجہ بنانے کا

---

(۱) و فی الدر المختار، کتاب النکاح: ۱۲/۳ (طبع سعید) وإن للوعد. وفی الشامیة (ص: ۱۱): لو قال هل أعطیتنیها، فقال أعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح.

(۲) فی الصحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱ (طبع قدیمی کتب خانه) عن أبی هریرة رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: آیة المنافق ثلاث: إذا حدث کذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان.

شرعاً مستحق ہے، یا نہیں؟

الجواب

منگنی خواہ زبانی ہو، یا عملی ہو (مثلاً صورت مسئولہ میں چینی چٹا کر) وہ نکاح نہیں، محض نکاح کا وعدہ ہے، جس سے کوئی عقد منعقد نہیں ہوتا،(۱) البتہ وعدے کی خلاف ورزی بلا عذر نا جائز ہے،(۲) اور کوئی معقول عذر ہو تو جائز ہے اور لڑکے کے طور طریق کا درست نہ رہنا، یا لڑکی کا اس رشتے پر راضی نہ ہونا عذر معقول ہے اور اس کی بنا پر اگر آپ منگنی ختم کر دیں تو اس میں شرعا کوئی حرج نہیں، لڑکے والوں کو اس پر شرعاً اعتراض کا حق نہیں پہنچتا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۶/۶/۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۳۱)

شرعی عذر کی وجہ سے منگنی توڑنا:

سوال: زید نے اپنی لڑکی ہندہ کی منگنی اپنے برادر زادے بکر کے ساتھ کر دی۔ بعد میں بکر نے ایک عورت مسلمہ منکوحہ کو محض نکاح کی غرض سے مرتد کرایا، پھر مرتدہ منکوحہ غیر کو مسلمان کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیا، باوجود اس نکاح کے بکر اپنے چچا سے مطالبہ کرتا ہے کہ اپنی لڑکی کا مجھ سے نکاح کر دے۔ زید انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایک مسلمہ کو مرتد کرانے کی وجہ سے تو خود بھی مرتد ہے؟

(المستفتی: ۹۵۹، محمد شاہ (ضلع منٹگمری) ۴/ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶/مئی ۱۹۳۶ء)

الجواب

اگر یہ واقعات صحیح ہیں کہ بکر نے منکوحہ مسلمہ کو مرتد کرایا، یا ترغیب دی اور پھر اسی مرتدہ سے بعد اس کے اسلام

(۱) وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح. (الدرالمختار، باب المرتد: ٤/٢٣٠، سعيد)

(۲) وفي المضمرات: لو افتى لامرأة بالكفر حتى تبين من زوجها فقد كفر قبلها. (شرح الفقه الأكبر لملا على القارى: ١/٢٧٠، بيروت)

(۳) و في الدر المختار، كتاب النكاح: ٣/١٢ (طبع سعيد) وان للوعد. وفي الشامية (ص: ١١) لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح.

(۴) في الصحيح البخاري، كتاب الايمان، باب علامة المنافق: ١/١٠ (طبع قديمي كتب خانه) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان.

☆ منگنی کے بعد دوسری جگہ نکاح بہتر ہو تو کرنا درست ہے:

سوال: ہندہ کی صرف نسبت بکر کے ساتھ عرصہ سے ٹھہری ہوئی تھی، اس درمیان میں ہندہ کے ولی کے بھتیجہ کی زوجہ مرگئی، تب ہندہ کے ولی نے ہندہ کا نکاح اپنے بھتیجہ سے کر دیا۔ اب چند اشخاص کہتے ہیں کہ ہندہ کے ولی نے یہ بُرا کام کیا اور جو لوگ اس عقد میں شریک تھے، وہ گنگار ہوئے، جہاں پہلے نسبت ٹھہری تھی وہیں ہونا چاہیے تھا۔ آیا اس صورت میں کیا حکم ہے؟ ==

لانے کے خود نکاح کرلیا تو زید اپنی لڑکی کی منگنی چھڑا لینے میں حق بجانب ہے اور بکر اس سے ایفائے وعدہ کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ (منگنی کی حیثیت ایک وعدہ کی ہوتی ہے)، نیز بکر پر توبہ وتجدید اسلام بھی لازم ہے؛(۱) کیوں کہ کسی مسلمان کو مرتد ہونے کی ترغیب دینے سے خود بھی انسان مرتد ہوجاتا ہے۔(۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی:۴۸/۵)

معقول کی عذر کی بنا پر منگنی توڑی جاسکتی ہے:

سوال: ایک صاحب نے اپنے لڑکے کی منگنی کی اور لڑکے کے والد نے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر یہ عہد کیا کہ یہ لڑکی تمہاری ہے اور لڑکا میرا ہے، یہ منگنی کی رسم اس طرح ادا ہوئی تھی، اب کچھ عرصہ بعد دونوں فریقوں میں کشید گی ہوگئی، اب لڑکی والا رشتہ دینے سے انکار کررہا ہے، اب ہمارے اوپر شریعت کی رو سے کوئی کفارہ تو لازم نہیں ہوتا؟

الجواب

شرعاً منگنی کی حیثیت ایک وعدے کی ہے،(۳) اور حتی الامکان وعدے کی پابندی ضروری ہے،(۴) لیکن اگر کوئی معقول عذر پیش آجائے، مثلاً لڑکی اس لڑکے سے نکاح پر رضامند نہ ہو، یا لڑکے کے اخلاق وعادات سے متعلق کچھ ایسی باتیں سامنے آئی ہوں، جو پہلے معلوم نہ تھیں تو منگنی کو توڑنا بھی جائز ہے اور منگنی کے وقت اگر زبان سے کوئی قسم

== **الجواب**

نسبت اور منگنی کردینا ایک وعدہ ہوتا ہے، پس اگر مصلحت دختر کی دوسری جگہ نکاح کرنے میں ہو تو پہلی نسبت کو چھوڑنے اور دوسری جگہ جو کہ بہتر ہے، نکاح کردینے میں کچھ حرج اور گناہ نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ ولی کو لڑکی کی بہتری اور مصلحت دیکھنا مقدم ہے، جہاں لڑکی کے لیے بہتری معلوم ہو، وہاں نکاح کردیوے، اگر وہی موقع بہتر ہے، جہاں پہلے نسبت ہوئی تھی تو مواقع وعدے کے اسی کو اختیار کرے کہ ایفاء وعدہ بہت اچھا ہے؛ لیکن اگر وہ موقع لڑکی کے لیے اچھا نہ ہو تو دوسری جگہ کرنا اچھا ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۵۱۱/۷)

(۱) لم أجده " الخلف في الوعد حرام ... "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي فلم يف، فلا إثم عليه'. (انتهٰى) وقيل: عليه، فيه بحث فإن أمر: (أو فوا بالعقود) مطلق، فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء ". (شرح الأشباه والنظائر، كتاب الحظر والإباحة: ٢٣٦/٣، إدارة القرآن كراتشي)

والخلف في الوعد مذموم والتحرز عنه واجب. (المحيط البرهاني، الفصل الثامن في أفعال القاضي وصفاته: ٣١/٨، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

☆ **منگنی کے بعد انکار کرنے کا حکم:**

سوال: زید نے اپنی دختر کے بارے میں ایک مجلس میں بکر سے کہا کہ میں اپنی بیٹی آپ کے بیٹے کو دیتا ہوں؛ لیکن نکاح بعد میں ہوگا، صرف بات ہوئی تھی، نکاح نہیں ہوا تھا، اب گھریلو اختلافات کی وجہ سے بکر انکار کررہا ہے، کیا اب انکار کرنا اس کا درست ہے اور کیا نکاح ہوگیا تھا، یا نہیں؟ ==

نہیں کھائی تھی تو اس پر کوئی کفارہ بھی واجب نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ،۱۳۹۷/۸/۲۲ھ۔ (فتاویٰ عثمانی:۲۳۰/۲) ☆

منگنی کر کے نکاح سے انکار کرنا:

سوال: چودھری عطا محمد کے لڑکے کی منگنی ہوئی، چودھری علی محمد کی لڑکی کے ساتھ جس کا نام شریفاً بی ہے؛ لیکن اب وہ انکار کرتا ہے کہ شادی نہیں کروں گا۔ ہمارے یہاں کا رواج ہے کہ جب کوئی رشتہ مانگتا ہے تو برادری بٹھا کر صلاح کر کے لڑکی کے ماں باپ پھر زبان رشتہ کی دے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ فلاں دن آ کر لڑکی کو کپڑے لگا کر چلے جائیں تو اسے ہم "کپڑ امائی" کہتے ہیں، یا "منگنی" تو بارات لڑکے کے گھر سے جاتی ہے اور لڑکی والے بھی اپنے رشتہ داروں کو دعوت میں بلاتے ہیں اور لڑکی کو کپڑے وغیرہ لگائے جاتے ہیں اور اس کے بعد مٹھائی وغیرہ استعمال کی جاتی ہے۔ ایسا طریقہ چودھری محمد یونس ولد عطا محمد کے لڑکے کا ہوا؛ لیکن اب چودھری علی محمد اور اس کے

==

الجواب

صورت مسئولہ میں بکر کے لڑکے کا زید کی دختر سے نکاح منعقد نہیں ہوا تھا، صرف وعدہ نکاح ہوا تھا، (و فی الدر المختار، کتاب النکاح:۱۲/۳ (طبع سعید) وان للوعد. وفی الشامیة (ص: ۱۱) لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح.) اب اگر زید نے اپنی لڑکی کی شادی بکر، یا اس کے لڑکے کو اطلاع دیئے بغیر دوسری جگہ کر دی تو اسے وعدہ کی خلاف ورزی کا گناہ ہوا، (وفی الصحيح البخاری، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱ (طبع قديمی كتب خانه) عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان.) لیکن یہ نکاح درست ہو گیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ،۱۳۸۷/۱۰/۳۰ھ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی:۲۲۹/۲)

منگنی کے بعد انکار کرنے کا حکم:

سوال: دو فریق آپس میں روبرو امام، روبرو مجلس یہ فیصلہ کریں، یا بیان دی کہ میں نے فلاں نام کی لڑکی کا رشتہ فلاں نام کے لڑکے کو دے دیا ہے، مجلس میں پھر دعا مانگی گئی اور مٹھائی تقسیم کر دی گئی، اس کے بعد کچھ ناراضگی کی وجہ سے لڑکی کا رشتہ دوسری جگہ دے دیا۔ ایسا کرنے والوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب

نکاح کا رشتہ دے دینا نکاح کا وعدہ ہے اور وعدے کی خلاف ورزی بغیر شدید عذر کے ناجائز ہے، (والخلف فی الوعد مذموم والتحرز عنه واجب. (المحيط البرهانی، الفصل الثامن فی أفعال القاضی وصفاته: ۳۱/۸، دارالكتب العلمية بيروت، انیس) البتہ شدید عذر کی صورت میں گنجائش ہے۔ (دیکھئے امداد المفتین، ص:۵۸۲-۵۸۴، سوال نمبر:۴۴۶-۴۴۸) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ،۱۳۹۷/۲/۲۲ھ۔ (فتاویٰ عثمانی:۲۳۰/۲)

رشتے دار شادی دینے سے انکار کرتے ہیں۔اب فتویٰ صادر فرمائیں کہ شرع محمدی میں کیا حکم ہے؟

الجواب ______________ حامداً و مصلیاً

منگنی کے لیے یہ چیزیں شرعاً لازم نہیں، بغیر ان کے بھی درست ہے۔منگنی ایک وعدہ ہے، بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا شرعاً بہت بُرا ہے۔"**والخلف في الوعد حرام**". (كذا في الدر المختار)(۱)

کوئی واقعی عذر ہو تو منگنی کو توڑنا درست ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، چھتہ مسجد دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۱۴۰۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۵۹/۱۱)☆

وعدہ نکاح کر کے اس کے خلاف کرنا:

سوال: زید ہندہ کے والدین نے زید و ہندہ کا نکاح ان کے بچپن میں طے کر رکھا تھا۔زید کے والد کے انتقال ہونے پر اس کی والدہ نے اپنا دوسرا نکاح ہندہ کے بڑے والد (یعنی ہندہ کے والد کے بڑے بھائی) سے کرلیا۔اب

---

(۱) ﴿وأنكحوا الأيامىٰ منكم﴾الآية: هذا أمر بالتزويج ...والأيامىٰ جمع أيم، ويقال ذلك للمرأة التي لا زوج لها وللرجل الذي لا زوجة له ،وسواء كان قد تزوج ثم فارق، أولم يتزوج واحد منهما، الخ". (تفسير ابن كثير (پ:۱۸) سورة النور:۳/ ۲۸٦،سهيل اكادمی لاهور)

(۲) "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه ...آه...وعنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :"يفتح أبواب الجنة يوم الأثنين ويوم الخميس، فيغفر لكل عبد لا يشرك بالله شيئاً ،إلا رجل كانت بينه وبين أخيه شحناء، الخ".(مشكاة المصابيح ، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات،الفصل الأول،ص: ٤٢٧ ،قديمی)

(۳) قال الله تعالىٰ:﴿ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا إن الله مع الصابرين﴾(سورة الأنفال: ٤٦)

(۴) قال الملا على القاری:"وينبغي للآمر والناهي أن يرفق ليكون أقرب إلى تحصيل المطلوب،فقد قال الإمام الشافعي:من وعظ أخاه سراً نصحه وزانه،ومن عظه علانية فقد فضحه وشانه".(مرقاة المفاتيح،كتاب الآداب،باب الأمر بالمعروف،الفصل الأول،(رقم الحديث:٥١٣٧):٨٦٣/٨،رشيديه)

(۵) "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي، فلم يف،فلا إثم عليه ".(انتهىٰ)"وقيل:عليه،فيه بحث،فإن أمر (أوفوا بالعقود)مطلق فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء ".(شرح الأشباه والنظائر، كتاب الحظر والإباحة :۳/ ۲۳٦،إدارة القرآن كراتشی)

عن زيد بن أرقم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي له فلم يف ولم يجيء للميعاد فلا إثم عليه.(سنن أبي داؤد،باب العدة،رقم الحديث: ٤٩٩٥/سنن الترمذی،باب ماجاء علامة المنافق،رقم الحديث:٢٦٣٣،انيس)

(فلم يف)أي بعذر(ولم يجيء للميعاد)أي لمانع (فلاإثم عليه).(مرقاة المفاتيح شرح المشكاة،باب الوعد،رقم الحديث: ٣٨٨١،انيس)

تقریباً دوسال سے زید کے دونوں ذمہ داروں نے ہندہ سے نکاح کرنے کا کسی مصلحت سے انکار کردیا، یہ بات ہندہ کے والدین کے لیے تکلیف کا سبب بنی۔ کہتے ہیں کہ ہمارا ان لوگوں سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ ہندہ کے والد کا یہ انتقام کہ اپنے بڑے بھائی سے ترکِ تعلق مذکورہ بالا وجہ سے کرلیں تو جائز ہے، یا نہیں؟ اس طرح دوسرے بھائیوں پر ان کا دباؤ ڈالنا کہ بڑے بھائی سے اس بنیاد پر مقاطعہ رکھیں تو جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) ہندہ کے والد اور ان کے دوسرے چچاؤں کو اپنے بڑے بھائی سے مذکورہ بالا وجہ سے کس طرح معاملہ رکھنا چاہیے، حسنِ مدارات کا، یا نزاع و جھگڑا و فساد کا؟

(۳) نکاح کے بچپن سے طے ہونے کے باوجود کسی مصلحت سے انکار کردینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) نکاحِ بیوہ بعد عدت شرعاً مستحسن ہے، (۱) وجہ مذکور کی بنا پر مقاطعہ کرنا اور مقاطعہ پر دوسروں کو آمادہ کرنا غلط اور خلافِ شرع ہے، جن پر دباؤ ڈالا جارہا ہے، وہ ہرگز دباؤ میں نہ آئیں، مقاطعہ کی ممانعت نہایت قوی ہے، اس کو نحوست کی وجہ سے مغفرت سے محرومی ہوتی ہے۔ (کما فی الحدیث) (۲)

(۲) جھگڑے سے حتی الوسع پرہیز کریں، (۳) ملاطفت و شفقت سے فہمائش کریں۔ (۴)

(۳) اگر وہاں نکاح کرنا مصلحت کے لیے خلاف ہو اور لڑکی کی زندگی دینی اور خوشگوار متوقع نہ ہو تو انکار کرنا بھی درست ہے، حموی میں خلفِ وعدہ کے تحت اس قسم کے وعدوں کی بحث کی ہے۔ (۵) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۱/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۶۱)

نکاح کا وعدہ کر کے اس کے خلاف کرنا:

سوال: ایک شخص نے بوقت شادی طفل خود اس بات کا وعدہ کیا کہ ''وہ اپنی لڑکی (جو اس وقت خورد سالہ اور

---

(۱) کما صرح بہ الحموی فی شرح الأشباہ والنظائر نقلاً عن العقد (ص: ٤٥٢): ''الخلف فی الوعد حرام، کذا فی أضحیۃ الذخیرۃ''. (الأشباہ والنظائر) ''(قولہ : الخلف فی الوعد حرام) قال السبکی : ظاہر الآیات والسنۃ تقتضی وجوب أیفاء، وقال صاحب العقد الفرید فی التقلید: إنما یوصف بماذکر: أی بأن خلف الوعد نفاق إذا قارن الوعد العزم علی الخلف، کما فی قولہ المذکورین فی آیۃ: (لئن اخرجتم لنخرجن معکم) فوصفوا بالنفاق، کما فی الإحیاء من حدیث طویل عن أبی داؤد والترمذی مختصراً بلفظ: ''إذا وعد الرجل أخاہ ومن نیتہ أن یفی، فلم یف، فلا إثم علیہ''. (انتہیٰ) وقیل: علیہ فیہ بحث، فإن أمر ﴿أوفوا بالعقود﴾ مطلق فیحمل عدم الإثم فی الحدیث علی ما إذا منع مانع من الوفاء. (کتاب الحظر والإباحۃ: ۳/ ۲۳٦، إدارۃ القرآن کراتشی)

نابالغہ ہے) کا ناطہ عوض معاوضہ کردے گا؛ مگر اب لڑکی عرصہ سے بالغ ہوچکی ہے اور لڑکا ابھی نابالغ نادار اور ذریعہ معاش نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں منجانبین سخت کشیدگی اور حالات مکدر ہوچکے ہیں اور ناطہ کرنے کی صورت میں میں مضرت لڑکی کا یقینِ غالب ہے۔ اندریں حالات اس دورِفتن میں اگر وعدہ کنندہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرے تو وہ شرعی نقطہ نگاہ سے قابلِ گرفت ہے، یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو اس کا دفعیہ کس صورت میں ہوسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

وعدہ کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، البتہ بلاوجہ وعدہ خلافی کرنے سے گناہ ہوتا ہے اور وعدہ کرتے وقت اس نیت سے وعدہ کرنا کہ بعد میں مخالفت کروں گا، سخت گناہ ہے۔ ہاں ! اگر وعدہ کرتے وقت تو وعدہ پورا کرنے کی نیت تھی؛ لیکن بعد میں کچھ ایسے عوارض پیش آ گئے کہ وعدہ پورا کرنا دشوار ہے، یا مصالح کے خلاف ہے تو پورا کرنا واجب نہیں، اس کے خلاف کرنا درست ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۱۱/۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۲/۱۱)

لڑکی کے ولی وعدہ کے باوجود مصلحت کے پیشِ نظر دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے:

سوال: احمد کا رشتہ یوسف کی لڑکی سے ہوکر تاریخ نکاح مقرر ہوگئی اور لڑکی والوں کی فرمائش کے موافق کپڑا، زیور وغیرہ تیار کرا کر دیا گیا۔ غرض کل سامان تیار ہوچکا اور چار روز میں نکاح ہونے کو تھا کہ اسماعیل نے یوسف کی اسی لڑکی سے پیغام بھیجا کہ احمد سے نہ کرو، وہ غریب ہے، ہم بیس ہزار کا زیور دیتے ہیں، ہمارے ساتھ نکاح کردو۔ غرض احمد کا زیور کپڑے وغیرہ واپس کرکے اسماعیل نے اپنا نکاح اس سے کرلیا۔ یہ فعل اسماعیل کا جائز ہے، یا حرام؟ لڑکی والوں نے احمد کا پیغام توڑ کر اسماعیل سے زیادہ پیسے کے لالچ میں نکاح کردیا، ان کے لیے کیا حکم ہے؟ فاسق فاجر ہیں، یا کیا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

اولیاء دختر کو مصلحت دختر کی رعایت کرنا مقدم ہے اور خلاف وعدہ کرنا اگرچہ بے وجہ ممنوع ہے؛ لیکن بہتری دختر کی

(۱) مشكاة المصابيح، باب إعلان النكاح والخطبة عن البخارى ومسلم ص: ۲۷۱

نافع يحدث أن ابن عمر رضى الله عنهما كان يقول: نهى النبى صلى الله عليه وسلم أن يبيع بعضكم على بيع بعض، ولا يخطب الرجل على خطبة أخيه، حتى يترك الخاطب قبله أو يأذن له الخاطب. (صحيح البخارى، باب لايخطب على خطبة أخيه حتى ينكح أو يدع، رقم الحديث: ۵۱۴۲، انيس)

عن ابن عمر رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا يبيع الرجل على بيع أخيه، ولا يخطب على خطبة أخيه، إلا أن يأذن له". صحيح لمسلم، باب تحريم الخطبة على خطبة أخيه، رقم الحديث: ۱۴۱۲/المعجم الأوسط، رقم الحديث: ۵۱۰، انيس)

اگر دوسری جگہ کرنے میں ہو تو اولیاء دختر کو اس کی اجازت سے؛ بلکہ ضروری ہے کہ مصلحت دختر کی رعایت کی جاوے، البتہ اسماعیل کو نہ چاہیے تھا کہ یوسف کی دختر سے خطبہ اپنے نکاح کا بھیجتا؛ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے:

''ولا یخطب علی خطبته أخیه''. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۹۷/۸)

منگنی ہونے کے دو سال بعد لڑکے کا انکار:

سوال: میری بیٹی کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ طے ہوا تھا، اس بات کو آج دو سال ہو رہے ہیں؛ لیکن آج تک لڑکے والوں نے پیسوں کی تنگی کی وجہ سے عقد نہیں کیا، شادی سے پہلے لڑکی ایک حادثہ میں گر جانے کی وجہ سے ہسپتال میں داخل کی گئی تھی، ابھی الحمد للہ تندرست ہے؛ لیکن لڑکے والوں کے یہاں جب شادی کے متعلق پوچھنے کے لیے گئے تو انہوں نے نیز لڑکے نے آمادگی ظاہر نہیں کی؛ بلکہ انہوں نے کہا کہ تم اور ہم آج سے بے تعلق ہیں، تم اپنی بیٹی کی شادی اپنی مرضی کے موافق کر دو، ہماری برادری میں لڑکی کی کمی ہے۔ ان حالات میں سوال یہ ہے کہ اب ہم از روئے شرع لڑکے والوں سے لڑکی کا علاج کرانے میں جو خرچ ہوا ہے، اس میں سے کچھ خرچ مانگ سکتے ہیں؟ یا شادی کے لیے مجبور کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ یا اس سلسلے میں کورٹ کا سہارا لیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً:

منگنی یعنی شادی کرنے کا وعدہ اور قول وقرار اس پر دونوں جماعتوں کا قائم رہنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ واوفو بالعهد ان العهد كان مسئولا ﴾ (سورة بنی إسرائیل: ٣٤)

(یعنی: اور عہد (قول وقرار) پورے کرتے رہو، بے شک عہد کے متعلق پرسش ہونے والی ہے۔)

لہٰذا کسی شرعی سبب کے بغیر قول وقرار سے پھر جانا اور دو سال تک امید دِلا کر پھر انکار کر دینا گناہ کا کام ہے، برادری کے ذمہ دار لوگوں کا فرض ہے کہ رشتہ کرانے کی پوری کوشش کریں؛ لیکن مجبور نہ کیا جائے، کوٹ کا سہارا لینا اور خرچ مانگنا غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

(۱) ولاتجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ. (الدر المختار علی ردالمحتار، باب الولي: ٤١٠/٢)
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ يَسْتَأْذِنُهَا أَبُوهَا فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا، وَرُبَّمَا قَالَ: وَصَمْتُهَا إِقْرَارُهَا. (صحیح لمسلم، باب استئذان الثیب فی النكاح بالنطق، رقم الحديث: ١٤٢١، انيس)

(۲) عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخاری، باب علامة المنافق: ١٠/١، طبع قديمی كتب خانه، انيس)

انتخاب اور منگنی

یکم ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۴۹/۶)

منگنی کے بعد لڑکی بالغ ہوئی اور وہاں شادی سے انکار کرتی ہے، کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی دختر کی منگنی اور وعدہ دوسرے شخص سے کیا تھا، اب لڑکی جوان ہوکر اس وعدہ اور منگنی کو نامنظور کرتی ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

لڑکی کے جوان اور بالغ ہونے پر بدون رضامندی لڑکی کے اس کا نکاح جائز نہ ہوگا۔ پس جب کہ لڑکی اس شخص سے نکاح ہونے پر راضی نہیں ہے، جس سے اس کے باپ نے وعدہ کیا تھا اور منگنی کی تھی تو باپ کو چاہیے کہ وہاں نکاح نہ کرے اور اگر وہ بلا رضامندی لڑکی کے ایسا کرے گا تو وہ نکاح نہ ہوگا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۱/۸)

ایک جگہ ناطہ کردینے کے بعد بلا وجہ توڑ دینا گناہ ہے:

سوال: غلام حسن خان نے پنی لڑکی کا ناطہ روبرو گواہوں کے فضل الٰہی خان کے لڑکے سے کردیا، کچھ عرصہ بعد غلام حسن نے اپنی لڑکی مذکورہ کا نکاح دوسری جگہ کردیا، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور لڑکی مذکورہ کا نکاح دوسری جگہ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور جو عالم ایسا نکاح کردے، اس کے اور گواہوں کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

ناطہ جس کو منگنی کہتے ہیں، ایک وعدہ ہے اور وعدہ کرکے بلا وجہ پھر جانا ناجائز ہے اور اگر اول ہی سے ارادہ وعدہ پورا

---

(۱) لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، باب الوعد، الفصل الثاني: ۱۸۱/۸، دارالنوادر دمشق، انيس)
عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المسلمون عند شروطهم. (شرح معاني الآثار، باب العمرى، رقم الحديث: ۵۸۴۸، انيس)

(۲) الخلف في الوعد أمر لا يستحب وإن كان جائزاً ولا كراهة فيه إذا كان عندالوعد عازماً ثم بدأ له أن لا يفعل، فأما إذا كان يضمر وقت الوعد أن لا يفعل، كان نفاقاً وتغريراً وهو ممنوع. (الكوكب الدرى على جامع الترمذى، باب في الكبر: ۶۵/۳، مطبعة ندوة العلماء لكهنؤ، انيس)

(۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ يَسْتَأْذِنُهَا أَبُوهَا فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا، وَرُبَّمَا قَالَ: وَصَمْتُهَا إِقْرَارُهَا. (صحيح لمسلم، باب استئذان الثيب في النكاح بالنطق، رقم الحديث: ۱۴۲۱، انيس)/ ولاتجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ ". (الدرالمختار: ۵۸/۳، كتاب النكاح، باب الولى، طبع سعيد، انيس)

(۴) (وينعقد) ملتبسا (بايجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر (وضعاللمضى) لأن الماضى أدل على التحقيق==

انتخاب اور منگنی

کرنے کا نہ ہوتو علامت نفاق ہے، جو سخت گناہ ہے۔حدیث میں ہے:

"آیة المنافق ثلاثة: إذا وعد اخلف. (الحدیث)(مشکاۃالمصابیح)(۲)

وقال فی اللمعات من باب الوعد:وقیل الخلف فی الوعد بغیر مانع حرام وھو المراد ھھنا وکان الوفاء بالوعد ماموراً به فی الشرائع السابقة أیضاً.(۱)

الغرض اگر غلام حسن نے بلا وجہ خلاف کیا ہے تو سخت گناہ گار ہوا، اس کو توبہ کرنی چاہیے اور اگر عذر پیش آیا تو مضائقہ نہیں؛لیکن نکاح دوسری جگہ کیا گیا، وہ بہر حال بلا شبہ درست وصحیح ہے؛اس لیے نکاح کے پڑھنے والے اور گواہوں پر کوئی گناہ نہیں۔　　(۲۷؍صفر ۱۳۵۰ھ)

ایضاً:

سوال:　زید نے اپنی چھوٹی لڑکی کو اپنے بھائی عمر کے لڑکے سے نامزد کیا اور پھر انکار کر دیا،لڑکی خواہش مند ہے کہ میرا نکاح وہیں کیا جائے اور اپنی چچی سے اشارۃً کہتی ہے کہ میرا نکاح یہیں ہو۔ایسی صورت میں زید کے بھائی عمر لڑکی کے چچا کو اختیار ہے کہ وہ لڑکی کا نکاح یہیں کر دے؟

== (کزوجت) نفسی أوبنتی أوموکلتی منک (و)یقول الآخر:(تزوجت و)ینعقد أیضا(بما)أی بلفظین(وضع أحدھما له)للمضی (والآخر للإستقبال)أو للحال،فالأول الأمر(کزوجنی)أو زوجینی نفسک أو کونی امرأتی فإنه لیس بإیجاب بل ھو توکیل ضمنی ...(وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر)لیتحقق رضاھما (و)شرط (حضور) شاھدین (حرین) أوحر و حرتین (مکلفین سامعین قولھمامعاً).(الدرالمختارعلی ھامش ردالمحتار، کتاب النکاح: ۹/۳، ۱۰، ۲۱، ۲۲،انیس)/"کما للوکیل الذی وکلته أن یزوجھا من نفسه،فإن له ذلک،فیکون أصیلاً من جانب ووکیلاً من آخر".(الدر المختار مع ردالمحتار:۹۸/۳،باب الأکفاء،طبع سعید،انیس)

(قوله:فی غیرالکفء):أی فی تزویجھا نفسھا من غیرالکفء،وکذا له الاعتراض فی تزویجھا نفسھا بأقل من مھر مثلھا حتی یتم مھر المثل أو یفرق القاضی".(ردالمحتار:۵۶/۳،باب الولی،طبع سعید،انیس)

(۱)　عن زید بن أرقم عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:إذا وعد الرجل أخاہ ومن نیته أن یفی له فلم یف ولم یجیء للمیعاد فلا إثم علیه.(سنن أبی داؤد،باب العدۃ،رقم الحدیث: ۴۹۹۵/سنن الترمذی،باب ماجاء علامة المنافق،رقم الحدیث:۲۶۳۳،انیس)

(فلا إثم علیه)قیل:فیه دلیل علی أن الوفاء بالوعد لیس بواجب شرعی بل ھو من مکارم الأخلاق بعد أن کانت نیته الوفاء، وأما جعل الخلف فی الوعد من علامات النفاق،کما مر فی أول الکتاب، فمعناہ الوعد علی نیة الخلق،وقیل الخلف فی الوعد بغیر مانع حرام وھو المراد ھھنا وکان الوفاء بالوعد ماموراً به فی الشرائع السابقة أیضاً.(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح،باب الوعد،الفصل الثانی:۱۸۰/۸-۱۸۱،دارالنوادر دمشق،انیس)

الجواب

زید کو بدون کسی قوی عذر کے وعدہ خلافی نہ کرنی چاہیے،(۲) خصوصاً جب کہ لڑکی کی مرضی کے بھی خلاف ہو، پھر اگر لڑکی بالغہ ہے تو بغیر اس کی رضا و اجازت کے کسی جگہ نکاح نہیں ہوسکتا، نہ باپ کر سکتا ہے، نہ کوئی دوسرا،(۳) اور اجازت سے سب کر سکتے ہیں، اگر باپ کی منشا کے خلاف لڑکی نے اپنے چچا عمر کو وکیل بنا کر اپنا نکاح اسی جگہ کرا لیا، جس جگہ رشتہ ہوا ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، باپ کو فسخ کرنے کا حق نہیں رہے گا، بشرطیکہ مہر مثل سے کم نہ رکھا جائے۔(کذا فی سائر کتب الفقه مفصلاً)(۴)

۳/ربیع الاولیٰ ۱۳۵۰ھ (امداد المفتین: ۲/۴۶۷)

منگنی کرنے کے بعد بلا عذر شرعی پھر جانا گناہ ہے:

سوال: جو شخص اپنی لڑکی تین جگہ منسوب کرنے کو نامزد کر کے تاریخ مقررہ شادی سے ایک دو یوم پہلے منحرف ہو کر جواب دے دے تو ایسے شخص کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر بلا عذر شرعی ایسا کرتا ہے تو سخت گناہ گار ہے۔اول تو اس لیے کہ اس میں فریق ثانی کا نقصان ہوتا ہے، مسلمان کو نقصان پہنچانا جائز نہیں، البتہ اگر کوئی عذر شرعی پیش آ جائے، مثلاً لڑکی نامنظور کر دے، یا لڑکے کا کوئی ایسا حال، یا عادت معلوم ہو کہ جس کی وجہ سے نکاح کرنے کو عادۃً لوگ ناپسند کرتے ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ابو داؤد کی ایک روایت مرفوع میں اس مضمون کی تصریح ہے۔(۱) (امداد المفتین: ۲/۴۸۷)

منگنی کے وقت مخصوص اشیاء کا لین دین:

سوال (۱) قبل از عقدِ مناکحت لڑکی والوں کا لڑکے والوں سے مٹھائی وغیرہ کا لینا بالشرط، یا بلا شرط عرف کی بنا پر اور لڑکے والوں کا دینا طیب خاطر سے، یا مجبوری کی وجہ سے کیا حکم رکھتا ہے؟

(۲) ڈالی مقرری کا جواز ہے، یا نہیں؟ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب جانبین سے لڑکا و لڑکی والے راضی ہو جاتے ہیں تو ایک دن مقرر کیا جاتا ہے اور اس دن لڑکے والے چند اشخاص کچھ مٹھائی وغیرہ اور لڑکی کے لیے کپڑے اور پان چھالیاں لے کر لڑکی والے کے ہاں پہنچتے ہیں اور وہاں لڑکی والے کے برادری وغیرہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔سب سے پہلے ایک ڈالی میں کچھ پان چھالیاں اور کچھ نقد رکھ کر لڑکی کی والدہ، یا دادی وغیرہ کے پاس بھیجی جاتی

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب المهر، قبیل مطلب فی دعوی الأب أن الجهاز عارية: ۳/۱۵۶، سعید

ہے، وہ سب چیزیں لے لیتی ہے اور چند پان، چند چھالیاں واپس کر دیتی ہے، بعدہ موجودہ لوگوں کو پانچ چھالیاں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں اور بعض جگہ کا یہ بھی رواج ہے کہ اس ڈالی کو لے کر مسجد میں بھی عورتیں جاتی ہیں اور کہیں کہیں تو مزارات؛ بلکہ ہندوؤں کے معبد میں سلام وغیرہ کرنے کو جاتی ہیں۔

اب ان صورتوں میں کیا ایک ہی حکم ہوگا، یا کیا صورت ہوگی؟ کیا جواز کی بھی کوئی صورت کسی حالت میں نکل سکتی ہے؟ جواب مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔

(۳) جبر کر کے ڈالی مقرری کے دن، یا بارات کے دن ابواب، یعنی حمام وغیرہ دیگر اخراجات کے لیے روپیوں کا لڑکے والوں سے لینا کیسا ہے؟

(۴) قبل از عقد ڈالی مقرری کے دن لڑکے والوں سے کپڑے لے کر لڑکی والوں کو پہنانا کیسا ہے؟

(۵) اگر مذکورہ بالا امور کے بغیر ارتکاب کئے کہیں شادی نہ ہوتی تو، یا بڑی مشکل ہو جاتی ہو تو ایسی صورت میں کیا کیا جاوے؟ کیا کوئی جواز کی صورت نکل سکتی ہے، یا نہیں؟ اور تقویٰ کیا ہوگا؟ اور ایسے موقعوں پر مقتدایانِ قوم کو کیا کرنا چاہیے، جب کہ بصورتِ عدم پابندی رسوم شادی تقریب غیر ممکن، یا عادۃً محال ہو جاتی ہے۔

خلاف شرع رسم کی پابندی:

(۶) اگر کوئی کہے کہ ہم کو ان امور کے جائز، یا ناجائز سے کوئی واسطہ نہیں، ہم وہی کریں گے، جو باپ دادا نے کیا ہے تو اس شخص کا کیا حکم ہے، آیا کلمہ کفریہ ہے، یا نہیں؟ امید ہے کہ سب جوابات مفصل مع حوالہ کتب متعدد بہت

---

(۱) البحر الرائق،باب المهر، قبيل قول الكنز :"ولو نكح ذمي ذمية بميتة الخ": ۳/ ۳۲۵، رشيديه

(۲) الدرالمختار على ردالمحتار، مطلب: في حط المهر والإبرار منه: ۳/ ۱۳۰،دارالفكربيروت/الأشباه والنظائر: ۸۵، دارالكتب العلمية بيروت،انيس

(۳) مجموعۃ الفتاویٰ، مترجم لمولانا عبدالحیٔ لکھنوی، کتاب الحظر والإباحۃ، استفتاء نمبر:۲۷): ۲/۲۳۰،سعید

(۴) "وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة ، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه:"إن الله عز وجل يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه".(مرقاة المفاتيح ،كتاب الصلاة،باب الدعاء في التشهد،الفصل الأول: ۳/ ۳۱، (تحت رقم الحديث: ۹۳٦) رشيديه)

"الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة".(السعاية،كتاب الصلاة ، قبيل فصل في القراءة : ۲/ ۲٦٥،سهيل اكادمي لاهور)

(۵) اصلاح الرسوم، شیخ المشائخ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

انتخاب اور منگنی

جلد تحریر فرما کر ممنون فرمایا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) ”أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم،فللزوج أن يسترده،لأنه رشوة“. (الدرالمختار)

وقال الشامي:”(قوله:عند التسليم)أي بأن أن يسلمها أخوهاأ ونحوه حتى يأخذ شيئاً،وكذا لو أبى أن يتزوجها،فللزوج الاسترداد قائماً هالكاً؛لأنه رشوة،بزازية“. (شامی:۲/ ۲٦٥)(۱)

لوأخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم ، فللزوج أن يسترده ، لأنه رشوة “. (بحر:۸۷/۳)(۱)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ رشوت ہے، اگر شرط نہ کی جائے اور لڑکے والے بطیّب خاطر؛مگر بناءعلی المعروف دیتے ہیں، تب بھی بقاعدہ ”المعروف کالمشروط“ ناجائز ہے۔(۲) اگر شرط کر لی جائے اور بجبوری دیں تو اس کا ناجائز ہونا بالکل اظہر ہے۔ ہاں! اگر کہیں عرف نہ ہو اور بلا طلب و بلا شرط بطیّب خاطر دیں تو یہ ہدیہ ہوگا، اس کا لینا درست ہے۔

”قال في الوسيلة الأحمدية شرح الطريقة المحمدية: ولعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:”الراشي والمرتشي“ومن الرشوة ما أخذه ولي المرأة قبل النكاح إذا كان بالسؤال أو كان إعطاء الزوج بناءً على عدم رضائه على تقدير عدمه ، أما إذا كان بلا سؤال ولا عن عدم رضائه ، فيكون هدية ، فيجوز “. (مجموعة الفتاویٰ : ۲/ ۲۱٦)(۳)

(۲) اس ڈالی میں دو امر قابل غور ہیں:

اول: ان اشیاء کا حکم جو لڑکے والے لڑکی والوں کو دیتے ہیں۔

دوم: اس ہیئت مخصوصہ کا حکم۔

سو اول میں تو وہی تفصیل ہے، جو کہ جواب نمبر:۱ میں گزری۔

دوم کا حکم یہ ہے کہ یہ شرعاً بے اصل ہے کہ محض ایک رسم ہے، جس کا التزام کر رکھا ہے اور التزام مالا یلزم ناجائز

(۱) الفتاویٰ الهندية،كتاب الحدود،فصل في التعزير: ۱٦۷/۲،رشيديه

(۲) ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع ،ذكر الفروع: ٤۲٤/٦،سعيد

(۳) فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ الهندية ، كتاب النكاح ، فصل في حبس المرأة نفسها بالمهر: ۱/ ۳۹۱،رشيديه

(۴) الفتاویٰ الهندية،كتاب السير،الباب التاسع أحكام في المرتدين،مطلب:موجبات الكفر أنواع،منها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲۷۲/۲،رشيديه

(۵) الفتاویٰ الهندية،كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين الموجبات الكفر عن المأون،منها مايتعلق بالعلم والعلماء: ۲۷۱/۲-۲۷۲،رشيديه

ہے۔(۴) نیز اس میں فخر اور ریا ہے اور اس وجہ سے یہ رسم کی جاتی ہے، لہٰذا شرعاً ممنوع ہے۔ اس قسم کے رسوم کے مفاسد کو اور مضرات کو ''اصلاح الرسوم'' میں نہایت بسط سے بیا کیا ہے۔(۵)

(۳) قطعاً ناجائز ہے۔

''ولا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی''. (کذا فی البحر، ص: ٤١، الفتاویٰ الھندیة: ٢/ ٧٧٨)(١)

فی ردالمحتار: ''ومن السحت ما یأخذ الصھر من الختن بسبب بنته''. (٢)

وفی الخانیة: ''رجل خطب امرأة وھی تسکن فی بیت أختھا، وزوج أختھا لا یرضی بنکاح ھذا الرجل إلا أن یدفع إلیه دراھم، فدفع الخاطب دراھم، کان له أن یسترد ما دفع إلیه؛ لأنه رشوة''. (٣)

وفی الھندیة: ''خطب امرأة فی بیت أخیھا أن یدفعھا حتی یدفع إلیه دراھم فدفع و تزوجھا، یرجع بما دفع، لأنه رشوة، کذا فی القنیة''. (۴)

(۴) اس کا جواب نمبر:۱ میں گزرا، اس میں اتنی وسعت اور ہے کہ اگر ان کپڑوں کو مہر میں شمار کرلیا جائے تو شرعاً درست ہے؛ لیکن اس مخصوص رسم کا عدمِ جواز جواب نمبر:۲ میں گزر چکا ہے۔

(۵) جو امور شرعاً ناجائز اور منع ہیں، وہ شادی کی رعایت سے جائز نہیں ہو سکتے، انسان کو چاہیے (کہ) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے اپنے دین اور شرعی احکام پر پختہ رہے، ان شاء اللہ کوئی مجبوری پیش نہ آئے گی۔ (﴿ومن یتوکل علی اللّٰه فھو حسبه﴾ (سورة الطلاق: ٣) اور مقتدا کو تو ایسے مواقع میں خصوصاً احکامِ شرعیہ پر نہایت سختی سے جما رہنا چاہیے؛ کیوں کہ اس کی شرکت سے عوام کی طبائع میں ان امور قبائحہ کا مستحسن ہونا محتمل ہے۔

(۶) ایسا سخت گناہ اور نہایت خطرناک ہے، حتی کہ بعض فقہا نے ایسا کہنے والے کی تکفیر کی ہے، لہٰذا ایسے شخص کو فوراً توبہ کرنی ضروری ہے، جس قول کے قائل اور جس فعل کے مرتکب کی تمام فقہا نے تکفیر کی ہو، اس کو بالاتفاق تجدیدِ

---

(١) الفتاویٰ الھندیة، الباب التاسع فی أحکام المرتدین، منھا ما یتعلق بذات اللّٰه تعالیٰ وصفاته وغیر ذلک: ٢٥٨/٢، رشیدیه

(٢) العبارة المذکورة من أولھا إلی آخرھا من الفتاویٰ الھندیة، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ٢٨٣/٢، رشیدیه

(٣) خلاصة الفتاویٰ، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثانی فی ألفاظ الکفر مایکون کفراً، الخ، أما الأول فی المقدمیة: ٣٨٢/٤، رشیدیه

(۴) البحر الرائق کتاب السیر، باب أحکام المرتدین: ٢١٠/٥، رشیدیه

(۵) البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین: ٢٠٩/٥-٢١٠، رشیدیه

ایمان اور تجدیدِ نکاح ضروری ہے اور جس کی بعض نے تکفیر کی ہو، اس کے کفر و ایمان کے حق میں اگر چہ عدمِ کفر کی روایت کو ترجیح دی جائے گی؛ لیکن تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح اس کو بھی احتیاطاً ضروری ہے۔

"إذا قال الرجل لغيره: حكم الشرع في هذه الحادثة كذا ، فقال ذلك الغير : "من برسم كار ميكنم نه بشرع" يكفر عند بعض المشايخ ". (عالمگیری: ۸۹۱/۲)(۵)

"سئل الحاكم عبد الرحمٰن عمن قال: "برسم كار ميكنم نه بحكم شرع"، هل هو كفر؟ قال: إن كان مراده فساد الحق وترك الشرع واتباع الرسم لا رد الحكم، لا يكفر، كذا في المحيط". (عالمگیری: ۸۸۱/۲)(۱)

"ما كان في كونه كفراً اختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط". (۲)

"إذا كان في المسئلة وجوه، توجب الكفر ووجه واحد يمنع، فعلى المفتي أن يميل إلى ذلك الوجه". (كذا في الخلاصة)(۳)

"في البزازية: إلا أذا صرح بإرادة توجب الكفر، فلا ينفعه التاويل. (كذا في البحر الرائق)(۴)

"ثم إن كان نية القائل الوجه الذي يمنع الكفر، فهو مسلم، وإن كان نيته الوجه الذي يوجب التكفير، لا ينفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وتجديد النكاح بينه وبين أمرأته ". (كذا في المحيط والبحر)(۵) **وغيره ذلك من كتب الفقه. فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۱/۱۳۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۷/ ذی قعدہ/۵۴ھ جوابات صحیح ہیں: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۰/۱۱)

منگنی پر کچھ رقم لینا:

سوال: یہاں گاؤں میں یہ رواج ہے کہ لڑکی کی شادی کی جب بات چیت ہوتی ہے تو لڑکے والے آ کر گاؤں کے برادری کو بلاتے ہیں، جب سب جمع ہوتے ہیں تو لڑکے والے سے دس پانچ روپیہ خرچ لیتے ہیں؛ اس لیے لیتے ہیں کہ برادری کو بلانے کے لیے حجام جاتا ہے تو اس میں کچھ پیسہ اس کو دیا جاتا ہے اور جو لوگ آتے ہیں، ان کی تواضع چائے، پان وغیرہ سے کی جاتی ہے تو برادری والوں کا یہ روپیہ لینا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر اس کو مسجد میں دے دیں تو

(۱) أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه : "إن الله عز وجل يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه ". (مرقاة المفاتيح ، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول: ۳۱/۳، (تحت رقم الحديث: ۹۳۶) طبع رشيديه، انيس)

کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

لڑکی کی بات چیت پختہ کرنے کے موقعہ پر لڑکے والے سے کچھ رقم لینا کہ نائی کو دی جائے گی اور برادری کو جمع کر کے چائے پان میں میں خرچ کی جائے گی، یہ غلط رسم ہے، اس کو ختم کیا جائے، نہ نائی کی ضرورت ہے، نہ برادری کو جمع کرنے کی؛ بلکہ گھر کے بڑے جس طرح مناسب ہو، ایک دو آدمی سے مشورہ کر لیں۔ ایسی جمع کردہ رقم جس سے لی ہے، اس کو واپس کر دیں، وہ اپنی خوشی سے مسجد میں دے دے تو مسجد میں خرچ کر دینا بھی درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱۷/۴/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱۸/۴/۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۹۱)

منگنی کے موقع پر لڑکے کے والد کا مجمع کو سلام کرنا:

سوال: بوقت منگنی جب جوڑا وغیرہ دیا جاتا ہے تو لڑکے کے والد پورے مجمع کو سلام کرتے ہیں۔ یہ سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ سلام شرعی نہیں، رسم ورواج کا سلام ہے، جو قابل ترک ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱۹/۱/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۹۱)

منگنی کے وقت شوہر کی طرف سے دی ہوئی رقم کا حکم:

سوال: تقریباً پورے صوبہ گجرات میں یہ رواج ہے کہ جب منگنی ہوتی ہے، اس وقت لڑکی کے لیے زیور اور کپڑے بنانے کے لیے ایک رقم طے ہوتی ہے، وہ رقم لڑکا، یا اس کا ولی دیتا ہے اور اس کو وتیج ویلہ کہتے ہیں۔ وہ رقم حسب حیثیت جانبین دوسو، چار سو، ہزار، دو ہزار؛ بلکہ اس سے بھی زائد تک طے ہوتی ہے اور اس کے طے ہوئے بغیر منگنی قبول نہیں ہوتی۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس رقم کے طے کرنے میں اگر جانبین کا اتفاق نہ ہو تو منگنی قبول نہیں ہوتی اور انکار کر دیا جاتا ہے۔ اگر لڑکے، یا اس کے ولی کے پاس پیسے نہ ہوں تو اس کے لیے سودی قرضہ تک لیا جاتا ہے اور مہر اس کے علاوہ ہے اور وہ عموماً ایک سو ساڑھے ستائیس روپیہ ہے۔ بعض جگہ اس سے بھی زائد ہے۔ مذکورہ

---

(۱) "الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، كتاب الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۳٦٥/۲، سهيل اكادمی لاهور، انيس)

بالا رسم مدت سے چلی آرہی ہے؛ لیکن اس پیسے کے متعلق کوئی تصریح نہیں ہوئی کہ مہر معجّل ہے، یا ہبہ ہے، یا عاریت اور نہ تعامل سے صحیح پتہ چلتا ہے اور بعض جگہ تصریح بھی ہوتی ہے کہ ہبہ ہے، یا عاریت ہے، یا مہر معجّل اور بعض جگہ پیسہ کے بجائے زیور اور کپڑا بھی دیا جاتا ہے؛ لیکن عموماً پیسے دیئے جاتے ہیں اور اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں ہوتی۔ اب اس رقم کے لینے کے بعد لڑکی کا باپ بالکل آزاد ہوتا ہے، چاہے سب خود کھائے، یا نکاح کے وقت کھانے وغیرہ میں صرف کرے، یا کہ زیور اور کپڑے بنائے، اگر کھا جائے، یا کھانے وغیرہ میں صرف کردے تو لڑکا، یا اس کا ولی کوئی اعتراض نہیں کرتا اور نہ مطالبہ کرتا ہے، نہ قانونی کارروائی کرتا ہے؛ لیکن کھانا معیوب سمجھا جاتا ہے اور وہ پیسہ صرف کپڑے، زیور میں صرف کرنا مستحسن سمجھا جاتا ہے۔

اب جو پیسے لڑکی کے باپ نے کھائے، وہ تو گئے، یا جس کا کھانا کھلایا، وہ بھی گئے، اس کا مطالبہ نہیں ہوتا؛ لیکن جو زیور بنایا جاتا ہے، اس کو لڑکی اپنے ساتھ لے کر خاوند کے گھر آتی ہے اور اپنے استعمال میں لاتی ہے؛ لیکن خاوند مالک سمجھا جاتا ہے، وقت ضرورت اس کو فروخت بھی کرسکتا ہے اور رہن بھی رکھ سکتا ہے۔ عورت کی وفات کے بعد خاوند مالک ہوتا ہے اور بعد طلاق بھی اور بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی، یا اس کا باپ قبضہ کرلیتا ہے اور خاوند کو نہیں دیا جاتا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی کے نکاح کے وقت لڑکے کے پاس سے زیور اور کپڑے لینا، یا ساس کے لیے پیسے لینا اس کی کوئی اصل قرون اولیٰ میں ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا ہے اور اس طریقے سے پیسے لینا جائز ہے، یا نہیں؟ اور خصوصاً سودی قرضہ؟ اور اگر جائز ہے تو پھر یہ مہر معجّل ہے، یا ہبہ ہے، یا عاریت؟

(المستفتی: ۲۴۳۰: مولوی احمد ثبات صاحب، ضلع سورت، ۵/ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ، مطابق ۲۸/ دسمبر ۱۹۳۸ء)

---

(۱) فعلى اعتبار الإبتداء لا يلزم التاجيل ...إذ لا جبر فى التبرع. (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب بيع الفاسد: ۱۵۸/۵، طبع سعيد)

(۲) وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها، منها ديباج، فلما زفت إليه أراد ان يسترد من المزاة الديباج ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك. (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر فى جهاز البنت: ۳۲۷/۱، ماجديه)

(۳) ولو أخذ أهل امرأة شيئًا عند التسليم فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة. (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر فى جهاز البنت: ۳۲۷/۱، ماجديه)

(۴) ولا رجوع فيما يهبه لزوجته، فالعبرة لوقت الهبة لا لوقت الرجوع فالزوجية من الموانع من الرجوع كالموت. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب النفقة: ۵۹۶/۳، طبع سعيد)

(۵) ولو أخذ أهل امرأة شيئًا عند التسليم فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۲۷/۱، ماجدية)

الجواب

سوال اس پر مبنی ہے کہ منگنی کے وقت لڑکی والے شوہر اور اس کے اولیا سے ایک معین رقم، مثلاً: دوسو، چار سو، یا ہزار، دو ہزار روپیہ نقد مانگتے ہیں، یا زیور اور کپڑے کی صورت میں طلب کرتے ہیں اور جب تک شوہر دینا منظور نہ کرے، منگنی نہیں ہوتی اور اس رسم کے التزام کی وجہ سے بسا اوقات ختم اور منگنی چھوٹ جاتی ہے، یا شوہر کو سودی قرض لے کر مطالبہ منظور اور پورا کرنا پڑتا ہے تو سائل اس رسم کے التزام اور اس کے لیے سودی قرض لے کر رسم پوری کرنے کے متعلق سوال کرتا ہے کہ یہ بات کیسی ہے تو اس کا جواب ایک ہی ہے کہ یہ التزام اور رسم کے طور پر اس کی پابندی اور اس کے لیے سود جیسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب یقیناً مذموم اور سخت بری بات ہے۔(۱)

دوسری بات یہ ہے کہ اس رقم کی حیثیت کیا ہے؟ مہر میں شامل ہے، یا ہدیہ اور ہبہ ہے، یا عاریت، بظاہر مہر میں شامل نہیں ہوتی؛ کیوں کہ مہر کی مقدار اکثری طور پر ایک سو ساڑھے ستائیس روپئے معین ہوتی ہے اور یہ رقم مختلف مقدار کی ہوتی ہے اور مہر کے ذکر کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ نیز جیسا کہ سوال میں مذکور ہے کہ شوہر اس رقم کے زیور وغیرہ کو عورت سے واپس بھی لے لیتا ہے اور عورت کو واپس دینے میں عذر نہیں ہوتا، اس طرح اس کو ہدیہ، یا ہبہ بھی قرار نہیں دے سکتے؛ کیوں کہ اس صورت میں بھی عورت سے بحالت قیام زوجیت، یا بعد طلاق، یا بعد موت اس رقم کو واپس لینے کا زوج کو حق نہیں، حالاں کہ ان سب صورتوں میں اس کو واپس لینے کا حقدار سمجھا جاتا ہے۔ پس شوہر کے حق واپسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی حیثیت متعین ہے کہ عاریت ہوتی ہے اور اس حیثیت کے لحاظ سے اولیاء زوجہ کو زوج سے منگنی کے وقت اس کا مطالبہ کرنا اور اصرار کرنا اور رقم کی کمی زیادتی پر جھگڑا کرنا اور منگنی توڑ دینا یہ سب باتیں محض لغو اور شرعی اصول سے غلط اور ناجائز ہے؛ کیوں کہ عاریت کا مطالبہ کرنا تو درکنار، ہدیہ یا ہبہ کا مطالبہ کرنا بھی جائز نہیں۔ "لا جبر فی التبرع"(۱) مشہور فقہی قاعدہ ہے۔ پس مطالبہ اور جبر سے جو رقم لی جائے، وہ یا تو مہر میں شامل کی جائے کہ پھر زوج کو واپس لینے کا حق نہ ہو،(۲) اور یہ صورت جائز ہے، یا وہ عورت کی قیمت اور عوض ہو اور یہ رشوت اور حرام ہے،(۳) یا اولیاء زوجہ کو زوج سے مطالبہ کا کوئی حق نہیں، وہ اپنی خوشی سے بطور دست پیمان جو چاہے، دے دے اور اسے ہدیہ، یا ہبہ قرار دے، جس میں حق رجوع نہ ہو،(۴) یا عاریت رکھے، جسے واپس لے سکے۔ بہر حال یہ رسم

---

(۱) و فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر: ۱۵٦/۳ (طبع سعید): أخذ أهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوة...الخ. وفی الهندية: ۳۲۷/۱ (طبع ماجديه)

(۲) وفی الدر المختار: ۱۵۱/۳: ولو بعث إلى امرأته شيئا ولم يذكر جهة عند الدفع غير جهة المهر...فقالت هو أي المبعوث هدية وقال هو من المهر أو من الكسوة أو عارية فالقول ل بيمينه.

انتخاب اور منگنی

قابل اصلاح اور اس کی موجودہ صورت واجب الترک ہے۔(۵) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی:۵/۵۰-۵۱)

منگنی کے عوض لڑکی والوں کا رقم وصول کرنا:

سوال: ایک شخص مسمیٰ سلمان ایک جگہ اپنے بیٹے مسمیٰ عبدالستار کی منگنی کر چکا تھا اور لڑکی والوں کو حسب دستور دو ہزار ایک سو روپیہ بھی دے چکا تھا؛ لیکن اس کے بعد مسمیٰ عبدالستار کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے فوراً مجمع میں اعلان کر کے شادی کرنے سے انکار کر دیا، پھر تقریباً دو ماہ بعد وہ لڑکی وفات پا چکی، جس کے ساتھ شادی ہونے والی تھی۔ اب ہم جب لڑکی والوں سے اپنے دیئے ہوئے اکیس سو روپے کا مطالبہ کرتے ہیں، وہ یہ کہہ کر کہ ہماری بیٹی مرگئی ہے، لہٰذا تمہارے پیسے بھی واپس نہیں دیں گے، رقم واپس کرنے سے انکار کرتے ہیں، کیا یہ رقم ہمیں واپس مل سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

بعض مقامات پر لڑکی کی منگنی کے معاوضے میں جو رقم لڑکی والے وصول کرتے ہیں، وہ شرعاً رشوت کے حکم میں ہے، جس کا لینا اور دینا دونوں ناجائز ہیں، لہٰذا لڑکی کا انتقال ہونا، یا نہ ہونا، ہر حالت میں لڑکی والوں پر واجب تھا کہ یہ رقم واپس کریں۔(۱) ہاں! اگر یہ رقم مہر کا جزء بنا کر دی جائے تو یہ لڑکی کو دینی چاہیے تھی؛(۲) لیکن چونکہ نکاح منعقد ہونے سے پہلے ہی لڑکی کا انتقال ہوگیا؛ اس لیے اب مہر کا بھی کوئی سوال نہیں رہا، لہٰذا لڑکی والوں پر بہر صورت واجب ہے کہ وہ رقم واپس کریں۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۵/۱۰/۱۳۹۶ھ (فتاویٰ عثمانی:۲/۲۳۴)

منگنی میں کپڑا بدلتے وقت لڑکے کو چاول، پان، چھالی چمانا:

سوال (۱) منگنی میں جب لڑکے کو کپڑا پہنایا جاتا ہے تو عورتیں گھر بلا کر لے جاتی ہیں اور چراغ، چاول، پان کا پتہ، گھاس، چھالی وغیرہ سے لڑکے کو چماتی ہیں، جس میں محرم وغیر محرم سب عورتیں ہوتی ہیں؟

شادی سے پہلے گھر کو لیپنا اور انگلیوں کے نشانات لگانا:

(۲) شادی سے دو چار دن پہلے گھر کو لیپنا ضروری سمجھا جاتا ہے اور انگلیوں کے نشانات اور رنگ کے چھینٹے

(۱) ''ابٹن: ایک خوشبودار مصالحہ جو جسم کو صاف اور ملائم بنانے کے لئے ملا جاتا ہے''۔(فیروز اللغات، ص:۵۱، فیروز سنز، لاہور)

انتخاب اور منگنی

وغیرہ دیواروں پر دیئے جاتے ہیں؟

لڑکے کو مہندی، ابٹن لگانا:

(۳) شادی سے کچھ دن پہلے لڑکے کو مہندی لگاتے ہیں اور ابٹن لگاتے ہیں، (۱) اور ابٹن دانا جلا کر بنایا جاتا ہے مثلاً۔

دولہے کو نہلانے کا انتظام، عورت کا ساڑی کی کور ڈالنا:

(۴) لڑکے کو سسرال جاتے وقت نہلانے کے لیے خاص انتظام کرتے ہیں، گڈھا کھود کر اوپر سے تختہ ڈال کر لڑکے کو بٹھاتے ہیں اور اس کے سر پر ایک محرم عورت اپنی ساڑی، یا دوپٹہ کا کور ڈالے ہوئے ہوتی ہے اور کپڑا پہناتے

---

(۱) غیر محرموں کے ساتھ اختلاط شرعاً مذموم وممنوع ہے اور چوں کہ اس رسم اس کا ارتکاب ہوتا ہے اور ہر ایسا فعل جس میں ارتکابِ منہیات ہو، اس کو ترک کرنا اور بند کرنا لازم ہے:

قال الملا علی القاری رحمه اللّٰه تعالیٰ: "وخلاصة الكلام :من أبصر ما أنكر ه الشرع فليغيره أى بأن يمنعه بالفعل بأن يكسر الآلات ويريق الخمر، الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ٨٦١/٨، رشيديه)

(۲) "عن ابن عمر رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (رواه أحمد وأبو داؤد) (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانى، ص: ٣٧٥، قديمى)

وقال الملاعلى القارى رحمه اللّٰه تعالىٰ تحته "أى من شبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار ... قال الطيبى رحمه اللّٰه تعالىٰ: هذا عام فى الخلق والخلق والشعار ... قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير". (مرقاة المفاتيح: ١٥٥/٨، رشيديه)

(۳) " وعن ابن عباس رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما قال: لعن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم المخنثين من الرجال، والمتر جلات من النساء، وقال : "أخرجوهم من بيوتكم". (رواه البخارى)

"وعنه قال : قال النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم :"لعن اللّٰه المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال". (رواه البخارى) (مشكاة المصابيح، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ٣٨٠، قديمى)

قال الملا على القارى رحمه اللّٰه تعالىٰ تحت الحديثين: "فى الزى واللباس والخضاب والصوت والصورة والتكلم وسائر الحركات والسكنات ... فهذا الفعل منهى، لانه تغير لخلق اللّٰه ...، لأنه تشبه بهن ... والعجب من أهل اليمن فى أن رجالهم يتحنون مع أن هذا شعار الرافضة أيضاً ... والثانى: من يتكلف أخلاق النساء وحركاتهن و سكناتهن وزيهن، فهذا هو المذموم الذى جاء فى الحديث لعنه". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الاول: ٢١٦/٨ - ٢١٧، رشيديه) نیز یہ روافض کا شعار بھی ہے کہ جیسا کہ اوپر کی عبارت میں تصریح ہے۔

(۱) ایسے شعار کہنے سے شریعت مطہرہ نے منع کیا ہے، جن میں کسی مسلمان کی تحقیر ہو اور مسلمان کے محترم ہونے کی بنا پر اس کی شان میں ایسے اشعار کہنا حرام ہے۔

وقت تک ڈالے رہتی ہے اور پھر لڑکے کو مسجد میں لے جاتے ہیں اور کثیر تعداد میں عورتیں اس کے ساتھ گیت گاتی جاتی ہیں، اس میں اکثر حصہ فحش کلام کا ہوتا ہے۔

سسرال پہونچنے پر دولہے کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ:

(۵)　سسرال جانے پر لڑکے کو فوراً لڑکی کے گھر لے جاتے ہیں اور وہاں بھی چومنا ہوتا اور لڑکے کو اس کی سالیاں وغیرہ شربت پلاتی ہیں، جس میں جونک وغیرہ کے پانی کا غلبہ ظن ہوتا ہے اور تمام عورتیں گیت گاتی ہوتی ہیں، جس میں لڑکے کے ماں باپ، دادا وغیرہ کو بہت سی گالیوں سے بھی نوازا جاتا ہے اور لڑکے کو تمام لوگوں کے سامنے مجلس میں گھر کے کل کپڑے کو نکال کر سسرال کا کپڑا پہنایا جاتا ہے، جس میں نظریہ سحر وغیرہ کا غلبہ ظن ہوتا ہے۔

دولہے سے دولہن کے سر پر سیندور ڈلوانا وغیرہ:

(۶)　پھر لڑکے کو کھانا کھلاتے وقت آدمی متعین ہوتے ہیں، جو کچھ باقی رہنے کے ساتھ لڑکے کے آگے سے پلیٹ اٹھا لیتے ہیں اور لڑکی کو باعثِ تبرک سمجھ کر کھلاتے ہیں اور لڑکے کو گھر بلایا جاتا ہے، جس میں محرم وغیر محرم سب عورتیں ہوتی ہیں اور لڑکے کے سامنے لڑکی کے چہرہ کو کھول کر بٹھا دیتے ہیں، اس کے سر پر سیندور ڈالنے کو کہتے ہیں اور ایک سبیل پر چھالی رکھ کر جسے تیل سے بھگوئے ہوئے ہیں، سل کے پتھر سے توڑنے کو کہتے ہیں، وہ اڑ جاتا ہے تو لڑکے کو بہت گالیاں دیتی ہیں اور دو باپ کا کہا جاتا ہے اور کچھ لڑکیاں پان کے پتے کو گراتی جاتی ہیں اور لڑکے سے اس کے اٹھانے کے لیے کہا جاتا ہے۔

کنبہ والوں کو کپڑے دکھلانا، جہیز کی نمائش اور اس کی فہرست:

(۷)　لڑکا اور لڑکی کے کپڑے کو تمام کنبہ والے کو دکھا کر رکھا جاتا ہے اور ضروری سمجھا جاتا ہے اور جہیز کے

”عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: ”سباب المسلم فسوق وقتاله کفر“. (متفق علیه) (مشکاة المصابیح، کتاب الأداب، باب حفظ اللسان، الفصل الأول، ص: ٤١١، قدیمی)

”وعن أبی هریرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: لأن یمتلیء جوف رجل قیحاق یریه خیر من أن یمتلی شعراً“. (متفق علیه) (مشکاة المصابیح، باب البیان والشعر من کتاب الأداب، الفصل الأول، ص: ٤٠٩، قدیمی)

”قلت: الظاهر الإطلاق ... ولعل وجه تخصیصه بالذکر نبیه علی أنه أقبح أنواعه، أو إشعار بأن الشعر مذموم، لأنه قد یؤدی إلی ذلک“. (مرقاة المفاتیح: ٥٤٦/٨، رشیدیه)

(۲)　ردالمحتار علی الدر المختار، باب المهر، قبیل مطلب فی دعوی الأب أن الجهاز عاریة: ١٥٦/٣، سعید

سامان کو تمام لوگوں کے سامنے شمار کیا جاتا ہے اور ایک فہرست لکھ کر لڑکے والے کو دیتے ہیں اور ایک ایک اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ان سب کا حکم کتاب وسنت کی روشنی میں نوازیں اور ان کے ثبوت کو پیش کریں۔

الجواب ـــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) یہ رسم خلاف شرع ہے،اس کو بند کرنا لازم ہے۔ (۱)

(۲) صفائی کے لیے گھر کو لیپنے میں تو مضائقہ نہیں؛مگر انگلیوں کے نشانات وغیرہ لگانا غلط رسم ہے،اس کو بند کیا جائے۔ (۲)

(۳) یہ بھی کوئی شرعی چیز نہیں،قابلِ ترک رسم ہے،اس میں عورتوں کے ساتھ تشبہ بھی ہے،جس کی ممانعت آئی ہے۔(۳)

(۵) اس کو بھی بند کیا جائے۔(۱)

(۶) اس کو بھی بند کیا جائے۔

(۷) سامان اس طرح اعلان کے ساتھ دینا اور سب کو دکھانا غلط طریقہ ہے،اس کو بند کیا جائے۔دیتے ہوئے سامان کی فہرست بنا کر دینا اور اپنے پاس رکھنا درست ہے؛مگر حیثیت سے بڑھ کر قرض وغیرہ لے کر سامان دینا بھی غلط ہے۔ان رسوم کی تفصیل اور ان کے مفاسد''اصلاح الرسوم''میں درج ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ،دار العلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۹۲-۱۹۵)

رخصتی کے وقت شوہر سے روپیہ لینا:

سوال: منگنی اور شادی کے وقت لڑکی والا جو روپیہ لیتا ہے،اگر اس کی حسب مرضی روپیہ نہ دیں تو وہ شادی سے ہی انکار کر دیتا ہے۔اس طرح لین دین درست ہے،یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر یہ بطورِ قرض لیا جائے تو حسب ضرورت تراضی طرفین کا لین دین درست ہے؛مگر اس میں بھی یہ لحاظ رہے کہ شادی کے دباؤ اور اثر سے نہ ہو۔اگر یہ قرض نہیں؛ بلکہ شادی ہی کے اثر سے لیا جاتا ہے تو یہ رشوت اور حرام ہے،اس کی واپسی ضروری ہے۔

درمختار میں ہے:''**لو أخذ أهل المرأة عند التسليم ، فللزوج أن يسترده ؛لأنه رشوة**''.

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:''**(قوله:عند التسليم) :أى بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئا،وكذا لو أبى أن يزوجها، فللزوج أن يسترده قائماً أو هالكا؛لأنه رشوة،**

(۱) ردالمحتار،باب المهر:۳/۱۰۰-۱۰۱،دارالفکر بیروت،انیس

بزازية". (ردالمحتار: ٣٣٦/٢)(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱۹/۷/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۸/۱۱)

منگنی کے وقت لڑکے کی طرف سے لڑکی کے لیے زیورات وغیرہ کے وعدہ کی حیثیت اور حکم:

سوال　زید نے اپنی عورت کے انتقال کے بعد اسی عورت کی بہن کی باکرہ لڑکی سے نکاح کیا۔ لڑکی کے اولیا سے یہ واثق اقرار کیا: میرے پاس دباغت شدہ چرم موجود ہے، فی الحال نقد روپیہ نہیں ہے، اس چرم کو فروخت کرکے اپنی اس زوجۂ ثانیہ کو حسب رواج ملکی پانچ سو روپے کے زیورات بنوا کے دیتا ہوں۔ اس کے اس قول کے اعتبار سے نکاح کردیا گیا۔ نکاح کے بعد ایک مہینہ کے عرصہ میں وہ بعارضۂ سرطان بیمار ہوگیا۔ اپنی بیماری کی حالت میں اپنے چچا صاحب اور دیگر عمائدین جماعت سے یہ کہا کہ میں نے اپنی زوجۂ ثانیہ سے پانچ سو روپیہ مہر مقرر کرکے نکاح کیا ہے اور پانچ سو روپیہ کے زیورات دینے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ میرے قول کے اعتبار پر ان لوگوں نے قبول کرلیا ہے؛ اس لیے میری املاک سے پہلے دین مہر اور حسب وعدہ زیورات کے پانچ سو روپے جملہ ایک ہزار روپے میری زوجۂ ثانیہ کو دے دیئے جائیں۔ فلاں دیہات میں ایک زمین ہے، جس کو فلاں مدرسہ کے لیے وقف کرچکا ہوں۔ اس زمین کو مدرسہ کے اراکین کے قبضہ میں دے دیا جائے۔ باقی مال متروکہ کو حسب احکام شریعت تقسیم کردیا جائے۔ یہ کہہ کر اسی بیماری میں دوسرے ہفتہ میں انتقال کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ میں زید کی زوجۂ ثانیہ زیورات کی بابت موعودہ پانچ سو روپے پانے کی شرعاً مستحق ہے، یا نہیں؟

(۱)　الهداية،باب في صفة الوصية ما يجوز من ذلک ومالايجوز: ٥١٤/٤،دار إحياء التراث العربی بيروت،انيس

(۲)　"قال رحمه الله تعالىٰ:السماع والقول والرقص الذی يفعله المتصوفة فی زماننا حرام، لا يجوز القصد إليه والجلوس عليه،وهو والغناء و المزامير سواء". (الفتاویٰ العالمگيرية ، كتاب الحظر والأباحة ، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو،الخ: ٣٥٢/٥،رشيديه)

(۳)　مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء،الفصل الثانی، ص: ٣٢١، قديمی

عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال:يا عبدالله! سيأتی بعدی قوم يؤخرون الصلاة عن مواقيتها،قال عبدالله: فقلت: كيف تأمرنی يا رسول الله!قال:يا ابن أم عبد!إن أدركتم فلا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق.(مسند البزار،رقم الحديث: ١٩٨٨،انيس)

عن علی رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال:لا طاعة لبشر فی معصية الله.(مسند أبی يعلی الموصلی،رقم الحديث: ٢٧٩،انيس)

==

الجواب

هو الملهم للصدق و الصواب: گوعرف ورواج ملک پر ہر خاطب سے اس کی وسعت کے موافق عروس کے لیے زیورات اور کپڑوں کا مطالبہ ہوا کرتا ہے، خصوصا جب کہ عمر رسیدہ صاحب اولا دکسی باکرہ سے منگنی کرتا ہے تو اس سے بہ نسبت جوان کے اور زیادہ زیورات اور کپڑے طلب کرنے کی عادت ہے اور وقتِ نکاح مشروط زیورات اور کپڑے حاضر نہ کرنے کی صورت میں، یا مقدار میں کم ہونے کی صورت میں نزاع برپا ہوجاتا ہے؛ تاہم عقد نکاح میں اس کا ذکر نہ ہونے کی بنا پر مہر میں یہ داخل نہ ہوگا، جو کہ بدل نکاح ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں مہر کی تعریف نقل کی ہے:

عرف المهر في العناية بأنه إسم للمال الذي يجب في عقد النكاح على الزوج في مقابلة البضع إما بالتسمية أو بالعقد، آ ه. (۱)

پس مذکورہ زیورات اور کپڑوں کا دینا بطور ہبہ وہدیہ ہوگا۔صورت مسئولہ میں زید نے منگنی کے وقت پانچ سوروپے کے زیورات دینے کا وعدہ تو کیا ہے؛ لیکن خود ایفائے وعدہ سے معذور ہوکر انتقال کر جانے سے اس کے وفا کرنے کی جو وصیت کی ہے، یہاں موصیٰ لہا وارث ہونے کی بنا پر اس کا ادا کرنا باقی وارثوں کی اجازت کے بغیر لازم نہ ہوگا، جیسا کہ ہدایہ میں لکھا ہے:

ولا تجوز لوارثه ... إلا أن يجيزها الورثة. (۱)

لیکن اس کے وارثوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ اپنے مورث کے وعدہ کو وفا کرکے اس کی روح کو خوش کریں اور

== عن علی أن رسول الله عليه وسلم بعث جيشا، وأمر عليه رجلا، فأوقد نارا، وقال: ادخلوها، فأراد ناس أن يدخلوها، وقال الآخرون: إنا قد فررنا منها، فذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال للذين أرادوا أن يدخلوها: لو دخلتموها لم تزالوا فيها إلى يوم القيامة، وقال للآخرين: قولا حسنا، وقال: لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف. (صحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية، رقم الحديث: ۱۸۴۰، انیس)

(۱) ردالمحتار: ۳/۳۱، دارالفکر بیروت، انیس

... ﴿وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم﴾ (سورة النساء: ۲۳) فحليلة الإبن وهي زوجته حرام على الأب سواء دخل بها الإبن أو لم يدخل لإطلاق النص على الدخول. (العناية شرح الهداية: ۳/۲۱۲، دارالفکر بیروت، انیس)

قال صاحب المطلع: الحلائل جمع حليلة، وهي الزوجة، والرجل حليلها، لأنها تحل معه ويحل معها. (الدرالنقي في شرح ألفاظ الخرقي، باب مايحرم نكاحه والجمع بينه وغير ذلك: ۳/۶۲۴، دارالمجتمع للنشر والتوزيع جدة المملكة العربية السعودية/المطلع على ألفاظ المقنع، باب المحرمات في النكاح: ۱/۳۹۱، مكتبة السوادي للتوزيع، انیس)

بظاہر وعدہ خلافی سے بچائیں۔**فقط واللہ اعلم بالصواب**

کتبہ: شیخ آدم عفی عنہ۔الجواب صحیح: ضیاءالدین محمد کان اللہ لہ۔

الجواب صحیح: محمد عبدالجبار عفی عنہ۔الجواب صحیح: عبدالرحیم عفی عنہ۔ (فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۱۹۱-۱۹۲)

منگنی میں باجہ:

سوال: منگنی میں باجہ لے جانا ضروری ہے، والدین بھی کہتے ہیں کہ اگر میں باجہ نہیں لے گیا تو لوگ مجھے دھوکہ باز کہیں گے، اب میرے لیے مشکل ہے؛ اس لیے والدین مجبور کرتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

باجہ بجانا اور سننا اور باجہ جس محفل میں ہو، اس میں شرکت کرنا سب منع ہے، (۲) اور ناجائز کام میں کسی کی اطاعت نہیں، والدین ہوں، یا کوئی اور ہو: **"لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق"**. (الحديث)(مشكاة المصابيح) (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۱۳۹۰ھ۔

---

(۱) ردالمحتار،فصل في المحرمات: ۲۸/۳،دارالفكربيروت،انيس

وتحرم موطوء ات ابنائه وابناء أولاده وإن سفلوا ولو بزناً والمعقودات لهم عليهن بعقد صحيح. (فتح القدير،فصل في بيان المحرمات: ۲۰۸/۳،دارالفكربيروت،انيس)

(۲) الفتاویٰ الهندية،القسم الثاني في المحرمات بالصهرية: ۲۷٤/۱،دارالفكربيروت،انيس

والنكاح الفاسد إذا لم يكن فيه مسيس أو نظر لا يثبت حرمة المصاهرة لأن النكاح إنما يقوم مقام الوطء في إثبات حرمة المصاهرة لأنه يتوصل به إلى وطء شرعاً،وذلک لا يحصل بالعقد الفاسد،فلهذا لا يثبت به الحرمة، ولأن النكاح الفاسد أصله غير منعقد فالسبب الفاسد لا يثبت إلا الملک الحرام وموجب النكاح ملک الحل وبين الحل والحرمة منافاة فإذا انعدم إثبات الملک الحلال بالسبب الفاسد والملک الحرام بالنكاح لا يكون خلا السبب عن الحكم والأسباب الشرعية إنما تعتبر لأحكامها فكل سبب خلا عن الحكم كان لغواً، الخ.(المبسوط للسرخسي، باب الغرور في المملوكة: ۱۵۸/۵،دارالمعرفة بيروت،انيس)

(۳) ردالمحتار،فصل في المحرمات: ۳۰/۳،دارالفكربيروت،انيس

﴿وأمهات نسائكم﴾(النساء: ۲۳)أطلقه فلا فرق بين كون امرأته مدخولا بها أو لا، وهو مجمع عليه عند الأئمة الأربعة وتوضيحه في الكشاف،ويدخل في لفظ الأمهات جداتها من قبل أبيها وأمها وإن علون، وقدى بالمرأة فانصرف إلى النكاح الصحيح فإن تزوجها فاسدا فلا تحرم أمها بمجرد العقد بل بالوطء أو ما يقوم مقامه من المس بشهوة والنظر بشهوة لأن الإضافة لا تثبت إلا بالعقد الصحيح.(البحرالرائق،فصل في المحرمات في النكاح: ۱۰۰/۳، دارالكتاب الإسلامي بيروت،انيس)

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۹۰)

بیٹے کی مخطوبہ سے باپ کا نکاح حلال ہے:

سوال: ایک لڑکا اور لڑکی کا باہم رشتہ منگنی جو ہندوستان میں عموماً رائج ہے، ان دونوں کے حقیقی دادا اور ایک رشتہ کے تایا اور پھوپھی نے کر دیا اور رسم منگنی بھی ادا ہوگئی؛ لیکن نکاح نہیں ہوا تھا کہ اسی حالت میں اس لڑکے کی والدہ کا انتقال ہوگیا تو کیا اب اس لڑکی کا نکاح اس لڑکے کے باپ سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو کیا وجہ ہے؟ ایک گروہ علماء درویشوں کا کہتا ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ منگنی بھی ایک قسم کا ایجاب وقبول ہے اور نکاح کا وعدہ ہے۔ اب آپ بحوالہ کتب فقہ جواب سے نوازیں؟

الجواب

شرعاً اپنے بیٹے کی مخطوبہ سے باپ کا نکاح حلال ہے، اس میں کسی قسم کا تأمل، یا اختلاف نہیں ہے اور یہ ایسا صاف مسئلہ ہے کہ جس کے لیے دلیل بیان کرنے کی بھی حاجت نہیں؛ لیکن چوں کہ بعض درویشوں نے اس کا خلاف کیا ہے؛ اس لیے چند دلائل لکھے جاتے ہیں:

---

(۱) لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيتك، إن كان المجلس للوعد، فوعد، وإن كان للعقد فنكاح. (البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۸۳، انیس)

ورکن النکاح الایجاب والقبول وینعقد بلفظین ماضیین... ولا ینعقدنکاح المسلمین إلا بحضور رجلین أو رجل وامرأتین، الخ. (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب النکاح: ۲/۱۰۹، انیس)

☆ بیٹے کی مخطوبہ سے باپ کا نکاح حلال ہے:

سوال: ایک لڑکے کی منگنی ایک لڑکی سے ہوئی اور خاطب اور مخطوبہ دونوں نابالغ تھے، اب اس وقت لڑکا چوں کہ نابالغ ہے اور لڑکی بالغہ ہے تو اس دختر بالغہ کا عقد لڑکے کے باپ سے شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں؛ کیوں کہ یہاں اس مسئلہ میں اختلاف ہو رہا ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں بیٹے کی مخطوبہ کا نکاح اس کے باپ کے ساتھ شرعاً درست ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ بحکم نص قرآنی بیٹے کی زوجہ باپ کے لیے حرام ہے اور زوجہ نکاح سے ہوتی ہے، منگنی پر شرعاً نکاح کے احکام مرتب نہیں ہوتے، اسی وجہ سے فقہاء رحمہم اللہ نے محرمات میں مخطوبات کے نکاح کو کسی جگہ حرام نہیں لکھا، لہٰذا یہ نکاح شرعاً حلال ہے اور اس کا خلاف صریح غلط اور فقہ سے ناواقفیت ہے۔

حررہ خلیل احمد عفی عنہ، ۹/شوال ۱۳۲۹ھ۔

الجواب صحیح: عنایت الٰہی عفی عنہ۔ الجواب صحیح: ثابت علی عفی عنہ۔ عبداللطیف عفی عنہ۔ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱/۱۸۸)

انبیاء کرام علیہم السلام کا نکاح

پیغمبروں کے نکاح کے سلسلہ کے چند سوالات:

سوال: پیغمبروں کا نکاح بلا گواہوں کے صحیح ہے، یا نہیں؟

(۲) پھوپی اور ماموں کی بیٹیاں جو ہجرت کریں، وہ نبی کے لیے نکاح سے درست ہیں، یا بغیر نکاح کے؟

(۳) جو عورت اپنے نفس بنی کو ہبہ کرے، وہ نکاح سے درست ہے، یا بے نکاح؟ یہ حکم صرف بنی کے لیے ہے، یا امت کے لیے بھی؟

(۴) نکاح کے احکام اور شرائط پیغمبروں کے لیے بھی تھے، یا نہیں؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کس نے پڑھایا؟

الجواب

''لانکاح إلا بشهود'' (۱) حکم عام ہے، پیغمبروں اور غیر پیغمبروں کو شامل ہے اور جوامر بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جناب باری تعالیٰ شانہ کی طرف سے مخصوص ہے، اس پر قیاس نہیں ہوسکتا۔

(۲) نکاح کے ساتھ درست ہیں۔ (۲)

---

(۱) الهداية، كتاب النكاح: ۲۸۶/۲، ظفير / عن علی رضی اللّٰه عنه قال: لا نكاح إلا بولی ولا نكاح إلا بشهود. (السنن الكبرىٰ للبيهقی، رقم الحديث: ۱۳٦٤٥، انيس)

ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين عدولا كانوا غير عدول أو محدودين فی القذف. (الهداية، كتاب النكاح: ۱۸٥/۱، دار إحياء التراث العربی بيروت، انيس)

(قوله: عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين أو محدودين أو اعميين أو ابنی عاقدين) متعلق بينعقد بيان للشرط الخاص به وهو الإشهاد فلم يصح بغير شهود لحديث الترمذی: ''البغايا اللاتی ينكحن أنفسهن من غير بينة''، ولما رواه محمد بن الحسن مرفوعا: ''لا نكاح إلا بشهود''، فكان شرطا ولذا قال فی مآل الفتاویٰ: لو تزوج بغير شهود ثم أخبر الشهود على وجه الخبر لا يجوز إلا أن يجدد عقدا بحضرتهم، الخ. (البحر الرائق: ۹٤/۳، دار الكتاب الإسلامی بيروت، انيس)

(۲) عن عمر بن الخطاب يقول: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: إنما الأعمال بالنية، وإنما لامرىء ما نوى، فمن كانت هجرته إلى اللّٰه ورسوله فهجرته إلى اللّٰه ورسوله، ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها، أو امرأة يتزوجها فهجرته إلى ما هاجر إليه. (موطأ الإمام محمد، باب النوادر، رقم الحديث: ۹۸۳، انيس)

(۳) یہ نکاح خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔(۱)

(۴) نکاح کی جو شرائط ہیں، وہ سب کے لیے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نکاح غالبًا خود ہی پڑھا ہے۔(۲) واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۷۴-۷۵)

نکاح کی مشروعیت کب ہوئی؟ نیز گزشتہ شرائع میں نکاح کا طریقہ کار کیا تھا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح کی سنت کب جاری ہوئی؟ اور سابقہ شرائع میں اس کا کیا طریقہ تھا؟ خاص طور پر آدم علیہ السلام کا نکاح کیسے ہوا؟

الجواب ــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح کے لغوی معنی دو چیزوں کو ملانا، یا آپس میں تداخل کرنا ہے،(۳) اور اصطلاحِ شریعت میں مرد وعورت میں

---

(۱) عن سهل بن سعد أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم جاء ته امرأة فقالت: يارسول اللّٰه! انى وهبت نفسى لک. (الحديث) (مشكاة المصابيح، باب الصداق، ص: ۲۷۷)

فى الحديث إيماء إلى قوله تعالىٰ: ﴿وامرأة مومنة إن وهبت نفسها للنبى إن أراد النبى أن يستنكحها﴾ قال صاحب المدارک: أى احللنا لک، الخ ﴿خالصة لک من دون المومنين﴾ الخ. قال النووى: هذا من خواص النبى (صلى اللّٰه عليه وسلم) ولا يجب مهرها عليه ولو بعد الدخول بخلاف غيره. (مرقاة المفاتيح على مشكاة المصابيح: ۴۴۵/۳، ظفير صديقى مفتاحى)

(۲) انعقادِ نکاح کے لیے دو مرد گواہان، یا ایک مرد اور دو عورت کی موجودگی میں مرد وعورت کا ایجاب وقبول کرنا لازمی ہے، اس عمل کے لیے قاضی نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

"النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۹/۳، طبع سعيد، انيس)

ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين عدولا كانوا غير عدول أو محدودين فى القذف. (الهداية، كتاب النكاح: ۱۸۵/۱، دارإحياء التراث العربى بيروت، انيس)

(۳) (النِّكَاح)، بِالْكَسْرِ، فِي كَلَام الْعَرَب: (الوَطْءُ)، فِي الأَصل، (و) قيل: هُوَ (العَقْدُ لَهُ)، وَهُوَ التَّزويج، لأَنّه سببٌ للوَطءِ المباح، وَفِي (الصّحاح): النِّكاحُ: الوَطْءُ، وَقد يكون العَقْد، وَقَالَ ابْن سِيّده: النِّكاح: البُضْع، وذالک فِي نَوْعَ الإِنسانِ خاصّةً، واستعملَه ثعلبٌ فِي الذّباب، قَالَ شَيخنَا: واستعماله فِي الوَطْءِ والعَقْدِ مِمَّا وَقَعَ فِيهِ الخِلافُ، هَل هاذا حقيقةٌ فِي الكلّ أَو مَجازٌ فِي الكلّ، أَو حقيقةٌ فِي أَحدِهمَا مَجازٌ فِي الآخر، قَالُوا: لم يَرِدِ النّكاحُ فِي الْقُرْآن إلاّ بمعنَى العَقْدِ، لأَنّه فِي الوَطْءِ صَرِيحٌ فِي الجماع، وَفِي العَقْدِ كِنايةٌ عَنهُ. قَالُوا: وَهُوَ أَوْفَقُ بالبلاغَةِ والأَدبِ، كَمَا ذكرَه الزمخشريّ والرَّاغبُ وَغيرهمَا، (نَكَحَ) الرَّجلُ، (كَمَنَعَ) اقْتَضَاهُ القِياسُ وأَنكره جماعَة (وضَرَبَ)، هاذا هُوَ الأَكثر وَبه وَرد الْقُرْآن، وَعَلِيهِ اقتصرَ صاحبُ (الْمِصْبَاح) وَغيره، قَالَ ابْن سَيّده: وَلَيْسَ فِي الْكَلَام فَعَل يَفْعِل مِمَّا لامُ الفِعل مِنْهُ حاءٌ إلاّ يَنكِحُ ويَنْطِح، ويَمْنِحُ، ويَنْضِح، ويَنْبِح، ويَرْجِح، ويأْنِح، ويأْزِح، ويَمْلِح، وَقَالَ ابْن فَارس: النِّكاح يُطلَق على الوطْءِ، وَعلى العَقْد دون الوَطْءِ، وَقَالَ ابْن القُوطيّة: نَكَحْتُهَا، إِذا وَطِئتها أَو تَزَوّجْتها، وأَقَرَّه ابنُ القطّاع، وَوَافَقَهُمَا السَّرَقُسطيّ وغيرُهم، ثمّ قَالَ فِي (الْمِصْبَاح) بعد تصريفَات الْفِعْل: يُقَال مأْخُوذٌ من نَكَحَه الدَّواءُ إِذا خامَرَه وغَلَبَه، ==

سے ایک کا ایجاب اور دوسرے کا قبول کرنا،(۱) یا ایک شخص کا کلام جو طرفین کے کلام کے قائم مقام ہو سکے، کو نکاح کہا جاتا ہے۔(۲) نکاح کا حکم اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مرد کو اپنی بیوی کے تمام اعضا سے فائدہ اٹھانے کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔(۳) نکاح کا مقصد اصلی تو الد وتناسل اور پاکیزگی نفس وعفت کا حصول ہے۔(۴) نکاح کے لغوی معنی اور اصطلاحی تعریف سے یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ نکاح کے اندر رکن اصلی ایجاب وقبول کرنا ہے، جیسا کہ خرید وفروخت کے وقت اصل ایجاب وقبول ہوتا ہے؛ اس لیے کہ نکاح من وجہٍ ایک معاملہ ہے۔

نکاح کے حکم اور اس کے مقصد کی وضاحت سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جس حکم اور مقصد کے لیے نکاح کو مشروع قرار دیا گیا ہے، وہ تمام انسانوں میں برابر پایا جاتا ہے۔

اسی علت کی بنیاد پر نکاح تمام مذاہب کے اندر جائز رہا ہے اور اسلام نے بھی کفار وغیر مسلمین کے وہ نکاح جو ان کے درمیان ان کے عقائد ونظریات کی بنیاد پر منعقد ہوئے ہوں، ان کو روا رکھا ہے؛ بلکہ زمانہ جاہلیت کے جو نکاح

== أو من تَنـاكُـحِ الأَشجارِ، إذا انضَمّ بعضُهَا إلى بعض، أَو من نَكَحَ المطَرُ الأَرضَ، إذا اختلَط فِي ثَرَاهَا وعَلى هـاذا فَيكون النِّكاح مَجازاً فِي العَقْد والوَطْءِ جَمِيعًا، لأَنّه مأْخوذٌ من غيره، لا يَستقيم القَولُ بأَنّه حقيقةٌ لا فيهمَا وَلَا فِي أَحدِهـمـا، ويؤيِّده أَنّه لَا يُفْهَم العَقْد إِلاّ بقرينةٍ، نَحْو نَكَحَ فِي بَنِي فلانٍ؛ وَلَا يفهم الوَطءُ إلاّ بقرينةٍ، نَحْو نَكَحَ زَوْجَته، وذالك من عَلَامَات المَجاز .وإِن قيل غير مأْخوذٍ من شَيْءٍ فيعتَبَر الوطءُ والاشتراك، واستعماله لُغَة فِي العقْد أَكثرُ،وَفِي نُسخةٍ من (الْمِصْبَاح): فيترجَّح الاشتراك، لأَنّه لا يُفهَم واحدٌ من قِسْمَيه إِلاّ بقَرينة .قَالَ شَيخنَا: وهاذا من الْمَجاز أَقرَبُ .وقولُه: واستعماله لُغة فِي العقد، إِلخ هُوَ ظَاهر كلامِ جمَاعَة، وظاهرُ المصنّف كالجوهريّ عكْسُه، لأَنَّه قدَّمَ الوَطءَ، ثمَّ ظاهِر الصّحاح أَنّ استعمالَه فِي العقْد قليلٌ أَو مَجاز، وكلامُ المصنّف يَدلُّ على تَساويهما،انتهى.(تاج العروس،مادة نكح:۱۹۵/۷-۱۹۶،دارالهداية،انيس)

(۱) النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر.(الدرالمختار،كتاب النكاح:۹/۳،طبع سعيد،انيس)

(۲) مولانا مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ نکاح کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''نکاح مرد وعورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے، جس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہو جاتا ہے اور باہم حقوق وفرائض عائد ہو جاتے ہیں''۔(اسلام کے عائلی قوانین،مولانا مجاہد الاسلام،ص:۳۲،انیس)

(۳) ﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا﴾(سورة الأعراف:۱۸۹،انيس)

(۴) ''أن كلا منهما سبب لوجود المسلم والإسلام ... إن الاشتغال به أفضل من التخلى لنوافل العبادات، أى الاشتغال به، وما يشتمل عليه من القيام بمصالحه، وإعفاف النفس عن الحرام، وتربية الولد، ونحو ذلك.(ردالمحتار،كتاب النكاح:۵۷/۴،مكتبة زكرياديوبند،انيس)

عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى، فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ، فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ،مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَائَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. (صحيح لمسلم، كتاب النكاح،رقم الحديث: ۱۴۰۰،انيس)

اسلام سے قبل ہوئے ان کو بھی شریعت نے نکاح ہی قرار دیا ہے۔(۱) جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ولدت من نكاح لا من سفاح".(۲)

(میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، زنا سے نہیں۔)

یہی وجہ ہے کہ نکاح حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔(۳) حضرت آدم علیہ السلام کا نکاح خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے منعقد کیا ہے، جیسا کہ تاریخ طبری اور المنتظم فی تاریخ الملوک والامم میں اس بات کی صراحت ہے۔ اسی کی طرف قرآن پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے:

﴿وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ اَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾ (سورۃ البقرۃ:۳۵)

دیگر انبیاء کرام کی شرائع میں بھی نکاح کا یہی طریقہ رہا ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح کا واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے:

﴿قَالَ إِنِّي اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلٰى اَنْ تَاْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ﴾ (۴)

البتہ شرائط وغیرہ میں جزوی اختلاف عین ممکن ہے؛ لیکن اصل کیفیت ایجاب وقبول ہی رہی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں بھی نکاح کو اسی اصل پر باقی رکھ کر اس کی شرائط وحدود کو مقرر کیا گیا ہے، جس کی تفصیل آیات قرآنیہ اور کتب احادیث وفقہ میں موجود ہے، (مثلاً مہر کا واجب ہونا، گواہوں کا شرط ہونا وغیرہ)۔

اس تمام تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ نکاح انبیاء مرسلین کی سنت ہے اور آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک نکاح کا جزءِ اصلی ایجاب وقبول رہا ہے۔ یہی طریقہ انبیاء کرام کے نکاحوں کا اور دیگر تمام انسانوں کے نکاحوں کا رہا ہے، جو آج تک لوگوں میں رائج ومروج ہے۔

لما فی روح المعانی (۶۹/۷): وقول شعيب عليه السلام: ﴿إني أريد أن أنكحك﴾ الآية ظاهر في أنه عرض لرأيه على موسى عليه السلام واستدعاء منه للعقد ... وقال بعضهم: يجوز أن تكون الشرائع مختلفة في أمر الانكاح فلعل إنكاح المبهمة جائز في شريعة شعيب عليه

---

(۱) ليس لنا عبادة شرعت من عهد الآدم إلى الآن ثم تستمر في الجنة إلا النكاح والإيمان. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح: ۳/۳-۴، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) عن علي رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خرجت من نكاح ولم أخرج من سفاح من لدن آدم إلى أن ولدني أبي وأمي ولم يصبني من سفاح الجاهلية شيء. (الشريعة للآجري، رقم الحديث: ۹۵۷، المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث: ۴۷۲۸، انيس)

(۳) عن أبي أيوب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أربع من سنن المرسلين: الحياء والتعطر والسواك والنكاح. (سنن الترمذي، باب ماجاء في فضل التزويج والحث عليه، رقم الحديث: ۱۰۸۰، انيس)

(۴) سورة القصص: ۲۷، انيس

السلام ويكون التعيين للولى أو للزوج وكذا جعل خدمة الولى صداقا... والذى يميل اليه القلب اختلاف الشرائع فى مواجب النكاح.

وفى تاريخ الطبرى(۱/۷۰): عن ابن مسعود رضى الله عنه فأخرج إبليس من الجنة حين لعن وأسكن آدم الجنة فكان يمشي فيها وحشاً ليس له زوج يسكن إليها فنام نومة فاستيقظ فإذا عند رأسه امرأة قاعدة خلقها الله من ضلعه فسألها ما أنت؟ قالت امرأة، قال:ولم خلقت؟ قالت: لتسكن إلى، قالت له الملئكة... ما اسمها يا آدم؟ قال:حواء، قالوا: لم سميت حواء؟ قال لأنها خلقت من شى حى، فقال الله تبارك وتعالى:﴿يا آدم اسكن أنت وزوجك الجنة﴾...وبعد أسطر:حتى خلق الله تعالى من ضلعه تلك زوجه حواء فسواها امرأة ليسكن إليها فلما كشف عنه السنة وهب من نومته رآها إلى جنبه فقال فيما يزعمون والله أعلم لحمى ودمى وزوجتى فسكن إليها فلما زوجه الله عز و جل وجعل له سكنا من نفسه،قال له،الخ.

وفى الدرالمختار(۳/۱۸٤):(كل نكاح صحيح بين المسلمين فهو صحيح بين أهل الكفر) خلافا لمالك ويرده قوله تعالى﴿وامرأته حمالة الحطب﴾ وقوله عليه الصلاة والسلام: ولدت من نكاح لا من سفاح.

وفى الردّ تحته:قوله﴿وامرأته حمالة الحطب﴾:أى فهذه الإضافة قاضية عرفا ولغة بالنكاح... قوله (ولدت من نكاح لا من سفاح)...وقد استدل بالحديث المذكور فى الفتح أيضا ووجهه أنه سمى ما وجد قبل الإسلام من أنكحة الجاهلية نكاحا. (نجم الفتاویٰ:۴/۳-۴)

حضرت آدم علیہ السلام کے نکاح کے گواہوں کی تحقیق:

سوال: حضرت آدم علیہ السلام کا نکاح کس جگہ ہوا؟ اور کس نے یہ نکاح کیا؟ نیز اس کو گواہ کون تھے اور حق مہر کیا مقرر ہوا؟

الجواب

اس مسئلہ کے متعلق وحی (قرآن وحدیث) میں کوئی تفصیل نہیں ملتی اور بظاہر یہ معلم ہوتا ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے اذن استمتاع ملا، جیسا کہ ہمیں گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول کرنے سے اذن ملتا ہے، البتہ حق مہر کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا حق مہر قرار دیا گیا۔

كما فى الصاوى وغيره فليراجع،لما قال العلامة احمد الصاوى المالكى رحمه الله: وقد خلقت بعد دخوله الجنّة نام فلما استيقظ وجدها فأراد ان يمد يده إليها فقالت لَهُ الملائِكة مه: ياآدم! حتىٰ تؤدى مهرها، وما مهرها؟ فقالوا: ثلاث صلوات أو عشرون صلاة على سيدنا محمّد صلى الله عليه وسلم. (الصاوى: ۱/۲۲،تفسير سورة البقرة)(فتاوی حقانیہ:۴/۳۲۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نکاح کا طریقہ:

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے پہلے نکاح کا کیا طریقہ تھا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جاہلیت کے نکاح کئی طرح رائج تھے،(۱) شریعت نے صرف ایک طریقہ جو آج کل رائج ہے، باقی رکھا اور بقیہ سب کو ختم کردیا تو اب اس سے کیا کام۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۶/۱۲/۱۴۰۴ھ۔(منتخبات نظام الفتاویٰ:۲/۶۷)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہرا باندھا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سہرے باندھے ہیں۔یہ سات سہرے کیا ہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سہرا باندھنا ہندوانی رسم ہے۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی طرح ثابت نہیں، جولوگ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سہرا باندھنے کی بات منسوب کرتے ہیں، وہ خلافِ واقعہ اور غلط ہے۔مسلمانوں کو بہرحال اِس طرح کی ''ہندوانی رسم'' سے بچنا لازم ہے۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۷/۴۵۰،میرٹھ)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴/۳/۱۳۵۲ھ۔الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ(کتاب النوازل:۸/۲۹۱)

---

(۱) عن عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ النِّكَاحَ فِي الجَاهِلِيَّةِ كَانَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَنْحَاءٍ: فَنِكَاحٌ مِنْهَا نِكَاحُ النَّاسِ اليَوْمَ: يَخْطُبُ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ وَلِيَّتَهُ أَوِ ابْنَتَهُ، فَيُصْدِقُهَا ثُمَّ يَنْكِحُهَا، وَنِكَاحٌ آخَرُ: كَانَ الرَّجُلُ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ إِذَا طَهُرَتْ مِنْ طَمْثِهَا: أَرْسِلِي إِلَى فُلاَنٍ فَاسْتَبْضِعِي مِنْهُ، وَيَعْتَزِلُهَا زَوْجُهَا وَلاَ يَمَسُّهَا أَبَدًا، حَتَّى يَتَبَيَّنَ حَمْلُهَا مِنْ ذَلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ، فَإِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا أَصَابَهَا زَوْجُهَا إِذَا أَحَبَّ، وَإِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ رَغْبَةً فِي نَجَابَةِ الوَلَدِ، فَكَانَ هَذَا النِّكَاحُ نِكَاحَ الِاسْتِبْضَاعِ،وَنِكَاحٌ آخَرُ: يَجْتَمِعُ الرَّهْطُ مَا دُونَ العَشَرَةِ، فَيَدْخُلُونَ عَلَى المَرْأَةِ، كُلُّهُمْ يُصِيبُهَا، فَإِذَا حَمَلَتْ وَوَضَعَتْ، وَمَرَّ عَلَيْهَا لَيَالٍ بَعْدَ أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا، أَرْسَلَتْ إِلَيْهِمْ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَنْ يَمْتَنِعَ، حَتَّى يَجْتَمِعُوا عِنْدَهَا، تَقُولُ لَهُمْ: قَدْ عَرَفْتُمُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُ، فَهُوَ ابْنُكَ يَا فُلاَنُ، تُسَمِّي مَنْ أَحَبَّتْ بِاسْمِهِ فَيَلْحَقُ بِهِ وَلَدُهَا، لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَمْتَنِعَ بِهِ الرَّجُلُ، وَنِكَاحُ الرَّابِعِ: يَجْتَمِعُ النَّاسُ الكَثِيرُ، فَيَدْخُلُونَ عَلَى المَرْأَةِ، لاَ تَمْتَنِعُ مِمَّنْ جَاءَهَا، وَهُنَّ البَغَايَا، كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلَى أَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ تَكُونُ عَلَمًا، فَمَنْ أَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ، فَإِذَا حَمَلَتْ إِحْدَاهُنَّ وَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوا لَهَا، وَدَعَوْا لَهُمُ القَافَةَ، ثُمَّ أَلْحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِي يَرَوْنَ، فَالْتَاطَ بِهِ، وَدُعِيَ ابْنَهُ، لاَ يَمْتَنِعُ مِنْ ذَلِكَ »فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالحَقِّ، هَدَمَ نِكَاحَ الجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ اليَوْمَ.(صحیح البخاری:۲/۷۶۹، مطبع یاسر ندیم دیوبند،رقم الحدیث:۵۱۲۷،انیس)

(۲) ''عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم:''من تشبه بقوم،فهو منهم''.(سنن أبی داؤد،باب فی لبس الشهرة،رقم الحدیث:۴۰۳۱،انیس)

==

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتنی ازواج درست تھیں:

سوال (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بحکم خداوند تعالیٰ ازواج مطہرات بیک وقت کس قدر جائز تھیں؟

بادشاہ اسلام کتنی بیویاں کرسکتا ہے:

(۲)　بادشاہ اسلام کو شرعاً منکوحہ بیویاں بیک وقت کس قدر جائز تھیں؟

الجواب

(۱)　نو تک جائز تھیں، جیسا کہ جلالین شریف میں ہے:

﴿لا یحل لک النساء﴾ من بعد التسع التی اخترنک. (۱)

اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے. (کذافی الکمالین) (۲) ویسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات گیارہ تھیں، یا اس سے زیادہ؛ لیکن ایک وقت میں نو سے زیادہ اکٹھی نہیں ہوئیں۔ فقط

(۲)　چار سے زیادہ بیک وقت درست نہیں۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰/۷)

نفس کا ہبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے:

سوال:　اگر کوئی عورت اپنا نفس نبی کو ہبہ کرے تو آپ اس سے بے نکاح و بے مہر وطی کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

==　(من تشبه بقوم): أی من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار ...قال الطیبی رحمه اللّٰه تعالیٰ: هذا عام فی الخلق والخلق والشعار ولما کان الشعار أظهر فی التشبه ذکر فی هذا الباب، قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غیر". (مرقاة المفاتیح: ۲۷۸۲/۷، دارالفکر بیروت، انیس)

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال: " لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال ". (صحیح البخاری، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال، رقم الحدیث: ۵۸۸۵، انیس)

(۱)　تفسیر الجلالین، سورة الاحزاب: ۳۵۶، ظفیر

(۲)　جلالین مع حاشیه: ۳۵۶، ظفیر

(۳)　وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا (سورة النساء: ۳، انیس) / ﴿طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ أی إثنتین إثنتین وثلاثاً ثلاثاً وأربعا أربعا ولا تزیدوا علی ذلک. (تفسیر الجلالین، تفسیر سورة البقرة: ۹۸/۱، دارالحدیث القاهرة، انیس)

والمحرمات بالجمع: لا یحل للرجل أن یجمع بین أکثر من أربع نسوة، لقوله تعالیٰ: ﴿مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ (سورة النساء: ۳) نص علی الأربع فلا یجوز الزیادة علیهن. (الإختیار لتعلیل المختار، فصل محرمات النکاح: ۸۵/۳، مطبعة الحلبی القاهرة، انیس)

قرآن شریف میں تو صرف مہر کی معافی ہے اور نکاح کی شرط تو رکھی ہے۔ مشرح بیان فرمائیے؟

الجواب

یہ صحیح ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اس خصوصیت سے مراد صرف مہر نہ ہونے کی خصوصیت ہے اور ہبہ کا لفظ ان کے نزدیک مجاز ہے نکاح سے۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے نفس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کرتی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) منظور فرما لیتے تو بلا مہر کے نکاح ہو جاتا ہے اور علاوہ لفظ ہبہ کے اور کسی لفظ سے نکاح وایجاب وقبول کی ضرورت نہیں؛ بلکہ جب کسی عورت نے کہا: ''وهبت نفسي'' اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبول کیا، نکاح ہو گیا اور مہر لازم نہ ہوا، یہ مطلب ہے آیت ﴿وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ کا۔

اس کی تفسیر میں صاحب جلالین لکھتے ہیں:

النكاح بلفظ الهبة من غير صداق. (۱)

یہ تفسیر موافق مذہب امام شافعیؒ کے ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہبہ کے لفظ سے دوسروں کا نکاح بھی منعقد ہو جاتا ہے، ان کے یہاں خصوصیت صرف مہر کے نہ ہونے میں ہے۔ (كذا في الكمالين) (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۷۵-۷۶)

زوجین کی عمر میں تناسب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض اور اس کا حکم:

سوال: آج کل بعض مسلمان بوجہ اپنی جہالت وکم فہمی کے لڑکے لڑکی کی شادیوں میں باہمی رنجشوں اور عداوتوں

---

(۱) جلالين، مطبوعه اصح المطالع، سورة الأحزاب، ص: ۳۵۶، ظفير (﴿وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا﴾ يَطْلُبُ نِكَاحَهَا بِغَيْرِ صَدَاقٍ ﴿خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ النِّكَاحُ بِلَفْظِ الْهِبَةِ مِنْ غَيْرِ صَدَاقٍ ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ﴾ أَيِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿فِي أَزْوَاجِهِمْ﴾ مِنَ الْأَحْكَامِ بِأَنْ لَا يَزِيدُوا عَلَى أَرْبَعِ نِسْوَةٍ وَلَا يَتَزَوَّجُوا إِلَّا بِوَلِيٍّ وَشُهُودٍ ومهر. (تفسير الجلالين، سورة الأحزاب: ۱/۵۵۸، دار الحديث القاهرة، انيس)

(۲) وقال أبو حنيفة: ينعقد النكاح لغيره صلى الله عليه وسلم وإنما خص النبي صلى الله عليه وسلم لعدم وجود المهر عليه. (حاشية الجلالين، ص: ۳۵۶. ظفير)

وليس لأحد من أمته أن يتزوج امرأة بغير صداق وكذلك بلغنا في تفسير هذه الآية ﴿وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾. (الحجة على أهل المدينة، باب الرجل يعتق أمته على أن يتزوجها: ۳/۴۲۳، عالم الكتب بيروت، انيس)

وإذا وهبت المرأة نفسها لرجل بشهود وقبلها فهذا نكاح. بلغنا أن هذه الآية: ﴿وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ نزلت في ذلك، قال: وبلغنا أن هذا كان لرسول الله –صلى الله عليه وسلم– خاصة بغير مهر، ولا بد فيما بين الناس إذا وهبت نفسها لرجل وقبلها بشهود أنه يلزمه مهر مثلها إن مات عنها أو دخل بها وإن طلقها قبل الدخول بها فلها المتعة. (الأصل للشيباني، باب الهبة: ۱۰/۲۲۵، دار ابن حزم بيروت، انيس)

کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے کو نقصان وزَک پہونچانے کے لیے جھوٹی درخواستیں عدالتوں اور تھانوں میں گزار کر شادیاں رُکوادیتے ہیں اور احکامِ خدا ورسول کو بالکل پسِ پشت ڈالتے ہیں، اس طرح بندگاہ کو ناحق لٹوا کر اپنا مطلب نکالتے ہیں اور جائز کو ناجائز کر کے گنہ گار ہوتے ہیں۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی مبارک ہمراہ حضرت ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے وقت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۵۰ر سال کی اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کی عمر صرف چند سال کی تھی تو اس کمی بیشی عمر پر نافہم لوگ اعتراض کرتے ہیں تو کیا بعض مسلمانوں کی یہ کارروائی شرعاً درست وجائز ہے، یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو ایسے شخص، یا اشخاص کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

آپس میں لڑائی رکھنا اور ایک دوسرے کو نقصان پہونچانا، جھوٹی درخواستیں دے کر شرعاً ناجائز اور گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ایسی چیزوں کی سخت ممانعت آئی ہے۔ (۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام میں عیب نکالنا اور تحقیر کرنا کفر ہے، ایسی چیز سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ (۲) شریعت کی طرف سے نکاح میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے؛ لیکن مصالح اور معاشرت کی وجہ سے طرفین کی عمر میں تناسب کی رعایت رکھی جائے تو بہتر ہے، (۳) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل میں شبہ نہیں کرنا چاہیے؛ کیوں کہ آپ کا ہر فعل مصالح سے پُر تھا، اس نکاح میں بھی بے شمار مصالح تھیں، جیسا کہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں بہت سی مصلحتیں تھیں، جب کہ ان کی عمر چالیس سال تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ر سال تھی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶ر ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۸۱/۱۰-۴۸۲)

---

(۱)　"لا ضرر ولا ضرار" (لا ضرر: أی لا یضر الرجل أخاه فینقصه شیئا من حقه. (رواه الحاکم والدارقطنی عن أبی سعید رضی اللّٰه تعالیٰ عنه: وزاد: "من ضر ضره اللّٰه، ومن شق شقاق اللّٰه علیه". (فیض القدیر (رقم الحدیث: ۹۸۹۹): ۶۴۸۴/۱۲، مکتبه نزار مصطفی الباز، الریاض)

(۲)　"ومن استخف بسنة أو حدیث من أحادیثه علیه الصلاة والسلام، أورد حدیثا متواترا، أوقال: سمعناه کثیراً، بطریق الاستخفاف، کفر". (مجمع الأنهر، باب أحکام المرتدین، ثم ان الفاظ الکفر أنواع، الثانی فی الأنبیاء علیهم الصلاة والسلام: ۶۹۲/۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

"من لم یقر ببعض الأنبیاء علیهم السلام، أو عاب نبیا بشیء، أو لم یرض بسنة من سنن المرسلین علیهم السلام، فقد کفر". (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب أحکام المرتدین، فصل فیما یعود الی الأنبیاء علیهم السلام: ۴۷۷/۵، ادارة القرآن کراتشی)

(۳)　وکونها دونه سنا". (الدر المختار)

(قوله: دونه سنا) لئلا یسرع عقمها، فلا تلد". (ردالمحتار، کتاب النکاح: ۸/۳، سعید)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا رشتہ کیوں رد کردیا گیا:

سوال: الحاج محمد عاشق علی حسامی کی ایک کتاب ''حقوق العباد'' ہے، اس کتاب کے صفحہ:۳۷/ پر شادی کی عمر سے متعلق ایک روایت درج ہے کہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں نے نکاح کا پیغام دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا؛ کیوں کہ یہ دونوں عمر میں بہت بڑے تھے اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) چھوٹی تھیں''۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

الجواب

جی ہاں! یہ بات روایات میں آئی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ پیام نکاح دیں؛ لیکن وہ اپنی معاشی تنگ دستی کی وجہ سے جھجک رہے تھے، بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح فرما دیا۔(۱)

جہاں تک عمر کے تفاوت کی بات ہے تو یہ بھی اس رشتہ کو رد کرنے کی وجہ ہوسکتی ہے، لیکن غالباً روایات میں اس کی صراحت نہیں۔ عربوں کے یہاں عمر کے خاصے تفاوت کے ساتھ بھی نکاح کا رواج تھا۔

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مددگار اور جان نثار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قربانی کے مکافات کے طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیوں کو اپنے نکاح میں لایا اور خود اپنی صاحبزادیوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نکاح میں دیا؛ اسی لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتخاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا۔ واللہ اعلم (کتاب الفتاویٰ:۴/۴۴۱-۴۴۲)

---

(۱) دیکھئے: أسد الغابة: ۲۳۸/۷ [أخبرنا أبو أحمد عبد الوهاب بن علي الصوفي، أخبرنا أبو الفضل بن ناصر، أخبرنا الخطيب بن أبي الصقر الأنباري، أخبرنا أبو البركات أحمد بن عبد الواحد بن نظيف، أخبرنا أبو محمد بن رشيق، حدثنا أبو بشر الدولابي، حدثنا أحمد بن يحيى الصوفي، حدثنا إسماعيل بن أبان، حدثنا أبو مريم، عن أبي إسحاق، عن الحارث، عن علي قال: خطب أبو بكر وعمر يعني: فاطمة إلى رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فأبى رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عليهما، فقال عمر: أنت لها يا علي،فقلت: ما لي من شيء إلا درعي أرهنها،فزوجه رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فاطمة، فلما بلغ ذلك فاطمة بكت، قال: فدخل عليها رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقال: ما لك تبكين يا فاطمة فوالله لقد أنكحتك أكثرهم علما، وأفضلهم حلما، وأولهم سلما.(أسد الغابة، فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم:۲۱۶/۷،دارالكتب العلمية بيروت،انيس

تعدد ازدواج کے احکام

اسلام میں بیک وقت تعداد ازواج کا حکم:

سوال: اسلام نے ایک وقت میں کتنی بیویاں جمع کرنے کی گنجائش رکھی ہے؟

الجواب

اسلام نے ایک مرد کے لیے بشرط عدل ومساوات ایک وقت میں چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے، ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کو حرام وناجائز قرار دیا ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فانکحوا ما طالب لکم﴾ أی تزوجوا، ما بمعنی ﴿من النساء مثنیٰ وثلٰث ورُبع﴾ ولاتزیدوا علی ذلک. (تفسیر الجلالین، ص: ٦٩، سورۃ البقرۃ)(۱) (فتاوی حقانیہ: ۴/۲۰۳)

دوسرا نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: بیوی سے موافقت نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے نکاح میں شرعاً کوئی مضائقہ تو نہیں ہے؟

الجواب

اگر زوجہ سے موافقت نہ ہو اور دوسرا نکاح کرنا چاہے اور دوسرے نکاح کے بعد خوف ہو کہ مساوات نہ ہو سکے گی تو پہلی زوجہ کو طلاق دے کر دوسرا نکاح کرے؛ مگر یہ کہ وہ عورت سابقہ راضی ہو اپنے حقوق کے چھوڑنے پر۔(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۳۰۲)

---

(۱) قال العلامة الحصکفی: وصح نکاح أربع من الحرائر والإماء فقط للحر، لا أکثر، وله التّسری بماشاء ما الإماء. (الدرالمختار علیٰ هامش ردّالمحتار: ۲/٤٠٠، فصل فی المحرمات) (ومثله فی الهندیة: ۲/۷، کتاب النکاح)

(۲) قال عزوجل: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ (الآیة) (سورة النساء: ۳)

وفی الدرالمختار، فی بیان أحکام النکاح: (ومکروها) أی یکون نکاح مکروها (لخوف الجور) فإن تیقنه حرم ذلک. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۲/۳٥۹)

وفیه: ویجب (أی الطلاق) لوفات الإمساک بالمعروف. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۲/٥۷۲)

و فیه: (ولو)... (ترک قسمتها) أی نوبتها (لضرتها صح). (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب القسم بین الزوجات: ۲/٥٥۱، ظفیر)

نکاح کے وقت کسی دوسری عورت سے نکاح نہ کرنے کی شرط:

سوال: بعض اہل سنت حنفی مذہب عقد نکاح میں ناکح سے یہ شرط کرتے ہیں کہ اگر اس منکوحہ کے سوا دوسری عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق اور اس مضمون کی ایک دستاویز بھی شوہر سے لکھوا لیتے ہیں، اس صورت میں نکاح مذکور صحیح ہے، یا فاسد؟ اور ایسی شرط کرنا اور دستاویز لکھا لینا درست ہے، یا نہیں؟

درصورت عدم جواز حاکم مسلم کی ممانعت اس امر خلاف شرع سے پہنچتی ہے، یا نہیں؟ جو کچھ حق صریح اس بات میں ہو، باشہادت ادلہ عقلیہ ونقلیہ زیب قلم فرمادیں؟

الجواب

یہ نکاح شرعاً صحیح ومعتبر ہے اور اس تعلیق سے نکاح میں فساد نہیں آتا اور یہ تعلیق بھی شرعاً معتبر اگر اس شرط پر نکاح کیا گیا ہے تو خاوند کے دوسرے نکاح کرنے سے اس پر طلاق پڑ جائے گی۔

كما فى الدرالمختار، فى بيان التعليق: (هو)... (ربط حصول مضمون جملة بحصول مضمون جملة أخرى) ... (شرطه الملك)...(لقوله لمنكوحته:)...(إن ذهبت فأنت طالق، أوالإضافة إليه)...(كإن) نكحت امراء ة أوإن (نكحتك فأنت طالق) وكذا كل امرأة،انتهى.(۱)

مگر چوں کہ اصلی مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ مرد کو بشرط اقامت عدل بین الازواج وتحمل نان نفقہ چار تک زوجات درست ہیں؛ اس لیے ایسی شرط رائج کرنا ہرگز اصول شریعت کے سزاوار ومطابق نہیں۔

قال الله تعالى: ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾(۲)

وقال عز اسمه: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾(۳)

اقل درجات امر اباحت یہ ہے۔ پس اس میں اشتراط مذکور رواج وشائع کرنا بے شک اس اباحت کی مخالفت اور

(۱) الدرالمختار، باب التعليق: ۳/ ۳۴۱-۳۴۵، دارالفكر بيروت، انيس

ترجمہ: جیسا کہ درمختار میں تعلیق کے بیان میں ہے کہ تعلیق سے مراد مربوط کرنا ہے کسی جملہ کے مضمون کے حصول کو دوسرے جملہ کے مضمون کے محصول سے بشرط ملک، جیسے کہ مرد اپنی منکوحہ سے کہے کہ اگر جائے تو تجھے طلاق ہے یا اس کی طرف اضافت کرنا جیسے یہ کہے: اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں یا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے اور اسی طرح ہر عورت۔

(۲) سورة النساء: ۳۴، انيس

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لئے کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

(۳) سورة النساء: ۳، انيس

ترجمہ: اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ''تم نکاح کروان عورتوں سے جو تم کو پسند آئیں دو دو تین تین چار چار''۔

حکمت شرعیہ تعدد ازواج کو روکتا ہے؛ بلکہ بعض اوقات بسبب بعض ضرورت کے نکاح ثانی کی سخت احتیاج ہوجاتی ہے، حالاں کہ نکاح ثانی سنت ہے اور بشرط عدم خشیۃ میل واقامت عدل وامن از جور موجب نفع ہے اور نیز مقتضائے شرعیت ''**تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم**'' (۱) پر عمل ان وجوہ سے بوجہ ان اشتراط کے موقوف کرتے ہیں، سعی مناسب ہے اور جس مسلمان حاکم کی ریاست میں اس کا شیوع ہو، اس کو چاہیے کہ اس کے رفع میں کوشش کرے اور بجبر ان لوگوں سے ترک کراوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۸۱-۳۸۲)

مرد نے کہا کہ اس بیوی کی زندگی میں دوسرا نکاح حرام ہے، پھر کرلیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی عورت کے حق میں اقرار کیا کہ تمہاری زندگی میں مجھے کسی عورت سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اگر زید نکاح ثانی کرے تو کیا حکم ہے؟ کوئی صورت جواز کی ہوسکتی ہے، یا نہ؟

الجواب

زید کا یہ قول شرعاً غلط ہے اور لغو ہے؛ کیوں کہ درحقیقت شریعت میں اس کو دوسرا نکاح کرنا پہلی زوجہ کی موجودگی میں حرام نہیں ہے؛ بلکہ جائز ہے۔

كماقال اللّٰه تعالىٰ ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ (سورة النساء:۳)

پس زید کو نکاح کرنا اپنے نفس پر یمین ہوتی ہے تو اس صورت میں اگر وہ نکاح کرے تو اس کو کفارہ قسم کا دینا ہوگا اور کفارہ قسم کا دس مسکینوں کو کھانا دونوں وقت کھلانا ہے، یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا ہے اور اگر یہ نہ ہوسکے تو تین روزے متواتر رکھنا لازم ہے اور طلاق کسی عورت پر نہ پڑے گی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۳/۷-۲۶۴)

---

(۱) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ، وَإِنَّهَا لَا تَلِدُ، أَفَأَتَزَوَّجُهَا، قَالَ: لَا، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَنَهَاهُ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ: تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ. (سنن أبي داؤد، باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء، رقم الحديث: ۲۰۵۰، انيس)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِنِسَائِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْوَدُودُ، الْوَلُودُ، الْعَؤُودُ عَلَى زَوْجِهَا، الَّتِي إِذَا آذَتْ أَوْ أُوذِيَتْ، جَائَتْ حَتَّى تَأْخُذَ بِيَدَ زَوْجِهَا، ثُمَّ تَقُولُ وَاللّٰهِ لَا أَذُوقُ غُمْضًا حَتَّى تَرْضَى. (السنن الكبرىٰ للنسائي، شكر المرأة لزوجها، رقم الحديث: ۹۰۹۴، انيس)

عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: أَتَزَوَّجُ فُلَانَةَ؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا، ثُمَّ أَتَاهُ أَيْضًا فَقَالَ: أَتَزَوَّجُ فُلَانَةَ؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا، ثُمَّ قَالَ: سَوْدَاءُ وَلُودٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حَسْنَاءَ عَاقِرٍ، أَمَا عَلِمْتَ أَنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، حَتَّى إِنَّكَ لَتَرَى السَّقْطَ مُحْبَنْطًا، يُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ: لَا، حَتَّى يَدْخُلَهَا أَبَوَايَ. (كتاب الآثار لأبي يوسف، باب الغزو والجيش، رقم الحديث: ۹۱۶، انيس)

ترجمہ حدیث: ''تم زیادہ بچے جننے والی اور محبت کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو؛ کیوں کہ میں تمہارے ذریعہ اور امتوں پر زیادتی کرنے والا ہوں''۔

عہد شکنی کر کے دوسرا نکاح:

سوال: میرے شوہر عامل ہیں، وہ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاتے تھے کہ میں دوسرا نکاح نہیں کروں گا؛ لیکن انہوں نے چھپ کر عملیات کے لیے آنے والی ایک خاتون سے نکاح کر لیا۔ کیا مرد اپنی بیوی اور ماں کی اجازت کے بغیر اس طرح قسم کھا کر پھر دوسرا نکاح کر سکتا ہے اور اس کا یہ نکاح ہو جائے گا؟ (ایک بہن)

الجواب

شریعت نے عدل کی شرط اور ایک سے زیادہ بیوی کی ضرورت کو پورا کرنے کی صلاحیت کی شرط کے ساتھ ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی ہے، (۱) اس کے لیے بیوی، یا ماں کی اجازت شرعاً ضروری تو نہیں؛ لیکن گھر کو اختلاف و انتشار سے بچانے کے لیے اگر ان حضرات کو اعتماد میں لے لیا جائے تو بہتر ہے۔ نیز اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے دوسرا نکاح نہ کرنے کا وعدہ کیا ہو تو چوں کہ وعدہ کو پورا کرنا اخلاقاً واجب ہے؛ اس لیے مرد کا یہ قدم اٹھانا وعدہ خلافی میں شمار ہوگا۔ (۲) اب جب کہ آپ کے شوہر دوسرا نکاح کر چکے ہیں تو بہتر ہے کہ آپ اپنی سوکن کو بہن سمجھ کر انہیں

(۱) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (سورة النساء: ۳، انیس)

وما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملك وهو البيتوتة عندها للصحبة والمؤانسة لا فيما لايملك هو الحب والجماع؛ لأن الحب عمل القلب، والجماع يبنى عل النشاط، وكل ذٰلك لا يتعلق باختياره إليه، أشار إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: هٰذا قسمى فيما أملك ولا تؤاخذنى فيما لا أملك. (فتاوىٰ قاضی خان على هامش الفتاوىٰ الهندية: ۴۳۹/۱، زكرياديوبند، انيس)

(۲) عن أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخارى، كتاب الايمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱، طبع قديمى كتب خانه، انيس)

عن زيد بن أرقم عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفى له فلم يف ولم يجىء للميعاد فلا إثم عليه. (سنن أبى داؤد، باب العدة، رقم الحديث: ۴۹۹۵/ سنن الترمذى، باب ماجاء علامة المنافق، رقم الحديث: ۲۶۳۳، انيس)

(فلا إثم عليه) قيل: فيه دليل على أن الوفاء بالوعد ليس بواجب شرعى بل هو من مكارم الأخلاق بعد أن كانت نيته الوفاء، وأما جعل الخلف فى الوعد من علامات النفاق، كما مر فى أول الكتاب، فمعناه الوعد على نية الخلق، وقيل الخلف فى الوعد بغير مانع حرام وهو المراد ههنا وكان الوفاء بالوعد ماموراً به فى الشرائع السابقة أيضاً. (لمعات التنقيح فى شرح مشكاة المصابيح، باب الوعد، الفصل الثانى: ۱۸۰/۸-۱۸۱، دارالنوادر دمشق، انيس)

الخلف فى الوعد أمر لا يستحب وإن كان جائزاً ولا كراهة فيه إذا كان عندالوعد عازماً ثم بدأ له أن لا يفعل، فأما إذا كان يضمر وقت الوعد أن لا يفعل، كان نفاقاً وتغريراً وهو ممنوع. (الكوكب الدرى على جامع الترمذى، باب فى الكبر: ۶۵/۳، مطبعة ندوة العلماء لكهنؤ، انيس)

"الخلف فى الوعد حرام، كذا فى أضحية الذخيرة". (الأشباه والنظائر) ==

برداشت کریں اور صبر وضبط سے کام لیں، اس سے آپ کو ذہنی سکون بھی حاصل ہوگا اور ان شاء اللہ آخرت میں بھی آپ کو حکمِ شریعت کے تحت خلافِ طبیعت بات کو برداشت کرنے کا اجر وثواب حاصل ہوگا۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۲۴)

ایک نکاح سے زائد پر پابندی مسلم پرسنل لا کے خلاف:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندوستان کے اندر تمام مسلمانوں پر ایک ہی 'مسلم پرسنل لا' لاگو ہوتا ہے، اگر ہندوستان میں رہتے ہوئے کوئی مسلمان سرکاری ملازمت میں ہے تو کیا اس مسلمان پر پوری طرح 'مسلم پرسنل لا' لاگو نہیں ہوتا ہے، کوئی بھی مسلم ایک وقت میں ۴ (چار) نکاح کرسکتا ہے؛ لیکن سرکاری ملازم پر یہ قانون تھوپا گیا ہے کہ ایک بیوی کے زندہ رہتے ہوئے دوسری شادی نہیں کرسکتا۔ کیا یہ قانون 'مسلم پرسنل لا' کے خلاف نہیں ہے؟ کیا یہ شریعت میں مداخلت نہیں ہے؟ شریعت کی رو سے 'مسلم پرسنل لا' کے تحت جواب سے مستفیض فرمائیں؟

(المستفتی: راحت سعید جعفری، زاہد نگر، کرولہ مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

اسلامی شریعت میں ایک سے زیادہ چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت ہے؛ لیکن اس کے لیے شوہر کے اوپر سب بیویوں کے درمیان عدل وانصاف اور یکسانیت برتنا لازم اور واجب ہے اور ساری بیویوں کے حقوق ادا کرنے پر قدرت رکھنا بھی لازم ہے کہ سب بیویوں کے جسمانی جنسی حقوق ادا کرنا اور ان کے مالی حقوق ادا کرنا یکسانیت کے ساتھ شوہر پر لازم ہوتا ہے، اگر حقوق زوجیت کی ادائیگی پر قدرت نہیں ہے تو متعدد نکاح کرنا جائز نہیں؛ لہٰذا اگر کوئی

== "(قوله : الخلف في الوعد حرام) قال السبكي : ظاهر الآيات والسنة تقتضي وجوب أيفاء، وقال صاحب العقد الفريد في التقليد: إنما يوصف بماذكر: أى بأن خلف الوعد نفاق إذا قارن الوعد العزم على الخلف، كما في قوله المذكورين في آية: (لئن اخرجتم لنخرجن معكم) فوصفوا بالنفاق، كما في الإحياء من حديث طويل عن أبي داؤد والترمذي مختصراً بلفظ: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي، فلم يف، فلا إثم عليه". (انتهىٰ) وقيل: عليه فيه بحث، فإن أمر ﴿أوفوا بالعقود﴾ مطلق فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء. (غمز عيون البصائر، كتاب الحظر والإباحة: ۳/ ۲۳٦، إدارة القرآن كراتشي، انيس)

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنها قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن الذي يخالط الناس ويصبر على أذاهم أعظم أجرا من المؤمن الذي لا يخالط الناس ولا يصبر على أذاهم. (سنن ابن ماجة، باب الصبر على البلاء، رقم الحديث: ٤٠٣٢، انيس)

قال عبدالله: قسم النبي صلى الله عليه وسلم قسمة، كبعض ماكان يقسم، فقال رجل من الأنصار: والله إنها قسمة ما أريد بها وجه الله عزوجل، قلت أنا، لأقولن النبي صلى الله عليه وسلم، فأتيته، وهو في أصحابه، فساررته، فشق ذلك عليه صلى الله عليه وسلم وتغير وجهه، وغضب، حتى وددت أني لم أكن أخبرته، ثم قال: قد أوذي موسىٰ بأكثر من ذلك فصبر. (صحيح البخاري، باب الصبر على الأذى، رقم الحديث: ٣٩٠، انيس)

شخص متعدد بیویوں کے حقوق کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہے، پھر اس کے اوپر حکومت کی طرف سے تعدد نکاح پر پابندی لگائی جاتی ہے تو یہ 'مسلم پرسنل لا' کے خلاف پابندی ہے اور شریعت اسلامی میں مداخلت ہے۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾(النساء:۳)

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنه أن غیلان بن سلمة الثقفی أسلم،وله عشر نسوة فی الجاهلية، فأسلمن معه، فأمر النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أن یتخیر منه أن ربعا. (سنن الترمذی، النکاح، باب ماجاء فی الرجل یسلم وعنده عشر نسوة، النسخة الهندیة: ۱/ ۲۱۴،دار السلام،رقم: ۱۱۲۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۷/ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ (الف فتویٰ نمبر:۴۰/۱۰۸۲۲)

الجواب صحیح:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۱/۱۴۳۳ھ۔(فتاوی قاسمیہ:۱۲/۲۷)

تعدادازدواج پر پابندی لگانے کا مسودہ پیش کرنا جائز نہیں:

سوال: جناب عبدالعزیز صاحب چودھری وممبر اسمبلی ریاست کپورتھلہ، ریاست کپورتھلہ کی اسمبلی میں ''قانون انضباط تعدداز دواج'' کے نام سے ایک مسودہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔موصوف نے اس مسودہ قانون کو پیش کرنے کی اجازت طلب کرنے سے قبل اس کی ایک نقل حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کو اظہار رائے کے لیے بھیجی۔اس کے متعلق حضرت موصوف نے تحریر فرمایا:

الجواب

جناب کا عنایت نامہ مع مسودہ ''قانون انضباط تعدداز دواج'' پہنچا۔میں نے اس کا مطالعہ کیا۔جناب نے جس غرض سے اسے پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے، وہ خود اس بل کو تمہید میں مرقوم ہے اور یہ صحیح ہے کہ بہت سے مردوں کی سیاہ کاری سے عورتوں کو مصائب اور تکالیف پیش آرہی ہیں؛ مگر محترمی! میرا مستحکم اور پختہ خیال یہ ہے کہ یہ بل اور اس قسم کے تمام بل بجائے اس کے کہ ان مظالم کو روکیں، شریعت مطہرہ کے اندر مداخلت کا دروازہ کھولنے اور احکام شریعت کو غیر مسلم ججوں کے ساتھ کھلونا بنا دینے کا دروازہ کھول دیں گے۔ساردا ایکٹ کا معاملہ جناب کے پیش نظر ہے۔جمعیۃ علمائے ہند اور ہندوستان کی دوسری مسلم جماعتیں اور جمعیتیں اس کے مسترد کرانے کے لیے اس وقت گورنمنٹ سے برسرپیکار ہیں۔اس میں بھی زیادہ تر مطمح نظر یہی ہے کہ اس کی وجہ سے اسمبلی کے لیے دیگر مذہبی احکام میں مداخلت کا دروازہ کھل گیا ہے اور اس کو مسلمان برداشت نہیں کر سکتے؛ اس لیے میری ناچیز رائے اس بل کے قطعی خلاف ہے، جو جناب پیش کرنا چاہتے ہیں۔

میری رائے یہ ہے کہ آپ کوئی ایسا مسودہ قانون پیش کریں، جس کے ذریعے سے مسلمانوں کے شرعی معاملات: نکاح، طلاق، خلع، عنین، مفقود وغیرہ کے تمام مقدمات فیصل کرنے کے لیے مسلمان قضاۃ کی عدالت قائم کی جائے

اور اس مسلم عدالت میں ان مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک مسلم قانون مرتب کیا جائے اور اس کے موافق مقدمات فیصل کئے جائیں، یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے،اس سے پہلے بعض غیر مسلم ریاستوں میں اس قسم کے قاضی جن کو ان معاملات کے مقدمات فیصلے کرنے کے اختیارات ہوئے ہیں مقرر تھے اور امریکہ نے اپنی بعض ریاستوں میں ایسی شرعی عدالتیں مسلمانوں کے لیے قائم ہوئی ہیں۔مسلمانان سیلون نے بھی اس مضمون کا مطالبہ اس نئی اسکیم میں پیش کیا ہے، جو اصلاح کے لیے زیر غور ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مہاراجہ کپورتھلہ ایک روشن خیال والی ریاست ہیں۔اگر مسلمان ارکان اسمبلی متفقہ طور پر یہ مطالبہ پیش کریں گے تو مہاراجہ اس کی منظوری دے دیں گے۔آپ اس کی تمہید میں یہ ضرورت واقعیہ ظاہر کریں کہ مسلمان کے مذہب کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کے شرعی معاملات میں غیر مسلم حاکم کا فیصلہ کافی نہیں ہے؛ بلکہ مذہبی احکام کے بموجب ان معاملات کا فیصلہ کرنے والا حاکم مسلمان ہونا ضروری ہے۔

اگر آپ کی کوشش سے یہ مطالبہ پورا ہوگیا تو پھر نہ صرف وہ مظالم جو تعدد ازدواج سے پیش آتے ہیں؛ بلکہ عورتوں کے متعلق تمام مظالم کا سد باب ہوجائے گا۔اگر جناب اس مضمون کا بل پیش کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو میں اور میری جماعت پورے طور پر ہر ممکن امداد کے لیے تیار ہوگی۔مجھے امید ہے کہ آپ اپنی رائے مبارک سے جلد مطلع فرمائیں گے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ،۲۶/مارچ ۱۹۳۰ء۔(کفایۃ المفتی:۲۶۸/۵۔۲۶۹)

سرکاری ملازم پر ایک سے زائد بیویاں رکھنے پر پابندی لگانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندوستان کے اندر تمام مسلمانوں پر ایک مسلم پرسنل لاء لاگو ہوتا ہے،اگر ہندوستان میں رہتے ہوئے کوئی مسلمان سرکاری ملازمت میں ہے،تو کیا اس مسلمان پر پوری طرح ’مسلم پرسنل لا‘ لاگو نہیں ہوتا ہے؟ کوئی بھی مسلم ایک وقت میں ۴/بیویاں کرسکتا ہے؛لیکن سرکاری ملازم پر یہ قانون تھوپا گیا ہے کہ ایک بیوی کے زندہ رہتے ہوئے دوسری شادی نہیں کرسکتا۔کیا یہ قانون مسلم پرسنل لا کے خلاف نہیں ہے؟ کیا یہ شریعت میں مداخلت نہیں ہے؟ شریعت کی رو سے مسلم پرسنل لا کے تحت جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ———— وباللہ التوفیق

اسلام میں ہر مسلمان مرد کو بیک وقت ۴/عورتوں سے نکاح کا حق ہے،اِس حق کو کوئی قانون منسوخ نہیں کرسکتا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ:﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾(النساء:۳)

سرکاری ملازم کے لیے اگر اِس پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ ہے تو اس بارے میں مسلم تنظیموں بالخصوص آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو توجہ دلانی چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴۳۳/۱۱/۸ھ۔(کتاب النوازل:۸/)

ایک سے زائد نکاح کس کے لیے جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دو نکاح تین نکاح اور چار نکاح کون کرسکتا ہے؟ اور کس کے لیے جائز نہیں ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

ایک سے زائد نکاح اُسی کے لیے کرنے کی اِجازت ہے، جو سب بیویوں کے حقوق پوری طرح یکساں طور پر ادا کرنے پر قادر ہو، اگر وہ بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کرنے پر قادر نہ ہو تو ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۷/۴۷)

قال الله تعالیٰ: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ، ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ لَا تَعُوْلُوْا﴾ (النساء:۳)

عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: من كانت له امرأتان يميل لأحدهما علی الأخریٰ جاء يوم القيامة يجر أحد شقيه ساقطًا أو مائلاً. (سنن أبی داؤد، رقم: ۲۱۳۳، سنن الترمذی، رقم: ۱۱۴۱، سنن النسائی رقم: ۳۹۴۲، سنن ابن ماجة رقم: ۱۹۶۹، إعلاء السنن ۱۱/۳۳۱، بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۵/۱۵ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

ایک سے زیادہ بیوی کرنا کب جائز ہے:

سوال: فقہ کی رو سے مرد کن حالات میں ایک سے زیادہ بیویاں کرسکتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ

شریعت سے مرد کو چار زوجہ رکھنے کی اجازت اور اباحت ہے؛ لیکن ساتھ یہ حکم ہے کہ ان میں عدل ومساوات کرے اور اگر ایسا نہ کرسکے تو پھر ایک زوجہ پر ہی اکتفا کرے۔

كماقال الله تعالیٰ ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰاثَ وَرُبَاعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (الآية) (سورة النساء: ۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۷)

ضرورت کی بنا پر نکاح ثانی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری عمر ۴۷/سال ہے، حافظ قرآن ہوں، بفضلہ تعالیٰ برسر روزگار اور صاحبِ اولاد ہوں، میری شادی کو ۲۱/سال ہوچکے ہیں، دو لڑکیاں جن کی شادی کرچکا ہوں، اپنے گھر ہیں اور گھر میں تین لڑکے اور بیوی ہے، بوڑھے والدین بھی ہمراہ ہیں، غالباً عرصہ ڈیڑھ سال سے بیوی سے ناچاقی شروع ہوگئی، جو کہ بڑھتی گئی، اس درمیان ایک مال دار بیوہ سے ملاقات ہوئی، جس سے

کاروباری شرکت کی بات شروع ہوئی، ملاقاتیں بڑھتی گئیں، نتیجہ میں مجھ کو اس میں خوبصورتی نظر آئی تو میں نے نکاح کی پیش کش کردی، جس کو اس نے بخوشی منظور کرلیا، لہٰذا میں نے ۱/۱/۲۰۰۵ء کو اس سے نکاح کرلیا اور گھر بیوی بچے ماں باپ کو چھوڑ کر نئی منکوحہ کے ساتھ سکونت اختیار کرلی اور گھر والوں کو بذریعہ تحریر مطلع کردیا، ساتھ ساتھ یہ بھی بتادیا، اِن شاء ان نان ونفقہ کی پوری حیات ذمہ داری پوری کروں گا؛ لیکن میرا پورا خاندان برگشتہ ہوگیا اور والد صاحب تو سخت ناراض ہیں۔ اب اِن حالات میں مجھ کو کیا کرنا چاہیے؟ خدا اور رسول کے حکم کے تحت راستہ دکھائیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

دوسری شادی کرنے کا آپ کو شرعاً حق حاصل ہے؛ لیکن اخلاقاً اس اقدام سے پہلے آپ کو اپنے بوڑھے والدین کو اعتماد میں لینا چاہیے تھا۔ نیز دوسری شادی کے بعد لازم ہے کہ دونوں بیویوں کے حقوق یکساں طور پر ادا کئے جائیں۔ محض نان ونفقہ دینے سے ذمہ داری پوری نہ ہوگی؛ بلکہ ہر بیوی کے ساتھ بلا امتیاز رات گزارنا لازم ہے، مثلاً ایک رات ایک بیوی کے ساتھ رہے تو دوسری رات دوسری بیوی کے ساتھ گزارے، یا دو رات ایک بیوی کے پاس رہے تو اگلی دو راتیں دوسری بیوی کے ساتھ گزارے۔ اگر دونوں بیویوں کے درمیان مساوات نہیں رکھی تو آخرت میں سخت مواخذہ ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو شخص بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرے گا، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے بدن کی ایک جانب جھکی ہوئی ہوگی''۔

قال الله تعالىٰ: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ﴾ أى خشيتم ايها الذين تريدون النكاح ﴿اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ بين الأزواج المتعددة ﴿فَوَاحِدَةً﴾ أى فانكحوا واحدة واحدة، وذروا الجمع، وقرأ أبو جعفر فواحدةٌ بالرفع على أنه فاعل فعل محذوف أو خبر مبتدأ محذوف فتكفيكم واحدة. (التفسير المظهری: ۲/۲۱۹، زکریا)

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما، جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (مشکاة المصابيح: ۲۷۹)

ويجب أن يعدل فيه أى فی القسم بالتسوية فی البيتوتة، وفی الملابس والماكول والصحبة. (الدرالمختار)

ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه. (شامی: ۴/۳۷۹، زکریا/ دینی مسائل اوران کا حل: ۶۷، فتاویٰ محمودیہ: ۲۱/۶۲۴، ڈابھیل)

من كانت له امرأتان ومال إلى أحداهما فی القسم جاء يوم القيامة وشقه مائل، وإذا كان للرجل امرأتان حرتان فعليه أن يعدل بينهما فی القسم بكرين كانتا او ثيبين، أو أحداهما بكراً والأخرى ثيبًا. (البناية مع الهداية، باب القسم: ۵/۲۰۵)

وما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملك وهو البيتوتة عندها للصحبة والمؤانسة لا فيما لا يملك هو الحب والجماع؛ لأن الحب عمل القلب، والجماع يبنى عل

النشاط، وکل ذٰلک لا یتعلق باختیاره إلیه، أشار إلیه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: هٰذا قسمي فیما أملک ولا تؤاخذني فیما لا أملک. (خانیة علی الهندیة: ۱/ ۴۳۹، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۲۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸)

۵/بچوں کے باپ کو دوسری شادی کرنا کیسا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اِس وقت میرے پانچ بچے ہیں، دوسری شادی کے لیے سوچنا، یا کرلینا کہاں تک جائز ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

بچوں کی تربیت بہرحال لازم ہے، ایسا نہ ہو کہ نئی شادی کے شوق میں بچوں پر خاطر خواہ توجہ نہ ہوسکے؛ اس لیے اچھی طرح غور وفکر کرلیں کہ آپ بچوں اور بیوی کے حقوق واقعۃً ادا کرسکتے ہیں، جب اس کا انتظام ہوجائے تو نئی شادی کے بارے میں سوچیں۔

ومقتضی الحضانة حفظ المحضون وإمساکه عما یؤذیه وتربیة لینمو، وذٰلک بعمل ما یحصله وتعهده بطعامه وشرابه وغسله وغسل ثیابه ودهنه وتعهد نومه ویقظته. (الموسوعة الفقهیة: ۱۷/ ۳۰۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۴/۱۴۲۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸)

کثرتِ ازدواج کی حکمت:

سوال: کیا وجہ ہے کہ آں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات اقدس کے لیے نو، یا سات ازواجِ مطہرات کو جائز قرار دیا اور عام امت کے لیے بیک وقت چار کی قدغن لگادی؟ واضح باد کہ اس سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وذات مبارک میں (معاذ اللہ) کوئی تنقید وتنقیص نہیں؛ بلکہ یہ کوئی کافر کا اعتراض ہوسکتا ہے، اس کی تشفی کے لیے وضاحت مطلوب ہے؟

(محمد محمود کلیمی، گلبرگہ، میسور اسٹیٹ)

الجواب ــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

کثرتِ ازدواج کا مسئلہ جذباتِ نفسانی کا غلبہ اور تسکین نہیں ہے، جیسا کہ حالتِ ذیل میں غور کرنے سے بغیر کسے کے سمجھائے، ایک سلیم الفطرت آدمی خود بخود سمجھ سکتا ہے۔

پہلی شادی آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۵/سال کی عمر میں کی جب کہ قوتِ نامیہ کی ترقی ختم ہوجاتی ہے اور ایسی عورت سے جس کی ایک سے زائد شادیاں پہلے ہوچکی تھیں اور وہ بیوہ تھیں اور عمر چالیس سال تھی، پچاس سال سے عمر

متجاوز ہونے تک ایک ایسی عورت پر کفایت کی، اس کے انتقال کے بعد پھر ایک نکاح کیا۔ مدینہ طیبہ ہجرت کے بعد نو دس سال کی مدت میں تریسٹھ سال کی عمر تک زیادہ نکاح کئے۔ ان شادیوں میں کنواری صرف ایک تھیں، بقیہ سب بیوہ تھیں، یہ بات بھی نہیں کہ کنواری لڑکیوں کی آپ کے لیے کچھ کمی تھی، اگر جذباتِ نفسانی کے غلبہ کی وجہ سے یہ شادیاں کی جاتیں تو جوانی میں کی جاتیں، کنواریوں سے کی جاتیں۔

بات اصلی یہ ہے کہ دینِ اسلام عورتوں اور مردوں سب کے لیے آیا ہے، بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں، مثلاً: حیض ونفاس، ان مسائل کو عورتوں تک پہونچانے کے لیے عورتیں ہی مناسب ہیں، مَردوں سے متعلق مسائل تو خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم براہ راست بیان فرمادیتے تھے اور عورتوں سے متعلق مسائل کی تلقین وتعلیم ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ذریعہ ہوتی تھی، اس طرح پر تعلیم وتلقین کی تکمیل کی گئی۔(۱)

اگر دوسرے مردوں پر قیاس کر کے شادی کا اعتبار کیا جائے تو سمجھنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس مردوں کی قوت عطا ہوئی تھی، ایک مرد کے لیے چار کی اجازت ہے، اس اعتبار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر شادی کرتے تو آپ کے لیے ایک سو ساٹھ کی گنجائش تھی۔ نیز چالیس مردوں کی جو قوت عطا ہوئی تھی، وہ اس دنیا کے چالیس مرد نہیں؛ بلکہ جنت کے چالیس مردوں کی قوت تھی اور جنت کے ایک مرد کی قوت دنیا کے ایک سو مردوں کے برابر ہے۔(۲)

---

(۱) ”والحكمة فی كثرة أزواجه أن الأحكام التی ليست ظاهرة يطلعن عليها، فينقلنها، وقد جاء عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها من ذلک الكثير الطيب، ومن ثم فضلها بعضهم علی الباقيات“. (فتح الباری، كتاب الغسل، بابٌ: اذاجامع ثم زار، ومن دار علی نسائه فی غسل واحد: ۱/ ۴۹۹، قديمی)

”ذكر فی حكمة تكثير نسائه وحبه فيهن أشياء: الأول: زيادة فی التكليف حتی لايلهو بما حبب إليهن عن التبليغ. الثانی: ليكون مع من يشاهدها، فيزول عنه ما يرميه به المشركون من كونه ساحرا. الثالث: الحث لأمته علی تكثير النسل. الرابع: لتشرف به قبائل العرب بمصاهرته فيهم. الخامس: لكثرة العشيرة من جهة نسائه عونا علی أعدائه. السادس: نقل الشريعة التی لايطلع عليها الرجال. السابع: محاسنه الباطنة، فقد تزوج أوم حبيبة وأبوها فی ذلک الوقت عدوه، وصفية بعد قتل أبيها تزوجها. فلولم تطلع من باطنه علی أنه أكمل الخلق، لنفرن منه“. (تلخيص الحبير، فصل فی التخفيف فی النكاح: ۳/ ۱۱۴۶، مكتبه نزار مصطفی الباز، مكة المكرمة)

”وكان للنبی صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم أن ينكح ما شاء، وذلک؛ لأن ضرب هذا الحد انما هو لدفع مفسدة غالبية دائرة علی مظنة، لا لدفع مفسدة عينية حقيقية. والنبی صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم قد عرف الئنة فلا حاجة له فی المظنة، وهو مأومن فی طاعة اللّٰه وامتثال أمره دون سائر الناس“. (حجة اللّٰه البالغة، باب الحكمة فی تحديد عدد الزوجات: ۲/ ۳۵۳، قديمی)

(۲) ”قال: كنا نتحدث أنه أعطیٰ قوة ثلثين“. (صحيح البخاری، بابٌ: اذا جامع ثم عاد، ومن دار علی نسائه فی غسل واحد: ۱/ ۴۱، قديمی)

”وفی صفة الجنة لأبی نعيم من طريق مجاهد مثله: ”وزاد من رجال أهل الجنة“، ومن حديث عبد اللّٰه بن عمر ورفعه: أعطيت قوة أربعين فی البطش والجماع“. ==

اس لحاظ سے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر کمال ظاہر ہوتا ہے کہ اتنی قوت کے باوجود آپ اپنے نفس پر کس قدر رقابو یافتہ تھے کہ اتنی کثیر قوت اور گنجائش کے باوجود کس قدر قلیل پر کفایت فرمائی۔ یہ تحقیقی جواب منصف مزاج کے لیے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۴۸۲-۴۸۴)

اِسلام میں چار نکاح کے جواز کی حکمت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر اسلام میں چار نکاح جائز ہیں تو اُس کی وجہ کیا ہے؟

باسمه سبحانه و تعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

چار نکاح جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کبھی آدمی کی طبعی خواہش ایک بیوی سے پوری نہیں ہوتی تو وہ حرام کاری سے بچنے کے لیے جائز راستہ اپنا سکتا ہے۔ اسی طرح بعض مرتبہ مخصوص حالات کی بنا پر بھی متعدد نکاح کرنا ناگزیر ہوتا ہے؛ اس لیے اس بارے میں ضرورۃً شریعت نے گنجائش رکھی ہے۔ (مستفاد: رحمۃ اللہ الواسعۃ:۵/۹۸، مکتبہ حجاز)

حضرت الاستاذ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدت فیوضہم، شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''مصالح مقتضی ہیں کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت دی جائے، چند حکمتیں درج ذیل ہیں:

پہلی حکمت: مؤمن کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت تقویٰ اور پرہیزگاری کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بعض مردوں کو قوی الشہوت بنایا ہے، ایسے لوگوں کے لیے ایک بیوی کافی نہیں، عورتوں کو بہت سے اعذار پیش آتے ہیں، وہ ہر وقت اس قابل نہیں ہوتیں کہ شوہر ان سے ہم بستر ہو سکے، ان کو ماہواری آتی ہے اور حمل کے زمانہ میں جنین کی حفاظت کے لیے ان کو مردوں سے اختلاط کم کرنا پڑتا ہے؛ اس لیے اگر ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت نہیں دی جائے گی تو تقویٰ کا دامن مرد کے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔

دوسری حکمت: نکاح کا سب سے اہم مقصد افزائش نسل ہے اور مرد بیک وقت متعدد بیویوں سے اولاد حاصل کر سکتا ہے، پس تعددِ ازدواج سے مقصدِ نکاح کی تکمیل ہوتی ہے۔

تیسری حکمت: متعدد عورتیں کرنا مردوں کی عادت وخصلت ہے اور کبھی مرد اس کے ذریعہ ایک دوسرے پر فخر

== وعند أحمد والنسائي، وصححه الحاكم من حديث زيد بن أرقم رفعه: ''ان الرجل من أهل الجنة ليعطىٰ قوة مأة في الأكل والشرب، والجماع، والشهوة''. فعلىٰ هذا يكون حساب قوة نبينا أربعة الأوف. (فتح الباري، كتاب الغسل، بابٌ: اذا جامع ثم عاد، ومن دار على نسائه في غسل واحد: ۴۹۸/۱، قديمي)

کرتے ہیں اور جائز مباہات (شان وشوکت) کی اجازت ہے، جیسے متعدد مکانات، سواریاں اور لباس رکھنا، پس تعددِ ازدواج بھی ایک فطری تقاضہ کی تکمیل ہے''۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغۃ: ۵/۹۸-۹۹)

ومنها: العدد الذی لا یمکن الإحسانُ إلیه فی العِشرةِ الزوجیة؛ فإن الناس کثیرًا مَّا یرغبون فی جمال النساء، ویتزوَّجون منهن ذواتَ عددٍ، ویستأثرون منها حظیَّةً، ویترکون الأُخَرَ کالمعلَّقة، فلا هی مزوَّجةٌ حظیَّةٌ تقرُّ عینُها، ولا هی أیِّمٌ یکون أمرها بیدها ولا یمکن أن یُضیَّق فی ذٰلک کلَّ تضییقٍ، فإن من الناس من لا یُحصنه فرجٌ واحدٌ، وأعظمُ المقاصد التناسلُ، والرجلُ یکفی لِتَلقِیح عددٍ کثیر من النساء.

وأیضًا: فالإکثار من النساء شِیمةُ الرجال، وربما یحصل به المباهاةُ، فقدَّر الشارع بأربع: وذٰلک: أن الأربع عددٌ یمکن لصاحبه أن یرجع إلی کل واحدة بعد ثلاث لیالٍ، وما دون ذٰلک لا یفید فائدةَ القسم، ولا یقال فی ذٰلک: بات عندها؛ وثلاثٌ أولُ حدِّ کثرة، وما فوقَها زیادة الکثرة. (حجة اللّٰه البالغة، الزیادة علی أربع نسوة: ٢/٣٤٦، مکتبه حجاز دیوبند)

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے درج ذیل وجوہِ تعددِ ازدواج شمار کرائی ہیں:

(۱) تقویٰ: یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ متعدد بیویوں والا شخص دیگر لوگوں کے مقابلہ میں تقویٰ اور غض بصر پر زیادہ قابو پا سکتا ہے۔

(۲) حفظ القویٰ: یعنی عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کی قوتیں دیر تک محفوظ رہتی ہیں، جب کہ عورتوں پر بڑھاپے کے آثار جلدی ظاہر ہو جاتے ہیں، اس اعتبار سے بعض حالات میں مرد کے لیے دوسری عورت سے نکاح ایسے ہی ضروری ہوتا ہے، جیسے پہلا نکاح ضروری تھا۔

(۳) زوجین میں عدم توافق: بسا اوقات ایسی صورت پیش آتی ہے کہ مرد کا عورت سے دل نہیں ملتا؛ لیکن صاحب اولاد ہونے کی وجہ سے طلاق کا بھی موقع نہیں رہتا، ایسی صورت میں نکاحِ ثانی کے علاوہ چارۂ کار نہیں ہے۔

(۴) بانجھ پن: اگر پہلی بیوی قوتِ تولید سے محروم ہو تو اسے طلاق دے کر الگ کرنے کے بجائے بہتر راستہ یہی ہے کہ نکاحِ ثانی کر کے دونوں کے حقوق ادا کئے جائیں اور بفضل خداوندی اولاد کی نعمت بھی حاصل کی جائے۔

(۵) کثرتِ بنات: بعض خاندانوں میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی کثرت ہوتی ہے، ایسی شکل میں ان عورتوں کے ساتھ خیر خواہی اسی وقت ممکن ہو سکے گی، جب کہ تعددِ ازدواج کی اجازت دی جائے، ورنہ بہت سی عورتیں بے نکاحی رہ کر گھٹ گھٹ کر زندگی گزار دیں گی۔

(۶) سیاسی مصالح اور ضروریات: بعض حالات میں بالخصوص حکام اور امرا کے لیے تعددِ نکاح کی ضرورت ایک سیاسی مصلحت بن جاتی ہے، اس طرح کے واقعات تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔

(۷) کثرتِ زنا سے اجتناب: جب بھی نکاح کی اجازت ہوگی تو بدکاری کا دروازہ بند ہوگا اور جہاں نکاح ممنوع، یا مشکل ہوگا، وہاں بدکاری کے دروازے کھلیں گے، چناں چہ جن ممالک میں تعددِ ازدواج ممنوع ہے، وہاں بدکاریاں بالکل عام ہیں، وغیرہ۔ (تلخیص: المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ: ۱۹۴-۲۰۳، نیز دیکھئے: الفقہ الاسلامی وأدلتہ للدکتور وہبہ الزحیلی: ۷/۱۷۳-۱۷۶، طبع دیوبند)

ان جیسی وجوہات کی بنا پر اسلام نے بجا طور پر یہ اجازت دی ہے کہ کوئی مرد ایک سے چار عورتوں تک بیک وقت اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے، چناں چہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾(النساء:۳)

لیکن یہ اجازت مطلق نہیں ہے؛ بلکہ عدل وانصاف کی شرط کے ساتھ مشروط ہے، چناں چہ اسی آیت میں فوراً آگے فرمایا گیا:

﴿فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ، ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَلَّا تَعُوۡلُوۡا﴾(النساء::۳)

فإن من الناس من لايحصنه فرج واحد،وأعظم المقاصد التناسل، والرجل يكفى لتلقيح عدد كثير من النساء. (حجة الله البالغة: ٢/٣٤٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۶/۵/۱۵ھ (ندائے شاہی کتاب المسائل سے ماخوذ) (کتاب النوازل: ۸)

”ذروا الحسناء العقيم وعليكم بالسوداء الولود“ حدیث کی اسنادی حیثیت:

سوال (۱) آیا یہ حدیث صحیح ہے:”ذروا الحسناء العقيم وعليكم بالسوداء الولود“. (یعنی بانجھ حسین عورت کو چھوڑ دو اور سیاہ فام؛ مگر بچے جننے کی صلاحیت رکھنے والی عورتوں سے نکاح کرنا اختیار کرو۔)

اگر یہ مفہوم صحیح ہے تو اسلامی نقطۂ نظر سے زن وشوہر کے تعلقات میں نہ صرف تزلزل پیدا ہوگا؛ بلکہ خداوند کریم کی مرضی میں صریح دست اندازی ہوگی اور لاکھوں؛ بلکہ کروڑوں عورتیں اس بنا پر چھوڑ دی جائیں گی اور پھر دوسرے لوگ بھی ان سے نکاح کرنے سے پرہیز کریں گے۔ یہ خداوند کریم کی مرضی پاک پر موقوف ہے کہ جس عورت کو چاہے صاحب اولاد بنائے اور جس کو چاہے بانجھ رکھے۔ انسان کی قوت سے یہ خارج ہے کہ وہ پروردگار کی منشا اور ارادہ میں اس طرح دخل اندازی ہو؛ کیوں کہ قرآن پاک میں جابجا یہ حکم ہے کہ بغیر ہمارے حکم کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ انسان ضعیف البنیان ہے اور اس کے سارے کام مکڑی کے جالے سے بھی کمزور ہیں۔

ایک حدیث کی تحقیق وتخریج:

(۲) دوسرا مسئلہ یہ دریافت طلب ہے کہ آیا کوئی ایسا سرکار دو عالم کا ارشاد ہے کہ ”جو شخص تنگ دستی، یا افلاس کے خوف سے ایک سے دو عورتیں نہ کرے گا، وہ مجھ سے نہیں۔“

اور اس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ''جو کوئی توالد وتناسل کے خیال سے ایک سے زیادہ عورتیں کرے گا تو خدا تعالیٰ اس کی روزی میں برکت عطا فرمائے گا''۔

اس آخر الذکر مسئلے میں تو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا؛ لیکن اس میں کہ جو شخص افلاس، یا تنگ دستی کے خوف سے ایک سے دو عورتیں نہ کرے گا، وہ مجھ سے نہیں ہے، کسی قدر کھٹک معلوم ہوتی ہے۔ پس آپ سے اس میں صراحت کے ساتھ اطمینان کی ضرورت ہوئی۔ فقط

(عطاء محمد خاں امین، ملازم ریاست کھیتڑی، شیخاوانی راجپوتانہ منتظم زنانی ڈیوڑھی)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ امت محمدیہ کی کثرت ہو، جس کی وجہ سے قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کثرت پر مفاخرت کا موقع ملے، اس امر کی ترغیب دی ہے کہ جو عورت زیادہ ولادت کی صلاحیت رکھتی ہو، اس سے نکاح کیا جائے۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یہ ہیں:

''تزوجوا الودود الولود فإني مكاثربكم الأمم ''.(۱)

(یعنی: محبت والی اور قابل ولادت عورت سے نکاح کرو؛ کیوں کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔)

''امرأة ولود أحب إلى الله من امرأة حسناء لا تلد، إني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة. (كنز العمال:۲٦۲/۸) (۲)

---

(۱) كنز العمال :۳٤٤/۸ (كنز العمال، كتاب النكاح:۳۰۲/۱٦(رقم الحديث: ٤٤٥۹۷) التراث الاسلامی بيروت)/سنن أبي داؤد،باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء،عن معقل بن يسار عن النبي صلى الله عليه وسلم،رقم الحديث:۲۰۵۰،انيس)

(۲) كنز العمال، كتاب النكاح:۲۹۲/۱٦،(رقم الحديث:٤٤٥٤۰) التراث الإسلامي بيروت

عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: أَتَزَوَّجُ فُلَانَةً؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا، ثُمَّ أَتَاهُ أَيْضًا فَقَالَ: أَتَزَوَّجُ فُلَانَةً؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا، ثُمَّ قَالَ: سَوْدَاءُ وَلُودٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حَسْنَاءَ عَاقِرٍ، أَمَا عَلِمْتَ أَنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، حَتَّى إِنَّكَ لَتَرَى السَّقْطَ مُحْبَنْطًا، يُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ: لَا،حَتَّى يَدْخُلَهَا أَبَوَايَ.(كتاب الآثار لأبي يوسف،باب الغزو والجيش،رقم الحديث:۹۱٦،انيس)

حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُقْرِءِ، ثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ الصَّنْعَانِيُّ، ثَنَا ابْنُ أَبِي غَسَّانَ، ثَنَا الْحِمَّانِيُّ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَزَوَّجُ بِفُلَانَةَ ؟ فَلَمْ يَأْمُرْهُ، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ الثَّانِيَةَ، فَلَمْ يَأْمُرْهُ، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ الثَّالِثَةَ فَقَالَ: سَوْدَاءُ، وَلُودٌ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ عَاقِرٍ جُهَيْنِيًّا، إِنِّي مُكَاثِرٌ حَتَّى أَنَّ السِّقْطَ لَيَكُونُ مُحْتَبِطًا عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ، يُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ: لَا إِلَّا وَوَالِدَيَّ مَعِي، وَرَوَى مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ، وَمُعَاوِيَةُ بْنُ حَيْدَةَ مِثْلَهُ وَرَوَاهُ أَبُوحَنِيفَةَ أَيْضًا، عَنِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.(مسند أبي حنيفة رواية أبي نعيم:۱۰۷/۱،مكتبة الكوثر الرياض،انيس)

(یعنی: قابل ولادت عورت خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ہے نا قابل ولادت حسین عورت سے، بیشک میں تمہاری کثرت کی وجہ سے قیامت کے دن امتوں پر فخر کروں گا۔)

"**سوداء ولود خیر من حسناء لا تلد**". (الحدیث)(کنز العمال: ۲۳۸/۸)(۱)

(سیاہ فام مگر قابل ولادت عورت نا قابل ولادت خوبصورت عورت سے بہتر ہے۔)

ان تمام حدیثوں سے سے معلوم ہو گیا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود کثرت امت کے اسباب کی ترغیب ہے۔ پس حدیث مذکور فی السوال جس کے الفاظ یہ ہیں: "**ذروا الحسناء العقیم وعلیکم بالسوداء الولود**" جو کنز العمال: ۲۴۲/۸ (۲) میں مذکور ہے، کا معنی یہ ہے کہ نا قابل سے نکاح نہ کرو، یہ معنی نہیں کہ نکاح ہی کو چھوڑ دو؛ یعنی طلاق دے دو اور ظاہر ہے کہ قبل نکاح کسی عورت کے عقم (بانجھ پن) کا علم ہو جانا نادر ہے، کثیر الوقوع نہیں ہے۔ پس حدیث کے مضمون پر کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا۔

(۲) یہ حدیث کہ "جو تنگ دستی کے خوف سے ایک سے دو عورتیں نہ کرے گا، وہ مجھ سے نہیں ہے"۔ میری نظر سے نہیں گزری، البتہ حدیث میں "**ترک التزویج مخافة العیلة فلیس منا**" کنز العمال: ۲۳۹/۸ (۳) میں دیلمی سے مروی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو محتاجی کے خوف سے نکاح نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ محتاجی کے خوف سے سنت نکاح کو نہ چھوڑے؛ کیوں کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ**﴾ (النور: ۳۲) (یعنی اگر وہ محتاج ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔)

خلاصہ یہ کہ نفس نکاح پر تو خوف محتاجی کو چھوڑ کر نکاح کر لینے کی ترغیب ہے اور خوف محتاجی سے نکاح نہ کرنے پر "**لیس منا**" کی وعید ہے؛ لیکن تعداد ازدواج کے بارے میں یہ فرمان میری نظر میں نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۶۲/۵-۲۶۳)

چند احادیث کی تخریج:

سوال: ایک عرصہ سے چند مسائل دریافت کرنے کے لیے خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا، آج خدا تعالیٰ نے توفیق خط لکھنے کی دی ہے۔ یاد نہیں؛ لیکن میں نے یہ حدیث دیکھی ہے اور اس کا ترجمہ ایک کتاب کے خالی ورق پر لکھ لیا تھا، وہو ہذا:

---

(۱) کنز العمال، کتاب النکاح: ۲۸۴/۱۶ (رقم الحدیث: ٤٤٤٢٧) التراث الإسلامی بیروت

بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَوْدَاءُ وَلُودٌ خَيْرٌ مِنْ حَسْنَاءَ لَا تَلِدُ، إِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ حَتَّى بِالسِّقْطِ يَظَلُّ مُحْبَنْطِئًا عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ: يَا رَبُّ وَأَبَوَايَ؟، فَيُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ أَنْتَ وَأَبَوَاكَ. (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ١٠٠٤، انیس)

(۲) کنز العمال، کتاب النکاح: ۲۷٤/۱٦، (رقم الحدیث: ٤٤٥٤٦) التراث الإسلامی بیروت

(۳) کنز العمال، کتاب النکاح: ۲۷۹/۱٦ (رقم الحدیث: ٤٤٤٦) التراث الإسلامی بیروت

''سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے جی میں آتا ہے کہ پہاڑوں میں جا بیٹھوں۔ فرمایا: اے عثمان میری امت کی رہبانیت یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کریں۔ عرض کیا: میرے جی میں آتا ہے کہ سیاحی کروں۔ فرمایا: میری امت کی سیاحی ہے خدا کی راہ میں جہاد کرنا، حج اور عمرہ۔ عرض کیا: میرے جی میں ہے کہ اپنی بیوی خولہ کو طلاق دے دوں اور چھوڑ دوں۔ فرمایا: اے عثمان! میری امت کی ترک یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے حرام کیا ہے، اس کو چھوڑ دیا جائے، یا میری زندگی میں ہجرت کر کے میرے پاس آوے، یا میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے، یا اپنے مرنے کے بعد ایک، یا دو، تین، یا چار بیویاں چھوڑ جائے''۔

حدیث مذکورہ کے متعلق مطلع فرمائیں کہ یہ حدیث صحاح ستہ میں سے کون سی کتاب میں ہے اور کس درجے کی حدیث ہے اور خط کشیدہ الفاظ اس حدیث میں ہیں، یا نہیں؟

اقتباس از کیمیائے سعادت، باب النکاح:

اسی سبب سے صحابہ کرام اور اگلے بزرگ مرنے سے کراہت رکھتے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی دو بیبیاں تھیں، طاعون میں مرگئیں اور خود بھی ان کو طاعون ہوا تو فرمایا کہ میرے مرنے سے پہلے میرا نکاح کرادو کہ میں بے جوڑ نہ مروں؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مرنے والوں میں رذیل تر وہ ہیں، جو بن بیاہے مرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اپنے اہل وعیال کو نفقہ دینا صدقہ دینے سے افضل ہے۔

اقتباس از کتاب تلبیس ابلیس، مصنفہ مولانا عبدالرحمٰن ابن جوزی:

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس امت میں سب سے افضل ترین وہ تھے، جن کی سب سے زیادہ بیویاں تھیں؛ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری شادی کر دو؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو وصیت فرمائی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بن بیاہا نہ جائیں۔

(۳) محمد بن ارشد نے ہم سے بیان کیا کہ مکحول نے ایک آدمی سے روایت کیا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا، جس کا نام عکاف بن بشیر تیمی رضی اللہ عنہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عکاف! تمہاری کوئی بیوی ہے؟ عرض کیا نہیں، استفسار فرمایا کوئی لونڈی ہے، جواب دیا: نہیں۔ استفسار فرمایا کہ تم فارغ البال ہو۔ کہا: میں خوش حال ہوں۔ ارشاد فرمایا: تو اس وقت شیطان کا بھائی ہے، اگر تو نصاریٰ میں سے ہوتا تو کوئی راہب ہوتا، ہماری سنت نکاح ہے، تم لوگوں میں بُرے لوگ بن بیاہے ہیں۔

(۴) مرنے والوں میں رذیل تر وہ ہیں، جو بن بیاہے مرتے ہیں۔

(۵) شیاطین کے پاس صالحین کے لیے ترک نکاح سے بڑھ کر اور کوئی ہتھیار زیادہ کارگر نہیں ہے۔

(۶) ابوبکر المروزی نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے احمد بن حنبل سے سنا کہتے تھے کہ بن بیاہا رہنا امور اسلام سے کسی میں داخل نہیں ہے؛ کیوں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ نکاح کئے اور نو بیبیاں چھوڑ کر وفات پائی۔

(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ اکثر اوقات آپ کے گھر میں کھانے پکانے کو کچھ نہ ہوتا تھا، اس پر بھی آپ نکاح کو پسند فرماتے تھے اور لوگوں کو اس کی ترعیب دیتے تھے اور ترک نکاح سے منع فرماتے تھے۔

مولانا! ان ساری باتوں کے متعلق حدیثیں تلاش کرنا اور ان پر غور کرنا جلدی کا کام نہیں ہے؛ اس لیے اگر تلاش میں دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں؛ مگر میں نہایت عاجزی سے التماس کرتا ہوں کہ مجھ پر کمال احسان فرما کر ان اقوال کی سند حدیث سے تلاش کرا دیں اور یہ کہ ہر ایک حدیث کس کتاب میں ہے اور اس حدیث کا درجہ کیا ہے؟

(المستفتی: محمد حسین قریشی پنشنر از جالندھر، متصل جامع مسجد، ۱۲/اگست ۱۹۳۰ء)

الجواب

احادیث مستفسرہ عنہا میں سے جن احادیث کا پتہ مل گیا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

بعض اور حدیثیں بھی جو مبحث سے متعلق تھیں، لکھ دی ہیں۔ آپ نے جس غرض سے ان احادیث کا پتہ نشان دریافت فرمایا ہے، وہ غرض ان احادیث سے جو میں نے لکھی ہیں، حاصل ہو جائیں گی۔ مزید دریافت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ امر یقینی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرنے کی ترغیب بہت زوردار الفاظ میں دی ہے اور بے نکاح رہنے سے منع کیا ہے اور خود متعدد نکاح کئے اور بشرط قدرت تعدد نکاح کو بھی پسند فرمایا ہے۔

(۱) **عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال: بینا أنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذات یوم جالسا إذ دخل علیہ عکاف وکان من سادۃ قومہ، فسلم علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فرد علیہ، ثم قال: یاعکاف! ہل لک زوجۃ؟ قال: اللّٰہم لا، قال: ولا جاریۃ، قال: لا، قال: وأنت موسر؟ قال: نعم، قال: أنت إذاً من اخوان الشیاطین، إن کنت من رہبان النصاری، فأنت منہم، وإن کنت منا، فشأننا التزویج، ویحک یا عکاف، إن من شرارکم عزابکم وما للشیاطین من سلاح ہو أبلغ فی الصالحین من المتغربین إلا المتزوجین فأولئک المبرنون المطہرون، ویحک یاعکاف! أما علمت أنہن صواحب داؤد ویوسف وکرسف ویحک یا عکاف تزوج وإلا فإنک من المذنبین، فقال یا نبی اللّٰہ: زوجنی، فلم یبرح حتی زوجہ ابنۃ کلثوم الحمیری.** (رواہ الدیلمی کذا فی کنز العمال)

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کہ ایک روز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ عکاف بن بشیر تیمی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، یہ اپنی قوم کے سرداروں میں سے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے جواب دیا، پھر فرمایا: اے عکاف! تمہاری بیوی ہے۔عرض کیا: نہیں، حضور نے فرمایا کہ کوئی باندی بھی نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔فرمایا اورتم صاحب مقدرت ہو؟ عرض کیا: ہاں۔فرمایا تو پھرتم شیطان کے بھائیوں میں داخل ہو، اگر تم نصاریٰ کے راہبوں میں سے ہوتو ٹھیک تم ان میں سے ہواورتم ہم میں سے ہوتو ہماراطریقہ تو نکاح کرنا ہے۔عکاف تیرابُرا ہو، تم میں سے جولوگ مجرد ہیں وہ بدترین لوگ ہیں اور بےنکاح رہنے سے زیادہ مؤثر کوئی ہتھیار شیطان کے پاس نہیں ہے، جووہ صالحین پراستعمال کرتا ہے۔ہاں! جونکاح کرلیتے ہیں، وہ پاک صاف رہتے ہیں۔عکاف تیرابُرا ہو، تمہیں خبر نہیں کہ عورتیں حضرت داوٗد، حضرت یوسف اور کرسف کی بیویاں رہی ہیں۔عکاف تیرابُرا ہو، نکاح کرو، ورنہ تو گنہگاروں میں سے ہوگا۔ عکاف نے عرض کیا: اے خدا کے نبی! آپ ہی میرا نکاح کردیجئے اوراس جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹے، جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلثوم حمیری کی بیٹی سے ان کا نکاح نہ کردیا۔)

یہ روایت کنز العمال میں دیلمی سے بروایت ابن عباس اور مسند امام احمد سے بروایت ابوذر اور مسند ابویعلی ومعجم طبرانی کبیر، وشعب الایمان بیہقی سے بروایت عطیہ بن بشیر المازنی (۱) سے نقل کی گئی ہے اور جمع الفوائد میں بھی اس کو مسند امام احمد سے بروایت ابوذر نقل کیا گیا ہے، اس میں لفظ کرسف کے بجائے کرفس ہے۔

---

(۱) کنز العمال: 491/16، مؤسسة الرسالة، رقم الحديث: 45602، انیس

مسند أحمد بن حنبل، كتاب النكاح: ۱۶۳/۵، دار الصادر بيروت

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: عَكَّافُ بْنُ بِشْرٍ التَّمِيمِيُّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَكَّافُ، هَلْ لَكَ مِنْ زَوْجَةٍ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَلَا جَارِيَةٍ؟ قَالَ: وَلَا جَارِيَةَ، قَالَ: وَأَنْتَ مُوسِرٌ بِخَيْرٍ؟ قَالَ: وَأَنَا مُوسِرٌ بِخَيْرٍ، قَالَ: أَنْتَ إِذًا مِنْ إِخْوَانِ الشَّيَاطِينِ، لَوْ كُنْتَ فِي النَّصَارَى كُنْتَ مِنْ رُهْبَانِهِمْ، إِنَّ سُنَّتَنَا النِّكَاحُ، شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ، وَأَرَاذِلُ مَوْتَاكُمْ عُزَّابُكُمْ، أَبِالشَّيْطَانِ تَمَرَّسُونَ مَا لِلشَّيْطَانِ مِنْ سِلَاحٍ أَبْلَغُ فِي الصَّالِحِينَ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا الْمُتَزَوِّجُونَ، أُولَئِكَ الْمُطَهَّرُونَ الْمُبَرَّؤُونَ مِنَ الْخَنَا، وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ، إِنَّهُنَّ صَوَاحِبُ أَيُّوبَ وَدَاوُدَ، وَيُوسُفَ وَكُرْسُفَ، فَقَالَ لَهُ بِشْرُ بْنُ عَطِيَّةَ: وَمَنْ كُرْسُفُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: رَجُلٌ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ بِسَاحِلٍ مِنْ سَوَاحِلِ الْبَحْرِ ثَلَاثَ مِائَةِ عَامٍ، يَصُومُ النَّهَارَ، وَيَقُومُ اللَّيْلَ، ثُمَّ إِنَّهُ كَفَرَ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ فِي سَبَبِ امْرَأَةٍ عَشِقَهَا، وَتَرَكَ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَةِ اللّٰهِ، ثُمَّ اسْتَدْرَكَ اللّٰهُ بِبَعْضِ مَا كَانَ مِنْهُ فَتَابَ عَلَيْهِ، وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ تَزَوَّجْ، وَإِلَّا فَأَنْتَ مِنَ الْمُذَبْذَبِينَ، قَالَ: زَوِّجْنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: قَدْ زَوَّجْتُكَ كَرِيمَةَ بِنْتَ كُلْثُومٍ الْحِمْيَرِيِّ. (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳۵۵/۳۵، مؤسسة الرسالة، رقم الحديث: 21450، انیس)

عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ بُسْرٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: جَاءَ عَكَّافُ بْنُ وَدَاعَةَ الْهِلَالِيُّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَكَّافُ، أَلَكَ زَوْجَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَلَا جَارِيَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَأَنْتَ صَحِيحٌ مُوسِرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، قَالَ: فَأَنْتَ إِذًا مِنْ إِخْوَانِ الشَّيَاطِينِ: إِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنْ رُهْبَانِ النَّصَارَى فَأَنْتَ مِنْهُمْ، وَإِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنَّا فَاصْنَعْ كَمَا نَصْنَعُ، فَإِنَّ مِنْ سُنَّتِنَا النِّكَاحَ، شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ، وَأَرَاذِلُ أَمْوَاتِكُمْ، عُزَّابُكُمْ آبَاءٌ لِلشَّيَاطِينِ تَمَرَّسُونَ، مَا لَهُمْ فِي نَفْسِي سِلَاحٌ أَبْلَغُ فِي الصَّالِحِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِلَّا الْمُتَزَوِّجُونَ، أُولَئِكَ الْمُطَهَّرُونَ الْمُبَرَّئُونَ مِنَ الْخَنَا وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ إِنَّهُنَّ صَوَاحِبُ دَاوُدَ، وَصَوَاحِبُ أَيُّوبَ، وَصَوَاحِبُ يُوسُفَ، وَصَوَاحِبُ كُرْسُفَ، قَالَ: ==

(۲)　عن ابن جبیر قال: قال ابن عباس: هل تزوجت؟ قلت: لا، قال: تزوج، فإن خیر هذه الأمة کان أکثرهم نساء؛ یعنی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم.(للبخاری،کذا فی جمع الفوائد)(۱)

== فَقَالَ: وَمَا الْكُرْسُفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:رَجُلٌ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى سَاحِلٍ مِنْ سَوَاحِلِ الْبَحْرِ يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ، لَا يَفْتُرُ مِنْ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ ، ثُمَّ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ فِي سَبَبِ امْرَأَةٍ عَشِقَهَا، فَتَرَكَ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَةِ رَبِّهِ فَتَدَارَكَهُ اللَّهُ بِمَا سَلَفَ مِنْهُ، فَتَابَ عَلَيْهِ وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ تَزَوَّجْ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُذَبْذَبِينَ،قَالَ: فَقَالَ عَكَّافٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا أَبْرَحُ حَتَّى تُزَوِّجَنِي مَنْ شِئْتَ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَقَدْ زَوَّجْتُكَ عَلَى اسْمِ اللَّهِ وَالْبَرَكَةِ كَرِيمَةَ بِنْتَ كُلْثُومٍ الْحِمْيَرِيِّ.(مسند أبی یعلی الموصلی، حدیث عطیة بن بسر، رقم الحدیث:٦٨٥٦،انیس)

ورواه عبدالرزاق الصنعانی فی المصنف فی باب وجوب النکاح وفضله ... عن أبی ذر قال:دخل علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رجل یقال له عکاف بن بشر التمیمی،فذکر مثله.(رقم الحدیث:١٠٣٨٧،انیس)

عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ بُسْرٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: جَاءَ عَكَّافُ بْنُ وَدَاعَةَ الْهِلَالِيُّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:يَا عَكَّافُ، أَلَكَ زَوْجَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ:وَلَا جَارِيَةٌ؟ قَالَ: لَا،قَالَ:وَأَنْتَ صَحِيحٌ مُوسِرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، قَالَ:فَأَنْتَ إِذًا مِنْ إِخْوَانِ الشَّيَاطِينِ، إِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنْ رُهْبَانِ النَّصَارَى فَأَنْتَ مِنْهُمْ، وَأَنْ تَكُونَ مِنَّا، فَاصْنَعْ كَمَا نَصْنَعُ، فَإِنَّ مِنْ سُنَّتِنَا النِّكَاحُ، شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ، وَأَرْذَلُ مَوْتَاكُمْ عُزَّابُكُمْ، أَفِي الشَّيْطَانِ تَمَرَّسُونَ مَا لَهُ فِي نَفْسِي سِلَاحٌ أَبْلَغُ فِي الصَّالِحِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، إِلَّا الْمُتَزَوِّجُونَ أُولَئِكَ هم الْمُطَهَّرُونَ الْمُبَرَّئُونَ مِنَ الْخَنَا. وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ، إِنَّهُنَّ صَوَاحِبُ دَاوُدَ، وَصَوَاحِبُ يُوسُفَ، وَصَوَاحِبُ كُرْسُفَ « قَالَ عَطِيَّةُ: وَمَنْ كُرْسُفُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ:رَجُلٌ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى سَاحِلٍ مِنْ سَوَاحِلِ الْبَحْرِ، يَصُومُ النَّهَارَ، وَيَقُومُ اللَّيْلَ، لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ، وَلَا صَلَاةٍ، كَفَرَ مِنْ بَعْدَ ذَلِكَ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ فِي سَبَبِ امْرَأَةٍ عَشِقَهَا، فَتَرَكَ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ عُبَادَةِ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَتَدَارَكَهُ اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ مِنْهُ فَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ، تَزَوَّجْ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُذْنِبِينَ، فَقَالَ عَكَّافٌ: لَا أَبْرَحُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَتَّى تَزَوَّجَنِي مَنْ شِئْتَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:فَقَدْ زَوَّجْتُكَ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَتِهِ كَرِيمَةَ بِنْتَ كُلْثُومٍ الْحِمْيَرِيِّ.(المعجم الکبیر للطبرانی،عکاف بن وداعة الهلالی،رقم الحدیث:158،انیس)

شعب الإیمان للبیهقی، کتاب النکاح، فصل فی ترغیب النکاح: ٣٨١/٤،رقم الحدیث: ٥٤٨٠،دارالکتب العلمیة بیروت)(عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ بِشْرٍ الْمَازِنِيِّ، قَالَ: جَاءَ عَكَّافُ بْنُ وَدَاعَةَ الْهِلَالِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ: يَا عَكَّافُ، أَلَكَ زَوْجَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: وَلَا جَارِيَةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: أَنْتَ صَحِيحٌ مُوسِرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، قَالَ: فَأَنْتَ إِذًا مِنَ الشَّيَاطِينِ، إِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنْ رَهْبَانِيَّةِ النَّصَارَى فَأَنْتَ مِنْهُمْ، وَإِمَّا أَنْ تَكُونَ مِنَّا فَتَصْنَعَ كَمَا نَصْنَعُ، فَإِنَّ مِنْ سُنَّتِنَا النِّكَاحَ، شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ، وَأَرَاذِلُ مَوْتَاكُمْ عُزَّابُكُمْ، أَبِالشَّيْطَانِ تَتَمَرَّسُونَ مَالَهُ فِي نَفْسِهِ، سِلَاحٌ أَبْلَغُ فِي الصَّالِحِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، إِلَّا الْمُتَزَوِّجُونَ الْمُطَهَّرُونَ الْمُبَرَّئُونَ مِنَ الْخَنَا، وَيْحَكَ يَا عَكَّافُ تَزَوَّجْ، إِنَّهُنَّ صَوَاحِبُ دَاوُدَ، وَصَوَاحِبُ أَيُّوبَ، وَصَوَاحِبُ يُوسُفَ، وَصَوَاحِبُ كُرْسُفَ، قَالَ: فَقَالَ عَطِيَّةُ: وَمَنْ كُرْسُفُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ:رَجُلٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى سَاحِلٍ مِنْ سَوَاحِلِ الْبَحْرِ، يَصُومُ النَّهَارَ، وَيَقُومُ اللَّيْلَ، لَا يَفْتُرُ مِنْ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ، ثُمَّ كَفَرَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ بِاللهِ الْعَظِيمِ فِي سَبَبِ امْرَأَةٍ عَشِقَهَا، فَتَرَكَ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَةِ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَتَدَارَكَهُ اللهُ بِمَا سَلَفَ مِنْهُ، يَعْنِي فَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَيْحَكَ تَزَوَّجْ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُذْنِبِينَ ، قَالَ عَكَّافٌ: لَا أَتَزَوَّجُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَتَّى تُزَوِّجَنِي مَنْ شِئْتَ، فَقَالَ: زَوَّجْتُكَ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ وَالْبَرَكَةِ كَرِيمَةَ بِنْتَ كُلْثُومٍ الْحِمْيَرِيِّ.(لَفْظُ حَدِيثِ ابْنِ عَبْدَانَ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ، وَإِنَّمَا عَطِيَّةُ بْنُ بِشْرٍ أَخُو عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بِشْرٍ).(شعب الایمان،تحریم الفروج،وما یحب من التعفف عنها،رقم الحدیث:5094،انیس)

(۱)　صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب کثرة النساء:٧٥٨/٢،قدیمی

(ابن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے نکاح کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: نکاح کرلو؛ کیوں کہ اس امت میں افضل ترین وہ تھے، جن کی بیویاں سب سے زیادہ تھیں؛ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ مکالمہ بخاری شریف میں موجود ہے۔)

(۳) عن ابن مسعود الأنصاری عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: إذا أنفق المسلم نفقة علی أهله ویحتبسها کانت له صدقة. (البخاری)(۱)

(ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان جو کچھ اپنے اہل وعیال پر بہ نیت رضائے مولیٰ خرچ کرے، وہ اس کے لیے صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔)

(۴) قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: أفضل الصدقة ما ترک غنی والید العلیا خیر من ید السفلی وابدأ بمن تعول. (البخاری)(۲)

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہتر صدقہ وہ ہے کہ صدقہ دینے کے بعد بھی دینے والا غنی رہے اور اوپر والا (یعنی دینے والا) ہاتھ نیچے والے (یعنی لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے اپنے اہل وعیال پر خرچ کر (اس کے بعد غیروں پر صدقہ کر)۔

(۵) قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: مسکین مسکین رجل لیست له امرأة، قالوا: وإن کان کثیر المال؟ قال: وإن کان کثیر المال، مسکینة مسکینة امرأة لیس لها زوج، قالوا: وإن کانت کثیرة المال؟ قال: وإن کانت کثیرة المال. (رواه رزین، کذا فی جمع الفوائد)(۳)

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی بیوی نہ ہو، وہ محتاج ہے محتاج ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور! اگر وہ بڑا مالدار ہو؟ فرمایا: بڑا مالدار ہو، جب بھی محتاج ہے اور جس عورت کا خاوند نہ ہو، وہ محتاج ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر وہ بڑی مالدار ہو، فرمایا: اگرچہ بڑی مالدار ہو۔)

(۶) وقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: تزوجوا الودود الولود، فإنی مکاثر بکم الأمم. (أبوداؤد، کذا فی جمع الفوائد)(۴)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب کثرة النساء: ۷۵۸/۲، قدیمی

(۲) صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب وجوب النفقة علی الأهل والعیال: ۸۰۶/۲، قدیمی

(۳) کنز العمال، کتاب النکاح: ۲۷۹/۲، (رقم الحدیث: ۴۴۴۵۵) التراث الإسلامی

(۴) سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب فی تزویج الابکار: ۲۸۰/۱، سعید

حدیث: تَناکَحُوا فِإنی مُکاثِرٌ بِکُمُ الأُمَمَ.

عبد الرزاق فی مصنفه عن سعید بن أبی هلال مرسلًا بلفظ: تناکحوا تکثروا، فإنی أباهی بکم الأمم یوم القیامة، ورواه طلحة بن محمد فی مسند أبی حنیفة من طریق أبی یحیی الحمانی عن أبی حنیفة عن زیاد بن علاقة عن عبد اللّٰه بن الحارث عن أبی موسی بلفظ: تناکحوا تناسلوا فإنی مکاثر بکم الأمم یوم القیامة. ==

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورتوں سے نکاح کرو، جو شوہروں سے محبت کرتی ہوں اور کثیر الولادت ہوں کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔)

(۷) رد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی عثمان بن مظعون التبتل ولو أذن له لاختصینا. (الترمذی)(۱)

(حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل (یعنی ترک دنیا و ترک تعلقات زوجیت) کی اجازت نہیں دی، اگر حضور ان کو اس کی اجازت دے دیتے تو ہم خصی بن جایا کرتے۔)

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے متعلق وہ طویل روایت جو آپ نے نقل کی ہے، باوجود تلاش کے مجھے نہیں ملی۔ نیز حضرت معاذ اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہما کی روایت بھی نظر سے نہیں گزریں۔(۲)

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۶۵/۵-۲۶۶)

== ورواه الديلمي في مسند الفردوس من طريق محمد بن خلف وكيع ثنا محمد بن سنان الغزاز ثنا محمد بن الحارث الحارثي ثنا محمد بن عبد الرحمن البيلماني عن أبيه عن ابن عمر مرفوعًا: حجوا تستغنوا، وسافروا تصحوا، وتناكحوا تكثروا، فإني مباه بكم الأمم، وابن البيلماني ضعيف، وقد رواه ابن شاهين في الترغيب، والخطيب في التاريخ من وجه آخر من حديث إسماعيل بن علية عن أيوب عن نافع عن ابن عمر بلفظ: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة، ورواه ابن ماجه من حديث أبي هريرة بلفظ: انْكِحوا فإني مُكَاثِرٌ بكم، وفيه طلحة بن عمرو الحضرمي وهو ضعيف جدًا، والمشهور بلفظ: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم، كذلك أخرجه أبوداود والنسائي والحاكم وأبونعيم في الحلية من حديث مَعْقِل بن يسار، وقال الحاكم: صحيح الإسناد، واخرجه أحمد وابن حبان في صحيحه وتمام الرازي في فوائده وأبو نعيم في الحلية والقضاعي في مسند الشهاب من حديث أنس بلفظ: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأنبياء يوم القيامة، واخرجه البيهقي من حديث أبي أمامة بلفظ: تزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة ولا تكونوا كرهبانية النصارى، وهو من رواية محمد بن ثابت البصري عن أبي غالب عن أبي أمامة: ومحمد بن ثابت ضعيف، واخرجه ابن ماجه من حديث عائشة بلفظ: النِّكاح من سُنتي فمن لم يعمل بسنتي فليس مني، وتزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم، ومن كان ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحِ، ومن لم يجد فعليه بالصوم فإن الصوم له وِجَاء. (الهداية في تخريج أحاديث البداية، لأحمد بن محمد بن صديق بن أحمد أبوالفيض الغماري الحسني الأزهري (المتوفى سنة: ۱۳۸۰ھ)، الباب الأول في مقدمات النكاح: ۳۴۹/۶-۳۵۱، دارعالم الكتب بيروت، انيس)

(۱) جامع الترمذي، أبواب النكاح، باب ما جاء في النهي عن التبتل: ۲۰۷/۱، سعيد

(۲) معاذ رضی اللہ عنہ کی روایات ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت ''مصنف'' اور ''احکام القرآن للجصاص'' دونوں میں مذکور ہے۔ عن الحسن قال: قال معاذ في مرضه الذي مات فيه: زوجوني أني أكره أن ألقى الله أعذبا. (مصنف ابن أبي شيبة، كتاب النكاح: ۴۳۹/۳، (رقم الحديث: ۱۴۹۰۳)، بيروت)

عن شداد بن أوس وكان قد ذهب بصره قال: زوجوني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أوصاني ألا ألقى اللّٰه أعذب. (مصنف ابن أبي شيبة، كتاب النكاح: ۴۳۹/۳، رقم الحديث: ۱۵۹۰۲، بيروت، وكذا في أحكام القرآن: ۳۲۰/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

دوسرا نکاح:

سوال: زید کی شادی کو ایک مدت گزر چکی ہے اور وہ کئی بچوں کا باپ ہے۔ اب ایک دوسری عورت کی طرف اس کی رغبت ہے؛ اس لیے چاہتا ہے کہ اس سے دوسرا نکاح کرلے، حالاں کہ پہلی بیوی اس کی ضرورت کے لیے کافی ہے تو کیا زید کے لیے دوسرا نکاح کرنا درست ہے؟

(ایک قاری، ٹولی چوکی)

الجواب ــــــــــــــــــــ

موجودہ حالات میں ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا بہتر ہے؛ کیوں کہ ہندوستان کے ماحول میں اکثر ایک سے زیادہ نکاح خاندان میں بکھراؤ اور انتشار کا سبب بن جاتا ہے اور جب پہلے سے ایک طرف رغبت اور دوسری طرف سے بے رغبتی کی کیفیت پائی جاتی ہو تو زیادہ اندیشہ یہی ہوتا ہے کہ شوہر ان دونوں کے درمیان انصاف قائم نہیں رکھ سکے گا اور جب یہ اندیشہ ہو کہ ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرسکتا تو دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر عدل نہ کرسکو تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو: ﴿ اِنْ لَمْ تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ﴾(۱)

چناں چہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

”وإذا كانت لها امرأة وأراد أن يتزوج أخرى وخاف أن لا يعدل بينهما لا يسعه ذلك وإن كان لا يخاف يسعه ذلك“. (۲)

(اگر کسی شخص کی ایک بیوی ہو اور وہ دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے اور اسے اندیشہ ہو کہ وہ ان دونوں کے درمیان عدل نہیں کرپائے گا تو اس کے لیے دوسرا نکاح کرنے کی گنجائش نہیں اور اگر اس کا اندیشہ نہ ہو تو گنجائش ہے۔)

علامہ ابن ہمامؒ ”فتح القدیر“ میں لکھتے ہیں:

”اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ چار نکاحوں کا حلال ہونا اس شرط سے مقید ہے کہ ناانصافی کا خوف نہ ہو اور اگر اس کا خوف ہو تو ایک سے زیادہ نکاح کی ممانعت ہے“۔(۳)

افسوس کہ آج کل اکثر و بیشتر دوسرا نکاح کسی جائز ضرورت اور سنجیدہ جذبہ کے تحت عمل میں نہیں آتا اور اسی لیے شادی کے بعد دونوں بیویوں کے درمیان عدل کے تقاضے پورے نہیں کئے جاتے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۱۸-۳۲۰)

---

(۱) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾(سورة النساء: ۳)

(۲) الفتاوى الهندية: ۱/۳٤۱

(۳) فتح القدير: ۳/۲۹۹، باب القسم

پوشیدہ طریقہ پر نکاح ثانی:

سوال: ایک شخص کی عمر ۳۹؍سال ہے اور وہ شادی شدہ ہے، وہ ایک اور نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کی ایسی استطاعت بھی ہے؛ لیکن اپنی پہلی بیوی سے اس نکاح کو چھپانا چاہتا ہے۔ کیا ایسا کرنا شرعا درست ہے؟

(احمد حسین، مقام نامعلوم)

الجواب

دوسرے نکاح کے لیے ضروری نہیں کہ یہ بات پہلی بیوی کے علم میں لائی جائے؛ لیکن دو باتیں ضروری ہیں: اول یہ کہ اس میں بیوی سے متعلق حقوق دو عورتوں کی نسبت سے ادا کرنے کی صلاحیت ہو۔ دوسرے وہ اپنے اندر اس بات کا اطمینان پاتا ہو کہ وہ دونوں کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کر سکے گا اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرے گا۔(۱) عام طور پر پردۂ راز میں رکھ کر جو نکاح کئے جاتے ہیں، ان میں تمام امور میں عموما اور شب گزاری کے معاملہ میں خصوصا عدل کی رعایت نہیں ہو پاتی ہے، علاوہ اس کے ہندوستان میں خواتین میں سوکنوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں اور مردوں میں عام طور پر عدل کی پوری رعایت کا اہتمام نہیں؛ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اگر مجبوری نہ ہو تو ایک ہی نکاح پر اکتفا کیا جائے اور اگر دوسری شادی کی جائے تو پہلی بیوی کو اعتماد میں لے کر؛ تاکہ جہاں تک ممکن ہو، باہمی ناچاقی سے بچا جا سکے۔

(کتاب الفتاویٰ: ۴؍۳۲۰-۳۲۱)

از روئے شرع ایک شخص کتنی شادی کرسکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی بیوی باغی ہوچکی ہے، گھر کے اندر کسی چیز کی کمی نہیں ہے، اللہ کا شکر ہے۔ زید کی دو ایکڑ زمین ہے، اس میں گیہوں، چاول قریب ساٹھ کنٹل پیدا ہوتے ہیں؛ لیکن اس کے باوجود زید کی بیوی کہتی ہے کہ گھر کے اندر مجھے فاقہ سے رکھتے ہیں۔ زید نے کافی اپنی بیوی کو سمجھایا؛ لیکن اس نے دوسرا رخ بدلا اور زید سے بداخلاقی سے پیش آنے لگی، بڑی بڑی گندی حرکتیں جو اس تحریر کے اندر لکھنے کے قابل نہیں۔ پانچ سال کا عرصہ گزر گیا ہے، اس کی بداخلاقی روز بروز بڑھتی گئیں۔ گھر والوں کو بھی گندی گندی گالیوں سے نوازا، جب کہ گھر والوں نے اس کو سمجھایا؛ لیکن وہ نہیں مانی، زید کی جان کی دشمن بن گئی، زید کے اوپر جان سے مارنے کو حملہ کیا۔ بہرحال دس ماہ سے اس کے اوپر فالج پڑ گئی ہے، اب وہ بالکل محتاج ہوچکی ہے، کافی اس کا علاج کروایا، تھوڑا اس کو فائدہ ہوا تھا، اس کے بعد زید کی بیوی کا بھائی اپنے گھر لے آیا۔ زید پانچ بار اس کی خیر خبر کو گیا؛ لیکن وہ بداخلاقی سے پیش آئی اور زید کو گھر سے بھگا دیا، چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور ایک دودھ پیتا بچہ ہے،

---

(۱) سورۃ النساء: ۳)(﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾(سورۃ النساء: ۳، انیس)

وہ بھی زید کے پاس ہے، سارے بچے زید کے پاس ہیں، زید بہت پریشان ہے، بچوں کو دیکھے، یا باہر سے کما کے لائے؟ زید بہت پریشان ہے، کیا زید ان حالات میں دوسرا نکاح کرسکتا ہے؟ کیا شرعاً، یا قانوناً کوئی جرم تو نہیں ہے۔ اب زید نے دوسرا نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہہ دیا کہ اگر نکاح کرلیا تو میں عدالت میں پہنچ کر طرح طرح کے مقدموں میں پھنسا دوں گی؟

(المستفتی: محمد رضی فرید نگری)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اللہ تعالیٰ نے مرد کو یہ اختیار دے رکھا ہے کہ وہ چار تک نکاح کرے، لہٰذا زید اگر دوسرا نکاح کرنے کی ضرورت محسوس کر رہا ہے تو اس کے لیے شرعی طور پر جائز ہے کہ ایک ساتھ دو بیویاں رکھے؛ مگر اس پر یہ بھی لازم ہے کہ دونوں بیویوں کے حقوق برابر طور پر ادا کرے اور دونوں بیویوں پر بھی لازم ہے کہ دونوں زید کے پاس رہ کر حق زوجیت ادا کریں۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء: ۳)

عن الحارث بن قيس رضي الله عنه قال: أسلمت وعندي ثمان نسوة، قال: فذكرت للنبي صلى الله عليه وسلم فقال: إختر منهن أربعا. (سنن أبي داؤد، الطلاق، باب في من أسلم، وعنده نساء أكثر من أربع، النسخة الهندية: ۱/۳۰٤، دار السلام، رقم: ۲۲٤۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۴ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ (الف فتویٰ نمبر: ۹۸۳۳/۳۸) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۲۸۷)

ایک سے زائد عورتوں سے شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری بیوی بھاگ گئی ہے، تقریباً چال سال ہوگئے ہیں، اس کے بچے بھی میرے پاس ہیں، میں دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں تو کیا دوسری شادی کرسکتا ہوں، یا نہیں؟

(المستفتی: لیاقت بروالان، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

آپ مرد ہیں، جب آپ کی بیوی بھاگ گئی ہے تو آپ کو دوسری عورت سے نکاح کرنے میں شرعی طور پر کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور شریعت میں مرد کو انصاف اور برابری کی شرط پر دو دو، تین تین، چار چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے اور آپ کو موجودہ حالت میں دوسری عورت سے شادی کرنے کی شریعت کی طرف سے کھلم کھلا اجازت ہے۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء: ۳)

عن الحارث بن قيس رضي الله عنه قال: أسلمت وعندي ثمان نسوة، قال: فذكرت للنبي

صلى الله عليه وسلم فقال: إختر منهن أربعا. (سنن أبی داؤد، الطلاق، باب فی من أسلم، وعنده نساء أكثر من أربع، النسخة الهندية: ۱/۳۰۴، دار السلام، رقم: ۲۲۴۱)

وصح نكاح أربع من الحرائر والإماء فقط للحر لا أكثر، وله التسرى بما شاء من الإماء. (الدر المختار مع الشامی، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات، كراتشی: ۳/۴۸، زكريا: ۴/۱۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۷/رجب ۱۴۲۵ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۵۰۸) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۳۴۷)

ایک سے چار تک نکاح کی اجازت:

سوال: ہمارے بھارت سرکار نے یہ قانون نافذ کر دیا ہے کہ کوئی شخص ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ بیوی نہیں رکھ سکتا ہے۔ کیا ہم بھارتی مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا لازم ہے، جب کہ اسلامی شریعت کے مطابق ایک شخص بیک وقت چار بیوی رکھ سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

شریعت نے حسبِ استطاعت ایک مرد کو چار عورتوں تک اجازت دی ہے۔ (۱) اس اجازت کو کوئی بھی ضبط نہیں کرسکتا، (۲) البتہ جو شخص مساوات کا برتاؤ نہ کر سکے، اس کو ایک سے زیادہ کی اجازت خود شریعت نے نہیں دی؛ بلکہ اس کو تاکید کی ہے ایک ہی پر کفایت وقناعت کرے۔ (۳) فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۱۲/۲۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۲۱)

مرد کو چار نکاح کی اجازت کی وجہ:

سوال: عورتوں کی نسبت مردوں کی دس 10 حصہ خواہش زیادہ ہے، یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ اگر عورتوں کو خواہش زیادہ ہے تو ایک مرد کے واسطے ایک وقت میں چار عورتیں کیوں مقرر ہوئیں؛ بلکہ نو مردوں کو ایک عورت ہونی چاہیے، اصل کس طرح پر ہے، آیا مردوں کو خواہش زیادہ ہے، یا عورتوں کو؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

خدا تعالیٰ کا یوں ہی حکم ہے کہ چار نکاح ایک مرد کو جائز ہیں، ہماری عقل پر موقوف نہیں۔ (۴) فقط

(تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۸۳)

---

(۱) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ الآية (سورة النساء: ۳)

(۲) وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ الآية (سورة التحريم: ۱)

(۳) وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ الآية (سورة النساء: ۳)

(۴) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (سورة النساء: ۳، انیس)

ایک مرد کتنے نکاح کرسکتا ہے:

سوال (۱) ایک مرد کون سی صورتوں میں کتنے نکاح کرسکتا ہے؟

بیوی کا حق مارنے کی غرض سے دوسرا نکاح جائز نہیں:

(۲) ایک مرد کی ایک پہلی بیوی موجود ہے اوراس کوطلاق دیئے بغیر بلا کسی قصور کے اور بغیر اس کی رضا مندی کے اس کا حق مارنے کی غرض سے دوسرا نکاح کرے تو جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

چار عورتوں تک نکاح میں لاسکتا ہے، بشرط یہ کہ ہر بیوی کے ساتھ انصاف کرسکے اورسب بیویوں کو برابر رکھ سکے۔(۱)

(۲) یہ نیت کرکے دوسرا نکاح کرنا جائز ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۶۷/۵)

ایک بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں نکاحِ ثانی کی اجازت:

سوال: ایک شخص شادی شدہ نے بغیر علمِ والدین واعزا واہلیہ دوسری شادی جوان لڑکی سے کرلی، نہ اس لڑکی کو علم ہوا کہ یہ شادی شدہ ہے۔نکاح کے کافی دونوں بعد لڑکی کو معلوم ہوا کہ پہلی بیوی بھی ہے اوراس کے بچے بھی ہیں، مکان میں لانے پر دونوں میں گزارہ اور نباہ مشکل ہوگیا۔ یہ مسئلہ تمام اعزا کے لیے پریشانی کا باعث بن گیا۔اب یہ لڑکی اپنے والدین کے پاس سترہ ماہ سے مقیم ہے، شوہر نہ آتا جاتا ہے، نہ نان نفقہ دیتا ہے، نہ کسی خط کا جواب دیتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے۔ان تمام حالات سے لڑکی پریشان ہے۔کیا ان حالات میں لڑکی دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ابھی دوسرے نکاح کی اجازت نہیں (ابھی چونکہ وہ اس شوہر کے نکاح میں ہے اور فی الحال شوہر سے مطالبۂ طلاق وفسخ کا کوئی سبب بھی موجود نہیں؛ کیوں کہ نفقہ کا نہ دینا جو مذکور ہے، وہ عورت کی اپنی تعدی اورتجاوز کی وجہ سے ہے۔(۳) لڑکی کو چاہیے کہ شوہر کے ساتھ رہے اوراس کے حقوق ادا کرے، اگر شوہر نہ رکھے اورحقوقِ زوجیت ادا نہ

---

(۱) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾(سورۃ النساء:۳)

(۲) وإذا كانت له امرأة وأراد يتزوج عليها أخرى وخاف أن لا يعدل بينهما لا يسعه ذلك.(الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الحادى عشر فى القسم: ۳٤۰/۱، ماجدية)

(۳) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، كذا فى السراج الوهاج".(الفتاوى العالكميرية،القسم السادس: المحرمات التى يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه)

کرے تو اس سے طلاق حاصل کر لے، یا خلع کرے؛ یعنی بیوی مہر معاف کر دے اور شوہر طلاق دے دے۔

اگر یہ صورت بھی نہ ہو سکے تو حاکم مسلم با اختیار کی عدالت سے شرعی فیصلہ کروائے۔ اگر ایسا حاکم نہ ہو تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی پنچایت ہے، جس میں کم سے کم ایک معاملہ شناس عالم بھی شریک ہو، الحیلۃ الناجزۃ میں تحریر کردہ طریقہ کے موافق تحریر کروائے،(۱) تو پھر بعد عدت (تین حیض) کے دوسرے نکاح کی اجازت ہوگی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۹/۱۰-۵۶۰)

دوسری عورت سے نکاح کرنے میں اگر حقوق میں ناانصافی ہونے کا خدشہ ہو تو نہ کرنا چاہیے:

سوال: پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورت سے نکاح کرنے کے لیے سابقہ بیوی کی اجازت ضروری ہے، یا نہیں؟ ایک عورت اپنے شوہر پر ناراض ہے، اس کی فرمانبرداری نہیں کرتی۔ مرد کا یہ خیال ہے کہ اس عورت کو چھوڑنا تو نہیں چاہیے؛ بلکہ دوسری شادی کر لینی چاہیے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ خود درست ہو جائے گی، پھر دونوں بیویوں کا نان نفقہ برداشت کر لوں گا۔ اس خیال سے دوسرا نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

هو المصوب! ایک عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز ہے؛ لیکن نفقہ اور دوسرے حقوق میں ناانصافی ہونے کا خدشہ ہو تو نہیں کرنا چاہیے۔ (۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبد الوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۶۴)

---

(۱) ’’اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضیٔ اسلام، یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو، وہ معاملہ کے شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے، اگر عورت کا دعوی صحیح ثابت ہو جائے تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کر و یا، طلاق دو، ورنہ ہم خود تفریق کر دیں گے۔ اس کے بعد اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعا جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کر دے‘‘. (الحیلۃ الناجزۃ، باب حکم زوجہ متعنت، ص:۷۳، دار الاشاعت کراچی)

(۲) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾(سورة البقرة:۲۲۸)

وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (سورة البقرة:۲۳۲)

”وتحل للأزواج بمجرد انقطاع العدة؛ لأن انقضائوها بانقضاء الحيضه الثالثة، وقد انقضت بيقين“. (بدائع الصنائع، فصل في شرائط جواز الرجعة: ۳۹۶/٤، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾(سورة النساء:۳، انیس) ==

حق زوجیت ادا نہ کرنے کی وجہ سے دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی شادی خالدہ سے ۱۴/اپریل ۱۹۹۳ء لکھنو میں ہوئی اور لڑکا ایک گاؤں کا رہنے والا تھا اور شادی کو چار سال بھی گزر گئے، کوئی معاملہ پیش نہیں آیا اور ایک دوسرے کے حقوق کو پہچانتے رہے؛ لیکن ان دنوں میں بھی لڑکی اپنے شوہر سے یہ کہتی رہتی تھی کہ گاؤں چھوڑ کر شہر میں رہیں گے، چاہو تو لکھنو میں رہو، یا مرادآباد؛ لیکن کچھ بھی ہو، گاؤں میں نہیں رہیں گے، یا پھر آپ کہیں بھی رہو، میرا بندوبست شہر میں کردو، میں کسی بھی قیمت پر گاؤں میں نہیں رہوں گی۔ اسی اثنا میں خالدہ اپنے باپ کے گھر لکھنؤ آئی ماں باپ سے ملنے کے لیے، خالدہ نے یہ سب باتیں اپنے باپ سے رکھیں اور جب زید اپنی بیوی خالدہ کو لینے کے لیے لکھنؤ گیا تو خالدہ کے باپ نے زید سے یہ ساری باتیں رکھیں۔ زید نے گاؤں چھوڑنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں اپنے والدین کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ اس پر خالدہ کے باپ نے زید کو دھمکیاں دیں طرح طرح کی؛ کیوں کہ خالدہ کا باپ پی اے سی میں کمپنی کمانڈر کے عہدہ پر فائز ہے، جس کی وجہ سے سخت سے سخت دھمکی دی اور کہا کہ جیل میں سڑوادوں گا۔ بس میں نے اپنے سسر صاحب کی باتیں تسلیم نہیں کی، پھر ناراضگی بڑھتی چلی گئی، یہاں تک بات پہنچ گئی کہ خالدہ کے باپ نے میرے اوپر عدالت میں جہیز کا مقدمہ درج کرادیا، جس کی وجہ سے میں اور میرا بوڑھا باپ جیل میں گئے اور وہاں بھی سخت سے سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، پھر اس نے عدالت سے اپنی لڑکی کا نان ونفقہ میرے اوپر واجب کیا اور کئی سال گزر گئے، آج تک میں لڑکی کو خرچ دیتا چلا آیا ہوں، پھر بھی میں نے خالدہ سے کہا کہ اب بہت ہوگیا، آپ میرے ساتھ چلیں تو خالدہ نے بھی انکار کردیا اور اس کے باپ نے کہا: نہ میری لڑکی اب تیرے یہاں جائے گی اور نہ میں تجھ کو دوسری شادی کرنے دوں گا۔ اب زید نے پریشان ہوکر دوسرا نکاح کا ارادہ کیا اور گاؤں کے چند لوگوں کو لے کر دوسرے نکاح کے لیے ہرتھلا پہنچا تو پھر خالدہ کا باپ پولیس کو لے کر آیا اور نکاح رکوادیا۔ پولیس لڑکے اور لڑکی کو لے کر تھانہ میں پہنچی اور نکاح کو ملتوی کرادیا۔ اب اس صورت میں زید دوسرا نکاح کرتا ہے تو گنہگار ہوگا، یا نہیں؟ زید اپنا دوسرا نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب سے نوازیں، عین کرم ہوگا۔ فقط والسلام

(المستفتی: ابرار حسین، موضع صدر پور، ضلع مرادآباد)

== وَإِذَا كَانَتْ لَهُ امْرَأَةٌ وَأَرَادَ أَنْ يَتَزَوَّجَ عَلَيْهَا أُخْرَى وَخَافَ أَنْ لَا يَعْدِلَ بَيْنَهُمَا لَا يَسَعُهُ ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ لَا يَخَافُ وَسِعَهُ ذَلِكَ وَالِامْتِنَاعُ أَوْلَى وَيُؤْجَرُ بِتَرْكِ إدْخَالِ الْغَمِّ عَلَيْهَا كَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ. وَالْمُسْتَحَبُّ أَنْ يُسَوِّيَ بَيْنَهُنَّ فِي جَمِيعِ الِاسْتِمْتَاعَاتِ مِنْ الْوَطْءِ وَالْقُبْلَةِ وَكَذَا بَيْنَ الْجَوَارِي وَأُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ وَلَا يَجِبُ شَيْءٌ كَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ. (الفتاویٰ الهندیة، مسائل فی القسم بین الزوجات: ۱/۳۴۱، دارالفکر بیروت، انیس)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

متعدد بیویوں کے نان ونفقہ اور دیگر حقوق ادا کرنے پر قادر ہونے کی صورت میں پہلی بیوی کے علاوہ دوسری عورت سے بھی نکاح کرنا شرعاً جائز ہے۔ ایسی صورت میں دوسرا نکاح کرنے سے مرد گنہگار نہ ہوگا، لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر آپ میں اتنی استطاعت ہے تو آپ دوسرا نکاح کر سکتے ہیں تو آپ عنداللہ گنہگار نہ ہوں گے اور اس میں خالدہ کے باپ کو عدالتی کارروائی اور پولیس کیس کرنے کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً.﴾(النساء:۳) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲؍شعبان ۱۴۲۲ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۶؍۳۴۷۲) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲؍۳۱۷)

ایک بیوی کے رہتے ہوئے دوسرا نکاح کرنا درست ہے:

سوال: کلن کی ایک بیوی ہے اور وہ اکثر پردیس میں ٹھیکہ کا کام کرتا ہے، اسی وجہ سے وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے، جس کو سفر میں ساتھ رکھے اور وہ دونوں زوجہ کا خرچ اٹھا سکتا ہے تو نکاح ثانی کر سکتا ہے، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــ

جب کہ حقوق شرعیہ ہر دو زوجہ کے کلن ادا کرے تو دوسرا نکاح بلا تردد کر سکتا ہے؛ بلکہ اچھا ہے کہ اس کو سفر میں تکلیف نہ ہو۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷؍۲۰۶)

بیوی کے مرض کی وجہ سے دوسرا نکاح:

سوال: اگر بیوی کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے، جس کی وجہ سے شوہر اس سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کر سکے تو کیا اس صورت میں شوہر کے لیے اس کی اجازت ہوگی کہ وہ اس بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کر لے، اگر عورت اور اس کے والدین اجازت نہ دیں، تب بھی وہ نکاح ثانی کر سکتا ہے، یا نہیں؟

(عبدالرؤف، بشارت نگر، حیدرآباد)

الجواب ــــــــــــــــ

اگر مرد دوسرے نکاح کی ضرورت محسوس کرتا ہے، اور اس کو اعتماد ہے کہ دوسرے نکاح کی صورت میں وہ دونوں بیویوں کے درمیان عدل کر سکے گا، تو اس کے لئے شرعا دوسرا نکاح کرنا جائز ہے،(۲) اس کے لیے بیوی، یا اس کے والدین کی اجازت ضروری نہیں، البتہ ہندوستان کے ماحول میں چوں کہ دوسرا نکاح عام طور پر باہمی افتراق اور

(۱،۲) ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾(سورۃ النساء: ۳، ظفیر)

دوخاندانوں کے درمیان نفرت کا باعث ہوجاتا ہے؛ اس لیے بہتر ہے کہ مذکورہ صورت میں اولا ڈاکٹروں سے رجوع کیا جائے اور علاج کی تدبیر کی جائے اور اگر اطبا اس بیماری کو ناقابل علاج کہتے ہوں تو اس کے والدین کے سامنے حقیقت حال رکھ دی جائے، ان کو اعتماد میں لے کر نکاح کیا جائے اور نکاح کے بعد خوراک و پوشاک رہائش اور شب گزاری میں دونوں سے برابری کا سلوک کیا جائے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۲۳-۳۲۴)

بیوی کی کمزوری کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید عیال دار شخص ہے بیوی اور کئی بچے ہیں؛ لیکن بیوی کچھ کمزور اور نحیف ہے، زید اپنے جذبات سے مجبور ہوکر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، الحمد للہ زید باحیثیت شخص ہے، اگر دوسری شادی ہوجائے تو دونوں بیویوں کے لیے مکان وطعام اخراجات کا انتظام کرسکتا ہے۔ پہلی بیوی دھمکی دے رہی ہے کہ اگر دوسری شادی کی تو معاملہ گڑبڑ کردوں گی۔ دوسری جانب زید اپنی شہوانی جذبات سے اتنا عاجز ہے کہ گناہ حرام ہونے کا شدید خطرہ ہے اور ممکن ہے کہ گناہ میں ملوث ہوجائے۔ ایسی صورت میں زید دوسری شادی کرسکتا ہے، یا نہیں؟ یا اس صورت میں زید کیا کرے؟ زید کی اہلیہ کچھ دن قبل اتنی سخت نہیں تھی؛ بلکہ کچھ دن قبل تو دوسری شادی کی اجازت بھی دے دیتی تھی۔ اب جب کہ کئی جگہ سے رشتے مل رہے ہیں تو اپنے موقف میں سخت ہوگئی ہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورتِ مسئولہ میں زید کو دوسرا نکاح کرنے کا شرعی حق حاصل ہے، پہلی بیوی کو اس سے روکنے کا حق نہیں ہے، اگر وہ اس سلسلہ میں کوئی غلط اقدام کرے گی تو خود گنہگار ہوگی، البتہ زید پر یہ ضروری ہوگا کہ وہ نکاح کے بعد دونوں بیویوں کے حقوق پوری طرح ادا کرے اور دونوں میں کسی قسم کی تفریق روا نہ رکھے۔

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء:۳)

قال وهب الأسدی قال: أسلمت وعندی ثمان نسوة، وقال: فذكرت ذٰلك للنبی صلی اللّٰه عليه وسلم فقال: اختر منهن أربعًا. (سنن أبی داؤد: ۱/۱۱ ۳۰، رقم: ۲۲۲۱)

وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء. (الهداية: ۲/۱۱ ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۱۵ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/) ☆

☆ **بیوی کے میکہ میں رہنے کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری شریک حیات بغیر میری اجازت کے تقریباً تین سال سے اپنے والدین کے گھر رہ رہی ہے۔ مجھے اپنی روزمرہ کی زندگی میں کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔==

بیس سال تک بیوی کو اپنے سے دُور رکھنا اور دوسرا نکاح کر کے رہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرا نام سید اَریب احمد ساکن مولانا والی مسجد مرادآباد ہے، حقوق العباد کے مطابق علماء دین کی رائے جاننا چاہتا ہوں، میں نے ۱۹۸۹ء ماہِ جون میں جناب شجاعت حسین قریشی کی صاحبزادی گل رعنا جو سورج مکھی تھیں، مجمع عام میں ان سے بالعوض دس ہزار مہر معجّل دس ہزار غیر معجّل رقم نکاح کیا، تقریباً دو سال ہم لوگ ساتھ رہے اور اس درمیان اُن سے میری ایک بیٹی پیدا ہوئی، جو ماشاء اللہ اب ۲۰ر سال کی ہوچکی ہے، گل رعنا کے والد جو اَب مرحوم ہیں، اُن کی کسی بات پر میں گل رعنا سے الگ ہوگیا اور پھر ۱۹۹۳ء میں دوسری شادی کرلی؛ کیوں کہ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ میں نے لالچ میں اُن کی بیٹی سے شادی کی ہے، گل رعنا کے مہر کی رقم اس وقت مالی اعتبار سے کمزور ہونے کی وجہ سے اور پھر آپسی رضامندی سے ادا نہیں کیا۔ اب ۲۰ر سال کا وقت گزر چکا ہے، مجھے اپنی بیوی اور بیٹی سے علاحدہ ہوئے۔ اس شکل میں کیا اب وہ میرے نکاح میں ہیں، یا نہیں؟ میں نے اُن کو طلاق نہیں دیا اور نہ اُنہوں نے دوسری شادی کی؛ البتہ میں نے دوسری شادی بنا اُن کی مرضی واِجازت کے کرلی، جب کہ میرے اور گل رعنا کے درمیان میں کوئی ناراضگی نہیں تھی، صرف اُن کے والد کے کہنے پر ہم الگ ہوگئے تھے، میں اُن کے مہر کی رقم ادا کرنا چاہتا ہوں، جس کو گل رعنا لینے سے منع کرتی ہیں۔ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اب اگر وہ میرے ساتھ رہنے سے انکار کرتی ہیں تو پھر مجھے اُن کو الگ کرنا ہوگا، تب مجھ پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ میری بیٹی جو اَب ۲۰ر سال کی ہوچکی ہے، جس کو میں نے آج تک دیکھا نہیں، اُس کی پرورش اب تک اُس کی ماں اور نانا نے کی ہے۔ اس صورت میں وہ میرے ساتھ رہنے کو تیار نہ ہوگی، تب مجھے دین کی روشنی میں کیا کرنا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ——————— وباللّٰہ التوفیق

حسبِ تحریر سوال گل رعنا اَبھی تک آپ کی منکوحہ ہیں، اُنہیں چاہیے کہ وہ آپ کے پاس آکر حق زوجیت ادا کریں

== میرے گھر پر میرے ایک ضعیف باپ ہیں، جو کافی عرصہ سے علیل ہیں اور گھر پر کوئی عورت نہیں ہے۔ میں اپنی بیوی کو اپنے گھر پر لانے کی ہر ممکن کوشش کرلی؛ لیکن نہیں آئی تو کیا میں دوسرا نکاح کرسکتا ہوں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ——————— وباللّٰہ التوفیق

آپ کے لیے دوسرا نکاح کرنا شرعاً جائز ہے؛ البتہ اپنی مصالح آپ خود دیکھ لیں۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء: ۳)

قال وهب الأسدي: أسلمت وعندي ثمان نسوة، وقال: فذكرت ذٰلك للنبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: اختر منهن أربعًا. (سنن أبي داؤد: ۱/ ۳۱۱، رقم: ۲۲۴۱)

وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء. (الهداية: ۲/ ۳۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۸/۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

اور اُن کے مہر کی ادائیگی آپ پر بہرحال لازم ہے اور آپ اپنی بیٹی کے شرعی طور پر ولی ہیں، لہٰذا آپ اُسے اَپنے پاس لاکر اپنی ذمہ داری میں لے سکتے ہیں اور اس کا نکاح نہ ہونے تک اُس کے ضروری اخراجات کی ذمہ داری بھی آپ پر عائد ہوتی ہے۔ بہتر ہے کہ خاندان کے با اَثر لوگوں کے سامنے معاملہ رکھ کر مسائل کو سلجھا لیا جائے اور آپسی رضامندی سے معاملات طے کر لیے جائیں اور جس کی طرف سے جو حق تلفیاں ہوئی ہیں، اُسے دنیا ہی میں معاف کر دے؛ تاکہ آخرت میں مواخذہ کی نوبت نہ آئے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿**فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً**﴾(النساء: ٢٤)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿**وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا، اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا**﴾(النساء: ٣٥)

أما ركن الطلاق فهو هٰذه اللفظة الصادرة من الزوج. (الفتاویٰ التاتارخانية: ٣٧٧/٤، رقم: ١٧٤٥، زكريا)

بلغت الجارية مبلغ النساء أن بكرا ضمها الاب إلى نفسه. (شامي: ٢٧٠/٥، زكريا)

ونفقة الإناث واجبة مطلقًا على الآباء ما لم يتزوجن. (الفتاویٰ الهندية: ٥٦٣/١)

وبعد ما استغنى الغلام وبلغت الجارية فالعصبة اولى يقدم الأقرب فالأقرب. (الفتاویٰ الهندية: ٥٤٢/١) **فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم**

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۲/۱۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸)

بیوی کے رہتے ہوئے اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: زید نے دو عورتوں سے عقد کیا، دوسری عورت کے عقد کے وقت ایک لڑکی چار سالہ زید کے نطفہ سے موجود تھی، جسے بالغہ ہونے پر بکر اپنے عقد میں لے آیا، زید مرض طاعون سے فوت ہوگیا۔ اب زید کی پہلی بیوی کو بکر اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے، نکاح کے پہلے بکر کا رشتہ زید کے ساتھ کسی قسم کا نہ تھا۔ پس اس حالت میں زید کی پہلی بیوی جو بکر کی سوتیلی ساس ہوتی ہے، بکر کے ازواج میں شرعاً آسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ لڑکی جو بکر کے عقد میں آئی، زید کی پہلی زوجہ کے شکم سے نہیں ہے اور زید کی پہلی زوجہ بکر کی ساس حقیقی نہیں ہے تو نکاح بکر کا اس سے درست ہے۔

درمختار میں ہے:

فجاز الجمع بين امرأة و بنت زوجها، الخ. (الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۲۴/۷-۲۲۵)

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، فصل في المحرمات: ٣٩١/٢، ظفير

مرد کو چار شادیوں کا اختیار ہے، عورت اس میں مخل نہیں ہو سکتی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک لڑکا جس کی شادی کو قریب پانچ سال ہو چکے ہیں، ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہے، لڑکا صحیح ہے اور بیوی کی ڈاکٹری بھی کرا چکا ہے، ڈاکٹروں نے بھی فیل کر دیا ہے، اب وہ لڑکا دوسری شادی کرنا چاہتا ہے؛ تاکہ اولاد ہونے سے نام چلے؛ لیکن لڑکی کے رشتہ دار اس سے مہینہ مکان لکھوانا چاہتے ہیں؛ لیکن لڑکا جیسے بیوی رہتی رہی ہے، بہ خوشی رکھنا چاہتا ہے، لڑکی والے زور ڈال رہے ہیں کہ مہینہ، مکان لکھنا پڑے گا تو وہ اس بیوی کو طلاق دے سکتا ہے، یا نہیں؟

اور دوسرا نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟ جواب چاہیے۔

(المستفتی: اشفاق احمد، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شریعت اسلامی میں مرد کو بشرط ادائیگی حقوق چار تک بیویاں رکھنا جائز ہے، دوسری شادی کرنے میں موجودہ بیوی کو اعتراض کا شرعاً کوئی حق نہیں، البتہ شوہر پر دونوں بیویوں کے درمیان ہر چیز میں برابری کا معاملہ رکھنا واجب ہے، ورنہ گنہگار ہوگا۔ (فتاوی دار العلوم: ۷/۴۷)

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء:۳)

إذا كان للرجل امرأتان حرتان، فعليه أن يعدل بينهما في القسم. (الهداية، باب القسم، أشرفي ديوبند: ۳۴۹/۲)

اور موجودہ بیوی کے ساتھ رہ کر حدود اللہ کے دائرہ میں زندگی گزارنا ممکن ہو تو طلاق نہ دینا بہتر ہے اور مکان نام کر دینا بھی شوہر پر لازم نہیں، اگر حدود اللہ کے دائرہ سے باہر ہونے کا خطرہ ہو تو طلاق دے دینی چاہیے۔

ولا يجب على الزوج تطليق الفاجرة، ولا عليها تسريح الفاجرة إلا إذا خافا أن لا يقيما حدود الله فلا باس أن يتفرقا،الخ. (الدرالمختار، كوئٹه: ۳۱۸/۲، كراتشي: ۵۰/۳، زكريا: ۱۴۳/۴-۱۴۴)

إيقاعه مباح (إلى قوله) بل يستحب لو موذية،الخ.

وفي الشامي: الموذية له أو لغيره بقولها أو بفعلها. (الدرالمختار، كوئٹه: ۴۵۱/۲، كراتشي: ۲۲۹/۳، زكريا: ۴۲۷/۴-۴۲۸) **فقط والله سبحانه وتعالىٰ أعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۴/رجب المرجب ۱۴۰۸ھ (الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۸۰۷) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۴۴۷)

شوہر کی اطاعت اور دل جوئی نہ کرنے کی وجہ سے دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر بیوی اپنے شوہر کی اطاعت نہ کرے، یا دل جوئی نہ کرے تو شوہر اُس کی اِجازت کے بغیر دوسری شادی کر سکتا ہے، یا نہیں؟

مذکورہ صفات والی عورت کے ساتھ نہ رہ کر دوسری شادی کر کے الگ رہنے کی اِسلام میں اِجازت ہے، جب تک کہ وہ اپنی غلطی مان کر ساتھ میں نہ رہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر آدمی دوسری بیوی کے ساتھ پوری طرح انصاف کرنے اور حق کی ادائیگی پر قادر ہو تو وہ دوسری شادی کر سکتا ہے، پہلی بیوی سے اِجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

وللحر أن يتزوج أربعًا من الحرائر والإماء وليس له أن يتزوج أكثر من ذٰلك لقوله تعالىٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾(النساء:۳)(الهداية،فصل في المحرمات: ۳۱۱/۲، كذا في فتح القدير: ۲۲۹/۳،مصر)

وصح نكاح أربع من الحرائر،الخ، ولو أراد فقالت امرأته: اقتل نفسي لايمتنع؛ لأنه مشروع. (الدر المختار مع الشامي: ۱۳۸/۴،زكريا)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۴/۸/۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸)

والدین کے شادی کر دینے کے بعد اپنی مرضی سے دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کوئی لڑکا اپنے والدین کی خاطر اُن کی مرضی سے شادی کرتا ہے؛ لیکن وہ کسی اور سے بھی شادی کرنا چاہتا ہے، وہ والدین کی مرضی سے شادی کرنے کے بعد بنا کسی کو بتائے اُس سے بھی شادی کر لیتا ہے، جس سے وہ کرنا چاہتا تھا، اور اسے الگ رکھتا ہے۔ کیا ایسا کرنا صحیح ہے، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

دوسری شادی کرنا جب کہ دونوں بیویوں میں برابری کرنے کا یقین ہو فی نفسہٖ جائز ہے اور اگر برابری نہ کرنے کا گمان غالب ہو تو اُس کی اِجازت نہیں اور والدین کو راضی رکھنا بہر حال ضروری ہے۔ دوسری شادی کے جنون میں والدین کی ناراضگی مول نہیں لینی چاہیے۔ بہتر ہے کہ جو بھی اقدام کیا جائے، والدین کی رضا مندی سے کیا جائے؛ تاکہ خوش گوار زندگی نصیب ہو۔

قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾(النساء:۳)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كانت له امرأتان يميل لأحدهما على الأخرىٰ جاء يوم القيامة يجر أحد شقيه ساقطا أو مائلا. (أخرجه الخمسة: سنن الترمذي،رقم: ۱۱۴۱، سنن أبي داؤد،رقم: ۲۱۳۳، سنن النسائي،رقم: ۳۹۴۲، مسند أحمد،رقم: ۱۵۲۰۶، إسناده على شرط الشيخين: تكملة فتح الملهم: ۹۰/۱،ونحوه في مرقاة المفاتيح: ۲۶۰/۶)

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: رضا الرب فی رضا الوالد، وسخط الرب فی سخط الوالد. (سنن الترمذی،أبواب البر والصلۃ،باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین: ۱۲/۲،رقم: ۱۸۹۹، ابن حبان فی صحیحہ: ۴۳۰، المستدرک للحاکم: ۲۵۱/۴)

ویجب وظاہر الآیۃ أنہ فرض، أن یعدل فیہ أی فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ، وفی الملبوس والمآکل والصحبۃ. (الدر المختار مع الشامی: ۸۷۳/۴،زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۱/۱۴۳۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

شوہر کے لا پتہ ہونے کی وجہ سے طلاق کا دعویٰ کر کے دوسرا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندہ جو کہ یوپی میں اس کا کوئی وارث نہیں، بہار سے آئی اور آ کر اس نے یوپی میں زید سے نکاح کیا، پھر کچھ دنوں کے بعد زید اس منکوحہ کو چھوڑ کر گھر سے لا پتہ ہو گیا، کم وبیش دو سال تک لا پتہ ہی رہا، ہندہ نے اس درمیان بکر سے نکاح کر لیا، بکر سے نکاح کرنے کے بعد وہ فرار شدہ شوہر زید واپس آ گیا، طویل مدت کے بعد ہندہ کا کہنا یہ ہے کہ زید مجھ کو طلاق دے کر بھاگا تھا اور زید کا کہنا یہ ہے کہ میں نے اس کو طلاق نہیں دی۔ اب اس صورت میں ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ ہوا، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مسئولہ صورت میں اگر ہندہ کے پاس شوہر کی طلاق پر کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے تو شوہر سے طلاق حاصل کئے بغیر بکر کے ساتھ کیا ہوا نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا، ہندہ کا بکر کے ساتھ رہنا زنا کاری اور حرام کاری ہے، نیز ہندہ کا طلاق کا دعویٰ بلا شرعی گواہی کے معتبر نہیں ہے؛ اس لیے ہندہ اور بکر کے لیے لازم ہے کہ وہ فوراً ایک دوسرے سے علاحدگی اختیار کر کے اپنے بدافعال سے توبہ واستغفار کر کے اپنے کو غضبِ الٰہی سے بچائیں اور ہندہ اپنے شوہر اول زید کے پاس چلی جائے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا، اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَسَآءَ سَبِیْلًا﴾ (بنی إسرائیل: ۲۳)

أی بئس طریقًا وملکاً ما من ذنب بعد الشرک أعظم عند اللّٰہ من نطفۃ وضعہا رجل فی رحم لا یحل لہ. (تفسیر ابن کثیر: ۵۵/۳،دار السلام بیروت)

ومنہا أن لا تکون منکوحۃ الغیر، لقولہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ عام فی جمیع ذوات الأزواج، وعن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ قال فی ہٰذہ الآیۃ: ”کل ذات زوج إتیانہا زنا إلا ما سبیت“ ... ولأن اجتماع رجلین علی امرأۃ واحدۃ یفسد الفراش؛ لأنہ یوجب اشتباہ النسب وتضییع الولد وفوات السکن والإلفۃ والمودۃ فیفوت ما وضع النکاح لہ. (بدائع الصنائع،بیان عدم جواز نکاح معتدۃ الغیر: ۵۴۸/۲-۵۴۹،زکریا)

أما منکوحۃ الغیر لم ینعقد اصلاً؛ لانہ لم یقل أحد بجوازہ. (شامی: ۲۷۴/۴،زکریا)

وما سوی ذٰلک من الحقوق یقبل فیها شهادة رجلین أو رجل وامرأتین، سواء کان الحق مالا أوغیر مال، مثل النکاح والطلاق. (الهدایة:۱۳۸/۳،الدر المختار: ۱۷۸/۸،زکریا، الفتاویٰ الهندیة:۱٥٤/۳،فتح القدیر:۳۷۰/۷، البحر الرائق: ۲٦/۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۲۹/۱۱/۱۴۲۱ھ۔(کتاب النوازل:۸)

جس کوشوہر چھوڑ کر بھاگ گیا اُس کوشرعی تفریق کے بغیر دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ شاکرہ کی شادی محمد صغیر کے ساتھ ہوچکی ہے اور بعد شادی صغیر نے شاکرہ کو تین سال تک رکھا، اس کے بعد صغیر شاکرہ کو چھوڑ کر دہلی چلا گیا اور انہوں نے شاکرہ کو خرچ وغیرہ بھی نہیں دیا ہے اور تقریباً تین سال سے ملاقات بھی نہیں کرتا ہے اور نہ ہی طلاق دے رہا ہے اور اب شاکرہ دوسرے کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے، جب کہ صغیر نے دوسری شادی بھی کر لی ہے تو اب ایسی صورت میں شاکرہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ——————— وباللّٰه التوفیق

جب تک شاکرہ کو صغیر طلاق نہ دے دے، یا دونوں کے مابین شرعی تفریق ہوکر عدت نہ گزر جائے، اُس وقت تک شاکرہ دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی۔

وقال العلامة ابن عابدین: لایرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج باٰخر إلا بعد المتارکة وانقضاء العدة. (شامی مع الدر المختار:۳۷/۳، کراتشی،کذا فی البدائع الصنائع:۸٤٥/۲،زکریا)

ولا یجوز نکاح منکوحة الغیر ومعتدة الغیر عند الکل، ولو زوّج بمنکوحة الغیر وهو لا یعلم أنها منکوحة الغیر فوطئها تجب العدة، وإن کان یعلم أنها منکوحة الغیر فوطئها لا تجب العدة حتی لا یحرم علی الزوج وطؤها. (الفتاویٰ التاتارخانیة:٦٦/٤،رقم:٥٥٤٤،زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۸/۱۱/۱۴۱۳ھ۔(کتاب النوازل:۸)

پہلی بیوی کے نہ آنے پر دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری شادی ۲۰۰۲ء میں ہوئی تھی، میری بیوی سرکاری دفتر میں کلرک ہے۔شادی کے دن سے ہی میری بیوی الگ کمرہ لے کر رہ رہی ہے۔ میری والدہ سخت بیمار ہیں؛ مگر لگ بھگ چار ماہ قبل میری طبیعت خراب ہوگئی تھی، جس کی اطلاع میں نے اپنے رشتہ داروں کے ذریعہ سسرال دی۔ میری بیوی نے اطلاع پا کر کہا کہ طبیعت خراب تو ہو ہی جاتی ہے، میری بھی طبیعت خراب ہے، وہ آج تک نہیں آئی، طبیعت خرابی کے ایک ہفتہ بعد بیوی کے بھائی آئے، انہوں نے کہا: دو چار روز کے

بعد بیوی کو بھیج دیں گے؛ لیکن نہیں بھیجا، برابر لوگوں کے ذریعہ اور فون پر بلانے کا تقاضہ کرتے رہے؛ لیکن نہیں آئی، اب ۳۰/مئی ۲۰۱۲ء کو میں نے عقد ثانی کرلیا ہے؛ کیوں کہ میری پہلی بیوی نے مجھے ہر طرح سے حق زوجیت سے محروم رکھا۔ اب کافی لوگوں کے سامنے میرے پاس آنے کے لیے دباؤ ڈال رہی ہے اور دوسری بیوی کو طلاق دلوانے کے لیے کہہ رہی ہے۔ اس وقت بھائیوں نے نہیں سمجھایا، اب پورا خاندان ساتھ ہے تو کیا ایسی صورت میں میں نے عقد ثانی جائز کیا ہے؟ پہلی بیوی کا دباؤ ڈالنا میرے اوپر رکھنے کے لیے کیا جائز ہے؟ جب کہ میرے دل میں کراہت ہے؟ پہلی بیوی سے ۸/سال سے زیادہ کی ایک میری لڑکی ہے، میں اس کو رکھنے کو تیار ہوں، شرعی حکم تحریر فرمائیں؟

(المستفتی: راحت سعید)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شوہر نے جب دو شادیاں کرلی ہیں تو اس کے اوپر ضروری ہے کہ دونوں بیویوں کے حقوق برابری کے ساتھ ادا کرے اور جو بیوی شوہر کی مرضی کے خلاف کسی دوسری جگہ جا کر رہنے لگے تو جب تک وہ شوہر کے گھر آکر شوہر کے حقوق زوجیت ادا نہ کرے تو اس دوران شوہر کے ذمہ اس کا خرچ واخراجات ادا کرنا لازم نہیں ہے اور دونوں بیویوں میں سے کسی ایک کو یہ حق نہیں ہے کہ اس بات کا مطالبہ کرے کہ دوسری بیوی کو طلاق دے کر نکاح سے الگ کردے اور اس طرح کا مطالبہ عورت کے لیے جائز نہیں۔

عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لا یحل لامرأة تسأل طلاق أختها لتستفرغ صحفتها، فإنما لها ما قدر لها. (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الشروط التی لا تحل فی النکاح، النسخة الهندیة: ۷۷٤/۲، رقم: ٤۹٥۸، ف: ٥۱٥۲، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیه، النسخة الهندیة: ٤٥٤/۱، بیت الأفکار، رقم: ۱٤۱۳، سنن الترمذی، أبواب الطلاق واللعان، باب ماجاء لا تسأل المرأة طلاق أختها، النسخة الهندیة: ۲۲٦/۱، دارالسلام، رقم: ۱۱۹۰)

لا نفقة لأحد عشر ... وخارجة من بیتها بغیر حق، وهی الناشزة حتی تعود. (الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، کراچی: ٥۷٥/۳-٥۷٦، زکریا: ۲۸٦/٥)

عن الشعبی: أنه سئل عن امرأة خرجت من بیتها عاصیة لزوجها، لها نفقة؟ قال: لا، وإن مکثت عشرین سنة. (مصنف ابن أبی شیبة، مؤسسة علوم القرآن بیروت: ۲٥۱/۱۰، رقم: ۱۹۳٦۹) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ، ۱٦/رجب ۱٤۳۳ھ (الف فتویٰ نمبر: ۹۳/۱۰۷٥٦)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱٦/۷/۱٤۳۳ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۳۹۷)

دوسری شادی کرنے پر پہلی بیوی کا میکہ چلے جانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے اپنی بیوی ریشما

خاتون کو ایک طلاق دے دی تھی، طلاق کے بعد پندرہ دن تک اپنے میکے میں رہی، پھر میرے ساتھ آ گئی اور تقریباً دو سال تک میاں بیوی کی طرح رہتی رہی، اب میں نے دوسری شادی یاسمین خاتون سے کر لی ہے تو اب پھر وہ میکے چلی گئی۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اگر ہم اسے رکھنا چاہیں تو رکھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور دونوں بیویوں کو ساتھ رکھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد نوشاد، محلّہ بیگم سرائے سنبھل، مراد آباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر سائل اپنے بیان میں سچا ہے تو اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہو چکی تھی اور جب طلاق کے پندرہ دن بعد بیوی کو ساتھ رکھنے لگا تو اس سے رجعت بھی ہو گئی اور ایک طلاق رجعی کے بعد رجعت کر کے میاں بیوی کی طرح زندگی گزارنا جائز اور درست ہے اور جب دوسری شادی یاسمین خاتون سے کر لی ہے تو شوہر پر لازم ہے کہ دونوں بیویوں کے ساتھ یکسانیت اور برابری کا معاملہ کرے۔ رات گزارنے میں اور خرچہ دینے میں اور رہائش میں بالکل برابری اور یکسانیت کا معاملہ کرنا شوہر پر لازم اور ضروری ہے اور دونوں کو الگ الگ کمرہ دینا بھی لازم ہے اور اگر ان چیزوں میں کسی ایک کے ساتھ جھکاؤ کا معاملہ کرے گا تو شوہر ظالم شمار ہوگا، اللہ کے یہاں اس کی پکڑ ہوگی اور سوال میں یہ بھی پوچھا ہے کہ پہلی بیوی ریشما خاتون کو رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟ تو اس کو رکھنا بلا شبہ جائز ہے۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء: ۳)

وإذا طلق الرجل امراته تطليقة رجعية، أوتطليقتين فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أولم ترض. (الهداية، أشرفي ديوبند: ۲/۳۹۴)

والجماع في العدة رجعة، وكذلك المس بشهوة، والتقبيل بشهوة، وكذلك النظر إلى الفرج بشهوة. (الفتاویٰ التاتارخانية، زكريا ديوبند: ۵/۱۳۹، برقم: ۷۸۴۱)

وإذا كان للرجل امراتان حرتان، فعليه ان يعدل بينهما في القسم بكرين كانتا او ثيبين؛ لقوله عليه السلام: من كانت له امراتان ومال إلى احدهما في القسم جاء يوم القيامة وشقه مائل. (الهداية، أشرفي ديوبند: ۲/۳۴۹)

يجب عليه التسوية بين الحرتين والأمتين في المأكول والمشروب، والملبوس، والسكنى، والبيتوتة، الخ. (شامي، كراتشي: ۳/۲۰۲، زكريا: ۴/۳۷۸، أشرفي: ۴/۲۸۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲ / رجب ۱۴۳۳ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۵۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۲/ ۷/ ۱۴۳۳ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/ ۲۴۰)

زوجۂ اول کی طلاق کا مسئلہ عدالت میں ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کوئی مسلمان پہلی بیوی کی

موجودگی میں، یا پہلی بیوی کی طلاق کا مقدمہ چل رہا ہو اور عدالت میں زیر غور ہو، تو ایسی صورت میں وہ لڑکا کیا دوسری شادی کرسکتا ہے؟ مسلم پرسنل لا اور قرآن وحدیث کی رو سے ایک مسلمان کتنی شادیاں کرسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــ وباللہ التوفیق

آزاد مرد متعدد بیویوں کے نان ونفقہ اور دوسرے حقوق ادا کرنے پر قادر ہو تو پہلی بیوی کے علاوہ حسب استطاعت دوسری عورت سے بھی نکاح کرنا شریعت محمدیہ کے قانون کے مطابق جائز اور درست ہے، ساتھ میں یہ بھی خیال رہے کہ اگر بے انصافی اور جانبدارانہ عمل دونوں بیویوں کے درمیان کیا جائے، یا دونوں میں سے کسی کی حق تلفی ہوتی ہے تو سخت ترین گنہگار رہوگا؛ بلکہ قیامت کے دن اس حالت میں اٹھے گا کہ اس کے چہرہ کی ایک جانب لقوہ اور فالج کی طرح مسخ کی حالت ہوگی۔

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتَامٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾(النساء:٤)

عن أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: إذا کانت عندالرجل امرأتان فلم یعدل بینہما جاء یوم القیامۃ وشقہ ساقط. (الترمذی، أبواب النکاح، باب ما جاء فی التسویۃ بین الضرائر، النسخۃ الہندیۃ: ۲۱۷/۱، دارالسلام، رقم: ۱۱٤۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۷؍رجب ۱۴۲۲ھ (الف فتویٰ نمبر: ۷۳۳۹/۳۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۷/۳۰ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۷۳۵/۱۲)

نکاح ثانی کے لیے بیوی کا مشورہ:

سوال: ایک بیوی ہے تو اس پر نکاح کرنے میں اس بیوی کی اجازت کی ضرورت ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــ حامداً ومصلیاً

شرعاً تو ضروری نہیں؛ مگر نباہ اس سے کرنا ہے، اگر اس کا مشورہ نہیں ہوگا تو دشواری ہوگی۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۷/۱۰)

بیوی کی مرضی کے بغیر دوسری شادی کرنا اور پہلی بیوی کا میکہ میں آکر نفقہ کا مطالبہ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرا نام نور صبح شہزاد بنت

---

(۱) ﴿فَانْکِحُوا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَی وَثُلاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَۃً أَوْ مَا مَلَکَتْ أَیْمَانُکُمْ ذَلِکَ أَدْنَی أَلَّا تَعُولُوا﴾(سورۃ النساء:۳)

”وللحر أن یتزوج أربعا من الحرائر والأما ولیس لہ أن یتزوج أکثر من ذلک، لقولہ تعالیٰ:﴿فَانْکِحُوا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَی وَثُلاثَ وَرُبَاعَ﴾“.(الہدایۃ، فصل فی لمحرمات: ۳۱۱/۲، مکتبۃ شرکۃ علمیۃ، ملتان)

سخاوت حسین عرف شہزادے علی ہے، میرے شوہر ڈاکٹر رئیس الدین نے تقریباً دس ماہ پہلے دوسری شادی کر لی ہے، یہ شادی مجھے دھوکہ دے کر اور جھوٹ بول کر کی گئی ہے، بات کھلنے پر میں اپنے گھر آ گئی ہوں؛ یعنی والد کے گھر، میرے بچے نہیں ہیں، حمل رہا تھا؛ مگر ختم ہو گیا اور پھر کچھ اندرونی خرابی کی وجہ سے بچے نہیں ہو سکے۔ میرے اپنے شوہر کے گھر نہ رکنے کی وجوہات مختصر طور پر یہ ہیں، جو شاید آپ کے علم میں لانا ضروری ہوں، (میں آپ کا قیمتی وقت لینے کی معافی چاہوں گی۔):

(۱) جس کمرے میں میں تقریباً گیارہ سال سے رہ رہی تھی اور کچھ سالوں سے کھانا بھی وہیں بنا رہی تھی، وہ میرے لیے ہی ناکافی تھا، ایک اور عورت کے ساتھ رہنا کھلی بے حیائی اور ذہنی اَذیت تھی (دوسرا مکان اُنہوں نے میرے ضد کرنے پر بھی لینے سے انکار کر دیا تھا کہ ان کی حیثیت نہیں ہے، اب کیسے لے لیتے؟)

(۲) میرے شوہر کا رویہ پچھلے پانچ چھ سال سے بہت خراب تھا، انہوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ بچے نہیں ہیں؛ اس لیے تمہارے لیے کچھ نہیں کروں گا اور یہ بات انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دی۔

(۳) میں اُن کے رویہ کی وجہ سے گھنٹوں نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی رہتی تھی؛ مگر دوا دینے کے بجائے ایسے چھوڑ کر چلے جایا کرتے تھے۔

(۴) وہ کئی کئی دن کے لئے مجھ سے دہلی جانے کا کہہ کر جاتے تھے، میں اپنے میکہ آ جاتی تھی؛ مگر ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ وہ دہلی نہیں جاتے۔ جب اُن سے دریافت کیا تو میرے بھائیوں کو گندی گندی گالیاں دیں اور مجھ سے کہہ دیا کہ تمہارا شرعاً کوئی حق نہیں ہے، مجھ سے میرے پروگرام کے بارے میں معلوم کرو کہ میں کیا کرتا ہوں؟ میں کہاں جاتا ہوں؟ تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا، بس تمہارا شرعاً حق اتنا ہی ہے کہ پڑی رہو، کھاتی رہو، تم ہم سے زیادہ شرع نہیں جانتی ہو۔

(۵) اُن کی اِس طرح کی باتوں سے مجھے شک ہوا کہ کہیں اُن کا اِرادہ دوسری شادی کا تو نہیں ہے، میں نے اُن سے اِس خدشے کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ میں انکار نہیں کرتا؛ مگر ابھی میرا کوئی اِرادہ نہیں ہے، اس وقت میں نے اُن سے یہ وعدہ لیا تھا کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو بغیر مجھے اطلاع دئے نہیں کریں گے، یہ وعدہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے اللہ تعالیٰ کی گواہی میں تھا، اِس کے بعد بھی متعدد بار میں نے اُن سے کہا کہ اگر وہ غلط وعدہ کر بیٹھے ہوں تو مجھ سے کہہ دیں؛ کیوں کہ دنیا کی خواری سے دین کی خواری بہت بری ہوگی، میں بیوی کی حیثیت سے یہی مشورہ دوں گی کہ وہ ایسا نہ کریں، میری تو دنیا ہی خراب کریں گے؛ مگر اپنے لیے بہت بڑی خرابی کریں گے، انہوں نے ہر بار یہی کہا کہ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں، ایسا نہیں کروں گا۔ اس بیچ میں وہ دوسری شادی کر چکے تھے اور مجھ سے مستقل یہی وعدہ کرتے رہے۔

(۶) جب یہ شادی ہوئی تھی، مجھے اگلے دن معلوم ہوا تھا؛ مگر میں نے اُن کی قسم کی وجہ سے یقین نہیں کیا تھا؛ بلکہ اُن سے بھی کہا کہ لوگ ایسا کہہ رہے ہیں؛ مگر مجھے یقین نہیں ہے، تم اتنی سی بات کے لیے اپنا ایمان خراب کرو گے،

جب بھی اُنھوں نے یہی کہا تھا کہ تم بیکار پریشان ہو رہی ہو، تم سے وعدہ کر چکا ہوں، لوگ تمھیں یونہی بھڑکا رہے ہیں، میرا فی الحال کوئی اِرادہ نہیں ہے۔

(۷)　جب یہ بات پورے ثبوت کے ساتھ معلوم ہوگئی اور میں نے اُن سے پھر معلوم کیا تو اُنھوں نے اپنی ماں کی قسم کھالی کہ اُنھوں نے دوسری شادی نہیں کی ہے۔

(۸)　جب میں نے دوسری بیوی کا نام اور پتہ بھی بتادیا اور کہا کہ نکاح نامہ بھی دکھا سکتی ہوں تو اُنھوں نے قبول کرلیا کہ ایسا وہ کر چکے ہیں اور اس پر بھی اپنی نئی سسرال میں کہہ آئے کہ میری بیوی پاگل ہے، یہاں بھی آسکتی ہے، اُس کے ساتھ بدترین رویہ اختیار کرنا اور یہ بات انھوں نے میرے سامنے قبول کرلی کہ ہاں ایسا میں نے کہا ہے۔

(۹)　دوسری شادی کی وجہ بتائی کہ میں پاگل ہوں، مجھ پر پاگل پن کے دورے پڑتے ہیں، جب کہ میں ''ایم-ایس-سی'' ہوں، میں کھانا نہیں پکاتی تھی، کچھ گندے اور اوچھے الزام بھی لگائے۔

مفتی صاحب باتیں تو بہت ہیں؛ مگر یہ مختصر حالات ہیں، اِنھیں وجوہات کی بنا پر میں نے وہاں نہ رکنے کا فیصلہ کیا؛ کیوں کہ خودکشی تو اللہ تعالیٰ نے بھی حرام کردی ہے اور وہاں رکنا خود کو ہلاک کرنا تھا۔ میں اپنا جہیز، زیور وغیرہ لے کر کچھ معزز لوگوں کی موجودگی میں وہاں سے آگئی، طلاق میں نے نہیں لی ہے؛ بلکہ اپنے شوہر سے بھی درخواست کی تھی کہ وہ ایسا نہ کریں، جس کا انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے؛ مگر یہ بات میں نے سب کے سامنے اُن سے کہی تھی کہ میں اَب اُن کے پاس کبھی نہیں آؤں گی؛ لیکن وقت کا کچھ معلوم نہیں، اگر کبھی کوئی اپنا اُن کے پاس نہ ہوا اور اُنھیں میری خدمت کی ضرورت ہوگی　تو ضرور حاضر ہوجاؤں گی، صرف خدمت کی حد تک، ورنہ بیوی کی حیثیت سے میں اُن کے پاس کبھی نہیں رہوں گی؛ کیوں کہ اُنھوں نے میری بے عزتی کی ہے اور میرے اعتماد کو توڑا ہے، اُس وقت اُنھوں نے ایک تحریر کے ذریعہ یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے دو ہزار روپیہ ماہانہ خرچہ کے لیے دیتے رہیں گے، اس تحریر پر دو معزز لوگوں کے دستخط بھی ہیں، شہر امام حکیم آزاد صاحب بھی وہاں موجود تھے، اس مہینہ کے لیے انھوں نے معذرت کرلی تھی کہ ان کے پاس روپیہ نہیں ہے؛ اس لیے اگلے مہینہ سے وہ پیسے دیں گے، اگلے مہینہ انھوں نے کمپاؤنڈر کے ہاتھ ایک ہزار روپیہ بھیجا، یہ کہہ کر کہ میرے پاس یہی ہیں، اتنا ہی دے سکتا ہوں، میں نے کہا: ٹھیک ہے، میں بات بڑھانا نہیں چاہتی تھی، پانچ ماہ تک وہ پیسے آتے رہے، پھر آنے بند ہوگئے۔ میں نے ان سے فون پر معلوم کیا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ اگر میں اپنے میکہ میں رہوں گی تو وہ مجھے پیسے نہیں بھیجیں گے، الگ مکان لے کر رہوں، جہاں وہ بھی آسکیں اور میں بیوی کی طرح اُن کے ساتھ رہوں تو وہ مجھے دو ہزار روپیہ دیں گے، ورنہ شرعاً میرا کوئی حق نہیں ہے، جب میں نے کہا کہ تمہارے پاس ایک عورت ہے، میں کیوں رہوں؟ تو جواب ملا کہ کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہیں رہتی تھیں؟ یہ بات وہ کئی اور لوگوں سے بھی کہہ چکے ہیں کہ اگر وہ میرے پاس بیوی کی طرح نہیں رہیں گی تو شرعاً مجھ پر پیسہ دینا واجب نہیں ہے، جب کہ ان کی تحریر لکھنے

سے پہلے یہ بات واضح کردی گئی تھی کہ ایسا نہیں ہوگا، میں اُن کی تحریر کی فوٹو کاپی بھیج رہی ہوں، اپنی طرف سے تو میں نے پوری کوشش کی ہے کہ کوئی غلط بات نہ لکھی جائے، پھر بھی کوئی غلطی ہوئی تو خدا مجھے معاف کرے۔ (آمین)

مفتی صاحب! میں آپ سے قرآن وحدیث کی روشنی میں مشورہ چاہتی ہوں کہ میرے شوہر کو یہ رقم مجھے دینا واجب ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مرد کو دوسری شادی کا شرعاً اختیار حاصل ہے، پہلی بیوی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے، البتہ وہ یہ مطالبہ کرسکتی ہے کہ شوہر اسے سوکن سے علاحدہ الگ کمرے میں رکھے۔

قال الله تبارك وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء: ۳)

قال وهب الأسدي قال: أسلمت وعندي ثمان نسوة، وقال: فذكرت ذٰلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال: اختر منهن أربعًا. (سنن أبي داؤد: ۱/ ۳۱۱، رقم: ۲۲۴۱)

وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء. (الهداية: ۲/ ۳۱۱)

فلكل من زوجته مطالبته بيت من دار على حدة. (الدر المختار: ۳/ ۱۰۶، كراتشي)

تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها إلا أن تختار ذٰلك، كذا في العيني شرح الكنز. (الفتاویٰ الهندية، النفقات، الفصل الثاني في السكنى: ۱/ ۵۵٦، زكريا)

بریں بنا دوسرے نکاح کے بعد اگر بیوی شوہر سے الگ ہوکر میکہ میں رہنے لگے اور حقوقِ زوجیت ادا نہ کرے تو اس کا نفقہ شوہر پر شرعاً لازم اور ضروری نہیں ہے۔

وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة. (الدر المختار: ۳/ ۵۷٦، كراتشي)

إذا تغيبت المرأة عن زوجها أو أبت أن تتحول معه حيث يريد من البلدان وقد أوفاها مهرها فلا نفقة لها عليه ...وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله، والناشزة هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه بخلاف ما لو امتنعت عن التمكن في بيت الزوج؛ لأن الاحتباس قائم، ولو كان المنزل ملكها فمنعته من الدخول عليها لا نفقة لها ... وإذا تركت النشوز فلها النفقة. (الفتاویٰ الهندية، الباب السابع عشر في النفقات: ۱/ ۵۴۵، زكريا)

اور شوہر نے حسبِ تحریر سوال جو وعدے کئے ہیں، اُنہیں پورا کرنا چاہیے اور وعدہ خلافی نہ کرنا چاہیے؛ لیکن اگر وہ وعدہ پورا نہ کرے تو شرعاً اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا، (۱) بیوی نفقہ کی اُسی وقت مستحق ہوگی، جب کہ وہ شوہر کی مرضی کے مطابق رہے اور اُس کے حقوق ادا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۸/۲/۲۹ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد اخلف وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخاري، باب علامة المنافق: ۱/ ۱۰، طبع قديمی كتب خانه، انيس) ==

بانجھ بیوی کی رضامندی کے بغیر دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے شادی کو تقریباً پندرہ سال ہو چکے ہیں اور میرے کوئی اولاد بھی نہیں ہے اور ڈاکٹری لائن سے سب نے انکار کر دیا ہے کہ آپ کے کبھی بچے نہیں ہوں گے، میں بذاتِ خود ٹھیک ہوں؛ لیکن میری بیوی کے سارے پُرزے خراب ہیں اور میں نے بھی کہہ دیا کہ کوئی بچہ گود لے لو، چاہے آپ اپنے پریوار میں سے لے لو اور چاہے میرے پریوار میں سے لے لو؛ لیکن دونوں میں سے کسی بھی بات کو ماننے کو تیار نہیں ہے اور یہ کہتی ہے کہ کسی غیر کے بچہ کو لے لو، میں اس بات پر تیار نہیں ہوں اور دوسری شادی کو بھی تیار نہیں ہے۔ کیا میں اِجازت کے بغیر دوسری شادی کر سکتا ہوں، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

مسئولہ صورت میں آپ کے لیے نکاحِ ثانی کی شرعاً مطلقاً اِجازت ہے، اس کے لیے پہلی بیوی سے پوچھنا ضروری نہیں ہے؛ لیکن یہ بات یاد رہے کہ نکاحِ ثانی کے بعد دونوں بیویوں میں عدل وانصاف کرنا ضروری ہوگا، ورنہ آخرت میں سخت مواخذہ کا اندیشہ ہے۔

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء:۳)

عن ابن عمر رضی اللّٰه عنه قال: أسلم غيلان وعنده عشر نسوة، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: أمسک أربعًا وفارق سائرهن. (رواه ابن حبان فی صحيحه، رقم: ٧٥١٤، كذا فی كنز العمال: ٣٩١/٨، إعلاء السنن: ٤٦/١١، بيروت)

وللحر أن يتزوج أربعًا من الحرائر والإماء. (فتح القدير: ٢٣٩/٣، بيروت)

ويجب أن يعدل فيه أی فی القسم بالتسوية فی البيتوتة، وفی الملابس والماكول والصحبة. (الدرالمختار)

ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه. (شامی ٣٧٩/٤، زكريا ديوبند)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۴/۱۴۲۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸)

بیوی کی مرضی کے بغیر ''بیوہ بھابھی'' سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیوہ بھابھی سے

== الخلف فی الوعد أمر لا يستحب وإن كان جائزاً ولا كراهة فيه إذا كان عندالوعد عازماً ثم بدأ له أن لا يفعل، فأما إذا كان يضمر وقت الوعد أن لا يفعل، كان نفاقاً وتغريراً وهو ممنوع. (الكوكب الدری على جامع الترمذی، باب فی الكبر: ٦٥/٣، مطبعة ندوة العلماء لكهنؤ، انيس)

نکاح کرلیا ہے، میری بیوی بھی ہے، وہ اس نکاح سے راضی نہیں ہے تو کیا بیوی کی مرضی کے بغیر میرا نکاح درست ہوگیا؟ میں دونوں بیویوں کو ساتھ رکھ کر حقوق ادا کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمادیں۔

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

بیوہ سے نکاح کرنا شریعت میں پسندیدہ ہے اور اس سے نکاح کے لیے پہلی بیوی سے اِجازت لینا شرعاً ضروری نہیں ہے، لہٰذا آپ کا اپنی بیوہ بھابھی سے نکاح درست ہے، پہلی بیوی کو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے، البتہ دونوں بیویوں سے برابری کرنا اور دونوں کے حقوق کو ادا کرنا ضروری ہے، ورنہ سخت گنہگار ہوں گے۔ (دینی مسائل اور ان کا حل: ۷۷، فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۱۷۷ ڈابھیل، فتاویٰ دار العلوم ۷/۵۲۲)

قال الله تبارک وتعالىٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء:۳)

وقال تعالىٰ: ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (النور: ۳۲)

وقال تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴)

عن أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امراتان فلم يعدل بينهما، جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (مشكاة المصابيح: ۲۷۹)

ويجب أن يعدل فيه أى فى القسم بالتسوية فى البيتوتة، وفى الملابس والماكول والصحبة. (الدرالمختار)

ومما يجب على الأزواج للنساء: العدل والتسوية بينهن فيما يملكه. (شامى: ۴/۳۷۹، زكريا ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۷/۱۴۳۰ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸)

پہلی بیوی کی اِجازت کے بغیر دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا پہلی بیوی کی اِجازت کے بغیر دوسری شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

پہلی بیوی کی اِجازت دوسرے نکاح کے لیے ضروری نہیں؛ لیکن اگر دوسری شادی کرلے تو دونوں بیویوں کے ساتھ برابری کرنا واجب ہے، اگر اس میں کوتاہی کرے گا تو گنہگار رہوگا۔

عن عائشة رضى الله عنها أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يقسم بين نسائه فيعدل ويقول: اللّٰهم هٰذا قسمى فيما أملك فلا تلمنى فيما تملك ولا أملك. (سنن أبى داؤد، رقم: ۲۱۳۴، سنن الترمذى، رقم: ۱۱۴۰، سنن النسائى، رقم: ۳۴۹۴، كذا فى حاشية إعلاء السنن: ۱۱/۴۳۱، بيروت)

عن الزهرى عن أبيه أن غيلان أسلم، وتحته عشر نسوة، فقال النبى الله عليه وسلم: اختر

منهن أربعًا، وفارق سائرهن. (رواه الشافعي: ٦٧/٢ ،سنن الترمذي،رقم: ١١٢٨ ،سنن ابن ماجة،رقم: ٣٥٩١، سنن ابن ماجة رقم: ٦٥٤١، المستدرک للحاکم: ٢٩١/٢، إعلاء السنن: ٤٣٦/١١،بيروت)

ويجب ظاهر الآية أنه فرض في أن يعدل أي أن لا يجوز فيه أي في القسم. (الدر المختار مع الشامي: ٢٠١/٣، كراتشي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴۱۴/۸/۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کی اجازت کا مسئلہ:

سوال: کیا دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا شرعاً ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب

اسلام میں مرد کو چار تک شادیاں کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ ان کے درمیان عدل ومساوات قائم رکھ سکتا ہو،اس کے علاوہ کسی بھی شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا شرعاً ضروری نہیں۔

قال العلامة الحصكفي: وصح نكاح أربع من الحرائر والإماء فقط للحر لا أكثر. (الدر المختار على هامش ردالمحتار: ٤٠٠/٢،باب المحرمات)(۱)(فتاوی حقانیہ: ۲۰۳/۴)

دوسری شادی کرنے کے لیے پہلی بیوی کی اجازت ضروری ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری لڑکی صابرہ کی شادی غلام نبی کے ساتھ ہوئی، تقریباً دس سال ہوگئے، اس دوران میں ایک لڑکا جس کی عمر ۹/سال ہوگئی ہے اور ایک لڑکی جس کی عمر چھ سال ہوگئی ہے، دونوں بچے موجود ہیں، غلام نبی نے عورت کے اخراجات بھی پورے نہیں کئے، اب دس سال کے بعد بغیر اس عورت کی مرضی کے اور عورت کے فرماں بردار ہوتے ہوئے دوسری شادی کرلی ہے۔ پہلی عورت یعنی صابرہ ان کے پاس رہنا نہیں چاہتی؛ کیوں کہ شوہر لڑکی کے اخراجات پورے نہیں کرتا اور غلام نبی طلاق اس شرط پر دیتا ہے کہ پہلے مجھے ۲۵/لاکھ روپئے دو اور میرے بچے؛ یعنی لڑکا اور لڑکی دونوں مجھے دے دو، اس شرط پر طلاق دیتا ہوں۔ لڑکی کے والدین ۵/لاکھ روپے دینے کی بالکل طاقت نہیں رکھتے اور ماں بچوں کو اپنے پاس سے جدا کرنے کے لیے تیار نہیں؛ کیوں کہ دونوں بچے بھی اپنے والد کے پاس جانے کو تیار نہیں ہیں۔ اب ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے طلاق کی کیا شکل ہے؟ شریعت مطہرہ اس بارے میں کیا کہتی ہے اور لڑکی نکاح ثانی کب کرسکتی ہے؟ جواب سے جلد نوازیں۔

---

(۱) قال العلامة المرغيناني: وللحر ان يتزوج اربعاً من الحرائر والاماء وليس له ان يتزوج اكثر من ذٰلك، لقوله تعالىٰ: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبَاعَ﴾. (الفتاوىٰ الهندية: ٧/٢، كتاب النكاح)/ومثله في تفسير الجلالين، ص: ٦٩، سورة البقرة)

نوٹ: شوہر نے تمام زیور بھی برباد کر دیا ہے، کیا عدالت سے طلاق لے سکتے ہیں، یا نہیں؟

(المستفتی: قاری محمد اسماعیل صاحب جامع مسجد جونا کھار ایس وی روڈ، ممبئی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شوہر کو دوسری شادی کرنے میں موجودہ بیوی سے اجازت لینے کی شرعاً ضرورت نہیں ہے، شوہر اپنی مرضی سے جب چاہے، دوسری شادی کرسکتا ہے، اس میں موجودہ بیوی کو رکاوٹ پیدا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء:۳)

اور غیر شرعی عدالت سے طلاق لینے سے شرعی طور پر اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور عورت دوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز نہیں ہوگی اور اگر شوہر حقوقِ زوجیت ادا کر کے لے جانے پر تیار ہو جائے تو عورت کو شوہر کے ساتھ جانا لازم ہوگا اور طلاق کا مطالبہ جائز نہیں ہوگا اور اگر واقعی اخراجات اور حقوق زوجیت ادا نہیں کرتا ہے تو بمبئی کے محکمہ شرعیہ میں عورت اپنی شکایات پیش کردے اور محکمہ شرعیہ حالات کی تحقیق کر کے شرعی حکم نافذ کردے گا اور عدالتی طلاق معتبر نہیں ہوگی۔

وقد اتفق أئمة الحنفية والشافعية على أنه يشترط لصحة الحكم، واعتباره في حقوق العباد الدعوى الصحيحة، وأنه لابد في ذلك من الخصومة للشرعية. (شامی، كتاب القضاء، مطلب الحكم الفعلي، زكريا: ۸/۳۲، كراتشي: ۵/۴۵۳)

لم ينفذ حكم الكافر على المسلم. (البحر الرائق، باب التحكيم، زكريا: ۷/۴۲، كراتشي: ۷/۲۵، شامی، زكريا: ۸/۱۲۸، كراچی: ۵/۴۲۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۶/ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ۔ (الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۷۶۶) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۴۴۲)

پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(الف) زید کو شادی کئے ہوئے تقریباً پچیس سال ہوگئے اور چار لڑکیاں بھی ہوئی؛ مگر اب زید کہتا ہے کہ ہم دوسری شادی کریں؛ تاکہ اس سے لڑکا ہو، دوسری شادی کے متعلق پہلے تو دل ہی دل میں رکھا تھا؛ مگر اب بالکل بین طور پر کہتا ہے اور واقعی شادی کر بھی لے گا، اس کے پاس اتنی مالیت بھی ہے کہ دونوں بیویوں کا حق کما حقہ ادا کرسکتا ہے؛ مگر اس کی بیوی سلمہ کہتی ہے کہ اگر شادی کرلی تو میں خودکشی کرلوں گی اور واقعی اگر زید نے دوسری شادی کرلی تو اس کی بیوی سلمہ خودکشی کرلے گی۔

(ب) زید کی پہلی بیوی شکل وصورت کے اعتبار سے خوبصورت بھی نہیں ہے تو اب دونوں صورتوں میں زید کیا کرے؟ مفصل مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

(المستفتی: محمد زبیر ڈرھیال، ضلع رامپور)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

شریعت کی طرف سے زید کو دوسری شادی کرنے کی اجازت ہے، جب کہ دونوں بیویوں کے حقوق اور دونوں کے درمیان برابری بھی قائم کرسکتا ہو۔

وللحر أن يتزوج أربعا من الحرائر. (فتاوى عالمگری، کتاب النكاح، الباب الثالث فی لمحرمات، القسم الرابع المحرمات بالجمع، زكريا: ۲۷۷/۱، جديد: ۳٤۳/۱، البحر الرائق، کراچی: ۱۰۵/۳، زكريا: ۱۸٦/۳، الدر المختار، کراتشی: ۸٤/۳، مصری: ٤۰۰/۲، زكريا: ۱۳۸/٤)

إذا كان للرجل امرأتان حرتان، فعليه أن يعدل بينهما في القسم. (الهداية، باب القسم، أشرفی دیوبند: ۳٤۹/۲)

پہلی بیوی کی ناراضگی اس میں کوئی اثر انداز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۲۵/۷)

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء: ۳)

البتہ مصلحتاً پہلی بیوی کی اجازت اور اس کو راضی کر کے کرے تو بہتر ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۲۵/۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۳/ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ (الف فتویٰ نمبر: ۱۰۲۴/۲۴) (فتاویٰ قاسمیہ: ۷۴۳/۱۲)

بیوی کی رضامندی کے بغیر دوسری شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) زید کو شادی کیئے ہوئے تقریباً چھ سال کا عرصہ ہوگیا ہے، اس عرصہ میں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی، علاج بھی ہر طرح سے کافی کیا فائدہ نہیں ہوا، مجبوراً اولاد کی خاطر دوسری شادی کرنے کا فیصلہ کیا، اپنی بیوی سے مشورہ کیا، رضامند کیا، کافی سمجھایا؛ لیکن بیوی رضامند ہونے کے بجائے غصہ ہوگئی، کہنے لگی: اگر دوسری شادی کی تو میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں گی، بہر حال زید نے دوسری شادی کرلی، جس سے ایک لڑکی پیدا ہوگئی، پہلی بیوی شادی کے بعد اپنے والدین کے گھر چلی گئی، زید اپنی پہلی بیوی کو بھی اپنے ہمراہ ہی رکھنا چاہتا ہے؛ لیکن بیوی اس طرح سے کہتی ہے کہ صرف میں ہی زید کے نکاح میں رہوں گی، ورنہ مجھے طلاق دے دو، زید نے حتی الامکان رضامند کرنے کی کوشش کی، یہاں تک پنچایت کے سامنے ہاتھ جوڑے معافی بھی مانگی ہے، زید تو اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے، بیوی کا کہنا کہ مجھے مہر بھی مت دو؛ لیکن طلاق دے دو، زید کا کہنا ہے کہ میں خدا کو منہ دکھاؤں گا قیامت میں، میں مہر ادا کروں گا، لہٰذا مہر دینا ضروری ہے، یا نہیں؟

(۲) زید نے اپنی بیوی کی بغیر رضامندی کے دوسری شادی کرلی، جب کہ زید نے ہر طرح سے رضامند

کرنے کی کوشش کی، بیوی نے کہا اگر تم نے دوسری شادی کی تو میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں گی، شادی کے بعد گھر چلی گئی، کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ بیوی کی بغیر رضامندی کے دوسری شادی نہیں ہوسکتی ہے۔ کیا شریعت میں ایسا ہے کہ دوسری شادی کے لیے اپنی پہلی بیوی کو رضامند کرنا ضروری ہے، ورنہ نکاح نہ ہوگا؟ قرآن وحدیث سے مفصل جواب سے نوازیں۔

(المستفتی: محمد جاوید پیرزادہ، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱)　اگر عورت مہر معاف کر کے طلاق لینا چاہتی ہے تو مہر معاف کرنے کی شرط پر طلاق دینا جائز ہے؛ مگر سب سے بہتر یہی ہے کہ جب شوہر طلاق دے تو مہر بھی ادا کردے۔

وإن كان النشوز منها كرهنا له أن ياخذ منها أكثر مما أعطاها،الخ، وإن طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق، ولزمها المال،الخ. (الهداية، كتاب الطلاق، باب الخلع، أشرفی دیوبند: ۲/۴۰۵)

(۲)　اگر شوہر کے پاس بیویوں کے اخراجات کی گنجائش ہے اور دونوں کے درمیان نان ونفقہ اور شب باشی میں برابری کرسکتا ہے تو اس کے لیے دوسری شادی کرنا شرعاً بلا کراہت جائز ہے، اگرچہ پہلی بیوی ناراض ہو، تب بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء: ۳) (فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱/ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۵۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۱/۴/۱۴۱۸ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/۳۴۷)

بیوی کی اجازت کے بغیر مرد کو دوسری شادی کرنا درست ہے:

سوال:　بلا اجازت زوجہ کے شوہر کو نکاح ثانی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

شوہر کو دوسرا نکاح کرنا بدون اجازت زوجہ اولیٰ کے درست ہے، زوجہ سے اجازت لینے کی شرعاً ضرورت نہیں ہے، نکاح ہوجاتا ہے۔ (۱) لیکن اگر مصلحت کی وجہ سے کہ ان میں نااتفاقی نہ ہو اس سے اجازت لے کر اور اس کو راضی کر کے دوسرا نکاح کرے تو یہ بہتر ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۲۵)

---

(۱)　قرآن میں ہے: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء: ۳)
شوہر مختار ہے؛ اس لیے بیوی کی اجازت کی شرعاً ضرورت نہیں۔ ہاں یہ شرط البتہ ہے کہ عدل ومساوات کی قدرت رکھتا ہو؛ کیوں کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء: ۳) ظفیر)

دوسری شادی پہلی بیوی کی اجازت سے بغیر جائز ہے:

سوال: میری شادی کو عرصہ ہوا؛ مگر کوئی لڑکا بالا نہیں ہوا، جس وجہ سے میں نے دوسری جگہ اپنی شادی کا بندوبست کیا۔ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ پہلی زوجہ سے اجازت لو، تب نکاح ثانی جائز ہوگا اور پہلی زوجہ راضی نہیں انکار کرتی ہے تو دوسرا نکاح باوجود ناراضی اور انکار زوجہ اول کے درست ہے، یا نہیں اور اجازت زوجہ کی ضرورت ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

یہ قول صحیح نہیں ہے کہ بدون اجازت پہلی زوجہ کے دوسرا نکاح صحیح نہ ہو؛ بلکہ سائل کو دوسرا نکاح کرنا درست ہے، پہلی زوجہ کے انکار کی وجہ سے اور راضی نہ ہونے سے دوسرا نکاح ناجائز نہیں ہے،(۱) البتہ دوسرے نکاح کے بعد یہ ضرور ہے کہ ہر دو زوجہ کے حقوق پورے پورے ادا کرے اور برابری اور عدل کرے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۵۰-۵۱)

بلا اجازتِ زوجۂ اُولیٰ نکاحِ ثانی:

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی رضامندی، یا اجازت کے بغیر دوسرا نکاح کرلے تو کیا دوسرا نکاح نہیں ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

دوسرے نکاح کی وجہ سے پہلا نکاح منسوخ نہیں ہوگا، گرچہ بیوی سے بغیر اجازت لیے کیا ہو۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۲/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۳۹)

بیوی کی رضامندی کے بغیر دوسرا نکاح کرنا:

سوال: زید کی ایک بیوی ہے، وہ کچھ بیمار اور پیروں سے معذور ہے اور اس سے بیوی جیسا تعلق رکھنے پر جب اس کے کچھ بال بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ سخت مصیبت میں گرفتار اور مرنے کے قرب ہو جاتی ہے تو زید کو ڈاکٹروں نے یہ رائے دی کہ تم اس کے ساتھ اپنا بیوی جیسا تعلق نہ رکھو؛ بلکہ اس کی زندگی چاہتے ہو تو اس کو روٹی کپڑا دیتے رہو اور تم اپنا عقد ثانی کرلو۔ اب عقد ثانی سے اس کی بیوی رضامند نہیں اور سخت رنج وملال ظاہر کرتی ہے تو اس صورت میں زید کا عقد کرنا بغیر سابقہ بیوی کی رضامندی کے شرعاً کیسا ہے؟

(المستفتی: ۲۲۶۶: مستری محمد عمر صاحب، سروٹ دروازہ، مظفر نگر، ۲۵/ربیع الاول ۱۳۵۷ھ)

---

(۱) وصح نكاح أربع من الحرائر والإماء فقط للحر لا أكثر. (الدرالمختار على هامش رد المحتار، باب المحرمات: ۲/۴۰۰، ظفير)

(۲) (يجب) وظاهر الآية أنه فرض، نهر، (أن يعدل) أى أن لايجوز (فيه) أى فى القسم بالتسوية فى البيتوتة (وفى الملبوس والماكول) و الصحبة. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار باب القسم: ۲/۵۴۶، ظفير)

(۳) کیوں کہ مرد کو چار نکاح کرنے کی اجازت ہے۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء: ۳)

الجواب

بہ ضرورت دوسری شادی کرنا جائز ہے۔موجودہ بیوی کی اجازت لازمی نہیں۔ ہاں! دوسری شادی کے بعد پہلی بیوی کے حقوق کا ادا کرنا لازم ہوگا،(۱) ورنہ سخت گناہ لازم ہوگا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۶۸/۵)

دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں:

سوال: مطلقہ عورت کا دوسرا نکاح ۱۰ ماہ ۱۸ دن کے بعد ہوا، پہلی بیوی کی موجودگی میں پہلی بیوی سے دوسرا نکاح کرنے کی شرعی طور پر اجازت لی ہو اور پہلی بیوی اس بات پر آمادہ ہو کہ ساتھ رہیں، کیا یہ نکاح درست ہے؟

الجواب

اگر شوہر کو یہ اطمینان ہو کہ وہ ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی صورت میں شرعی طور پر عدل وانصاف قائم رکھے گا تو وہ پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرسکتا ہے،(۳) اور اس کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا بھی ضروری نہیں۔واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی غفرلہ، ۱۲/۳/۱۴۰۱ھ۔(فتاویٰ عثمانی:) ☆

---

(۱) وإذا كانت له امرأة وأراد أن يتزوج عليها أخرى وخاف أن لا يعدل بينهما لا يسعه ذلک وإن كان لا يخاف وسعه ذلک والامتناع أولى ويؤجر بترک ادخال الغم عليها.(الفتاویٰ الهندية،كتاب النكاح، الباب الحادی عشر فی القسم: ۳٤١/١،ماجدية)

(۲) عن أبی هريرة أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط.(جامع الترمذی، أبواب النكاح، باب ما جاء فی التسوية بين النساء، ٢١٧/١،سعيد)

(۳) "فَانْكِحُوا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنىٰ وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ".(سورة النساء:۳)

وفی الدر المختار: ٧/٣: ومكروها لخوف الجور.

وفی الشامية:...وترک الشارح قسما سادسا ذكره فی البحر عن المجتبیٰ وهو الاباحة إن خاف العجز عن الايفاء بموجبه أی خوفا غير راجح و إلا كان مكروها تحريما؛ لأن عدم الجور من مواجبه.

☆ دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص ایک سے زائد نکاح کا خواہشمند ہو تو کیا پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے، یا صرف برابری کرنا ضروری ہے، اجازت لینا نہیں؟

الجواب

پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں، البتہ بہتر ہے؛ لیکن بیویوں کے درمیان ہر طرح سے انصاف رکھنا لازمی ہے، اگر اس میں ذرا بھی بے انصافی کا خطرہ ہو تو دوسری شادی جائز نہیں۔(وفی الدر المختار، كتاب النكاح: ٧/٣،ط:ایچ ایم سعید: (ومكروها لخوف الجور) فإن تيقنه حرم ذلک. ==

دوسری شادی پر زوجہ اولی کی ناراضگی:

سوال: میرے شوہر میری موجودگی میں دوسری شادی کرنے کے خواہش مند ہیں اور آئندہ انصاف کا وعدہ کررہے ہیں؛ لیکن میری جانب سے انکار کی وجہ سے دوسری شادی نہیں کرپارہے ہیں تو میرا یہ عمل موجب گناہ تو نہ ہوگا؟
(ملکہ بیگم، چنچل گوڑہ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اسلام نے سماج کو صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھنے کے لیے مرد کو چار تک نکاح کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ وہ محسوس کرتا ہو کہ وہ ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل کرسکے گا،(۱) لہذا اگر آپ کو اپنے شوہر کے بارے میں اطمینان ہو کہ وہ انصاف کو قائم رکھ سکتا ہے تو اس پر اصرار نہ کرنا چاہیے کہ وہ دوسری شادی نہ کرے؛ کیوں کہ اگر ایک ضرورت مند شخص کو جائز راستہ سے روکا جائے تو بعض اوقات وہ ناجائز اور گناہ کا راستہ اختیار کرلیتا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۲۱-۳۲۲)

دوسرا نکاح کرنے پر بیوی اور اس کے خاندان والوں کی طرف سے دھمکیاں اور طلاق کا مطالبہ:

سوال: میں نے دوسرا نکاح کیا ہے، اس وجہ سے پہلی بیوی مجھ سے ناراض ہے اور اپنے گھر چلی گئی ہے، اس کے بھائی بھی مجھے مار پیٹ کی دھمکیاں دے رہے ہیں، میں نے اپنی پہلی بیوی اور اس کے بھائیوں سے کہا کہ میرے پاس الحمدللہ ہر طرح گنجائش ہے، دونوں کے حقوق اچھی طرح ان شاء اللہ ادا کروں گا؛ لیکن وہ لوگ میری بات نہیں مانتے اور میرے مخالفت پر تلے ہوئے ہیں، دوسری بیوی پریشان حال تھی، اس کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، آپ جواب عنایت فرمائیں، کیا اسلام میں دوسرا نکاح ناجائز ہے؟ میں نے اس خیال سے اس بیوہ سے نکاح کیا ہے کہ اس کا تعاون ہوجائے؛ مگر پہلی بیوی اور اس کے گھر والی پریشان کررہے ہیں اور پہلی بیوی طلاق کا مطالبہ کررہی ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

قرآن مجید میں ہے: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (سورة النساء: ۳)

== وفي الشامية (قوله: فان تيقنه) أي تيقن الجور حرم، لأن النكاح إنما شرع لمصلحة تحصين النفس وتحصيل الثواب و بالجور ياثم ويرتكب المحرمات فتنعدم المصالح لرجحان هذه المفاسد، بحر م وترك الشارح قسماً سادساً، ذكره في البحر عن المجتبیٰ، وهوالاباحة إن خاف العجز عن الإيفاء بموجبه اه، أی خوفا غيرراجح وإلا كان مكروها تحريما؛ لأن عدم الجور من مواجبه، الخ.) واللہ سبحانہ اعلم
احقر محمد تقی عثمانی غفرلہ، ۱۳/۶/۱۳۹۸ھ۔ (فتاویٰ عثمانی:)

(۱) سورة النساء: ۳ (﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (انيس)

(ترجمہ: اور (حلال) عورتوں سے جو تم کو (اپنی کسی مصلحت سے) پسند ہوں نکاح کرلو دو، دو۔ تین تین، چار چار۔ (عورتوں سے) پھر اگر تم ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی نکاح کرو، یا جو تمہاری ملکیت میں ہے، اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے۔)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مرد کسی مصلحت سے چار عورتوں سے بیک وقت نکاح کرسکتا ہے، البتہ متعدد نکاح کرنے کے بعد ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی ان سب کے درمیان عدل وانصاف اور برابری کا معاملہ کرنا بہت ضروری ہوگا، رات گزارنے میں بھی باری باندھنا ہوگی، اگر برابری نہ کرسکتا ہو تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ''فوائد عثمانی'' میں تحریر فرمایا ہے:

''جاننا چاہیے کہ مسلمان آزاد کے لیے زیادہ سے زیادہ چار نکاح تک کی اجازت ہے اور حدیثوں میں بھی اس کی تصریح ہے اور ائمہ دین کا اسی پر اجماع ہے اور تمام امت کے لیے یہی حکم ہے۔

نیز تحریر فرمایا ہے:

فائدہ: جس کی کئی عورتیں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ کھانے پینے اور لینے دینے میں ان کو برابر رکھے اور رات کو ان کے پاس رہنے میں باری باندھے، اگر برابری نہ کرے گا تو قیامت کو وہ مفلوج ہوگا، ایک کروٹ گھسٹتی چلے گی۔

نیز تحریر فرمایا ہے:

اگر تم کو اس کا ڈر ہو کہ کئی عورتوں میں انصاف اور مساوات کے مطابق معاملہ نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی نکاح پر قناعت کرو۔ (فوائد عثمانی، پارہ:۴، آیت نمبر:۲، سورہ نساء)

قرآن مجید کی مذکورہ آیت سے تعدد ازواج کا ثبوت ہوتا ہے، لہذا ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تعدد ازواج کو جائز سمجھے۔

صورت مسئولہ میں جب آپ نے ایک مصلحت کے پیش نظر پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کیا ہے تو اب پہلی بیوی اور اس کے گھر والوں کو اس کی مخالفت نہ کرنا چاہیے، شریعت کے اعتبار سے شوہر نے دوسرا نکاح کر کے کوئی گناہ، یا جرم نہیں کیا ہے کہ اس کی مخالف کی جائے اور اسے ڈرایا اور دھمکایا جائے اور دوسرا نکاح کرنے کی وجہ سے پہلی بیوی کا طلاق کا مطالبہ کرنا تو کسی حال میں جائز نہیں ہے، پہلی بیوی اور اس کے گھر والوں پر لازم ہے کہ نہ اس کی مخالفت کریں، نہ اسے تنگ کریں، البتہ اب شوہر کے لیے ضروری ہوگا کہ دونوں بیویوں کے درمیان ہر طرح سے انصاف اور برابری کا معاملہ کرے، ورنہ بہت سخت گناہ ہوگا۔

احادیث سے بھی تعدد ازواج کا ثبوت ہوتا ہے، بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نکاح میں متعدد بیویاں تھیں، عورتیں خوشی خوشی رہتی تھیں اور اس پر شوہر کی مخالفت، یا اس کے خلاف احتجاج نہیں کیا جاتا تھا، لہذا دوسرا نکاح

کرنے پر احتجاج کرنا اور اسے برا سمجھنا، شوہر کی مخالفت کرنا اور اسے طلاق دینے پر مجبور کرنا شرعی حکم کی خلاف ورزی ہوگی اور اس میں عقیدہ کی بھی خرابی ہے۔

حدیث میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰه عنه أن غیلان بن سلمة الثقفی أسلم وله عشر نسوة فی الجاهلیة فاسلمن معه فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: امسک أربعاً وفارق سائرهن. (رواه أحمد والترمذی وابن ماجة) (مشکاة المصابیح، ص: ٤٧٢، باب المحرمات) (۱)

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، اس وقت ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں، وہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہوگئی تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حکم قرآنی جو اوپر مذکور ہوا کے مطابق) فرمایا: ان عورتوں میں سے چار کو منتخب کرلو اور بقیہ عورتوں سے مفارقت (جدائیگی) اختیار کرلو۔)

نیز حدیث میں ہے:

عن نوفل بن معاویة رضی اللّٰه عنه قال: أسلمت وتحتی خمس نسوة، فسألت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم؟ فقال: فارق واحدة وامسک أربعاً، الخ. (مشکاة المصابیح، ص: ٤٧٢، باب المحرمات) (۲)

(حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس وقت میں مسلمان ہوا، اس وقت میرے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک عورت کو جدا کردو اور چار کو روکے رکھو۔)

بہرحال دوسرا نکاح کرنا شرعی اعتبار سے بالکل جائز ہے، قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہے، ہر مسلمان کو مسلمان ہونے کے اعتبار سے اسے جائز سمجھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فیصلہ ہو، خوشی خوشی اسے تسلیم کرنا اور اس پر ایمان لانا چاہیے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فیصلہ سے انحراف کرنا بہت ہی خطرناک ہے۔

---

(۱) أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، وَأَبُو زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى قَالَا: ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، أنبأ الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، أنبأ الشَّافِعِيُّ، أنبأ الثِّقَةُ قَالَ: الرَّبِيعُ أَحْسَبُهُ إِسْمَاعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَعْمَرٍ، ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذٍ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أنبأ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَإِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَا: أنبأ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَسْلَمَ غَيْلَانُ بْنُ سَلَمَةَ وَتَحْتَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَخْتَارَ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا وَيَتْرُكَ سَائِرَهُنَّ. لَفْظُ حَدِيثِ إِسْحَاقَ، وَفِي رِوَايَةِ الشَّافِعِيِّ، أَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ أَسْلَمَ، وَعِنْدَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمْسِكْ أَرْبَعًا وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ. (السنن الکبریٰ للبیهقی، باب من یسلم وعنده اکثر من أربع نسوة، رقم الحدیث: 14041، انیس)

(۲) عَنْ نَوْفَلِ بْنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ: أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي خَمْسُ نِسْوَةٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: فَارِقْ وَاحِدَةً وَأَمْسِكْ أَرْبَعًا، فَعَمَدْتُ إِلَى أَقْدَمِهِنَّ عِنْدِي عَاقِرٍ مُنْذُ سِتِّينَ سَنَةً فَفَارَقْتُهَا. (السنن الکبریٰ للبیهقی، باب من یسلم وعنده أکثر من أربع نسوة، رقم الحدیث: 14057، انیس)

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾(سورة الأحزاب:٣٦)

(ترجمہ: اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے، جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں کہ پھران کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم نہیں مانے گا، وہ صریح گمراہی میں پڑا۔)

نیز ارشاد خداوندی ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾(سورة النساء:٦٥)

(ترجمہ: پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے، جب تک کہ یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو، اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کراویں، پھر اس آپ کے تصفیہ سے تنگی نہ پاوے اور پورے طور سے تسلیم کرلیں۔)

مذکورہ دونوں آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو دل وجان سے تسلیم کرنا اور اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو اپنا مقتدی بنانا لازم اور ضروری ہے اور اس کی طرف سے دل میں ذرہ برابر تنگی اور تکدر نہ آنا چاہئے اور یہ ایمان کی علامت ہے، مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے روح المعانی میں تحریر فرمایا ہے:

﴿حَتَّى يُحَكِّمُوكَ﴾أی یجعلوک حکما أو حاکما، وقال شیخ الإسلام: یتحاکموا إلیک ویترافعوا، وإنما جیء بصیغة التحکیم مع أنه صلّی اللّٰه علیه وسلّم حاکم بأمر اللّٰه إیذانا بأن اللائق بهم أن یجعلوه علیه الصلاة والسلام حکما فیما بینهم ویرضوا بحکمه وإن قطع النظر عن کونه حاکما علی الإطلاق،﴿فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾أی فیما اختلف بینهم من الأمور واختلط، ومنه الشجر لتداخل أغصانه، وقیل: للمنازعة تشاجر لأن المتنازعین تختلف أقوالهم وتتعارض دعاویهم ویختلط بعضهم ببعض ﴿ثُمَّ لَا يَجِدُوا﴾عطف علی مقدر ینساق إلیه الکلام أی فتحکم بینهم ثم لا یجدوا ﴿فِي أَنْفُسِهِمْ﴾ وقلوبهم ﴿حَرَجاً﴾أی شکا، کما قاله مجاهد، أو ضیقا، کما قاله الجبائی،أو إثما، کما روی عن الضحاک، واختار بعض المحققین تفسیره بضیق الصدر لشائبة الکراهة والإباء لما أن بعض الکفرة کانوا یستیقنون الآیات بلا شک ولکن یجحدون ظلما وعتوا فلا یکونوا مؤمنین، وما روی عن الضحاک یمکن إرجاعه إلی أیّ الأمرین شئت ونفی وجدان الحرج أبلغ من نفی الحرج کما لا یخفی، وهو مفعول به لیجدوا والظرف قیل:حال منه أو متعلق بما عنده، وقوله تعالی:﴿مِمَّا قَضَيْتَ﴾متعلق بمحذوف وقع صفة لحرجا، وجوز أبو البقاء تعلقه به، وما یحتمل أن تکون موصولة ونکرة موصوفة ومصدریة

أی من الذی قضیته أی قضیت به أو من شیء قضیت أو من قضائک﴿وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيماً﴾أی ینقادوا لأمرک ویذعنوا له بظاهرهم وباطنهم کما یشعر به التأکید، ولعل حکم هذه الآیة باق إلی یوم القیامة ولیس مخصوصا بالذین کانوا فی عصر النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم فإن قضاء شریعته علیه الصلاة والسلام قضاؤه،فقد روی عن الصادق رضی اللّٰه تعالی عنه أنه قال:لو أن قوما عبدوا اللّٰه تعالیٰ وأقاموا الصلاة وآتوا الزکاة وصاموا رمضان وحجوا البیت ثم قالوا لشیء صنعه رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم ألا صنع خلاف ما صنع، أو وجدوا فی أنفسهم حرجا لکانوا مشرکین ثم تلا هذه الآیة.(روح المعانی،سورة النساء:٦٩/٣،دارالکتب العلمیة)

خلاصۃ التفاسیر میں ہے:

''احکام شرعیہ سے دل میں تکدر بے ایمانی کی نشانی ہے''۔(خلاصۃ التفاسیر،ص:۴۰۹،حصہ اول)

تشریح القرآن میں ہے:

''ہر مسلمان کو چاہیے کہ زندگی کی تمام معاملات اور دنیا وآخرت کی تمام باتوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے اور فیصلہ کو اپنے اوپر لازم کرے اور اس فیصلہ میں ہر طرح کے جانی و مالی نقصان کو خوشی خوشی قبول کرے اور دل میں بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو خوب جمائے رکھے، چاہے فیصلہ ہمارے خلاف ہی کیوں نہ ہو''۔(تشریح القرآن،سورہ نساء،آیت نمبر:۶۵،ازمولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب دام مجدہ)

احکام الٰہی سے اعراض اور اس کی مخالفت کرنا دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بہت ہی خطرناک ہے،ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾(سورة النور:٦٣)

(ترجمہ: سو جو لوگ اللہ کے حکم کی (جو بواسطہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا ہے) مخالفت کرتے ہیں،ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر دنیا میں کوئی آفت نہ آپڑے،یا ان پر دردناک عذاب نازل نہ ہوجائے۔)

''فوائد عثمانی''میں ہے:

یعنی اللہ ورسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان کے دلوں میں کفر ونفاق وغیرہ کا فتنہ ہمیشہ کے لیے جڑ نہ پکڑ جائے اور اس طرح دنیا کی کسی سخت آفت، یا آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہوجائیں۔(فوائد عثمانی)

مذکورہ آیتوں کا خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فیصلوں کو ماننا لازم اور ضروری ہے، دوسرا نکاح اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق جائز ہے، لہذا اسے دل سے قبول کرنا ضروری ہے اور اس کی طرف سے دل میں کھوٹ لانا اور اس کی مخالفت کرنا ایمان کے لیے خطرناک ہے اور دنیا میں بھی باعث فتنہ ہے،شرعی فیصلہ ٹھکرانے پر جو سخت وعیدیں ہیں،ان کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

اسلام نے تعدد ازواج کی اجازت دی ہے، اس میں بہت سی مصلحتیں بھی ہیں، مثلاً:

(۱) عام طور پر عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، متعدد نکاح جائز ہونے میں عورتوں کے نکاح کا مسئلہ حل ہونے میں بہت آسانی ہوسکتی ہے، خاص طور پر عورت بیوہ، یا مطلقہ ہو تو اس سے جلدی کوئی نکاح نہیں کرتا، تعدد نکاح کے جواز میں ان کے نکاح کا بآسانی انتظام ہوسکے گا اور ایسی عورتیں باعفت زندگی گزار سکیں گی اور ان عورتوں کے نان نفقہ اور گزر بسر کے مسائل بھی بآسانی حل ہوسکیں گے اور درحقیقت عورتوں (اور مردوں) کے لیے نکاح بہت ضروری ہے۔ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں حدیث نقل فرمائی ہے:

''مسکینة مسکینة امرأة لیس لهازوج، فیل یا رسول الله وان کانت غنیة من المال قال وإن کانت غنیة من المال''.(غنیة الطالبین: ۶۹/۱،فصل فی آداب النکاح)(۱)

(ترجمہ: مسکینہ ہے مسکینہ ہے، وہ عورت جس کا شوہر نہ ہوا، پوچھا گیا: یارسول اللہ! اگر وہ عورت مالدار ہو، تب بھی مسکینہ ہے؟ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تب بھی وہ مسکینہ ہے۔)

دوسری حدیث:

''لیس شیء خیر للامرأة من زوج أو قبر.(غنیةالطالبین، کتاب آداب النکاح: ۶۹/۱)

(یعنی: عورت کے لیے آغوش شوہر، یا گوشۂ قبر سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔)

(۲) بعض مرتبہ بیوی ہونے کے باوجود اولاد نہیں ہوتی، وہ بانجھ ہوتی ہے، یا ایسی کوئی بیماری ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اولاد ہونا بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے اور شوہر اولاد کا خواہش مند ہوتا ہے، تعدد ازواج کے جواز میں اس مسئلہ کا بھی حل نکل سکتا ہے۔

(۳) بعض مردوں میں قوت باہ زیادہ ہوتی ہے، ایک عورت سے اسے شکم سیری نہیں ہوتی، اگر اسے دوسرا نکاح کرنے کی اجازت نہ دی جائے تو وہ زنا کاری اور بے نکاحی داشتاؤں کے چکر میں پھنس کر حرام کاری میں مبتلا ہوسکتا ہے، زنا کاری کے انسداد کا بہترین علاج تعدد ازواج ہے۔

معارف القرآن میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''ایک مرد کے لیے متعدد بیبیاں رکھنا اسلام سے پہلے بھی تقریباً دنیا کے تمام مذاہب میں جائز سمجھا جاتا تھا۔ عرب، ہندوستان، ایران، مصر بابل وغیرہ ممالک کی ہر قوم میں کثرت ازواج کی رسم جاری تھی اور اس کی فطری ضرورتوں سے آج بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا، دور حاضر میں یورپ نے اپنے متقدمین کے خلاف تعدد ازواج کو ناجائز کرنے کی کوشش

---

(۱) عَنْ أَبِی نَجِیحٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مِسْکِینٌ مِسْکِینٌ مِسْکِینٌ، رَجُلٌ لَیْسَ لَهُ امْرَأَةٌ، وَإِنْ کَانَ کَثِیرُ الْمَالِ، مِسْکِینَةٌ مِسْکِینَةٌ مِسْکِینَةٌ، امْرَأَةٌ لَیْسَ لَهَا زَوْجٌ، وَإِنْ کَانَتْ کَثِیرَةَ الْمَالِ.(المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۶۵۸۹،انیس)

کی تو اس کا نتیجہ بے نکاحی داشتاؤں کی صورت میں برآمد ہوا، بالآخر فطری قانون غالب آیا اور اب وہاں کے اہل بصیرت حکما خود اس کو رواج دینے کے حق میں ہیں، مسٹر ڈیون پورٹ جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہے، تعدد ازواج کی حمایت میں انجیل کی بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

''ان آیتوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں؛ بلکہ خدا نے اس میں خاص برکت دی ہے''۔

اسی طرح پادری نکسن اور جان ملٹن اور ایرک ٹیلر نے پرزور الفاظ میں اس کی تائید کی ہے۔ اسی طرح ویدک تعلیم غیر محدود تعدد ازواج کو جائز رکھتی ہے اور اس سے دس دس، تیرہ تیرہ، ستائیس ستائیس بیویوں کو ایک وقت میں جمع رکھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

کرشن جو ہندوؤں میں واجب التعظیم اوتار مانے جاتے ہیں، ان کی سینکڑوں بیبیاں تھیں، جو مذہب اور قانون عفت وعصمت کو قائم رکھنا چاہتا ہو اور زناکاری کا انسداد ضروری جانتا ہو، اس کے لیے کوئی چارہ نہیں کہ تعدد ازواج کی اجازت نہ دے۔ اس میں زناکاری کا بھی انسداد ہے اور مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی جو کثرت بہت سے علاقوں میں پائی جاتی ہے، اس کا بھی علاج ہے۔ اگر اس کی اجازت نہ دی جائے تو داشتہ اور پیشہ ور کسی عورتوں کی افراط ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جن قوموں میں تعدد ازواج کی اجازت نہیں، ان میں زناکاری کی کثرت ہے۔ یورپین اقوام کو دیکھ لیجئے، ان کے یہاں تعدد ازواج پر تو پابندی ہے؛ مگر بطور دوستانہ جتنی بھی عورتوں سے مرد زنا کرتا ہے، اس کی پوری اجازت ہے، کیا تماشہ ہے کہ نکاح ممنوع اور زنا جائز۔

غرض اسلام سے پہلے کثرت ازدواج کی رسم بغیر کسی تحدید کے رائج تھی، ممالک اور مذاہب کی تاریخ سے جہاں تک معلوم ہوتا ہے، کسی مذہب اور کسی قانون نے اس پر حد نہ لگائی تھی، نہ یہود ونصاریٰ نے، نہ ہندوؤں اور آریوں نے اور نہ پارسیوں نے۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں بھی یہ رسم بغیر کسی تحدید کے جاری رہی؛ لیکن اس غیر محدود کثرت ازدواج کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگ اول اول تو حرص میں بہت سے نکاح کر لیتے تھے، مگر پھر ان کے حقوق ادا نہ کر سکتے تھے اور یہ عورتیں ان کے نکاح میں ایک قیدی کی حیثیت سے زندگی گزارتی تھیں، پھر جو عورتیں ایک شخص کے نکاح میں ہوتیں، ان میں عدل ومساوات کا کہیں نام ونشان نہ تھا، جس سے دل بستگی ہوئی اس کو نوازا گیا، جس سے رخ پھر گیا، اس کے کسی حق کی پرواہ نہیں۔ اسلام نے تعدد ازدواج پر ضروری پابندی لگائی اور عدل ومساوات کا قانون جاری کیا۔

قرآن نے عام معاشرہ کے اس ظلم عظیم کو روکا، تعدد ازواج پر پابندی لگائی اور چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام قرار دیا اور جو عورتیں ایک ہی وقت میں نکاح کے اندر ہیں، ان میں مساوات حقوق کا نہایت مؤکد حکم اور اس کے خلاف ورزی پر وعید شدید سنائی۔ الیٰ قولہ۔ چار بیویوں تک کی اجازت دے کر فرمایا: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ یعنی اگر تم کو اس کا خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی پر بس کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا اسی صورت میں جائز اور مناسب ہے، جب کہ شریعت کے مطابق سب بیویوں میں برابری کر سکے اور سب کے حقوق کا لحاظ رکھ سکے، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو ایک ہی بیوی رکھی جائے۔ الیٰ قولہ۔ حاصل یہ ہے کہ اگر چہ قرآن کریم نے چار عورتیں تک نکاح میں رکھنے کی اجازت دے دی اور اس حد کے اندر جو نکاح کئے جائیں گے، وہ صحیح اور جائز ہوں گے؛ لیکن متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں ان میں عدل ومساوات قائم رکھنا واجب ہے اور اس کے خلاف کرنا گناہ عظیم ہے؛ اس لیے جب ایک سے زیادہ نکاح کا ارادہ کرو تو پہلے اپنے حالات کا جائزہ لو کہ سب کے حقوق عدل ومساوات کے ساتھ پورا کرنے کی قدرت بھی ہے، یا نہیں؟ اگر یہ احتمال غالب ہو کہ عدل ومساوات قائم نہ رکھ سکو گے تو ایک سے زائد نکاح پر اقدام کرنا اپنے آپ کو ایک گناہ عظیم میں مبتلا کرنے پر اقدام ہے، اس سے باز رہنا چاہیے اور اس حالت میں صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ الی قولہ۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے نکاح میں دو عورتیں ہوں اور وہ ان کے حقوق میں برابری اور انصاف نہ کر سکے تو وہ قیامت میں اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔ (مشکوۃ،ص:۲۷۸)

البتہ یہ مساوات ان امور میں ضروری ہے، جو انسان کے اختیار میں ہیں، مثلاً نفقہ میں برابری، شب باشی میں برابری، رہا وہ امر جو انسانی کے اختیار میں نہیں، مثلاً: قلب کا میلان کسی کی طرف زیادہ ہو جائے تو اس غیر اختیاری معاملہ میں اس پر کوئی مواخذہ نہیں، بشرط یہ کہ اس میلان کا اثر اختیاری معاملات پر نہ پڑے، الخ۔ (معارف القرآن:۲/۲۸۶، ۲۸۷، ۲۹۴)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ پر بہت عمدہ مضمون تحریر فرمایا ہے، وہ مضمون بھی پیش کیا جاتا ہے، سیرت مصطفیٰ میں ہے:

تعدد ازدواج:

تاریخ عالم کے مسلمات میں سے ہے کہ اسلام سے پہلے تمام دنیا میں یہ رواج تھا کہ ایک شخص کئی کئی عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھتا تھا اور یہ دستور تمام دنیا میں رائج تھا، حتی کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اس دستور سے مستثنیٰ نہ تھے، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو بیویاں تھیں، حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی متعدد بیویاں تھیں، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی کئی بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیسیوں بیویاں تھیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے سو بیویاں تھیں اور توریت وانجیل اور دیگر صحف انبیاء میں حضرات انبیاء کی متعدد ازواج کا ذکر ہے اور کہیں بھی تعدد ازواج کی ممانعت کا ادنیٰ اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام صرف یہ دو نبی ایسے گزرے ہیں کہ جنہوں نے بالکل شادی نہیں فرمائی۔ سو اگر ان کے فعل کو استدلال میں پیش کیا جائے تو ایک شادی بھی ممنوع ہو جائے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رفع الی السماء سے پہلے

اگر چہ شادی نہیں کی؛ مگر نزول کے بعد شادی فرمائیں گے اور اولاد بھی ہوگی، جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ غرض یہ کہ علماء یہود اور علماء نصاریٰ کو مذہبی لحاظ سے تعدد ازدواج پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ اسلام آیا اور اس نے تعدد ازدواج کو جائز قرار دیا؛ مگر اس کی حد مقرر کر دی کہ چار سے تجاوز نہ کیا جائے؛ اس لیے کہ نکاح سے مقصود عفت اور تحصین فرج ہے یعنی پاک دامنی اور شرم گاہ کی زنا سے حفاظت مقصود ہے، چار عورتوں میں جب ہر تین شب کے بعد عورت کی طرف رجوع کرے گا تو اس کے حقوق زوجیت پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

شریعت اسلامیہ نے غایت درجہ اعتدال اور توسط کو ملحوظ رکھا، نہ تو جاہلیت کی طرح غیر محدود کثرت کی اجازت دی کہ جس سے شہوت رانی کا دروازہ کھول جائے اور نہ اتنی تنگی کی کہ ایک سے زائد کی اجازت ہی نہ دی جائے؛ بلکہ بین بین حالت کو برقرار رکھا کہ چار تک اجازت دی؛ تاکہ:

(۱) نکاح کی غرض وغایت یعنی عفت اور حفاظت نظر اور تحصین فرج اور تناسل اور اولاد بسہولت حاصل ہو سکے اور زنا سے بالکلیہ محفوظ ہو جائے؛ اس لیے کہ قدرت نے بعض لوگوں کو ایسا قوی اور تندرست اور فارغ البال اور خوش حال بنایا ہے کہ ان کے لیے ایک عورت کافی نہیں ہو سکتی اور بوجہ قوت اور توانائی اور پھر خوش حالی اور تونگری کی وجہ سے چار بیویوں کے بلا تکلف حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کو دوسرے نکاح سے روکنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان سے تقویٰ اور پرہیز گاری اور پاک دامنی تو رخصت ہو جائے گی اور بدکاری میں مبتلا ہو جائیں گے۔

بلکہ اگر ایسے قوی اور توانا جن کے پاس لاکھوں اور کروڑوں کی دولت موجود ہے اور اگر وہ اپنے خاندان کے چار غریب عورتوں سے اس لیے نکاح کریں کہ ان کی تنگدستی مبدل بفراخی ہو جائے اور وہ غربت کے گھرانہ سے نکل کر ایک راحت اور دولت کے گھرانے میں داخل ہوں اور حق تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر کریں تو امید ہے کہ ایسا نکاح اسلامی نقطۂ نظر سے بلاشبہ عبادت اور عین عبادت ہوگا اور قومی نقطہ نظر سے اعلیٰ ترین قومی ہمدردی کا ثبوت ہوگا، جس دولت منداور زمیندار اور سرمایہ دار کے خزانے سے ہر مہینہ دس ہزار مزدور اور دس ہزار خاندان پرورش پاتے ہوں تو اگر دولت مند کے خاندان کی چار عورتیں بھی اس کی حرم سرائے میں داخل ہو جائیں اور عیش وعشرت اور عزت وراحت کے ساتھ ان کی عزت اور ناموس بھی محفوظ ہو جائے تو عقلاً وشرعاً امیں کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔

بلکہ اگر کوئی بادشاہ، یا صدر مملکت، یا وزیر سلطنت، یا کوئی صاحب ثروت ودولت بیمار پڑ جائے اور پھر بذریعہ اخبار کے یہ اعلان کرائے کہ میں چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور ہر عورت کو ایک لاکھ روپیہ مہر دوں گا اور ایک ایک بنگلہ کا ہر ایک کو مالک بنادوں گا، جو عورت مجھ سے نکاح کرنا چاہے تو وہ میرے پاس درخواست بھیج دے۔

تو سب سے پہلے انہیں بیگمات کی درخواستیں پہنچیں گی، جو تعداد ازواج کے مسئلہ پر شور برپا کر رہی ہیں، یہی مغرب زدہ بیگمات اور ہم رنگ میمات سب سے پہلے اپنے آپ کو اور اپنی بیٹیوں کو اور بھتیجوں اور بھانجیوں کو لے کر امراء اور

وزراء کی بنگلوں پر خود حاضر ہو جائیں گی اور عجب نہیں کہ ان بیگمات کا اتنا ہجوم ہو جائے کہ امیر و وزیر کو انتظام کے لیے پولیس بلانا پڑ جائے اور اگر کوئی امیر اور وزیر ان بیگمات کے قبول کرنے میں تامل کرے تو یہی بیگمات دلآویز طریقے سے ان امیروں اور وزیروں کو تعداد ازواج کے فوائد اور منافع سمجھائیں گی۔

(۲) نیز عورت ہر وقت اس قابل نہیں رہتی کہ خاوند سے ہم بستر ہو سکے؛ کیوں کہ اول تو لازمی طور پر ہر مہینہ میں عورت پر پانچ چھ دن ایسے آتے ہیں؛ یعنی ایام ماہواری جس میں مرد کو پرہیز کرنا لازمی ہوتا ہے۔ دوسرے ایام حمل میں عورت کو مرد کی صحبت سے اس لیے پرہیز ضروری ہوتا ہے کہ جنین کی صحت پر کوئی برا اثر نہ پڑے، تیسرے یہ کہ بسا اوقات ایک عورت امراض کی وجہ سے پاگل اور توالد و تناسل کی تکلیف میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتی کہ مرد اس سے منتفع ہو سکے تو ایسی صورت میں مرد کے زنا سے محفوظ رہنے کی عقلاً اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ اس کو دوسرے نکاح کی اجازت دی جائے، ورنہ مرد اپنی خواہش پورا کرنے کے لیے ناجائز ذرائع استعمال کریں گے۔

حکایت:

ایک بزرگ کی بیوی نابینا ہوگئی تو انہوں نے دوسرا نکاح کیا؛ تا کہ یہ دوسری بیوی پہلی نابینا بیوی کی خدمت کر سکے۔ اہل عقل فتویٰ دیں کہ اگر کسی کی پہلی بیوی معذور ہو جائے اور وہ دوسرا نکاح اس لیے کرے؛ تا کہ دوسری بیوی آ کر پہلی بیوی کی خدمت کر سکے اور اس کے بچوں کی تربیت کر سکے تو کیا یہ دوسرا نکاح عین مروت اور عین انسانیت نہ ہوگا؟

(۳) نیز بسا اوقات عورت امراض کی وجہ سے، یا عقیم (بانجھ) ہونے کی وجہ سے توالد و تناسل کے قابل نہیں رہتی اور مرد کو بقاء نسل کی طرف فطری رغبت ہے۔ ایسی صورت میں عورت کو بے وجہ طلاق دے کر علاحدہ کر دینا، یا اس پر کوئی الزام لگا کر اس کو طلاق دے دینا (جیسا کہ دن رات یورپ میں ہوتا رہتا ہے) بہتر ہے، یا یہ صورت بہتر ہے کہ اس کی زوجیت اور حقوق زوجیت کو باقی اور محفوظ رکھ کر شوہر کو دوسرے نکاح کی اجازت دے دی جائے، بتلاؤ کون سی صورت بہتر ہے۔ اگر کسی قوم کو اپنی تعداد بڑھانی منظور ہو تو اس کی سب سے بہتر تدبیر یہی ہو سکتی ہے کہ ایک ایک مرد کئی شادیاں کرے؛ تا کہ بہت سی اولاد ہو سکے، زمانۂ جاہلیت میں فقر اور افلاس کے ڈر سے صرف لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اور موجودہ تہذیب و تمدن کے دور میں ضبط تولید کی دوائیں ایجاد ہوگئیں، جس سے موجودہ تہذیب قدیم جاہلیت پر سبقت لے گئی، اپنی ذہانت سے نسل کشی اور زنا اور بدکاری کے پردہ پوشی کے عجیب و غریب طریقے جاری کر دے، جو اب تک کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ گزرے تھے۔

(۴) نیز تجربہ اور مشاہدہ سے اور مردم شماری کے نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعداد قدرتاً اور عادۃً ہمیشہ مردوں سے زیادہ رہتی ہے، جو کہ قدرتی طور پر تعداد ازدواج کی ایک بین دلیل ہے۔ مرد بہ نسبت عورتوں کے پیدا کم

ہوتے ہیں اور مرتے زیادہ ہیں، لاکھوں مرد لڑائیوں میں مارے جاتے ہیں اور ہزاروں مرد جہازوں میں ڈوب کر مرجاتے ہیں اور ہزاروں مرد کانوں میں دب کر اور تعمیرات میں بلندیوں سے گر کر مرجاتے ہیں اور عورتیں پیدا زیادہ ہوتی ہیں اور مرتی کم ہیں، پس اگر ایک مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ دی جائے تو یہ فاضل عورتیں بالکل معطل اور بیکار رہیں، کون ان کی معاش کا کفیل اور ذمہ دار بنے اور کس طرح یہ عورتیں اپنی فطری خواہش کو دبائیں اور اپنے کو زنا سے محفوظ رکھیں، بس تعداد ازدواج کا حکم بے کس عورتوں کا سہارا ہے اور ان کی عصمت اور ناموس کی حفاظت کا واحد ذریعہ ہے اور ان کی جان اور آبرو کا نگہبان اور پاسبان ہے۔عورتوں پر اسلام کے اس احسان کا شکر واجب ہے کہ تم کو تکلیف سے بچایا اور راحت پہنچائی اور ٹھکانہ دیا اور لوگوں کی تہمت اور بدگمانی سے تم کو محفوظ کر دیا۔دنیا میں جب کبھی عظیم الشان لڑائیاں پیش آتی ہیں تو مرد ہی زیادہ مارے جاتے ہیں اور قوم میں جب کبھی عظیم الشان لڑائیاں پیش آتی ہیں تو مرد ہی زیادہ مارے جاتے ہیں اور قوم میں بے کس عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہیں تو اس وقت ہمدردان قوم کی نگاہیں اس اسلامی اصول کی طرف اٹھ جاتی ہیں، ابھی پچیس سال قبل کی بات ہے کہ جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور دوسری یورپی ممالک جن کے مذہب میں تعداد ازدواج جائز نہیں، عورتوں کی اس بے کسی کو دیکھ کر اندر ہی اندر تعداد ازدواج کا فتویٰ تیار کر رہے تھے؛ مگر زبان سے دم بخود تھے، جو لوگ تعداد ازدواج کو برا سمجھتے ہیں، ہم ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب ملک میں عورتیں لاکھوں کی تعداد میں مردوں سے زیادہ ہوں تو ان کی فطری اور طبعی جذبات اور ان کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لیے آپ کے پاس کیا حل ہے اور آپ نے ان بے کس اور بے سہارا عورتوں کی مصیبت دور کرنے کے لیے کیا قانون بنایا ہے۔

حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب قدس سرہ المصالح العقلیہ (۱/۱۷۳) میں تحریر فرماتے ہیں:

”گزشتہ مردم شماری میں بعض محاسبین نے صرف بنگال کے مردوں اور عورتوں کی تعداد پر نظر کی تھی تو معلوم ہوا تھا کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے، جو کہ قدرتی طور پر تعداد ازدواج پر ایک بین دلیل ہے، جس کو شک ہو، وہ علاحدہ علاحدہ مردوں اور عورتوں کی تعداد کو سرکاری کاغذات مردم شماری ہند میں ملاحظہ کرلے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ثابت ہوگی۔اس کے ساتھ ہی ہم اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں کہ یورپ جس کو سب ممالک سے زیادہ تر تعداد ازدواج کی ضرورت ہے، منزہ اور مبرا سمجھا جاتا ہے، عورتوں کی تعداد مردوں سے کس قدر زیادہ ہے، چناں چہ برطانیہ کلاں میں بوئرون کی جنگ سے پہلے بارہ لاکھ انہتر ہزار تین سو پچاس (۱۲۶۹۳۵۰) عورتیں ایسی تھیں کہ جن کے لیے ایک بیوی والے قاعدہ سے کوئی مرد مہیا نہیں ہوسکتا، فرانس میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں عورتوں کی تعداد مردوں سے چار لاکھ تینتیس ہزار سات سو نو زیادہ تھی، جرمنی میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں ہر ہزار مرد کے لیے ایک ہزار بتیس عورتیں موجود تھیں، گویا کل آبادی میں آٹھ لاکھ ستاسی ہزار چھ سو اڑتالیس عورتیں ایسی تھیں، جن سے شادی کرنے والا کوئی مرد نہ تھا۔

سوئیڈن میں ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ایک لاکھ بائیس ہزار آٹھ سوستر عورتیں اور ہسپانیہ میں ۱۸۹۰ء کی مردم شماری میں چار لاکھ ستاون ہزار دوسو باسٹھ عورتیں تھیں اور آسٹریا میں ۱۸۹۰ء میں چھ لاکھ چوالیس ہزار سات سو چھیانوے عورتیں مردوں سے زائد تھیں۔

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ اس بات پر فخر کر لینا تو آسان ہے کہ ہم تعدد ازدواج کو برا سمجھتے ہیں؛ مگر یہ بتایا جائے کہ ان کم از کم چالیس لاکھ عورتوں کے لیے کون سا قانون تجویز کیا جائے؛ کیوں کہ ایک بیوی کے قاعدہ کی رو سے یورپ میں تو ان کے لیے خاوند نہیں مل سکتے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ جو قوانین انسانی ضروریات کے لیے بنائے جاتے ہیں، وہ انسانی ضروریات کے مطابق بھی ہونے چاہئیں، یا نہیں؟ وہ قانون جو تعدد ازدواج کی ممانعت کرتا ہے، وہ ان چالیس لاکھ عوتوں کو یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف چلیں اور ان کے دلوں میں مردوں کی کبھی خواہش پیدا نہ ہو؛ لیکن یہ امر تو ناممکن ہے، جیسا کہ خود تجربہ اس کی شہادت دے رہا ہے، پس نتیجہ یہ ہوگا کہ جائز طریق سے رو کے جانے کے باعث وہ ناجائز طریق اختیار کریں گی اور اس طرح انہیں زنا کی کثرت ہوگی اور یہ تعدد ازدواج کی مخالفت کا نتیجہ ہے اور یہ امر کہ اس سے زنا زیادہ پھیلے گا، خیال ہی نہیں؛ بلکہ امر واقع ہے جیسا کہ ہزار ہا ولد الحرام بچوں کی تعداد سے ثابت ہو رہا ہے، جو ہر سال پیدا ہوتے ہیں۔ (حضرت تھانوی کا کلام ختم ہوا)

افسوس اور صد ہزار افسوس کہ اہل مغرب اسلام کے اس جائز اور سراپا مصلحت آمیز تعدد ازدواج پر تو عیش پسندی کا الزام لگائیں اور غیر محدود ناجائز تعلقات اور بلا نکاح کی لا تعداد آشنائی کو تہذیب اور تمدن سمجھیں۔ زنا جو کہ تمام انبیا و مرسلین کی شریعتوں میں حرام اور تمام حکما کی حکمتوں میں قبیح اور شرمناک فعل رہا،(۱) مغرب کے مدعیان تہذیب کو اس کا قبح نظر نہیں آتا اور تعدد ازدواج کہ جو تمام انبیاء و مرسلین اور تمام حکما اور عقلا کے نزدیک جائز اور مستحسن رہا، وہ ان کو قبیح نظر آتا ہے۔ ان مہذب قوموں کے نزدیک تعدد ازواج تو جرم ہے اور زنا اور بدکاری اور غیر عورتوں سے آشنائی جرم نہیں۔ ان مہذب قوموں میں تعدد ازدواج کی ممانعت کا تو قانون موجود ہے؛ مگر زنا کی ممانعت کا کوئی قانون نہیں۔

(۵) تعدد ازدواج کے جواز اور استحسان کا اصل سبب یہ ہے کہ تعدد ازدواج عفت اور پاک دامنی اور تقویٰ اور پرہیزگاری جیسی عظیم نعمت اور صفت کی حفاظت کا ذریعہ ہے، جو لوگ تعدد ازدواج کے مخالف ہیں، وہ اندرونی خواہشوں اور بیرونی افعال کا مطالعہ کریں، جو قومیں زبان سے پاک تعدد ازدواج کے منکر ہیں، وہ عملی طور پر ناپاک تعدد ازدواج؛ یعنی زنا اور بدکاری میں مبتلا اور گرفتار ہیں، ان کی خواہشوں کی وسعت اور دست درازی نے یہ ثابت کر دیا کہ فطرت میں تعدد اور تنوع کی آرزو موجود ہے، ورنہ ایک عورت پر قناعت کرتے۔ پس خداوند علیم وحکیم نے اپنے قانون میں انسانوں کی وسیع خواہشوں اور اندرونی میلانوں کی رعایت فرما کر ایسا قانون تجویز فرمایا کہ جو مختلف جذبات والی طبائع کو بھی عفت اور تقویٰ اور طہارت کے دائرہ میں محدود رکھ سکے۔

---

(۱) "الزنا حرام فی جمیع الأدیان والملل". (الدر المحتار، کتاب الحدود: ٤/٦، ط: سعید، انیس)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح فرمائے، کچھ بد دین اس پر بھی اعتراض کرتے ہیں، اس کا جواب بھی مذکورہ مضمون میں دیا ہے، وہ بھی موقع کی مناسبت سے پیش کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو ورطۂ ہلاکت اور گرداب مصیبت سے نکالیں، اس کے لیے حق جل شانہٗ نے ایک مکمل قانون اور دستور العمل؛ یعنی قرآن نازل فرمایا کہ جس کے بعد قیامت تک کسی قانون کی ضرورت نہ رہے اور دوسری آپ کی زندگی کو لوگوں کے لیے اسوہ اور نمونہ بنایا کہ اس کو دیکھ کر عمل کریں؛ اس لیے کہ محض قانون لوگوں کی اصلاح کے لیے کافی نہیں، جب تک کوئی عملی نمونہ سامنے نہ ہو کہ جو لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکے اور دنیا یہ دیکھ لے کہ اللہ کا نبی جس چیز کی دعوت دے رہا ہے، اس کے قول اور فعل میں ذرہ برابر اختلاف نہیں، **کما قال تعالیٰ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾**

انسانی زندگی کے دو پہلو:

ہر انسانی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں: ایک بیرونی اور ایک اندرونی، کسی کی عملی حالت کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ دونوں رخوں کے حالات بے نقاب کئے جائیں۔ بیرونی زندگی اس حالت کا نام ہے، جو انسان عام لوگوں کے سامنے بسر کرتا ہے۔ اس حصہ کے متعلق انسان کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لیے کثرت شواہد دستیاب ہو سکتے ہیں۔

اور اندرونی زندگی سے خانگی زندگی مراد ہے، جس سے انسان کی اخلاقی حالت کا صحیح پتہ چل سکتا ہے، ہر فرد اپنے گھر کی چہار دیواری میں آزاد ہوتا ہے اور اپنی بیوی اور اہل خانہ سے بے تکلف ہوتا ہے، انسان کی اخلاقی اور عملی کمزوریاں اہل خانہ سے پوشیدہ نہیں ہوتیں، پس ایسی صورت میں انسان کی صحیح زندگی کا اندازہ کرنے کے لیے سب سے بہتر کسوٹی یہی ہے کہ اس کے خانگی حالات دنیا کے سامنے آجائیں۔

اسی طرح آنحضرتاکی حیات طیبہ کے دو پہلو تھے، ایک بیرونی زندگی اور ایک خانگی زندگی، بیرونی زندگی کے حالات کو بتمام وکمال صحابہ کرام کی جماعت نے دنیا کو پہنچائے، جس کی نظیر کسی ملت اور مذہب میں نہیں، کسی امت نے اپنے نبی کی زندگی کے حالات اس تفصیل وتحقیق اور تدقیق کے ساتھ تو کیا، اس کا عشر عشیر بھی دنیا کے سامنے نہیں پیش کیا۔

اور خانگی اور اندرونی زندگی کے حالات کو امہات المؤمنین؛ یعنی ازواج مطہرات کی جماعت نے دنیا کے سامنے پیش کیا، جس سے اندرون خانہ آپ کی عبادت اور تہجد اور شب بیداری اور فقیری اور درویشی اور اخلاقی اور عملی زندگی کے تمام اندرونی اور خانگی حالات دنیا کے سامنے آگئے، جس سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا ترسی اور راست بازی اور پاک دامنی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ رات کی تاریکیوں میں جب کہ سوائے عالم الغیب کے کوئی دیکھنے والا نہ تھا، کس طرح آپ اللہ کی عبادت میں ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رہتے تھے، جس کے لیے سورۂ مزمل شاہد عدل ہے۔

اس لیے حضور پر نور نے سوائے خدیجۃ الکبریٰ کے دس عورتوں سے نکاح فرمایا؛ تاکہ عورتوں کی ایک کثیر جماعت

آپ کی خانگی زندگی دنیا کے سامنے پیش کر سکے؛ اس لیے کہ بیوی جس قدر شوہر کے رازوں سے واقف ہوسکتی ہے، کوئی دوسرا شخص ہرگز ہرگز واقف نہیں ہوسکتا؛ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح فرمائے؛ تا کہ آپ کی خانگی زندگی کے تمام حالات نہایت وثوق کے ساتھ دنیا کے سامنے آجائیں اور ایک کثیر جماعت کی روایت کے بعد کسی قسم کا شک اور شبہ باقی نہ رہے اور شریعت کے وہ احکام ومسائل جو خاص عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں سے بیان کرنے میں حیا اور حجاب مانع ہوتا ہے، ایسے احکام شرعیہ کی تبلیغ ازواج مطہرات کے ذریعہ سے ہوجائے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا متعدد عورتوں سے نکاح کرنا معاذ اللہ حظ نفس کے لیے نہ تھا؛ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ایک شادی کے تمام شادیاں بیواؤں سے کی ہیں، جو نہ اپنے حسن وجمال کی خاطر مشہور تھیں اور نہ مال ودولت کے اعتبار سے؛ بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا اور نہ آپ کے یہاں کوئی عیش وعشرت کا سامان تھا؛ بلکہ فقط مقصود یہ تھا کہ عورتوں کے متعلق جو شریعت کے احکام ہیں، ان کی تبلیغ عورتوں ہی کے ذریعہ ہوسکتی ہے اور ازواج مطہرات کے حجرے درحقیقت امت کے امہات اور معلمات کے حجرے تھے۔

جس ذات بابرکات کے گھر میں دو دو مہینہ توانہ چڑھتا ہو اور پانی اور کھجور پر اس کا اور اس کی بیویوں کا گزارہ ہو اور جس کا دن مسجد میں اور رات مصلی پر کھڑے ہوئے اس طرح گزرتی ہو کہ اللہ کے سامنے کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجائے، وہاں عیش وعشرت کا تصور ہی محال ہے۔ (سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۳۵۰-۳۶۳، جلد سوم مطبوعہ: ادارہ علم وحکمت دیوبند) فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۸۱/۸-۱۸۳)

بیوی کو طلاق دے کر کسی مصلحت سے اس کی بہن سے نکاح:

سوال: میری بیوی قریب سال ۱۴۱۲ھ سے ٹی بی کی مریض ہے، اس سے کوئی کام نہیں ہوتا اور اس کے دولڑ کے بھی ہیں اور بچوں کی کوئی محبت نہیں ہے؛ اس لیے میری بیوی یہ چاہتی ہے کہ مجھے آزاد کر کے میری چھوٹی بہن بیوہ سے عقدِ نکاح کرلیں، اس سے کام کی پریشانیاں دور ہوجائیں گی۔ یہ نکاح جائز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر بیوی کی خود خواہش ہے اور اس کی تیمارداری، نیز بچوں کو پرورش کی ضرورت ہے کہ مریضہ بیوی کو طلاق دے کر بعد عدت اس کی بیوہ بہن سے نکاح کرلیں تو شرعاً اجازت ہے، (۱) پہلی بیوی سے پھر پردہ لازم ہوجائے گا۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۱/۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۷/۱۰-۵۳۸)

---

(۱) قال العلامة المرغباني رحمه الله تعالیٰ: "وإذا طلق امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا، لم يجز له أن يتزوج بأختها حتى تنقضي عدتها". (الهداية، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳۰۹/۲-۳۱۰، شركة علميه ملتان)

(۲) چوں کہ بعد از عدت وہ اجنبیہ بن گئی، لہٰذا جس طرح عام اجنبی عورتوں سے پردہ ضروری ہے، اسی طرح سابقہ بیوی سے بھی پردہ ضروری ہے۔ ==

بیوی کی عدت گزرنے سے پہلے سالی سے نکاح جائز نہیں:

سوال (۱) زید نے اپنی عورت کو بلا قصور طلاق دی، اس کو حمل تھا اور بچہ پیدا نہ ہوا تھا کہ زید نے بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا، زید نے بغیر قصور پہلی بیوی کو طلاق دی۔ ہوئی، یا نہیں؟

(۲) چھوٹی بہن سے نکاح کیا۔ وہ جائز ہے، یا نہیں؟

مطلقہ بیوی کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا حکم ہے:

(۳) یہ کہ پہلی عورت سے زید خوش ہے اور زید کی یہ مرضی ہے کہ عورت کو حلال کرنا چاہتا ہوں، جو نکاح اس کی چھوٹی بہن سے کیا ہے، وہ نہیں چاہتا۔

(المستفتی: ۲۱۸۸: رمضانی شاہ فقیر، جے پور، ۱۴ر ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۷ر جنوری ۱۹۳۸ء)

الجواب

بہن کی عدت پوری ہونے سے پہلے دوسری بہن سے جو نکاح کیا، وہ ناجائز ہوا۔ (۱) طلاق بے قصور دی تو برا کیا؛ مگر طلاق ہوگئی۔ (۲) اب اگر مطلقہ سے شوہر خوش ہے اور اس کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کا یہ حکم ہے کہ اگر طلاق مغلظہ نہیں دی تھی تو اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے، (۳) بشرطیکہ دوسری بہن کو علاحدہ کردے اور اس سے قطع تعلق کرلے۔ (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۶۷/۵-۲۶۸)

دوسری شادی کرنے کی وجہ سے پہلی بیوی نکاح فسخ کرانے کا حق نہیں رکھتی:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۶ر فروری ۱۹۳۶ء)

سوال: ایک شخص نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح ایک لڑکے سے کردیا۔ وہ لڑکا اب اپنے ماں باپ کی خوشی سے ایک

== قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلک أزكى لهم إن اللّٰه خبير بما يصنعون وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن إلا ماظهر منها﴾(سورة النور: ۳۱)

(۱) ولا يجوز أن يتزوج أخت معتدة سواء كانت العدة عن طلاق رجعي أو بائن أو ثلاث.(الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح،الباب الثالث: ۲۷۹/۱، ماجدية)

(۲) ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل.(الدر المختار، كتاب الطلاق: ۲۳۵/۳، سعيد)

(۳) إذا كان الطلاق بائناً دون الثالث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها.(الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة: ۴۷۲/۱، ماجدية)

(۴) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾(سورة النساء: ۲۳)

اور شادی کرنا چاہتا ہے اور اپنی پہلی بی بی کو بھی رکھنا چاہتا ہے۔لڑکی کا باپ کہتا ہے اگر تم اپنی دوسری شادی کروگے تو ہماری لڑکی بالغہ ہونے پر تمہارے نکاح سے انکار کر کے اپنی دوسری شادی کرے گی؟

الجواب

لڑکی کو بالغہ ہونے پر محض اس وجہ سے کہ خاوند نے دوسری شادی کرلی ہے، نکاح فسخ کرانے کا حق نہیں ہوگا،(۱) جب کہ خاوند اس کو بھی روکنے اور اس کے حقوق ادا کرنے پر تیار ہو۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی:۱۰۰/۵)

دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں:

سوال: ایک شخص نے شادی کی اور کسی وجہ سے بیوی کو چھوڑ دیا اور طلاق بھی نہیں دیا، پھر دوسری شادی کرلی تو بلا طلاق کے مرد کو دوسری شادی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرد کو دوسری شادی کرنے کے لیے پہلی بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں؛ بلکہ بیک وقت چار تک کی اجازت ہے،

(۱) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾(سورة النساء:۳)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَلِتَنْكِحَ، فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا.(أبوداؤد، كتاب الطلاق: ۳۱۳/۱، امدادية)(رقم الحديث:۲۱۷۶،انيس)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تَسْأَلُ طَلَاقَ أُخْتِهَا، لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا، فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا.(صحيح البخاری،باب الشروط التي لا تحل في النكاح،رقم الحديث:۵۱۵۲،انيس)

(أختها) أى ضرتها لأنها أختها فى الدين ومعناه نهى المرأة أن تسأل الرجل طلاق زوجته لينكحها ويصير لها من نفقته ما كان للمطلقة فعبر عن ذلك باستفراغ الصحفة مجازا.(الكواكب الدرارى فى شرح صحيح البخارى،بَاب الشُّرُوطِ الَّتِي لَا تَحِلُّ فِي النِّكَاحِ:۱۱۲/۱۹،دار إحياء التراث العربى، بيروت،انيس)

وَفِي حَدِيث الْبَاب: لَا يحل لامْرَأَة تسْأَل طَلَاق أُخْتهَا، وَقَالَ النَّوَوِيّ: معنى هَذَا الحَدِيث نهي الْمَرْأَة الْأَجْنَبِيَّة أَن تسْأَل رجلا طَلَاق زَوجته ليُطَلِّقهَا ويتزوج بهَا .قَوْله: (أُخْتهَا) قَالَ النَّوَوِيّ: الْمُرَاد بأختها غَيرهَا سَوَاء كَانَت أُخْتهَا من النّسَب أَو الرَّضَاع أَو الدّين، وَيلْحق بذلك الْكَافِرَة فِي الحكم وَإِن لم تكن أُخْتا فِي الدّين إِمَّا لِأَن المُرَاد الْغَالِب أَو أَنَّهَا أُخْتهَا فِي الْجِنْس الْآدَمِيّ،وَقَالَ أَبُو عمر: الْأُخْت هُنَا الضرة، فَقَالَ: الْفِقْه فِيهِ أَنه لَا يَنْبَغِي أَن تسْأَل الْمَرْأَة زَوجهَا أَن يُطلق ضَرَّتهَا لتنفرد،قيل: هَذَا يُمكن فِي الرِّوَايَة الَّتِي وَقعت: لَا تسْأَل الْمَرْأَة طَلَاق أُخْتهَا، وَأما الرِّوَايَة الَّتِي فِيهَا لفظ الشَّرْط فظاهرها أَنَّهَا فِي الْأَجْنَبِيَّة، وَالْمرَاد بالأخت هُنَا الْأُخْت فِي الدّين، يُوضح هَذَا مَا رَوَاهُ ابْن حبَان من طَرِيق أبي كثير عَن أبي هُرَيْرَة بِلَفْظ: (لَا تسْأَل الْمَرْأَة طَلَاق أُخْتهَا لتستفرغ صحفتها فَإِن الْمسلمَة أُخْت الْمسلمَة.(عمدة القارى شرح صحيح البخارى،باب الشروط التى لا تحل فى النكاح: ۱۴۲/۲۰،دار إحياء التراث العربى بيروت،انيس)

البتہ پہلی بیوی کے حقوق ادا نہ کرنا اور اس کو ویسے ہی بلا طلاق ڈالے رکھنا گناہ اور ظلم ہے۔(۱) اس کا معاملہ صاف کیا جائے، یا اس کو شریفانہ طریقہ پر آباد کیا جائے، یا طلاق دے کر آزاد کیا جائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۱۳۹۵ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/ ۵۳۸-۵۳۹)

دوسری شادی کرنے پر اعزا کا طلاق دینے پر مجبور کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں ایک تعلیم یافتہ شخص ہوں، اللہ کے فضل سے معاشی استحکام بھی نصیب ہے، حال ہی میں میں نے سنت پر عمل کرنے کے لیے دوسرا نکاح کیا ہے؛ تاکہ غلط راہوں پر میرے قدم نہ پڑیں۔ میں پہلی بیوی کے حقوق بھی پورے طور پر ادا کر رہا ہوں اور اس میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں کی؛ لیکن اس کے باوجود بعض اعزا واقربا مجھ کو دوسری بیوی کو طلاق دینے پر زور زبردستی کر رہے ہیں تو کیا دوسری شادی کرنا شرعاً کوئی جرم ہے؟ اور کیا بلا عذر شرعی کسی لڑکی کو طلاق دی جا سکتی ہے؛ حالاں کہ اس غریب کا میں ہی تنہا سہارا ہوں؟

(المستفتی: حامد حسین، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر آپ دونوں کے حقوق برابری کے ساتھ ادا کر رہے ہیں، رات گزارنے میں، کھانے کپڑے میں، رہائش میں، ہر شے میں برابری کا معاملہ کر رہے ہیں تو آپ شرعی طور پر کسی قسم کے موردالزام نہیں، نہ کسی کو طعن وتشنیع کا حق ہے اور نہ ہی آپ کی دونوں بیویوں کے معاملہ میں کسی کو دخل دینے کا حق ہے اور دوسری بیوی کو طلاق دینے پر زور دینے والے سب گنہگار ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے دو بیوی رکھنے کی اجازت دی ہے۔

﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنَى وَثُلاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ (سورة النساء: ۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۹/ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ (الف فتویٰ نمبر: ۷۸۶۶/۳۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۹/۱۲/۱۴۲۳ھ۔(فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/ ۳۷۷)

---

(۱) ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ الآية (سورة النساء: ۱۲۹)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

پہلی بیوی کی طلاق کا مقدمہ عدالت میں ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: پہلی بیوی کی طلاق کا مقدمہ عدالت میں چل رہا ہے تو ایسی صورت میں وہ لڑکا دوسری شادی کر سکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ماسٹر نسیم پاکبڑہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شریعت محمدی میں ایک مرد بیک وقت چار بیویوں کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے، البتہ اس کے لیے لازم اور ضروری ہے کہ وہ اتنی ہی شادی کرے، جتنی بیویوں کا نان نفقہ اور حقوق زوجیت ادا کر سکتا ہو، لہٰذا مسئولہ صورت میں مذکورہ شخص اگر دوسری شادی کرنی چاہے تو شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء: ۳)

عن ابن عمر رضی الله عنه أن غيلان بن سلمة الثقفی أسلم، وله عشر نسوة فی الجاهلية، فأسلمن معه، فأمر النبی صلى الله عليه وسلم أن يتخير منهن أربعا. (سنن الترمذی، النكاح، باب ماجاء فی الرجل يسلم وعنده عشر نسوة، النسخة الهندية: ۱/ ۲۱٤، دارالسلام، رقم: ۱۱۳۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۳؍ رجب ۱۴۲۲ھ (الف فتویٰ نمبر: ۷۳۴۴/۳۶) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/)

کیا دو عورتوں سے طلاق کے بعد دو دفعہ نکاح کرنا چار کے حکم میں ہے:

سوال (۱) ایک مسلمان جو کہ حنفی مسلک سے تعلق رکھتا ہے، قرآن وسنت کا پابند ہے، میرا قریبی بھائی ہے، اس نے پہلے ایک نکاح کیا ہے ''الف'' کے ساتھ، پھر اس کو طلاق دے کر دوسری شادی کر لی ''ب'' کے ساتھ، ایک سال کے بعد اس کے ساتھ بھی ان بن ہوگئی اور ''ب'' کو بھی طلاق شرعی لکھ کر عدالت سے دے دی، نہ کہ تین عدتوں میں جس طرح شریعت کہتی ہے۔ کچھ عرصہ ۸؍ ماہ ہوئے تو یہ عورت ''ب'' نادم ہو کر آئی اور اس نے شادی کرنی چاہی، وہ دونوں عدالت میں گئے اور وہاں ایک بیان حلفی پبلک نوٹری سے تصدیق کرا کر اس سے شادی دوبارہ رچالی اور کوئی خطبۂ نکاح انجام نہ پایا۔

اسی دوران اس عورت کو حمل ٹھہرا اور ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، پھر اس عورت ''ب'' کو فحش کلامی کی بنا پر اس مرد نے دوبارہ عدالت سے طلاق نامہ دے کر اپنی زوجیت سے الگ کر دیا ہے اور تقریبا آٹھ سال سے الگ ہے، عورت ''ب'' نے دوسری شادی کر کے دوسرے مرد سے دو بچے حاصل ہو گئے۔

عرض یوں ہے کہ جو لڑکا عورت ''ب'' کے پہلے مرد سے سمجھے؛ یعنی میرے بھائی سے ہوا ہے، کیا وہ شرعاً مرد کا ہے، یا عورت کا؟ حتی کہ وہ لڑکا اس وقت نو سال کا ہے اور امی جان کے پاس رہتا ہے، کیا یہ شرعی طور پر باپ کا وارث کہلائے گا؟ مجھے شک ہے؛ کیوں کہ شادی شرعی طور پر انجام نہیں پائی تھی تو یہ بچہ کس کا ہے؟ صحیح قرآنی وشرعی فیصلہ دے کر مشکور وممنون فرمائیں۔

(۲) اب یہ جومرد ہے یعنی میرا بھائی اس نے دوسری دفعہ پہلے والی عوت ''الف'' سے دوبارہ شادی کی ہے اور اس کے تین بچے ہیں، اس طرح سے اس نے چار دفعہ نکاح کیا ہے، جب کہ بیویاں صرف دو ہیں تو کیا ایسے مرد پر شرعی حد یعنی چار نکاح کا ہونا عمل میں آیا ہے؟ یا یہ کہ وہ اگر چاہے شریعت کی رو سے تیسری بیوی کرنے کا مجاز ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) شخص مذکور نے ''ب'' کو جو طلاقِ شرعی لکھ کر دی ہے، وہ بعینہ، یا اس کی نقل ارسال کریں، اس کو دیکھ کر معلوم ہو سکے گا کہ پھر اس نے جو دوبارہ نکاح کیا ہے، اس کی اجازت شرعاً تھی، یانہیں؟ نیز بتائیں کہ دوبارہ نکاح گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول سے ہوا، یا پہلی طلاق سے رجعت کی ہے اور پہلے نکاح ہی کو باقی رکھا گیا ہے؟

نوٹ: جب بچہ نو سال کا ہو گیا ہے تو آج اس کی تحقیق کی کیا ضرورت پیش آئی؟ پہلے سے اتنی مدت میں مسئلہ دریافت کیوں نہیں کیا؟ کیا محض وراثت کی بنا پر دریافت کرنا ہے؟ اور وہ شخص خود کیا انتقال کر گیا ہے، یا زندہ ہے؟

(۲) عورتیں تو دو ہی اس کے نکاح میں آئی ہیں، اگر چہ ان سے بار بار نکاح کی نوبت آئی، ایسی صورت میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ چار نکاح کر چکا ہے، اس کی چار بیویاں موجود ہیں، اب اگر کسی اور سے نکاح کرے گا تو وہ پانچویں بیوی ہوگی، جو کہ ناجائز ہوگی، بلکہ وہ تیسری ہوگی اور جائز ہوگی۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود، دارالعلوم دیو بند، ۱۴۰۶/۲/۲۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۶/۱۰-۵۱۸)

چار بیویوں میں سے ایک کا انتقال ہو جائے تو دوسری عورت سے بلا کسی مدت کے انتظار کے نکاح جائز ہے:

سوال: زید کی چار بیبیاں تھیں، ان میں سے ایک انتقال کر گئی، وہ دوسری ایک عورت سے بلا درنگ نکاح کر سکتا ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ہاں! کر سکتا ہے؛ کیوں کہ مرد کے ذمہ عدت نہیں۔(۲) (امدادالاحکام: ۲۳۸/۳)

---

(۱) ''ولحر أن يتزوج أربعا من الحرائر... واذا تزوج الحر خمسا على التعاقب، جازنكاح الأربع الأول، ولا يجوز نكاح الخامسة''. (الفتاوى العالمكيرية، القسم الرابع المحرمات بالجمع: ۱/ ۲۷۷،رشيديه)

''أما الجمع في النكاح فنقول: لايجوز للحر أن يتزوج أكثر من أربع زوجات من الحرائر، الخ''. (بدائع الصنائع، فصل في المع بين الأجنبيات: ۳/ ٤٤٣، دار الكتب العلمية بيروت)

مذکورہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بیک وقت اگر کسی کے نکاح میں چار بیویاں موجود ہوں تو پانچویں عورت سے نکاح نہیں کر سکتا اور اگر دو عورتوں سے دو دفعہ نکاح کرتا ہے تو وہ چار کے حکم میں نہیں ہوں گی؛ بلکہ ان کے موجود ہوتے ہوئے مزید دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے۔

(۲) (ويرثها زوجهاالمسلم ان ارتدت وهي مريضة)والقياس أن لا يرثها لأن فرار الزوج إنما يتحقق إذا مات،وهي في العدة،ألا ترىٰ أنه لو طلقها قبل الدخول بها في مرضه لم يكن لها الميراث،لأنها ليست في عدته،ثم هاهنا لا عدة على الرجل فينبغي أن لا يرثها الزوج.(العناية شرح الهداية،باب أحكام المرتدين: ٧٨/٦، دارالفكر بيروت،انيس)

چار عورتوں میں سے ایک کو طلاق دی تو اس کی عدت پوری ہونے تک پانچویں عورت سے نکاح درست نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے نکاح میں چار عورتیں ہیں، ان چار میں سے ایک کو طلاق دیا، اب اس مطلقہ کی عدت تین حیض پورے نہیں ہوئے، اب وہ شخص پانچویں عورت سے عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کر سکتا ہے اور ایک صاحب کہتے ہیں کہ عدت پوری ہونے سے پیشتر بھی کر سکتا ہے۔ جواب باصواب سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں؟

الجواب

اس صورت میں جب تک مطلقہ کی عدت ختم نہ ہو جائے، اس وقت تک وہ شخص پانچویں عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔ شامی میں تحت قول (صاحب) درمختار "(**وحرم الجمع بين المحارم نكاحاً) أى عقداً صحيحاً وعدة، الخ**" لکھتے ہیں:

وأشار إلى أن من طلق الأربع لا يجوز له أن يتزوج امرأة قبل انقضاء عدتهن، فإن انقضت عدة الكل معاً، جاز له تزوج أربع وإن واحدة فواحدة، بحر. (۱) واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲/۴۳۰)

یکے بعد دیگرے جتنے نکاح چاہے کر سکتا ہے:

سوال (۱) ایک شخص اپنی عمر میں کتنے نکاح کر سکتا ہے؟

ایک وقت میں چار بیوی سے زیادہ جائز نہیں:

(۲) اور کتنی عورتیں رکھ سکتا ہے؟

الجواب

(۱) عمر بھر میں یکے بعد دیگرے جتنے چاہے نکاح کر سکتا ہے۔ (۲)

(۲) لیکن ایک وقت میں چار زوجہ سے زیادہ نہیں رکھ سکتا۔ (۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۵۰)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳/۳۸، دارالفكر بيروت/وكذا فى البحر الرائق، فصل فى المحرمات فى النكاح: ۳/۱۰۹، دارالكتاب الإسلامى بيروت، انيس

(۲) ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ ولا تزيدوا على ذلك. (تفسير الجلالين، سورة النساء: ۳، ص: ۶۹، ظفير)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ (سورة النساء: ۳)

وصح نكاح أربع من الحرائر والإماء فقط للحر لا أكثر وله التسرى بماشاء من الإماء. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ۲/۴۰۰، ظفير)

بیک وقت چار سے زائد عورتیں نکاح میں رکھنے کی حرمت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ پر کہ مسلمانوں کو اگر وہ کسی کو متبنی بنالیں؛ یعنی اپنا لڑکا بنالے تو شرعاً وہ لڑکا حق میراث پاسکتا ہے اور آیا مسلمانوں کے قانون کے موافق مسلمان ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ یعنی چار عورتیں نکاح میں رکھ سکتا ہے، یانہیں؟ قرآن شریف کا حوالہ دیں۔

الجواب

ایک مرد کے لیے چار بیویوں تک نکاح میں جمع رکھنا شریعت اسلام میں بلاشبہ جائز ہے۔قرآن مجید کی قطعی آیت کے علاوہ بہت احادیث صحیح میں اس کا جواز صراحتاً منقول ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی متعدد ازواج کو جمع رکھا اور آپ کے صحابہ کرامؓ میں سے بہت سے حضرات نے متعدد عورتوں کو نکاح میں جمع رکھا ہے اور یہ ایک ایسا صاف اور واضح مسئلہ ہے کہ شریعت اسلامی میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں، البتہ اس کے ساتھ یہ ہدایت کی گئی ہے کہ سب کو برابر رکھو اور حقوق سب کے پورے ادا کرو اور جس کو انصاف کرنے کی قدرت نہیں، اس کو ایک سے زائد نکاح کرنا نہ چاہیے؛ لیکن اس کے باوجود ایک نکاح کرلے گا، وہ نکاح صحیح ہوجائے گی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ (سورۃ النساء:۳)

اور حدیث میں ہے کہ حضرت غیلان بن سلمہؓ جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ چار عورتیں رکھو اور باقی کو علاحدہ کردو۔ (یہ حدیث صحیح ہے، جس کو امام احمدؒ نے مسند میں اور ترمذی وابن ماجہ ودارقطنی وبیہقی وغیرہم نے روایت کیا۔)(۱)

اسی طرح عمیرہ السدی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عورتوں تک رکھنے کی اجازت دی۔ (ابوداؤد)(۲)

---

(۱) عن سالم بن عبد اللّٰہ عن عبد اللّٰہ بن عمر قال: أسلم غیلان بن سَلَمة وتحتَه عشر نسوة، فقال له رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: خذْ منهن أربعا. (مسند الإمام أحمد، مسند عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنهما، رقم الحدیث: ٥٠٢٧/ سنن ابن ماجة، باب الرجل یسلم وعنده أکثر من أربع نسوة، رقم الحدیث: ١٩٥٣/ سنن الدارقطنی، رقم الحدیث: ٣٦٨٤/ المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ٢٧٧٩/ السنن الکبری للبیهقی، رقم الحدیث: ١٤٠٤٣، انیس)

(۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، ح وحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ حُمَيْضَةَ بْنِ الشَّمَرْدَلِ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ مُسَدَّدٌ: ابْنِ عُمَيْرَةَ وَقَالَ وَهْبٌ: الْأَسَدِيِّ قَالَ: أَسْلَمْتُ وَعِنْدِي ثَمَانُ نِسْوَةٍ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْتَرْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وحَدَّثَنَا بِهِ أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، بِهَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: قَيْسُ بْنُ الْحَارِثِ، مَكَانَ الْحَارِثِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: هَذَا هُوَ الصَّوَابُ يَعْنِي قَيْسَ بْنَ الْحَارِثِ. (سنن أبی داؤد، باب فی من أسلم وعنده نساء أکثر من أربع، رقم الحدیث: ٢٢٤١، انیس)

اسی طرح حضرت معاویہ دیلمی رضی اللہ عنہ کو چار بیویاں رکھنے کی اجازت زبانی عطا فرمائی۔ (اخرجہ الامام الشافعی فی مسندہ، از تفسیر ابن کثیر: ۳/۷)(۱)

اوراس کی تصریح اکثر کتب فقہ میں موجود ہے اگر کوئی شخص انصاف نہ رکھنے کا خطرہ رکھتا ہو، جب بھی اگر نکاح متعدد عورتوں سے کرلے تو صحیح ہوجائے گا، اگر چہ ایسا کرنا گناہ ہے، انتہٰی۔ یعنی لے پالک شرعاً بیٹے کے حکم میں نہیں ، نہ میراث میں بحثیت پیدا ہونے والے بیٹے کے اس کا کوئی حق ہے اور نہ حرمات شرعیہ پراس کا کچھ اثر پڑتا ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲/۴۳۲)

چار سے زیادہ بیویاں کرنا جائز نہیں:

سوال: ایک شخص کی چار بیویاں پہلے سے موجود ہیں۔ پانچویں اپنی خواہش سے بلاخواہش مرد کے تیار ہوئی کہ ہم تمہارے ساتھ عقد کریں گے۔ مرد نے مجبوراً عقد اس سے بھی کرلیا۔ اب بستی کے لوگوں نے اسے جماعت سے بند کر رکھا ہے کہ پانچ بی بی کرنا شریعت سے حکم نہیں ہے، تم نے کیوں کیا؟ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۲۱۸۴: جناب قسمت اللہ صاحب، میمن سنگھ، ۱۳/ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۶/ جنوری ۱۹۳۸ء)

الجواب

ہاں پانچ بیویاں کرنا جائز نہیں، لہٰذا اس پانچویں کا نکاح جائز نہیں ہوا۔ (۲) اس کو فوراً اپنے پاس سے علاحدہ کر دے اور توبہ کرے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۵/۲۶۷)

---

(۱) عَنْ نَوْفَلِ بْنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ: أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي خَمْسُ نِسْوَةٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: فَارِقْ وَاحِدَةً وَأَمْسِكْ أَرْبَعًا، فَعَمَدْتُ إِلَى أَقْدَمِهِنَّ عِنْدِي عَاقِرٍ مُنْذُ سِتِّينَ سَنَةً فَفَارَقْتُهَا. (السنن الکبریٰ للبیهقی، باب من يسلم وعنده أكثر من أربع نسوة، رقم الحديث: 14057، انیس)

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَأَبُو زَكَرِيَّا، وَأَبُو سَعِيدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ قَالَ: أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ قَالَ: أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ ابْنَ أَبِي الزِّنَادِ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الدِّيلِيِّ قَالَ: أَسْلَمْتُ وَعِنْدِي خَمْسُ نِسْوَةٍ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمْسِكْ أَرْبَعًا أَيَّتَهُنَّ شِئْتَ وَفَارِقِ الْأُخْرَى، فَعَمَدْتُ إِلَى أَقْدَمِهِنَّ صُحْبَةً عَجُوزٍ عَاقِرٍ مَعِي مُنْذُ سِتِّينَ سَنَةً فَطَلَّقْتُهَا. (معرفة السنن والآثار، باب نكاح المشرك، رقم الحديث: ۱۳۹۶۷، انیس)

(۲) وإذا تزوج الحر خمسا على التعاقب جاز نكاح الأربع الأول ولا يجوز نكاح الخامسة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث: ۱/۲۷۷، ماجدية)

عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ أَسْلَمَ وَتَحْتَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْتَرْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا. فَلَمَّا كَانَ فِي عَهْدِ عُمَرَ طَلَّقَ نِسَائَهُ، وَقَسَمَ مَالَهُ بَيْنَ بَنِيهِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ عُمَرَ فَلَقِيَهُ فَقَالَ: إِنِّي أَظُنُّ الشَّيْطَانَ فِيمَا يَسْتَرِقُ مِنَ السَّمْعِ سَمِعَ بِمَوْتِكَ فَقَذَفَهُ فِي نَفْسِكَ، وَلَعَلَّكَ أَنْ لَا تَمْكُثُ إِلَّا قَلِيلًا، وَايْمُ اللَّهِ لَتُرْجِعَنَّ نِسَائَكَ وَلَتَرْجِعَنَّ فِي مَالِكَ، أَوْ لَأُوَرِّثُهُنَّ وَلَآمُرَنَّ بِقَبْرِكَ فَيُرْجَمُ كَمَا رُجِمَ قَبْرُ أَبِي رِغَالٍ. (مسند أبي يعلى الموصلي، رقم الحديث: ۵۴۳۷، انیس)

چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح:

سوال: کسی کے چار بیبیاں موجود ہوں اور وہ خلاف حکم شرعی پانچواں عقد کرے تو یہ فعل اس کا لغو اور ایک بیہودہ فضول حرکت ہوگی اور نکاح نہ ہوگا، یا نکاح ہو جائے گا؛ مگر بی بی سے صحبت حرام ہوگی، اس بنا پر اس کی چار بیبیوں میں سے اگر کوئی مرگئی، یا کسی کو طلاق دے دیا تو بدون تجدید عقد کے صحبت جائز ہو جائے گی، یا اس کی تجدید عقد کرنا چاہیے؟

الجواب

یہ پانچواں عقد باطل محض ہے، (۱) منعقد ہی نہ ہوگا، لہذا بعد وفات، یا طلاق ایک زوجہ کے اس سے تجدید عقد کی ضرورت ہوگی، نکاح سابق کافی نہ ہوگا۔

۱۵/شوال ۱۳۲۱ھ (امداد: ۲/۴۹) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۲۱۵)

چار سے زائد نکاح کرنے کا حیلۂ باطل:

سوال: زید کی چار عورتیں منکوحہ موجود ہیں، اپنے مکان دہلی سے بمبئی کو جا کر ایک، یا دو عورت اور کرنا چاہتا ہے، اس صورت سے کہ اپنے آپ اکیلے خفیہ اپنی دو عورتوں کو جو مکان میں ہیں، طلاق بائنہ غیر ثلاثہ کے دیتا ہے اور عوتوں کو خبر نہیں کرتا، بعد گزرنے عدت سے جو اپنے قیاس سے تخمیناً جان لیتا ہے کہ اب میری عورتوں کی عدت ہوگئی ہے، ان دوسری دو عورتوں سے بمبئی میں نکاح کرتا ہے، جب برس روز کے بعد مکان کو آتا ہے تو بمبئی کو دونوں عورتوں کو خفیہ طلاق دیتا ہے اور مکان میں آکر مطلقات سے تجدید نکاح کر لیتا ہے؛ کیوں کہ حلالہ تو مطلقہ مغلظہ میں ہوتا ہے، نہ کہ غیر میں، بعد کو جب بمبئی والیوں سے نکاح کر لیتا ہے اور ہر دونوں جانب کی عورت کو خبر طلاق کی نہیں ہوتی؛ بلکہ وہ جانتی ہیں کہ احتیاطاً تجدید ہوئی ہے۔ ایسی صورت سے چار عورتوں سے زیادہ اپنے تصرف میں رکھتا ہے تو زید کے یہ حیلہ فتویٰ میں کیسا ہے؟

الجواب

یہ حیلہ محض لغو و باطل ہے، نکاحاً بھی، طلاقاً بھی، اول تو اس لیے کہ نکاح میں حلت واقعیہ کے لیے رضا واقعی کی ضرورت ہے اور جب اس مطلقہ کو معلوم ہی نہیں کہ میں انکار پر بھی قادر ہوں اور میرا انکار بھی مؤثر ہے، وہ رضا معتبر نہیں اور ثانی اس لیے کہ وہی طلاق مادون ثلاثہ جب کئی بار میں تین تک پہونچ جاویں گی، پھر بدون حلالہ نکاح جدید

---

(۱) فإن تزوج خامسة بعد الأربع كان نكاح الخامسة باطلاً. (كتاب الأصل للشيباني: ٣٦٥/٤، دار ابن حزم بيروت، انيس)

... وإن كان تزوجهن في عقد متفرقة صح نكاح الأربع وبطل نكاح الخامسة. (بدائع الصنائع، فصل في حكم عقد الذمي والحربي: ٣١٤/٢، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

کیسے کافی ہوگا؟ اور ثالث اس لیے کے عورتوں کی عدت اختلاف احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، مثلاً حمل میں وضع حمل اور رضاع میں بوجہ حیض نہ آنے کے مہینوں کی جگہ سال صرف ہوتے ہیں، پھر تخمیناً کیسے جائز ہے۔ علاوہ اس کے خلوت بالاجنبیہ کے محذور سے بھی بچنا ممکن نہیں ہے، غرض یہ عمل محض اتباع خطوات شیطان ہے۔ فقط

(۱۳۲۵ھ) (امداد: ۴۲/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۲۱۵-۲۱۶)

جواز زیادت علی الاربعہ دراماً:

سوال: جس زید کے ایک، یا دو تین، یا تین چار زوجہ حرموجود ہیں تو یہ زید اپنی زرخرید کنیز سے بھی وطی بے نکاح کرسکتا ہے، یا کنیز سے وطی کو بھی بحضور شاہدین نکاح شرط ہے؟

الجواب

فی الدرالمختار: (و)صح (نکاح أربع من الحرائر والإماء فقط للحر) لا أکثر (وله التسری بما شاء من الإماء) فلو له أربع وألف سرية وأراد شراء أخریٰ فلامه رجل خيف عليه الکفر، آه. (۱)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ چار منکوحہ کے بعد بھی کنیز صحبت کے لیے خریدنا درست ہے اور اس سے نکاح کی ضرورت نہیں؛ لیکن یہ یاد رہے کہ ہندوستان میں جو کنیزیں کہلاتی ہیں، وہ شرعاً کنیز نہیں ہیں، ان سے صحبت درست نہیں، وہ حکم حرائر میں ہیں۔

۱۰/شوال ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالث، ص: ۸۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۲۳۷-۲۳۸)

چار عورتیں نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں عورت سے نکاح جائز نہیں:

سوال: ایک شخص نے چار عورتیں اپنے نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں عورت سے نکاح کیا، تھوڑی مدت کے بعد ان چار عورتوں میں سے ایک عورت کا انتقال ہوگیا۔ اب وہ شخص پانچویں عورت کو اسی سابقہ نکاح پر رکھ سکتا ہے، یا نکاح دوبارہ کرنا چاہیے؟

الجواب

ھو الموفق للصواب: چار عورتیں نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں عورت سے کیا ہوا نکاح ہی صحیح نہیں، فاسد ہے۔ بعد ازاں ان چار عورتوں میں سے ایک کے مرجانے سے اس پانچویں کا فاسد صحیح نہ ہوگا، لہٰذا اس کے نکاح کی

---

(۱) الدرالمختار علی ردالمحتار: ٤٨/٣، دارالفکر بیروت، انیس

قید بالتزوج لأن له التسری بما شاء من الإماء لاطلاق قوله تعالیٰ: ﴿أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء: ٣) وفی الفتاویٰ: رجل له أربع نسوة وألف جارية وأراد أن یشتری جارية أخریٰ، فلامه رجل، یخاف علیه الکفر. (البحرالرائق، فصل فی المحرمات فی النکاح: ١١٣/٣، دارالکتاب الإسلامی بیروت، انیس)

تجدید نہ کر کے سابقہ نکاح پر اپنے پاس رکھنا جائز نہیں، حرام ہے، چناں چہ فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے:

لایحل للرجل أن یجمع بین أکثر من أربع نسوة، کذا فی محیط السرخسی وإذا تزوج الحر خمسا علی التعاقب جاز نکاح الأربع الأول ولا یجوز نکاح الخامسة، انتھٰی.(۱)

پس چاہیے کہ شخص مذکور کو علانیہ توبہ کرا کے اس پانچویں عورت سے اس کا دوبارہ نکاح کرائیں۔ فقط

ضیاء الدین محمد کان اللہ لہ۔ الجواب صحیح: شیخ آدم عفی عنہ۔ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۷۹-۱۸۰)

چار سے زائد باندیاں رکھنے اور ان سے مباشرت کرنے کا حکم:

سوال: ایک شخص کو چار سے زیادہ باندیوں سے جو جہاد میں سے ملی ہوں، نکاح کرنا، یا بدونِ نکاح مباشرت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جو باندیاں شرعاً باندیاں ہیں، ان سے ہزار سے بھی مباشرت جائز ہے اور اپنی باندی سے نکاح ناجائز ہے۔(۲) واللہ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (بدست خاص، ص:۲) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۸)

☆ ☆ ☆

(۱) الفتاویٰ الھندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث: ۲۷۷/۱، ط: ماجدیة، انیس

(۲) (و) صح (نکاح أربع من الحرائر والإماء فقط للحر) لا أکثر (وله التسری بما شاء من الإماء) فلو له أربع وألف سریة وأراد شراء أخریٰ فلامه رجل خیف علیه الکفر، اھ.(الدرالمختار علی ردالمحتار: ۴۸/۳، دار الفکر بیروت، انیس)

اجازت نکاح کے احکام

نکاح کے لیے عورت سے اجازت لینے کا بیان:

سوال: دولڑکیوں کا نکاح جن میں ایک بالغہ اور ایک مراہقہ ہے، ان کے ولی نے ان پرسختی کرکے اور دھمکا کر کہا کہ اگر نکاح نہ کروگی تو تم پرسختی کی مار ہوگی۔ڈرتے ہوئے سخت وحشت کی حالت میں انھوں نے دبتی ہوئی زبان سے جان بچانے کی خاطر ہاں کہا، جن کے ساتھ نکاح کیا، بالکل چھوٹے بچے ہیں، جو ان کے پسند نہ تھے اور پندرہ دن کے بعد انہوں نے انکار کیا، جواب تک انکار پر مصر ہیں۔شرعاً ان کا نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

بالغہ کا نکاح جو اس کے ولی نے زبردستی جبراً کرایا اور اس نے مجبور ہوکر اجازت دی یہ تو بالکل صحیح ولازم ہوگیا۔اب بجز موت، یا طلاق اس سے علاحدہ گی کی صورت کچھ نہیں، البتہ نابالغہ مارہقہ کا نکاح جو جبراً ولی ن کیا ہے، اگر یہ ولی باپ اور دادا کے سوا کوئی دوسرا شخص ہے تو لڑکی بالغہ ہونے کی بعد اس نکاح کو فسخ کرانے کا اختیار رکھے گی اور کسی مسلمان حاکم عدالت میں مقدمہ دائر کرکے حکم فسخ حاصل کرسکے گی، بشرطیکہ بفور بلوغ اپنی ناراضگی کا اعلان کردے اور اگر ولی مذکور لڑکی کا باپ، یا دادا ہے تو یہ نکاح بھی لازم ہوگیا، بعد بلوغ بھی لڑکی اختیار نہ رکھے گی۔

وهذا كله ظاهر مذكور فى عامة الكتب، وأما صحة النكاح فى الإكراه فقد صرح به الشامي حيث قال:إذ حقيقة الرضا غيرمشروطة فى النكاح لصحته فى الإكراه والهزل،رحمتي، ... (ثم قال) :عباراتهم مطلقة فى إن كان المكره صحيح كطلاقه وعتقه مما يصح مع الهزل، ولفظ المكره شامل للرجل والمرأة. (شامی، کتاب النکاح: ۲۷۹/۲)(۱) **واللہ تعالیٰ اعلم** (امداد المفتین: ۴۶۲/۲)

لڑکی سے عقد کی اِجازت کے وقت کن کن باتوں کا تذکرہ ضروری ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی سے عقد کی اِجازت لیتے وقت کن کن باتوں کا تذکرہ ضروری ہے؟

---

(۱) ردالمحتار: ۲۱/۳،دارالفکربیروت،انیس

عن أبى هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلٰث جدهن جد وهزلن جد:النكاح والطلاق الرجعة.(سنن الترمذى،باب ماجاء فى الجد والهزل فى الطلاق،رقم الحديث: ۱۱۸٤،انيس)

باسمه سبحانه وتعالٰی، الجواب ———— وبالله التوفيق

لڑکی سے اِجازت لیتے وقت اَولاً اس کے ہونے والے شوہر کا تعارف کرایا جائے، پھر مہر کا تذکرہ کر کے اُس پر اُس کی رضامندی معلوم کی جائے، اَب اگر وہ ثیبہ ہے تو صریح الفاظ میں رضامندی ضروری ہے اور اگر کنواری ہے تو محض خاموشی بھی رضا کے درجہ میں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تنكح الأيم حتٰى تستأمر ولا تنكح البكر حتى تستأذن،قالوا:يا رسول الله! وكيف إذنها؟ قال:إن تسكت. (صحيح البخاري: ۱۷۷/۲،رقم: ۳۴۹۴)

عن عدي الكندي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الثيب تعرب عن نفسها والبكر رضاها صماتها. (سنن ابن ماجة،ص: ۱۳۶،رقم: ۱۸۷۲،مسند الإمام أحمد: ۱۹۲/۴، إعلاء السنن: ۸۴/۱۱ـ۸۵ ، دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۱/۶/۲۳ھ۔ (کتاب النوازل: ۶۲/۸)

دلہن سے اجازت کون لے:

سوال: نکاح کے وقت لڑکی سے اجازت لینے کے لیے خود والد کا پوچھنا بہتر ہے، یا قاضی صاحب کا پوچھنا؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

الجواب ————

بہتر ہے کہ والد خود نکاح کی اجازت لے اور لڑکی کے دو محرم رشتہ داروں کو اپنے ساتھ لے جائے، قاضی غیر ہو تو اس کا جانا بہتر نہیں ہے، عام طور پر لڑکی سے اجازت لینے کے موقع پر بہت بے احتیاطی ہوتی ہے، اولاً تو اجازت کے لیے غیر محرم لے جائے جاتے ہیں اور وہ دلہن کو زیبائش کی حالت میں دیکھتے ہیں، یہ خود بہت قبیح بات ہے، اس کے علاوہ دلہن کے ساتھ خاندان کی دوسری عورتیں بھی کھلے بازو اور کھلے چہرے کے ساتھ زیبائش و آرائش کر کے بیٹھی ہوتی ہیں، جس سے بہت بے پردگی ہوتی ہے اور وہاں ان کی موجودگی غیر ضروری اور بے فائدہ بھی ہوتی ہے؛ اس لیے خواتین کو چاہیے کہ ایسے موقعہ پر ہٹ جائیں اور لڑکی کے ولی کو چاہیے کہ محرم گواہوں کو ساتھ لے جائیں۔ وباللہ التوفیق

(کتاب الفتاویٰ: ۲۹۹/۴ـ۳۰۰)

نکاح میں اجازت بالدلالہ کے معنی:

سوال: اجازت بالدلالۃ جو ہم نے دریافت کی ہے، اس کی تصریح مع عبارت کتب ارشاد ہو؟

الجواب ————

سوال میں صراحت مذکور ہے کہ باپ نے نسبت کو بخوشی قبول کیا تھا اور نکاح کی سب رسوم کی اور جہیز دے کر حوالہ

نوشہ کے کیا تھا، پس یہ افعال تو خود اجازت نکاح کی بصراحت موجود ہیں اور اجازت کیا خود نکاح کر دینا ظاہر ہے، پھر دلالت اجازت کی کیا ضرورت ہے، اثبات ہے یہ نکاح خود پدر کا کیا ہوا ہے؛ مگر چوں کہ سائل کو دلالت رضا کی ضرورت ہے، لہٰذا روایت اس کی نقل کرتا ہوں:

قال في الدر المختار: (وقبضه) أي ولي له حق الاعتراض (المهر ونحوه) مما يدل علىٰ الرضىٰ (رضا) دلالة.

(قوله: ونحوه) ... وكالتجهيز ونحوه، انتهىٰ. (۱)

الحاصل! اس صورت مذکورہ سوال میں، خود پدر نے نکاح کریماً کا کرایا ہے، اس میں اثبات رضا کی ضرورت نہیں، یہ نکاح پدر کا کیا ہوا ہے کہ اب ہرگز فسخ نہیں ہوسکتا، دختر کی طرف سے اور نہ خود پدر کی طرف سے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعۂ کلاں، ص: ۱۷۷) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۴۶)

اجازتِ نکاح میں دل کی خواہش کا اعتبار ہے، یا زبان کا:

سوال: ایک قوم مثلاً راجپوت رانگھڑ وغیرہ جو کہ نکاح بیوہ کرنا برا جانتے ہیں اور بسببِ جہالت کے عورتیں بھی اپنے منہ سے نکاح کی اجازت نہیں دیتیں؛ بلکہ وہ وقتِ نکاح لوگوں کے سامنے انکار کر دیتی ہیں؛ یعنی ظاہراً صاف انکار کر دیتی ہیں؛ مگر دل میں خواہش یقیناً ہوتی ہے، اس حالت میں ظاہراً انکار کرتی ہو تو نکاح جائز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ فقط

الجواب ______________ حامداً ومصلياً

بیوہ کے نکاح کو عار سمجھنا سخت جہالت ہے، عورتوں کو مسائل سمجھا کر جہاں تک ہوسکے، اس رواج کو توڑنا چاہیے، جو عورت زبان سے انکار کرتی ہے اور دل میں نکاح کی خواہش رکھتی ہے تو شرعاً اس کی زبان کا اعتبار ہوگا، پھر اگر نکاح ہونے پر اس نے زبان سے انکار کر دیا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا، اگر انکار نہیں کیا؛ بلکہ خاموش رہی اور شوہر کے ساتھ راضی ہوگئی تو نکاح صحیح ہوگیا۔

"الولي إذا زوج الثيب فرضيت بقلبها ولم تظهر الرضا بلسانها، كان لها أن ترد؛ لأن المعتبر فيها الرضا باللسان أو الفعل الذي يدل على الرضا نحو التمكين من الوطيء وطلب المهر وقبول المهر، آه". (شامي: ٤٦٦/٢) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱/۶۱ ۱۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۷)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب الولی، ص: ۱۹۱، ج: ۱[عکس مجتبائی ۱۳۳۱ھ] نیز شامی، ص: ۲۹۸، ج: ۲(مطبع مجتبائی دہلی: ۱۲۸۸ھ) شامی، ص: ۵۸، ج: ۳[دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء] نیز شامی ج: ۲/ص: ۳۲۴[مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۱۳۹۹ھ][نور]

(۲) رد المحتار : باب الولي: ٦٢/٣-٦٣، سعيد

==

دوسرے کے کئے ہوئے نکاح کی عملی اجازت دینے سے نکاح منعقد ہو جائے گا:

سوال: ایک شخص کے لیے اس کے بھائی نے نکاح کر دیا، جب وہ آیا تو اس نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے تو بالکل معلوم نہیں اور نہ مجھ سے کسی نے پوچھا ہے تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ اور اس کے بعد یہ شخص اپنی بیوی کو لینے کے لیے گیا ہے۔

الجواب

صورت مسئولہ میں جب نکاح کا عقد اس شخص کے بھائیوں نے اس کی عدم موجودگی میں کیا تو اگر اس کی اجازت سے ایسا کیا تھا تو وہ بھائی وکیل نکاح ہو گئے اور ان کا ایجاب وقبول کرنا کافی ہو گیا اور اگر بھائیوں نے نکاح کرتے وقت اس شخص سے اجازت نہیں لی تھی تو وہ نکاح فضولی ہوا اور اس کے بعد جب یہ شخص اپنی بیوی کو لینے کے لیے گیا تو اس کا جا کر بیوی کو لے آنا عملاً نکاح کی اجازت ہے؛ اس لیے کہ اگرچہ عقد نکاح تو تعاطی سے نہیں ہو سکتا؛ لیکن فضولی کے لیے ہوئے نکاح کی اجازت عمل سے ہو سکتی ہے۔

قال الشامی رحمه الله: وهل يكون القبول بالفعل كالقبول باللفظ، كما فی البيع، قال فی البزازية: ...أنه يكون قبولا وانكره صاحب المحيط وقال الإمام: مالم يقل بلسانه قبلت بخلاف البيع ... وبخلاف إجازة نكاح الفضولی بالفعل لوجود القول ثمه، آه. (شامی: ۲/۲۶۵)(۱)

لہٰذا یہ نکاح درست ہو گیا اور اب از سر نو ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں؛ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب کہ بھائیوں نے عقد نکاح گواہوں کی موجودگی میں یجاب وقبول کر کے کیا ہو، اگر کوئی اور صورت ہوئی تھی تو دوبارہ مسئلہ پوچھ لیں۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۹۱/۴/۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ (فتاویٰ نمبر: ۲۲/۴۶۶، الف) (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۷۳-۲۷۴)

== "الثيب تشاور: أی يطلب رأيها، والمشاورة لا تكون إلا بالقول، ثم هی مفاعلة، فتقتضی وجوده من الجانبين؛ لكن حضرها فی القول فيه نظر، بل قد تكون بغيره لقولهم: رضی الثيب كما يكون بالصريح كرضيت أو أو جبت، يكون بالدلالة كطلب المهر أو النفقة أو تمكينها من الوطء ... والثيب تعرب عن لسهانها، وأما الدلالة فالحق أنها من قبيل القول إلا بالتمكين، فيثبت به بدلالة إلزام القول". (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، باب الأولياء والأكفاء: ۲/۲۰۵-۲۰۶، إمداديه ملتان)

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح قبيل مطلب التزوج بارسال كتاب: ۳/۱۲)(طبع سعيد)

وفی الهندية كتاب النكاح، الباب الرابع فی الاولیا: ۱/۲۹۹ (طبع ماجدية) و تثبيت الاجازة لنكاح الفضولی بالقول والفعل، كذا فی البحر الرائق.

و فی البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الاولياء و الاكفاء: ۳/۱۲۳ (طبع بيروت و فی مكتبة رشيدية كوئٹه: ۳/۱۱۵): رجل زوج رجلا بغير امره فهناه القوم و قبل التهنئة فهو رضا لأن قبول التهنئة دليل الاجازة.

لڑکی کے لیے صرف کپڑے بھیجنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ناصر سے کہا کہ اپنی لڑکی مجھے دے دو، ناصر نے کہا کہ رشتہ داروں کے ساتھ مشورہ کر کے دے دوں گا، اب زید نے بازار جا کر لڑکی کے لیے کپڑے وغیرہ خریدے اور ناصر کے گھر بھیج دیئے، ناصر نے کپڑے واپس کئے؛ مگر زید نے کہا کہ اگر مشورہ نہیں ہوا تو میں کپڑے واپس لے جاؤں گا، جب ناصر نے مشورہ کیا تو رشتہ داروں نے انکار کیا اور قطع تعلق کی چیلنج دے دی؛ اس لیے ناصر نے اپنی بیٹی کا رشتہ دوسرے شخص سے کر دیا اور شادی بھی ہوئی، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ رشتہ صحیح نہیں ہے اور اولاد بھی حرامی ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس میں کون سا نکاح صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولانا نور رحمٰن، لانڈھی کراچی، ۱۹۷۵/۹/۲۹ء)

الجواب ــ

صورت مسئولہ میں اس لڑکی کا یہ نکاح درست ہے، حرام اور مکروہ نہیں ہے، (۱) **لعدم النکاح و الرضا بالخطبة**. (۲)

تمام اولاد حلالی ہیں۔ **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۵۳/۴)

نکاح کا صحیح طریقہ:

سوال: ایک مرد نے ایک عورت سے کہا کہ میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ لوگ میری اور تمہاری نسبت کہتے ہیں کہ ان کا پوشیدہ باہم نکاح ہوگیا ہے۔ اس عورت نے جواب دیا کہ تم کیوں گھبراتے ہو، اگر کوئی نکاح کو پھر کہے تم کہہ دیا کرو کہ جب نکاح نہ ہوا تھا، اب ہوگیا۔ یہ سن کر اس نے دو آدمی؛ یعنی دو گواہ کے سامنے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے فلاں عورت سے بعوض اس قدر مہر کے اپنا نکاح پڑھ لیا۔ اس کے بعد اس عورت سے آکر کہا کہ میں نے دو گواہ کے سامنے تم سے اپنا نکاح پڑھ لیا، بایں وجہ کہ تم نے کہا تھا کہ تم لوگوں سے کہہ دیا کرو کہ جب نکاح نہ ہوا تھا، اب ہوگیا۔ اس عورت نے جواب دیا کہ میں نے غصہ میں یہ بات کہی تھی۔ اس نے کہا کہ نکاح ہر طرح ہو جاتا ہے، ہنسی اور غصہ برابر ہے۔ اس کے جواب میں عورت نے کہا: اگر یہی بات ہے تو میں تم سے راضی ہوں؛ مگر صحبت نہیں کراؤں گی، باقی سب طرح تم کو

---

(۱) قال العلامة ابن الشحنة: وينعقد بالايجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضى ... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين، الخ. (لسان الحكام فى معرفة الاحكام، ص: ٥١٣، الفصل الثالث عشر فى النكاح)

(۲) قال الوهبة الزحيلى: الخطبة مجرد وعد بالزواج وليست زواجاً، فإن الزواج لا يتم الا بانعقاد المعروف، فيظل كل من الخاطبين أجنبيا عن الآخر، ونص قانون الأحوال الشخصية السورى: الخطبة والوعد بالزواج وقراءة الفاتحة وقبض المهر وقبول الهدية لا تكون زواجاً. (الفقه الاسلامى وأدلته: ٦٦٩٣/٩، مقدمات الزواج)

اختیار ہے۔اس بات کوسن کراس مرد نے جواب دیا کہ بہت اچھا،تم سے صحبت نہیں کروں گا؛لیکن مجھ کو بوس وکنار سے چارہ نہیں، پھر چند روز کے بعداس نے اس عورت سے صحبت کی۔اب وہ عورت کہتی ہے کہ مجھ کوتر دد ہے کہ میں تم سے نکاح سے اس بات پرراضی ہوئی تھی کہ مجھ سے صحبت نہ کرنا،اب تم نے صحبت کیوں کی؟ شاید نکاح جائز نہ ہو۔نظر برآں التماس ہے کہ یہ نکاح جائز ہوا،یانہیں؟ جواب سے بہت جلد معزز فرمانا چاہیے۔زیادہ حد ادب۔فقط

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ نکاح صحیح نہیں ہوا؛ کیوں کہ عورت کا کہنا کہ ''جب نکاح نہیں ہوا،اب ہوگیا'' توکیل نکاح کی نہیں ہے، پس وہ شخص وکیل نہ ہوااوراس کا نکاح کرنا فضولی نکاح ہوااوراصیل اورفضولی ایک شخص نہیں ہوسکتا۔پس اگرچہ عورت نے اجازت اس نکاح کی دی؛مگر نکاح درست ہی نہیں ہوا تھا،(۱)سوصحبت بھی بشبہ ہوئی اور بے جا ہوئی، (۲)اب مکرر نکاح کرلیویں،ورنہ وہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ،ص:۳۸۰-۳۸۱)

قاضی کے پوچھنے پر زوجین کا راضی ہوں کہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگرشرعی دوگواہوں کی موجودگی میں قاضی نےلڑکی سے صرف اتنا پوچھا کہ تم فلاں کے ساتھ نکاح کرنے کے لیے راضی ہو،لڑکی نے جواب میں کہا: ہاں! میں راضی ہوں، پھرلڑکے سے پوچھاتم راضی ہوتو اس نے بھی جواب میں کہا: ہاں، میں راضی ہوں؛لیکن لڑکے نے یہ نہیں کہا کہ میں نے قبول کرلیا۔

اب سوال یہ ہے کہ بغیرلفظ قبول کے صرف زوجین کا راضی ہوں،اتنا کہنے سےنکاح منعقد ہوگا،یانہیں؟

(المستفتی:محمد منصورعلی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں قاضی کے پوچھنے پر زوجین کا صرف ''راضی ہوں'' کہنا ایجاب وقبول نہیں ہے؛ بلکہ محض نکاح کرنے پر رضامندی کا اظہار ہےاوراظہار رضا نکاح کا معاہدہ ہے،عقد نکاح نہیں ہے،عقد نکاح کے لیے پھر سے ایجاب وقبول کرنا ضروری ہوگا۔

(۱) وتثبت الإجازة لنكاح الفضولي بالقول والفعل فمن الأول أجزت ونحوه وكذا نعم ما صنعت وبارك الله لنا وأحسنت وأصبت،الخ.(ردالمحتار،فصل بعض مسائل الوكيل والفضولي في النكاح:۱۴۸/۳،دارالفكربيروت،انيس)

(۲) وقد بالنكاح الفاسد لأن المنكوحة نكاحا موقوفا كنكاح الفضولي،لا تجب فيه العدة قبل الإجازة لأن النسب لا يثبت فيه،لأنه موقوف فلم ينعقد في حق حكمه فلا يؤثر شبهة الملك والحل والعدة وجبت صيانتة للماء المحترم عن الخلط واحترازا عن اشتباه الأنساب كذا في الإختيار والمحيط ،الخ.(البحرالرائق،عدة المنكوحة نكاحا فاسدا والموطوءة بشبهة:۱۵۰/۴-۱۵۱،دارالكتاب الإسلامي بيروت،انيس)

ولاينعقد بلفظ الإجارة في الصحيح والإعارة، والإباحة، والاحلال، والتمتع والإجازة والرضا ونحوها،الخ. (عالمگيری، كتاب النكاح، الباب الثانی فيما ينعقدبه النكاح وما لاينعقدبه، زكريا ديوبند: ۲۷۲/۱، جديد زكريا: ۳۳۷/۱،تبيين الحقائق، مكتبه امدادية ملتان: ۹۸/۲، زكريا ديوبند: ۴۵۲/۲)

وينعقد بإيجاب وقبول. (تنوير الابصار مع الرد،زكريا: ۶۸/۴-۶۹، كراتشی: ۱۴/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۳/جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۰۸۰/۳۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۶/۱۴۱۵ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۷۳/۱۳)

”رشتہ منظور ہے“ سے نکاح کے انعقاد کا حکم:

سوال: لڑکی کے والد نے لڑکے کو دیکھتے وقت کہا کہ مجھے یہ رشتہ منظور ہے تو کیا یہ الفاظ کہنے سے نکاح منعقد ہوگیا، یا نہیں؟

الجواب

اگر لڑکی کے والد نے ایجاب وقبول کی مجلس میں باقاعدہ گواہوں کے سامنے یہ الفاظ کہے ہوں تو شرعاً نکاح منعقد ہو چکا ہے، اگر لڑکی نابالغ ہے تو خیار فسخ بھی حاصل نہیں اور اگر بالغ ہے تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہے اور اگر ان الفاظ سے فقط وعدہ نکاح مقصود ہو تو پھر شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا۔

قال ابن عابدين تحت (قوله:إذا لم ينو الاستقبال):قال في شرح الطحاوی:لو قال:هل اعطتنيها، فقال:أعطيت،إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (ردالمحتار: ۱۱/۳، كتاب النكاح)(۱)

(فتاویٰ حقانیہ: ۲۹۴/۴)

ہنسی سے نکاح ہوجاتا ہے:

سوال: اگر کوئی شخص ہنسی میں اپنی لڑکی کا نکاح پڑھ دے تو منعقد ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح ہوگیا۔ حدیث شریف میں ہے: ”**ثلٰث جدهن جد وهزلهن جد**“. (۲)

---

(۱) قال الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: وينعقد ملتبسا بايجاب من أحدهما وقول من الآخر .(الدرالمختارعلىٰ صدر ردالمحتار: ۹/۳، كتاب النكاح)/ومثله في البحرالرائق: ۸۳/۳، كتاب النكاح)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلٰث جدهن جد وهزلن جد:النكاح والطلاق الرجعة. (رواه الترمذی وأبوداؤد)(مشكاة المصابيح، كتاب الطلاق: ۲۸۴،ظفير)(سنن ابن ماجة،باب من طلق أو نكح أو راجع لاعبا،رقم الحديث: ۲۰۳۹/سنن الترمذی،باب ماجاء في الجد والهزل في الطلاق،رقم الحديث: ۱۱۸۴/سنن أبي داؤد،باب في الطلاق على الهزل،رقم الحديث: ۲۱۹۴/المنتقى لابن الجارود،رقم الحديث: ۷۱۲/شرح معاني الآثار،رقم الحديث: ۴۶۵۴/سنن الدارقطني،رقم الحدى ۳۶۳۵،انيس)

یعنی تین چیزیں ہیں، جو ہنسی کرنے سے بھی ہو جاتا ہے، ان میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو بھی فرمایا ہے۔ الدرالمختار، کتاب النکاح میں ہے:

ولایشترط العلم بمعنی الایجاب والقبول فیمایستوی فیه الجدوالهزل إذ لم یحتج لنیّة، به یفتی. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۵/۷-۱۴۶)

اجازت کے وقت بالغہ لڑکی کا کھلکھلا کر ہنسنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بالغہ لڑکی سے نکاح کے قبول کے وقت اجازت کے لئے جاوے تو اس وقت لڑکی استہزا کے طور پر کھلکھلا کر ہنس دے تو نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟

(المستفتی: عبدالملک، آسامی، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

قبول کے وقت لڑکی کے بطور استہزا کھلکھلا کر ہنسنے کی صورت میں یہ اجازت شمار نہیں ہوگی؛ بلکہ یہ عدم رضا پر دلالت کرتا ہے؛ لہٰذا ایسی صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

إذا ضحکت مستهزئة، فإنه لایکون إذناً وعلیه الفتویٰ، وضحک الاستهزاء لا یخفی علی من یحضرهٗ؛ أن الضحک إنما جعل إذناً لدلالته علی الرضا، فإذا لم یدل علی الرضا، لم یکن إذناً. (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والاکفاء، کوئٹه: ۱۱۱/۳، زکریا: ۱۹۸/۳، وهکذا فی الشامی، کراتشی: ۵۹/۳، زکریا دیوبند: ۱۶۰/۴)

إذا ضحکت کالمستهزئة لایکون رضا، وضحک الاستهزاء لایخفی علی من یحضرهٗ. (فتح القدیر، دار الفکر مصری قدیم: ۲۴۶/۳، زکریا دیوبند: ۲۵۲/۳، کوئٹه: ۴۶۱/۳، وهکذا فی مجمع الأنهر، مصری قدیم: ۳۳۳/۱، دار الکتب العلمیة بیروت: ۱۹۴/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ۔ ۶ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۰۲/۲۳) (فتاویٰ قاسمیہ: ۸۲/۱۳)

عورت کی طرف سے اجازتِ نکاح کا سننا:

سوال: ایک بالغہ عورت کا نکاح ایک وکیل، دو شاہد کو لے کر ایک مولوی صاحب نے پڑھا دیا، نکاح کے بعد دو شاہدوں میں سے ایک سے پوچھا گیا کہ تم نے نکاح کے وقت عورت کے منہ سے اذن سنا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے عورت کے منہ سے کوئی لفظ اذن کا نہیں سنا۔ اس پر ایک عالم نے کہا کہ یہ نکاح شرعاً معتبر نہ ہوگا؟ اس پر ایک شادی شدہ شخص نے اس عالم کو گالیاں دیں۔

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار مجتبائی: ۱۸۶/۱، ظفیر مفتاحی

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح شرعاً معتبر ہوگیا، یانہیں؟ جس شخص نے عالم صاحب کو گالی دی، اس پر شرعاً کیا حکم وارد ہوتا ہے؟ اور اگر کوئی شخص شریعت کے کسی مسئلہ کا انکار کرے تو اس کو شرعاً کیا کہا جاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر نکاح کا ایجاب وقبول گواہوں کے سامنے ہوا اور عورت نے اس کو نا منظور نہیں کیا تو یہ نکاح صحیح ہوگیا، اگر چہ وکیل کے دریافت کرنے پر گواہوں نے عورت سے اجازت کو نہ سنا ہو، وہ اجازت کے گواہ ہیں، ایجاب وقبول کے گواہ نہیں۔(۱)عورت کی طرف سے جس قاضی نے ایجاب کیا اور مرد نے اس کو قبول کیا، اس کو تو سننے والے موجود ہیں، بس یہ کافی ہے۔(۲)عالم کے علم کا احترام لازم ہے، ان کو کیا کسی معمولی انسان کو بھی گالی دینے کی اجازت نہیں، جس نے گالی دی ہے، اس کو لازم ہے کہ وہ اپنی غلطی پر نادم ہوکر معافی طلب کرے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۹/۶/۱۳۹۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۷۲)

---

(۱)　("أوزوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتت) عن رده مختاره (أو ضحكت غير مستهزئه أو تبسمت أو بكت بلا صوت فهو إذن)".

"(وبطل خيار البكر بالسكوت) لو مختاره (عالمة) أصل (النكاح)". (الدر المختار)

"(قوله: عن رده) قيد به إذ ليس المراد مطلق السكوت؛ لأنها لو بلغها الخير فتكمت بأجنبى، فهو سكوت هنا، فيكون إجازة". (ردالمحتار: ۳/۵۹-۷۳، كتاب النكاح، باب الولى، سعيد)

"وإن زوجها الولي بغير استيمار، ثم أخبرها بعد النكاح فسكتت، إن أخبرها بالنكاح ... وإن ذكر الزوج والمهر فسكتت، كان رضا". (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۱/۲۸۸، كتاب النكاح، باب الأولياء، رشيديه)

"وأما في حق البكر، فبطل بمجرد السكوت". (البحرالرائق: ۳/۲۱۵، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۲)　"(وينعقد) متلبساً (بإيجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر ... (و) شرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معاً)". (الدر المختار: ۳/۹، ۲۱، ۲۲، كتاب النكاح، سعيد)

(۳)　قال الله تعالىٰ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (سورة الحجرات: ۱۱)

يَنْهَى تَعَالَى عَنِ السُّخْرِيَةِ بِالنَّاسِ وَهُوَ احْتِقَارُهُمْ وَالِاسْتِهْزَاءُ بِهِمْ، كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْصُ النَّاسِ - وَيُرْوَى - وَغَمْطُ النَّاسِ. وَالْمُرَادُ مِنْ ذَلِكَ احْتِقَارُهُمْ وَاسْتِصْغَارُهُمْ، وَهَذَا حَرَامٌ فَإِنَّهُ قَدْ يَكُونُ الْمُحْتَقَرُ أَعْظَمَ قَدْرًا عِنْدَ الله تعالى، وَأَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ السَّاخِرِ مِنْهُ الْمُحْتَقِرِ لَهُ. (تفسير ابن كثير: ۷/۳۵۱، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ (الحجرات: 11) قَالَ: لَا يَطْعُنْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ. (المستدرك للحاكم، تفسير سورة الحجرات، رقم الحديث: ۳۷۲۳، انيس)

بالغہ لڑکی سے اذن طلب کرنا اور توکیل پر گواہ مقرر کرنے کا معروف طریقہ:

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والد کے لیے عاقلہ بالغہ بیٹی سے نکاح کی اجازت مانگنی ضروری ہے، یا نہیں؟ اگر ضروری ہو تو اس کی کیفیت کس طرح ہوگی؟ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ بعض علماء حضرات دو گواہ عورت کے پاس بھیجتے ہیں اور گواہوں کے سامنے عورت باہر ایک آدمی کو اپنی نفس کے بارے میں ایجاب وقبول کے لیے وکیل مقرر کرتا ہے پھر دو گواہ باہر آکر شہادت دیتے ہیں امام الحیٔ کے سامنے کیا، اس وکیل کا ایجاب وقبول صحیح ہے، جب کہ اندران دو گواہوں نے اس موکلہ عورت کے ساتھ بالمشافہ باتیں نہیں کی ہوں؟ یا کوئی دوسرا طریقہ بھی ہے؟ بینوا توجروا جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدارین وعم فیوضاتکم

(المستفتی: عبداللہ)

الجواب

چوں کہ عاقلہ بالغہ پر اجبار جاری نہیں ہوتا ہے لہٰذا نکاح سے پہلے اذن طلب کرنا یا بعد میں مطلع کرنا ضروری ہے۔(۱) اور اس اذن واجازت پر گواہ قائم کرنا مستحب ہے؛ تاکہ ضرورت کے وقت پریشانی نہ ہو،(۲) اور یہی معروف طریقہ صحیح ہے۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۵۷/۴)

دلہن سے اجازت لینے کے وقت گواہوں کا ہونا:

سوال: دلہن کے سامنے اجازت لینے کے وقت گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب

دلہن کے سامنے اجازت لینے کے وقت گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہیں، (ہاں بہتر ہے)، البتہ ایجاب وقبول کے وقت جس میں عورت کا وکیل، یا ولی موجود ہے، گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ص: ۴۰۳)

اور شامی میں ہے: **واعلم انه لا يشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل على عقد الوكيل وإنما ينبغي أن يشهد الوكالة إذا خيف حجد المؤكل إيا ها، فتح.** (۴۴۶/۲، مطلب في الوكيل والفضول في النكاح) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۴۸/۸)

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ فإن استأذنها هو أي الولي وهو السنة أو وكيله اورسوله أوزوجها وليها وأخبرها رسوله أوفضولي عدل، الخ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۳۲۴/۲، باب الولي)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: واعلم أنه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل علىٰ عقد الوكيل وإنما ينبغي أن يشهد على الوكالة إذا خيف جحد الموكل إياها. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۳۵۲/۲، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح)

نکاح کی اجازت لیتے وقت گواہ بنانا مستحب ہے:

سوال: عورت سے نکاح کی اجازت طلب کرتے وقت گواہوں کی موجودگی ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

عورت سے نکاح کی اجازت طلب کرتے وقت دو گواہوں کی موجودگی مستحب ہے، البتہ نکاح پڑھاتے وقت دو گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔

قال ابن نجیم المصری: ولایشترط الا شهادة علی التوکیل. (البحر الرائق: ۸۹/۳، کتاب النکاح)(۱)

(فتاوی حقانیہ: ۲۹۶/۴)

دولہن سے اجازت لیتے وقت گواہوں کی موجودگی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دولہن سے اجازت لیتے وقت گواہوں کا سامنے موجود ہونا ضروری ہے، یا صرف ایجاب وقبول کے وقت ان کی موجودگی کافی ہے؟ ہمارے علاقہ میں دولہن سے اجازت لیتے وقت گواہوں کے موجود ہونے کا رواج ہے۔ شریعت کی رو سے اس کا حکم بیان فرمائیں؟

(المستفتی: محمد سالم، محلّہ بھٹی مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفیق

دولہن سے اجازت لیتے وقت گواہوں کی موجودگی ضروری نہیں؛ البتہ گواہوں کا سامنے رہنا مستحسن ہے؛ تاکہ بعد میں انکار کا کوئی راستہ باقی نہ رہے۔ ہاں مجلس نکاح میں نکاح خواں کے سامنے گواہوں کا موجود ہونا اور ایجاب وقبول کا سننا بھی لازم ہے۔

واعلم أنه لا یشترط الشهادة علی الوکالة بالنکاح؛ بل علی عقد الوکیل وإنما ینبغی أن یشهد علی الوکالة إذا خیف جحد الموکل إیاها. (فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی الوکالة بالنکاح وغیرها، زکریا دیوبند: ۳۰۱/۳، دارالفکر مصری قدیم: ۳۱۲/۳-۳۱۳، کوئٹہ: ۲۰۱/۳-۲۰۲، شامی، مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح، زکریا دیوبند: ۱۲۲/٤-۲۲۲، کراتشی: ۹۵/۳)

ویصح التوکیل بالنکاح، وإن لم یحضره الشهود، وإنما یکون الشهود شرطاً فی حال مخاطبة الوکیل المرأة. (الفتاوی التاتارخانیة، الفصل السادس عشر فی الوکالة بالنکاح، زکریادیوبند: ۱٤٦/٤، رقم: ۵۷۸۰)

---

(۱) قال العلامة ابن عابدین: واعلم أنه لاتشترط الشهادة علی الوکالة بالنکاح بل علیٰ عقد الوکیل وإنما ینبغی أن یشهد علی الوکالة إذاخیف حجد الموکل إیاها. (ردالمحتار: ۹۵/۳، باب الاکفاء، مطلب فی الوکیل والفضول فی النکاح)، ومثله فی بدائع الصنائع: ۲۵٦/۲، کتاب النکاح فصل ومنها العذر)

يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود. (الفتاویٰ الهندية، الباب السادس فى الوكالة بالنكاح وغيرها، زكريا: ۱/۲۹٤، زكريا جديد: ۱/۳٦۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۸۰۴۴/۳۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۴/۵/۱۶ھ - (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/۶۱) ☆

لڑکی سے پوچھے بغیر نکاح کرنا:

سوال: ہمارے یہاں کسی لڑکی سے اس کے نکاح کے وقت اجازت نہیں لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں، اس طرح بھی نکاح ہو جاتا ہے، لہٰذا ان کا یہ کہنا درست ہے، یا نہیں؟ نکاح ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

کسی عاقلہ بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں، اگر اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح باپ نے کسی جگہ کر دیا تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر وہ نکاح کو جائز رکھے گی تو جائز ہوگا، ورنہ باطل ہو جائے گا۔

لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أوسلطان بغير إذنها بكراً كانت أوثيباً فإن فعل ذلک فالنكاح موقوف على اجازتها فإن أجازته جاز وإن ردته بطل، كذا فى السراج الوهاج. (الهندية: ۱/۳۰٦)(۱)

☆ **کیا لڑکی سے اجازت کے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی سے نکاح کی اِجازت لیتے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، یا نہیں؟ بعض علماء یہاں یہ فرماتے ہیں کہ اگر باپ نے تنہا اِجازت لی، وہاں کوئی گواہ نہ تھا تو یہ اجازت معتبر نہ ہوگی؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب وبالله التوفيق

مجلس نکاح میں جہاں اِیجاب وقبول ہو رہا ہو، وہاں کم از کم دو گواہوں کا موجود رہ کر ایجاب وقبول سننا ضروری ہے؛ لیکن لڑکی سے اجازت لیتے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ تنہا اجازت لینے سے بھی لڑکی کی طرف سے توکیل درست ہو جاتی ہے۔

أما الشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته كما قدمناه. (شامي: ٤/٨٧-٨٩، زكريا)

يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۲۹٤)

لا يشترط الإشهاد على التوكيل. (البحر الرائق: ۳/۱٤٦، زكريا)

ويصح التوكيل بالعبارة أو الكتابة، ولا يشترط بالاتفاق الإشهاد عند صدور التوكيل، وإن كان يستحسن للوكيل أن يشهد على التوكيل، للاحتياط خوفًا من الإنكار عند النزاع. (الفقه الإسلامي وأدلته، حكم التوكيل بالزواج: ۹/٦۷۲۲، رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۶/۱/۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۸۵)

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع فى الأولياء: ۱/۲۸۷، ماجديه

ہاں اگر ولی اقرب اس کا وکیل، یا قاصد باکرہ سے استیذان کرے اور وہ چپ ہوجائے تو اس کا یہ چپ ہونا بھی اجازت ہے، یا کوئی ایسا کام کرے، جس سے رضا ثابت ہو تو وہ بھی اجازت سمجھی جائے گی۔

وإن استاذن الولی البکر البالغة فسکتت فذٰلک إذن منها وکذا إذا امکنت الزوج من نفسها بعد ما زوجها الولی فهو رضا وکذا لو طابت بصداقها بعدا لعلم فهو رضا،هکذا فی السراج الوهاج. (الهندیة: ۳۰٦/۱)(۱)

لیکن اگر کسی اجنبی، یا ولی بعید نے استیذان کیا تو صراحۃً اجازت ضروری ہے، سکوت اجازت نہیں۔

وإن کان لها ولی أقرب من المزوج لا یکون السکوت منها رضا ولها الخیار إن شاء ت رضیت وإن شاء ت ردت. (الهندیة: ۳۰٦/۱)(۲)(کفایۃ المفتی:۵۲/۵)

عاقلہ بالغہ کی اِجازت کے بغیر نکاح پڑھا کر بعد میں لڑکی سے اِجازت لینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک قاضی (جو کہ مسجد میں اِمامت بھی کرتے ہیں) نے ایک عاقل وبالغ لڑکی کی باقاعدہ اِجازت لیے بغیر نکاح مکمل کردیا، جب کہ لڑکی کے والد محترم سے بھی اِجازت نہیں لی گئی، نکاح کی رسید میں گواہان اور وکیل کے نام بھی درج ہیں، بعد میں لڑکی سے نکاح کی رسید پر انگوٹھا نشان لگوایا گیا۔کیا یہ نکاح درست ہوگیا؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفیق

بہتر یہ تھا کہ نکاح سے قبل لڑکی سے اِجازت لی جاتی؛ لیکن جب کہ بلا اجازت قاضی نے نکاح پڑھایا اور بعد میں لڑکی نے راضی خوشی انگوٹھا لگا کر اِس عقد کی اِجازت دے دی تو بھی یہ نکاح درست ہوگیا، اگر لڑکی اجازت نہ دیتی تو نکاح صحیح نہ ہوتا۔

عن أبی سلمة: جاء ت امرأة إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت:إن أبی أنکحنی رجلاً وأنا کارهة، فقال لأبیها: لا نکاح لک، إذهبی فانکحی من شئت. (أخرجه سعید بن منصور، إعلاء السنن: ۷۷/۱۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

وإن قال أخر أشهدوا أنی زوجتها منه فبلغها الخبر فأجازت جاز. (الهدایة: ۳۲۲/۲)

ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ، فإن استأذنها هو أی الولی وهو السنة (در مختار) وإن زوجها بغیر استیمار فقد أخطأ السنة وتوقف علی رضاها. (ردالمحتار،باب الأولیاء: ۵۸/۳، کراتشی، کذا فی البحر الرائق: ۱۹٤/۳،زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۱۴۱۳/۱۲/۲۵ھ۔(کتاب النوازل: ۶۳/۸)

(۱،۲) الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۷/۱، ماجدیه

نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ:

(۱) اصولی طریقہ دولہن سے اجازت حاصل کرنے کا کیا ہے؟

(۲) اجنبی گواہوں کا اجازت لینے کے لیے عورتوں کے مجمع میں جانا شرعاً کیسا ہے؟

(۳) یہاں پر تو نکاح سے دوگھنٹہ قبل لڑکی کا ولی، یا نامزد کردہ وکیل مع دو گواہوں کے اندر جاتا ہے اور عورتیں دوگھنٹہ تک پریشان کرتی ہے، پھر لڑکی سے کہلواتی ہیں کہ ہاں کہہ دو۔ اس رسم کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بالغہ لڑکی کا ولی (باپ) خود لڑکی کو اطلاع کردے کہ میں فلاں لڑکے سے اتنے مہر کے عوض تیرا نکاح کرتا ہوں، پھر اتنی دیر ٹھہر جائے کہ اگر لڑکی ہاں نہیں کا کوئی جواب دینا چاہے تو دے سکے، اس پر اصرار نہ کرے کہ جواب دے؛ بلکہ خاموشی بھی کافی ہے، پھر مجمع میں چاہے خود اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے، یا قاضی، یا نکاح خواں کو وکیل بنادے اور وہ ایجاب وقبول کرے، شرعاً تو اتنا کرلینا کافی ہے، (۱) اور جو طریقہ رائج ہے، وہ کچھ رسم کی پابندی ہے، کچھ قانونی رعایت ہے۔ اجنبی گواہوں کا جاکر اجازت لینا شرم وغیرت کے خلاف ہے اس کو، نیز دیگر خرافات کو حسنِ تدبیر سے روکنا چاہیے۔ (۲)

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۵۰-۵۵۱)

بالغہ سے نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ:

سوال: کیا لڑکی سے اختیار نفس لینے کا ضروریات نکاح سے ہے؟ اگر یہ اختیار نہ لیا جائے تو نکاح درست ہوگا، یا

---

(۱) " وينعقد بإيجاب من أحد هما وقبول من الآخر كزوجت نفسي أو بنتي أو مؤ كلتي منك". (الدر المختار)" (قوله : كرزجت نفسى) أشار إلى عدم الفرق بين أن يكون الموجب أصيلاً أو ولياً أو وكيلاً". (رد المحتار : ۹/۳، كتاب النكاح ،سعيد)

"ثم النكاح كما ينعقد بهذه الألفاظ بطريق الإصالة ينعقد بها طريق النيابة بالوكالة والرسالة ؛لأن تصرف الوكيل كتصرف المؤكل ".(بدائع الصنائع ،فصل فى ركن النكاح:۳۲۲/۳،دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(وجادلهم بالتى هى أحسن) : أى من احتاج منهم إلى مناظرة وجدال ،فليكن بالوجه الحسن برفق ولين وحسن خطات".(تفسير ابن كثير،سورة النحل : ۲/ ۷۸۱ ،مكتبه دار الفيحاء ودار السلام)

"(وجادلهم بالتى هى أحسن)بالطريقة التى هى أحسن طرق المناظرة والمجادلة من الرفق واللين واختيار الوجه الأيسر ... ومنهم عوام أصحاب نفوس كدرة ضعيفة الا ستعداد شديدة الألف بالمحسوسات قوية التعلق بالرسوم والعادات قاصرة عن درجة البرهان ،لكن لا عناد عندهم ، وهؤ لا ء يدعون بالموعظة الحسنة بالمعنى المتقدم،الخ".(روح المعانى،سورة النحل: ۲۵۴/۱۴ ،دار إحياء التراث العربى بيروت)

نہیں؟ یہاں پر یہ رواج ہے کہ نکاح کے وقت شاہدین اور وکیل تین مرتبہ لڑکے لڑکی کے پاس آتے جاتے ہیں اور تعداد مہر میں کمی کراتے ہیں، تیسری مرتبہ میں خواہ کتنا ہی مہر ہو اور لڑکے کی حیثیت اس قابل ہو، یا نہ ہو، مہر مقرر کر کے نکاح ہو جاتا ہے، اختیار نفس نہیں لیا جاتا۔ ایک تعلیم یافتہ صاحب کے گھر میں نکاح میں شریک تھا، لڑکی بالغ تھی، وکیل شاہدین نے جا کر لڑکی سے دریافت کیا: فلاں لڑکے سے تمہارا نکاح کر رہے ہیں، تم اپنا مہر بتاؤ، اس کی ماں نے مہر بتایا۔

شاہدین نے لڑکے سے مرضی طلب کی، اس نے انکار کر دیا، دوسری مرتبہ گئے، مہر میں نصف کمی ہوگئی، جب لڑکے سے دریافت کیا گیا تو اس نے رضامندی ظاہر کر دی، حالاں کہ وہ تعداد رقم بھی اس کی طاقت سے باہر تھی، پس نکاح پڑھا دیا گیا۔ قاضی نے لڑکے سے نکاح قبول کرا کے خطبہ پڑھ دیا، لڑکی سے ایجاب نہیں کرایا گیا تھا، نہ اختیار نفس ہی لیا گیا تھا۔ کیا یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

لڑکی اگر بالغہ ہو اور اس سے کہے کہ میں تمہارا نکاح فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر کرتا ہوں، تم کو منظور ہے؟ اس کے جواب میں لڑکی اگر کہہ دے کہ منظور ہے، یا صرف ہاں کر دے، یا خاموش رہے تو اتنا ہی کافی ہے، یہی اختیار نفس بھی ہے، نہ وکیل کی ضرورت، نہ گواہوں کی، (۱) پھر گواہوں کے سامنے ولی خود، یا اس کی اجازت سے قاضی لڑکے سے کہے کہ میں فلاں کی فلاں لڑکی کا نکاح تم سے اتنے مہر پر کیا، تم نے اس کو قبول کیا ہے تو وہ جواب میں کہہ دے کہ میں نے قبول کیا تو یہ نکاح منعقد صحیح ہو جائے گا۔ (۲)

اگر ولی خود لڑکی سے اجازت طلب نہ کرے؛ بلکہ کسی کو اپنی طرف سے اس کے پاس اجازت لینے کے لیے بھیج دے اور وہ جا کر اس طرح لڑکی سے کہے کہ تمہارے والد نے مجھے بھیجا ہے، وہ تمہارا نکاح فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر کرنا چاہتے ہیں؛ اس لیے میں تمہارے پاس ان کی طرف سے اجازت لینے کے لیے آیا ہوں، تم کو یہ نکاح منظور ہے؟ اس پر لڑکی کی اجازت دے دے، یا خاموش رہے، تب بھی گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرا دینے سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (۳)

---

(۱) "فإن استأذنها هو):أي الولي . وهو السنة (أو وكيله ... فسكتت أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت،فهو إذن إن علمت بالزوج،لا) العلم (بالمهر)،وقيل :يشترط، وهو قول المتأخرين". (الدر المختار:۳/۵۸-۶۱،كتاب النكاح، باب الولي ،سعيد)

"وإذا قال لها الولي: أريد أن أزوجك من فلان بألف ،فسكتت ... فالسكوت منها رضا". (الفتاویٰ العالمگيرية: ۱/ ۲۸۷،كتاب النكاح ، الباب الرابع في الأولياء ،رشيديه)

(۲) "(وينعقد) متلبساً (بإيجاب)من أحدهما (وقبول من الآخر)". (الدر المختار: ۳/۹، كتاب الكناح ، مطلب: كثيراً منا يتساهل في إطلاق المستحب على السنة،سعيد)

(۳) "الأول أن يقول : وكلتك تستأذن لي فلانة في كذا، والثاني أن يقول : اذهب إلى فلانة وقل لها : إن أخاك فلاناً يستأذنك في كذا ... لكن رسول الولي قائم مقامه، فيكون سكوتها رضا عند استئذانه ، كما في الفتح، والوكيل كذلك". (رد المحتار:۳/۵۹-۶۲، كتاب النكاح، باب الولي ، سعيد)

جوصورت آپ نے لکھی ہے، اس صورت سے بھی نکاح درست ہوگیا، کوئی فکراور شبہ نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۵۱-۵۵۳)

لڑکی کا سکوت اس وقت اذن ہوگا، جب کہ ولی پوچھے، ورنہ زبانی جواب ضروری ہے:

سوال: اس طرف یہ دستور ہے کہ جس بالغہ لڑکی کا عقد ہوتا ہے تو اس طریقہ سے ہوتا ہے کہ لڑکی جہاں پردہ میں بیٹھی ہوتی ہے، وہاں تین آدمی ایسے جاتے ہیں کہ جو قریب کے رشتہ دار ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک توکیل ہوتا ہے اور دو گواہ ہوتے ہیں۔ لڑکی کی ماں بہن لڑکی سے کہلواتی ہیں کہ میں نے اپنے نکاح کے لیے وکیل کا نام لے کر فلاں کو اختیار دیا تو لڑکی یا تو بالکل خاموش رہتی ہے، یا رودیتی ہے، یا سر ہلا دیتی ہے، پس وہ تینوں آدمی باہر آتے ہیں، جس جگہ کہ دولہا اور قاضی وغیرہ موجود ہوتے ہیں اور وہ جو دو گواہ ہیں، قاضی کے روبرو یہ بیان کرتے ہیں کہ فلاں بنت فلاں نے اپنا نکاح کردینے کے لیے فلاں شخص کو (جس سے وکیل مراد ہوتا ہے) اختیار دیا ہے ہمارے روبرو، پس قاضی وکیل سے مہر کی تعداد معلوم کرتا ہے اور نکاح پڑھانے کی اجازت چاہتا ہے، جب وکیل نے اجازت دے دی تو قاضی نے خطبہ وغیرہ پڑھا اور دولہا سے کہا کہ مسماۃ فلاں بنت فلاں نے اپنے نفس کا اختیار بالعوض اتنے مہر (جتنی تعداد مقرر ہوئی) نصف معجّل اور نصف مؤجل کے تجھ کو دیا وہ کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا اور ان دو گواہ اور وکیل کے نام معہ نام قاضی ودولہا دلہن درج رجسٹر سرکاری ہوجاتے ہیں تو دریافت طلب یہ ہے کہ قاعدہ مذکورہ بالا درست ہے، یا نہیں؟ اگر نہ ہو تو اصلاح فرمادی جاوے؟

الجواب

یہ سکوت لڑکی کا جب کہ پوچھنے والا ولی نہیں ہے تو معتبر نہیں، پس یہ وکالت درست نہیں، گواہوں کا یہ کہنا کہ لڑکی نے اختیار دیا ہے، جھوٹی گواہی ہے، پس یہ نکاح درست نہیں ہوا، البتہ اس کے بعد جب رخصت ہو کر دولہا کے گھر آئی اور صحبت کے وقت انکار نہ کیا، اس وقت وہ نکاح جواب تک معلق وموقوف تھا، صحیح ہوا؛ لیکن چوں کہ بروقت نکاح پڑھنے کے صحیح نہ ہوا تھا؛ اس لیے یہ خلوت اور اس کو ہاتھ لگانا اور برہنہ کرنا اور برہنہ دیکھنا اور بے پردگی یہ کس طرح جائز ہوگی؛ اس لیے اس کی اصلاح یہ ہے کہ اگر لڑکی نابالغ ہو، تب تو ولی سے اجازت لی جاوے اور اگر بالغ ہو تو اس لڑکی سے ولی کو دریافت کرنا چاہیے، اس کے دریافت کرنے پر جو سکوت کرے گی، وہ اذن ہے، (۱) پھر ولی کا اجازت دینا صحیح ہوگا اور اگر خواہ مخواہ وکیل ہی بنانا ضروری ہے تو پھر ضرور ہوگا کہ وہ لڑکی اپنی زبان سے اس وکیل کو اجازت نکاح کی دے، اگر زبان سے نہ کہے گی تو وہی خرابی ہوگی، جو اوپر مذکور ہوئی، اس مسئلہ کو اچھی طرح لوگوں میں شائع کردینا چاہیے۔ (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۲۳۳)

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهَذَا نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَذَاتُ الأَبِ وَغَيْرِ الأَبِ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ. (موطأ الإمام محمد، باب البكر تستأمر فى نفسها، رقم الحديث: ٥٤٠، انيس)

استیذان پر کسی اور کا اقرار کر لینا اور اذن کی صورتیں:

سوال: زید کا عقد ہندہ کے ساتھ ہوا، چند دنوں کے بعد ہندہ نے یہ اقرار کیا کہ قاضی کے پوچھنے پر میں نے ''ہاں'' نہیں کہا تھا؛ بلکہ محلّہ کی فلاں عورت نے کہہ دیا تھا؛ لیکن میں اس عقد پر راضی تھی اور اب بھی ہوں، اس وقت محض شرم کی بنا پر نہیں کہا تھا۔ یہ واضح رہے کہ آج کل عام ابتلا اس میں ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ عقد درست ہوا، یا نہیں؟ اگر نہیں تو اعادہ میں کیا پھر بارِ اول کی طرح اعلان کی حاجت ہے، یا محض دو تین آدمیوں کے سامنے کر دینا کافی ہے؟ اگر خلوت کے بعد اس صورت کا علم ہوا تو اس کا کیا حکم ہے؟ اب تو نکاح کے علی الاعلان اعادہ میں رسوائی بھی ہے؟ اور اگر ہندہ نے ہنس دیا ہو، یا رو دیا ہو تو اس کا حکم کیا ہے؟ لیکن بوجہ پردہ کے قاضی کو ان سب باتوں کا علم نہیں ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر ہندہ بوقتِ عقد نابالغہ تھی، تب تو اس کی رضا و عدمِ رضا کا صراحۃً بھی کچھ اعتبار نہیں؛ بلکہ اس کے عقد کا اختیار مکمل الوجوہ ولی کو ہے۔ (۱)

اگر وہ بوقتِ عقد بالغہ تھی تو اس کی دو صورتیں ہیں: باکرہ تھی، یا ثیبہ۔ اول صورت میں اس کا سکوت، تبسم، بلا استہزاء ہنسا، بلا صورت رونا، یہ جملہ امور صریح اذن کے حکم میں ہیں، بشرطیکہ مستاذن ولی ہو، یا اس کا رسول، یا کسی غیر شخص نے بشرطیکہ وہ عادل ہو، اطلاع کی ہو۔

اگر مستاذن ولی اقرب اور اس کے رسول کے علاوہ کوئی اور شخص ہو، مثلاً ولی ابعد ہو، یا اجنبی تو سکوت کافی نہیں؛ بلکہ صریح قول، یا کوئی ایسا فعل جو کہ رضا پر دلالت کرنے میں بمنزلہ قول کے ہو، ضروری ہے، جیسے مہر اور نفقہ کا طلب کرنا اور ہمبستری پر قدرت دینا، ثانی صورت میں؛ یعنی جب کہ وہ ثیبہ ہو، تب بھی سکوت کافی نہیں ہوتا؛ بلکہ قول، یا بمنزلہ قول ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی وجہ سے تجدید عقد کی ضرورت پیش آئے تو وہ گواہوں کی موجودگی میں کافی ہے۔

(هو...ينعقد)متلبساً (بأيجاب)من أحدهما (وقبول) من الآخر ... وشرط سماع كل العاقدين لفظ الآخر)ليتحقق رضاهما (و)شرط (حضور)شاهدين (حرين)أوحر و حرتين (مكلفين ، الخ)" . (۲)

"فإن استأذنها هو: أى الولى وهوالسنة.أو وكيله أو رسوله أوزوّجها وليها، وأخبرها رسوله

---

(۱) الد المختار : ۵۸/۳-۶۳، كتاب النكاح ،سعيد((وَلِلْوَلِيِّ) الْآتِي بَيَانُهُ (إنْكَاحُ الصَّغِيرِ وَالصَّغِيرَةِ)جَبْرًا (وَلَوْ ثَيِّبًا) كَمَعْتُوهٍ وَمَجْنُونٍ شَهْرًا (وَلَزِمَ النِّكَاحُ وَلَوْ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ) بِنَقْصِ مَهْرِهَا وَزِيَادَةِ مَهْرِهِ (أَوْ) زَوَّجَهَا (بِغَيْرِ كُفْءٍ إنْ كَانَ الْوَلِيُّ) الْمُزَوِّجُ بِنَفْسِهِ بِغَبْنٍ (أَبًا أَوْ جَدًّا) وَكَذَا الْمَوْلَى وَابْنُ الْمَجْنُونَةِ (لَمْ يُعْرَفْ مِنْهُمَا سُوءُ الِاخْتِيَارِ) مَجَانَةً وَفِسْقًا،الخ. (الدرالمختار، كتاب النكاح،باب الولى:۶۵/۳-۶۶،دارالفكربيروت،انيس)

(۲) الدر المختار:۹/۳، ۲۱، ۲۲، كتاب النكاح،سعيد

أوفضولی عدل،فسکتت عن رده مختارة أوضحکت غیر مستهزئه أوتبسمت أوبکت بلا صوت، فهـو إذن، فإن استأذنها غیر الأقرب کالأ جنبی أو ولی بعید ، فلا عبرة لسکوتها بل لا بد من القول کـالثیـب البـالـغة أو مـا هو فی معناه من فعل یدل علی الرضی کطلب مهر ها ونفقتها وتمکینها من الوطئیودخوله ، بهار ضاها وقبول لاتهنئة،الخ". (الدر المختار مختصراً)(۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۷/۶۰/۱۳۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۹/۶۰/۱۳۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۷۷)

کس کس کے استیذ ان پر سکوت اذن ہے:

سوال: ایک مقام پر نکاح کے وقت لڑکی کے پاس گواہ اور وکیل بن کر چند آدمی استیذ ان کے واسطے گئے؛ مگر وہ لڑکی خاموش رہی اور ان لوگوں نے اس کا نکاح پڑھوادیا، یہ سمجھتے ہوئے کہ استیذ ان کے وقت لڑکی کی خاموشی اجازت شمار کی جاتی ہے۔اس میں ذیل کی صورتوں کو واضح فرمایا جائے:

(۱) استیذ ان کے وقت کونسی عورت کی خاموشی اذن قرار دی جاتی ہے، بیوہ کی، یا کنواری کی؟

(۲) اس معاملہ میں نابالغ لڑکی کا کیا حکم ہے؟

(۳) استیذ ان کے وقت عورت کی خاموشی اذن سمجھی جاتی ہے، وہ کن کن اولیاء کے استیذ ان کے وقت سمجھی جاتی ہے؟

(۴) اولیا کی تفصیل بیان فرما کر بیان فرمایا جائے کہ ولی اقرب کون کون ہوتے ہیں اور ولی ابعد کون کون ہوتے ہیں؟

(۵) اگر بھائی، تایا، چچا کے استیذ ان کے وقت عورت خاموش رہی تھی تو اس کی خاموشی رضا سمجھی جائے گی، یا نہیں؟ اور ایسا نکاح شرعاً منعقد ہوگا، یا نہیں؟

(۶) بعض جگہ یہ دستور ہے کہ اول لڑکے سے ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے اور اس کے بعد شکر پر یا کچے چاولوں پر کچھ قرآن مجید کی آیات پڑھ کر لڑکی کے پاس بھیج دیتے ہیں، جس سے اس کو یہ اطلاع دینا مقصود ہوتا ہے کہ تیرا نکاح ہوگیا۔اس وقت، یا اس سے قبل لڑکی سے کچھ نہیں کہا جاتا؛ یعنی اس سے اجازت کے واسطے اس کے پاس کوئی نہیں جاتا۔جملہ جوابات مزین بالدلائل الشرعیہ فرما کر واپس فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) کنواری کی۔(۲)

---

(۱) **الدر المختار : ۳/ ۵۸-۶۳، کتاب النکاح، سعید**

(۲) "(فإن استاذنها هو):أی الولی وهو السنة (أو وکیله أو رسوله أو زوجها)ولیها وأخبر رسوله أو فضولی عدل (فسکتت)عن رده مختارة (أو ضحکت غیر مستهزئة أو تبسمت أوبکت بلا صوت، فهوإذن)".(الدر المختار، کتاب النکاح:۳/۵۸-۵۹،سعید)

(۲) اقرار، انکار سب کا حکم ایک سا ہے؛ یعنی کوئی اعتبار نہیں۔(۱)

(۳) جس کو اختیار اجبار ہے، اس کا وکیل ہو، یا رسول ہو۔(۲)

(۴) ولی عصبہ بنفسہ ہے بہ ترتیب میراث وحجب۔

"الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثی علی ترتیب الأرث والحجب، فیقدم ابن المجنونة علی أبیها؛ لأنه یحجبه حجب نقصان، هذا عندهما، خلافاً لمحمد حیث قدم الأب، وفی الهندیة عن الطحطاوی: أی الأفضل أن یأمر الأب الابن بالنکاح حتی یجوز بلا خلاف، آه، وابن الابن کالابن، ثم یقدم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقیق ثم لأب ... ثم ابن الأخ الشقیق ثم لأب، ثم العم الشقیق ثم لأب، ثم ابنه کذلک، ثم عم الأب کذلک، ثم ابنه کذلک، ثم عم الجد کذلک، ثم ابنه کذلک، کل هؤلاء لهم إجبار الصغیرین وکذا الکبیرین إذا جنا، ثم المعتق ولو انثیٰ، ثم ابنه وإن سفل، ثم عصبة من النسب علی ترتیبهم، بحر عن الفتح وغیرهم، آه"(شامی بقدر الحاجة: ۲/ ۲۸۰)(۳)

اس میں "ثم" کے ذریعہ ولی قریب وبعید کی ترتیب بھی بیان کردی۔

(۵) ان سے قریب کوئی ولی موجود ہے اورانہوں نے بغیر وکالت ورسالت کے استیذان کیا ہے تو کنواری کا سکوت معتبر نہیں۔

" فإن استاذن غیر الأقرب، فلا عبرة لسکوتها؛ بل لابد من القول کالثیب، أوما هو فی معناه، آه". (۴)

---

(۱) "لولی الصغیر والصغیرة أن ینکحها وإن لم یرضیا بذلک ، سواء کانت بکراً وثیباً". (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/ ۲۸۵، رشیدیه)

"(وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة) جبراً (ولو ثیباً ولزم النکاح)". (الدرالمختار)

وقال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالیٰ: "أی بلا توقف علی إجازة أحد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الأب والجد". (ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳/ ۶۵-۶۶، سعید

(۲) "فإن استأذنها هو: أی الولی وهو السنة (أووکیله أورسوله أوزوجها) ولیها وأخبرها رسوله أو فضولی عدل". (الدرالمختار: ۳/ ۵۸-۵۹، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

"فإن استاذنها الولی فسکتت ... فهو إذن وإن استأذنها غیر الولی فلا بد من القول".

"والمراد بالولی من له ولایة الاستحباب ... ودخل تحت غیر الولی الولی الأ بعد مع الأقرب ... ولیس للأبعد مع وجود الأقرب ذلک فهو غیر ولی". (البحر الرائق: ۳/ ۱۹۲، ۱۹۶، ۲۰۴، باب الأولیاء والأکفاء رشیدیه)

"کل هؤ لاء (أی الولی العصبة بترتیب الأرث) تثبت لهم ولایة الإجبار علی البنت والذکر فی حال صغرهما وحال کر هماإذا جنا". (البحر الرائق: ۳/ ۲۱۰، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیه)

(۳) الدرالمختار مع رد المحتار: ۳/ ۷۶، کتاب النکاح، باب الولی، مطلب فی فرق النکاح، سعید

(۴) الدرالمختار: ۲/ ۴۵۶)(الدر المختار: ۳/ ۶۲، کتاب النکاح، باب الولی، سعید

بلکہ قول، یا کوئی ایسا فعل جو رضا مندی پر دلالت کرے، قول کے مثل فعل ہو سکے، جیسے طلب مہر ونفقہ اور تمکین وطی وغیرہ ضروری ہے۔(۱)

(۲) یہ محض رسم وخلافِ سنت ہے، اس کو ترک کرکے سنت پر عمل کرنا چاہیے؛ یعنی قبل از نکاح استیذ ان کیا جاوے۔

"(قوله: وهو السنة) بأن تقول لها قبل النكاح: فلان يخطبك أويذكرك، فسكتت، وإن زوجها بغير استشار، فقد أخطأ السنة، وتوقف على رضاها، بحر عن المحيط". (الدر المختار: ۲/۴٦۱)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱۳۵۹/۱۲/۲۱ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۸۰)

غیر ولی کے استیذ ان میں سکوت اذن نہیں:

سوال: ہندہ بالغہ اور مطلقہ ہے، عدت گزر جانے کے بعد ایک دور کے رشتہ کے چچا سے نکاح ہوا، یہ بالغہ ہندہ قبل نکاح اس چچا کے ساتھ نکاح سے قبل راضی نہ تھی، ہندہ کا ولی سوا اس کی ماں اور ماموں کے کوئی نہ تھا، زید نے بغیر اجازت ہندہ کی ماں اور ماموں کے ولی ہو کر محمد سمیر کو وکیل بنایا اور دو گواہ بھیجے، جب وکیل سمیر نے لڑکی ہندہ سے اذن طلب کی تو اس نے سکوت اختیار کیا، تین مرتبہ پوچھا، اس نے جواب نہیں دیا، ملاجی نے نکاح پڑھا دیا۔

لڑکی کہتی ہے کہ اجبار شریعت کہاں جائز رکھتی ہے؟ میں نکاح ہونے سے قبل راضی نہ تھی اور جس وقت سمیر میرے پاس آیا، میں نے اس کو اپنی طرف سے وکیل نہیں بنایا، حتی کہ اس سے بات بھی نہیں کی، پھر میرا نکاح کہاں ہوا؟ اس واقعہ کو ایک مولوی صاحب کے سامنے پیش کیا، مولوی صاحب نے رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار، ص: ۳۰۹" مصری مطبوعہ ۱۳۲۳، کی دلیل پر: "فإن استأذنها غير الأقرب كأجنبي، أوولي بعيد، فلا عبرة لسكوتها بل لابد منه القول". (۳) پہلے نکاح کو عدم الجواز کا فتویٰ دے کر ہندہ کا دوسرے کے ساتھ نکاح کرادیا۔ دونوں میں کون صحیح ہوگا؟ جلد ارسال فرمادیں۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۷٦، کتاب النکاح، باب الولی، مطلب فی فرق النکاح، سعید ((فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا غَيْرُ الْأَقْرَبِ) كَأَجْنَبِيٍّ أَوْ وَلِيٍّ بَعِيدٍ (فَلا عِبْرَةَ لِسُكُوتِهَا (بَلْ لَا بُدَّ مِنْ الْقَوْلِ كَالثَّيِّبِ) الْبَالِغَةِ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا إلَّا فِي السُّكُوتِ لِأَنَّ رِضَاهُمَا يَكُونُ بِالدَّلَالَةِ كَمَا ذَكَرَهُ بِقَوْلِهِ (أَوْ مَا هُوَ فِي مَعْنَاهُ) مِنْ فِعْلٍ يَدُلُّ عَلَى الرِّضَا (كَطَلَبِ مَهْرِهَا) وَنَفَقَتِهَا (وَتَمْكِينِهَا مِنْ الْوَطْءِ) وَدُخُولِهِ بِهَا بِرِضَاهَا ظَهِيرِيَّةٌ (وَقَبُولِ التَّهْنِئَةِ) وَالضَّحِكِ سُرُورًا وَنَحْوِ ذَلِكَ بِخِلَافِ خِدْمَتِهِ أَوْ قَبُولِ هَدِيَّتِهِ.(الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب الولی: ۳/٦۲-٦۳، دار الفکر بیروت، انیس)

(۲) رد المحتار: ۳/۵۸، کتاب النکاح، باب الولی، سعید

(۳) الدر المختار: ۳/٦۲، کتاب النکاح، باب الولی، سعید/وأیضاً فی الهدایة، ص: ۲۹۴، فی المطبع المجتبائی الواقع فی الدهلی: "قال وإن فعل هذا غير الولي، لم يكن رضا حتى تتكلم به". (الهدایة: ۲/۳۱٤، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والاکفاء، مکتبه شرکة علمیة ملتان)

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

پہلا نکاح حسب تحریر مولوی صاحب ناجائز ہوا؛ یعنی منعقد نہیں ہوا،(۱) پھر اگر دوسرا نکاح ہندہ کی اجازت سے ہوتو وہ درست ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۲/۱۳۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/صفر ۱۳۶۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۱/۱۱)

استیذانِ ولی کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں:

سوال: ہمارے یہاں شادیوں کے لیے دولہا والے کی جانب سے دوشاہد رضامندی دولہن کی سننے کے لیے وکیل کے ساتھ عورتوں کے مجمع میں جاتے ہیں اور والدین کی جانب سے مہینوں پیشتر نسبت طے شدہ ہو جاتی ہے، دولہا اور دلہن کی جانب سے کبھی انکار کا موقعہ اب تک نہیں آیا۔ اب سوال یہ ہے کہ بذاتِ خود باپ لڑکی کی جانب سے وکیل رہے اور نکاح کی مجلس میں نکاح پڑھانے والے سے اپنی ایجاب پیش کردے تو اس حالت میں بغیر شاہدوں کے نکاح ہو جائے گا؟ مزید سنا گیا ہے کہ باپ بذات خود وکیل ہو تو شاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی، لہذا تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

باپ اپنی لڑکی سے کہہ دے کہ فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر میں تمہارا نکاح کرتا ہوں، تم کو منظور ہے؛ اس لیے شاہدوں کی ضرورت بھی نہیں، پھر باپ جب مجمع میں ایجاب وقبول کرائے، یا اس کی اجازت سے قاضی ایجاب وقبول کرائے تو نکاح بلا تکلف صحیح ہو جائے گا۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۲/۱۱)

والد کے اجازت لینے کی صورت میں وکیل اور گواہ کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر لڑکی کے والد خود لڑکی

---

(۱) "فإن استأذنها غير الأقرب كأجنبي أو ولي بعيد، فلا عبرة لسكوتها بل لا بد من القول كالثيب". (الدر المختار: ۶۲/۳، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(۲) "ونفاذ عقد الفضولي بالإجازة يجعله في حكم الوكيل". (ردالمحتار: ۹۵/۳، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح، سعيد)

"أو وكلت رجلاً بالتزويج فتزوجها أو زوجها فضولي فأجازت، اجاز". (بدائع الصنائع: ۳۶۹/۳، كتاب النكاح، فصل في ولاية الندب، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "(قوله: أي توكيل في الأول): أي فيما إذا استأذنها قبل العقد، حتى لو قالت بعد ذلك: لا أرضى، ولم يعلم به الولي، فزوجها، صح، كما في الظهيرية، لأن التوكيل لا ينعزل حتى يعلم، بحر". (ردالمحتار: ۵۹/۳، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

سے نکاح کی اجازت لے لیتے ہیں تو وکیل اور گواہ کی ضرورت باقی رہتی ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: حمد الٰہی، محلّہ بھٹی، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وبالله التوفيق

دو مجلس الگ الگ ہوتی ہیں:

(۱) مجلس اجازت جہاں پرلڑکی سے اجازت لی جاتی ہے، وہاں پر اجازت کے وقت گواہوں کا ہونا لازم نہیں، ہاں البتہ احتیاط کے طور پر گواہوں کو لے جایا جاتا ہے؛ تاکہ بعد میں لڑکی اجازت کا انکار نہ کر سکے۔

يصح التوكيل بالنكاح، وإن لم يحضره الشهود. (الفتاویٰ الهندية، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها، زكريا ديوبند: ۲۹٤/۱، زكريا جديد: ۳٦۰/۱)

اعلم أنه لاتشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح؛ بل على عقد الوكيل، وإنما ينبغي أن يشهد على الوكالة إذا خيف جحد الموكل إياها. (فتح القدير، فصل في الوكالة بالنكاح وغيرها، زكريا: ۱۰۳/۳، كوئٹه: ۲۰۱/۳، ۲۰۲)

فإن استاذنها هو أي الولي وهو السنة، الخ. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي، كراتشي: ۵۸/۳، زكريا ديوبند: ۱۵۹/٤)

(۲) مجلس عقد جہاں قاضی ایجاب وقبول کراتا ہے، وہاں پر صرف ولی، یا وکیل کا ہونا کافی نہیں؛ بلکہ گواہ کا ہونا بھی لازم ہے، لہٰذا خود لڑکی کے والد کو اجازت لیتے وقت گواہوں کو ساتھ میں رکھنا واجب نہیں، صرف احتیاط ہے۔

أما الشهادة على التوكيل بالنكاح، فليست بشرط لصحته. (ردالمحتار، كتاب النكاح، زكريا ديوبند: ۸۷/٤-۸۹، كراتشي: ۱۲/۳، البحرالرائق، كوئٹه: ۲۸/۳، زكريا: ٦٤۱/۳، الفتاوى تاتارخانية، زكريا ديوبند: ٦٤۱/٤، رقم: ۵۷۸۰)

و شرط حضور شاهدين حرين، أو حر وحرتين، الخ. (الدرالمختار، زكريا: ۸۷/٤، كراتشي: ۲۱/۳)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۴؍رجب المرجب ۱۴۱۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۳۷۶/۳۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴/۷/۱۴۱۸ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۷۶/۱۳)

ولی کی اجازت لیتے وقت گواہ بنانا ضروری نہیں، لہٰذا نکاح ہو گیا:

سوال: زید نے اپنی لڑکی باکرہ بالغہ سے تنہا کہا کہ میں تیرا نکاح محمود سے کرتا ہوں، زید کی لڑکی سن کر چپ رہی، بعد میں زید نے مجمع عام میں آکر بکر سے کہا کہ میری لڑکی کا نکاح محمود سے پڑھ دے اور اس قدر مہر مقرر کر دے، بکر نے خطبہ پڑھ کر محمود سے کہا کہ زید نے اپنی لڑکی کا بمعاوضہ ڈیڑھ سو روپے کے تجھ سے نکاح کیا، محمود نے کہا: قبول

کیا میں نے اور بکر نے عقد کے وقت زید کی لڑکی کا نام اس وجہ سے نہیں لیا کہ زید کے صرف ایک ہی لڑکی ہے تو صورت مسئولہ میں زید کی لڑکی کا نکاح محمود سے صحیح ہے، یا نہیں؟ اور اجازت لینے کے وقت اپنی لڑکی سے زید کا شہادت کو ترک کرنا؛ یعنی دو گوہواں کو اپنی ہمراہ نہ لے جانا، یا عقد کے وقت بکر کا ایجاب میں زید کی لڑکی کا نام نہ لینا نکاح میں فساد ڈالتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح محمود کا اس صورت میں زید کی دختر سے صحیح ہو گیا؛ کیوں کہ ولی کی لڑکی سے اجازت لینے کے وقت اشہاد ضروری نہیں ہے۔(۱) صرف ایجاب وقبول کا سننا دو گواہوں کا شرط ہے، **کما في الدر المختار: وشرط حضور شاهدين،الخ، سامعين قولهما معاً فاهمين أنه نكاح.** (۲)

اور جب کہ زید کے صرف ایک دختر ہے تو جہالت مرتفع ہے اور یہ امر جواز نکاح کے لیے کافی ہے، جیسا کہ ردالمحتار شامی میں بہ شرح قول ماتن "**ولا المنكوحة مجهولة**" مذکور ہے:

"**فلو زوج بنته منه، وله بنتان، لايصح، إلا إذا كانت إحداهما متزوجة، فينصرف إلى الفارغة.**(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۰۶/۷-۱۰۷)

لڑکی سے نکاح کی اجازت کون کون لے سکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی سے نکاح کے وقت اکثر غیر محرم اجازت لینے کے لیے جاتے ہیں اور لڑکی کی آواز سنتے ہیں اور اس کا محرم نمازی یا پرہیز گار نہیں ہے، ایسے وقت میں نمازی، یا کوئی پرہیز گار دیکھ کر غیر محرم کو نکاح کی اجازت کے لیے بھیج دیا جاتا ہے، ایسی حالت کا کیا حکم ہے؟ اور اگر محرم ہے؛ لیکن وہ نمازی، یا پرہیز گار نہیں ہے تو اس کی اجازت کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کو مدلل واضح فرمائیں۔

(المستفتی: محمد اہل لکرالہ، بدایوں)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب وبالله التوفيق

محرم کی موجودگی میں غیر محرم کو اجازت کے لیے بھیج دینا جائز نہیں ہے، چاہے محرم نمازی پرہیز گار نہ ہو، تب بھی غیر

---

(۱) ولایشترط الاشهادعلى التوكيل. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۹۵/۳)/فإن استاذنها هو أى الولى هو السنة أووكيله أورسوله أوزوجها وليها،الخ،فسكتت عن رده مختارة أوضحكت غير مستهزئة أوتبسمت أوبكت بلاصوت،الخ، فهو إذن أى توكيل فى الأول. (الدر المختار) أى فيما استأذنها قبل العقدحتى لوقالت بعد ذلك لا أرضى ولم يعلم به الولى فزوجها صح. (ردالمحتار، باب الولى: ۴۱۱/۲، ظفير)

(۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار كتاب النكاح: ۳۷۳/۲، ظفير

(۳) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۶۷/۲، ظفير

محرم پرہیزگار کے مقابلہ میں حقدار ہے۔ نیز جو غیر محرم اجنبیہ کے پاس جائے گا، وہ کہاں پرہیزگار رہوا، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

عن عقبة بن عامر قال: قال رسول صلى الله عليه وسلم: إياكم والدخول على النساء.

(الحديث)(صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لايخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم، والدخول على المغيبة، النسخة الهندية: ۷۸۷/۲، رقم: ۳۶۵۰، ف: ۲۳۲۵، مشكاة: ۸۶۲/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۹/ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۶۰۵/۲۳) (فتاویٰ قاسمیہ: ۷۹/۱۳)

نامحرم وکیل، یا گواہوں کا اجازت کے لیے لڑکی کے پاس جانا:

سوال: مجموعہ ادعیہ ماثورہ ۱۳۵۳ھ، از مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی میں تحریر ہے کہ ''نکاح کی اجازت لینے کے لیے وکیل اور اس کے گواہ کا محرم ہونا ضروری ہے''۔ کیا حقیقت میں لڑکی سے اجازت نکاح لینے کے لیے وکیل وگواہ کا محرم ہونا ضروری ہے اور اگر محرم گواہ نہ ہو تو لڑکی سے اجازت صرف محرم وکیل لے اور گواہ غیر محرم نہ بنائے، یہ حکم احتیاطی اور تقویٰ کے طور پر ہے، یا بالکل ضروری لازم ہے، اگر کوئی بھی محرم نہیں تو پھر وکیل غیر محرم ہو سکے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جب لڑکی بالغہ ہو اور اس کا ولی موجود ہو تو خود لڑکی سے اجازت لے لے؛ یعنی اس سے کہہ دے کہ میں فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر تمہارا نکاح کرتا ہوں تم کو منظور ہے؟ اس پر اگر لڑکی اجازت دے دے، یا خاموش رہے تو بس اتنا کافی ہے، اس کے لیے نہ گواہ کی ضرورت ہے نہ وکیل کی۔ (۱) اگر ولی موجود نہ ہو تو لڑکی اپنے کسی محرم کو وکیل بنا دے، اس کے لیے کوئی گواہ ضروری نہیں۔ اگر کوئی محرم بھی موجود نہ ہو تو وہ غیر محرم کو بھی بذریعہ تحریر، یا زبانی پس پردہ سے وکیل بنا دے، تب بھی کافی ہے، یا خود لڑکے ہی کو وکیل بنا دے کہ آپ میرا نکاح اپنے سے کرلیں، خواہ زبانی، یا بذریعہ تحریر، یہ سب صورتیں درست ہیں۔ (۲) قابل لحاظ بہر صورت یہ چیز ہے کہ نامحرم وکیل بن کر، یا گواہ بن کر لڑکی کے پاس بے

---

(۱) ''(فإن استأذنها هو): أي الولي وهو السنة (أو وكيله ... فسكتت أو ضحكت غير مستهزئة أو تسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن إن علمت بالزوج، لا) العلم (بالمهر) وقيل: يشترط، وهو قول المتأخرين''. (الدر المختار: ۵۸/۳-۶۱، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

''وإذا قال لها الولي: أريد أن أزوجك من فلان بألف، فسكتت... فالسكوت منها رضا''. (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۲۸۷/۱، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء رشيديه)

(۲) ''يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود ... أمرأة قالت لرجل: زوجني ممن شئت، ... وكلت رجلاً بأن يتصرف في أمورها ... لو وكلته بتزويجها، لا يملك أن يزوجها من نفسه ... امرأة وكلت رجلاً بأن يزوجها من نفسه، فقال: زوجت فلانة من نفسي، يجوز وإن لم تقل قبلت''. (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۲۹۴/۱، ۲۹۵، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها، رشيديه)

پردہ نہ جائے۔(۱) غالباً مقصدِ کلام (ادعیہ ماثورہ کا) یہی ہے، اس میں لفظ ''ضروری ہے''، اس حکم کی وضاحت کردی کہ لازم ہے۔

"أما الشهادة على التوكيل بالنكاح، فليست بشرط لصحته،آه".(ردالمحتار:۲۷۲/۲)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۵۷۵/۱۱)

غیر محرم کا وکیل بن کر اجازت لینے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ برادری کے معزز لوگوں نے ایک صاحب اولاد نمازی ایماندار باشرع کو نکاح میں وکالت کے لیے منتخب کیا۔ وکیل صاحب مع دو گواہوں کے لڑکی کے مکان پر جاتے ہیں اور اجازت لے کر گھر میں داخل ہوتے ہیں، قریش برادری میں دولہن سے نکاح کی اجازت لیتے وقت بے پردہ ہوتی ہے اور دیگر لڑکیاں بھی بے پردہ ہوتی ہیں، وکیل صاحب لڑکی سے نکاح کی اجازت لے کر نیچی نظروں سے باہر آکر نکاح خواں کو آگاہ کرتے ہیں، وکیل صاحب کا یہ عمل جائز ہے، یا ناجائز؟

(المستفتی: محمد حنیف، اصالت پورہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

پوری برادری کے لیے ایک ہی شخص کو وکیل مقرر کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ وہ ہر عورت کا محرم نہیں ہوسکتا، لہٰذا مرد کے لئے غیر محرم عورتوں کے مجمع میں جا کر غیر محرم عورت سے بات چیت کرنا جائز نہیں، ایسا شخص شرعاً فاسق ہے؛ اس لیے اجازت کے لیے جب تک محرم مرد موجود ہو غیر محرم مرد کا وکیل بن کر اجازت لینے کے لیے عورتوں کے مجمع میں جانا جائز نہیں، لہٰذا لڑکی کا محرم مرد ہی اجازت لینے کے لیے جایا کرے۔

عن ابن عباس رضى الله عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لا يخلون رجل بامرأة، إلا مع ذى محرم. (الحديث)(صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب لايخلون رجل بامرأة إلا مع ذومحرم، والدخول على المغيبة، النسخة الهندية: ۷۸۷/۲، رقم: ۵۰۳۷، ف: ۵۲۳۳)

فإن خاف الشهوة، أوشك امتنع نظرهٔ إلى وجهها، فحل النظر مقيد بعدم الشهوة، وإلا فحرام وهذا فى زمانهم، وأما فى زماننا، فمنع من الشابة إلا النظر لا المس لحاجة كقاض، وشاهد يحكم ويشهد عليها لا لتتحمل الشهادة فى الأصح.

---

(۱) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾(سورة الأحزاب: ۵۳)

(۲) ردالمحتار: ۲۱/۳، كتاب النكاح، مطلب: هل ينعقد النكاح بالألفاظ المصحفة نحو تجوزت، سعيد

و فی الشامية: لأنه يوجد من لا يشتهى فلا ضرورة. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، زکریا دیوبند: ۵۳۲/۹، کراتشی: ۳۷۰/۶، وهٰکذا فی البحر الرائق، کوئٹه: ۱۹۲/۸، زکریا دیوبند: ۳۵۲/۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۲/ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۵۵۵۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۷/۱۴۱۹ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۸۰/۱۳)

نامحرم لڑکی سے براہِ راست نکاح کی اِجازت لینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے محلّہ کی مسجد کے امام صاحب جب کہیں نکاح پڑھانے جاتے ہیں تو وکیل اور گواہوں کے ساتھ دولہن کے کمرہ تک خود بھی جاتے ہیں اور لڑکی سے وہ براہِ راست اِجازت لیتے ہیں، جب کہ وہ لڑکی کے لیے نامحرم ہیں۔ امام صاحب کو لڑکی کے کمرہ تک جانا اور کلمہ پڑھوانا، یا اقرار کرانا صحیح ہے؟ جب کہ وکیل اور گواہ قابلِ احترام اور باعزت ذمہ دار شخص ہوں، کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ ایک نکاح کے وقت امام صاحب، وکیل اور گواہوں کے ساتھ خود بھی گئے، جس میں وکیل اور گواہوں میں ایک حاجی صاحب ذمہ دار اور پڑھے لکھے تھے، اُن کو یہ بات اچھی نہیں لگی، وہاں پر موجود لوگوں نے بتایا کہ یہ امام صاحب تو ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں، جس لڑکی کا نکاح ہو رہا تھا، وہ خود پڑھی لکھی اور صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے۔ کیا امام صاحب کو ایسا کرنا چاہیے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

سنت یہ ہے کہ لڑکی کا ولی اور ذی رحم محرم ہی اس سے اِجازت لے اور کسی بھی نامحرم شخص کا وکیل بن کر براہِ راست لڑکی سے نکاح کی اِجازت لینا شریعت میں جائز نہیں ہے؛ بلکہ یہ بڑی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے۔ پس امام صاحب کو نامحرم عورت سے اِجازت لینے خود جانا درست نہ ہوگا، اُنہیں یہ طریقہ ترک کر دینا لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ: ۵۷۴/۱۱، ڈابھیل)

عن عطاء قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب أحدًا من بناته جلس إلى جنب خدرها، فقال: إن فلاناً يخطب فلانةً، فإن سكتت زوجها، وإن طعنت بيدها، وأشار حفص بيده السبابة، أى تطعن فى الخدر لم يزوجها. (المصنف لابن أبى شيبة: ۴۴۵/۳، رقم: ۱۵۹۶۴، دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يجبر البالغة البكر على النكاح، فإن استاذنها هو الولى، وهو السنة، أو وكيله فسكتت أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن. (شامی: ۱۹۵/۴، زكريا)

واستحسن الرحمتى ما ذكره الشافعية: من أن السنة فى الاستيذان أن يرسل إليها نسوة ثقات ينظرن ما فى نفسها، والأم بذٰلك أولى؛ لأنها تطلع على ما لا يطلع عليه غيرها. (الدر المختار، باب الولى: ۱۵۹/۴، زكريا)

وینظر من الأجنبية إلی وجهها وکفيها فقط للضرورة، وهٰذا فی زمانهم، أما فی زماننا فمنع من الشابة. (شامی: ۵۳۲/۹، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۶/۱۷ھ۔ (کتاب النوازل: ۶۳/۸-۶۴)

لڑکی سے اِجازت لیتے وقت دولہا کے بھائی کا نام لینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ وکیل نے لڑکی سے اِجازت لیتے وقت دولہا کے نام کے بجائے دولہا کے بھائی کا نام لیا؛ لیکن ذہن میں دولہا ہی تھا؟ نام میں غلطی کردی تو یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

لڑکے؛ یعنی اصل دولہا سے قبول کراتے وقت اگر مذکورہ لڑکی کا نام صحیح طریقہ پر لیا گیا تو یہ نکاح فضولی کے بطور موقوفاً منعقد ہوگیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر لڑکی بعد میں اس نکاح کی اطلاع ملنے پر راضی رہی، یا رخصت ہوکر بخوشی دولہا کے گھر چلی گئی وغیرہ تو یہ نکاح انجام کار درست اور نافذ ہوجائے گا اور نکاح سے پہلے لڑکی سے جو دولہا کے بھائی کے لیے اِجازت لی گئی تھی، وہ خودبخود کالعدم ہوگئی۔

وکذلک لو زوّج رجل امرأة بغير رضاها أو رجلاً بغير رضاه، وهٰذا عندنا، فإن كل عقد صور من الفضولی، وله مجيز انعقد موقوفاً علی الإجازة. (الهداية: ۲۲۳/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۴/۱۸ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷۰/۸)

ثیبہ (مطلقہ) عورت سے نکاح ثانی کے لیے اجازت بالقول کا حکم:

سوال: اگر کسی عورت کا پہلے نکاح ہو چکا ہو پھر شوہر نے اسے طلاق دے دی ہو تو کیا دوسرے نکاح کے لیے اس سے اجازت بصورت سکوت صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ

ثیبہ عورت جب دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہو تو اجازت دیتے وقت زبان سے کہنا ضروری ہے، اس کا سکوت وغیرہ اجازت کے قائم مقام نہیں، یہ حکم صرف باکرہ لڑکی کے ساتھ مختص ہے۔

عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: الثّيّب أحق بنفسها من وليها، والبكر يستاذنها أبوها فی نفسها، وإذنها صماتها. (مسلم بحواله مشكاة المصابيح: ۲۷۰/۲، باب الولی فی النكاح واستيذان المرأة)(۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۰۷/۴)

---

(۱) قال العلامة علاؤالدين: الأصل أن كل مَنْ تصرف فِیْ ماله تصرف فیْ نفسه وما لا فلا ==

اجازتِ نکاح بالفعل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) ایک نابالغہ لڑکی جس کے ماں، باپ دادا انتقال کر چکے ہیں، صرف ایک چچا موجود ہیں، وہ اپنے نانا کے یہاں رہتی تھی۔ بالغ ہونے کے بعد اس کے نانا نے اس کا نکاح کر دیا؛ لیکن لڑکی سے نکاح کرتے وقت نہ اجازت لی گئی اور نہ اسے اس کی اطلاع دی گئی اور اگر دریافت کیا بھی جاتا تو شرم وحیا کی وجہ سے شاید اس کا جواب بھی نہ دیتی، چوں کہ اس اطراف میں اس کو بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ہاں اس کو یونہی اپنے نکاح کی اطلاع ہوگئی تھی اور وہ اس پر بالکل راضی تھی؛ مگر زبان سے نہ اس نے اپنی رضا کا اظہار کیا اور نہ کسی شخص نے اس سے دریافت کرنے کی زحمت گوارہ کی۔

اس صورت میں کیا اس کا نکاح منعقد ہو گیا کہ نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو اب تک میاں بیوی کے جو تعلقات تھے، وہ کیسے تھے؟ کیا اس لاعلمی کی وجہ سے وہ ناجائز تعلقات کے مواخذہ سے بچ جائیں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ____________________ حامداً ومصلیاً

اگر لڑکی نے نہ زبان سے اجازت دی، نہ زبان سے رد کیا؛ بلکہ مباشرت کے وقت رضا متحقق ہوگئی تو یہ نکاح نافذ ولازم ہو گیا، بشرطیکہ کوئی اور مانع موجود نہ ہو؛ کیوں کہ رضا طرح قول سے ثابت ہو جاتی ہے، اسی طرح فعل سے بھی۔

"إذا ثبت الرضا ء بالقول يثبت بالتمكين من الوطى بالأولى". (شامی)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۴/۴/۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۷۳)

بالغہ کی اجازت سے والد کا کرایا ہوا نکاح نا قابل فسخ ہوتا ہے:

سوال: باپ نے اپنی بالغہ بیٹی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے ایک نابالغ لڑکے سے کر دیا اور نکاح کے بعد اس

== (أى المولى إذا كان عصبةٌ الاعتراض فى غيرالكفء)... (ويفتى) فى غيرالكفء (بعدم جوازه اصلاً) وهو المختار للفتوىٰ (لفساد الزمان) فلا تحل مطلّقة ثلاثاً نكحت غير كفءٍ الخ. (الدرالمختار مع ردّالمحتار: ۳۲۲/۲، كتاب النكاح. باب الولى) / ومثله فى الهندية: ۲۹۳/۲، باب فى الاولياء ولا كفاء)

(۱) العبارة بأسرها: "(أومافى معناه، الخ) لكن أجاب فى الفتح بأن الحق أن الكل من قبيل القول إلا التمكين، فيثبت دلالة ؟لأنه فوق القول :أى لأنه إذا ثبت الرضا بالقول يثبت بالتمكين ن الوطء بالأولى ؛لأنه أدل على الرضا". (ردالمحتار، باب الولى: ۶۲/۳، سعيد)

"بل رضاها هنا يتحقق تارة بالقول كقولها : رضيت... وتارة بالدلالة كطلب مهر ها و نفقتها أو تمكينها من الوطء ... ان الكل من قبيل القول إ لا التمكين ،فيثبت بدلالة نص إلزامالقول ؛لأنه فوق القول". (البحرالرائق ،باب الأولياء والأكفاء: ۲۰۳/۳ ـ ۲۰۴، رشيديه)

"إلا أن ترضى بلسانها أو يو جد ما يدل على الرضا من الوطء أو التمكين منه طوعاً". (فتح القدير: ۲۸۳/۳، كتاب النكاح ، باب الأولياء والأكفاء ، مصطفى البابى الحلبى مصر)

نے بیٹی کو خبر دی کہ میں نے تیرا نکاح فلاں لڑکے سے کر دیا، اس پر اس کی بیٹی نے صرف یہ کہا کہ کم از کم مجھ سے تو پوچھ لیتے، اس کے بعد وہ خاوند کے گھر چلی گئی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ نکاح نافذ ہے اور وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

بالغہ بیٹی کے نکاح کے لیے باپ کو بیٹی سے اجازت لینا ضروری ہے، اگر لاعلمی میں باپ نے بالغہ بیٹی کا نکاح کر دیا اور پھر باپ نے جب اپنی بالغہ بیٹی کو اس نکاح کی خبر دی اور اس نے رد نہیں کیا تو یہ نکاح اب لازم اور منعقد ہے اور بالغہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی؛ تاہم اگر وہ پہلے سے رد کرتی تو اس کو یہ حق حاصل تھا۔

قال صاحب الكنز: فان استأذنها الولى فسكتت أو ضحكت أو زوّجها فبلغها الخبر فسكتت فهو إذن. (كنز الدقائق: ١١/٢، كتاب النكاح) (١) (فتاوی حقانیہ: ۳۰۰/۴)

بالغہ کا نکاح اس کی اجازت سے کیا جائے:

سوال: محترم جناب شیخ الحدیث صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک عورت مسماۃ نور بیگم کا نکاح مسمی نورو کے ساتھ نور بیگم کے والدین کر دیتے ہیں؛ لیکن کچھ عرصہ کے بعد نورو اپنی زوجہ نور بیگم کو طلاق دے کر علاحدہ کر دیتا ہے۔ نور بیگم اپنے والد نتھو کے یہاں آ جاتی ہے۔ عدت گزارنے کے بعد نور بیگم کا والد نتھو نور بیگم کا نکاح دوسری جگہ مسمیٰ عبدل کے ساتھ کر دیتا ہے، عبدل کے ساتھ حمل قرار پاتا ہے؛ لیکن جب کہ حمل چار ماہ کا ہو چکتا ہے تو عبدل اور نور بیگم (میاں بیوی) میں سخت تنازع ہوتا ہے اور نور بیگم اپنے والد نتھو کے گھر آ جاتی ہے اور نتھو کے یہاں ہی نور بیگم کے لڑکی پیدا ہو جاتی ہے، جب لڑکی ڈھائی سال کی ہو چکی ہے تو نتھو اپنی لڑکی نور بیگم کو اس کے پہلے خاوند نورو کے یہاں بلا نکاح بٹھا دیتا ہے، چوں کہ نور بیگم کے دوسرے خاوند عبدل نے طلاق نہیں دی تھی، اسی طرح اسے بلا نکاح مسماۃ نور بیگم نورو کے یہاں پندرہ سولہ سال رہتی ہے اور نہ ہی نور بیگم کے دوسرے خاوند عبدل نے اب تک طلاق دی ہے۔

عرصہ پندرہ سال میں نورو سے چار بچے ہو چکے ہیں، جو کہ شرعی احکام کے مطابق حرام کے ہیں اور برادری ہماری ان سے سخت خلاف ہے؛ لیکن اب وہ لڑکی جو کہ عبدل سے ہے، سولہ سال کی ہے، نیز بالغہ ہے۔ لڑکی کا نانا نتھو اب لڑکی

---

(١) قال ابن نجيم: والسنّة ان يستأمر البكر وليها قبل النكاح ... وإن زوجها بغير استئمار فقد أخطاء السنة وتوقف علىٰ رضاها، انتهى، وهو محمل النهى فى حديث مسلم لاتنكح الأيم حتىٰ تستأمر ولاتنكح البكر حتىٰ تستأذن قالوا: يارسول اللّٰه! وكيف إذنها؟ قال: إن تسكت، فهو لبيان السنة للاتفاق علىٰ أنها لو حرمت بالرضاء بعد العقد نطقاً فانه يجوز. (البحر الرائق: ٢٨٣/٣، كتاب النكاح. باب الاولياء والاكفاء)

ومثله فى الهندية: ٢٨٧/١، الباب الرابع فى الاولياء

کی شادی کرنا چاہتا ہے؛ لیکن لڑکی کا والد عبدل جھگڑا ڈالتا ہے کہ میری لڑکی مجھے دے دی جاوے، میں نکاح کی اجازت نہیں دیتا، لڑکی بالغ ہے، کیا لڑکی کے نکاح میں جب کہ وہ بالغ ہے، اس کے والد عبدل کی اجازت واجب ہے، یا نہیں؟ (لڑکی کا نانا عبدل کو لڑکی اس وجہ سے نہیں دیتا کہ کہیں وہ اس کو ویسے ہی فروخت نہ کردے) دوسری بات اشد ضروری ہے کہ چوں کہ مسماۃ نور بیگم نورو کے یہاں بلا نکاح رہ رہی ہے اور نور بیگم اپنی والدہ کے مرجانے کی وجہ سے اپنے والد نتھو کی روٹی پکا کر دیتی ہے، اب نتھو اپنی دھیوتی کی شادی بجائے مسماۃ نور بیگم کے یہاں ہونے کے اپنے مکان پر اپنی کمائی سے کرنا چاہتا ہے، چوں کہ برادری سخت خلاف ہے؛ اس لیے شادی میں شریک ہونا نہیں چاہتی کہ یہ اپنی لڑکی جو حرام کار ہے، اس کی پکائی ہوئی روٹی کھاتا ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے، اس کے یہاں کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بالغہ لڑکی اپنی برادری میں اپنا نکاح مہر مثل پر خود کرے تو وہ صحیح اور نافذ ہو جاتا ہے، اجازت والد پر موقوف نہیں رہتا، (۱) اور والد کو شرعاً اجازت نہیں کہ بالغ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کسی جگہ کردے، لڑکی بالغہ کی رضا مندی ہر حالت میں ضروری ہے۔ (۲) بغیر نکاح عورت کو اپنے گھر رکھنا اور عورت کو رہنا حرام ہے، (۳) اگر نور بیگم سے نکاح کرے، تب بھی جائز نہیں، جب تک عبدا سے طلاق نہ دے؛ اس لیے کہ منکوحۃ الغیر سے نکاح جائز نہیں ہے۔ (۴) نتھو کے ذمہ واجب ہے کہ اپنی لڑکی کو اس حرام کاری سے روکے، (۵) اگر وہ باوجود قدرت کے نہیں روکتا، یا

---

(۱) نفذ نکاح حرة مكلفة بلا ولی ". "(قوله : نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولى)؛ لأنها تصرفت فى خالص حقها، وهى من أهله لكونها عاقلة بالغة... وروى الحسن أنه إن كان الزوج كفئاً، نفذ نكاحها وإلا فلم ينعقد أصلاً... والمختار للفتوىٰ فى زماننا رواية الحسن ". (البحر الرائق: ۱۹۲/۳-۱۹۴، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۲) "(ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لأنقطاع الولاية بالبلوغ". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولى: ۵۸/۳، سعيد)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (سورة بنى اسرائيل : ۳۲)

يَقُولُ تَعَالَى ناهيا عباده عن الزنا وعن مقاربته ومخالطة أسبابه ودواعيه وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً أى ذنبا عظيما وَسَاءَ سَبِيلًا أى بئس طَرِيقًا وَمَسْلَكًا. (تفسير ابن كثير: ۶۶/۵-۶۷، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزْنِى الزَّانِى حِينَ يَزْنِى وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً، يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ. (صحيح البخارى، باب النهى بغير إذن صاحبه، رقم الحديث: ۲۴۷۵، انيس)

(۴) " ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره". (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۲۸۰/۱، كتاب النكاح، الباب السادس، القسم السادس: المحرمات التى يتعلق بها حق الغير، رشديه)

(۵) "عن أبى سعيد الخدرى رضى الله تعالىٰ عنه عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان ". (رواه مسلم) (مشكاة المصابيح، باب الأمر بالمعروف، ص: ۴۳۶، قديمى)

اس کے اس فعل سے خوش ہے تو نھو سے بھی ترکِ تعلق کرنا چاہیے،(۱) اور جہاں تک ہو سکے نھو اور اس کی لڑکی پر اور اس شخص پر جس کے گھر میں بغیر نکاح رہتی ہے، روک دیا جائے؛ تاکہ حرام کاری بند ہو جائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۰/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/ شوال ۱۳۵۷ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۵۳-۵۵۵)

بالغہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر درست نہیں:

سوال: مسماۃ مختار بالغہ بنت مسماۃ فیاضی کا عقد نکاح مسمی شکور ولد قطبو قوم شیخ سے بلا اجازت مسماۃ مختار مذکورہ کیا گیا؛ مگر اس کی والدہ سے جب کہ وہ بیمار اور بدحواسی کی حالت میں تھی، اجازت لے لی گئی تھی، کیا ایسی صورت میں مسماۃ مذکورہ کا نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

(المستفتی:۱۹۸۴، مسماۃ فیاضی، باڑہ ہندوراؤ دہلی۔ یکم رمضان ۱۳۵۶ھ)

الجواب

بالغہ عورت کا نکاح بغیر اس کی اپنی اجازت کے درست نہیں ہوتا۔(۳) ماں نے اگر بیماری و بدحواسی کی حالت میں اجازت دے دی تو یہ اجازت معتبر نہیں؛ کیوں کہ بدحواسی کی اجازت کالعدم ہے۔(۴) اگر حواس درست ہونے کی حالت میں اجازت دی ہو، جب بھی نکاح لڑکی کی رضامندی پر موقوف تھا، اگر اس نے منظور نہ کیا ہو اور نکاح کی خبر پاتے ہی نارضامندی کا اظہار کر دیا ہو تو نکاح باطل ہو گیا۔(۵)(کفایت المفتی:۵/۵۲)

---

(۱) "قال الخطابی: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز ذلك ... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق، الخ" (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع الخ" الفصل الأول: ۸/ ۷۵۸، رشيديه)

(۲) عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ مَالِكٍ الطَّائِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ ذَنْبٍ بَعْدَ الشِّرْكِ بِاللَّهِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ، نُطْفَةٍ وَضَعَهَا رَجُلٌ فِي رَحِمٍ لَا تَحِلُّ لَهُ. (الورع لابن أبي الدنيا، باب الورع في الفرج: ۱/ ۹٤، رقم الحديث: ۱۳۷، الدار السلفية الكويت، انيس)

(۳) لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من اب أو سلطان بغير إذنها بكراً كانت أو ثيباً. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/ ۲۸۷، ماجدية)

(۴) وكذا يقال فيمن اختل عقله لكبر أو لمرض أو لمصيبة فأجاته، فما دام في حال غلبة الخلل في الأقوال والأفعال لا تعتبر أقواله وإن كان يعلمها ويردها، لأن هٰذه المعرفة والإرادة غير معتبرة لعدم حصولها عن ادراك صحيح كما لا تعتبر من الصبي العاقل. (ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۳/ ۲٤٤، سعيد)

(۵) لايجوز نكاح أحد على بالغة ... فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على أجازتها فإن اجازته جاز وإن ردته بطل. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/ ۲۸۷، ماجدية)

بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں:

(الجمعیۃ، مورخہ: ۲۲/ستمبر ۱۹۲۵ء)

سوال: ہندہ نے اپنی پندرہ سالہ لڑکی کو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر ایک دوسرے مقام پر لے جا کر لڑکی کے علم کے بغیر اس کا نکاح کر دیا۔لڑکی کو جب اس کا علم ہوا تو موقع پر بھاگ کے اپنے باپ کے پاس چلی آئی اور پانچ برس سے وہ اپنے باپ کے پاس ہے۔باپ اس کا نکاح پڑھانا چاہتا ہے؛ مگر کوئی اس سے نکاح کرنے پر اس خیال سے تیار نہیں ہوتا کہ اس کا پہلا شوہر خلل اندازی نہ کرے۔

الجواب

بالغہ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت ورضامندی کے نہیں ہوسکتا،(۱) اور جب کہ لڑکی نکاح کی خبر پا کر اظہار ناراضی کے طور پر بھاگ آئی تو نکاح جو (بطور نکاح فضولی) منعقد ہوا تھا، باطل ہوگیا،(۲) اور دوسرا نکاح اس کا بلا تامل جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ (کفایۃ المفتی: ۹۵/۵)

بالغہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے:

بخدمت جناب مولانا مولوی شمس العلماء صاحب سہارنپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بابت مندرجہ ذیل مسائل بموجب فرمان الٰہی وارشادات حدیثِ نبوی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: کسی بالغہ لڑکی کی شادی بلا رضامندی اس کے اور اس کی والدہ کے کی جائے؛ یعنی صرف والدہ اپنے بیٹے کی خاطر اس مذکورہ بالا لڑکی کا بٹہ دے کر اپنے لڑکے کی شادی؛ یعنی نکاح کرے اور وہ مذکور لڑکا مذکورہ والدہ کے دولڑکوں کا سوتیلا بھائی و بیٹا ہو اور نکاح کے صرف والد ہی ذمہ دار ہوں اور لڑکی اور والدہ لڑکی کو نکاح ہونے کے وقت بالکل پوچھا نہ گیا ہو، یہاں تک لڑکی اور والدہ لڑکی کو مطلق علم نہ ہو کہ نکاح کس وقت؛ بلکہ کب ہوا اور مہر کیا مقرر ہوا ہے؟ لڑکی کو پس گھنٹہ بعد معلوم ہوا کہ میرا نکاح کر دیا گیا ہے اور دو روز کے بعد یہ معلوم ہوا کہ میرا مہر اتنا مقرر ہوا ہے، اب چھ ماہ کے بعد لڑکی سسرال کو بھیجی گئی، وہاں لڑکی نے بائیس روز گزارے، جس میں سوائے لڑائی و نا اتفاقی کے ہر دو فریقین اپنی زوجہ، خاوند میں اور کچھ نہ ہوا اور خاوند کی بیوی سے زبردستی ایک دفعہ صحبت ہوئی ہے۔سو مہربانی کر کے

---

(۱) وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها.(الهداية، كتاب النكاح: ۲۱۳/۲، شركة علمية ملتان)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا؟ قَالَ: نَعَمْ.(صحيح لمسلم،باب استئذان الثيب فى النكاح بالنطق،رقم الحديث: ۱۴۲۱،انيس)

(۲) لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير اذنها بكراً كانت أو ثيباً فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على أجازتها، فإن اجازته جاز وإن ردته بطل.(الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۷/۱، ماجدية)

بموجب شرع اصول حقانی اس مسئلہ کا حل تحریر فرما کر مشکور فرمادیں کہ آیا یہ نکاح ہوا ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ اب لڑکی ایک سال سے اپنے والدین کے گھر مقیم ہے، سسرال جانے سے قطعی انکار کرتی ہے؛ بلکہ یہ کہتی ہے کہ اگر زبردستی بھیجا گیا تو میں خودکشی کرلوں گی۔ فقط والسلام مہربانی فرما کر اس کاغذ کی پشت پر جواب ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر لڑکی نے والد کے کیئے ہوئے نکاح کو اطلاع پانے پر رد نہیں کیا؛ بلکہ قبول کرلیا یا خاموش ہوگئی، مہر کی خبر پانے پر بھی رد نہیں کیا؛ بلکہ چپ ہوگئی اور سسرال جاتے وقت بھی نکاح سے ناراضی ظاہر کی تو شرعاً وہ نکاح لازم اور نافذ ہوگیا، اب لڑکی اس کو فسخ نہیں کرسکتی۔(۱) اگر شوہر سے نباہ دشوار ہے، طبیعتوں میں اختلاف ہے، یا شوہر پریشان کرتا ہے، حقوق ادا نہیں کرتا تو چاہیے کہ کسی طرح سے شوہر سے طلاق حاصل کرلی جاوے، یا خلع کرلیا جاوے۔(۲) اس کے بعد عدت مین مقدمہ پیش کیا جائے اور وہ شوہر سے کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دے دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے، اگر وہ کسی بات کو اختیار کرلے تو بہتر ہے، ورنہ حاکم مسلم تفریق کردے،(۳) اس کے بعد عدتِ طلاق

---

(۱)　(أو زوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتتت)عن رده مختاره (أو ضحكت غير مستهزئه أو تبسمت أو بكت بلا صوت فهو إذن).

(وبطل خيار البكر بالسكوت)لو مختاره (عالمة) أصل (النكاح).(الدر المختار)

"(قوله : عن رده) قيد به إذ ليس المراد مطلق السكوت ؛لأنها لو بلغها الخير فتكمت بأجنبى ،فهو سكوت هنا، فيكون إجازة".(رد المحتار:۳/۵۹-۷۳، كتاب النكاح،باب الولى، سعيد)

"وإن زوجها الولى بغير استيمار،ثم أخبرها بعد النكاح فسكتت ، إن أخبرها بالنكاح ... وإن ذكر الزوج والمهر فسكتت،كان رضا".(الفتاوىٰ العالمگيرية: ۱/۲۸۸،كتاب النكاح ،باب الأولياء ،رشيديه)

"وأما في حق البكر،فبطل بمجرد السكوت".(البحرالرائق:۳/۲۱۵ ،باب الأولياء والأكفاء،رشيديه)

(۲)　قال اللّٰه تعالىٰ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾(سورة البقرة:۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدوداللّٰه ،فلا بأس بأن تفتدى منه بمال يخلعها به".

"(قوله: إذاتشاق الزوجان): أى تخاصما (وخافا):أى علما".(فتح القدير : ۴/ ۲۱۱،كتاب الطلاق باب الخلع،مصطفى البابى الحلبى مصر)

"(ولا باس به عند الحاجة) للشقاق بعدم الوفاق ".(الدر المختار)."(قوله للشقاق): أى لوجود الشقاق وهو الا ختلاف والتخاصم ...السنة إذاوقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهليها ليصلحوا بينهما ،فإن لم يصطلحا ، جاز الطلاق والخلع ،۵۱".(ردالمحتار:۳/۴۴۱،كتاب الطلاق، باب الخلع ،سعيد)

(۳)　قال اللّٰه تعالىٰ ﴿فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾امر عز وجل بالإمساك بالمعروف ،و قد عجز عن الإمساك بالمعروف ؛لأن ذلك بإيفاء حقها فى الوطء والنفقة ، فتعين عليه التسريح ،فإن فعل ، وإلا ناب القاضى منابه فى التسريح وهو التفريق ".(بدائع الصنائع:۳/ ۶۰۳،كتاب النكاح،فصل فيما يبطل به الخيار،دارالكتب العلمية بيروت)

تین حیض گزار کر دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا؛(۱) لیکن اگر وہ پریشان نہیں کرتا اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا تو پھر ایسی کارروائی کرنا ناجائز ہے۔(۲) عورت کے ذمہ واجب ہے کہ شوہر کی اطاعت کرے،(۳) گو باپ کو چاہیے تھا کہ نکاح سے پہلے لڑکی کو اطلاع کر دیتا؛(۴) لیکن اس صورت میں بھی نکاح لازم ہے۔(۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۷/۱۳۵۷ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/رجب/۱۳۵۷ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۵۵-۵۵۹)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾(سورة البقرة:۲۳۵)

"أی غير الزوج فی العدة لاشتباه النسب بالعلوق، فإنه لا يوقف على حقيقة أنه من الأول أو الثانی ...ولا يجوز التزوج فی المدة لعلة أخرى هی إظهار خطر المحل أو هو حكم تعبدی". (ردالمحتار،كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فی العقد على المبانة:۳/۴۰۹،سعيد)

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره،وكذا المعتدة ... سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة أو دخول فی نكاح فاسد ، الخ". (الفتاویٰ العالمگيرية:۱/۲۸۰،كتاب النكاح،القسم السادس:المحرمات التی يتعلق بها حق الغير،رشيديه)

(۲) "عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم قال:"لا تؤذی امرأة زوجها فی الدنيا،إلا قالت زوجته من الحور العين:لا تؤذيه قاتلک اللّٰہ، فإنما هو عندک دخيل يوشک أن يفارقک إلينا ".(جامع الترمذی: ۱/۲۲۲، أبواب الرضاع والطلاق ، باب إيذاء المرأة زوجها ،سعيد)

"عن عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما أنه قال:خسفت الشمس على عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه وسلم ... فقال ... " رأيت يكفرن باللّٰہ ؟قال:"يكفرن العشير(الزوج)". (صحيح البخاری : ۲/۷۸۳، كتاب النكاح،باب كفر ان العشير، قديمی)

(۳) "عن أبی هريرة عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم قال: "إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت أن تجیء لعنتها الملائكة حتى تصبح ".

"وعنه عن النبی صلی اللّٰہ عليه وسلم: "إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها ،لعنتها الملائكة حتى ترجع".(جامع الترمذی:۲/۸۲، باب:إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، سعيد)

"لما كانت المصلحة المرعية فی النكاح تحصين فرجه، وجب أن تحقق تلک المصلحة وذلک أن تؤمر المرأة إذا أراد منها ذلک، ولو لا هذا لم يتحقق تحصين فرجه، فإن أبت فقد سعت فی رد المصلحة، آه.(حجة اللّٰہ البالغة:۲/۳۶۱، حقوق الزوج،قديمی)

"وحقه عليها أن تطيعها فی كل مباح يأمر ها به ".(الدرالمختار)"ظاهرة أنه عند الأمر به منه، يكون واجباً عليها كأمر السلطان الرعية به".(ردالمحتار:۳/۲۰۸،كتاب النكاح ،باب القسم ،سعيد)

(۴) "(قوله:هو السنة)بأن يقول لها قبل النكاح:فلان يخطبک أو يذكرک فسكت،الخ" (رد المحتار: ۳/۵۸، كتاب النكاح، باب الولی،سعيد)

(۵) "(أوزوجها)وأخبر رسوله أو فضولی عد ل فسكتت)عن رده مختارة (أو ضحكت غيرمستهز ئة أو تبسمت أوبكت بلا صوت،فهو إذن ... (وبطل خيار البكر بالسكوت)لومختار ة(عالمة)أصل (النكاح)".(الدرالمختار)

"(قوله:عن رده) قيد به إذ ليس المراد مطلق السكوت ؛لأنها لو بلغها الخبر فتكلمت بأجنبی، فهو سكوت هنا، فيكون إجازة".(ردالمحتار:۳/۵۹-۷۳،كتاب النكاح، باب الولی، سعيد) ==

لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح:

سوال: زید نے اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح لڑکی کی عدم موجودگی میں جب کہ وہ گاؤں سے سومیل دور تھی، بکر سے کر دیا، لڑکی کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے برجستہ کہا کہ ''میں تو یہاں ہوں، میرا نکاح وہاں کیسے ہو گیا ہے'' تو نکاح ہو گیا، یا نہیں؟ اگر لڑکی کے گھر پہونچنے پر اس کے والد اس سے رضامندی کی اجازت لے لیں تو نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر نکاح کی خبر سن کر برجستہ بطور فرطِ مسرت یہ کہا کہ تو یہاں میرا نکاح وہاں کیسے ہو گیا؛ یعنی اس پر خوشی کا اظہار کیا تو وہ نکاح لازم ہو گیا، (۱) اب نہ تجدید نکاح کی ضرورت ہے، نہ دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہے، (۲) بس پہلا نکاح کافی اور صحیح ہے، اگر بطورِ ناراضی وغصہ کے فقرہ مذکور کہا ہے اور اس نکاح کو نامنظور کر دیا ہے تو وہ نکاح بیکار اور کالعدم ہو گیا۔ (۳) اب اگر اس لڑکے سے عقد منظور ہے تو بھی لڑکی کی اجازت سے دوبارہ نکاح کیا جائے۔ (۴) دوسری جگہ منظور ہے، تب بھی اجازت سے کیا جائے۔ (۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۶۰-۵۶۱)

بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر درست نہیں:

سوال: ایک لڑکی بالغہ کا نکاح پڑھایا جائے اور اس میں لڑکی سے کسی نے نہیں پوچھا اور لڑکی موقع پر موجود بھی

== ''وإن زوجها الولي بغير استيمار، ثم أخبرها بعد النكاح فسكتت،إن أخبرها بالنكاح...وإن ذكر الزوج والمهر فسكتت كان رضا''.(الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۲۸۸، کتاب النکاح،باب الأولیاء،رشیدیه)

''وأما في حق البكر ، فيبطل بمجرد السكوت''.(البحرالرائق:۳/۲۱۵،کتاب النکاح،باب الأولیاء والأکفاء،رشیدیه)

(۱) ''(أوزوجها) وليها وأخبرها رسوله أوفضولي عدل (فسكتت)... (أوضحكت غير مستهزئة،آه''.(الدر المختار)''لأن الضحک إنما جعل إذنا بدلالته على الرضا''.(ردالمحتار:۳/۵۹،کتاب النکاح، باب الولي،سعید)

(۲) ''ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره''.(الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۲۸۰،کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير ،رشیدیه)

(۳) ''لأن الضحک...إذا لم يدل على الرضا،لم يكن إذناً''.(ردالمحتار:۳/۵۹،کتاب النکاح باب الولي،سعید)

(۴) ''ولو زوجها، وليها فقالت: لا أرضى ،ثم رضيت في المجلس،لم يجز''.(الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۲۸۸، کتاب النکاح ، باب في الأولیاء ،رشیدیه)

''بخلاف مالو بلغها العقد ،فردت، ثم قالت : رضيت ،حيث لا يجوز ؛لأن العقد بطل بالرد، ولذا استحسنوا التجديد عند الزفاف إذا زوج قبل الاستيذان إذ غالب حالهن إظهار النفرة عند فجاءة السماع''.(البحر الرائق:۳/۲۰۰،کتاب النکاح ، باب الأولیاء والأکفاء ،رشیدیه)

(۵) ''ولا تجبر البالغة البكر على النكاح ، لا انقطاع الولاية بالبلوغ ''.(الدر المختار:۳/۵۸، باب الولي،سعید)

نہیں اور نہ لڑکی کا باقاعدہ شرع کے مطابق کوئی وکیل ہے، کیا اس حالت میں نکاح منعقد ہو جائے گا، یا نہیں؟

(۲) لڑکی کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے انکار کر دیا اور اب بھی تقریباً تین سال گزرنے کے بعد بھی انکار کرتی ہے۔

(۳) لڑکا، جس کے والد نکاح کے دعویدار ہیں، وہ لڑکا اس وقت ہیروئن پیتا ہے، چرس اور ہر قسم کے نشے اور جوئے کا عادی ہے اور فی الحال اس جرم کی پاداش میں جیل میں بند ہے۔ کیا مندرجہ بالا تفصیل کے ساتھ یہ نکاح ہو گیا ہے؟ اگر نہیں ہوا تو چھڑانے کے لیے طلاق تو لینی نہیں پڑے گی؟ اگر نکاح ثابت ہو چکا ہے تو نمبر ۳ میں بیان کردہ وجوہات کی بنا پر اس لڑکی سے شادی کر سکتا ہے، یا لڑکی کے والدین کو یہ حق حاصل ہے کہ لڑکی کی شادی نہ کرائیں اور اس سے چھٹکارا حاصل کر لیں؟

الجواب

اگر یہ درست ہے کہ نکاح کے وقت نہ لڑکی سے پوچھا گیا، نہ لڑکی نے کسی کو نکاح کا وکیل بنایا، نہ نکاح کی اجازت دی اور نہ وہ نکاح کے وقت موجود تھی اور بعد میں بھی جب اسے نکاح کی اطلاع ہوئی تو اس نے نکاح کو منظور نہیں کیا تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہی نہیں ہوا، (۱) لہٰذا لڑکی جہاں چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

۱۲/۵/۱۴۰۷ھ (فتویٰ نمبر: ۴۹/۳۸/۷، ب) (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۷۲-۲۷۳)

بالغ لڑکے کی عدم منظوری سے نکاح منعقد نہیں ہوتا:

سوال: ایک نابالغ لڑکی کو والد کی موجودگی میں چچا نے ایک دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرا دیا تھا اور لڑکے کے باپ نے لڑکی کی طرف سے قبول کیا، لڑکا اس وقت بالغ تھا، نہ کر کے یہ پیغام اس وقت سنایا ہے اور نہ زوج نے منکوحہ کو دیکھا ہے اور لڑکی نے اس کو دیکھا ہے اور عین نکاح کے وقت ایک تولہ سونا مہر لڑکی کے حوالے کر دیا، چند ماہ بعد لڑکی کے والدین نے برما سے ہجرت کا قصد کر لیا تو لڑکے کے والدین کو بولا؛ لیکن انہوں نے انکار کر دیا، (اس وقت نکاح نہیں ہوا تھا) اس میں ان بن ہونے کی وجہ سے مذکورہ دیا ہوا مہر واپس کر دیا گیا اور لڑکے کے والدین نے لے لیا، جب لڑکی کے والدین کراچی آئے تو اس لڑکے کے چچا نے ایک خط برما بھیجا، جس میں لکھا تھا کہ لڑکی کو دوسرے آدمی کے نکاح میں

---

(۱) وفی الهندية كتاب النكاح، الباب الرابع: ۷۸۲/۱ (طبع ماجدية): لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب او سلطان بغير اذنها بكرا كانت أو ثيبا فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على أجازتها فإن أجازته جاز وإن ردته بطل،الخ.

وفی الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولی: ۸۵/۳ (طبع سعيد): ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ.

وفی الهداية، كتاب النكاح: ۳۱۳/۲ (طبع شركة علمية): وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها،الخ.

دے دو۔ کراچی میں والد نے دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کی بات چیت کرلی تھی؛ مگر لڑکی جس وقت بالغ ہوئی تو وہ اس شخص پر راضی نہ تھی، جس کی وجہ سے لڑکی والدین کے گھر سے نکل کر چلی گئی اور اپنی خوشی سے ایک لڑکے کے ساتھ نکاح کرلیا۔ اب والدین پر زور ڈال رہے ہیں کہ لڑکی کا نکاح اول اب تک باقی ہے، کیا نکاح اول ہنوز باقی ہے؟

تنقیح:

(۱) لڑکی کے باپ نے اس نکاح کو منظور کیا تھا، یا نہیں؟

(۲) لڑکے نے زبان سے اس نکاح کو منظور کیا تھا، یا نہیں؟

(۳) جس وقت لڑکی بالغ ہوئی، اس وقت اس نے اپنے نکاح کے بارے میں کیا رویہ اختیار کیا؟

ان سوالات کے جواب آنے پر اصل مسئلے کا جواب دیا جائے گا۔

جواب تنقیح:

(۱) جس وقت چچا نے لڑکی کا نکاح دیا تھا، اس پر باپ راضی تھا۔

(۲) لڑکے نے زبان سے اس نکاح کو منظور نہیں کیا؛ بلکہ صرف لڑکے کے باپ نے منظور کیا۔

(۳) لڑکی جب بالغ ہوئی، کوئی رویہ اختیار نہیں کیا، صرف لڑکے کی طرف سے کچھ بات چیت ہوئی تھی اور ایک مہر دیا تھا، پھر واپس کرلیا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

جب کہ لڑکا بوقت نکاح بالغ تھا اور اس نے نہ خود مجلس میں شرکت کی اور نہ بعد میں اسے منظور کیا تھا تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، لہٰذا لڑکی آزاد ہے، جہاں چاہے، نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۶/۶/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ، ۷/۶/۱۳۸۸ھ (فتویٰ نمبر: ۶۵۲/۱۹، الف) (فتاویٰ عثمانی: ۲/ ۲۷۱-۲۷۲)

بیوہ کا نکاح بلا اذنِ صریح:

سوال: عام طور پر بیوہ بالغہ سے نکاح کی اجازت باللسان لینے کا دستور نہیں ہے، اکثر بیوہ کی سسرال والے؛ یعنی جیٹھ سسر وغیرہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حق ہے، چاہے جہاں اس کا نکاح کریں، یا بیٹھا رہنے دیں، چنانچہ زبانی پوچھنا تو کیا اس سے ذکر تک نہیں کیا جاتا۔ دیور، جیٹھ وغیرہ اپنی اجازت سے نکاح پڑھا دیتے ہیں، اکثر بیوہ کا دل اس جگہ نہیں چاہتا؛ مگر انکار کی صراحت نہ ہونے کی باعث دل کی ناراضگی کے ساتھ شوہر کے یہاں رخصت کردینے پر چلی جاتی ہے۔

ایک واقعہ ایسا ہی ہوا، بالغہ بیوہ کا نکاح بغیر اجازت لسانی اور رضامندی کے جیٹھ نے اپنے اجازت سے نکاح پڑھوا دیا، بیوہ کو جدید شوہر کے یہاں جانا پڑا؛ مگر عرف کے سبب وہ بیوہ اس کو نکاح سمجھتی رہی اور وہاں سے علاحدہ ہونے اور نکل

بھاگنے کا موقع دیکھتی رہی۔اب کسی بہانہ سے وہ اپنے بھائی کے یہاں چلی آئی ہے اور اپنی مرضی کے مطابق اپنے ہم کفو میں اپنی اجازت سے نکاح کرنا چاہتی ہے اور قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بغیر اجازت والے جیٹھ کے کئے ہوئے نکاح سے ناراض تھی اور اس نکاح کے گواہ بھی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے بیوہ سے نہیں پوچھا گیا؛ بلکہ صرف بیوہ کے جیٹھ نے یہ کہہ دیا کہ میں نے اس سے اجازت لے لی ہے،تم نکاح پڑھاؤ۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ رواج کی وجہ سے خود بیوہ کو بھی یہ نہیں معلوم کہ بغیر میری اجازتِ لسانی کے نکاح نہیں ہوتا اور نکاح کا ذکر سن کر انکارِ لسانی بھی ممکن نہیں،البتہ ناراضگی اور بیزاری اس نکاح سے اب تک ہے۔اگر شرعاً اس بیوہ کو اپنی مرضی کے موافق نکاح کرنے کی اجازت ہو تو جیٹھ کے کئے نکاح پر کوئی فتنہ بھی نہیں ہے،نہ وہ درج رجسٹر ہے کہ عدالتی کاروائی خطرہ ہو۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بالغہ عورت پر کسی کو ولایتِ اجبار حاصل نہیں تھی؛ یعنی کوئی شرعی ولی باپ بھائی وغیرہ جبراً بغیر اس کی مرضی کے نکاح نہیں کرسکتا، چہ جائے کہ جیٹھ۔اگر کردے تو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ بیوہ کے نکاح کے لیے بھی اس کی رضا مندی ضروری ہے،خواہ زبان سے رضا مندی کا اظہار کرے،خواہ کوئی اور فعل ایسا کرے،جس سے اس کی رضا مندی ظاہر ہو جائے،مثلاً مہر کا مطالبہ کرے، یا قبضہ، یا نفقہ کا مطالبہ کرے، یا قبول کرے، یا مبارکباد کو قبول کرے اور فقہاء نے جماع پر قدرت دینے کو بھی علامتِ رضا لکھا ہے۔پس اگر صورتِ مسئولہ میں بیوہ مذکورہ نے اس شوہر کو جس کے ساتھ جیٹھ نے نکاح کیا تھا،اپنے اوپر جماع کی قدرت دے دی اور صحبت سے منع نہیں کیا، یا اور کوئی چیز علامت رضا مندی کی پائی گئی تو شرعاً یہ نکاح نافذ ہوگیا،اب دوسری جگہ اس کو نکاح کرنا جائز نہیں،(۱) اور اگر کوئی علامتِ رضا مندی نہیں پائی گئی اور شوہر کو اپنے اوپر قابو نہیں دیا؛ یعنی شوہر نے صحبت نہیں کی، یا جبراً اور زبردستی صحبت کی اور شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی تھی؛ لیکن زبردستی اس کو بھیجا گیا تو شرعاً یہ نکاح لازم نہیں ہوا،اب دوسری جگہ نکاح درست ہے۔

”ولا تجبر البالغة البكر على النكاح ، فإن استأذنها غير الأقرب فلا عبرة لسكوتها ، بل لا بد من القول كالثيب البالغة لا فرق بينهما إلا في السكوت ؛لأن رضا يكون بالدلالة كما ذكره بقوله:أوما هو في معناه، من فعل يدل على الرضا كطلب مهرها ونفقتها وتمكينها من الوطيء ودخوله بها برضاها وقبول التهنئة والضحك سروراً ونحو ذلك كقبول المهر،والظاهر أنه مثله قبول النفقة،آه“. (الدر المختار وشامی مختصراً:۲/۲۶۹) (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۲/۵/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ۔صحیح:عبد اللطیف،مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۳/جمادی الاولی/۱۳۵۷ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۶۳)

---

(۱) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“.(الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/ ۲۸۰، کتاب النکاح، الباب الثالث،القسم السادس : المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشیدیہ)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار:۳/۶۲-۶۳، کتاب النکاح،باب الولی،سعید ==

بیوہ بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں:

سوال: ایک عورت بیوہ بالغہ کا نکاح بلا مرضی ہوا، بالکل رضا مند نہ تھی، جبراً اس کا نکاح کر دیا گیا۔ بیوہ نے اپنے نفس کا اختیار نہیں دیا، یہاں تک کہ جب عورت کو نکاح کی خبر پہنچی تو فوراً کہنے لگی کہ جس کے ساتھ میرا نکاح ہوا ہے، وہ تو میرا بیٹا ہے، میں ہرگز رضا مند نہیں ہوں، اب تک انکار کر رہی ہے۔ آیا یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۸۹، عبدالغفور دہلی، ۲/شوال ۱۳۵۶ھ، مطابق ۶/دسمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر واقعات مندرجہ بالا صحیح ہیں تو نکاح نہیں ہوا، (۱) اور عورت مذکورہ اپنی مرضی کے مطابق دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی: ۵۳/۵)

الجواب ــــــــــــــــ الثانی

(از الجمعیۃ، مورخہ: ۲۲/ستمبر ۱۹۲۵ء)

اگر بیوہ بالغہ کا نکاح اس کی رضا مندی حاصل کئے بغیر کر دیا جائے؛ مگر نکاح کی خبر پانے پر وہ رضا مندی دے دے تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی: ۵۳/۵)

بیوہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر ناجائز ہے:

سوال: بعد فوت ہونے شوہر کے بیوہ کا نکاح ثانی نے بلا رضا مندی پڑھا دیا اور خاوند کے گزرنے کے بعد دو سال تک انکاری رہی اور اس نکاح کے بعد بھی انکاری ہے؛ کیوں کہ جس کے ساتھ بیوہ بلا رضا مندی کے نکاح پڑھایا گیا ہے، وہ عمر میں پچاس سال سے بھی زیادہ ہے اور بیوہ کی عمر ۱۵/سال ہے۔

(المستفتی: ۹۳۳، علیم الدین جے پور۔ ۷/صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹/مئی ۱۹۳۶ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

بیوہ بالغہ کا نکاح بلا رضا مندی بیوہ کے ناجائز ہے۔ بیوہ نے جب اس نکاح کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو نکاح باطل ہو گیا۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۵۷/۵)

== "لا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب وسلطان بغیر إذنها بکراً کانت أو ثیباً، فإن فعل ذلک، فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل ... وکان تمکینها أیاه من الدخول بها رضا، إلا إذا دخل بها وهی مکرهة، فحینئذ لا یثبت الرضا". (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۷/۱-۲۸۹، رشیدیه)

(۳،۲،۱) لایجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بکراً کانت أو ثیباً فإن فعل ذلک فالنکاح موقوف علی أجازتها فإن أجازته جاز وإن ردته بطل، کذا فی السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع: ۲۸۷/۱، ماجدیة)

بیوہ کا نکاح ایک مولوی صاحب نے دوعورتوں کی موجودگی میں ایک مرد سے کردیا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک مولوی نے ایک بیوہ بالغہ سے اذن لے کر روبرو دو گواہوں کے؛ یعنی دوعورتوں کے اس کا نکاح مرد سے کردیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہ؟

الجواب

اگر وہ بیوہ عورت اس مجلس نکاح میں موجود تھی تو وہ مولوی صاحب نکاح خواں گواہ سمجھے جاویں گے اور دوعورتیں مل کر ایک مرد اور یہ مولوی گواہ نکاح کے ہوجاویں گے اور ان کا نکاح منعقد ہوجاوے گا۔

کما فی الدر المختار: ولو زوج بنته البالغة العاقلة بمحضر شاهد جاز، إن كانت ابنته حاضرة لأنها تجعل عاقدة وإلا لا، الأصل أن الآمر متى حضر جعل مباشراً، الخ. (الدرالمختار)(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۰۵-۱۰۶)

بالغہ عورت اگر نکاح کے وقت انکار کردے تو نکاح نہیں ہوگا:

سوال: ایک شخص محمد کی لڑکی مسماۃ شرم خاتون عاقل بالغ موجود ہے، محمد غیر برادری میں لین دین کرنا چاہتا تھا۔ اس کے شریک قوم غلام حیدر نے اس کے پیر کو کہا کہ اس کو منع کردو کہ غیر برادری میں لین دین نہ کرے۔ محمد نے کہا کہ برادری میں مجھ سے لین دین کوئی نہیں کرتا۔ غلام حیدر نے کہا کہ میں کرنا چاہتا ہوں، پیر صاحب نے اجازت دے دی۔ غلام حیدر نے مجمع کرکے پانچ نکاح یکجا پڑھانے شروع کیے۔

(۱) غلام رسول کی لڑکی اللہ وسایا کا لڑکا جو ہر دو بالغ تھے، والدین کے ایجاب وقبول سے نکاح ہوا۔

(۲) اللہ وسایا کی لڑکی نابالغ بہ ایجاب والد کے محمد حسین بالغ کے ساتھ ہوا۔

(۳) اللہ وسایا کی لڑکی محمد کا لڑکا ہر دو نابالغ بایجاب وقبول والدین نکاح ہوا۔

(۴) غلام حیدر کی لڑکی اللہ وسایا کا لڑکا ہر دو نابالغ بایجاب وقبول والدین نکاح ہوا۔

(۵) محمد کی لڑکی شرم خاتون غلام محمد کا لڑکا رحیم بخش ہر دو بالغان کا نکاح شروع ہوا۔ رحیم بخش شادی شدہ گھر آیا تھا۔ بوقت ایجاب محمد اور اس کی عورت اور لڑکی شرم خاتون نے انکار کردیا کہ اگر غلام حیدر کے لڑکے سے نکاح ہو تو رضامند ہیں، ورنہ ہرگز نکاح منظور نہیں۔ سخت واویلا ہوگیا تو محمد کا سالہ محمد حسین نے سوٹا لے لیا، محمد کے عورت اپنی ہمشیرہ یکھان اور بھانجی شرم خاتون کو خوب مارا اور محمد کو سخت دشنام دیئے، فساد برپا ہوگیا، ملا نے اس وقت یہ نکاح نہ پڑھا، پھر صبح کو اسی طرح مجمع ہوا اور ایجاب کے لیے ملا، وکیل، دو گواہ، ماموں محمد حسین ووالد محمد لڑکی کے پاس گئے۔

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار کتاب النکاح: ۳۷۷/۲، ظفیر

محمد حسین نے لڑکی کو دھمکی دی اور ملا نے دریافت کیا کہ تو اس کے منہ سے نکلا: جی ہاں۔اس پر مشہور ہو گیا کہ نکاح ہو گیا، یہ سب نکاح ملا نے ڈر کے مارے کتاب نکاح خوانی میں کہ ہمیں رحیم بخش منظور ہے، درج نہ کئے اور نہ کسی نکاح کا انگوٹھا نکاح ومنکوحہ وورثان وغیرہ کا لگایا گیا۔عورت اور اس کی والد کا بیان ہے کہ بطور استفہام لفظ جی کہا ہے، نہ کہ جی ہاں۔حاضرین میں سے بعض کہتے ہیں کہ لفظ جی کہا ہے اور بعض آدمی کہتے ہیں کہ جی ہاں کہا ہے۔اب اس کی شادی ہونے میں تنازعہ ہے۔آیا نکاح شرم خاتون ورحیم بخش جائز ہے، یا نہیں؟ اور باقی نکاح بھی جائز ہیں، یا نہیں؟
(المستفتی:۱۶۶۹،عبداللہ، ملتان، ۴؍جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۲؍اگست ۱۹۳۷ء)

الجواب

شرم خاتون اور رحیم بخش کے نکاح کے علاوہ اور نکاحوں میں تو کوئی بات ایسی مذکور نہیں، جن سے نکاح نہ ہونے کا شبہ ہوتا ہو، لہٰذا وہ نکاح تو ہو گئے، والدین کے ایجاب وقبول سے، یا شوہر کے قبول سے اور والد کے ایجاب سے نکاح ہو گئے۔(۱) شرم خاتون چوں کہ بالغہ تھی؛ اس لیے اس کی اجازت ضروری تھی اور اگر اس کو خاوند کا نام اور مہر بتلایا گیا ہو اور اس نے صاف صریح منظوری دی ہو تو نکاح ہوا، ورنہ نہیں؛ کیوں کہ اسی شخص سے وہ پہلے نکاح کو نامنظور کر چکی ہے، لہٰذا اب دوبارہ صاف وصریح منظور سے نکاح ہو گا،(۲) اور اگر اس نے صرف لفظ جی کہا ہے اور رحیم بخش سے قبول کرانے کا بھی سوال میں ذکر نہیں تو اس صورت میں انعقاد نکاح کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔الجواب صحیح: ضیاء الحق غفر لہ، مدرسہ امینیہ، دہلی۔(کفایۃ المفتی:۱۰۴/۵)

عورت اجازتِ نکاح کی منکر، مرد مدعی کس کے گواہ معتبر ہیں:

سوال: مسماۃ حلیمہ جو کہ اس وقت بالغہ ہے، اس کے چچا نے بسبب ولایت بحالتِ صغر اس کی نسبت مسمیٰ زید سے کی؛ مگر بعد زید کو دینے سے انکاری ہوا، زید نے اس لڑکی کے چچا پر دعویٰ نکاح کر دیا اور دو شاہد پیش کر دیئے، چچا شور مچاتا ہوا پھرا کہ یہ نسبت تھی، نکاح نہ تھا، کسی نے نہ سنی، قاضی نے مسمیٰ زید کے نکاح کا حکم کر دیا اور یہی کہا کہ چوں کہ لڑکی نابالغہ ہے اور ولی اس کا چچا وغیرہ کو طلب کر کے بیاہ دینے کو کہا گیا، چچا وغیرہ نے شور مچایا کہ لڑکی اب تک

---

(۱) ولزم النكاح ... إن كان الولي ... ابا أوجداً.(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي:۶۶/۳، سعيد)

(۲) لا يجوز أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير اذنها بكراً كانت أو ثيبًا فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها فإن أجازته جاز وإن ردته بطل.(الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع:۲۸۷/۱، ماجدية)

وفي الدرالمختار: فإن أستاذن لها غير الاقرب.... فلا عبرة لسكوتها بل لا ... القول كالثيب.(كتاب النكاح، باب الولي:۶۲/۱، سعيد)

(۳) ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس.(الدر المختار)فلو اختلف المجلس لم ينعقد، فلو أوجب أحدهما فقام الآخر واشتغل بعمل آخر بطل الإيجاب.(ردالمحتار، كتاب النكاح:۱۴/۳، سعيد)

نابالغہ ہے، ہرگز نہ دیں گے، لڑکی بھی فریاد کرتی رہی کہ مجھے یہ منظور نہیں، لڑکی کے چچا کو زیر حراست رکھا گیا اور لڑکی کا اقرار نکاح پر زبردستی انگوٹھا لگالیا گیا، حالاں کہ وہ انکار کرتی تھی۔

جب وہاں سے نجات پائی کچھ عرصہ بعد لڑکی نے بالغ ہوتے ہی فسخ نکاح پر شاہد رکھے اور قاضی کے پاس جاکر فسخ نکاح کے لیے پیش ہوگئی، چناں چہ قاضی نے حکم دیا: جا تیرا نکاح فسخ ہوگیا۔ اب زید نے دعویٰ کیا کہ بوقت بلوغ مسماۃ حلیمہ اقرار کرنے اور اجازت سے منکر ہے، دونوں کے پاس شاہد موجود ہیں، بینہ مرد ثبوت اجازت کے لیے اور بینہ عورت مرد کے لیے۔ پس دریں صورت شرعاً کس کے بینہ اولیٰ ارجح ہوں گے؟ بینوا تواجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ هو الملهم للصواب

صورت مذکورہ میں حلیمہ کے شاہد معتبر ہوں گے، نہ زید کے۔

خلاصۃ الفتاویٰ میں خصاف اور جامع کبیر سے منقول ہے:

"في أدب القاضي للخصاف: لو أقامم الزوج أو الأب البينة على الإجازة، والمرأة على الرد، فبيتنها أولىٰ، وفي بيوع الجامع الكبير في باب المرابحة: القول قولها والبينة بينتها، آه". (خلاصة: ۴۴/۲)(۱)

اس نقل سے قطع نظر کرکے تمام سرگذشت پر نظر ڈالی جائے تو منصف کے لیے ماننا پڑے گا کہ سر بسر قصہ سے مسماۃ حلیمہ کا انکار ٹھیک رہا ہے، مفتی کے لیے ایسے موقع پر کمال حزم وتدبر سے کام لینا ضروری ہے، چناں چہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

"على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع، آه". (ردالمحتار: ۸۵۳/۲)(۲)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"المفتي في الوقاع لا بدله من ضرب اجتهاد ومعرفة بأحوال الناس". (ردالمحتار: ۱۳۶/۲)(۳)

محمد فاروق، از: اوستہ، بلوچستان

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اگر واقعات مندرجہ سوال صحیح ہیں تو روایت خلاصہ پر مفتی کو فتویٰ دینا درست ہے، **كما أفتى به المفتي العلامة وإن كان المذهب المشهور والرواية الظاهرة خلاف ذلك.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/صفر ۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۶۴/۱۱-۵۶۵)

---

(۱) خلاصة الفتاویٰ، كتاب النكاح، الفصل الرابع عشر في دعوى النكاح: ۴۴/۲، امجد اكادمی لاهور)

"البالغة إذا قامت البينة على رد النكاح بعد البلوغ، والزوج أقام البينة أنها سكتت بعد بلوغها، تقبل بينتها، كذافي الفصول الأستر شية". (الفتاویٰ العالمگيرية، كاتب الدعویٰ، الباب التاسع في دعوى الرجلين، الفصل الثاني في دعوى الملك في الأعيان: ۸۰/۴، رشيديه)

(۲) ردالمحتار، باب العدة، فصل في الحدا، مطلب الحق أن على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع: ۵۳۵/۳، سعيد

(۳) ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب مهم: ۳۹۸/۲، سعيد

نکاح کی اجازت تحریراً کا شوہر مدعی ہے، عورت منکر تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے فلاں عورت نے اجازت دی ہے کہ تم جا کر مجھ سے نکاح کرلو اور میں نے جا کر دو گواہوں کے سامنے نکاح کرلیا۔ نیز کہتا ہے کہ اس نے مجھے اجازت کی تحریر دی ہے اور دستخط بھی کر دیئے ہیں؛ مگر عورت ہر چیز سے انکار کرتی ہے کہ میں نے نہ اسے زبانی نکاح کرنے کی اجازت دی ہے اور نہ ہی کوئی تحریر لکھ کر دی ہے، یہ شخص جھوٹا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس صورت میں کس کا قول معتبر ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر اس شخص کے پاس گواہ موجود ہیں اور وہ شرعاً مقبول الشہادۃ ہیں، جن کے سامنے عورت نے زبانی اجازت دی ہے یا تحریر لکھی ہے تب تو ان کی گواہی معتبر ہے اور نکاح صحیح ہے، اگر گواہ موجود نہیں یا وہ مقبول الشہادۃ نہیں تو عورت کا قول معتبر ہوگا؛ مگر قسم کے ساتھ، اور یہ نکاح معتبر نہیں ہوگا۔ (هكذا يفهم عما ذكره في الدر المختار: ٢/٨٦٤)

”قال الزوج للبكر البالغة: بلغك النكاح فسكت، وقالت: رددت النكاح، ولا بينة لهما على ذلك، ولم يكن دخل بها طوعاً في الأصح، فالقول قولها بيميهنا على المفتى به، وتقبل بينته على سكوتها، (قوله: فالقول قولها) لأنه يدعي لزوم العقد وملك البضع، والمرأة تدفعه فكانت منكرة، آه. (رد المحتار)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۲/۲۱/۲۶ ۱۳ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۶۵۔۵۶۶)

بالغ لڑکی کا، نکاح کی منظوری دینے کے بعد انکار کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام شرع متین اس مسئلے کے بارے میں؟ فتویٰ چاہتا ہوں:

مسئلہ: اگر فرض کیا کہ ایک عاقلہ، بالغہ اور مسلمان لڑکی روبروئے پنچایت، یا عدالت وغیرہ، نکاح کے بعد یہ بیان دیتی ہے کہ اس نے نکاح اپنی بلوغت کی عمر میں اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا؛ بلکہ اپنی حقیقی ماں کا دل رکھنے کے لیے کیا تھا تو اس نکاح کی قرآن وسنت کی روشنی میں کیا حیثیت ہے؟ اور اس بیان کی کیا حیثیت ہے؟ میرے خیال کے مطابق لڑکی کا یہ بیان اس وقت قابل قبول ہونا چاہیے، جب کہ لڑکی کا نکاح نابالغی کی عمر میں ہوا ہو اور لڑکی بالغ ہونے کے بعد بقائمہ ہوش وحواس خمسہ بیان مذکورہ بالا دے تو پھر قابل قبول نہیں ہونا چاہیے، فتویٰ صادر کیجئے اور یہ بھی تحریر کیجئے کہ ان حالات میں اسلامی قانون کی روشنی میں لڑکی اور اسے اُکسانے والوں کے لیے کیا سزا تجویز ہے؟

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ٣/٦٣-٦٤، سعيد

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

جب لڑکی بالغ ہوا اور اس نے نکاح کی منظوری دے دی ہو تو نکاح ہو گیا، (۱) بعد میں اس کا یہ کہنا کہ میں نے والدہ کا دل رکھنے کے لیے کہا تھا، اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نکاح قائم ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

۷/۴/۱۴۲۰ھ (فتویٰ نمبر: ۳۷۳/۱۰) (فتاویٰ عثمانی: ۲۷۴/۲)

لڑکی کا قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نکاح کرنے کے باوجود لڑکی نے جھوٹی قسم کھائی کہ میں نے نکاح قبول نہ کیا تو نکاح ہو جائے گا، یا نہیں؟ اور گواہ موجود ہوں تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ اور اگر گواہ نہ ہوں تو کیا حکم ہے؟

(المستفتی: نعیم الدین، ریتی محلّہ، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

لڑکی قبولیت نکاح کا انکار کر رہی ہے، جب کہ دوسری طرف شوہر کے پاس بینہ موجود ہے تو ایسی صورت میں شوہر کا قول قبول کیا جائے گا اور اگر گواہ موجود نہ ہوں اور دخول بھی نہ ہوا ہو تو عورت کا قول قسم کے ساتھ قبول کر لیا جائے گا۔

ولو قال الزوج: بلغک النكاح، فسكت، وقالت: رددت ولا بينة لهما، ولم يكن دخل بها، فالقول قولها أيهما أقام البينة قبلت بينته. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، كوئٹه: ۱۱۷/۳، زكريا ديوبند: ۲۰۶/۳)

قال الزوج للبكر البالغة: بلغک النكاح فسكت، وقالت: رددت النكاح، ولا بينة لهما على ذلک، ولم يكن دخل بها طوعاً في الأصح، فالقول قولها بيمينها على المفتىٰ به وتقبل بينته على سكوتها. (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الولي، كراتشي: ۶۳/۳-۶۴، زكريا ديوبند: ۱۶۷/٤، وهكذا في مجمع الأنهر، مصری قديم: ۳۳۵/۱، دار الكتب العلمية بيروت: ٤۹۳/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۶ رصفر المظفر ۱۴۲۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۶۰۱۶/۳۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۶/۲/۱۴۲۰ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۸۱/۱۳)

لڑکی کا نکاح کی اجازت دینے کے بعد انکار:

سوال: زید کی لڑکی زینب کا نکاح عمر سے ہوا؛ لیکن نکاح کے وقت کسی بھی ذریعہ سے زینب کی مرضی دریافت

(۱) وفي الهداية، كتاب النكاح: ۳۱۳/۲ (طبع شركة علمية): وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها.
وفي الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۲۶۹/۱ (طبع ماجدية): ومنها رضا المراة إذا كانت بالغة بكراً كانت أو ثيباً، الخ.

نہیں کی گئی؛ بلکہ زید ہی نے مجلس نکاح میں اس کی طرف سے قبول کرلیا۔ زید کا کہنا ہے کہ ایک روز قبل میں نے اپنی بیٹی سے دریافت کیا تھا تو وہ عمر سے نکاح پر راضی تھی؛ لیکن زینب کا کہنا یہ ہے کہ میں نے کبھی آمادگی ظاہر نہیں کی اور زینب کو جس وقت اس نکاح کی اطلاع پہنچی، اس نے فوراً ہی اعلان کردیا کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں۔ اب یہ مسئلہ ایک مقامی عالم صاحب سے (جو قاضی بھی ہیں) دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا نکاح نہیں ہوا، لہٰذا جناب والا فتویٰ صادر فرمائیں۔ واضح رہے کہ زینب کی عمر ۱۶ سال ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر لڑکی کنواری ہے اور باپ نے اس سے نکاح کے لیے کہا کہ فلاں لڑکے سے تیرا نکاح کرنا چاہتا ہوں، تجھے منظور ہے؟ اس پر لڑکی نے آمادگی ظاہر نہیں کی، جیسا کہ اس کا بیان ہے؛ مگر انکار بھی نہیں کیا؛ بلکہ خاموش رہی تو یہ بھی اس کی طرف سے اجازت ہے، اب پھر اس کا انکار کرنا بیکار ہے، (۱) یہ اجازت دو روز قبل بھی لینا کافی ہے، عین وقت پر لینا ضروری نہیں۔

ہاں! اگر اجازت لینے پر خاموش رہنے کے بعد ایجاب وقبول سے پہلے کہہ دیتی کہ میں اجازت نہیں دیتی تو باپ کو حق نہ رہتا، (۲) یا اگر باپ نے بالکل اس سے کہا ہی نہ ہو اور خود ہی نکاح پڑھوا دیا ہو تو یہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگا، خبر پانے پر لڑکی نامنظور کردے تو فوراً ختم ہوجائے گا۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۲/۱۱/۱۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۶۶-۵۶۸)

---

(۱) "وإذاقال لها لولي: أريد أن أزوجک من فلان بألف فسكتت، ثم زوجها، فقالت: لا رأضى، أو زوجها ثم بلغها الخبر، فسكتت، السكوت منها رضا في الوجهين جميعاً إذا كان المزوج هو الولي". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۷، رشيديه)

" (فإذا استأذنها هو) الولي (أو وكيله أورسوله أو زوجها) وليها وأخبرها رسوله أوفضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارة (فهو إذن): أي توكيل في الأول". (الدرالمختار)

"أي فيما إذا استأذنها قبل العقد حتى لوقالت بعد ذلک: لا أرضى، ولم يعلم به الولي فزوجها، صح لأن التوكيل لاينعزل حتى يعلم". (ردالمحتار: ۳/۵۸-۵۹، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(۲) "فللموكل العزل متى شاء مالم يتعلق به حق الغير، بشرط علم القاضي". (تنويرالأبصار مع الدرالمختار: ۵/۶۳۶، كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل، سعيد)

(۳) " لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب وسلطان بغير إذنها بكراً كانت أوثيباً، فإن فعل ذلک فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۷، رشيديه

" وإن زوجها بغير استيمار، فقد أخطأ السنة، وتوقف على رضاها". (ردالمحتار: ۳/۵۸، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

اِجازتِ نکاح کے بعد لڑکی کا دستخط سے انکار کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری لڑکی کے لیے ایک جانے پہچانے شخص نے ایک لڑکے کے رشتہ کی درخواست رکھی، جو معتبر اشخاص کی فہرست میں شامل تھے، انہوں نے لڑکے کی جو خصوصیات بیان کیں، اُس میں سرفہرست یہ جملہ تھا کہ ”وہ بس تمہارے بڑے لڑکے کی کاپی ہے، رنگ روپ، ادائیں، عمر، تعلیم ومشاغل میں تم کوئی فرق نہیں پاؤ گے“۔ مماثلت میں یہ بات ہوتے وقت میری لڑکی نماز میں مشغول تھی، اسی حالت میں یہ جملے اس کے ذہن نشیں ہو گئے۔ اس بارے میں ہمارا جواب جانے تک ہم نے یہ محسوس کیا کہ ہماری لڑکی کو عذر نہیں ہے اور ہماری کوئی بات اس موضوع پر لڑکی سے ہوئی بھی نہیں؛ یعنی بالمشافہ گفتگو نہیں ہوئی۔ مندرجہ بالا خصوصیات کی اصل حقیقت سے ہم واقف نہ تھے اور اِسی بنا پر ہمیں زیادہ تردد بھی نہیں ہوا کہ پیغام لانے والے صاحب معتبر اشخاص میں شامل تھے، پھر بعد میں ایسے کئی مواقع آئے کہ ہم اس لڑکے کو دیکھنا اور ملنا چاہتے تھے؛ مگر وہ کسی نہ کسی مصروفیت کے سبب مواقع پر موجود نہ پایا گیا اور دیگر ہمارے اعزہ واحباب اس لڑکے کے دوسرے بھائی کو اس کی جگہ سمجھتے ہوئے غلط فہمی میں رہے اور اخیر وقت تک ہم سے یہ نہ کہہ سکے کہ یہ وہ لڑکا نہیں ہے، یہاں تک کہ طے شدہ وقت سے بہت پہلے ایک فرمائش کے نتیجہ میں خطبۂ نکاح پڑھ دیا گیا اور اس وقت وکیل گواہان اور دیگر تمام رشتہ دار اور اَحباب نے لڑکے کو دیکھا اور سمجھنے کی کوشش کی اور خود میں نے بھی یہ محسوس کیا کہ بھاری غلطی ہونے جارہی ہے، اِس دوران نکاح میں شرکت کے لیے جانے والے اشخاص سے لڑکی کو سن گن مل گئی کہ لڑکا اِن خصوصیات سے بالکل مختلف ہے، جو ایجاب وقبول سے پہلے اُسے گوش گزار کی گئیں، لہٰذا اس نے رجسٹر نکاح کی رسید پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اَب کیفیت یہ ہے کہ خاندانی رتبہ حسب ونسب کے اور دینی اعتبار سے تو ٹھیک؛ مگر صورت، شانِ عمر، تعلیم، قد وقامت، پیشہ وارانہ صلاحیت میں وہ بے جوڑ ہے، جب کہ شریعت کا مشورہ ہے کہ جوڑ دیکھو، دوئم تمام کے مشورہ کے خلاف ہے، جب کہ شریعت سے مشورہ میں خیر بتائی جاتی ہے، سوئم غلطی کو نبھائے جانے کے برخلاف غلطی کو سدھارنے کے لیے صلحاء حضرات فرماتے ہیں اور ہمیں واضح طور پر محسوس ہونے لگا ہے۔ صحیح طور پر ہم نے تحقیقات نہ کرنے اور محض اگلے کے بیان پر بھروسہ کرتے ہوئے اتنا آگے تک بڑھ گئے تو اب ہم مزید قدم اٹھانے پر اور زیادہ گنہگار ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ نکاح کسی طرح فسخ ہو جائے، فسخ نکاح کی کیا کیا صورتیں ہیں؟ کیا لڑکے کا تحریر کرنا کافی ہے، یا مجلس میں طلاق کہنا ضروری ہے؟ ابھی لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی ہے اور کیا نکاح نامہ پر لڑکی کے دستخط نہ کرنا خود نکاح کو فاسد میں شمار کرنا ہے۔

نوٹ: لڑکی نے زبانی اجازت دے دی تھی، البتہ نکاح ہونے کے بعد رجسٹر پر دستخط کرتے وقت دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں اگر چہ فریقین کی طرف سے دانستہ، یا نادانستہ یہ کوتاہی ہوئی کہ نکاح سے قبل لڑکے کو صورت سے پہچانا نہیں گیا، ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا؛ لیکن نکاح کے وقت جب نام ونسب کے ساتھ لڑکی والے نکاح پر راضی ہو گئے اورلڑکی نے زبانی اجازت بھی دے دی؛ اس لیے یہ نکاح شرعاً منعقد ہو چکا ہے۔اب لڑکے سے طلاق، یا شرعی تفریق کے بغیراس لڑکی کا کسی دوسرے لڑکے سے نکاح جائز نہیں ہے۔(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۴۸/۸، امدادالمفتیین ۵۲۴)

وينعقد بايجاب وقبول من الأخر. (الدر المختار: ۳۸/٤،زکریا)

ركن النكاح: الإيجاب والقبول. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/٤، رقم: ٥٣٦١،زکریا، البحرالرائق: ١٤٤/٣، زکریا)

أما منكوحة الغير لم يقل أحد بجوازه ولم ينعقد أصلاً. (الفتاویٰ الهندية: ٢٨٠/١، بدائع الصنائع: ٥٤٨/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۱۷/۶/۱۴۲۲ھ۔(کتاب النوازل: ۶۵/۸)

لڑکی کے انکار کے باوجود اس کا نکاح پڑھ دینا:

سوال: ایک لڑکی جس کی شادی ہو چکی ہے، اس کی عمر ۲۲/سال ہے، وہ اپنے ماں باپ کے یہاں تھی، جب کہ اس کا شوہر انتقال کرگیا۔اس اطلاع کے ملنے پر وہ سسرال آئی، جہاں پر اس نے اپنے شوہر کی مہر بخشی اورعدت کے دن پورے کئے۔عدت پوری ہونے کے بعد اس لڑکی کو اس کے ایک دیور سے (جس کی عمر ۱۶/سال ہے اور وہ شادی شدہ ہے) نکاح کرنے پر مجبور کیا؛ لیکن اس نے صاف انکار کردیا۔مجبور کرنے والےلڑکی کے سسرال والے ہی تھے۔

لڑکی کا منشا شوہر کے چچازاد بھائی سے نکاح کرنے کا تھا؛ لیکن ان آدمیوں نے لڑکی کی کوئی بات نہیں سنی اورامام صاحب سے کہا کہ رجسٹر لاکر زبردستی لڑکی کا انگوٹھا لگوالواوراسی دن رات کے نو بجے انہوں نے ان سب آدمیوں کو جمع کیا،جن کو ہمارے نکاح میں جمع ہونا ہے۔ایک وکیل دو گواہ لڑکی سے نکاح کی اجازت لینے کے لیے آئے، جو کہ اس لڑکی کے جیٹھ وغیرہ گئے تھے،انہوں نے لڑکی سے اجازت مانگی،لڑکی نے صاف انکار کردیا۔وکیل اور گواہوں نے یہی بات آکر تمام آدمیوں میں بتلائی کہ وہ صاف انکار کرتی ہے۔اس پر لڑکی کے سسر نے کہا کہ دوسرے آدمی کو بھیجو، یہ آدمی جھوٹ بولتے ہیں۔تین آدمی اور بھیجے گئے،لیکن لڑکی نے صاف انکار کردیا۔واپسی پر ان آدمیوں نے وہی سب کے سامنے بتلادیا۔

اس کے بعد پرانے بزرگ ۸۰، ۹۰/سال کی عمر کے بھیجے گئے،ان کے سامنےلڑکی شرم کی وجہ سے بول نہ سکی اورکوئی جواب نہیں دیا؛ بلکہ رونے لگی۔یہی بات انہوں نے آکر سب کے سامنے بتلائی کہ لڑکی رورہی ہے، کچھ بول نہیں رہی ہے۔امام صاحب نے کہا کہ چپ رہنےاوررونے پر نکاح جائز ہے۔

آپ یہ مسئلہ بتائیں کہ لڑکی جن آدمیوں سے بولتی تھی، ان سے اس نے کہا کہ خدا واسطے میرے باپ، یا بھائی کو بلوادو، جیسا وہ کہیں گے، ویسا ہی کروں گی، کسی نے بھی اس بات پر عمل نہیں کیا اور امام صاحب نے اس لڑکی کا نکاح اس کے شادی شدہ دیور سے پڑھا دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہوا، یا ناجائز؟ امام صاحب اور لڑکے والے اور صرف ۸۰، ۹۰ سال کے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز ہوا۔ امام صاحب جنھوں نے یہ نکاح پڑھایا ہے، تاش وشطرنج کھیلتے ہیں۔ یہ نکاح مسجد میں پڑھایا گیا ہے۔ یہ تمام حالات حلف سے کہتی ہوں۔ برائے کرم مطلع فرمائیں کہ یہ نکاح جائز ہے، یا ناجائز؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس بالغ لڑکی کی شادی ہوگئی، شوہر کے ساتھ رہ چکی، پھر بیوہ ہوگئی تو بعد عدت اس کے نکاح کے لیے اس کی اجازت ضروری ہے، بغیر اس کی اجازت کے اس کے نکاح کا کسی کو حق حاصل نہیں۔(۱) اگر اجازت لی جائے تو اس کے جواب میں اس کا خاموش رہنا اجازت شمار نہیں ہوگا؛ یعنی اس کا ولی اس کا باپ سے پوچھے، تب بھی خاموشی کافی نہیں، اگر کوئی آدمی جو کہ نہ ولی ہے، نہ ولی کا قائم مقام پوچھے تو کسی حال میں بھی خاموشی کو اجازت قرار نہیں دیا جائے گا۔(۲)

صورت مسئولہ میں دریافت کرنے والے نہ ولی ہیں، نہ ولی کے قائم مقام ہیں؛ بلکہ محض اجنبی ہیں، ان کے دریافت کرنے میں خاموشی کو اجازت شمار کرنا بالکل غلط اور مسئلہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں تو لڑکی پہلے دو مرتبہ صاف انکار کر چکی ہے، پھر بوڑھے آدمیوں کے دریافت کرنے پر رو رہی ہے تو اس ک اجازت کیسے قرار دیا جا سکتا ہے، یہ نکاحِ فضولی ہوا؛ یعنی ایجاب وقبول کے بعد لڑکی نے رضامندی ظاہر کردی تو صحیح ہوگیا، اگرچہ پہلے انکار کر چکی تھی۔ اگر رضامندی ظاہر نہیں کی؛ بلکہ کہہ دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں تو جب ہی ختم ہوگیا، شرعاً اس نکاح کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی، اس لڑکی کو پورا اختیار ہے، دوسری جگہ نکاح کرلے۔(۳)

---

(۱) ”عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: ”لا تنكح الأيم حتی تستأ مر“.

وعن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما أن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: ”الثيب أحق بنفسها من وليها“. (مشكاة المصابيح: ۲/ ۲۷۰، كتاب النكاح، باب الولی فی النكاح واستيذان المرأة، قديمی)

(۲) ”(فإن استأذنها غير الأقرب) كأجنبی أو ولی بعيد (فلا) عبرة لسكوتها (بل لا بد من القول كالثيب) البالغة“. (الدر المختار: ۳/ ۶۲، كتاب النكاح، باب الولی، سعيد)

(۳) ”لا يجوز نكاح أحد علی بالغة صحيحة العقل من أب وسلطان بغير إذ نها بكراً كان أو ثيباً، فإن فعل ذلک فالنكاح موقوف علی إجازتها، فإن أجاته جاز، وإن ردته بطل“. (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۲۸۷، كتاب النكاح، الباب الرابع، رشيديه)

”(وتزويج العبد والأمة بغير إذن مولاهما موقوف) فإن أجازه المولی جاز، وإن رد ه بطل: وكذلک لو زوج رجل امرأة بغير رضاها، أو رجلاً بغير رضاه) وهذا عندنا، فإن كل عقد صدر من الفضولی وله مجيز، انعقد موقوفاً علی الإجازة، فإذا أجاز من له الإ جازة، ثبت حكمه مستنداً إلی العقد“. (فتح القدير: ۳/ ۳۰۷، كتاب النكاح، فصل فی الوكالة بالنكاح وغيرهما، مصطفی البابی الحلبی مصر)

اگر (نہ) رضامندی ظاہر کی، نہ اس کو نامنظور کیا؛ بلکہ اب تک خاموش ہے تو اب بھی نامنظور کر سکتی ہے، (۱) جو لوگ لڑکی پر ظلم کر رہے ہیں، وہ سخت مجرم ہیں، ان کو خدا سے ڈرنا چاہیے، سخت وبال کی چیز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۱۳۹۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۶۸-۵۷۰)

لڑکی والدین کی عزت کی خاطر نکاح پر خاموش رہنے کے بعد سسرال جانے سے انکار کرے تو کیا حکم ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ: ۱۶/اکتوبر ۱۹۳۱ء)

سوال: عرصہ تقریباً ایک سال کا ہوا کہ ہندہ کا نکاح اس کے والد کی رضامندی سے ہو گیا تھا، حالاں کہ شرعاً لڑکی کو اپنی رائے کا اظہار کرنے میں کوئی مانع نہیں؛ مگر چونکہ ہندوستان میں یہ دستور عام ہو گیا ہے کہ لڑکی کو اس وقت اپنے والدین کی عزت کا خیال کرتے ہوئے مجبوراً خاموشی اختیار کرنی پڑتی ہے، لڑکی کی عمر اس وقت بیس سال کی ہے اور جن صاحب سے نکاح ہوا، ان کی عمر پچاس سال ہے۔ لڑکی کے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ ابھی محض نکاح ہی کی رسم ادا ہوئی ہے، رخصتی نہیں ہوئی۔ لڑکی سسرال جانے کے لیے بالکل تیار نہیں ہوتی اور شوہر طلاق دینے کے لیے تیار نہیں ہے، حالاں کہ لڑکی کے رشتہ دار لڑکی کے شوہر سے کوئی مہر وغیرہ طلب نہیں کرتے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر نکاح کے وقت لڑکی بالغہ تھی اور اس نے نکاح سے نارضامندی کا اظہار کر دیا تھا اور خاوند کے یہاں گئی بھی نہ ہو اور زفاف نہ ہوا ہو تو یہ نکاح ہی نہیں ہوا؛ (۲) لیکن اگر لڑکی نے اذن دے دیا ہو اور زفاف ہو چکا ہو تو اب لڑکی کا انکار مفید نہیں۔ (۳) اب علاحدگی کی صورت طلاق، یا خلع ہے، اگر خاوند طلاق نہیں دیتا تو خلع کی صورت کرنی چاہیے؛ یعنی مہر معاف کر کے، یا اور بھی کچھ رقم دے کر طلاق لی جائے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی: ۵/۵۴)

---

(۱) ”عن خنساء بنت خذام أن أبا ها. رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما زوجها وهی ثیب، فکرهت ذلک، فأتت رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم : فرد نکاحها“.

وعن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما قال: إن جاریة بکراً (أی وهی بالغة)أتت رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ،فذکرت أن أبا هازوجها وهی کارهة، فخیرها النبی صلی اللّٰه علیه وسلم“.(مشکاة المصابیح، ص: ۲۷۰-۲۷۱،کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح واستئذان المرأة،قدیمی)

(۲) بالغة زوجها أبوها فبلغها الخبر، فقالت: لاأرید فلاناً فالمختار أنه یکون رداً فی الوجهین.(الفتاویٰ الهندیة،کتاب النکاح،الباب الرابع: ۱/۲۸۸، ماجدیة)

(۳) ولو کانت البکر قد دخل بها زوجها ثم قالت لم ارض لم تصدق علی ذٰلک وکان تمکینها أیاه من الدخول بها رضا إلا إذا دخل بها وهی مکرهة.(الفتاویٰ الهندیة،کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/۲۸۹، ماجدیة)

عورت کا صرف انگوٹھا لگوانے اور بعد میں گواہ بنانے سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: ایک شخص کا بھائی تین بچے اور بیوہ چھوڑ کر مر گیا، متوفی کے بھائی نے بچوں کی ہمدردی کے لیے بیوہ بھاوج کے ساتھ نکاح کرنا چاہا، وہ رضامندہ نہ ہوئی، اس کو مجبور کرکے نشان انگوٹھا نکاح نامہ پر لگایا گیا، عورت نے باکرہ یہ عمل کیا، کوئی گواہ بوقت نکاح موجود نہ تھا، بعد ازاں متعلق تشویش ہوئی اور اس نے جواز نکاح سے انکار کر دیا؛ لیکن عورت اب اس بات پر پابند رہنا چاہتی ہے، یہ امر احکام شریعت کا محتاج ہے اور سابقہ نکاح کے بارے میں جواز عدم جواز مطلوب ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

جب تک دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول نہ ہونے کا صحیح نہیں ہوتا اور جبرا نشان انگوٹھا لگوالینا اجازت نکاح کی نہیں ہے۔ پس جب کہ عورت اس وقت نکاح پر راضی نہ تھی اور بوقت نکاح کوئی گواہ نہ تھا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔(۱) اب جب کہ عورت راضی ہے تو دوبارہ اس سے باقاعدہ دو گواہوں کے سامنے نکاح کیا جاوے،(۲) اور پہلے جو فعل حرام کا ارتکاب ہوا، اس سے توبہ کی جائے اور استغفار کیا جائے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷/۸)

سکران کی طرف سے اجازتِ نکاح:

سوال: زید ایک شرابی کبابی آدمی تھا، اس کے یہاں کچھ مساکین کو کھلانے کی تقریب میں کافی چہل پہل تھی۔ اس میں زید کے بھائی عمر نے زید کو بہلا پھسلا کر الگ تھلک لے جا کر شراب پلائی، پھر عمر کے چند ساتھی اس جگہ آئے اور ایک پڑھے لکھے شخص کو لے کر آئے، زید پی کر مست تھا تو زید سے زید کی نابالغہ لڑکی ہندہ کے نکاح کی اجازت اپنے لڑکے بکر سے مانگی، زید نے اجازت دی، یا نہیں دی؛ بلکہ یوں ہی ''ہوگیا، ہوگیا'' کہا۔ (واللہ اعلم) اس جگہ جہاں عمر کے چند ساتھی آئے تھے، نکاح پڑھا دیا گیا۔ نکاح کے بعد زید کو ہوش آیا اور معلوم ہوا کہ اس کی لڑکی ہندہ کا نکاح عمر کے لڑکے بکر کے ساتھ ہوگیا، زید یہ سن کر بھونچا ہوگیا اور کہا: مجھے کچھ معلوم نہیں، میں نے کوئی اجازت دی، یا نہیں؟

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح شرعاً جائز ہوا، یا نہیں؟ زید نے صاف کہا اور کہتا آرہا ہے کہ میں نے کوئی اجازت نہیں دی ہے، مجھے معلوم نہیں، کیا کہلوایا گیا ہے؟

مذکورہ بالا منکوحہ غیر موطوءۃ کا شوہر کافی عرصہ سے پاگل ہے، عام طور پر ننگا بند کمرہ میں رہتا ہے، تقریباً چار سال کی مدت اس طرح گزر گئی، اب طلاق دینے، یا خلع کرنے کا حق اس کے باپ کو ہے، یا نہیں؟ لڑکی اپنا رشتہ کسی اور سے

---

(۱) ومنها: الشهادة، قال عامة العلماء: إنها شرط جواز النكاح، هكذا في البدائع. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۲۵۰/۲، ظفير)

(۲) ولاينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين. (الهداية، كتاب النكاح: ۲۸۶/۲، ظفير)

کرسکتی ہے، یانہیں؟ لڑکی تو پہلے ہی سے حالتِ صحت میں ناراض تھی، اب کس طرح راضی ہوسکتی ہے؟ صدر شرعی پنچایت نے کہا کہ ہم کو تنسیخ نکاح کا حق نہیں ہے۔ آخراس قسم کی منکوحہ کی زندگی کس طرح بسر ہو؟ کیا طلاق خود پڑ جائے گی؟ صاف لکھیں اور جنون کی جتنی قسمیں ہوں، سب کے احکام الگ الگ تحریر فرمائیں۔ مذکورہ شوہر کا باپ لڑکی کا کوئی بھائی نہ ہونے کی وجہ سے سب جائیداد کے بدلہ خلع چاہے تو لڑکی کی شادی کس طرح ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر شراب کے نشہ میں لڑکی کے باپ سے اجازت لی اور نکاح پڑھا دیا گیا تو اس سے شرعاً وہ نکاح لازم نہیں ہوا؛(۱) بلکہ اگر لڑکی بالغہ ہے تو یہ نکاح شرعاً اس کی اجازت پر موقوف ہے، معلوم ہونے پر لڑکی نے اس کو نامنظور کر دیا تو وہ جب ہی ختم ہوگیا۔(۲) اگر لڑکی نابالغہ ہے تو یہ نکاح اس کے ولی (باپ) کی اجازت پر موقوف ہے، وہ نشہ ختم ہو جانے پر جب اپنے ہوش میں آیا، اس وقت اس کو نامنظور کر دیا تو جب ہی ختم ہوگیا۔(۳) اب لڑکی کا نکاح خود اس کی اجازت ورائے سے دوسری مناسب جگہ کر دیا جائے، فسخ کرانے کی ضرورت نہیں، لہذا جنون کی قسمیں اور سب کی علامات اور سب کے احکام کا سوال بے محل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۴۳-۵۴۴)

بالغہ لڑکی کا ایک جگہ طے شدہ منگنی سے انکار اور دوسری جگہ نکاح کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نوجوان لڑکی ہوں بچپن میں والدین نے ایک جگہ رشتہ کا وعدہ کیا تھا، چوں کہ اب میں بالغہ ہوں اور عقل سلیم سے سوچا کہ جہاں میرے والدین میرا رشتہ کرنا چاہتے ہیں، وہاں میرے لیے زندگی گزارنا مشکل ہے؛ اس لیے میں اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتی ہوں اور اس طے شدہ رشتہ جہاں نکاح نہیں ہوا ہے، صرف وعدہ ہوا ہے، میں انکاری ہوں اور حالات اتنی دگرگوں ہے کہ اگر میرا رشتہ وہاں

---

(۱) "وإن عرف لا يصح النكاح اتفاقاً، وكذا لو كان سكران فزوجها من فاسق". (الدرالمختار، باب الولي: ۶۷/۳، سعيد)

(۲) "لا يجوز نكاح أحد بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها، بكراً كانت أوثيباً، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل، كذا في السراج الوهاج". (الفتاویٰ العالمگيرية، الباب الرابع في الأولياء: ۲۸۷/۱، رشيديه)

"ولا تجبر البالغة البكر على النكاح، الخ". (الدرالمختار) "وإن زوجها بغير استيمار، فقد أخطأ السنة، وتوقف على رضاها". (ردالمحتار، باب الولي: ۵۸/۳، سعيد)

(۳) "ولو زوجها الأبعد حال قيام الأقرب حتى توقف على أجازة الأقرب، الخ". (الفتاویٰ العالمگيرية، الباب الرابع في الأولياء: ۲۸۵/۱، رشيديه)

کیا گیا تو شاید کہ میں خودکشی پر آمادہ ہو جاؤں، جو کہ حرام موت ہے۔ اب شریعت کی رو سے اس سابقہ رشتہ سے میرا انکار جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ن، ت، ج، بکوٹ ایبٹ آباد، ۱۹۷۳/۳/۵ء)

الجواب

اگر آپ کے والد نے صرف وعدہ کیا ہو اور عقد نکاح نہ کیا ہو تو آپ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہیں۔

فی الهندية: ۳۰۵/۱: ولایجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بکراً کانت أو ثیباً فإن فعل ذلک فالنکاح موقوف علی إجازتها. (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۷۰/۴)

مجبوری میں دی گئی اجازت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ صالحہ ایک عقل منداور بالغ لڑکی ہے، جس کا نکاح اس کے باپ نے زبردستی زید کے ساتھ کر دیا اور رخصتی نہیں ہوئی ہے اور بوقت نکاح لڑکی نے مجبوراً اجازت دی تھی، اب جب لڑکی کو اس لڑکے کے بارے میں جان کاری ملی ہے کہ وہ لڑکا دماغی اعتبار سے درست نہیں ہے اور نہ ہی صحت کے اعتبار سے تو کیا لڑکی اپنے گھر والوں کی مرضی سے اس سے جدائی کا فیصلہ لے سکتی ہے؟ اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ لڑکی گنہگار رہو گی، یا نہیں؟

(المستفتیہ: صالحہ پروین بنت محمد ظہیر، چکر کی ملک، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب وبالله التوفیق

نکاح کے وقت جب لڑکی نے نکاح کی اجازت دی ہے اور اجازت کے بعد زید کے ساتھ عقد نکاح ہو چکا ہے تو شرعی طور پر صالحہ کا نکاح زید کے ساتھ صحیح ہو چکا ہے اور بعد میں دماغی اعتبار سے اور صحت کے اعتبار سے زید کی کمزوری سامنے آنے کی وجہ سے لڑکی اس کے پاس جانے پر راضی نہیں ہے تو ایسی صورت میں صرف لڑکی کے راضی نہ ہونے کی وجہ سے نکاح ختم نہیں ہوگا؛ بلکہ نکاح بدستور باقی رہے گا اور جب تک زید اس کو طلاق نہ دے گا، اس وقت تک لڑکی کا نکاح دوسری جگہ جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل: ۱۷۱/۱۱، فتاوی رحیمیہ زکریا: ۲۲۳/۸)

النکاح موقوف علی إجازتها، فإن اجازته جاز وإن ردته بطل. (الفتاویٰ الهندية، زکریا: ۲۸۷/۱، زکریا جدید: ۳۵۳/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۳/ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۱۹۷۳/۴۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۶/۴/۳ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۷۸/۱۳)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية: ۲۸۷/۱، الباب الرابع فی الاولیاء

مریضہ کو اجازت دینا یاد ہے تو کیا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ۲۱؍فروری ۲۰۱۴ء بروز بدھ کو میری شادی ہوئی تھی، چھ فروری کو گھر میں معمولی بات پر کہا سنی ہوئی، جس کی وجہ سے میری طبیعت خراب ہوگئی؛ یعنی الجھن، درد، بے چینی ہوگئی اور گھر والوں کو بولنا شروع کر دیا، نیند غائب ہوگئی۔

شادی سے دو دن قبل حالت زیادہ خراب ہوئی، نہ چاہتے ہوئے بھی بول رہی تھی گھر والوں پر غصہ کر رہی تھی، ڈاکٹر کو دکھایا گیا، اس نے کہا: بس تھوڑی سی پریشانی ہوگئی ہے، پاگل نہیں ہے، ٹھیک ہو جائے گی؛ لیکن دوا سے آرام نہیں ملا، میں نے اپنی زبان سے بھی کہنا شروع کیا کہ فلاں فلاں نے جادو کیا، عین ۲۱؍تاریخ کی صبح میں ایک عامل کے پاس لے جایا گیا، عامل نے زبردست اثر بتایا، عمل کے علاج کے مطابق نہلایا گیا، نہلانے کے فوراً بعد میں گہری نیند میں سوگئی، نکاح کے وقت اٹھایا گیا۔

یہ بات مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرے چچا کہہ رہے تھے کہ بیٹا تمہارا نکاح ہوا ہے، میں نے کہا: ہاں میں راضی ہوں، عربی زبان میں بھی ''قبلت رضیت'' جیسے الفاظ ادا کئے، میرے چچا نے کہا: دستخط کرو، میں نے کہا: دستخط کی کیا ضرورت ہے؟ بس ہاں کہہ دینا کافی ہے؛ لیکن میرے چچا نے میرے ہاتھ میں قلم تھما دیا، نیند کا غلبہ اور کمزوری کے باعث ٹھیک طرح دستخط نہیں کر پائی، پھر میں سوگئی، ایک گھنٹے کے بعد اٹھایا گیا، اب میں بالکل خاموش تھی، خیر اسی حالت میں رخصتی کر دی گئی؛ لیکن دوران سفر پھر میں نے بولنا شروع کیا سسرال پہونچتے ہی میں نے سامان پھینکا، وہاں بھی کچھ دیر خاموش رہی، کبھی قرآن کی آیت تلاوت کرتی، کبھی عمدہ اشعار پڑھتی، اپنی خوبیوں اور برائیوں کا ذکر کیا، میری حالت پہلے سے مختلف ہوگئی۔

بہر حال شادی سے دو دن قبل طبیعت زیادہ ناساز گار ہوئی، جو بول رہی تھی غصہ میں صحیح صحیح بول بول رہی تھی، جائز ناجائز کی تمیز تھی، سب کو پہچان رہی تھی اور کبھی کبھی کچھ دیر کے لیے خاموش ہو جاتی، گھر والوں کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں ہوش وحواس کے ساتھ بول رہی ہوں، میری ہر خواہش پوری کی جا رہی تھی اور میں یہ بھی کہہ رہی تھی کہ میں وہاں خاموش رہوں گی، بس مجھے اس گھر سے نکال دو؛ لیکن طبیعت ٹھیک ہو جانے کے بعد میں نے غور کیا تو کچھ باتیں یاد نہیں ہیں اور کچھ یاد ہیں (ایسا لگتا ہے کہ کبھی کبھی میرا دماغ ٹھیک طرح سے کام کرنے لگتا)۔

اب موجودہ صورت حال میں نکاح درست ہے، یا نہیں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں تسلی بخش جواب دیں۔

نوٹ: قبل نکاح رضامندی تھی، وقت نکاح زبان سے جو الفاظ ادا کئے، وہ یاد ہیں۔

☆ حالت صحت میں بھی رضامند تھی۔

☆ نکاح سے ایک دن قبل ڈاکٹر کو دکھایا گیا، ڈاکٹر نے پاگل نہیں بتایا۔

☆ حالت بیماری میں کبھی بے ہوش نہیں ہوئی۔

☆ زندگی میں اس طرح کا کبھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔

☆ 10,11,12,13 رتاریخ کی بہت سی باتیں ابھی بھی یاد ہیں۔

سوال: کیا لڑکی سے اذن لیتے وقت لڑکے والوں کی طرف سے گواہ کا ہونا ضروری ہے؟

(المستفتیہ: زینت خاتون بنت مولانا غریب اللہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

سوال نامہ سے واضح ہوتا کہ نکاح کی اجازت لیتے وقت لڑکی کے ہوش وحواس درست تھے، وہ خود لکھ رہی ہے کہ اجازت دینا مجھے خود یاد ہے اور زبانی اجازت دے دی ہے اور دستخط بھی جیسے تیسے کی ہوں، وہ یاد ہے، نکاح منعقد ہونے کے لیے اتنا ہوش وحواس کافی ہے؛ اس لیے مذکورہ واقعہ میں لڑکی کی طرف سے اجازت صحیح ہوگئی اور نکاح بھی درست ہوگیا اور میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلق بھی جائز اور حلال طریقہ سے قائم ہوا ہے۔

وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها، وقوله: ووجه الجواز أنها تصرفت في خالص حقها وهي من أهله لكونها عاقلة مميزة. (الهداية، كتاب النكاح، باب في الاولياء والاكفاء، أشرفي بكڈپو ديوبند: ۳۱۳/۲-۳۱٤)

(۲) لڑکی سے اجازت لیتے وقت گواہوں کا وہاں موجود ہونا لازم نہیں ہے اور لڑکے والوں کی طرف سے گواہوں کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے؛ بلکہ غیر محرموں کا گواہ بن کر جانا شرعی طور پر بے حیائی اور بے پردگی کی وجہ سے ناجائز ہے، ہاں البتہ نکاح کی مجلس میں ایجاب وقبول کے وقت گواہوں کا ہونا ضروری ہووتا ہے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ جدید ۱۴۷/۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۲۸۰۱/۴۱) (فتاویٰ قاسمیہ: ۸۳/۱۳)

☆ ☆ ☆

ایجاب وقبول کے احکام

نکاح کے فرائض، واجبات، مستحبات:

سوال: نکاح میں کتنے فرض، کتنی سنت، کتنے مستحب ہیں اور کیا کیا ہیں؟ اور کتنی باتوں اور کاموں سے نکاح درست ہوگا؟

الجواب ______________ حامداً و مصلیاً

ایجاب وقبول فرض ہے، بغیر اس کے نکاح ہی نہیں ہوتا،(۱) دو گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے،(۲) نکاح کا اعلان اوراس سے پہلے خطبہ اوراس کا مسجد میں ہونا اور جمعہ کا دن ہونا مندوب ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۷۴-۴۷۵)

---

(۱) "وأما ركنه، فالايجاب والقبول". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل الأول: ٢٦٧/١، رشيديه)

صِفَةُ الْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ فَهِيَ: أَنْ لَا يَكُونَ أَحَدُهُمَا لَازِمًا قَبْلَ وُجُودِ الْآخَرِ،حَتَّى لَوْ وُجِدَ الْإِيجَابُ مِنْ أَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ كَانَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ قَبْلَ قَبُولِ الْآخَرِ، كَمَا فِي الْبَيْعِ؛ لِأَنَّهُمَا جَمِيعًا رُكْنٌ وَاحِدٌ، فَكَانَ أَحَدُهُمَا بَعْضَ الرُّكْنِ، وَالْمُرَكَّبُ مِنْ شَيْئَيْنِ لَا وُجُودَ لَهُ بِأَحَدِهِمَا. (بدائع الصنائع،فصل فى ركن النكاح: ٢٣٢/٢،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

(۲) "ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين،الخ". (الهداية، كتاب النكاح: ٣٠٦/٢، شركة علمية ملتان)

عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ، وَلَا نِكَاحَ إِلَّا بِشُهُودٍ. (السنن الكبرى للبيهقي، باب لا نكاح إلا بولى، رقم الحديث: ١٣٦٤٥، انيس)

(۳) "ويندب اعلانه، وتقديم خطبة، وكونه فى مسجد يوم جمعة". (الدر المختار، كتاب النكاح: ٨/٣، سعيد)

عن عائشة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: اعلنوا النكاح واضربوا عليه بالغربال (أى الدف). (سنن ابن ماجة، باب إعلان النكاح: ٩٠/٣، رقم الحديث: ١٨٩٥، انيس)/مسند البزار عن عامر بن عبدالله بن الزبير عن أبيه عن النبى صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث: ٢٢١٤، انيس)

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إعلنوا هٰذه النكاح وجعلوه فى المساجد واضربوا عليه بالدف، الخ. (سنن الترمذى، باب ماجاء فى إعلان النكاح: ٣٩٠/٣، رقم الحديث: ١٠٨٩، انيس)

يندب تقديم خطبة قبل عقد النكاح. (النهر الفائق، كتاب النكاح: ١٧٦/٢، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

نکاح کا شرعی طریقہ:

سوال(۱) نکاح کے کیا معنی ہیں؟

(۲) ایجاب وقبول جب دو گواہوں کے سامنے ہوگیا تو پھر کلمہ پڑھانا ضروری ہے؟ نیز اگر خطبہ نہ پڑھے تو عورت مرد پر حلال ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

(۱) نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے، جس کے ذریعہ سے عورت مرد کے لیے حلال ہوجاتی ہے۔(۱)

(۲) عقد نکاح میں ایجاب وقبول سے پہلے خطبہ پڑھنا مسنون ہے،(۲)اس کے بعد ایجاب وقبول کرایا جائے۔ کلمے پڑھانا نکاح میں نہ واجب ہے، نہ مسنون۔ اگر بغیر خطبہ کے ایجاب وقبول کرایا جائے، جب بھی نکاح صحیح ہوجاتا ہے،(۳)صرف سنت خطبہ ادا نہ ہوگی۔ (کفایۃ المفتی:۱۵۱/۵)

ایجاب وقبول کے الفاظ:

سوال: ان لفظوں سے نکاح ہوتا ہے کہ نہیں کہ کسی نے گواہوں کے روبرو کہا:''میں نے اپنی فلاں لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا''۔ آیا نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان الفاظ سے نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔(۴)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶۵۶/۱۰)

نکاح میں ایجاب وقبول کا طریقہ:

سوال(۱) یہاں نکاح کی ایک مجلس میں نکاح پڑھانے والے مولانا صاحب نے وکیل، منکوحہ، وشاہدین اور ناکح

---

(۱) حل استمتاع كل منهما بالآخر على وجه الماذون فيه شرعًا.(فتح القدير، كتاب النكاح:۱۸۹/۳، مصر)

(۲) ويندب إعلانه وتقديم خطبة.(الدرالمختار، كتاب النكاح:۸/۳، سعيد)

(۳) حدثنا محمد بن بشار ... عن رجل من بني سليم قال: خطبت إلى النبي صلى الله عليه وسلم أمامة بنت عبد المطلب فانكحن من غير أن يشهد. (سنن أبي داؤد،باب خطبة النكاح: ۲۸۹/۱، سعيد)

وقال محشيه:فدل على جواز النكاح بغير خطبة وفي الترمذي:وقد قال بعض أهل العلم: إن النكاح جائز بغير خطبة وهو قول سفيان الثوري وغيره من أهل العلم.(جامع الترمذي، باب ما جاء في خطبة النكاح:۲۱۰/۱، سعيد)

(۴) ''وينعقد متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضي؛ لأن الماضي أدل على التحقيق، كزوجت نفسي أو بنتي أو موكلتي منك، ويقول الآخر: تزوجت،الخ''.(الدرالمختار، كتاب النكاح:۹/۳-۱۰، سعيد)

ومنکوحہ کے رشتہ دار وغیرہ اہل مجلس کے حاضر ہو جانے کے بعد اور نکاح کا خطبہ شروع کرنے سے پہلے وکیل سے پوچھا: ”کیا میں نکاح پڑھا دوں۔“؟اس کے جواب میں وکیل نے کہا جی ہاں پھر نکاح پڑھانے والے مولانا صاحب مے نکاح کا خطبہ پڑھا اور اس کے بعد وکیل سے کہا: ”کیا آپ نے اپنی مؤکلہ مسماۃ فلاں کی ذات کو فلاں شخص کے نکاح میں دی“، یا ”آپ نے اپنی مؤکلہ مسماۃ فلاں کو فلاں شخص کے نکاح میں دی“، یہ پوچھنا بھول گئے اور وکیل سے ایجاب کے الفاظ کہلائے بغیر نوشہ سے خطاب کر کے یہ فرمایا: فلاں وکیل نے اس کی مؤکلہ مسماۃ فلاں کی ذات کو آپ کے نکاح میں دی، (حالاں کہ وکیل سے پوچھنا بھول گئے تھے اور وکیل نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں نے میری مؤکلہ کا نکاح کرادیا) آپ نے قبول کی؟ نوشہ نے کہا: میں نے قبول کیا۔صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہو گیا، یا نہیں؟

(۲) اہل مجلس کے حاضر ہو جانے کے بعد اور نکاح کا خطبہ پڑھنے سے پہلے مولانا صاحب کا وکیل سے پوچھنا کہ میں نکاح پڑھا دوں؟ اور اس کے جواب میں وکیل کا کہنا: جی ہاں! کیا یہ ایجاب کے الفاظ ہو سکتے ہیں؟

(۳) وکیل کے یہ کہے بغیر کہ ”میں نے اپنی مؤکلہ فلاں شخص کے نکاح میں دی“، مولانا صاحب کا یہ کہنا: ”فلاں وکیل نے اپنی مؤکلہ آپ کے نکاح میں دی“، کیا یہ الفاظ ایجاب ہو سکتے ہیں؟

(۴) وکیل کے یہ کہے بغیر کہ ”میں نے میری مؤکلہ فلاں کے نکاح میں دی“۔مولانا صاحب کے خلاف واقعہ یہ کہنے سے کہ فلاں وکیل نے اس کی مؤکلہ آپ کے نکاح میں دی اور نوشہ کے یہ کہنے سے کہ میں نے قبول کی نکاح فضولی ہو جائے گا؟ نکاح فضولی کی صورت تو یہ ہے کہ نکاح پڑھانے والا یہ کہے کہ میں نے فلانی عورت کو آپ کے نکاح میں دی اور ناکح کہے کہ میں نے قبول کی)؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اصل مسئلہ یہ ہے کہ وکیل بالنکاح خود نکاح پڑھائے، بلا اجازت مؤکلہ دوسرے کو نکاح پڑھانے کی اجازت دینے کا اس کو اختیار نہیں ہے۔

”**لا يؤكل الوكيل باذن او تعميم تفويض**“. (الأشباه والنظائر، كتاب الوكالة، ص: ۴۶۳)

اگر وکیل بالنکاح نے بلا اجازت مؤکلہ دوسرے کو نکاح پڑھانے کی اجازت دے دی اور اس نے نکاح پڑھا دیا تو بعض کے نزدیک یہ نکاح فضولی ہوگا اور دلہن کی قولی، یا فعلی اجازت پر موقوف ومنعقد ہوگا اور بعض فقہاء رحمہم اللہ اس کے قائل ہیں کہ وکیل اول مجلس نکاح میں موجود ہو تو نکاح نافذ ولازم ہو جائے گا اور یہی مختار ومعمول بہا ہے۔

”**الوكيل بالتزوج ليس له أن يؤكل غيره، فإن فعل فزوجه الثاني بحضرة الأول جاز**“. (فتاویٰ قاضي خان، فصل في التوكيل بالنكاح والطلاق والعتاق: ۵۸۰/۳، الفتاوى الهندية: ۲۰/۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں جب کہ نکاح خواں نے وکیل سے پوچھا کہ نکاح پڑھا دوں؟ اور وکیل نے کہا: جی ہاں! (پڑھا دو) تو یہ توکیل ہے، مجلس نکاح اور عرف عام اس کا قرینہ ہے اور دلہن بھی جانتی ہے کہ نکاح دوسرا شخص پڑھائے

گا تو اسے دلہن کی اجازت پر محمول کیا جاسکتا ہے؛ **لأن المعروف کالمشروط**".(۱) اس کے بعد نکاح خواہ کا نوشہ سے خطاب کرکے یہ کہنا کہ فلاں وکیل نے اپنی مؤکلہ مسماۃ فلانی کی ذات کو آپ کے نکاح میں دی، آپ نے قبول کی؟ یہ ایجاب ہے۔ جواب میں نوشہ کا یہ کہنا کہ میں نے قبول کی، یہ قبول ہے۔

"**الأصل أن الآمر متیٰ حضر جعل مباشراً**. (الدرالمختار)

(**وقوله جعل مباشراً**) **لأنه إذا کان فی المجلس تنتقل العبادة إلیه، کما قدمناه**. (ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳۷۷/۲)

مزید تشفی اور معلومات کے لیے دو فتوے نقل کئے جاتے ہیں:

(۱) **سوال**: دختر کے والد نے نکاح خواں سے کہا کہ ہماری لڑکی کا نکاح کر دو۔ نکاح خواں نے اس طرح کر دیا: تم نے اے عمر زید کی لڑکی بعوض سو (۱۰۰) روپے مہر کے قبول کی؟ اس نے کہا: ہاں میں نے قبول کی۔ اس سے نکاح ہوگیا، یا نہیں؟ نکاح خواں باپ کا وکیل ہے، یا عورت کا؟

الجواب: اس صورت میں ایجاب وقبول مذکور ہے ساتھ جب کہ دوروبرو شاہدین کے ہوا، نکاح صحیح ہوگیا۔ نکاح خواں عورت کے باپ کا وکیل ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن: ۶۵/۷)

(۲) **سوال**: ایک شخص نے میانجی کو کہا کہ میں نے تجھ کو اجازت دی ہے، پھر میانجی نے مرد کو کہا کہ فلانی عورت تم نے قبول کی؟ اس نے کہا: "میں نے قبول کی۔" اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا، یا نہیں؟ یہاں ایجاب وقبول میں سے صرف ایک جزو موجود ہے۔

الجواب: اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا؛ کیوں کہ میانجی وکیل ہے ولی دختر کی طرف سے، پس میانجی نے جو کلام شوہر سے کیا کہ "فلانی عورت کو تم نے قبول کیا"؟ یہ ایجاب ہے اور جب شوہر نے کہا: "میں نے قبول کیا" تو یہ قبول ہوا، پس یہ دونوں رکن؛ یعنی ایجاب وقبول پائے گئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹/۷)

اگر نکاح خواں نے وکیل سے اجازت لیے بغیر ایجاب وقبول کرادیا اور وکیل مجلس نکاح میں موجود ہے اور اس نے بعد نکاح قول سے اجازت دے دی، یا فعل اور حال سے رضامندی ظاہر کی تو نکاح کے نفاذ ولازم ہونے کے لیے کافی ہوگیا۔

الوکیل إذا وکل بغیر إذن أو تعمیم وأجاز ما فعله وکیله نفذ إلا الطلاق والعتاق. (الأشباه)

(**قوله: وأجاز مافعله وکیله**): **أقول وکذا لو عقد أجنبی فأجازا لأول لأن مقصود المؤکل حضور رأیه وقد حصل**. (حموی شرح الأشباه والنظائر، ص: ۳۶۸، کتاب الوکالة)(۲)

(۲) یہ ایجاب نہیں ہے توکیل ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

---

(۱) مبسوط السرخسی، کتاب الهبة: ۵٤/۱۲، دارالمعرفة بیروت، انیس

(۲) غمز عیون البصائر، کتاب الوکالة، الوکیل بالإنفاق: ۲۳/۳، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس

(۳) وکیل اول کی حاضری میں یہ الفاظ ایجاب کے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(۴) وکیل اول کی عدم موجودگی میں نکاح فضولی ہوگا اور دلہن کے قولی، یا فعلی اجازت پر موقوف و منعقد ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۴۶/۸-۱۴۷)

ایجاب وقبول میں مطابقت ضروری ہے:

سوال: اگر ایجاب وقبول میں بظاہر مطابقت نہ ہو تو کیا اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ہر معاملہ میں ایجاب وقبول کے اندر مطابقت ضروری ہے، اگر دونوں میں مطابقت نہ ہو تو معاملہ صحیح نہ ہوگا، اسی طرح اگر نکاح کے ایجاب وقبول میں بھی مطابقت نہ ہو تو نکاح درست نہ ہوگا۔

كما قال العلامة الحصكفي: وينعقد النكاح بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضي لأن الماضي أدل على التحقيق كزوجتك نفسي أو بنتي أوموكلتي منك ويقول الآخر: تزوجتُ،الخ. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ٢٦٣/٢، كتاب النكاح)

وفي الهندية:ومنها أن لايخالف القبول الإيجاب،فإذا قال الآخر:زوجتك ابنتي علىٰ ألف درهم، فقال الزوج: قبلت النكاح ولا أقبل المهر،كان باطلاً. (الفتاوىٰ الهندية: ٢٦٩/١، كتاب النكاح،الباب الأوّل) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۱۵/۴)

نوشہ کے قبول کرنے سے پہلے ایجاب کرنے والے کا مجلس سے اُٹھ جانا، یا اعراض کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر ایک شخص نے نکاح کا ایجاب کیا اور دوسرے فریق کے قبول کرنے سے پہلے خود ایجاب کرنے والا مجلس سے اٹھ گیا، یا اس نے ایسا کام کیا جس سے اعراض ظاہر ہوتا ہو تو ایجاب باقی رہے گا، یا ختم ہو جائے گا؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

نکاح فی الجملہ ان عقود میں سے ہے، جن کی تکمیل اِیجاب وقبول کے ذریعہ ہوتی ہے؛ لہٰذا جو حکم دیگر عقود میں ایجاب وقبول کا ہے، وہی حکم نکاح میں بھی ہوگا اور وہ یہ ہے کہ اگر قبول کرنے سے پہلے اِیجاب کرنے والا شخص مجلس عقد سے اٹھ جائے، یا اعراض کرے تو اِیجاب باطل ہو جاتا ہے۔

ومن شرائط الإيجاب والقبول: اتحاد المجلس لوحاضرين، وإن طال كمخيرة،الخ. (الدرالمختار)

(قوله:اتحاد المجلس)قال في البحر:فلو اختلف المجلس لم ينعقد، فلو أوجب أحدهما فقام الآخرأواشتغل بعمل آخر بطل الإيجاب،الخ. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب النكاح،مطلب:التزوج

بإرسال كتاب: ٧٦/٤،زكريا/١٤/٣،كراچى، كذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح: ١٤٨/٣،زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول: ٢٦٩/١،زكريا)

وأيهما قام عن المجلس قبل القبول بطل الإيجاب؛ لأن القيام دليل الإعراض والرجوع. (الهداية: ٢٠/٣)

فلو أوجب أحدهما فقام الآخر أو اشتغل بعمل آخر بطل الإيجاب؛ لأن شرط الارتباط اتحاد الزمان فجعل المجلس جامعًا تيسيرًا. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ١٤٨/٣،زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۶/۱/۱۴۳۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

نکاح کا طریقہ، ایجاب وقبول کون کرائے:

سوال: شادی میں نکاح پڑھانے کے وقت امام صاحب نکاح قبول نہیں کراتے؛ بلکہ وکیل ہی قبول کراتے ہیں، یہ حق وکیل کا ہے، یا امام صاحب کا؟ نکاح میں ایجاب وقبول کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

لڑکی کی طرف سے اس کا وکیل ولی، امام، قاضی کوئی بھی گواہوں کے سامنے کہے کہ ''میں نے فلاں کی بیٹی اتنے مہر پر تمہارے نکاح میں دی''، لڑکا کہے کہ ''میں نے اس کو قبول کیا''، لڑکی خود بھی گواہوں کی موجودگی میں اپنے متعلق یہ کہہ دے اور لڑکا قبول کرلے، تب بھی درست ہے۔(۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۷/۱۰)

نوشہ سے قبول کرانے کے لیے کیا کہنا چاہیے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مجلسِ نکاح میں خطبہ کے بعد نوشہ سے قبول کرانے کے لیے کیا کہنا چاہیے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

خطبہ کے بعد نوشہ سے کہا جائے کہ مثلاً فلانہ بنت فلاں کا نکاح بعوض اتنے مہر تم سے کردیا گیا، تمہیں قبول ہے؟ اس کے جواب میں اگر وہ قبول کرلے تو نکاح منعقد ہوجائے گا اور قبول کرانے کے لیے کوئی الفاظ متعین نہیں ہے، جن لفظوں سے بھی پورا مضمون ادا ہوجائے، اُنہیں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

---

(۱) ''وينعقد متلبسا (بايجاب) من أحدهما (قبول) من الآخر (وضعا للمضى)... (كزوجت) نفسى أو بنتى أو موكلتى منك (و) يقول الآخر: (تزوجت)''. (الدرالمختار، كتاب النكاح: ٩/٣،سعيد)

قال القدورى رحمه الله فى كتابه: عقد النكاح ينعقد بلفظين يعبر بهما عن الماضى نحو أن تقول المرأة: زوجت، ويقول الرجل: قبلت، قال: وينعقد أيضاً بلفظين أيضاً، يعبر بأحدهما عن المستقبل نحو أن يقول الرجل: زوجت. (المحيط البرهانى، الفصل الأول فى الألفاظ التى ينعقد بها النكاح: ٥/٣، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

فإذا قال لآخر: زوجتک ابنتی علی ألف درهم، فقال الزوج: قبلت النكاح وسكت عن المهر ينعقد النكاح بينهما. (الفتاویٰ الهندية: ۲۶۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۱/۶/۲۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

ایجابِ نکاح کے جواب میں صرف ''جی قبول کیا'' کہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نکاح پڑھانے والا نکاح کے خطبہ سے فارغ ہوکر جب لڑکے سے پوچھتا ہے کہ اتنے مہر کے عوض فلاں بنت فلاں کو آپ کی زوجیت میں دیا جارہا ہے، آپ نے قبول کیا تو اس کے جواب میں بجائے یہ کہنے کے کہ ''میں نے قبول کیا'' میں نے چھوڑ کر صرف یہ کہہ دیا کہ ''جی قبول کیا'' تو اتنا کہہ دینے سے نکاح منعقد ہوگیا، یا نہیں؟ نکاح کی صحت پر کوئی اثر تو نہیں پڑا؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اِیجابِ نکاح کے جواب میں ''جی قبول کیا'' کہنے سے بھی بلاشبہ نکاح منعقد ہو چکا ہے، کسی شک وشبہ کی ضرورت نہیں ہے۔

وينعقد متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر، وضعاً للمضي. (شامی: ۹/۴، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۱/۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

نکاح کے وقت ''قبول کی میں نے ان شاء اللہ'' کہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نکاح کے وقت قبول کرتے ہوئے یوں کہنا: ''قبول کی میں نے ان شاء اللہ'' کیا قبولیت کے بعد فوراً ان شاء اللہ کہنے سے قبولیت اور نکاح پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟ جیسے طلاق میں فوراً ان شاء اللہ کہنے سے طلاق نہیں ہوتی؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہے کہ ایجاب وقبول میں ان شاء اللہ کہنے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۶۲/۷)

كل مايختص باللسان يبطله الإستثناء. (شامی: ۶۳۲/۴، زکریا)

لیکن یہ حکم اُسی وقت ہے جب کہ کہنے والا ان شاء اللہ کا مطلب بھی سمجھتا ہو اور اگر اس کا منشا ان شاء اللہ کہنے سے اپنی بات مؤکد کرنے کا ہو، جیسا کہ بہت سے ناواقف لوگوں کا معمول ہے کہ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو وہ ان شاء اللہ لگاتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں: ان شاء اللہ ضرور آؤں گا تو ایسی صورت میں نکاح منعقد ہو جانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۰/۱/۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

نکاح میں صرف آمین کہہ کر قبول کرنا درست ہے:

سوال: نکاح پڑھتے وقت مولوی صاحب کے اس قول کے جواب میں کہ میں نے فلاں کی بیٹی فلانہ کو اتنے حق مہر کے عوض آپ کے نکاح میں دے دی تو لڑکے نے جواب میں ''قبول ہے'' کے بجائے تین بار ''آمین'' کہا تو کیا اس سے نکاح ہو جاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

آمین کا لفظ قبول کا فائدہ دیتا ہے؛ اس لیے صورت مسئولہ میں لڑکے کا ایجاب کے مقابلے میں آمین کہنے سے نکاح درست ہے اور مہر لازم ہے۔

قال العلامة ابن عابدين: عبارة الفتح لما علمنا أن الملاحظة من جهة الشرع ثبوت الانعقاد ولزوم حكمه جانب الرضا فعدينا حكمه إلٰى كلّ لفظ يفيد ذٰلک، الخ. (ردالمحتار: ۲۸۷/۲، کتاب النکاح، مطلب التزوج بارسال کتاب، الخ)(۱) (فتاوی حقانیہ: ۳۱۷/۴)

لڑکے کا ایجاب کے جواب میں ''أقبلُ'' کہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید بالغ اور بااختیار شخص ہے، اب زید کے باپ کو لڑکی والے کے یہاں لے کر گئے اور نکاح کی مجلس جمی، جس میں تقریباً پچاس آدمی شریک ہوئے، خطبہ پڑھانے والے نے جب کہا کہ میں فلاں کی لڑکی فلاں کو آپ کے نکاح میں دیتا ہوں تو زید نے کہا ''اَقْبَلُ''، پھر زید ایک سال کے بعد اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو کیا نکاح معتبر مانا جائے گا؟ اگر نکاح معتبر نہیں مانا جائے گا تو پھر گواہوں کا اعتبار کیا جائے گا، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالٰی، الجواب وباللّٰه التوفيق

اگر زید نے قبول کرنے کی نیت سے ''اَقْبَلُ'' کا لفظ استعمال کیا ہے تو یہ نکاح منعقد ہو گیا، چاہے ''اَقْبَلُ'' کے معنی اسے معلوم ہوں، یا نہ ہوں۔ بریں بنا اس کے لیے اپنی منکوحہ سے ازدواجی تعلق قائم کرنا درست ہے۔

قال في الفتح: لولقنت المرأة "زوجت نفسي" بالعربية ولا تعلم معناه، وقيل: والشهود يعلمون ذٰلک، أولا يعلمون صح، ومثل هٰذا في جانب الرجل إذا لقنه ولا يعلم معناه. (شامی: ۷۸/٤، زکریا)

---

(۱) **وفي الهندية: امرأةٌ قالت لرجل زوجت نفسي مِنکَ، فقال الرجل: بخداوند کاری پذیرفتم، يصح النكاح ولولم يقل الرجل ذٰلک لکنّهٗ قال لها: شاباش، إن لم يقل بطريق الطنز يصح النكاح.** (الفتاوٰی الهندية: ۲۷۲/۱، الباب الثاني فيما ينعقد به النكاح ومالا ينعقد)

ومثله في خلاصة الفتاوٰی: ۳/۲، كتاب النكاح، الفصل الاول في جوازا لنكاح والإجازة

لقنت المرأة زوجت نفسي من فلان بالعربية، وهي لا تعرف أيش؟ قيل: صح النكاح بينهما، وقيل: ينقعد. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۸/٤، رقم: ٥٣٦٥، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۷/۱۴۳۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

خطبہ اور نکاح میں ''ایجاب'' کا عرفی مطلب اور اس کے بعد عقد ثانی کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی نابالغ بچی بکر کے نابالغ لڑکے کو ایجاب بایں الفاظ کہ ''میری نابالغہ بچی فلاں نام والی بکر کے نابالغ بچے فلاں کا ایجاب بکر کو دیا'' اور بکر نے اپنے بچہ کے لیے روبرو عام اجلاس کے قبول کیا اور یہ کام امام مسجد کی سرپرستی میں ہوا، بحیثیت قانون مجوزہ کے رجسٹر ڈ نہیں کیا گیا اور امام مسجد کو عطیہ بھی پیش کیا گیا۔ دو سال بعد یہ لڑکی اغوا کی گئی اور ایک ماہ سے مفقود الخبر ہے۔ کیا شرعاً ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوسکتا ہے؟ اگر ان الفاظ سے نکاح درست ہوسکتا ہے تو اس لڑکی کے ساتھ نکاح ثانی ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نامعلوم، ۱۹۷۲/۹/۲۶ء)

الجواب

اگر آپ کی اصطلاح اور رواج میں ''ایجاب'' سے مراد خطبہ اور رضامندی ہو تو یہ معاملہ نکاح شرعی نہیں ہے اور اگر ایجاب سے مراد نکاح ہو تو یہ معاملہ نکاح ہے، (۱) اور اس لڑکی کے ساتھ عقد ثانی باطل اور کالعدم ہے۔

وفي الهندية: أما ركنه فالإيجاب والقبول وأما شروطه فمنها العقل والبلوغ ... ومنها الشهادة، باختصار. (۱/ ٤٨٢) (۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۲۵۴)

بصیغہ حال قبول کافی ہے، یا نہیں:

سوال: زید کا نکاح ہونے لگا، وکیل بالنکاح نے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے اپنی فلاں لڑکی کے نکاح کا وکیل بنا کر بھیجا ہے اور اس کے یہ دو گواہ ہیں، میں نے اس لڑکی کو بعوض ایک سکہ رائج الوقت آپ کی زوجیت میں دیا۔ زید بجائے اس کے کہ قبول کیا کہے، قبول ہے کہہ دیا تو نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟ بظاہر فقہاء کی عبارت: **''النكاح ينعقد بالإيجاب ولفظهماماض أومستقبل وماض''** مقتضی ہے کہ نکاح انعقاد نہ ہو؛ کیوں کہ قبول ہے، نہ ماضی ہے اور نہ مستقبل؟

---

(۱) **قال القاضي القضاة محمد بن الحسيني: ولو قال بزني داري فبعض مشائخ بلخ جعلوه استفهاماً وبعضهم أمراً، قال عمر النسفي: ومعنى الأمر راجح في العرف، قلت: فهٰذا يدل على أن بالاستفهام لا ينعقد وفي (شط) قال له هل أعطيتها؟ فقال أعطيت فإن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان لعقد النكاح فنكاح، في أوائل نكاح الزاهدي شرح القدوري.** (الفتاویٰ الأنقروية: ۱/۳۳، كتاب النكاح)

(۲) الفتاویٰ الهندية: ۱/۲٦۷، كتاب النكاح، الباب الأول

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

صیغہ حال بھی قبول میں کافی ہے۔ (صرح به فی الدر: ٤٣/٢) (۱) (امداد الاحکام: ۲۳۰/۳)

مرد عورت دو گواہوں کے سامنے آپس میں ایجاب قبول کرلیں تو نکاح درست ہے:

سوال: ایک شخص ہے، جو عمر میں قریباً ۵۵/سالہ ہے اور صاحب اولاد ہے اور اس کی اہلیہ جو نہایت شریف تابعدار عورت ہے؛ مگر اس عورت اور اولاد کی موجودگی میں اپنی چچازاد ہمشیرہ جو قریباً عمر میں چالیس سالہ ہے اور وہ بھی صاحب اولاد ہے اور خدا کے احکام کو اچھی طرح سمجھنے والی ہے، اس سے اپنی محبت کا اظہار کر چکا ہے؛ مگر لڑکی پہلے تو بالکل رضامند نہ تھی؛ مگر اب راضی ہوگئی ہے اور ہر دو نے پہلے تو تنہائی میں قرآن پاک کو ہاتھ میں لے کر اور خدا کو گواہ بنا کر اس مرد نے عورت کو اپنی زوجہ قبول کرلیا اور عورت اس کو اپنا شوہر مان لیا، یہ دونوں اس نکاح کو اپنی اولاد اور دیگر اقربا سے خفیہ رکھنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ خدا بھی ہم سے ناراض نہ ہو، اس کے اقربا یہ بھی کہتے ہیں کہ تم نکاح کا اقرار کرو؛ مگر وہ ہر دو اس بات کا جواب ہاں اور ناں میں نہیں دیتے؛ بلکہ خاموش ہو جاتا ہیں، ان کی آپس میں محبت بے حد ہے؛ اس لیے وہ مفارقت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ عورت اور مرد نے دو معزز اور صالح علم دار اشخاص کی موجودگی میں شوہریت اور زوجیت کا اقرار کرلیا ہے۔ کیا ان حالات میں یہ نکاح نکاح ہوسکتا ہے؟ اور ایسی صورت میں اگر وہ مباشرت کریں تو ان کو خدائی گرفت تو نہیں ہوگی؟

(المستفتی: ۲۳۹۸، گل محمد خاں صاحب لدھیانہ، ۲۲/جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ، مطابق ۲۰/اگست ۱۹۳۸ء)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

اگر ان مرد وعورت نے صالح شخصوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیا ہے تو ان کا آپس میں عقد ہوگیا اور یہ باہم مباشرت کر سکتے ہیں، (۲) شرط یہ ہے کہ عورت منکوحہ ومعتدہ نہ ہو۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۱۰۷/۵)

---

(۱) (وينعقد) متلبسا (بإيجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر (وضعا للمضى) لأن الماضى أدل على التحقيق (كزوجت) نفسى أو بنتى أو موكلتى منك (و) يقول الآخر (تزوجت و) ينعقد أيضا (بما) أى بلفظين (وضع أحدهما له) للمضى (والآخر للاستقبال) أو للحال، فالأول الأمر (كزوجنى) أوزوجينى نفسك، أو كونى امرأتى، فإنه ليس بإيجاب، بل هو توكيل ضمنى (فإذا قال) فى المجلس (زوجت) أو قبلت أو بالسمع والطاعة، بزازية، قام مقام الطرفين، وقيل هو إيجاب، ورجحه فى البحر: والثانى المضارع المبدوء بهمزة أو نون أو تاء كتزوجينى نفسك إذا لم ينو الاستقبال، وكذا أنا متزوجك، أو جئتك خاطبا لعدم جريان المساومة فى النكاح. (الدر المختار، كتاب النكاح: ١٧٧/١، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۲) وينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر ... وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين سامعين قولهما معًا. (الدر المختار، كتاب النكاح: ٢١/٣، سعيد)

(۳) لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ٢٨٠/١، ماجدية)

عورت نے شرعی گواہوں کی موجودگی میں کسی کو اختیار دیا اور اس نے قبول کرلیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی عورت نے کسی مرد سے دو مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں کہا کہ میں تم سے نکاح کروں گی، میں نے تم کو اپنے نفس کا اختیار دیا، مرد نے کہا: میں نے قبول کرلیا تو کیا یہ نکاح درست ہوا اور مرد کا اس عورت سے وصل جائز ہے، یا نہیں؟ اور دونوں کے درمیان مہر کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا، صرف حویلی کا تذکرہ ہوا، عورت نے ایجاب میں حویلی لینے کا تذکرہ کیا، مرد نے حویلی دیتے ہوئے کہا: قبول کیا۔ (المستفتی: حکیم محبوب احمد، اغوان پور، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہو چکا ہے، دونوں کا میاں بیوی کی طرح زندگی گزارنا جائز ہے، جس حویلی کے لین دین کا تذکرہ ہوا ہے، وہی مہر قرار پائے گا۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۷/۵۵، ایضاً: ۸/۲۶۲)

ينعقد بلفظ النكاح والتزويج كان على وجه الخبر على الماضي نحو أن تقول المرأة: زوجت نفسي منک بكذا بمحضر من الشهود، فيقول الرجل: قبلت، أو يكون على وجه الاستقبال بأن يقول الرجل للمرأة: أتزوجک على كذا، فتقول المرأة: قبلت. (الفتاوى الخانية على الهندية، كتاب النكاح، الفصل الأول في الألفاظ التي ينعقد بها النكاح، زكريا: ۱/۳۲۱، زكريا جديد: ۱/۱۹٦)

(وتجب) العشرة (إن سماها أو دونها) ويجب (الأكثر منها إن سمى) الأكثر. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر، زكريا ديوبند: ۲۳۳/٤، كراتشي: ۱۰۲/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱/رجب المرجب ۱۴۱۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۵۲۶/۳۲)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱/۷/۱۴۱۶ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/)

نکاح کے لیے ایجاب وقبول کو سننا ضروری ہے:

سوال: نکاح کے گواہوں میں ایک گواہ وکیل (قاضی) کے ساتھ ایجاب سنے اور دوسرا گواہ لڑکی سے اجازت لے اور قبول کے وقت دونوں گواہ ایک ساتھ وکیل کے ایجابی جملہ کے ساتھ قبول بھی سنیں تو نکاح صحیح ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اس طرح بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۱۳۸۸ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۹۱)

---

(۱) "وإذا أذنت المرأة للرجل أن يزوجها من نفسه، فعقد بحضرة شاهدين، جاز". (الهداية، كتاب النكاح، فصل في الوكالة بالنكاح وغيره: ۳۲۲/۲، شركت علميه ملتان)

==

’’فلاں بیٹی فلاں کے لیے کہا ہے‘‘ خطبہ ہے، نکاح نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی ایک لڑکے کو بخشش کے طور پر دی، نکاح نہیں پڑھا گیا؛ بلکہ یہ کہا ’’دا فلان کئی لور می فلانی ته وئیلے ده‘‘ یعنی میں نے فلاں بیٹی فلاں کے لیے کہا ہے، اب نکاح ہوا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نامعلوم، ۲۷/دسمبر ۱۹۸۳ء)

الجواب

بشرط صدق وثبوت یہ معاملہ خطبہ ہے، نکاح شرعی نہیں ہے، **لعدم وجود الركن وهو الإيجاب والقبول ولعدم وجود الشرط وهي الشهادة.** (۱) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۵۲/۴)

وکیل نکاح کا کہنا کہ ’’میں نے قبول کیا‘‘ صحیح ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مجلس نکاح میں اپنا وکیل مقرر کیا، مولوی صاحب نے وکیل کو کہا کہ فلانہ بنت فلاں کو آپ نے زید کیے لیے قبول کیا؟ وکیل نے جواب میں کہا کہ ہاں مجھے قبول ہے، تین بار یہ کہا، مولوی صاحب نے کہا کہ نہیں ایسا کہو کہ میں نے اس شخص کیے لیے قبول کیا ہے، وکیل نے پھر وہ الفاظ بولیں، کیا پہلے الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولوی سید محمد کوئٹہ بلوچستان)

الجواب

وکیل کا یہ جواب صحیح ہے؛ (۲) **لأن الوكيل لم يقل لنفسي بل أراد النكاح للمؤكل ولو سلم أنه أراد**

== ’’ثم اذا تولى طرفيه قال المصنف: فقوله: زوجت فلانة من نفسي، يتضمن الشطرين، فلا يحتاج الى القبول بعده، وكذا ولي الصغيرين القاضي وغيره والوكيل من الجانبين يقول: زوجت فلانة من فلان‘‘. (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في الوكالة بالنكاح وغيرها: ۳۰۷/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) وفي الهندية: وأما ركن النكاح فالإيجاب والقبول، كذا في الكافي ... وأما شروطه فمنها الشهادة، قال عامة العلماء: إنها شرط جواز النكاح، هكذا في البدائع. (الفتاویٰ الهندية: ۲۶۷/۱، كتاب النكاح، الباب الأول)

(۲) قال العلامة الحصكفي: وينعقد ملتبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضي كزوجت نفسي أو بنتي أو موكلي منك وبقول الآخر: تزوجت.

قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله كزوجت نفسي) إشارة إلى عدم الفرق بين أن يكون الموجب أصيلاً أو وليا أو وكيلا ... ويقول الآخر: تزوجت أي قبلت لنفسي أو لموكلي أو ابني أو مؤكلتي. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح: ۲۸۵/۲)

النکاح لنفسه فکلامه إیجاب ولم یتحقق القبول فانعدم رکن النکاح فی حقه، نعم وجد الإیجاب للموکل وتحقق القبول له وکالة فی ذلک المجلس فوجد الرکن فی حق الموکل والأمر واضح.(۱)**وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ:۴/۲۵۱)

لڑکے کی طرف سے ایجاب کے بعد لڑکی کے وکیل کا اعراض کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی سے نکاح کی اجازت لی گئی، لڑکے نے لڑکی کے وکیل سے ایجاب کیا؛ مگر وکیل نے ایسا عمل کیا جو اس کے اعراض کو ظاہر کرتا ہو، اس طرح ایجاب باطل ہوگیا تو کیا لڑکی کی اجازت وتوکیل باقی رہے گی؟ اور دوبارہ لڑکا ایجاب کرے تو لڑکی کے وکیل کا قبول کرنا معتبر ہوگا؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وبالله التوفیق

نکاح میں چوں کہ حقوقِ عقد آمر کی طرف لوٹتے ہیں؛ اس لیے اِس خاص صورت میں محض لڑکی کے وکیل کے اعراض کرنے سے توکیل میں کچھ فرق نہیں پڑے گا اور دوبارہ ایجاب کے بعد لڑکی کے وکیل کے قبول کرنے سے نکاح درست ہوجائے گا۔

وکل عقد یضیفه إلی موکله کالنکاح والخلع والصلح عن دم العمد، فإن حقوقه یتعلق بالموکل دون الوکیل (إلی قوله) **لأن الوکیل فیها سفیر محض ألا تری! أنه لا یستغنی عن إضافة العقد إلی الموکل.** (الهدایة: ۳/۱۸۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۱/۱۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

صلح میں رشتہ دینے کی ایجاب وقبول اور خطبہ کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور سلمان قریبی رشتہ دار ہیں، ان میں کچھ تنازعہ چلا آرہا تھا اور ناراضگی نے شدت اختیار کی، زید نے سلمان کے خاندان والوں سے کہا کہ ہم صلح کرنا چاہتے ہیں اور رشتہ بھی، چناں چہ زید ایک جرگہ حیات نور کی سربراہی میں لے گیا، زید نے اپنی لڑکی مسماۃ گل مکئ جو کہ نابالغہ تھی، اس کا وکیل ومختار حیات نور مقرر کیا، حیات نور نے کہا کہ اگر مجھے مختار بناتے ہو تو میں یہ رشتہ سلمان کے بھائی لقمان کے لیے لوں گا؛ کیوں کہ وہ آپ سے زیادہ ناراض ہے، زید نے کہا کہ میری طرف سے تجھے مکمل اختیار ہے، چناں چہ زید نے تین

---

(۱) **وفی الهندیة: وأما إذا قال الوکیل هب ابنتک من فلان فقال الاب وهبت لا ینعقد النکاح مالم یقل الوکیل قبلت، فإذا قال: قبلت لفلان أو قال قبلت مطلقا ففی الوجهین ینعقد العقد للموکل، هکذا فی المحیط. (الفتاویٰ الهنیة: ۱/۲۹۸، الباب السادس فی الوکالة بالنکاح)**

دفعہ اختیار دے دیا؛ یعنی یہ ایجاب وقبول تین دفعہ ہوا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ اس تین دفعہ ایجاب وقبول سے اس لڑکی کا نکاح لقمان کے ساتھ ہوا ہے، یا نہیں؟ اور اگر کسی دوسری جگہ یہ رشتہ دیا جائے تو یہ نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولوی عبدالحئ بٹل ہزارہ،۱۲/اپریل ۱۹۷۵ء)

الجواب

یہ تین دفعہ ایجاب وقبول توکیل کے لیے ہوا ہے، اس سے حیات نور کا وکیل ہونا ثابت ہوتا ہے اور جس ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے، اس کا کوئی تذکرہ مسطور نہیں ہے، لہٰذا یہ معاملہ خطبہ ہے، نکاح نہیں ہے، پس دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح باوجود کراہیت کے نافذ ہوگا۔

كما فى المرقاة (٦/ ١١٢): لكن إن تزوج الثانى تلك المرأة بغير إذن الأول صح.

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۴/۱۴۱۴ھ۔الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل: ۸/)

ایجاب وقبول ضروری ہے، شش کلمہ وغیرہ ضروری نہیں:

سوال: عندالنکاح اگر ہر دو صفت ایمان اور شش کلمہ نہ پڑھائے جائیں اور محض ایجاب وقبول ہی فرض سمجھ کر چھوڑ دیئے جائیں تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب

نکاح میں ایجاب وقبول ضروری ہے، بدون ایجاب وقبول کے نکاح منعقد نہ ہوگا، (۱) اور صفت ایمان اور کلموں کا پڑھانا اس وقت انعقاد نکاح کے لیے شرط نہیں ہے، بدون پڑھائے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور سنت طریقہ نکاح کا یہ ہے کہ اول خطبہ مسنونہ پڑھا جاوے اور پھر ایجاب وقبول مجلس نکاح میں کرایا جاوے اور کم از کم دو گواہ سننے والے ایجاب وقبول کے موجود ہوں۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/ ۵۴)

نکاح میں دولہا سے کلمہ پڑھائے بغیر اگر ایجاب وقبول کیا گیا تو نکاح صحیح ہے:

سوال: اگر نکاح کے وقت قاری النکاح نے بلند آواز سے خطبہ پڑھا، پھر وکیل نے دو گواہوں اور حاضرین مجلس کے روبرو دولہا سے ایجاب وقبول کرایا، اس کے بعد برکت اور میاں بیوی کے درمیان الفت کے لیے دعا پڑھی گئی تو کیا یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ اس مجلس میں چند دیہاتی ناخواندہ لوگ حاضر تھے، وہ کہنے لگے کہ دولہا سے ایمان مجمل و مفصل اور پنج کلمے تو پڑھائے نہیں گئے؛ اس لیے انہوں نے کلمہ پڑھوا کر دوبارہ نکاح پڑھایا۔اس باب میں کیا حکم ہے؟

---

(۱) وينعقد أى النكاح أى يثبت ويحصل انعقاده بالإيجاب والقبول.(ردالمحتار، كتاب النكاح: ٢/ ٢٦١،ظفير)

(۲) ويستحب أن يكون النكاح ظاهراً ويكون قبله خطبة وأن يكون عقده فى يوم الجمعة وأن يتولى عقده ولى رشيد وأن يكون بشهود عدول.(البحر الرائق، كتاب النكاح: ٣/ ٨٧،ظفير)

الجواب

هو الموفق للصواب: نکاح صحیح ہے؛ لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ دیہاتی ناخواندہ لوگ؛ بلکہ شہری خواندہ لوگ بھی اکثر کلمات کفر کہہ دیتے ہیں، چوں کہ مسلمان عورت کا نکاح غیر مسلم سے جائز نہیں؛ اس لیے تجربہ کاروں نے احتیاطاً نکاح کے وقت کلمہ شہادت واستغفار دولہا سے پڑھوا کر ایجاب وقبول کرانے کا دستور جاری کیا ہے۔ اس کو علما نے بھی پسند کی ہے، چناں چہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں اس کو اچھا کام فرمایا ہے اور اچھا کیوں نہ ہو کہ مسلمان کو ہمیشہ کلمہ واستغفار پڑھنا ہی چاہیے، چناں چہ ہر نماز میں کلمہ شہادت پڑھنا وارد ہے اور خود جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں ہر روز ستر بار پڑھتا ہوں۔ فقط

ضیاء الدین محمد کان اللہ لہ۔ الجواب صحیح: شیخ آدم عفی عنہ۔ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۷۸-۱۷۹)

عورت نے کہا خود کو تمہارے نکاح میں دیتی ہوں، مرد نے کہا: قبول کیا تو نکاح ہو گیا:

سوال: زید اور ہندہ نے اپنا نکاح دو گواہوں کے سامنے اس طرح پر کرلیا کہ ہندہ نے زید سے کہا کہ میں خود کو تمہارے نکاح میں دیتی ہوں، زید نے کہا: میں نے قبول کیا۔ یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر دو گواہوں کے سامنے زید و ہندہ نے بطریق مذکور ایجاب وقبول کیا تو نکاح منعقد ہو گیا۔ (هكذا في الدر المختار) (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۵۵-۵۶)

---

(۱) وينعقد أي النكاح بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر، الخ، كزوجت نفسي، الخ، منك ويقول الآخر: تزوجت. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح: ۲/۳۶۱، ظفير)

(النِّكَاحُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ) لِأَنَّهُ عَقْدٌ فَافْتَقَرَ إلَى الْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ كَعَقْدِ الْبَيْعِ لِأَنَّ الْبُضْعَ عَلَى مِلْكِ الْمَرْأَةِ وَالْمَالُ يَثْبُتُ فِي مُقَابَلَتِهِ فَلَمْ يَكُنْ بُدٌّ مِنْ إيجَابٍ مِنْ الْمَرْأَةِ أَوْ مِمَّنْ يَلِي عَلَيْهَا وَقَبُولٍ مِنْ الزَّوْجِ ... (وَلَا يَنْعَقِدُ نِكَاحُ الْمُسْلِمِينَ إلَّا بِحُضُورِ شَاهِدَيْنِ حُرَّيْنِ مُسْلِمَيْنِ بَالِغَيْنِ عَاقِلَيْنِ) وَيُشْتَرَطُ حُضُورُهُمَا عِنْدَ الْعَقْدِ لَا عِنْدَ الْإِجَازَةِ، الخ. (الجوهرة النيرة، كتاب النكاح: ۲/۲، المطبعة الخيرية، انيس)

عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ، وَلَا نِكَاحَ إِلَّا بِشُهُودٍ. (السنن الكبرى للبيهقي، باب لا نكاح إلا بولي، رقم الحديث: ۱۳۶۴۵، انيس)

حَدِيث لَا نِكَاح إِلَّا بِشُهُود، لم أره بِهَذَا اللَّفْظ وَرَوَى التِّرْمِذِيّ من طَرِيق جَابر بن زيد رَفعه عَن ابْن عَبَّاس أَن النَّبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ البغايا اللَّاتِي ينكحن أنفسهنَّ بِغَيْر بَيِّنَة وَرجح التِّرْمِذِيّ وَقفه وَرَوَى ابْن حبَان من رِوَايَة سُلَيْمَان بن مُوسَى عَن ابْن شهَاب عَن عُرْوَة عَن عَائِشَة مَرْفُوعا لَا نِكَاح إِلَّا بولِي وشاهدي عدل الحَدِيث وَقَالَ وَلم يقل فِيهِ وشاهدي عدل إِلَّا حَفْص بن غياث عَن ابْن جريج عَنهُ، وَتَابعه الحجي عَن خَالِد بن الْحَارِث وَعبد الرَّحْمَن بن يُونُس الرقي عَن عِيسَى بن يُونُس كِلَاهُمَا عَن ابْن جريج. (الدراية في تخريج أحاديث الهداية، كتاب النكاح: ۲/۵۵، دار المعرفة بيروت، انيس)

نکاح کے لیے ایجاب وقبول کی ایک صورت:

سوال (۱) زید کہتا ہے کہ سوال نمبر (۱،۲) میں روبرو گواہان دے کر؛ یعنی دختر بکر کو و نیز اس کی کفالت کو تین مرتبہ قبول کیا ہے اور دختر بکر نے بھی ہر دو سوال کے اندر زید کی زوجیت روبرو گواہان قبول کی ہے، روبرو بکر کے زید کہتا ہے کہ میں نے دختر بکر کے نفس کو جیسا کہ نکاح کے اندر قبول کرتے ہیں، تین مرتبہ ہر دو سوال میں روبرو گواہان قبول کیا ہے اور دختر بکر نے بھی روبرو گواہان سوال نمبر (او۲) میں زید کی زوجیت میں جانا قبول کیا ہے اور زوجیت میں رہنا قبول کیا ہے۔

(۲) ہر دو سوال کی شکل میں نکاح منعقد ہوا تھا، زید ودختر بکر وگواہان کو معلوم تھا کہ نکاح ہے۔

(۳) ہر دو سوالات کے اندر گواہان موافق شریعت تھے۔

(۴) زید کا اور دختر بکر کا ایجاب وقبول جیسا کہ نکاح کے اندر ہوتا ہے، ہر دو جانب سے ویسا ہی ہوا ہے، ہر دو نکاح کو قبل کیا ہے۔

(۵) ایک ہی مجلس میں ایک کا ایجاب اور دوسرے کا قبول ہوا ہے روبرو گواہان۔

(۶) بکر وزید ایک ہی برادری سے ہیں، نیز دختر بالغہ عاقلہ ہے۔

(۷) دختر بکر کے نکاح کے اندر ایک مرد عاقل وعورت چودہ سالہ لڑکی بالغہ مسلمان شہادت میں ہیں علاوہ بکر کے۔ کیا ان سوالات سے روبروئے شرع نکاح ہو گیا ہے؟

(شیخ غلام محمد)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ایک مسلمان مرد اور دو عورت کے سامنے اگر نکاح کا ایجاب وقبول کیا جائے تو شرعاً نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور ان کی گواہی معتبر ہوتی ہے۔ چودہ سالہ لڑکی اگر بالغہ ہو تو اس کی گواہی بھی شرعاً نکاح میں معتبر ہے۔(۱) لڑکی جب بالغہ ہے تو اس کا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف نہیں رہتا اور ولی کو بغیر اس کی مرضی کے جبراً نکاح کر دینے کا حق نہیں؛ بلکہ وہ اپنے نکاح میں خود مختار ہے، اپنی مرضی سے اپنی برادری میں مہر مثل پر بغیر ولی کی اجازت کے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔(۲) پس اگر بکر نے اپنی مرضی کے موافق کم از کم دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے زید سے یہ الفاظ کہے ہیں کہ میں نے

---

(۱) ”ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين، عدولا كانوا أو غير عدول“. (الهداية، كتاب النكاح: ۳۰۶/۲، شركة علميه ملتان)

(۲) ”وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وإن لم يعقد عليها ولی، بكراً كانت أو ثيبة عند أبی حنيفة،الخ“.(الهداية، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۲/۲،رشيديه)

اپنی فلاں دختر کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا، یا اپنی لڑکی تیرے نکاح میں دے دی'' اور زید نے اس کے جواب میں کہا کہ ''میں نے اس نکاح کو قبول کیا، تمہاری لڑکی کو اپنے نکاح میں قبول کیا'' تو یہ نکاح شرعاً صحیح ہو گیا۔

یا زید نے اور دختر بکر نے کم از کم دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے اس طرح ایجاب وقبول کیا کہ مثلاً دختر بکر نے کہا کہ ''میں نے اپنے آپ کو تمہارے نکاح میں دے دیا، تمہاری زوجیت دے دیا''۔ اس کے جواب میں زید نے کہا ''میں نے اس کو قبول کر لیا''، یا زید نے کہا کہ ''میں نے تم سے نکاح کر لیا'' اس کے جواب میں دختر بکر نے کہا کہ ''میں نے اس نکاح کو، یا تمہاری زوجہ بننے کو قبول کیا'' تو شرعاً یہ نکاح صحیح ہو گیا۔(۱) اب یہ بلا وجہ شرعی نہیں ٹوٹ سکتا، بکر کو اس کے فسخ کرانے کا حق نہیں۔ اس سے پہلے سوال میں بکر کا مقولہ تو نقل کیا تھا؛ لیکن اس کے جواب میں زید کی طرف سے نکاح کے قبول کرنے کا کوئی ذکر نہ تھا؛ اس لیے اس کا حکم اس وقت لکھ دیا گیا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/ ۴۹۵-۴۹۷)

الفاظ نکاح کتنی بار کہے جائیں:

سوال (۱) نکاح منعقد ہونے کے لیے کتنے الفاظ کی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر نکاح جائز نہ ہو؟

(۲) ناکح ایجاب وقبول کے الفاظ کو صرف ایک بار کہے، یا تین بار کہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) دو لفظ: ایک ایجاب، دوسرا قبول ہو تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے، کم از کم دو گواہوں کے سامنے ہونا ضروری ہے۔(۲)

(۲) ایک بار کہنا کافی ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/ ۱۰/ ۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/ ۶۶۶-۶۶۷)

---

(۱) ''وینعقد أی النکاح بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر... کزوجت نفسی أو بنتی أو مؤکلتی منک، ویقول الآخر: تزوجت''. (الدرالمختار، کتاب النکاح: ۳/ ۹، سعید)

(۲) ''ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین أو رجل وامرأتین عدولا کانوا أو غیر عدول، الخ''. (الهدایة، کتاب النکاح: ۲/ ۳۰۶، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(۳) ''وینعقد متلبسا بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضی کزوجت، ویقول الآخر: تزوجت، الخ''. (الدرالمختار، کتاب النکاح: ۳/ ۹، سعید)

''وینعقد بالایجاب والقبول وضعا للمضی، أو وضع أحدهما للمضی والآخر لغیره مستقبلا ... فإذا قال لها: أتزوجک بکذا، فقالت: قد قبلت یتم النکاح''. (الفتاوی الهندیة، الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح وما لا ینعقد به: ۱/ ۲۷۰، رشیدیه)

☆ اِیجاب وقبول کتنی بار کرانا چاہیے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایجاب وقبول کتنی بار کرانا چاہیے؟ ==

عدم استحباب ایجاب وقبول بسہ مرتبہ:

سوال: نکاح میں ایجاب وقبول جو تین مرتبہ کہلایا جاتا ہے۔ آیا واجب ہے، یا سنت موکدہ، یا مستحب؟ بینوا توجروا۔

الجواب

کچھ بھی نہیں۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۲۳۶) ☆

== باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب وبالله التوفيق

ایک بار ایجاب وقبول کرانا کافی ہے، دو یا تین بار کرانے کی ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۰۶، ڈابھیل)

وينعقد بالإيجاب والقبول، فإذا قال لها: أتزوجك بكذا، فقالت: قبلت، يتم النكاح. (الفتاوىٰ الهندية: ١/ ٢٧٠، كذا في الهداية: ٢/ ٣٠٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۱۱/۲۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

☆ ایجاب وقبول کے الفاظ تین بار دہرانا ضروری نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح خواں حضرات ایجاب وقبول کے الفاظ تین بار دہراتے ہیں، کیا کسی کتاب میں اس کا استحباب، یا سنت ہونا مذکور ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: مولوی اعظم خان جنوبی وزیرستان)

الجواب

ان الفاظ کی تکرار (تین بار دہرانا) نہ ضروری ہے اور نہ مستحب ہے، **بل موهم لكون النكاح قبل المرة الثالثة ضعيفاً ذا وهن كالطلاق. (وفي المنهاج: وأئمة المساجد يؤخرون (الخطبة) عن العقد ويخالفون الحديث والفقه، وكذا يكررون الايجاب والقبول من عند أنفسهم وهذا موهم لكون النكاح قبل المرة الثالثة ضعيفا ذا وهن كالطلاق وكذا يعبرون عن الماضي المطلق بلفظ الماض البعيد والماض القريب، ويعبرون عن اللفظ الواحد بالمعنيين وهذا احتياط بارد. (منهاج السنن شرح سنن الترمذي: ٤/ ٢٦٣، باب ماجاء في الخطبة)) وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۲۵۲)

نکاح میں ایجاب وقبول کا تین بار دہرانا ضروری نہیں

سوال: ہمارے علاقے کے نکاح خوان حضرات نکاح باندھنے وقت ایجاب وقبول کے الفاظ تین مرتبہ دہراتے ہیں۔ کیا یہ امر مستحب ہے، یا ضروری ہے؟

الجواب

نکاح کا انعقاد نفس ایجاب وقبول کے صرف ایک مرتبہ کرنے سے ہو جاتا ہے، تین مرتبہ دہرانا ضروری نہیں اور نہ یہ امر مستحب ہے۔

قال المرغيناني: وينعقد بلفظين يعبر باحدهما عن الماضي وبالآخر عن المستقبل أن يقول زوّجني فيقول زوجتك، الخ (الهداية: ٢/ ٢٥٨، كتاب النكاح)

قال العلامة ابن نجيم: وينعقد بايجاب وقبول وضعاً للمضي اواحد هما، الخ. (كنز الدقائق علىٰ هامش البحر الرائق: ٣/ ٨١، كتاب النكاح)

ومثله في الهندية: ١/ ٢٧٠، كتاب النكاح. الباب الثاني فيما ينعقد به النكاح، الخ. (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۰۶)

تین دفعہ ایجاب وقبول:

سوال: ایجاب وقبول تین دفعہ کرانا اور گواہوں کا نام تین مرتبہ لینا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

تین دفعہ ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں، ایک دفعہ ہی کافی ہے، (۱) گواہوں کا نام لینا ضروری نہیں، البتہ گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۹۷-۵۹۸)

صرف ایک مرتبہ ایجاب وقبول ہی سے نکاح درست ہو جاتا ہے:

سوال: ایک مرتبہ ایجاب وقبول کرانے سے نکاح ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اور عورت کو اختیار فسخ نکاح رہتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

نکاح ہو جاتا ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۶۷-۶۸)

ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، دستخط کی ضرورت نہیں:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر ۱۱/سال ہے، جس کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ ہوا، جس کی عمر ۱۳، ۱۴/سال ہے، نکاح درست و جائز ہو گیا، یا نہیں؟ کیوں کہ وقت نکاح لڑکی کے ولی اور نہ لڑکے کے ولی کے نکاح میں دستخط نہیں ہیں، سوائے لڑکی ولڑکے کے دستخطوں کے۔

(المستفتی: ۱۸۸۱، اکرام حسین پوسٹ مین، تاج گنج (آگرہ) ۵/شعبان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۱/اکتوبر ۱۹۳۷ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر ایجاب وقبول دونوں نابالغوں کے ولی نے کیا تو نکاح صحیح ہو گیا، دستخط ہوں، یا نہ ہوں۔ (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۵/۱۰۵)

---

(۱) "النكاح ينعقد متلبسا بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(۲) "وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معا". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۲۲-۲۳، سعيد)

(۳) ينعقد (أى النكاح) بإيجاب من أحدهماوقبول من الآخر، الخ. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۳۶۱، ظفير)

(۴) وينعقد بإيجاب وقبول ... كزوجت نفسي أو بنتي أو موكلتي. (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

نکاح کے وقت ایجاب وقبول کے بعد زوجین کے دستخط لیے جائیں، یا پہلے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے شہر میں ایک نکاح کی تقریب میں مفتی صاحب نے نکاح پڑھایا، نکاح کے خطبہ سے پہلے مفتی صاحب نے نکاح نامہ کا اندراج شروع کر دیا اور تمام کالم بھرنے کے بعد دولہا اور دلہن وکیل وگواہ سے دستخط کرائے، اس کے بعد دولہے سے اِیجاب وقبول کرایا گیا، اور وکیل وگواہان سے اقرار لیا گیا؛ یعنی پہلے رجسٹر ونکاح نامہ کی تکمیل کی گئی، بعدۂ نکاح پڑھایا گیا، جب کہ عموماً پہلے ایجاب وقبول ہوتا ہے، بعد میں نکاح نامہ بھر کر دستخط کرائے جاتے ہیں۔اَب یہ بتائیں کہ کون سا طریقہ صحیح ہے؟ اور یہ کہ نکاح صحیح ہوا کہ نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بہتر یہی ہے کہ اِیجاب وقبول کے بعد ہی دولہا کے دستخط نکاح کے رجسٹر پر کرائے جائیں؛ لیکن اگر پہلے دستخط کرالیے، بعد میں اِیجاب وقبول ہوا، تب بھی نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اور اُن کا حل ۹۹/۶، فتاویٰ محمودیہ ۵۰۴/۱۰، ڈابھیل)

النكاح ينعقد متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (ردالمحتار: ۹/۳، ۲۱، ۲۲ كراتشي، البحر الرائق: ۱٤٤/۲)

وأما ركنه فالإيجاب والقبول. (الفتاویٰ الهندية: ۲٦۷/۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۵/۲/۲۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

لڑکی اپنا ایجاب وقبول خود کرنا:

سوال (۱) ایک بالغہ عاقلہ نے برضا ورغبت حسبِ منشا باپ کے گھر سے ہم کفو پھوپی زاد بھائی کے ساتھ آکر ایک مولوی صاحب اور اس کی بیوی اور صاحب کا ایک بالغ لڑکا اور ناکح والدین اور ایک بالغ بھائی اور منکوحہ کی دادی کے سامنے مہر متعینہ پر ایجاب وقبول کرلیا۔

اب دریافت امر یہ ہے کہ ایسے ہی ایجاب وقبول سے دونوں کا نکاح شرعاً منعقد ہو جائے گا؟

(۲) بلا اجازت ولی ایجاب وقبول ہو جانے میں ولی چاہتا تھا کہ حدیث: ”**أيما امرأة يتزوج بغير إذن ولي، فنكاحها باطل باطل باطل**“(۱) پر عمل کر کے نکاح فسخ وباطل کرسکتا ہے؟

---

(۱) حدیث میں مذکور بعینہ ان الفاظ کے ساتھ نہیں ملی، البتہ کتب حدیث میں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

”عن عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم قال: ”أيما امرأة نكحت بغير اذن وليها، فنكاحها باطل فنكاحها باطل، فإن دخل بها فلها المهر استحل من فرجها، فان اشتجروا فالسلطان ولي من لا ولي له“. (جامع الترمذي، أبوب النكاح، باب ما جاء لا نكاح الا بولي: ۲۰۸/۱، سعيد)

(۳) اگر موافقِ مذہب حنفیہ دونوں کا نکاح منعقد ہو گیا تو: ''وعند محمد ينعقد النكاح موقوفا (أي على جازة الولي)'' (۱) جب کہ نکاح ہو جانا اجازتِ ولی پر موقوف رہتا ہے تو ولی جازت نہ دے کر اس بالغہ عاقلہ لڑکی کا نکاح دوسرے کسی کے ساتھ کر دینا شرعاً جائز ہے؟ حالاں کہ صاحب ہدایہ نے: ''ويروى رجوع محمد إلٰى قولهما''، لکھا ہے؛ یعنی ''إلٰى قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما اللّٰه تعالٰى''.(۲)

(۴) اگر امام ابو یوسف کے مذہب کے موافق کوئی گنجائش نہیں ہے تو امام شافعی وامام مالک رحمہا اللہ تعالیٰ کے مذہب کے موافق نکاح فسخ وباطل کرنے کی کوئی صورت بن سکتی ہے؟

(۵) خود منکوحہ اور ولیٔ منکوحہ مذہب حنفیہ کے مقلد ہیں اور منکوحہ بروقتِ نکاح مذہب حنفیہ کے مقلد رہے، اب ولی اپنی ضد کو برقرار رکھنے کی غرض سے صرف اس مسئلہ کے بارے میں امام شافعی کا مقلد بن کر؛ یعنی تبدیلیٔ مذہب کر کے اس عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ کر دینا جائز ہے؟

(۶) تبدیلیٔ مذہب کسی خاص غرض سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) یہ نکاح شرعا منعقد ہو جائے گا؛ لیکن جس لڑکی کے سر پر باپ موجود ہو، اس کو ایسا اقدام کرنا مناسب نہیں۔

''نفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضى ولي''. (الدر المختار) (۳)

''يستحب للمرأة تفويض أمرها إلٰى وليها كي لا تنسب إلى الوقاحة''. (۴)

(۲) جب کہ یہ نکاح کفو میں مہر مثل پر ہوا ہے تو ولی کو اس کے فسخ کرانے کا اختیار نہیں۔ (۵) غیر کفو میں ہوتا تو حکم کچھ اور ہوتا۔

(۳) ''أراد بالنفاذ الصحة وترتب الأحكام من طلاق وتوارث وغيرها، لا اللزوم؛ إذ هو أخص منها؛ لأنه ما لا يمكن نقصه، وهذا يمكن رجعه إذا كان من غير كفوء، وأما حديث: ''أيما امرأة نكحت نفسها بغير اذن وليها، فنكاحها باطل فنكاحها باطل فنكاحها باطل''. وحسنه الترمذي، وحديث: ''لا نكاح الا بولي'' رواه أبو داؤد وغيره، فمعارض بقوله صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم: ''الأيم أحق بنفسها من وليها''، رواه مسلم وأبو داؤد والترمذي والنسائي ومالك

(۱) الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكتفاء: ۳۱٤/۲، شركت علميه ملتان

(۲) الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء: ۳۱٤/۳، شركت علميه ملتان

(۳) الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۵۵/۳، سعيد

(۴) رد المحتار: ۵۵/۳، سعيد

(۵) ''فإذا تزوجت المرأة رجلا خيرا منها، فليس للولي أن يفرق بينهما''. (الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس في الأكفاء في النكاح: ۲۹۰/۱، دار الفكر بيروت، انيس)

فی المؤطا، والأیم من لازوج لها بكرا أولا، فإنه لیس للولی إلا مباشرة العقد إذا رضیت، وقد جعلها أحق منه به ویتزوج هذا بقوة السند والاتفاق علی صحته بخلاف الحدیثی الأولین، فإنهما ضعیفان أو حسنان أو یجمع بالتخصیص أوبأن النفی للكمال،الخ". (شامی: ۲۹٦)(۱)

(۳)　ولی کو اختیار نہیں کہ اس نکاح کی اجازت نہ دے کر دوسری جگہ اس کا نکاح کردے، یہ نکاح اجازت پر موقوف نہیں رہا۔ (۲)

(۴)　ان کا مسلکِ مختار مجھ کو معلوم نہیں، حنفی کو اس مسئلہ میں کسی دوسرے مسلک پر عمل کرنے کی اجازت نہیں۔

(۵)　اس کا جواب: ۳،۴، میں آ گیا۔

(٦)　جس مجتہد کے مذہب کو حق تصور کر کے اختیار کیا ہے، اس کے مذہب کو بلا مجبوری چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرنا درست نہیں۔

"وفی الفتح: قالوا: المنتقل من مذهب إلیٰ مذهب باجتهاد وبرهان أثم یستوحب التعزیز، فبلا اجتهاد وبرهان أولی،انتهیٰ". (حموی،ص: ۲۰٦)(۳)

"لیس للعامی أن یتحول من مذهب إلیٰ مذهب، ویستوی فیه الحنفی والشافعی وقیل: لمن انتقل إلیٰ مذهب الشافعی لیزوج له، أخاف أن یموت مسلوب الایمان لاهانته بالدین لجیفة قذر". (قنیة،ص: ۱۵۵)

"الرجوع عن التقلید بعدالعمل باطل إتفاقا، وهو المختار فی المذهب". (الدر المختار: ۵۱/۱)(۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۸/۱۰-۵۰۱)

مذکورہ صورت میں نکاح درست نہیں:

سوال: الٰہی بخش نے مسماۃ چندو کو منی آرڈر بھیجا اور اس میں لکھا کہ چندو اگر تم منی آرڈر لیا تو تم میرے نکاح میں آجاؤ گی اور گواہ نکاح کے وہ لوگ ہوں گے، جن کے سامنے منی آرڈر وصول کرو گی۔ اس طرح نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اس طرح نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ (۵) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵٦/۷)

---

(۱)　رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۵/۳-۵٦، سعید

(۲)　الهدایة، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والأکفاء: ۳۱٤/۲،شرکت علمیة ملتان

(۳)　الحموی شرح الأشباه والنظائر، الفن الثانی، کتاب الحدود: ۷۱/۲،إدارة القرآن کراتشی

(۴)　مقدمة الدر المختار،مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنه: ۷۵/۱، سعید

(۵)　بنیادی بات یہ ہے کہ نہ ایجاب وقبول پایا گیا اور نہ شرعی گواہ، جو ارکان وشرائط ہیں۔ وینعقد بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر،الخ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳٦۱/۲،ظفیر)

ایجاب وقبول کے بغیر صرف شربت پر کلمہ پڑھ کر پلانے سے نکاح نہیں ہوتا:

(الجمعیۃ، مورخہ: ۲۲/ستمبر ۱۹۲۵ء)

سوال: ایک لڑکی نابالغہ بہ عمر گیارہ ماہ اور لڑکا بعمر پانچ سال کا نکاح شربت پڑھ کر کیا گیا تھا اور ان کو پلایا گیا تھا۔ اب اس نکاح کو عرصہ دس سال کا ہو چکا ہے اور لڑکا نہایت بدچلن اور خدا اور رسول سے بالکل ناواقف ہے، یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــ

اگر ان دونوں نابالغ بچوں کے باپوں نے ان کا نکاح کیا تھا اور باقاعدہ ایجاب وقبول ہوا تھا تو نکاح صحیح لازم ہوگیا؛(۱) لیکن اگر دونوں مں ے سے کسی ایک فریق، یا دونوں فریق کے باپ نے نکاح نہیں کیا؛ بلکہ کسی اور جائز ولی نے نکاح کیا تھا تو نکاح صحیح تو ہوگیا؛ مگر جس فریق کے باپ نے نکاح نہیں کیا ہے، اس کو خیار بلوغ حاصل ہے؛ یعنی وہ بالغ ہوتے ہی اگر انکار کردے تو نکاح بحکم قاضی فسخ ہوسکتا ہے۔(۲)

واضح رہے کہ دادا کا کیا ہوا نکاح باپ کے کیئے ہوئے نکاح کی طرح فسخ نہیں ہوسکتا، دوسرے اولیا مثلاً بھائی، چچا وغیرہ کے کیئے ہوئے نکاح فسخ ہوسکتے ہیں اور اگر نکاح مذکور میں باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوا تھا؛ بلکہ صرف شربت پر کلمہ وغیرہ پڑھ کر دم کردیا اور زوجین کو پلا دیا تھا اور اسی فعل کو عقد نکاح سمجھ لیا گیا تھا تو درحقیقت یہ نکاح ہی نہیں ہوا۔(۳)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی: ۹۵/۵)

صرف شربت پر کلمہ پڑھ کر پلانے سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: ایک لڑکی نابالغ بعمر گیارہ ماہ اور لڑکا بعمر ۵/سال کا نکاح شربت پڑھ کر کیا گیا تھا اور ان کو پلایا گیا تھا۔ اب لڑکا بدچلن نکلا، اس نکاح کو دس سال ہو چکے ہیں۔

الجواب ــ

اگر ان دونوں نابالغ بچوں کے باپوں نے ان کا نکاح کیا تھا اور باقاعدہ ایجاب وقبول ہوا تھا تو نکاح صحیح ولازم

---

(۱) وللولی انکاح الصغیر والصغیرة... ولزم النکاح ولو بغبن فاحش .... إن کان الولی المزوج بنفسه أباً او جداً.(الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ٦٦/٣، سعید)

(۲) فإن زوجهما الأب والجد فلا خیار لهما بعد بلوغهما وإن زوجهما غیر الأب والجد فلکل واحد منهما الخیار إذا بلغ إن شاء اقام علی النکاح وإن شاء فسخ ... ویشترط فیه القضاء.(الفتاویٰ الهندیة: کتاب النکاح، الباب الرابع ٢٨٥/١، ماجدیة)

(۳) إن کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح.(ردا لمحتار، کتاب النکاح: ١١/٣، سعید)

ہو گیا، (۱) اور اگر نکاح مذکور میں باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوا تھا؛ بلکہ شربت پر کلمہ وغیرہ پڑھ کر دم کر دیا اور زوجین کو پلا دیا تھا اور اسی کو عقد نکاح سمجھ لیا گیا تھا تو درحقیقت یہ نکاح ہی نہیں ہوا۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۱۰۷/۵)

بلا ایجاب وقبول نکاح نہیں ہوتا:

سوال: زید اپنے نابالغ لڑکے کی برأت بکر کی دختر نابالغہ سے لے گیا، جب ملا صاحب واسطے نکاح کے بیٹھے، شاہدان کے لیے جو کلمات برائے شناخت گواہاں کہلوائے جاتے ہیں، اس نے نہ کہا اور نہ قبولیت کے الفاظ اپنی زبان سے کہہ سکا، نہ زید نے قبول کیا۔ اب زوجین بالغ ہوگئی ہیں اور بکر کہتا ہے کہ اس وقت نکاح منعقد نہیں ہوا تھا، لہذا ہم رخصت نہیں کر سکتے؛ بلکہ دوسری جگہ شادی کا سامان کر رہا ہے۔ آیا نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟ اور دوسری جگہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

بدون ایجاب وقبول کے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ پس صورت مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔

درمختار میں ہے:

وينعقد متلبساً بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعاً للمضي، الخ.

وفيه أيضاً: وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً على الأصح، الخ، ملخصاً. (۳)

فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵۶/۷)

---

(۱) ولزم النكاح ولو بغبن فاحش إن كان الولي ... أبا أو جداً. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۶۶/۳، سعيد)

(۲) سئل فيما إذا خطب زيد لابنه الصغير بنت عمرو الصغيرة وقراء الفاتحة ولم يجر بينهما عقد شرعی فهل لا يكون مجرد القراء نكاحًا؟ الجواب: نعم. (العقود الدرية فی تنقيح الفتاوی الحامدية، المسائل المنشورة من أبواب النكاح: ۲۹/۱، قندهار، افغانستان)

☆ شربت پر پھونک مار کر ایک گھونٹ پینے سے نکاح:

سوال: چھوٹے چھوٹے بچوں کو کلمہ پڑھ کر شربت پر پھونک مار کر پلا دینے سے نکاح ہوگا، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

صرف اتنی بات سے نکاح نہیں ہوجاتا۔ (نکاح نام ہے گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کا، بغیر ایجاب وقبول کے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ "النكاح ينعقد متلبسا بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۴/۱۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۹/۱۰)

(۳) دیکھئے: الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب النكاح: ۳۶۱/۳-۳۷۳، ظفير

با قاعدہ ایجاب وقبول اور شہادت نہ ہوتو یہ نکاح نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادا نے نابالغہ پوتی کے نکاح کا پروگرام ایک شخص سے بنایا، اس آدمی کو سامنے بٹھایا اور ایک عورت مجلس میں موجود تھی، دادا نے نابالغہ کی جانب سے ایجاب کیا؛ مگر اس آدمی نے قبول نہیں کیا، اب دادا مرگیا ہے اور لڑکی بھی بالغہ ہوگئی ہے اور دادا کے نکاح پر راضی نہیں ہے اور قبول کرنے والے نے بھی قبول نہیں کیا تھا۔ اب شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولوی عبدالحق برہان کیمل پور)

الجواب

بشرط صدق وثبوت یہ معاملہ نکاح نہیں ہے، اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح سے دینا درست ہے؛ **لأن ركن النكاح هو الايجاب والقبول والشرط هي الشهادة.**(۱) **وفي الصورة المسئولة لا يوجد القبول ولا الشرط ولأن عقد الأبعد يتوقف علىٰ إجازة الأقرب ولم توجد.** (ماخوذاز: الفتاویٰ الهندية: ۱/۲۸۲/ والدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار: ۲/۲۳٤، فليراجع)(۲) وهوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۲۴۷-۲۴۸)

نکاح باقاعدہ ایجاب وقبول کا نام ہے، نہ کہ شہرت کا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے ساتھ ایجاب وقبول نہیں ہوا ہو، صرف نکاح کی شہرت گاؤں میں ہوگئی ہو۔ کیا اس سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: سید رسول محکمہ زراعت کوہاٹ، ۱۱/۷/۱۹۷۴ء)

---

(۱) قال الشيخ عبد الغني الغنيمي الميداني: وهوينعقد بالايجاب من أحد المتعاقدين والقبول من الآخر... ولا ينعقد نكاح المسلمين بصيغة المثنى إلا بحضور شاهدين حرين بالغين الخ. (اللباب في شرح الكتاب: ۳/۱٤۰، كتاب النكاح)

(۲) وفي الهندية: ولو زوجها الا بعد حال قيام الاقرب حتى توقف علىٰ إجازة الاقرب. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۲۸۵، الباب الرابع في الاولياء))

قال العلامة الحصكفي: فلوزوج إلا بعد حال قيام الاقرب توقف علىٰ اجازته، قال ابن عابدين: أي حضوره وهو من أهل الولاية الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۲/۳٤۱، باب الولي)

☆ **بلا ایجاب وقبول نکاح درست نہیں:**

سوال: اگر عورت بالغ اور بوقت نکاح ایجاب وقبول نہ ہوتو نکاح جائز ہوگا، یا نہ؟

الجواب

بدون ایجاب وقبول کے نکاح نہ ہوگا۔ (**وينعقد متلبساً بايجاب من أحدهما و قبول من الآخر.** (الدرالمختار) **ينعقد أي النكاح أي يثبت ويحصل انعقاده بالإيجاب والقبول.** (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۳٦۱، ظفير) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۵۹)

الجواب

جب گواہوں کے روبرو با قاعدہ ایجاب وقبول نہ ہوا ہو تو نکاح شرعی موجود نہیں ہوگا، اگر چہ شہرت ہوئی ہو، **لعدم الركن والشرط.** (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۴۸/۴)

جہیز کا معاملہ طے کرنا ایجاب وقبول نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جوان لڑکی کے والدین نے لڑکی کے روبرو گواہوں کے سامنے جہیز وغیرہ کا معاملہ طے کیا؛ مگر دو مہینے بعد والدین اس لڑکی کو دوسری جگہ دینا چاہتے ہیں، کیا یہ نکاح درست ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ہمیش گل توڑ ھیر صوابی، ۱۹۸۵/۳/۳۱ء)

الجواب

اگر اس لڑکی کے اذن واجازت سے گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول تسلیم شدہ، یا شہادت شرعیہ سے ثابت ہو، (۲) تو یہ معاملہ نکاح ہے، ورنہ نکاح نہیں ہے۔ (قواعد فقہ) (۳) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۵۰/۴-۲۵۱)

غائب سے نکاح کیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے ہندہ کا نکاح اپنے بیٹے بکر عاقل بالغ غائب سے کردیا، جو کہ کہیں دور دراز ملازم ہے، دوتین ماہ سے خط وتنخواہ بھی نہیں آئی تو کیا نکاح موقوف مذکور قبل رد وقبول قولاً، یا فعلاً ہندہ رجوع کرسکتی ہے؟ اگر دوسری جگہ نکاح کرے تو کیا نکاح بات نکاح موقوف کو باطل کردے گا؟

والملک البات إذا ورد على الموقوف أبطله. (۴)

---

(۱) قال الدكتور وهبة الزحيلي: وركن الزواج عند الحنفية الايجاب والقبول فقط... وأما الشهود فشرط أيضاً،الخ.(الفقه الإسلامي وأدلته: ٦٥٢١/٩، المبحث الثاني: أركان الزواج)

(۲) قال الفقيه عبيد اللّٰه بن تاج الشريعة: النكاح ينعقد بإيجاب وقبول لفظهما ماض... عند الشهود، الخ.(شرح الوقاية: ٢/٦-٩، كتاب النكاح)

(۳) قال العلامة ابن عابدين: (فلا ينعقد بقبول بالفعل كقبض مهر ولا بتعاط) قال في البحر: وهل يكون القبول بالفعل كالقبول باللفظ كما في البيع، قال في البزازية: أجاب صاحب البداية في امرأة زوجت نفسها بألف من رجل عند الشهود فلم يقل الزوج شيئاً لكن أعطاها المهر في المجلس أنه يكون قبولا وأنكر صاحب المحيط وقال الإمام مالم يقل بلسانه قبلت بخلاف البيع؛لأنه ينعقد بالتعاطي والنكاح لخطره لاينعقد حتٰى يتوقف على الشهود.(رد المحتار هامش الدر المختار: ٢٨٧/٢،قبيل مطلب التزوج بارسال كتاب)

(۴) شامي،مطلب في بيع المرهون المستأجر: ١٤٦/٤

نیز عند العقد زندگی وموت بکر مشکوک تھی، نکاح کے بعد بھی ایک ماہ گزر گیا، کوئی خبر نہیں تو ایسی صورت میں بکر عند العقد مجیز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ہندہ اپنے ایجاب سے قبل قبول آخر تک بکر کے قبول ورد کا علم نہ ہو، رجوع نہیں کرسکتی اور نہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

قال علیه الصلاة والسلام: ثلث جدهن جد وهزلهن جد. (الحدیث)(۱)

ولعدم جریان المساومة فی النکاح بخلاف البیع. (۲)

اور بکر کی موت جب تک محقق نہ ہو، یا حسب قاعدہ مفقود حکم اس کی موت کا نہ کیا جاوے، اس وقت تک وہ مجیز ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۵/۷)

عورت کا کہنا کہ میں تیری منکوحہ ہوں، صرف اس سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: ہندہ نے عمر سے کہا کہ میں تیری منکوحہ ہوں اور عمر ان الفاظ کے بعد ساکت رہا تو نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟

الجواب

ان الفاظ سے نکاح منعقد نہیں ہوا؛ کیوں کہ اس صورت میں ایجاب پایا گیا اور قبول نہیں پایا گیا اور گواہوں کا وجود بھی بوقت عقد نہیں ہے، جو کہ شرط نکاح کی ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۰/۷)

---

(۱) مشکاة، باب الطلاق، ص: ۲۸۴ (سنن أبی داؤد، باب فی الطلاق علی الهزل، رقم الحدیث: ۲۱۹۴/سنن الترمذی، باب ماجاء فی الجد والهزل فی الطلاق، رقم الحدیث: ۱۱۸۴، انیس)

(۲) الدرالمختار، کتاب النکاح: ۱۲/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۳) وینعقد، الخ، بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعاً للمضی، الخ، وحضور شاهدین حرین اوحر وحرتین مکلفین سامعین قولهما معاً. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳۶۱/۲، ظفیر)

عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَا نِکَاحَ إِلَّا بِوَلِیٍّ، وَلَا نِکَاحَ إِلَّا بِشُهُودٍ. (السنن الکبری للبیهقی، باب لا نکاح إلا بولی، رقم الحدیث: ۱۳۶۴۵، انیس)

الْحَدِیثُ الْأَوَّلُ: قَالَ علیه السلام: لَا نِکَاحَ إِلَّا بِشُهُودٍ، قُلْت: غَرِیبٌ بِهَذَا اللَّفْظِ، وَفِی الْبَابِ أَحَادِیثُ: مِنْهَا مَا أَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِی صَحِیحِهِ عَنْ سَعِیدِ بْنِ یَحْیَی بْنِ سَعِیدٍ الْأُمَوِیِّ ثَنَا حَفْصُ بْنُ غِیَاثٍ عَنْ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ مُوسَی عَنْ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا نِکَاحَ إلَّا بِوَلِیٍّ وَشَاهِدَیْ عَدْلٍ، وَمَا کَانَ مِنْ نِکَاحٍ عَلَی غَیْرِ ذَلِکَ فَهُوَ بَاطِلٌ، فَإِنْ تَشَاجَرُوا، فَالسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَهُ، انْتَهَی، أَخْرَجَهُ فِی النَّوْعِ الثَّامِنِ وَالتِّسْعِینَ، مِنْ الْقِسْمِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ: لَمْ یَقُلْ فِیهِ: وَشَاهِدَیْ عَدْلٍ إلَّا ثَلَاثَةُ أَنْفُسٍ: سَعِیدُ بْنُ یَحْیَی الْأُمَوِیُّ عَنْ حَفْصِ بْنِ غِیَاثٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بن عبد الوهاب الحجبی عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَارِثِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ یُونُسَ الرَّقِّیُّ عَنْ عِیسَی بْنِ یُونُسَ، وَلَا یَصِحُّ فِی ذِکْرِ الشَّاهِدَیْنِ غَیْرُ هَذَا الْخَبَرِ، انْتَهَی کَلَامُهُ. (نصب الرأیة، کتاب النکاح: ۱۶۷/۳، مؤسسة الریان، بیروت، انیس)

جب تک ایجاب وقبول باضابطہ نہیں ہوتا، نکاح منعقد نہیں ہوتا:

سوال: بمقام ہائلی ایک نکاح خوانی کا جلسہ منعقد ہوا، جیسا کہ یہاں کا دستور ہے کہ پہلے سے دفتر میں ناکح منکوحہ وکیل، یا ولی اور شاہدین کے نام درج کر لیتے ہیں اور بعد ایجاب وقبول کی ہر فریق اپنے اپنے دستخط ثبت کر دیتا ہے، لہذا چوں کہ دو قاضی موجود تھے، پہلے نے دفتر میں نام وغیرہ لکھنا چاہا تو وکیل نے جو کہ ہندہ کا چچا تھا، کہا کہ اس قاضی کے لکھنے پر مجھے اعتراض ہے، البتہ یہ دوسرا قاضی نکاح پڑھائے تو میں اجازت دوں گا، ورنہ نہیں۔ اس پر ہندہ کے والد نے کہا کہ لکھنے دو، نکاح دوسرا ہی پڑھائے گا، قاضی اول نے دفتر میں لکھنے کے بعد سوال کیا کہ آیا نکاح پڑھانے کی اجازت ہے، اس پر وکیل نے کہا: تمہیں ہرگز اجازت نہیں، پھر اہل مجلس میں کچھ گفت وشنید کے بعد نوشہ (زید) کے ماموں نے سہرا توڑ ڈالا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا، زید بھی کھڑا ہو گیا اور زید کے بھائی نے چھوہارے وغیرہ کے طشت کو لات ماردی اور اٹھ کر کھڑے ہوئے، پھر معاملہ ختم ہو گیا۔ اس صورت میں نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں ظاہر ہے کہ ایجاب وقبول نہیں ہوا، لہذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔

كما في الدر المختار: وينعقد بايجاب وقبول، الخ، وشرط حضور شاهدين، الخ، سامعين قولهما معاً. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۶۲-۶۳)

ایجاب نامے میں پر دستخط کر دینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا:

سوال: اگر کوئی شخص کسی عورت سے دھوکہ سے اسٹامپ دستخط کروالے جس میں ایجاب وقبول درج ہو، کیا نفس تحریر سے نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں، جب کہ عورت نے زبان سے قبول نہ کیا ہو؟

الجواب

شریعت اسلامی میں نکاح دو گواہوں کے سامنے زبانی ایجاب وقبول کا نام ہے، نفس تحریر سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

قال العلامة الحصكفي: فلو كتب تزوجتک، فكتبت قبلت، لم ينعقد، بحر. (رد المحتار: ۲/۲۸۸، کتاب النکاح)

قال العلامة ابن نجيم: أفاد المصنف أن انعقاد النكاح بكتاب أحدهما يشترط فيه سماع الشاهدين قراءة الكتاب مع قبول الآخر. (البحر الرائق: ۳/۸۹، کتاب النكاح) (فتاویٰ حقانیہ: ۴/۳۱۵)

بغیر زبان سے کچھ بولے صرف دستخط کر دینے سے نکاح کا حکم:

سوال: اگر نکاح خواں نے لڑکی اور لڑکے کے سامنے عربی میں کچھ عبارت پڑھی اور لڑکی، لڑکے سے صرف دستخط

---

(۱) دیکھئے: الدر المختار علی هامش ردالمحتار، کتاب النکاح: ۲/۳۶۱، ظفیر

کرائے ہوں، زبان سے کچھ نہ کہلوایا ہو تو نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ واضح رہے کہ دلی طور پر لڑکا، لڑکی نکاح کرنے پر راضی بھی ہیں۔ براہ کرم مدلل جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عقد نکاح میں ایجاب وقبول رکن ہے اور گواہوں کا عقد نکاح کرنے والوں کے کلام کو سننا شرط ہے، اس کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اگر ایک گواہ عقد کرنے والوں میں سے ایک کے ایجاب کو سن لے اور دوسرا گواہ دوسرے عاقد کے قبول کو سن لے تو بھی نکاح درست نہیں ہوتا، اسی طرح عاقدین کے لیے بھی ایک دوسرے کے کلام کو سننا شرط ہے، چناں چہ ایجاب وقبول دونوں کتابت کے ذریعے ہوں تو نکاح درست نہیں ہوگا۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر نکاح خواں نے لڑکے اور لڑکی سے صرف دستخط کرائے ہیں اور زبان سے کچھ نہیں کہلوایا ہے؛ (تو اگر چہ یہ دونوں دل میں راضی ہیں) لیکن شرط اور رکن کے فوت ہونے کے بنا پر مذکورہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔

لمافی الهندية (۲۷۰/۱): ولا ينعقد بالكتابة من الحاضرين فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد، هكذا في النهر الفائق.

وفي الدرالمختار (۱۲/۳): (فلا ينعقد) بقبول بالفعل كقبض مهر ولا بتعاط ولا بكتابة حاضر بل غائب بشرط إعلام الشهود بما في الكتاب.

وفي الشامية تحت مطلب التزوج بإرسال كتاب: (قوله: ولا بكتابة حاضر) فلو كتب تزوجتك، فكتبت قبلت، لم ينعقد، بحر، والأظهر أن يقول: فقالت قبلت، الخ، إذ الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفي ولو في الغيبة، تامل.

وفي الفقه الإسلامي وأدلته (۶۵۳۱/۹): إن كان العاقدان حاضرين معاً في مجلس العقد وكانا قادرين على النطق فلا يصح بالاتفاق الزواج بينهما بالكتابة أو الإشارة. (نجم الفتاویٰ: ۴/۴۰)

لڑکی کا نکاح میں ایجاب وقبول کے بجائے دستخط کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید سے بوقت نکاح قاضی صاحب نے ایجاب وقبول کرالیا؛ لیکن ہندہ سے جس سے زید کا نکاح ہو رہا تھا قبول زبانی نہیں کرایا گیا؛ بلکہ ہندہ نے نکاح کی رسید پر اپنی رضامندی سے دستخط کر دیئے، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں نکاح ہی نہیں ہوا، زبان سے قبول کرانا ضروری تھا، وہی نہیں ہوا ہے؟

(المستفتی: محمد شریف نئی آبادی، جامع مسجد مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہو گیا اور جن لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ نکاح نہیں ہوا، صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ جب قاضی

نے وکیل کی اجازت سے وکیل کی موجودگی میں ایجاب کیا اور شوہر نے قبول کرلیا اور عورت نے منع بھی نہیں کیا؛ بلکہ رضامندی سے دستخط کردئے تو ایجاب وقبول پائے جانے کی بنا پر نکاح صحیح ہوگیا۔

عن ابن عباس أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: الثیب أحق بنفسها من ولیها، والبکر تستأمر، وإذنها سکوتها. (صحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق، النسخة الهندیة: ۱/ ۴۵۵، بیت الافکار، رقم: ۱۴۲۱)

فإن استأذنها هو أی الولی، أو وکیله، أو رسوله، أو زوجها ولیها وأخبرها رسوله، أو فضولی عدل فسکتت عن رده مختارة ... فهو إذن. (الدر المختار مع الشامی، کتاب النکاح، باب الولی، زکریا دیوبند: ۴/ ۱۵۹-۱۶۱، کراتشی: ۳/ ۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۳/ رجب المرجب ۱۴۱۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۵۴۶/۳۲)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/ ۷/ ۱۴۱۶ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/)

اشارہ سر، یا لفظ ''منظور'' سے قبولِ نکاح:

سوال: ہندہ باکرہ ہے اور وہ جب گواہوں کے سامنے آئی تو استحیاءً اس نے ایجاب کا جواب لفظ ''قبلت'' یا کسی اور سے نہیں دیا؛ بلکہ خاموش رہی، یا سر سے منظوری کا اشارہ کیا، یا بجائے، ''قبلت'' کے ''منظور ہے'' کا لفظ کہنے سے نکاح بلا تردد منعقد ہوگا، یا نہیں؟

(امیر علی، صاحب معرفت حامد میاں مدرسہ شاہی مرادآباد)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

خاموش رہنے اور سر ہلانے سے منعقد نہیں ہوگا اور لفظ ''منظور ہے'' کہنے سے منعقد ہوجائے گا۔

''وینعقد بإیجاب ... وقبول... وضعا للمضی ... وبما ... وضع أحدهما له ... والآخر للاستقبال ... کزوجنی ... فإذا قال: ... زوجت أو قبلت أو بالسمع والطاعة، بزازیة، آه، نص عبارتها: قال: زوجی نفسکِ منی فقالت: بالسمع والطاعة، صح، آه، ونقل هذا الفرع فی البحر عن النوازل ونقله فی موضع آخر عن الخلاصة، فافهم''. (در و شامی مختصراً)(۱)

''الإشارة إنما تعتبر إذا صارت معهودة، وذلک فی الأخرس دون المعتقل، ولأن الضرورة فی الأصل لازمة وفی العارضی علی شرف الزوال، آه''. (مجمع الأنهر: ۲/ ۷۳۳)(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذی قعدہ ۱۳۷۰ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ صحیح: عبد اللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/ ۶۵۶-۶۵۷)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: کثیرا ما یتساهل فی اطلاق المستحب علی السنة: ۳/ ۱۰، سعید

(۲) مجمع الأنهر، مسائل شتی: ۲/ ۷۳۳، دار احیاء التراث العربی بیروت

ایجاب وقبول میں مہر کا ذکر آئے تو نکاح ہوگا، یا نہیں:

سوال: نکاح کے وقت اگر مہر کا ذکر نہیں آیا تو نکاح ہوگیا، یا نہیں؟

الجواب

نکاح ہوگیا اور مہر مثل لازم ہوگیا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۳/۷)

طریق مذکور سے نکاح ہوگیا:

سوال: ایک خطیب نکاح نے اس طرح ایجاب وقبول کرایا کہ بعد خطبہ کے اول وکیل منکوحہ کی جانب مخاطب ہوکر اس کا داہنا ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ سے ملا کر کہا کہ آپ نے اپنی وکالت اور فلاں فلاں دو صاحبوں کی شہادت سے بحضور مجلس مسماۃ فلاں عاقلہ بالغہ کو بعوض ایک سو ساڑھے ستائیس روپے کے مسمی فلاں ابن فلاں کے نکاح میں دیا، زن کرکے دیا، حق حلال کرکے دیا، تینوں مرتبہ وکیل منکوحہ نے کہا کہ دیا، اس طرح ناکح سے قبول کرایا اور ناکح نے کہا کہ قبول کیا۔ آیا اس طرح ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ ایجاب کے اندر لفظ 'دیا' اور قبول کے اندر لفظ 'کیا' کہنے سے نکاح نہیں ہوا؛ بلکہ لفظ 'دی' اور 'کی' کہنے سے نکاح صحیح ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایجاب وقبول بطریق مذکور سے نکاح صحیح ہوگیا۔

کذافی عامة کتب الفقه من أن النکاح ینعقد بإیجاب وقبول بشرط حضور الشاهدین.(۲)

---

(۱) یصح النکاح وإن لم یسم فیه مهرا، الخ، وإن تزوجها ولم یسم لهامهراً، فلها مهر مثلها.(الجوهرة النیرة شرح مختصر القدوری:۲/۶۰-۷۰،ظفیر)

(وإن لم یسمه) تسمیة صحیحة أو سکتت عنه (أو نفاه فلها مهر مثلها إن وطء) ولو حکماً (أو مات عنها) أو ماتت، لما رواه أبو داود أن ابن مسعود قال: (فی رجل تزوج امرأة فمات عنها ولم یدخل بها ولم یفرض:لها الصداق کاملاً وعلیها العدة ولها المیراث، فقال معقل بن سنان: أشهد أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قضی فی بروع بنت واشق بمثله) هذا لفظ أبو داود وله روایتان بألفاظ أخر، قال البیهقی: جمیع روایات هذا الحدیث وأسانیدها صحاح.(النهر الفائق،باب المهر: ۲/۲۳۱-۲۳۲،دارالکتب العلمیة بیروت،انیس)

عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، فِي رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَمَاتَ عَنْهَا، وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا الصَّدَاقَ، فَقَالَ: لَهَا الصَّدَاقُ كَامِلًا، وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ، وَلَهَا الْمِيرَاثُ، فَقَالَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »قَضَى بِهِ فِي بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ.(سنن أبی داؤد،باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات،رقم الحدیث: ۲۱۱۴/ سنن ابن ماجة،رقم الحدیث:۱۸۹۱/شرح مشکل الآثار،رقم الحدیث:۵۳۱۸،انیس)

(۲) النکاح ینعقد بالایجاب والقبول بلفظین یعبرهماعن الماضی،الخ،ولاینعقد نکاح المسلمین إلابحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین رجلین أورجل وامرأتین.(الهدایة،کتاب النکاح:۲/۲۸۶،ظفیر)

اور لفظ 'دیا' اور 'دی' اور 'کیا' اور 'کی' میں باعتبار معنی کے کچھ فرق نہیں ہے، یہ محاورات کا فرق ہے، اس سے مسئلہ میں کچھ فرق نہیں آتا اور معنی ایجاب وقبول کے حاصل ہو گئے، لفظ 'قبلت' کا ترجمہ اگر یہ کیا جاوے کہ 'میں نے کیا'، یا 'میں نے قبول کی' ہر دو صحیح ہیں۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۴/۷-۶۵)

ایجاب میں ''دی جاتی ہے'' کہنے سے نکاح منعقد ہوا، یا نہیں:

سوال: ایک شخص وکیل بالنکاح مقرر ہو کر مع دو گواہ کے آیا اور اس نے ان الفاظ میں اپنی وکالت کا اظہار فرمایا کہ مجھ کو عبداللہ نے اپنی لڑکی صابرہ کا وکیل بالنکاح مقرر کیا ہے، جس کے یہ دونوں گواہ ہیں، (گواہان کی طرف اشارہ کر کے بتلایا) اور گواہان نزدیک ہی موجود تھے۔ وکیل بالنکاح نے ان الفاظ میں ایجاب وقبول کرایا۔ (مسماۃ صابرہ دختر عبداللہ کی بعوض پانچ سو روپے کے آپ کی زوجیت میں دی جاتی ہے، قبول کیا؟)

اس کے جواب میں نوشہ نے کہا (قبول کیا)، اس طرح سے تین بار مذکور الصدر عبارت میں ایجاب وقبول ہوا۔ اب مولوی عبدالمنان صاحب فرماتے ہیں کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا؛ کیوں کہ مضارع مجہول کے صیغہ سے ایجاب کرایا گیا؛ کیوں کہ (دی جاتی ہے) مضارع مجہول ہے اور مضارع مجہول سے ایجاب درست نہیں، لہٰذا تجدید نکاح کی ضرورت ہے اور مولوی عبدالجبار صاحب فرماتے ہیں کہ نکاح صحیح ودرست ہو گیا، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے (دی جاتی ہے، قبول کیا) مضارع اور ماضی دونوں معنوں کا مجموعہ ہے؛ بلکہ آخر کا فعل فعل ماضی ہی ہے (دی جاتی ہے، قبول کیا) اور قبول کا فعل بھی ماضی ہی ہے (قبول کیا)، لہٰذا بطریق احسن ایجاب وقبول ہوا اور نکاح کی درستی میں تو کوئی کلام وشک وشبہ ہی نہیں ہے۔ بہر کیف دونوں حضرات میں کون صاحب صائب ہیں اور کون صاحب مخطی۔ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۳۱۴، منظور احمد ضلع پٹنہ ۱۴/ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ، مطابق ۱۴/ جون ۱۹۳۸ء)

الجواب

صحیح عبارت ایجاب کی یہ تھی کہ مسماۃ صابرہ دختر عبداللہ کو بعوض پانچ سو روپے (صما) مہر کے میں نے تمہاری زوجیت میں دیا، دی جاتی ہے، بے شک مضارع مجہول اور قبول کیا ایجاب میں شامل نہیں، وہ تو استفہام ہے؛ یعنی کیا تم نے قبول کیا اور استفہام ایجاب نہیں، اگر چہ یہ نکاح منعقد ہو گیا؛ (۱) کیوں کہ صیغہ حال جب کہ اس سے انشاء کے معنی مراد ہوں قائم مقام ماضی کے ہو جاتا ہے اور دینے والا ذکر وکالت سے متعین ہو جاتا ہے؛ تاہم احتیاطاً تجدید ایجاب وقبول کر لینا بہتر ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۱۰۶/۵)

---

(۱) لو قال بالمضارع ذی الهمزة: أتزوجک زوجت نفسی انعقد. (رد المحتار، کتاب النکاح: ۱۱/۳، سعید)

''لڑکی خدا کے واسطے دے دی'' کہنے سے نکاح کا حکم:

سوال: زید نے اپنی دختر ہندہ جس کی عمر تقریبا چار پانچ سال کی ہے۔ زید نے اپنے ہوش وعقل کے ساتھ یہ الفاظ کہے کہ ''میں نے اپنی دختر مساۃ ہندہ خالد کے پسر کو اللہ واسطے دے دی ہے''۔ خالد نے اسی مجلس میں اپنے پسر کے لیے قبول کیا۔ آیا عندالشرع صورت مسئولہ میں نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ الفاظ کہ ''میں نے اپنی دختر ہندہ کو خالد کے پسر کو اللہ واسطے دیدی ہے'' کنایاتِ نکاح میں سے ہیں، اگر بہ نیتِ نکاح یہ الفاظ کہے ہیں، یا کوئی دوسرا قرینہ وغیرہ نکاح پر موجود ہے اور اس مجلسِ عقد نکاح سمجھا گیا ہو اور گواہوں نے بھی یہی سمجھا ہو کہ ان الفاظ سے مقصود نکاح ہے تو شرعا نکاح منعقد ہو گیا، ورنہ نہیں۔

''وانما يصح بلفظ تزويج ونكاح؛ لأنهما صريحان، وما عداهما كناية، وهو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة، فلا يصح بالشركة فى الحال، خرج الوصية غير المقيدة بالحال كهبة وتمليك وصدقة وعطية وقرض وسلم واستيجار وصلع وصرف، وكل ما تملك به الرقاب بشرط نية أو قرينة وفهم الشهود الموقصود''.(الدرالمختار: ٤١٣/٢)(۱)**فقط**

''والحاصل أن كناياته على ثلاثة أنواع، ما ينعقد به اجماعا، آه''.(زيلعی)

قال الشلبى: ''وذلک کالتمليک والهبة والصدقة ونحوها''. (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۵/۲/۲۰ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

(فتاویٰ محمودیہ: ۶۵۷/۱۰)

لفظ ''اجرت'' سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ متین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے جو کہ عاقلہ بالغہ ثیبہ بیوہ ہے اور عمر اس کی بیس سال سے متجاوز ہے، زید نے ایک مختصر سا کام کیا، زید نے بعد انجام دہی ہندہ سے مذاقاً کہا کہ ''مجھ کو اس کی اجرت چاہیے، جو خاص خصوصیت رکھتی ہو''، اس وقت ہندہ نے بہت خوش ہو کر کہا کہ ''اس صلہ میں مجھ کو لے لیجئے، میں نے اپنے ہی کو آپ کے حوالہ کیا''۔

---

(۱) الدر المختار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بارسال کتاب: ١٦/٣ـ ١٧، سعيد

(۲) تبيين الحقائق مع حاشية العلامة الشلبى، كتاب النكاح: ٤٥٢/٢، دار الكتب العلميه بيروت

''وما ينعقد به النكاح، فهو نوعان: صريح وكناية، فالصريح لفظ النكاح والتزويج وما عداهما وهو ما يفيد ملک العين فى الحال كناية، كذا فى االنهر الفائق نا قلا عن المبسوط، الخ''.(الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثانى فيما ينعقد به النكاح وما لا ينعقد به: ٢٧٠/١، رشيديه)

تب زید نے کہا کہ خوب مضبوط ہو کر کہو پھر ہندہ نے اور بھی مستعدی اور مضبوطی سے پُر زور الفاظ میں کہا اور زید نے اس قول کو ہندہ سے بار بار کہہ کر تین چار دفعہ کہلوایا اور ہندہ نے ہر بار اقرار کیا اور زید قبول کرتا رہا اور یہ واقعہ تین چار عورتوں اور ایک مرد کے مواجہہ میں ہوا، پھر دوسرے دن بھی زید نے اس معاملہ کو دوبارہ تجدید وتصدیق ہندہ سے کی، چناں چہ اسی طرح ہندہ اپنی ذات کو زید کے سپرد کرتی رہی اور زید قبول کرتا رہا، پھر زید نے کہا کہ اس قول سے پھر تو نہ پلٹو گی؟

ہندہ نے کہا کہ نہیں اور ہندہ نے محبت واخلاص سے اور محبت وصداقت سے کہی، اس میں کوئی بناوٹ، یا مذاق کا پہلو نہ تھا، اور حقیقتاً ہندہ نے محبت واخلاص سے واقعی طور پر کہا تھا، تب پھر زید نے کہا کہ دیکھو! اب تو رجسٹری ہوگئی، ہندہ نے اسے بھی تسلیم کرلیا۔ پس ایسی حالت میں زید اور ہندہ کا باہم عقد ومناکحت شرعاً منعقد ہو گیا، یا نہیں؟ بحوالۂ کتب فقہ جواب سے مطلع فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

اور صورت عقد مناکحت ہو جانے کے مہر کیا قرار پائے گا، شوہر کے خاندان کا لیا جاوے گا، (زید) یا زوجہ یعنی مسماۃ ہندہ کے خاندان کا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد خلیل مقیم درگاہ شریف، کچھوچھہ، ضلع فیض آباد، یوپی)

تنقیحات:

باسمہ تعالیٰ

(۱) وہ مختصر سا کام کیا تھا، (اس پر اجرت لینا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟)

(۲) جس وقت ہندہ نے زید سے اس کام کے لیے کہا تھا، اس وقت اجرت کا کوئی تذکرہ آیا، یا نہیں؟ اگر آیا تو کیا اجرت قرار پائی؟ اگر نہیں تو کیا دونوں کے ذہن میں لینے دینے کا ارادہ تھا، یا نہیں؟ یا محض تبرعاً واستحساناً کام کیا؟ اور دل میں کوئی اجرت کی نیت نہ تھی؟ مہر میں اجرت کا ذکر آیا۔

(۳) ہندہ نے بعینہٖ یہی الفاظ کہے، یا کچھ اور؟ اس کے جواب میں زید نے کن الفاظ سے قبول کیا؟

(۴) ہندہ نے یہ الفاظ بنیتِ نکاح کہے، یا کچھ اَور؟ اس کو زید نے بنیتِ نکاح قبول کیا، یا کسی اور نیت سے؟

(۵) حاضرین مرد اور عورتوں نے بھی اس کلام کو نکاح سمجھا، یا کچھ اور؟

اولاً جواب لکھا تھا؛ لیکن تشقیقات کے باعث محلِ اشکال وتأمل تھا؛ اس لیے بعد میں مناسب معلوم ہوا کہ تشقیقات واغلاقات کو سائل سے حاصل کرلیا جائے؛ تاکہ جواب صاف اور بے تردد ہو، لہٰذا امور مذکورہ بالا کو حل کردیجئے، پھر ان شاءاللہ جواب واضح تحریر کر دیا جائے گا۔

(از: دارالافتاء، مدرسہ مظاہر علوم)

جوابات تنقیح:

(۱) وہ کام یہ تھا کہ ہندہ نے زید کو دوسیر کی مٹھائی دی اور کہا کہ اس کو فلاں بزرگ کے نام فاتحہ پڑھ دو، اس

نے پڑھ دیا تھا، پس واقعۃ اجرت لینا مقصود بھی نہ تھا۔

(۲) اس کام کی نہ کوئی اجرت ہوسکتی ہے، نہ کوئی تذکرہ تھا، نہ ضرورت ہی تھی، نہ لینا مقصود تھا، دونوں کے ذہن میں اجرت لینے دینے کا بالکل خیال نہ تھا، یہ کام تو تبرعا واحسانا کیا، بعد میں محض مذاقا اجرت کو کہا تھا، نہ اجرت ٹھہری تھی، نہ ذکر آیا تھا، نہ موقع ہی تھا۔ صورت یہ تھی کہ ۸/رجب کو مُلّا نے فاتحہ دیتے ہیں، پیسہ روپیہ چراغی کے نام سے لیتے ہیں، اسی بنا پر زید نے کہا کہ ہماری چراغی ملنی چاہیے، ورنہ اجرت کیسی؟ اور چراغی بھی مقصود نہ تھا، نہ زید کا یہ پیشہ ہے۔

(۳) ہندہ نے بعینہ وہی الفاظ کہے تھے (اور اس کا اصل منشا یہی ہے کہ میں من کل الوجوہ اپنے اوپر زید کو کلی اختیار دیتی ہوں، اس کا لب ولہجہ اور عنوانِ محبت واخلاص وہی تھا، جو لکھا ہے۔ زید نے کہا کہ ''میں بسر وچشم قبول کرتا ہوں؛ مگر مضبوط رہنا''، اس نے کہا کہ ''ہاں ہاں میں مضبوط ہوں'' اور پھر دوسرے دن رجسٹری والا مضمون پیش آیا اور ہندہ نے بھی تسلیم کیا۔

(۴) ہندہ نے بنیتِ نکاح یہ الفاظ نہیں کہے؛ مگر زید نے بنیتِ نکاح ہی قبول کیا اور خیال کیا کہ علما سے دریافت کرکے جیسا ہوگا، ویسا ہی کیا جائے گا۔

(۵) حاضرین میں چند عورتیں تھیں، ایک مرد بھی تھا، اس کلام کو نکاح نہیں سمجھا؛ مگر مذاقاً یہ طنز لگایا؛ مگر نکاح نہ سمجھا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جن الفاظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، وہ دو قسم پر ہیں: اول صریح، دوم کنایہ۔

''اس صلہ واجرت میں آپ مجھ کو لے لیجئے'' کنایاتِ نکاح میں سے ہے، صریح نہیں اور کسی کام کی اجرت میں نکاح کر دینا؛ یعنی عورت کو اجرت قرار دینا شرعا درست ہوتا ہے، گو اس کی صحت کے لیے چند شرطیں ہیں:

اول: ادائے الفاظ کے وقت نکاح کی نیت ہو (ہندہ نے بہ نیتِ نکاح الفاظ نہیں کہے)۔

دوم: حاضرین اور گواہوں نے اس کو نکاح سمجھا ہو (یہاں ایسا نہیں ہوا)۔

سوم: کوئی قرینہ بھی ارادۂ نکاح پر ہو (اس صورت میں یہ بھی نہیں)۔

چہارم: باقاعدہ اجارہ کیا گیا ہو اور عورت کو ایسے کام کی اجرت قرار دیا گیا ہو، اس پر اجرت لینا شرعا جائز ہو (صورت مسئولہ میں یہ بھی مفقود ہے)۔ پس یہ نکاح شرعی نکاح نہیں ہوا؛ بلکہ لغو اور بیکار رہے، اس پر کوئی شرعی حکم مرتب نہ ہوگا۔

''وانما يصح بلفظ تزويج ونكاح؛ لأنهما صريح، وما عداهما كناية، وهو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة فلا يصح بالشركة فى الحال، خرج الوصية،غير المقيدة بالحال، كهبة وتمليك وصدقة وعطية وقرض وسلم واستيجار وصلع وصرف، وكل ما تملك به الرقاب بشرط نية أو قرينة وفهم الشهود المقصود''. (الدرالمختار) (۱)

(۱) الدر المختار، كتاب النكاح: ۱۸-۱۶/۳، سعيد

”(قوله: وسلم واستيجار) وهذا اذا جعلت المرأة رأس مال السلم أو جعلت أجرة، فينعقد اجماعا، وقال تحت(قوله:بشرط نية أو قرينة) بعد بسط الكلام وملخصه:أنه لابد في كنايات النكاح من النية مع قرينة أو تصديق القابل للموجب وفهم الشهود والمراد أواعلامهم به“.(الدرالمختار:۲/۴۱۵-۴۱۶)(۱)

شرط کا معدوم ہونا جواب تنقیح سے واضح ہوا۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۳۵۷/۸/۸ھ۔

اس سوال کی تنقیح مع جواب تنقیح نقل کی گئی ہے۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ،صحیح:عبداللطیف،۹/شعبان ۱۳۵۷ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۶۵۸-۶۶۱)

لفظ ”جان بخشی“ سے نکاح، غیر عادل لوگوں کی گواہی نکاح میں:

سوال: احمد ابراہیم ایک لڑکی مسلمہ باکرہ مسماۃ حافظہ بی بی کو بہکا کر کسی گاؤں میں لے گیا اور اس گاؤں کے امام مسجد سے کہا کہ ہم دونوں کا نکاح پڑھا دیجئے، امام موصوف نے انکار کیا کہ میں ایسے جھگڑے کے نکاح نہیں پڑھاتا ہوں، چناں چہ امام صاحب کے اس انکار کی وجہ سے مذکورہ لڑکی نے دو مرد اور دو عورت کے سامنے احمد ابراہیم صوفی کو اپنے جاں بخشی کر دی؛ مگر مہر کا ذکر اور تسمیہ اس مجلس میں نہیں ہوا، من جملہ ان دو مردوں کے ایک ان میں سے نکاح احمد ابراہیم کا پھوپھی زاد بھائی ہے اور دوسرا رشتہ سے سالا، یا بہنوئی ہے اور مذکورہ دو عورتیں ان میں سے ایک ناکح کی پھوپھی ہوتی ہے، نیز یہ بھی فرض کر لیجیے کہ شہودِ مذکورہ غیر عدول یعنی فاسق ہی ہیں۔

اب عقد مذکورہ کی جب کہ لڑکی کے والدین کو اطلاع ہوئی تو وہ اپنی لڑکی کو گاؤں سے واپس لے آئے اور بھری مجلس میں مثلاً زید سے لڑکی مذکورہ نکاح پڑھا دیا، چناں چہ احمد ابراہیم صوفی نے مسماۃ حافظہ بی بی اور زید ناکحِ ثانی کے خلاف عدالت میں نالش دائر کر دی ہے، (”نالش: دعویٰ، حاکم کے سامنے چارہ جوئی“۔(فیروز اللغات،ص:۱۳۴۵، فیروزسنز، لاہور) تو لڑکی نے اپنے تحریری بیان میں یہ بیان دیا کہ ”نہ تو مجھے احمد ابراہیم نے کسی گاؤں میں مجھے بہکایا اور نہ ہی میں نے ذات بخشی کی“، یعنی یہ واقع ہی سراسر جھوٹ ہے اور من گھڑت ہے، (چوں کہ لڑکی اس وقت والدین اور زید ناکح ثانی کے قبضہ میں ہے، اس وجہ سے لڑکی سے یہ بیان تحریری دلوایا) چناں چہ اب گزارش ہے کہ:

(الف) حافظہ بی بی مذکورہ کے انکار اور جحود کی بنا پر، نیز قطع نظر اس سے قضائے قاضی کے لیے اس مدعی احمد ابراہیم کے ذمہ مذکورہ شہود نکاح پر شہادتِ عدولی کی بینہ عدول کی مزید ضرورت ہو، یا نہ ہو، ذات بخشی کہ وقت مہر کے

---

(۱) الدر المختار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بارسال كتاب:۳/۷-۱۸، سعيد)

”(قوله: وسلم) أطلقه، وفيه تفصيل: إن جعلت المرأة رأس مال السلم، فإنه ينعقد إجماعا ...(قوله: واستيجار) ... فان جعلت المرأة أجرة، صح، الخ“.(حاشية الطحطاوى على الدرالمختار، كتاب النكاح:۲/۱۹، دارالمعرفة بيروت)

عدمِ ذکر اور عدمِ تسمیہ کے باوجود، نیز شہود مذکور کے غیر عدول ہونے کے باوجود نفسِ عقدِ اول؛ یعنی ذات بخشی والا عقد کنائی صحیح اور عقدِ ثانی؛ یعنی زید کا عقد غیر صحیح ہوگا، یا نہیں؟

(ب) نیز احمد ابراہیم صوفی کے ذمہ آیا ضروری ہے کہ اپنے دعوے کے ثبوت کے لیے علاوۂ شہودِ نکاح کے جنہیں غیر عدول فرض کیا گیا ہے، کسی اَور بینہ عدول کو پیش کرے، یا یہی شہود نکاح غیر عدول رشتہ مذکورہ کے ثبوتِ دعویٰ اور قضائے قاضی کے لیے کافی ہیں؟

(ج) نیز پھوپھی زاد بھائی اور حقیقی پھوپھی کا بھی رشتہ کسی ادائے شہادت میں خواہ وہ شہادتِ نکاح ہو، یا غیر نکاح ہو مدعی کے خلاف اثر انداز ہوسکتا ہے؟ نیز ادائے شہادت میں کسی قسم کا رشتہ اور قرابت قابلِ قبول نہیں؟

(د) اگر مدعی احمد ابراہیم صوفہ کے ذمہ دعویٰ مذکورہ کے ثبوت کے لیے علاوہ شہودِ نکاح کے جو کہ غیر عدول ہیں، کسی اور شہود نکاح کے جو کہ غیر عدول ہیں، کسی اور شہود عدول کی مزید ضرورت ہو اور وہ میسر نہ آئیں تو مذکورہ عقد اول اور ثانی دیانۃً اور قضاءً کس قسم کے ہوں گے؟ صحیح، یا غیر صحیح؟

(ہ) اگر شہودِ نکاح میں سے ایک مرد عادل، یا مستور الحال ہو تو مدعی کے ثبوتِ دعوی اور قضائے قاضی کے لیے اس ایک مرد عادل، یا مستور الحال کی شہادت کافی ہوگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

نوٹ: واضح ہو کہ یہ دونوں عقد کفو میں ہوتے ہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(الف) کسی لڑکی کو بھگانا بڑی بے غیرتی اور کمینہ پن ہے۔ سوال میں عقدِ نکاح کے متعلق محض ''جان بخشی'' کا تذکرہ ہے، اگر محض لڑکی نے اپنی جان بخش دی اور احمد ابراہیم نے جواب میں کچھ نہیں کہا؛ بلکہ سکوت اختیار کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوا، اگر باقاعدہ طرفین سے ایجاب وقبول ہوا ہے، اگر چہ بجائے لفظ نکاح کے ''جان بخشی'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہو تو نکاح منعقد اور صحیح ہوگا۔(۱) مہر کا ذکر صحتِ نکاح کے لیے ضروری نہیں، بغیر ذکر وتسمیۂ مہر بھی نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور مہر مثل لازم ہوتا ہے،(۲) اور انعقاد نکاح کے لیے گواہوں کا عادل ہونا ضروری نہیں،(۳) البتہ اگر

---

(۱) ''وإنما يصح بلفظ تزويج ونكاح؛ لأنهما صريح، وما عداهما كناية. هو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة، فلا يصح بالشركة في الحال، خرج الوصية غير المقيدة بالحال كهبة وتمليك وصدقة وعطية وقرض وسلم واستجار وصلع وصرف، وكل ما تملك به الرقاب بشرط نية أو قرينة، وفهم الشهود المقصود، الخ''.(الدر المختار، كتاب النكاح: ۱۶/۳-۱۸، سعيد)

(۲) ''وان تزوجها ولم يسم لها مهرا، أو تزوجها على أن لا مهر لها، فلها مهر مثلها، الخ''.(الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني: ۳۰۴/۱، رشيديه)

(۳) ''ويصح بشهادة الفاسقين والأعمين، كذا في فتاوى قاضي خان''.(الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل الأول: ۲۶۷/۱، رشيديه)

مقدمہ عدالت میں پہنچے گا تو قاضی غیر عدول کی شہادت کو رد کردے گا، اس صورت میں عقد کے صریح اور کنائی ہونے میں کوئی فرق نہیں، لہٰذا صریح کو کنائی پر کوئی فوقیت نہیں ہوگی۔(۱)

(ب) عدالت میں دعویٰ پیش کرنے کے لیے شہود کا عدل ہونا ضروری ہے، غیر عدول کی شہادت کو قاضی قبول نہیں کرے گا، الا یہ کہ صحتِ واقعہ مشہود لہا کا غلبۂ ظن حاصل ہوجائے۔(۲)

(ج) یہ رشتہ مانع قبول شہادت نہیں۔(۳)

(د) اگر عدالتِ قاضی میں ثبوت نہ ہو اور قاضی کو صحتِ واقعہ کا شہادت سے غلبۂ ظن حاصل نہ ہو تو وہ عقد کو غیر معتبر مانے گا، ایسی صورت میں قاضی کو چاہیے کہ ناکح کو کہے کہ تم طلاق دے دو، احتیاط کا تقاضہ یہی ہے، اگر وہ طلاق نہ دے تو قاضی خود نکاح کو فسخ کردے۔(۴)

(ہ): صرف ایک مرد عادل یا مستور الحال کی شہادت پر قضاء جائز نہیں۔(۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷؍شوال ۱۳۶۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰؍۶۶۲-۶۶۵)

---

(۱) "وإنما يصح بلفظ تزويج ونكاح؛ لأنهما صريح، وما عداهما كناية، هو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة، فلا يصح بالشركة في الحال، خرج الوصية غير المقيدة بالحال كهبة وتمليك وصدقة وعطية وقرض وسلم واستجار وصلع وصرف، وكل ما تملك به الرقاب بشرط نية أو قرينة، وفهم الشهود المقصود". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۱۶-۱۸، سعيد)

(۲) "ومنها: العدالة لقبول الشهادة على الاطلاق، فانها لا تقبل على الاطلاق بدونهاؕ لقوله تعالیٰ: ﴿ممن ترضون من الشهداء﴾ والشاهد المرضي هو الشاهد العدل، الخ". (بدائع الصنائع، كتاب الشهادة، فصل في شرائط الركن: ۹/۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"فلو قضى بشهادة فاسق نفذ وأثم، فتح، إلا أن يمنع منه: أي من القضاء بشهادة الفاسق الإمام، فلا ينفذ، الخ". (الدرالمختار) "(قوله: بشهادة فاسق نفذ) قال في جامع الفتاوى: وأما شهادة الفاسق فان تحرى القاضي الصدق في شهادته، تقبل، وإلا فلا، فقال: وهي الفتاوى القاعدية: هذا اذا غلب على ظنه صدقه، وهو مما يحفظ، درر، أول كتاب القضاء، وظاهر قوله: وهو مما يحفظ اعتماده، آه". (ردالمحتار، كتاب الشهادات: ۵/۴۶۶، سعيد)

(۳) "وأما عدا هؤلاء من الأقراب، فتقبل شهادة أحدهم للآخر، فتقبل شهادة الربيب، وشهادة الأخ لأخيه، وأخته، وأولادهما، وكذا الأعمام وأولاده، والأخوال والخالات، والعمات، وتقبل شهادة الرجل لأم امرأته وأبيها ولزوج ابنته ولامرأة أبيه ولأت امرأته". (شرح المجلة، الفصل الثالث في شروط الشهادة الأساسية، (رقم المادة: ۱۷۰۰) ص: ۱۰۳۱، دارالكتب العلميه بيروت)

(۴) جیسا کہ گزشتہ حاشیہ سے معلوم ہوا کہ اگر قاضی کو ظن غالب سے اس کی صداقت پر یقین ہو شہادت کو قبول کرے گا، ورنہ نہیں اور شہادت قبول نہ کرنے کی صورت میں قاضی ان کے درمیان تفریق کرے گا: "وهو الذي فقد شرطا من شرائط الصحة كشهود ... بل يجب على القاضي التفريق بينهما، الخ". (الدرالمختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۱-۱۳۳، سعيد)

(۵) "وما سوى ذلك من الحقوق، يقبل فيها شهادة رجلين، أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالا أو غير مال، مثل النكاح والطلاق والوكالة والوصية ونحو ذلك، الخ". (الهداية، كتاب الشهادة: ۳/۱۵۳-۱۵۴، مكتبه امداديه ملتان)

عورت کا یہ قول کہ ''میں فلاں شخص کے ساتھ رہوں گی'' نکاح نہیں:

سوال: اگر کوئی عورت صرف دو مردوں کے سامنے کہہ دے کہ میں ہمیشہ فلاں مرد کے ساتھ رہوں گی، اگر وہ مرد موجود نہ ہوتو اس طرح نکاح ہوا یا نہیں جب کہ دونوں ایک دوسرے سے نکاح کرنے پر راضی ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ایسا کہنے سے خواہشِ نکاح کا اظہار رہا؛ لیکن نکاح منعقد نہیں ہوا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۶۶)

لفظ ''نکاح'' کے بجائے ''بیع'' کا لفظ کہنے سے نکاح کا حکم:

سوال: اگر نکاح کے وقت لفظ کے بجائے بیچنے وغیرہ کے لفظ کہہ دیا جائے تو ان الفاظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

خرید وفروخت اور بیچنے وغیرہ کے الفاظ جب نکاح کی نیت سے استعمال کئے جائیں تو نکاح بلا اختلاف صحیح ہے۔

قال ابن نجیم: فینعقد النکاح بلفظ الھبة والعطیة والصدقة والملک والتملیک والجعل والبیع والشراء علی الاصح. (البحر الرائق: ۳/ ۸۵، کتاب النکاح)(۲)(فتاویٰ حقانیہ: ۴/ ۲۹۳)

لفظ کنایہ سے ایجاب وقبول کیا تو نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: زید اپنے مکان میں چند اشخاص کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اس اثنا میں ہندہ آئی اور کہا کہ میں نے اپنے نفس کو زید کے لیے بخش دیا، زید کے گواہ نے دریافت کیا کہ مہر کیا ہے؟ ہندہ نے کہا: ایک سو ساڑھے ستائیس روپے، زید نے قبول کرلیا، بعد ازاں ہندہ نے اپنا عقد عمر سے کرلیا۔ یہ عقد ثانی صحیح ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) "وأما رکن النکاح فھو الایجاب والقبول، وذلک بألفاظ مخصوصة، الخ". (بدائع الصنائع، فصل فی رکن النکاح: ۳/ ۱۳۷، دار الکتب العلمیه بیروت)

(۲) قال ابن عابدین: تحت (قوله: وکل ما تملک به الرقاب) کالجعل والبیع والشراء فَإِنَّهُ ینعقد بھا ... ثم قال ھٰذا حاصل مافی الفتح وملخصه أنه لابدفی کنایات النکاح من النّیة مع قرنیة اوتصدیق القابل للموجب وفھم الشھود المراد اعلامھم به. (ردالمحتار: ۳/ ۱۸، کتاب النکاح)

ومثله فی الھندیة: ۱/ ۱۷۲، الباب الثانی فیماینعقدبه النکاح وما لاینعقدبه.

الجواب

یہ لفظ کہ میں نے اپنے نفس کو زید کے لیے بخش دیا، کنایات نکاح میں سے ہے، اس میں نیت نکاح، یا قرینہ کی ضرورت ہے اور صرف ذکر مہر قرینہ نہیں ہے، (کما حقه الکمال، شامی) (۱) اور یہ کہ گواہان کو معلوم ہو کہ یہ نکاح ہے۔ پس اگر یہ امور پائے گئے تو نکاح منعقد ہوگیا، اس صورت میں دوبارہ نکاح ہندہ کا عمر کے ساتھ نہیں ہوا اور اگر بہ نیت نکاح یہ لفظ نہیں تھا اور قرینہ بھی کوئی علاوہ ذکر مہر کے موجود نہیں ہے تو زید سے اس کا نکاح نہیں ہوا، اس صورت میں عمر کے ساتھ نکاح صحیح ہوگیا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸۸/۷-۸۹)

لفظ ہبہ کے ساتھ بالغہ نے جو نکاح کیا، وہ ہوگیا:

سوال: زید نے مثلاً پانچ چھ آدمی مسلمان عاقلین و بالغین کی روبرو وعقد نکاح مثلاً ہندہ عاقلہ بالغہ سے بلفظ ہبہ کرلیا، مثلاً زوجہ ہندہ نے زید کی روبرو بالمشافہ کہا کہ میں نے اپنی ذات تجھ کو بخش دی، زید نے کہا: میں نے تجھ کو قبول کی، بعدہ ہندہ عاقلہ بالغہ کا نکاح ہندہ کے باپ نے زبردستی جبراً دوسرے شخص مثلاً بکر سے کرادیا، صورت مذکورہ میں نکاح اول جو زید سے ہوا، وہ ثابت ہوگا، یا نکاح ثانی بکر کا ثابت ہوگا؟

الجواب

لفظ ہبہ کنایات نکاح میں سے ہے، اگر بہ نیت نکاح یہ لفظ روبرو شاہدین، عاقلین، بالغین کے عورت نے کہا اور مرد نے قبول کرلیا تو نکاح منعقد ہوگیا، (۲) اور جب کہ یہ نکاح کفو سے ہوا، باپ کو اس نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور دوسری جگہ نکاح کرنا صحیح نہیں ہے، پس باپ نے جو جبراً نکاح اس بالغہ کا دوسرے شخص سے کردیا، وہ صحیح نہیں ہوا، نکاح اول صحیح و نافذ ہے۔

درمختار میں ہے:

وهو أی الولی شرط صحة نکاح صبی ومجنون، الخ، لا مکلف، الخ، فنفذ نکاح حرة بالغة بلارضا ولی، انتهٰی ملخصاً. (۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸۶/۷)

---

(۱) وإنما یصح بلفظ تزویج ونکاح لأنهما صریح وماعدا هما کنایة وهو کل لفظ وضع لتملیک عین کاملة، الخ، کهبة وتملیک وصدقة وعطیة، الخ، وکل ماتملک به الرقاب بشرط نیة أو قرینة وفهم الشهود المقصود. (الدر المختار)

هذا ماحققه الفتح رداً علی ما قدمناه عن الزیلعی حیث لم یجعل النیة شرطا عند ذکر المهر، الخ. حاصل الرد: أن المحتار أنه لابد من فهم الشهود المراد. (ردالمحتار کتاب النکاح: ۳۶۹/۲-۳۷۵، ظفیر)

(۲) فینعقد النکاح بلفظ الهبة والعطیة. (البحر الرائق، کتاب النکاح: ۹۱/۳، ظفیر)

(۳) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۰۷/۲، ظفیر

لفظ ''ہبہ'' سے نکاح کے لیے نیت شرط ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کتاب ''احسن المسائل'' میں لکھا ہے کہ نکاح لفظِ ہبہ سے اور لفظ ''تزویج'' سے بھی ہوجاتا ہے، اس تحریر کو پڑھ کر زید نے دو آدمیوں کے سامنے ہندہ کو کہا: **هب لي نفسك** (تم اپنے کو مجھے ہبہ کردو) اس پر ہندہ نے کہا: **وهبت لك نفسي** (میں نے اپنے کو آپ کو ہبہ کیا)؛ مگر اس مکالمے میں زید نے نکاح کی نیت کی اور ہندہ نے نکاح کی نیت نہیں کی اور اب تک زید کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی کرتی ہے تو اس صورت میں نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ ہندہ ایک جوان غیر شادی شدہ عورت ہے اور زید نے ہندہ کو دوسو روپیہ دین مہر کی نیت سے دیا اور دین مہر کہہ کر نہیں دیا اور ہندہ نے اسے لے لیا۔

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

لفظ ''ہبہ'' نکاح کے کنائی الفاظ میں ہے؛ یعنی اگر ان الفاظ کی ادائیگی کے وقت نکاح کی نیت کی ہے تو نکاح منعقد ہوجائے گا، ورنہ نہیں۔ صورتِ مسئولہ میں چوں کہ ہندہ نے ''**وهبت لك نفسي**'' کہتے وقت نکاح کی نیت نہیں کی ہے، لہٰذا قبول صحیح نہیں ہوا اور نکاح منعقد نہیں ہوا، لہٰذا زید وہندہ پر از سرِ نو نکاح کرنا لازم ہے۔

وإنما يصح بلفظ ''تزويج ونكاح''؛ لأنهما صريح، وما عداهما كناية، هو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة، كهبة أي إذا كانت على وجه النكاح، وكل ما تملك به الرقاب بشرط نية أو قرينة، وفهم الشهود المقصود. (الدر المختار مع الشامي: ۱۷/۳، كراتشي: ۷۹/۴، زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۸/۲، ۹۰، دار المعرفة بيروت، النهر الفائق: ۱۷۲/۲، إمدادية، بحوالہ: تعلیقات: فتاویٰ محمودیہ ۲۶۴/۱۰ ڈابھیل)

اور چوں کہ نکاح صحیح نہیں ہوا ہے، لہٰذا زید نے جو دوسو روپیہ مہر کے نام پر دیا ہے، وہ اسے واپس لے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۵/۸/۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

اس ایجاب وقبول سے نکاح ہوگیا:

سوال: دختر کے والد نے نکاح خواں سے کہا ہماری لڑکی کا نکاح کردو۔ نکاح خواں نے اس طرح کردیا: تم نے اے عمر زید کی لڑکی بعوض سو روپے مہر کے قبول کی۔ اس نے کہا: ہاں میں نے قبول کی۔ اس سے نکاح ہوگیا، یا نہیں؟ اور نکاح خواں باپ کی وکیل ہے، یا عورت کا؟

الجوابــــــــــــــ

اس صورت میں ایجاب وقبول مذکور کے ساتھ جب کہ دورو بروشاہدین کے ہوا، نکاح صحیح ہوگیا، نکاح خواں عورت کے باپ کا وکیل ہے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۵/۷)

---

(۱) أمر الأب رجلان أن يزوج صغيرته فزوجها عند رجل وامرأتين والحاصل أن الأب حاضر صح. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح: ۳۷۷/۲، ظفير)

صورت ذیل میں نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: مسماۃ کریماً کے والد زید نے بہ نیت منگنی مسماۃ کریماً نابالغہ ایک مجلس منعقد کی، جس میں عمر نابالغ کا باپ بکر موجود ہے، اس مجلس میں زید وبکر نے اپنی لڑکی ولڑکے کی بابت ایجاب وقبول بہ نیت منگنی خواہ خود، یا بذریعہ وکیل کیا۔ وہ ایجاب وقبول نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر بالفاظ نکاح ایجاب وقبول کیا، مثلاً لڑکی کے باپ نے کہا کہ میں نے اپنی دختر کا نکاح بکر کے پسر سے کیا اور بکر نے اپنے پسر عمر کی طرف سے قبول کیا تو نکاح منعقد ہوگیا اور اگر بلفظ ہبہ وعطا وغیرہ بہ نیت منگنی ایجاب وقبول کیا، مثلاً زید نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکی تیرے پسر عمر کو دی اور بکر نے قبول کیا تو وہ منگنی ہوئی، نکاح نہیں ہوا۔ (کذا فی الدرالمختار)(۱)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۹/۷)

منگنی کے وقت ایجاب وقبول کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے مجلس عام منگنی میں روبرو گواہان کے کہا کہ میں نے اپنے لڑکی عمرو کے لڑکے کو دی اور عمرو نے اوسی وقت ایک ہی مجلس میں کہا کہ میں نے قبول کی اور زید کی لڑکی اور عمرو کا لڑکا دونوں صغیر ہیں۔ اب فرمایئے کہ اس صورت میں زید کی لڑکی کا عمرو کے لڑکے کے ساتھ نکاح منعقد ہوجاوے گا، جیسا کہ مولانا مولوی عبدالحیؒ کے فتاوی میں تصریح ہے کہ اصح روایت پر صورت مذکور میں نکاح ہوجاتا ہے، جس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

استفتاء:

چہ فرمانید علماء دین کثرہم اللہ تعالی درصورت مسئولہ کہ یک شخص جماعت خود را دعوت خطبہ داد ومردمان جماعت بدعوت خطبہ جمع شدند ودر مجلس خطبہ درمیان ولی دختر صغیرہ وولی پسر صغیر ایجاب وقبول بالفاظ دادم وپذیرفتم جاری شد پس بایں ایجاب وقبول کہ بالفاظ مذکورہ در مجلس خطبہ جاری شدہ است دختر منکوحہ پسر شد، یانہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ھو المصوب: درانعقاد نکاح بلفظ دادم وپذیرفتم اختلاف مشائخ حنفیہ ست بعض حکم بانعقاد سازند وبعض نہ ودر کتب معتبرہ قول اول را اصح گفتہ اند ودر یہ دادم وپزیرفتم مجلس نکاح میں استعمال کیا جائے، یا ایسی مجلس میں استعمال کیا

(۱) (وهل أعطيتنيها؟ أن المجلس للنكاح وإن للوعدفوعد. (الدرالمختار)(قوله:أن المجلس للنكاح) أى لانشاء عقده لأنه يفهم منه التحقيق فى الحال، فإذا قال الآخر:أعطيتكها، لوفعلت لزم، وليس للأول أن لا يقبل. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ٣٦٤/٢،ظفير)

جائے، جونہ مجلس خطبہ ہے، نہ مجلس نکاح ہے۔ باقی اگر مجلس خطبہ میں ان کو استعمال کیا گیا تو حسب تصریح درمختار محض وعدہ پر محمول کیا جائے گا۔(۲) واللہ اعلم

۱۸/رمضان ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام:۳/۲۰۶)

ایجاب وقبول سے نکاح:

سوال: رحمت بیوہ برضائے خود روبرو دو گواہوں کے اپنا تن محمود کے ملک کر دیتی ہے، وہ قبول کر لیتا ہے؛ لیکن عام طور پر شہرت مانند نکاح معروف شہرت نہیں ہوئی۔ یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟ اور بعد اس نکاح کے اگر وہ عورت دوسرا نکاح حسب عرف مع شہرت کرالیوے تو وہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ زوج اول کا دعویٰ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ ایجاب وقبول روبرو دو گواہوں کے ہو گیا، نکاح منعقد ہو گیا، اگر چہ شہرت نہ ہو، پس اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح باطل اور حرام ہے۔

درمختار میں ہے:

وإنما يصح بلفظ تزويج ونكاح،الخ، وماوضع لتمليك عين،الخ،في الحال،الخ، كهبة فقليك،الخ، بشرط نية وقرينة وهم الشهود المقصود.(۲)

پس معلوم ہوا کہ تملیک بہ نیت نکاح وفہم شہود وتقرر مہر سے بعد قبول شوہر بموجودگی شاہدین سامعین قولہما (۳) نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۶۹-۷۰)

جب عورت مجلس نکاح میں موجود ہو تو شاہوں کو نام وغیرہ بتلانا ضروری نہیں ہے:

سوال: ایک عورت برقعہ پوش تنہا دو مرد گواہوں کے سامنے کھڑی ہے اور گواہوں کو اس کا مطلق علم نہیں ہے کہ یہ کون ہے اور کہاں رہتی ہے، صرف اتنا معلوم ہے کہ کوئی عورت ہے اس صورت میں۔ مرد ثالث جو عورت مذکورہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے، یہ کہے کہ کیا مجھ سے تجھے نکاح منظور ہے، عورت جواب دیتی ہے، مجھے قبول ہے، یا قبول کیا تو کیا از روئے شرع نکاح ہوگا؟

(۲) صورت سابقہ میں اگر مرد گواہوں سے عورت مذکور کا پتہ بالکل نہ دے تو کس طرح ہے؟

---

(۱) قال في شرح الطحطاوي:لوقال:هل أعطيتنيها؟ فقال:أعطيت،إن كان المجلس للوعد فوعد ،وإن كان للعقد فنكاح". (الدرالمختار مع ردالمحتار ، كتاب النكاح:۳/ ۱۱-۱۲،سعيد)

(۲) الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲ /۲۶۸،ظفير

(۳) وشرط حضورشاهدين حرين اوحرحرتين مكلفين سامعين قولهما معاًعلى الاصح فاهمين انه نكاح على المذهب،الخ.(الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۲۷۳)

(۳) اگر مرد عورت مذکورہ کا پتہ اس طرح جھوٹ بتلائے، مثلاً گواہوں سے کہہ دے کہ یہ عورت اجمیر رہتی ہے اور اجمیر سے آئی ہے اور میں اس سے نکاح کرتا ہوں، حالاں کہ دراصل وہ عورت جودھ پور ہی کی ہے، اس کا جواب بھی لکھیں؟

الجواب

جب عورت سامنے موجود ہے تو شاہدوں کو اس کا نام وغیرہ بتلانا ضروری نہیں، پس ہر سہ صورت میں نکاح صحیح ہوجاتا ہے؛
كما في العالمگيرية (۲/۲):**وإن كانت حاضرة متنقبة ولايعرفها الشهود جاز النكاح وهوالصحيح.** (۱)

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ، ۱۰/رمضان شریف ۱۳۴۵ھ (۲) (امداد الاحکام: ۲۳۸/۳)

مذاق میں ایجاب وقبول سے نکاح ہوتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید مع چندکس بروز عید عمر کے گھر مدعو ہوکر دعوت کھانے گیا، زید نے عمر سے مخاطب ہوکر کہا کہ تم اپنی فلانی لڑکی کو میرے فلاں لڑکے سے نکاح کردو۔ عمر نے کہا: میں نے اپنی فلاں لڑکی تیرے فلاں لڑکے سے نکاح کردی۔ زید نے بطور ولایت لڑکے مذکور کے واسطے قبول کرلی، گواہ موجود تھے۔ یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ بعد از چند سال لڑکی بالغ ہوئی تو عمر نے دوسری جگہ نکاح کردیا اور کہتا ہے کہ میں نے بطور مسخری زید سے ایجاب وقبول کیا تھا اور مسخری سے نکاح نہیں ہوتا، قاضی نے حکم دیا کہ نکاح اول منعقد ہے مگر پھر بھی عمر نے فیصلہ شرعی کو نہ مانا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں پہلا نکاح شرعاً منعقد ہوگیا، (۳) دوسرے شخص سے نکاح اس لڑکی منکوحہ سابقہ کا صحیح نہ ہوگا، (۴) اور عذر عمر کا شرعاً قابل سماعت نہیں ہے۔

---

(۱) **وَإِنْ كَانَتْ حَاضِرَةً مُتَنَقِّبَةً وَلَا يَعْرِفُهَا الشُّهُودُ؛ جَازَ النِّكَاحُ وَهُوَ الصَّحِيحُ وَإِنْ أَرَادَ الِاحْتِيَاطَ يَكْشِفُ وَجْهَهَا حَتَّى يَرَاهَا الشُّهُودُ أَوْ يَذْكُرَ اسْمَهَا وَاسْمَ أَبِيهَا وَجَدِّهَا وَلَوْ كَانَ الشُّهُودُ يَعْرِفُونَهَا وَهِيَ غَائِبَةٌ فَذَكَرَ الزَّوْجُ اسْمَهَا لَا غَيْرُ وَعَرَفَ الشُّهُودُ أَنَّهُ أَرَادَ بِهِ الْمَرْأَةَ الَّتِي يَعْرِفُونَهَا جَازَ النِّكَاحُ، كَذَا فِي مُحِيطِ السَّرْخَسِيِّ.(الفتاویٰ الهندية،الباب الأول في تفسير النكاح شرعاً صفته: ۲٦۸/۱،دارالفكربيروت،انيس)**

(۲) یہاں تک کے کل جوابات حضرت مولانا صاحب مدظلہم نے بھی التزاماً ملاحظہ فرمائے ہیں، اس آگے حضرت والا نے فرصت نہ ہونے کے باعث التزام ترک فرمادیا، صرف استاذی المکرّم جناب مولوی ظفر احمد صاحب التزاماً ملاحظہ کرنے لگے۔ منہ

البتہ کوئی جواب مولانا مدظلہ کی تحقیق کے خلاف نہیں لکھا جاتا؛ بلکہ جو نیا سوال ہو، اس کو زبانی دریافت کر کے لکھا جاتا ہے اور کہیں ملاحظہ کی نوبت آتی ہے تو وہاں تصریحاً اس کو ظاہر کردیا جاتا ہے؛ یعنی حضرت والا دستخط ثبت فرمادیتے ہیں۔

احقر عبدالکریم عفی عنہ، ۱۶/رمضان ۱۳۴۸ھ

نوٹ: مذکورہ حاشیہ کا تعلق مذکورہ مسئلہ سے نہیں ہے؛ بلکہ امداد الاحکام کے فتاویٰ سے متعلق نوٹ ہے۔ انیس

(۳) **وينعقد بإيجاب من أحدهماوقبول من الآخر،الخ، كزوجت نفسي أوبنتي أومؤكلتي،الخ،يقول الآخر: تزوجت أوقبلت لنفسي أولموكلي أولابني أومؤكلتي.**(دیکھئے:**ردالمحتار كتاب النكاح: ۳٦۱/۲،ظفير**)

(۴) **أمانكاح منكوحة الغيرفلم يقل أحد بجوازه أصلاً.(ردالمحتار،باب المحرمات: ٤۸۲/۲،ظفير)**

لقوله عليه الصلاة والسلام: ثلث جدهن جد وهزلهن جد وعد صلى الله عليه وسلم منها النكاح.(۱)
پس دوسرا نکاح کرنے والا اور اس کو جائز سمجھنے والا فاسق ہے اور فیصلہ شرعیہ سے انحراف کرنا بھی فسق اور معصیت ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۷-۲۷)

مذاق میں نکاح کا ایجاب وقبول:

سوال: کوئی شخص کسی عورت سے کہہ دے کہ ''میں نے تجھ سے نکاح کیا'' اور عورت بھی مذاق میں کہہ دے کہ ''میں نے قبول کیا'' اور ایسے ہی خرید وفروخت میں بھی اگر کوئی شخص کسی کوئی چیز مذاق کے طور پر فروخت کردے اور دوسرا بھی مذاق سے قبول کرلے تو کیا یہ بیع منعقد ہوجائے گی، یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر کردیں کہ کون سی چیز مذاق سے واقع ہوجاتی ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

نکاح کا ایجاب وقبول اگر مذاق میں گواہوں کے سامنے کیا جائے تو یہ نکاح منعقد ہوجائے گا، (۳) اگر بیع کا ایجاب وقبول مذاق میں کیا ہے، حقیقۃً بیع کرنا مقصود نہیں تھا اور بائع ومشتری دونوں کو اس کا اعتراف ہے تو اس سے بیع منعقد نہیں ہوگی، (۴) آپ کو جس جس چیز کے متعلق دریافت کرنا مقصود ہو تو اس کو متعین کرکے دریافت کرلیں، تفصیل مطلوب ہو تو ''نورالأنوار'' دیکھ لیں۔(۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۹۱-۴۹۳)

---

(۱) مشكاة المصابيح، باب الخلع والطلاق، ص: ۲۸٤، ظفير

(۲) ''ولايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره''. (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۲۸۰، كتاب النكاح، الباب السادس، القسم السادس المحرمات التى يتعلق بها حق الغير، دارالفكر بيروت، انيس)

(۳) ''ثلاث جدهن جد وهزلهن جد: النكاح، والطلاق، والرجعة. (النكاح) فمن زوج ابنته هازلا، انعقد النكاح وإن لم يقصده''. (فيض القدير: ٦/ ۲۷۸۰ (رقم الحديث: ۳٤٥۱)، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(۴) ''ولم ينعقد (أى البيع) مع الهزل، لعدم الرضاء بحكمه معه''. (الدرالمختار) ''والهازل يتكمل بصيغه العقد مثلا باختياره ورضاه، لكن لايختار ثبوته الحكم ولا يرضاه''. (ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب فى حكم البيع مع الهزل: ٤/ ٥۰۷، سعيد)

(۵) ''والهزل: وهو أن يراد بالشيء ما لم يوضع له، ولا ما صلح له اللفظ استعارة، وهو ضد الجد ... وأنه ينافى اختيار الحكم والرضاء به ولا ينافى الرضاء بالمباشرة... فصا الهزل بمعنى خيار الشرط أبدا فى البيع، لعدم الرضاء بحكم البيع، لا بعدم الرضاء بنفس البيع، ولكن بينهما فرق من حيث أن الهزل يفسد البيع وخيار الشرط لا يفسده. وشرطه: أى شرط الهزل أن يكون صريحا مشروطا باللسان بأن يذكر العاقدان قبل العقد أنهما يهز؛ لأن فى العقد ولا يثبت ذلك بدلالة الحال فقط، الا أنه لم يشترط ذكه فى العقد بخلاف خيار الشرط... فان تواضعا على الهزل بأصل البيع ...ثم جائم او اتفقا على البناء ... يفسد البيع ولايوجب الملك وإن اتصل به القبض... كالبيع بشرط الخيار==

== أبدا... وان اتفقا. على الاعراض... فالبيع صحيح والهزل باطل وإن اتفقا على أنه لم يحضرهما شيء عند البيع ... أو اختلفا فى البناء والاعراض، فالعقد صحيح عند أبى حنيفة رحمه اللّٰه خلافا لهما، فجعل أبو حنيفة رحمه اللّٰه صحة الايجاب أولى ... وهما اعتبرا المواضعة المتقدزه ... وان كان ذلک فى القدر ... فان اتفقا على الاعراض كان الثمن ألفين ... وان اتفقا على أنه لم يحضرهما شيء، أو اختلفا فالهزل باطهل والتسمية صحيخة عنهد، وعندهما العمل بالمواضعة واجب والالف الذى هزلا باطل ... وان اتفقا على البناء على المواضعة، فالثمن ألفان عنده وان كان ذلک فى الجنس ... فالبيع جائز على كل حال من الأحوال الأربعة ... وإن كان فى الذى لا مال فى كالطلاق والعتاق واليمين، فذلک صحيح والهزل باطل بالحديث، وهو قوله عليه السلام: "ثلث جدهن جدو هزلهن جدا: النكاح والطلاق واليمين" وفى بعض الروايات: "النكاح والعتاق واليمين ... وان كان المال فيه تبعا كالنكاح ... فان هزلا بأصله فالعقد لازم والهزل باطل ... وان هزلا فى القدر ... فان اتفقا على الاعراض فالمهر ألفا بالاتفاق ... وان اتفقا على البناء فا المهر ألف بالاتفاق ... وان اتفقا على أنه لم يحضرهما شيء، أو اختلاف، فالنكاح جائز بألف فى رواية محمد عن أبى حنفية، وقيل: بألفين فى رواية أبى يوسف عنه ...وان كان فى الجنس ... فان اتفقا على الاعراض فالمهر ما سميا وان اتفقا على اكلبناء، واتفقا على أنه لم يحضرهما شيء، أو اختلاف، يجب مهر المثل فى الصور الثلث ... وان كان المال فيه مقصودا كالخلع والعتاق على مال والصح عن دم العمد، فان المال مقصود فى كجل واحد من هذه الأمور ... فان هزلا بأصله ... واتفقا على البناء على المواضعة بعد العقد، فالطلاق واقع والمال لازم عندهما ... لأن الهزل لا يؤثر فى الخلع عندهما، ولا يختلف الحال بالبناء أو بالاعراض أو بالاختلاف ... وعنده لا يقع الطلاق بل يتوقف على اختيار المال، سواء هزلا بأصله أو بقدره أو لجنسه ... وان أعرضا: أى الزوجان عن المواضعة ... وقع الطلاق، ووجب المال اجماعا ... وان اختلفا فالقول لمدعى الاعراض، وان سكتا فهو لازم اجماعا ... وان كان ذلک فى القدر ... فان اتفقا على البناء ... فعندهما الطلاق واقع والمال لازم كله، لما مرأن الهزل لا يؤثر فى الخلع عندهما وان كان مؤثر فى المال ... وعنده يجب أن يتعلق الطلاق باختيارها ... وان اتفقا على أنه لم يحضرهما شيء وقع الطلاق، ووجب المال اتفاقا ... وان كان فى الجنس يجب المسى عندهما بكل حال ... وعنده: ان اتفقا على الاعراض، وجب المسمى، لبطلان الهزل بالاعراض. وان اتفقا على البناء، توقف الطلاق على قبولها المسمى؛ لأنه هو الشرط فى العقد. وان اتفقا على أنه لم يحضرهما شيء، وجب المسمى ووقع الطلاق، لرجحان جانب الجحد. وان أختلفا، فالقول لمدعى الاعراض، لكونه هو الأصل وهذا كله فى الانشاء ات، وان كان ذلک: أى الهزل فى الاقرار بما يحتمل الفسخ كالبيع ... وبنما لا يحتمله كالنكاح والطلاق ... فالهزل يبطله ... والهزل فى الردة كفرٌ، آه". (نورالأنور: ۱/ ۳۰۲، ۳۰۸، فصل فى بيان الأهلية، بحث تعريف الهزل والجد، سعيد)

☆ مذاق میں ایجاب وقبول:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محمد زید نے دوگواہوں کی موجودگی میں آسیہ خانم سے کہا کہ میں محمد زید بن عقیل احمد نے آسیہ خانم ولد ریاضت علی مرحوم خانم کو اپنے نکاح میں قبول کیا، اس پر آسیہ خانم نے کہا: میں نے قبول کیا، میں نے قبول کیا، میں نے قبول کیا؛ زید آسیہ اور دونوں گواہ سب بالغ ہیں اور ایک مجلس میں ہی ایجاب وقبول ہوا ہے؛ ==

مذاق میں لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ”میں شادی کرنا چاہتا ہوں“:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک بالغ لڑکی ایک لڑکا (جس کی عمر پندرہ سال ہے) اس کا ہاتھ پکڑ کر کہتی ہے کہ میں اس کے ساتھ شادی کروں گی، ایک تیسرا شخص لڑکی سے معلوم کرتا ہے کہ کیا تو واقعی اس سے شادی کرنا چاہتی ہے؟ وہ کہتی ہے کہ ”اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں“، دوسری طرف جب لڑکے سے معلوم کیا جاتا ہے کہ کیا تجھ کو یہ لڑکی قبول ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہاں! میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور مجھ کو یہ لڑکی قبول ہے۔ ان دونوں کے اس بیان کو ایجاب وقبول مان کر تیسرا شخص یہ کہتا ہے کہ تمہارا نکاح ہو گیا، تو کیا واقعی یہ نکاح ہو گیا؟ جب کہ اس وقت ایک بالغ مرد اور دو بالغ عورتیں موجود تھیں اور لڑکے سے بار بار قبول کرنے کی تکرار ہوئی، بعد کو لڑکی یہ کہتی ہے کہ یہ سب مزاق میں کہہ رہی تھی؟

== مگر لڑکی کہتی ہے کہ وہ میں نے مذاق میں کہا تھا تو کیا نکاح منعقد ہو گیا؟ اور اب طلاق دیئے بغیر لڑکی دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی؟ لڑکی پٹھان برادری کی ہے اور لڑکا شیخ عثمانی برادری کا ہے۔

(المستفتی: محمد زید چندوسی، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں محمد زید (شیخ عثمانی) نے دو بالغ مسلمان گواہوں کی موجودگی میں آسیہ خانم بنت ریاضت علی مرحوم (پٹھان) کے ساتھ مذاق میں ایجاب وقبول کیا ہے اور دونوں ہم کفو بھی ہیں تو ایسی صورت میں مذاق میں کیا ہوا نکاح صحیح اور درست ہو گیا، لہٰذا طلاق دیئے بغیر لڑکی دوسری جگہ اپنا نکاح نہیں کر سکتی۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ میرٹھ: ۷۵/۱۶)

عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم، قال ثلث جدهن جد، وهزلهن جد: النكاح، والطلاق، والرجعة. (سنن الترمذي، كتاب الطلاق، باب ما جاء في الجد والهزل في الطلاق: ۲۲۵/۱، رقم: ۱۱۸٤)

قال أبوحنيفة: في نكاح اللعب والهزل أنه جائز كما يجوز نكاح الجد. (إعلاء السنن، مطبع عباس احمد الباز، مكة المكرمة: ۱۵۲/۱۱، كوئٹه: ۱۳۳/۱۱)

حقيقة الرضا غير مشروطة في النكاح لصحته مع الإكراه والهزل. (شامي، زكريا: ۸٦/٤، كراتشي: ۲۱/۳)

وفي الظهيرية: الأصل أن النكاح يصح مع الهزل. (الفتاوى التاتارخانية، زكريا ديوبند: ۱۵۸/٤، رقم: ۵۹۱۵، الأشباه والنظائر، القاعده الأولى، قديم: ٤۲، الموسوعة الفقهية الكويتية: ۲۸۰/٤۲)

الحرة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل هو كفء لها بكراً كانت أو ثيباً نفذ النكاح في ظاهر رواية أبي حنيفة، إلا أن الزوج إذا لم يكن كفء فللأولياء حق الاعتراض. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۱۰۰/٤، رقم: ۵٦٤٤)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي ... والاعتراض في غير الكفء أي في تزويجها نفسها من غير كفء. (الدرالمختار مع الشامي، زكريا: ۱۵٤/٤-۱۵۵، كراتشي: ۵۵/۳-۵٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۴؍ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۵۶/۳۹) (فتاویٰ قاسمیہ: ۸۵/۱۳)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورتِ مسئولہ میں لڑکی کا یہ کہنا کہ: ''میں شادی کرنا چاہتی ہوں، یا شادی کروں گی'' ایجاب نہیں ہے؛ بلکہ محض رضامندی کا اظہار ہے، اسی طرح لڑکے کا یہ کہنا کہ ''میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں، یا مجھ کو یہ لڑکی قبول ہے''، یہ محض وعدہ اور تمنا کا اظہار ہے، اسے قبول نہیں کیا جا سکتا؛ کیوں کہ یہ مجلس بظاہر عقد نکاح کے لیے منعقد نہیں کی گئی ہے اور الفاظ بھی فی الحال انعقاد پر دال نہیں ہیں۔

وإنما يصح بلفظ تزويج ونكاح؛ لأنهما صريح، وما عداهما كناية، وهو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة في الحال. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب النكاح: ٧٨/٤-٧٩، زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية: ٢٧٠/١)

وكذا: أنا متزوجك أو جئتك خاطباً، لعدم جريان المساومة في النكاح، أو هل أعطيتنيها؟ أن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد. (كذا في الدر المختار مع الشامي: ٧٢/٤-٧٣، زكريا، ١٢/٣، كراتشي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۱۱/۱۴۱۵ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

نشہ میں انعقادِ نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حالتِ نشہ میں انعقاد نکاح ہوتا ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شراب پی کر اگر نشہ آیا ہے تو اس حالت میں نکاح کا انعقاد صحیح ہے، البتہ اگر دوا وغیرہ پینے سے نشہ آ گیا تو اس حالت میں نکاح صحیح نہ ہوگا۔

قال في التاتارخانية: نكاح المكره والسكران صحيح. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ١٠/٣)

إن كان سكره بطريق محرم لا يبطل تكليفه، فتلزمه الأحكام وتصح عباراته من الطلاق والعتاق والبيع والإقرار وتزويج الصغار من كفء. (شامي: ٢٣٩/٣، كراتشي)

أو بمباح كما إذا سكر من ورق الرمان؛ فإنه لا يقع طلاقه ولا عتاقه. (ردالمحتار: ٢٤٠/٣، كراتشي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۴/۱۴۱۴ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

خود نکاح کیا؛ مگر کہتا ہے کہ نشہ میں تھا تو کیا حکم ہے:

سوال: بکر نے ہندہ سے اپنی رضامندی سے نکاح کیا، بکر کی عمر ۲۰ سال اور ہندہ ۱۲/سال کی ہے، تین روز بعد

بہن بہنوئی کے بہکانے سے نکاح کا یکدم انکار کر کے کہتا ہے کہ ہم نشہ میں تھے، لوگوں نے ہم کو بہکا کر نشہ میں اقرار کرالیا ہوگا جس کی ہمیں خبر نہیں، حالاں کہ یہ غلط ہے۔ اب نہ وہ ہندہ کو گھر لے جاتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے، نہ نفقہ دیتا ہے، لہٰذا اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

نابالغہ کے ولی کی وساطت سے اگر بحالت صحت وعقل وہوش شوہر دو گواہوں کے سامنے جنہوں نے ایجاب وقبول کو سنا ہو، نکاح ہوا ہے تو نکاح صحیح ہوگیا، (۱) انکار شوہر کا معتبر نہیں ہے اور بدون طلاق، یا وفات شوہر کے اور کوئی صورت علیحدہ گی کی نہیں ہے، نفقہ عورت کا شوہر کے ذمہ واجب ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹۶/۷-۹۷)

نیم بے ہوشی کی حالت میں کیا ہوا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) میں نے اپنی بیٹی زینب بی بی کا نکاح غلام محمد ابن یعقوب خاں عرف کالوخاں کے ساتھ بتاریخ ۷/رجب المرجب ۱۴۲۹ھ کو شرعی وکیل وگواہوں اور ہمارے گھر والے اور دولہا کے گھر سے بہنوئی اور ان کے بھانجے بالغ اور دیگر حاضرینِ مجلس مردوں اور عورتوں کے سامنے بخیریت مکمل کر دیا تھا، جس میں دولہا نے کہا: ''میں نے اپنے نکاح میں قبول کیا''، بعد ازاں لڑکی کو دولہا کے ساتھ اس کے گھر بھیج دیا تھا، اس کے بعد دولہا کے بہنوئی سلیم خاں اور دولہا کے ساتھ شاید کسی لین دین میں، یا کسی دیگر گھریلو مسئلہ میں تنازعہ پیش آیا، لہٰذا سلیم خاں نے کہا'' آپ کا نکاح نہیں ہوا؛ کیوں کہ غلام محمد نشہ میں تھا'' غلام محمد سے پوچھنے پر معلوم ہوا میں ہوش میں تھا اور میں نے ہوش میں نکاح قبول کیا ہے تو سوال یہ ہے کہ اگر زوج نشہ کی حالت میں بھی ہو اور وہ کہے کہ میں نے نکاح قبول کیا ہے تو یہ نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟

(۲) اگر نشہ کی حالت کو سلیم نے اِرادۃً چھپایا ہو اور لڑکی والوں کو آگاہ نہ کیا ہو اور چشم پوشی کی ہو تو نشہ کی حالت میں ہوش مکمل سلامت ہو تو کیا یہ نکاح درست ہوگا، یا دوبارہ نکاح کی رسم ادا کرنی ہوگی؟

(۳) اس سالے بہنوئی میں آپسی لین دین کے معاملہ میں بہت زیادہ فون پر تو تو میں میں ہوتی تھی اور بیرونی ملک سے واپس آنے پر دونوں میں تنازعہ بھڑک اٹھا۔

(۴) غلام محمد اور زینت دونوں ایک ماہ ساتھ بھی رہے ہیں، فی الحال سمندری جہاز پر نوکری ہونے کی وجہ سے دو ماہ بعد آنے کا اندیشہ ہے۔ آپ حضرات اس بارے میں شرعی فیصلہ تحریر فرمائیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب وبالله التوفيق

(۱) مسئولہ صورت میں جب کہ غلام محمد خود اس بات کا دعویٰ کر رہا ہے کہ اس نے بحالتِ ہوش وحواس نکاح

(۱) ولاينعقدنكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين، الخ. (الهداية، كتاب النكاح: ۲۸٦/۲، ظفير)

قبول کیا ہے اور قاضی کے ایجاب پر اُس کا صحیح طرح قبول کرنا اُس کے لیے مؤید بھی ہے، لہٰذا یہ نکاح یقیناً منعقد ہو گیا، کسی دوسرے شخص کی طرف سے اسے بلا دلیل مدہوش قرار دینے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(۲) اور ایسا معمولی نشہ جس سے آدمی کے ہوش وحواس مختل نہ ہوں، وہ نکاح کے لیے مانع نہیں ہیں، لہٰذا دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔

(۳) سالے بہنوئی کو اس معاملہ میں بلاوجہ تنازع نہ کرنا چاہیے۔

(۴) مسئولہ صورت میں غلام محمد اور زینب کا ایک ساتھ رہنا بلاشبہ درست ہے۔

وينعقد متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدرالمختار مع الشامي: ٦٨/٤-٦٩، زكريا، الفتاویٰ الهندية: ٢٦٧/١، مجمع الأنهر: ٣١٧/١)

امرأة، قالت لرجل: زوجت نفسي منک، فقال الرجل: بخداوند گارے پزیر فتم، يصح النكاح. (الفتاویٰ التاتارخانية: ٢٨٥/٢، كراتشي)

والسكران من لا يفرق بين الرجل والمرأة والسماء والأرض، وقالا: من يختلط كلامه غالباً فلو نصفه مستقيما، فليس بسكران. (الدرالمختار مع الشامي: ٧٤/٦ زكريا، الفتاویٰ الهندية: ١٥٩/٢)

قال الله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ (الأنفال: ٤٦)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاتحاسدوا ولاتباغضوا ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخوانا. (صحيح البخاري: ٨٩٦/٢، مشكاة المصابيح ٤٢٧)

وأما أحكامه: فحل استمتاع كل منهما بالآخر على الوجه الماذون فيه شرعاً، كذا في فتح القدير. (الفتاویٰ الهندية: ٢٧٠/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۷/۱۴۳۰ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/)

جھوٹ بول کر لڑکی کسی کے نام کرنے سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے زید کی بیٹی زید سے نکاح پر مانگی، زید نے اسے کہا کہ میں نے اسے بکر کے بھائی کو دی ہے، بلکہ ایک دفعہ کہا تھا کہ میں نے بکر کے بھائی کو دی ہے، پھر ایک دفعہ زید نے ہمیں کہا کہ میں نے بیٹی بکر کے بھائی کو نہیں دی ہے؛ بلکہ دراصل میں آپ سے چھپاتا تھا؛ اس لیے اب اگر آپ مانگتے ہیں تو میں دینے کو تیار ہوں۔ کیا اس اقرار کے بعد یہ لڑکی ہمارے لڑکے کے لیے جائز ہوگی کہ پہلے بکر کے بھائی کو دی ہو؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبد اللہ مسلم دوست شموزی مردان، ۱۲/رمضان ۱۴۱۵ھ)

الجواب

اس صورت میں زید کے یہ الفاظ ایجاب نہیں ہیں؛ بلکہ جھوٹ ہے، آپ کے لڑکے کے لیے جائز ہوگی۔(۱)

وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۵۹/۴)

لڑکی سے کہا کہ تم نے فلاں کی زوجیت اتنے مہر میں قبول کی، پھر یہی لڑکے سے کہا اور دونوں نے قبول کرلیا:

سوال: زید بالغ وہندہ بالغہ کا عقد ہو رہا ہے، بایں صورت کہ ہندہ مکان خالص میں بیٹھی ہوئی تھی اور زید دہلیز میں، عمرو مکان خاص میں جاکر ہندہ کو کہا کہ تم نے پچاس روپے مہر میں زید کی زوجیت کو قبول کیا، ہندہ نے کہا: قبول کیا، اس وقت مکان خاص میں ہندہ کے پاس علاوہ عمرو کے اور بھی صرف دو عورتیں بالغہ تھیں، پھر عمر دہلیز پر آکر زید کو کہا کہ تم نے ۵۰ روپے مہر میں ہندہ کو قبول کیا، زید نے کہا قبول کیا، اس وقت بہت لوگ زید کے پاس قابل شہادت فی النکاح ماحضر تھے۔ اب اس صورت میں جواز نکاح کی کیا صورت ہے؟ اگر نکاح صحیح ہوگیا تو یہ اقرار بالنکاح کی صورت ہوگی، یا توکیل فی النکاح کی، یا غیر ازیں؟ اور اگر اقرار بالنکاح کی صورت ہے تو عمر مع ان دو اجنبی عورتوں کے جو مکان خاص میں تھیں، ہندہ کے اقرار بالنکاح کے شاہدین بن سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔ فقط

الجواب

اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا؛ کیوں کہ عمرو کا ہندہ سے یہ کہنا کہ تم نے پچاس روپے، الخ، توکیل پر محمول ہے؛ یعنی میں نے عمر کو اپنے نکاح کا وکیل بنادیا اور اجازت زید سے نکاح کرنے کی دے دی، پھر جس وقت عمر نے زید سے ایجاب وقبول نکاح کیا بحضور شہود، اس وقت نکاح منعقد ہوگیا، پس عمر کا یہ قول زید سے کہ تم نے ۵۰/ روپے میں ہندہ کو قبول کیا، ایجاب ہے اور زید کا یہ کہنا کہ میں نے قبول کیا قبول ہے، لہٰذا اگر ہندہ معروفہ ہے، مجہولہ نہیں ہے، یا اس کے باپ کا نام لیا گیا ہے تو نکاح منعقد ہوگیا۔

درمختار میں ہے: ''**وینعقد ملتبساً بایجاب من احدھما وقبول من الآخر**''. (۲)

اور ظاہر ہے کہ وکیل زوجہ کا احدہما میں داخل ہے اور قائم مقام ہے زوجہ کا اس کا نکاح کرنے میں۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۰/۷-۸۱)

---

(۱) یدل علیہ ما قال الشیخ طاھر بن عبد الرشید: رجل خطب بنتا صغیرة لرجل منہ لأجل ابنہ الصغیر، وقال أبو البنت: زوجتھا من فلان قبل ھٰذا، قال الملا علی قاری: (قولہ فاظفر بذات الدین) أی فز بنکاحھا قال القاضی رحمہ اللّٰہ من عادة الناس أن یرغبوا فی النساء ویختاروھا لاحدی أربع خصال عدھا (المال، والحسب، والجمال، والدین) واللائق بذوی المروات وأرباب الدیانات أن یکون الدین من مطمح نظرھم فیما یأتون ویذرون لا سیما فیما یدوم أمرہ ویعظم خطرہ. (مرقاة المفاتیح شرح المشکاة: ۱۸۸/۶، کتاب النکاح الفصل الاول)

(۲) الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳٦۱/۲، ظفیر

اس ایجاب وقبول سے نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: ایجاب وقبول میں صراحۃً لفظ نکاح نہیں کیا؛ بلکہ کنایہ بایں طور کہ عورت نے کہا: میں نے جان، عزت اورحرمت تیرے سپرد کیا، مرد نے کہا: میں نے قبول کیا، اس وقت صرف عورت کا باپ اوراس کا بالغ لڑکا موجود تھا اور کوئی نہ تھا۔ نکاح ہوا، یا نہیں؟ یہ زنا تو نہیں ہے؟

الجواب

اگر یہ الفاظ نکاح کے ارادہ سے کہے گئے تو نکاح منعقد ہو گیا۔

قال فی الدر المختار: (وما) عدا هما كناية، وهو كل لفظ (وضع لتمليك العين)، الخ، كهبة وتمليك وصدقة وعطية، الخ، بشرط نية أو قرينة، الخ.

وفيه أيضاً: وشرط حضور شاهدين، الخ، ولو فاسقين، الخ، أو ابني الزوجين.

وفي الشامي: وليس هذا خاصا بالإبنين. (۱)

نکاح مذکور اگر چہ قاضی کے یہاں ثابت نہیں ہوتا ہے؛ لیکن عند اللہ نکاح صحیح ہے اور مقاربت اور مجامعت درست ہے اور یہ زنا کے حکم میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸۳/۷)

مندرجہ ایجاب وقبول سے نکاح ہوتا ہے، یا نہیں:

سوال: نکاح خواں نے ہندہ کا نکاح اس کی اجازت سے بولایت اس کے ماموں کے عمر کے ساتھ بایں طور پڑھا: اے عمر! تم نے مسماۃ باگھری دختر فلاں کو بعوض سو روپے مہر کے قبول کیا۔ عمر نے کہا: ہاں! قبول کیا۔ ایسے ایجاب وقبول سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایجاب وقبول بطریق مذکور سے نکاح ہو جاتا ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ لڑکی کے باپ کا نام لیا جائے، یا یہ کہ گواہوں کو اس کا حال معلوم ہو اور وہ اس لڑکی کو جانتے ہوں کہ فلاں شخص کی بیٹی ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸۶/۷-۸۷)

ایجاب ہوا، قبول نہ پایا گیا تو نکاح نہ ہوا:

سوال: طائفہ اہل اسلام کی ایک مجلس بغرض نکاح منعقدہ ہوئی، مجلس حاضرہ میں لڑکی کے والدہ نے نکاح خواں

(۱) دیکھئے: رد المحتار، کتاب النکاح: ۳۶۸/۲، ظفیر صدیقی

(۲) **(وينعقد) متلبساً (بإيجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر (وضعا للمضى) لأن الماضى أدل على التحقيق (كزوجت) نفسي أوبنتي أومؤكلتي منك (و)يقول الآخر: (تزوجت). (الدر المختار على هامش ردالمحتار: ٣٦١/٢)**

لو كانت غائبة وزوجها وكيلها فإن عرفها الشهود وعلموا أنها أرادها كفى ذكر اسمها وإلا لابد من ذكر الأب و الجد أيضاً. (ردالمحتار: ٣٦٧/٢، ظفير)

کے اشارہ پر ایجاب کیا، پھر لڑکے کو جو عاقل بالغ اور مجلس میں موجود تھا، قبول کے لیے کہا گیا تو اس نے اور اس کے والد نے قبول سے سکوت کیا تو منعقد ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

در مختار میں ہے:

"وینعقد متلبساً بایجاب من أحدهما وقبول من الآخر، الخ، فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مهرا، الخ، (قوله: فلا ینعقد) تفریع علی ما تقدم من انعقاد بلفظین". (۱)

پس معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۸۷/۷)

ایجاب کے وقت ذہن موقع پر حاضر نہ ہو اور قبول کے وقت حاضر ہو تو کیا نکاح درست ہوگا:

سوال: ایک طالب علم دین کا نکاح بطریق مسنون ایجاب وقبول دو گواہوں کی موجودگی میں ہوا، نکاح ہو جانے کے دو تین روز بعد اس طالب علم نے یہ کہا کہ جب میرا نکاح خطبۂ مسنونہ کے ساتھ شروع ہوا تو فوراً میرے پورے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی، جس کی وجہ سے میرا ذہن موقع پر حاضر نہ رہا اور جب وکیل نے لڑکی اور اس کا اور اس کے باپ کا نام لیا تو مجھے کچھ پتہ نہیں۔ ہاں! جب وکیل نے کہا کہ قبول کیا تو میں نے حضورِ ذہن کے ساتھ کہا کہ میں نے قبول کیا تو کیا اس صورت میں (جب کہ لڑکی اور اس کے باپ کا نام پہلے معہود فی الذہن ہے) نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

خطبۂ نکاح کے وقت اگر حواس درست نہ رہیں اور پہلے سے تمام باتیں طے ہیں اور قبول کرتے وقت بھی حواس درست ہو گئے اور سمجھ کر قبول کی نوبت آئی ہے، خود قبول کیا ہو یا وکیل نے کیا ہو تو نکاح درست ہو گیا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمد غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۴۰۹/۶/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۴/۱۰)

---

(۱) دیکھئے: **ردالمحتار کتاب النکاح: ۳٦۱/۲. ظفیر**

(۲) اگر اس وقت اس کی حالت اس طرح تھی کہ نکاح کو سمجھ رہا تھا تو نکاح صحیح ہوا اور اگر نکاح کو سمجھ نہیں آ رہا تھا تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا ہے:

"وأما الذی یجن ویفیق فحکمه کممیز، نهایة ... ومن عقد عقدا یدور بین نفع وضرر کما سیجیء فی المأذن منهم من هؤلاء المحجورین وهو یعقله ... أجاز ولیه أو رد، وان لم یعقله، فباطل". (الدرالمختار)

"أقول: والذی یحل عقدة الاشکال ما قدمناه عن ابن المکال، فانه ان أرید بالمغلوب من غلب علی عقله: أی الذی لا یعقل أصلا، فیراد بالذی یجن ویفیق ناقص العقل وهو المعتوه ... والمعتوه فی تصرفاته کممیز ... وان أرید به من لا یفیق من جنونه الکامل أو الناقص، فیحترز به عمن یفیق أحیانا: أی یزل عنه ما به بالکلیة، وهذا کالعاقل البالغ فی تلک الحالة". (ردالمحتار، کتاب الحجر: ۱٤٤/٦-۱٤٦، سعید)

"وأما رکن النکاح فهو الایجاب والقبول، وذلک بألفاظ مخصوصة، الخ". (بدائع الصنائع، فصل فی رکن النکاح: ۳۱۷/۳، دار الکتب العلمیه بیروت)

لڑکی کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہوا اور باپ کا نام نہیں لیا گیا تو کیا حکم ہے:

سوال: دولہا و دلہن کی طرف سے لوگوں نے حاضر ہوکر دلہن سے کہا کہ بعوض دوسو روپے مہر زید کو قبول کیا، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا، حالاں کہ وکیل نے دولہا کے باپ کا نام نہیں لیا۔ اس صورت میں نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

دولہا اگر حاضر مجلس نکاح ہے اور اس نے خود قبول کیا ہے تو اس کے باپ کا نام معلوم ہونے کی ضرورت نہیں ہے، (۱) اور اگر مجلس نکاح میں موجود نہ ہو؛ لیکن گواہ وغیرہ اور دلہن اس کو جانتی ہو، تب بھی نکاح صحیح ہو گیا۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۰/۷-۱۱۱)

صورت مسئولہ میں نکاح باپ سے ہوا، یا بیٹے سے:

سوال: زید کا نکاح بعمر ساڑھے تین سال مسماۃ ہندہ سے جس کی عمر گیارہ سال کی تھی ہوا، جس کو تخمیناً عرصہ آٹھ سال کا ہوا، چوں کہ زید بچہ تھا، جب نکاح کے وقت جلسہ میں لایا گیا تو وہ رونے لگا، قاضی صاحب نے اس کے باپ بکر سے کہا کہ تم الفاظ ایجاب وقبول اپنی زبان سے ادا کردو، یہ تو صرف ضابطہ پُری ہے، جب یہ دونوں زید و ہندہ بالغ ہوں گے تو ان کا نکاح اس وقت ہوگا۔ پس قاضی صاحب نے حسب قاعدہ خطبہ پڑھنے کے بعد بکر سے کہا کہ مسماۃ فلاں بیٹی فلاں کو اس قدر زرمہر پر میں نے تیرے عقد نکاح میں دیا تو نے اس کو قبول کیا؟ بکر نے اس کے جواب میں صرف یہ لفظ کہ میں نے قبول کیا، تین بار ادا کئے، اس صورت میں مسماۃ ہندہ کا نکاح کس کے ساتھ ہوا؟

الجواب

اس صورت میں حسب تصریحات فقہاء نکاح ہندہ کے بکر کے ساتھ منعقد ہوگیا، زید کے ساتھ منعقد نہیں ہوا، قاضی نکاح خواں اگر یہ کہتا کہ میں نے ولی ہندہ کی طرف سے وکیل ہوکر ہندہ کا نکاح تیرے بیٹے زید سے کیا، اس پر بکر یہ کہتا کہ میں نے اپنے بیٹے زید کے لیے قبول کیا تو نکاح زید سے ہوجاتا، برخلاف اس صورت کے جو واقع ہے، اس میں نکاح ہندہ کا بکر کے ساتھ ہوگیا۔

قال في الشامي: ونظير هذا ما في البحر عن الظهيرية لو قال أبو الصغيرة لأبي الصغير: زوجت ابنتي ولم يزع عليه شيئاً، فقال أبو الصغير: قبلت، يقع النكاح للأب هو الصحيح، ويجب أن

---

(۱) ينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر، الخ، كزوجت نفسي، الخ، ويقول الآخر: تزوجت. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳٦١/٢، ظفير)

(۲) إن كانت غائبة ولم يسمعوا كلامها بأن عقد وكيلها فإن كان الشهود يعرفونها كفى ذكر اسمها إذا علموا أنه أرادها. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۷٤/٢، ظفير)

يحتاط فيه فيقول: قبلت لابنی، آه، وقال فی الفتح بعد أن ذكر المسئلة بالفارسية: يجوز النكاح على الأب وإن جرى بينهما مقدمات النكاح للابن هو المختار، لأن الأب إضافه إلى نفسه.(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۱۱۴-۱۱۵)

باپ نے بیٹے کی بجائے اپنے لیے قبول کرلیا تو کیا حکم ہے:

سوال: بکر نے اپنے بیٹے زید کا نکاح بعمر ساڑھے تین سال مسماۃ ہندہ کے ساتھ جس کی عمر گیارہ سال کی تھی کیا، جس کو عرصہ تخمیناً آٹھ سال کا ہوتا ہے، چوں کہ زید بچہ تھا جب نکاح کے وقت جلسہ میں لایا گیا تو رونے لگا۔ قاضی صاحب نے بکر سے کہا کہ تم اس کی طرف سے ایجاب وقبول کردو، پس قاضی صاحب نے بعد پڑھنے خطبے کے بکر سے کہا کہ مسماۃ فلاں بیٹی فلاں کو اس قدر زر مہر کے عوض میں نے تیرے عقد نکاح میں دیا۔ بکر نے اس کے جواب میں صرف یہ الفاظ ''میں نے قبول کیا'' کہے۔ تین مرتبہ ایسے ہی قاضی صاحب نے کہا اور بکر نے یہی جواب دیا۔ پس اس صورت میں مسماۃ ہندہ کا نکاح زید سے جائز ہوا یا نہیں، اور جائز ہوا تو کس کے ساتھ؟ نیز یہ کہ عمر اب دس سال کی ہے؛ لیکن پستہ قد اور منحنی ہونے کی وجہ سے چھ سال کا معلوم ہوتا ہے، ہندہ کی عمر اٹھارہ سال کی ہے، چوں کہ زمانہ نازک ہے؛ اس لیے گو اس کی نگرانی کافی طور پر کی جاتی ہے؛ لیکن اندیشہ ہے، لہٰذا اس کا دوسرا نکاح ہونا ضروری خیال کیا جاتا ہے؛ اس لیے گزارش ہے کہ بمقابلہ شخص غیر زید کے والد بکر سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ نکاح زید کے ساتھ اس وجہ سے منعقد ہوا کہ ایجاب وقبول میں اس کا نام ہی نہیں لیا گیا اور اس کی طرف نسبت نہیں کی گئی، الفاظ کا مقتضی یہ ہے کہ زید کے باپ بکر کے ساتھ یہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے؛(۲) لیکن سوال میں یہ تصریح نہیں کہ قاضی صاحب نے ایجاب کے جو الفاظ کہے ہیں، ان کی اجازت ہندہ کے کسی ولی جائز سے حاصل کی تھی، یا نہیں؟ اگر اس کے ولی جائز کی اجازت سے یہ الفاظ کہے ہوں تو بکر کے ساتھ یہ نکاح ہندہ کا منعقد ہوگیا،(۳) اور بلا اجازت استعمال کئے ہیں تو یہ نکاح فضولی ہوا، جو ولی کی اجازت پر موقوف تھا، اگر ولی نے اجازت دی ہو تو جائز، ورنہ باطل ہے،(۴) ہاں از سر نو بکر کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہوسکتا ہے؛(۵) کیوں کہ اس کے بیٹے زید کے ساتھ بہر حال نکاح منعقد نہیں ہوا ہے۔(۶) واللہ اعلم (کفایۃ المفتی: ۵/۱۰۲)

---

(۱) ردالمحتار للشامی، کتاب النکاح: ۲/۳۷۸، تحت قوله ولو له بنتان، ظفير

(۲) لو قال أبو الصغير لأبي الصغير: زوجت ابنتی ولم يزد شيئًا فقال أبو الصغير: قبلت، يقع النكاح للأب هو الصحيح ويجب أن يحتاط فيه فيقول: قبلت لابنی، وقال فی الفتح: ... يجوز النكاح على الأب وان حدى بينهما مقدمات النكاح للابن هو المختار لأن الاب اضاف الى نفسه ... قلت وبه يعلم بالاولىٰ حكم ما يكثر وقوعه حيث يقول: زوج ابنتک لابنی فيقول له: زوجتک، فيقول الأول قبلت فيقع العقد للأب. (ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳/۲۶، سعید) ==

قاضی نے باپ کی موجودگی میں نابالغ سے ایجاب وقبول کرایا تو نکاح ہوگیا:

سوال: زید نابالغ کا نکاح ہندہ نابالغہ سے ہوا تھا، مجلس نکاح میں زید کا باپ موجود تھا؛ مگر قاضی نے زید ہی سے ایجاب وقبول کرایا، اس کے باپ سے نہیں کروایا تھا تو یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۰۲، حکیم نظام الدین ضلع ہزاری باغ، ۵؍شعبان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۰؍نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر ایجاب وقبول نابالغ لڑکے نے باپ کی موجودگی میں باپ کی رضامندی سے کیا تو معتبر ہے اور نکاح منعقد ہوگیا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۱۰۵/۵)

قاضی نابالغ لڑکے اور لڑکی کا ایجاب وقبول کرالے اور ولی حاضر نہ ہو تو نکاح منعقد ہو جائے گا، یا نہیں:

سوال: اگر ولی صریحاً نہ اجازت دے نہ وقت نکاح کے حاضر رہے، خصوصاً لڑکی کا ولی؛ مگر اور سامان دونوں طرف کے ولی سب کریں، مثلاً نسبت ٹھیک کرنا، فروش، چھوہارہ وغیرہ، لوگوں کا بلانا اور اسی قیاس کے تمام کام کریں؛ لیکن قاضی صرف نابالغ لڑکی ولڑکے سے ایجاب وقبول کراوے تو ایسی صورت میں نکاح ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب

اگر نکاح قاضی کو لڑکی کے یا لڑکے کے ولی نے بلایا ہے کہ تم آ کر میری لڑکی، یا لڑکے کا نکاح کردو، تب تو اس کی طرف سے قاضی وکیل صرف دوسرے ولی کی طرف سے اجازت کی ضرورت رہی، اگر دوسرے ولی نے عقد کے بعد اجازت صراحۃ دے دی، یا کوئی فعل ایسا کیا، جو اجازت پر دلالت کرے، مثلاً لڑکی کے ولی نے جہیز وغیرہ دیا اور لڑکے کے ولی نے جہیز پر قبضہ کیا تو اب دوسرے کی طرف سے بھی اجازت پائی گئی اور نکاح صحیح ہوگیا اور جو افعال سوال میں مذکور ہیں، وہ اجازت کے لیے کافی نہیں؛ کیوں کہ وہ عقد کے پہلے کے افعال ہیں، نہ بعد کے اور اگر قاضی کو لڑکی اور لڑکے کے ولی مین سے کسی نے نہیں بلایا؛ بلکہ وہ خود ہی خبر نکاح سن کر آ گیا، یا کسی اور شخص کے بلانے پر آ گیا اور بدون

==(۳) وللولي إنكاح الصغير والصغيرة.(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي:٦٥/٣، سعيد)

(۴) ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف على الاجازة كنكاح الفضولي توقف عقوده كلها ان لها مجيز حالة العقد وإلا تبطل.(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الكفاءة:٩٧/٣، سعيد)

(۵) ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾(سورة النساء:٩٧،سعيد)

(۶) وللولي إنكاح الصغير والصغيرة.(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي:٦٥/٣، سعيد)

حاشية صفحه هذا:

(۱) وهو أي الولي شرط صحة نكاح صغير ومجنون. (الدرالمختار، كتاب النكاح،باب الولي:٥٥/٣، سعيد)

اجازت احد الولیین کے اس نے نکاح پڑھا تو یہ نکاح موقوف رہا، جو بعد اجازت اولیاء طرفین کے نافذ ہوگا اور اگر ان اولیا میں سے کسی نے اس نکاح کو صراحۃً، یا دلالۃً نافذ نہ کیا تو یہ نکاح موقوف ہی رہے گا، جس کو یہ صغیرین بعد بلوغ کے نافذ کر سکتے ہیں، بشرطیکہ نکاح کے وقت دونوں عاقل تمیز دار ہوں کہ نکاح کے معنی کو سمجھتے ہوں اور اگر وہ نکاح کو سمجھتے بھی نہ وں تو نکاح باطل ہے۔

قال في الدر: (وقبضه) أي الولي... (المهر ونحوه) مما يدل على الرضا (رضاً) دلالة، آه.

قال الشامي: كقبض النفقة أو المخاصمة في أحدهما وإن لم يقبض وكالتجهيز ونحوه، آه. (۴۸۸/۲)(۱)

وفيه أيضاً: صَغِيرَةٌ زَوَّجَتْ نَفْسَهَا وَلَا وَلِيَّ وَلَا حَاكِمَ ثَمَّةَ تَوَقُّفٌ، وَنَفَذَ بِإِجَازَتِهَا بَعْدَ بُلُوغِهَا لِأَنَّ لَهُ مُجِيزًا وَهُوَ السُّلْطَانُ، آه

قال الشامي: (قَوْلُهُ صَغِيرَةٌ زَوَّجَتْ نَفْسَهَا) أَيْ مِنْ كُفْءٍ بِمَهْرِ الْمِثْلِ، وَإِلَّا لَمْ يَتَوَقَّفْ لِأَنَّ الْحَاكِمَ لَا يَمْلِكُ الْعَقْدَ عَلَيْهَا بِذَلِكَ فَلَا يَمْلِكُ إجَازَتَهُ فَكَانَ عَقْدًا بِلَا مُجِيزٍ، نَعَمْ لَوْ كَانَ لَهَا أَبٌ أَوْ جَدٌّ وَزَوَّجَتْ نَفْسَهَا كَذَلِكَ تَوَقَّفَ لِأَنَّ لَهُ مُجِيزًا وَقْتَ الْعَقْدِ لِأَنَّ الْأَبَ وَالْجَدَّ يَمْلِكَانِ الْعَقْدَ بِذَلِكَ وَالصَّغِيرُ كَالصَّغِيرَةِ لِمَا فِي الْخَانِيَّةِ مِنْ أَنَّ الصَّغِيرَ لَوْ تَزَوَّجَ بَالِغَةً ثُمَّ غَابَ فَتَزَوَّجَتْ آخَرَ وَكَانَ الصَّبِيُّ أَجَازَ بَعْدَ بُلُوغِهِ الْعَقْدَ الَّذِي بَاشَرَهُ فِي صِغَرِهِ فَإِنْ كَانَتْ الْإِجَازَةُ بَعْدَ الْعَقْدِ الثَّانِي جَازَ الثَّانِي لِأَنَّهَا تَمْلِكُ الْفَسْخَ قَبْلَ إجَازَتِهِ، وَإِنْ كَانَتْ قَبْلَهُ فَإِنْ كَانَ الْأَوَّلُ بِمَهْرِ الْمِثْلِ أَوْ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ وَلِلصَّغِيرِ أَبٌ أَوْ جَدٌّ نَفَذَ بِإِجَازَةِ الصَّبِيِّ بَعْدَ بُلُوغِهِ وَإِلَّا فَيَجُوزُ الثَّانِي. (۵۱۵/۲)(۲)

وفي الخلاصة عن الاجناس: كل عقد له مجيز حال وقوعه يقف على الإجازه ومالا مجيز له حال وقوعه لايتوفق، آه. (۱۷/۲)(۳)

۸؍محرم ۱۳۴۶ھ (امدادالاحکام: ۳۰۸/۳)

نابالغ اور نابالغہ کے ایجاب وقبول کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغہ لڑکی اور نابالغ لڑکا جب والد کی اجازت دلالۃً موجود ہو، نکاح کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: عمران اللہ چارسدہ، ۱۹؍رجب ۱۳۹۷ھ)

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۵۸/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) ردالمحتار، فروع لیس للقاضی تزویج الصغیرة من نفسه: ۸۰/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۳) وَقَالَ فِي مِنَحِ الْغَفَّارِ فِي شَرْحِ قَوْلِهِ كُلُّ تَصَرُّفٍ صَدَرَ مِنْهُ، وَلَهُ مُجِيزٌ حَالَ وُقُوعِهِ انْعَقَدَ مَوْقُوفًا مِنْ بَيْعٍ أَوْ نِكَاحٍ أَوْ طَلَاقٍ أَوْ هِبَةٍ، وَكَذَا كُلُّ مَا صَحَّ بِهِ التَّوْكِيلُ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْكَمَالُ فِي شَرْحِ الْهِدَايَةِ حَيْثُ قَالَ تَصَرُّفَاتُ الْفُضُولِيِّ تَتَوَقَّفُ عِنْدَنَا إذَا صَدَرَتْ، وَلِلتَّصَرُّفِ مُجِيزٌ أَيْ مَنْ يَقْدِرُ عَلَى الْإِجَازَةِ سَوَاءٌ كَانَ تَمْلِيكًا كَالْبَيْعِ وَالْإِجَارَةِ وَالْهِبَةِ وَالتَّزْوِيجِ وَالتَّزَوُّجِ أَوْ إسْقَاطًا حَتَّى لَوْ طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَةَ غَيْرِهِ أَوْ أَعْتَقَ عَبْدَهُ فَأَجَازَهُ طَلُقَتْ، وَعَتَقَ، آه، فَتَأَمَّلْ. (البحر الرائق، فصل في بيع الفضولي: ۱۶۴/۶، دارالکتاب الإسلامی بیروت، انیس)

الجواب

نابالغ اور نابالغہ کا بذات خود ایجاب وقبول کرنے سے نکاح منعقد ہوتا ہے، جب کہ اذن سابق، یا اجازت لاحقہ سے مصحوب ہو۔

كما فى تنقيح الفتاوىٰ (١٦٦/٢): أن الصبى المحجور لو تصرف تصرفاً يجوز عليه لو فعله وليه فى صغره كبيع وشراء وتزوج وتزويج أمته وكتابة قنه ونحوه فإذا فعله الصبى بنفسه يتوقف علىٰ إجازة وليه مادام صبياً. (۱)

وفى الهداية (٣٧١/٣): وإذا أذن ولى الصبى للصبى فى التجارة فهو فى البيع والشراء (وكذا كل ما هو دائر بين النفع والضرر كالتنزوج) كالعبد الماذون. (۲) **وبمعناه فى ردالمحتار.** (۳)

وفى الهداية (٢٧٣/٣): ويصير (الصبى) ماذوناً بالسكوت كما فى العبد. (۴) **وبمعناه فى ردالمحتار: ١٢٥/٥** (۵) **وشرح المجلة، ص: ٥٤٣** (٦) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۴۹/۴)

نابالغ کا ایجاب وقبول معتبر نہیں:

سوال: زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا رشتہ بدیں شرط بکر کے نابالغ لڑکے کو دیا کہ وہ مجھے فلاں عورت کی طلاق دلوادے اور قبول نکاح نابالغ لڑکے نے کیا۔ کیا لڑکے کا قبول کرنا موجب عقد ہوگا؟ اگر نکاح منعقد ہوگیا تو کیا لڑکا حالت سفر میں طلاق دے سکتا ہے؟ اور شرط مذکورہ کا عقد پر کوئی اثر ہے، یا نہیں؟

الجواب

نابالغ لڑکے کا قبول معتبر نہیں؛ اس لیے وہ نکاح منعقد نہیں ہوا اور اس میں طلاق کی ضرورت نہیں، شرط کا نکاح پر کوئی اثر نہ ہوگا؛ مگر نکاح بوجہ قبول صحیح نہ ہونے کے نہیں ہوا۔ (۷)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۱۰۸/۵)

---

(۱) تنقيح الفتاوىٰ الحامدية: ١٦٦/٢، كتاب الوديعة ومطالبه

(۲) الهداية، ٣٧١/٣، كتاب الماذون فصل وإذا أذن ولى، الخ

(۳) قال العلامة ابن عابدين: (قوله يدور بين نفع وضر) أما النفع المحض فيصح كقبوله الهبة والصدقة وكذا إذا آجر نفسه ومضى علىٰ ذلك العمل وجبت الاجرة استحسانا ويصح قبول بدل الخلع من العبد المحجور بغير إذن المولىٰ لانه نفع محض وتصح عبارة الصبى فى مال غيره وطلاقه وعتاقه إذا كان وكيلا. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ١٠١/٥، كتاب الحجر)

(۴) الهداية: ٣٧٢/٣، قبيل كتاب الغصب

(۵) قال العلامة الحصكفى: ولو اشترىٰ العبد وباع ساكتا عن إذنه وحجره كان مأذونا. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ١٢١/٥، كتاب الماذون)

(٦) قال العلامة محمد خالد الآتاسى: فإن أذن لهما الولى فهما فى شراء وبيع كعبد مأذون فى كل أحكامه فيصير مأذوناً بالسكوت. (شرح المجلة للآتاسى: ٥٣٠/٣. الماده: ٩٧٢)

(۷) یہ ناسمجھ بچے کے بارے میں ہے اور سمجھ دار بچہ (صبی ممیز) کا ایجاب وقبول معتبر ہے، البتہ نکاح کے انعقاد کے لیے ولی کی اجازت ضروری ہے۔ ==

ولی کے ایجاب وقبول سے نابالغ کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے:

سوال: ایک شخص اپنی بالغ لڑکی کا نکاح لڑکی کی رضامندی سے ایک تین سال کی عمر کے لڑکے سے کر دیتا ہے، چندروز بعد فریقین علماء سے دریافت کرتے ہیں کہ ایسی صورت میں یہ لڑکا آیا طلاق دینے کا اختیار رکھتا ہے، یانہیں؟ اس قسم کے فتوے طلب کر دینے کے بعد بالآخر لڑکے کے نکاح کو کالعدم تصور کر کے لڑکے سے بلا طلاق حاصل کئے لڑکی کا نکاح ایک دوسری جگہ کر دیتے ہیں اور عذر گناہ یہ تراشتے ہیں کہ چوں کہ لڑکا وقت نکاح بالکل بچہ تھا؛ اس لیے شرعاً لڑکے کا نکاح ہی پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا۔

اب قابل استفتاء یہ امر ہے:

(۱) کیا حدیث، یا فقہ، یا اقوال صحابہ میں کہیں کوئی اس قسم کی جزئیہ مل سکتی ہے، جس سے یہ مترشح ہو کہ بوقت نکاح اگر لڑکا بالکل شیر خوار ہو تو اس کا نکاح کالعدم ہوگا۔

(۲) مذکورہ بالا صورت میں نکاح اول معتبر ہوگا، یا کہ ثانی؟ صورت مذکورہ میں نکاح خوان اور حاضرین مجلس کے اپنے نکاح باقی رہیں گے، یا ان کو تجدید نکاح ضروری ہے۔

(۳) اگر ان پر تجدید نکاح اور توبہ از بس کہ ضروری ہو اور وہ ایسا نہ کریں تو ان کے ساتھ کھانا پینا اور دیگر مجلسی وخانگی تعلقات کرنے شرعاً کیسے ہیں؟

(المستفتی: ۲۰۹۵، ایم حافظ عبدالستار صاحب (ملتان) ۴؍شوال ۱۳۵۶ھ، مطابق ۸؍دسمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

لڑکے کی طرف سے قبول کرنے والا اگر کوئی ولی، یا فضولی موجود تھا اور اس نے ایجاب قبول کیا تھا تو نکاح درست ہوگیا اور اگر لڑکے نے خود قبول کیا؛ یعنی اس کی زبان سے کہلوادیا تو نکاح صحیح نہیں ہوا۔(۱) پہلی صورت تھی تو نکاح قائم ہے اور دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا۔(۲) دوسرا نکاح پڑھانے والوں کا بیان لیا جائے کہ انہوں نے کس بنا پر دوسرا نکاح پڑھایا تھا تو پھر کوئی حکم دیا جا سکتا ہے۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۱۰۵/۵-۱۰۶)

== كما في الهندية: وأما شروطه فمنها العقل والبلوغ والحرية في العاقد إلا أن الأول شرط الانعقاد فلا ينعقد نكاح المجنون والصبي الذي لا يعقل والأخيران شرط النفاذ فإن نكاح الصبي العاقل يتوقف نفاذه على وليه. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۲۶۷/۱، ماجدية)

(۱) فلا ينعقد نكاح المجنون والصبي الذي لا يعقل. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول في تفسيره شرعاً وصفته وركنه، الخ: ۲۸۷/۱، ماجدية)

(۲) لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، القسم السادس المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، ماجدية

نابالغ کا ایجاب وقبول ولی کرسکتا ہے:

سوال: آٹھ سال کا بچہ اگر ایجاب وقبول کرے تو نکاح ہوسکتا ہے، یانہیں؟ کیا اس کے ولی شرعی کو بھی ایجاب وقبول کرنا ضروری ہے؟

الجواب

نابالغ بچہ سے ایجاب وقبول کرانا فضول ہے، اس کے ولی سے کرانا ضروری ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۱۰۷/۵)

والدہ کی اجازت سے نابالغہ ممیّز لڑکے کا ایجاب وقبول درست ہے اور مہر کی تفصیل:

سوال: ایک شخص زید نے اپنے نابالغ لڑکے خالد کا نکاح بکر کی نابالغہ لڑکی ہندہ سے عدم موجودگی بکر کے کرایا؛ مگر ایجاب وقبول کے وقت زید قاضی کے پاس موجود نہیں تھا؛ اس لیے ایجاب وقبول خالد نابالغ ہی سے کرایا، زید سے نہیں کرایا اور نہ قاضی صاحب کے رجسٹر پر زید کے دستخط کرائے گئے، تقریباً چار سال کے بعد خالد کا انتقال بحالت سن بلوغت ہوا، زید نے اپنے لڑکے مرحوم کی حالت تندرستی ونیز ایام بیماری میں اس کی زوجہ کو بھیجنے کے لیے متعدد مرتبہ زبانی وتحریری اس کے والد سے کہا؛ مگر بکر نے نہیں بھیجی یہاں تک کہ زوج اپنی زوجہ کے نہ ملنے کی حسرت اپنے دل ہی میں لے کر چل بسا، خالد کے انتقال ہونے کے پندرہ یوم بعد بکر اپنی دختر کو اپنی اصلی سکونت وطن سے ہٹا کر بلا پوری ہونے ایام عدت یعنی چار ماہ دس کے اپنے ساتھ جائے ملازمت پر لے گیا، زید کی طرف سے آدمی لینے کے لیے گئے تو اس وقت بھی زید کے یہاں ایام عدت گزارنے کے لیے ہندہ کو نہیں بھیجا۔

(۱) صورت مسئولہ میں خالد کا نکاح ہندہ سے ہوگیا تھا، یانہیں؟

(۲) اگر نکاح ہوگیا تھا تو نزاع اس امر کا ہے کہ زید خالد کے والد کو زرمہر چھبیس رواجی مقررہ برادری بتلاتا ہے اور بکر ہندہ کا والد ایک ہزار روپیہ کہتا ہے، البتہ رجسٹر قاضی میں مبلغ پانچ سو روپیہ درج ہیں اور کوئی تحریر باضابطہ نہیں تو اس صورت میں زرمہر کے ادا کرنے کا کون ذمہ دار ہے؟ اور کس قدر زرمہر ادا کرنا چاہیے؟ شرح بحوالہ کتب ارقام فرما کر عندالناس مشکور ہوں۔

الجواب

خالد نابالغ بوقت ایجاب وقبول اتنی سمجھ رکھتا تھا کہ نکاح اور ایجاب وقبول کو سمجھ لے، جس کو عرف شرع میں صبی ممیّز

---

(۱) وهو أي الولي شرط صحة نكاح صغير ومجنون. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۵۵/۳، سعيد)

وفي الرد: والصبي كالعبد ... لو باع الصبي ماله أو اشترى أو تزوج ... توقف على إجازة الولي. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۶۶/۳، سعيد)

کہتے ہیں، تب تو نکاح درست ہوگیا، بشرطیکہ باپ؛ یعنی زید نے اس کو ایجاب وقبول کی اجازت دی ہو۔

قال فی الاشباہ والنظائر من أحکام الصبیان: وَيَصِحُّ تَوْكِيلُهُ إذَا كَانَ يَعْقِدُ الْعَقْدَ وَيَقْصِدُهُ وَلَوْ مَحْجُورًا، وَلَا تَرْجِعُ الْحُقُوقَ إلَيْهِ فِي نَحْوِ بَيْعٍ بَلْ لِمُوَكِّلِهِ، انتھیٰ.

قال الحموی فی شرح توکلیه: قَوْلُهُ: وَيَصِحُّ تَوْكِيلُهُ مِنْ إضَافَةِ الْمَصْدَرِ إلَى مَفْعُولِهِ. (۴۸۲/۲)(۱)

(۲) یہ دیکھا جاوے کہ اس لڑکی ہندہ کا مہرِ مثل کیا ہے؛ یعنی اس کی بہنوں، یا پھوپھیوں، یا چچازاد بہنوں کا کیا مہر ہے، ہوتا ہے، سو اگر والد ہندہ کا قول مہر مثل کے اندر ہے، مثلا پانچ سو روپیہ ہے اور والد ہندہ پانچ سو روپیہ سے کم کا مدعی ہے تو والد ہندہ کا وقول مہر مثل کے اندر اندر ہے، مثلاً پانچ سو روپیہ ہے اور والد پانچ سو روپیہ سے کم کا مدعی ہے تو والد ہندہ سے حلف لے کر اس قول کی تصدیق کی جائے گی اور اگر والد ہندہ مہر مثل سے زائد کا مدعی ہے اور والد خالد مہر مثل کا، یا اس سے زائد کا مدعی ہے تو والد خالد کا قول حلف لے کر قبول کیا جائے گا۔

قال فی الدر المختار: (وَ) إنْ اخْتَلَفَا (وَفِي قَدْرِهِ حَالَ قِيَامِ النِّكَاحِ فَالْقَوْلُ لِمَنْ شَهِدَ لَهُ مَهْرُ الْمِثْلِ).

قال الشامی: أَيْ فَيَكُونُ الْقَوْلُ لَهَا إنْ كَانَ مَهْرُ مِثْلِهَا كَمَا قَالَتْ أَوْ أَكْثَرَ، وَلَهُ إنْ كَانَ كَمَا قَالَ أَوْ أَقَلَّ، انتھیٰ. (الدر المختار معرد المحتار: ۴۹۷/۲)(۲)

وقال فی الهدایة: ولو کان الاختلاف بعد موت احدهما فالجواب فیه کالجواب فی حیاتهما، آه. (۳)

والد خالد سے اس مہر کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا، جو خالد کے ذمہ اس کی بی بی کا واجب ہے، البتہ اگر والد خالد نے مہر اپنے ذمہ لے لیا ہو تو اس سے وصول کیا جاسکتا ہے۔ نیز اگر خالد مرحوم کی کوئی جائیداد، یا مال وغیرہ زید کے پاس موجود ہو تو اس سے بھی یہ مہر وصول کیا جاسکتا ہے۔

قال فی الدر المختار: (ولا یطالب الأب بمهر ابنه الصغیر الفقیر) أما الغنی فیطالب أبوه بالدفع من مال ابنه لامن مال نفسه (إذا زوجه امرأةً إلا إذا ضمنه) علی المعتمد. (۴) **واللّٰہ سبحانه وتعالٰی أعلم (اضافہ)** (امداد المفتیین: ۴۵۷/۲)

ولی کی اجازت سے نابالغ خود ایجاب وقبول کرے تو معتبر ہے:

سوال: ایک لڑکے کی عمر آٹھ سال اور لڑکی کی عمر سات سال کی ہے، اس وقت ان دونوں کا نکاح کیا جاوے اور ایجاب وقبول لڑکا کرے اور واثین نے لڑکی کی طرف سے قبول نہ کیا ہو تو اس صورت میں ان کا نکاح ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) غمز عیون البصائر، أحکام الصبیان: ۳۱۷/۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، مطلب: مسائل الإختلاف فی المهر: ۱۴۸/۳، دار الفکر بیروت، انیس

(۳) الهدایة: ۱۰۷/۱، دار إحیاء التراث العربی بیروت، انیس

(۴) الدر المختار، مطلب فی ضمان الولی المهر: ۱۴۱/۳، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) لڑکا جب بالغ ہوگیا تو اس نے دوسری جگہ اپنا نکاح کرلیا اور سات سالہ لڑکی سے جو نکاح کیا تھا، اس کی رخصتی بھی نہیں ہوئی، اب لڑکی بالغ ہوکر منع کرتی ہے کہ میں اس شوہر کے یہاں نہیں جاتی ہوں۔ آیا اس کا نکاح فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر نابالع لڑکے نے ایجاب اپنے ولی کی اجازت سے کیا اور لڑکی نے خود با جازت اولیاء قبول کرلیا تھا تو اگر چہ لڑکی کے اولیا نے خود قبول نہ کیا، تب بھی نکاح صحیح ہوگیا، سات سالہ لڑکی عمر تمیز کو پہنچ جاتی ہے اور بچہ کے معاملات اور تمام عقود کا یہی حکم ہے کہ اگر وہ صبی ممیّز ہے تو منعقد ہوکر اجازت ولی پر موقوف رہتے ہیں اور اگر ممیّز نہیں تو اول ہی سے منعقد نہیں ہوتے۔(کذا فی الاشباہ والشامی)(۱)

اور درصورت صحت نکاح بھی لڑکی کو شرعاً اختیار ہے کہ وہ بالغ ہوتے ہی اپنے نکاح کو فسخ کرالے، بشرطیکہ آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہی اس نکاح سے انکار کردے اور چند لوگوں کو اس انکار کا گواہ بنا کر مسلمان حاکم سے نکاح فسخ کرائے۔(کذا فی الدر المختار والھدایۃ وغیرھا) واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین :۴۵۸/۲)

گونگا بہرا اور صغیر ایجاب وقبول کس طرح کرے گا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ ایک لڑکا تو گونگا اور بہرا، دوسرا لڑکا صغیر سِنّ بعمر آٹھ سال کے ہے اور ان پر دونوں کا نکاح ہونے والا ہے، ایجاب وقبول ان کی طرف سے، ان کے ولی باپ، یا دیگر رشتہ دار کی طرف سے جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو ولی اس کا کس طور پر ایجاب وقبول کرے؟

الجواب

گونگا بہرا جو بالغ ہووے تو اشارہ سے قبول کرلیوے اور اشارہ ہی سے ایجاب کرایا جائے اور صغیر کی طرف سے اس کا ولی قبول کرے، اس طرح کہ اس منکوحہ کو اپنے فلاں صغیر سے قبول کرتا ہوں۔ فقط

اور بہرے گونگے کی طرف سے اس کا ولی قبول کرلیوے، درست ہے، پھر جب وہ اس کے پاس بہ رضا جاوے گا، اجازت وتمامی نکاح کی ہوجاوے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعۂ کلاں ص ۲۳۱-۲۳۲) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۷)

---

(۱) وَيَصِحُّ تَوْكِيلُهُ إِذَا كَانَ يَعْقِدُ الْعَقْدَ وَيَقْصِدُهُ وَلَوْ مَحْجُورًا، وَلَا تَرْجِعُ الْحُقُوقُ إِلَيْهِ فِي نَحْوِ بَيْعٍ بَلْ لِمُوَكِّلِهِ وَكَذَا فِي دَفْعِ الزَّكَاةِ وَالِاعْتِبَارُ لِنِيَّةِ الْمُوَكِّلِ.(الأشباه والنظائر)

قال الحموی فی شرح توکلیه: قَوْلُهُ: وَيَصِحُّ تَوْكِيلُهُ مِنْ إِضَافَةِ الْمَصْدَرِ إِلَى مَفْعُولِهِ.(غمز عيون البصائر، أحكام الصبيان: ٣١٧/٢، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

مجنون ایجاب وقبول کا اہل نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا دماغی توازن خراب ہے، ادھر ادھر پھرتا ہے اور فحش وغیرہ بکتا رہتا ہے، یہاں تک کہتا ہے کہ میں خدا ہوں اور زمین وآسمان میں نے پیدا کئے ہیں، اسی حالت میں زید نے چند لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی لڑکی جو کہ نابالغ تھی کا نکاح کر دیا، اب زید صحت مند ہے اور اپنی لڑکی کے نکاح پر نادم ہے، کیا ذہنی توازن اور پاگل پن کی وجہ سے اس کا یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد ظاہر شاہ دار العلوم قاسمیہ شبہ پشاور)

الجواب ــــــــــــــــ

اگر عقد نکاح کے وقت اس والد کا دماغی توازن خراب ہونا مسلم، یا مبرہن ہو تو یہ نکاح کالعدم اور باطل شمار ہوگا، (۱) کما فی التنویر بشرط حریة وتکلیف وإسلام. (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۴۹/۴-۲۵۰)

مندرجہ ذیل ایجاب وقبول سے نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: ایک عورت مسماۃ شریفاً بیوہ، عمر تخمیناً ۱۲-۱۳/سال جس کی بابت دوعورتوں نے شہادت دی کہ ایک حیض ہمارے سامنے آچکا ہے، شریفن مذکورہ کے مکان پر عبدالرحیم بمعہ عبدالرحمٰن اور دو مرد اور دو عورت کے پہنچا اور دریافت کیا کہ شریفن تیرے نکاح کے لیے کئی شخص خواہشمند ہیں تو کہاں رضا مند ہے؟ جواب دیا کہ میں اپنے سابق بہنوئی عبدالرحمٰن سے رضا مند ہوں اور مہر سو روپے کے باندھا، تب عبدالرحمٰن سے دریافت کیا کہ کیا تجھ کو نکاح منظور ہے اور مہر یک صد روپیہ کا منظور ہے، جواب دیا کہ مجھ کو نکاح بھی منظور ہے اور مہر بھی خطبہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھا گیا، اس کے بعد عبدالرحیم نے شہرت کر دی کہ نکاح ہو گیا۔ آیا شرعاً یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ شریفن کے تایا وغیرہ بھی موجود ہیں، ان سے اجازت نہیں لی تو شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

حسب تصریح فقہاء اس صورت میں نکاح منعقد ہو گیا اور چوں کہ شریفن بالغہ ہو چکی ہے تو خود اس کی رضا واجازت کافی ہے، تایا وغیرہ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۳۴/۷-۱۳۵)

---

(۱) قال العلامة ابن نجيم: (قوله ولا ولاية لعبد وصغير ومجنون) لانه لا ولاية لهم علىٰ أنفسهم فاوْلىٰ أن لا يثبت علىٰ غيرهم ولأن هٰذه ولاية نظرية ولا نظر في التفويض إلىٰ هؤلاء ... وأراد بالمجنون المطبق وهو شهر وعليه الفتوىٰ وفي فتح القدير لا يحتاج الى تقييده به لانه لا يزوج حال جنونه مطبقا او غير مطبق ويزوج حالة افاقته عن جنون مطبق أو غير مطبق لكن المعنى أنه إذا كان مطبقا تسلب ولايته فتزوج ولا ينتظر افاقته وغير المطبق الولاية ثابتة له فلا تزوج وتنتظر افاقته كالنائم، الخ. (البحر الرائق: ۱۲۳/۳، باب الاولياء والاكفاء)

(۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۳۳۸/۲، باب الولی

(۳) فنفذ نكاح حرة مكلفة بلارضا ولى. (الدر المختار) أراد بالنفاذ الصحة وترتب الأحكام من طلاق وتوارث وغيرهما. (ردالمحتار، باب الولی: ۴۰۷/۲، ظفير)

پہلا نکاح صحیح ہے، یا دوسرا:

سوال: دعویٰ مدعی کا یہ ہے کہ میرے دادا نے میرا ناطہ کرمان کی دختر مسماۃ فضل نور کے ساتھ کیا، میری عمر اس وقت ۱۲/ یا ۱۳/ سال کی تھی اور میری منکوحہ کی عمر ۱۰-۱۱/ سال کی تھی، اس کے والد نے اپنی دختر کا حق نکاح روبرو اہل جرگہ میرے ساتھ کیا اور میرے دادا نے میرے واسطے قبول کا اس ایجاب وقبول کے بعد میں پانچ سال اپنی سسرال میں رہا، پھر میں نوکری پر چلا گیا، چھ سال کے بعد آیا تو معلوم ہوا کہ میری منکوحہ کا نکاح دوسری جگہ کر دیا۔ آیا پہلا نکاح جو میرے ساتھ ہوا تھا، وہ صحیح ہے، یا دوسرا نکاح صحیح ہوا؟

الجواب ــ

پہلے اگر محض وعدہ نکاح کا تھا اور ایجاب وقبول بطریق نکاح مجلس نکاح میں روبرو شاہدین کے نہ ہوا تھا تو دوسری جگہ اس کا نکاح صحیح ہوگیا، (۱) اور اگر پہلے باقاعدہ نکاح ہوا تھا اور ایجاب وقبول بطریق نکاح شاہدین کے سامنے مجلس نکاح منعقد کر کے ہوا تھا تو دوسرا نکاح بدون طلاق دینے شوہر اول کے صحیح نہیں ہوا، عورت مذکورہ بدستور شوہر اول کی منکوحہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۳۵)

ایجاب وقبول کے بعد عورت انکار کرتی ہے، کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے روبرو دو گواہ کے ثیبہ عورت سے کہا کہ میرے لڑکے سے نکاح کرا اور اس کو منظور کر، اس کے جواب میں عورت نے کہا کہ تیرا لڑکا مجھے قبول ومنظور ہے؛ مگر اب عورت اس سے انکار کرتی ہے کہ میں نے یوں نہیں کہا اور گواہ گواہی دیتے ہیں کہ عورت نے الفاظ مذکورہ کہے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــ

اگر دو گواہ عادل الفاظ مذکورہ کی گواہی دیتے ہیں تو صورت مذکورہ میں نکاح منعقد ہوگیا، عورت کا انکار موجودگی گواہان عادل کے معتبر نہیں ہے۔

درمختار میں ہے:

’’کزوجني، الخ، فإذا قال في المجلس: زوجت أو قبلت، الخ، قام مقام الطرفين ويصح النكاح، الخ‘‘. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۵۷)

---

(۱) لو قال: هل أعطيتنيها؟ أن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۳٦٤، ظفير)

(۲) أما نكاح منكوحة الغير، الخ، فلم يقل أحد بجوازه أصلا. (ردالمحتار، باب المحرمات: ۲/٤٨٢، ظفير)

(۳) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۳٦٢، ظفير

بیوہ کا ایجاب وقبول اور شرط لگا کر پوری نہ ہونے پر انکار کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسماۃ ہندہ بیوہ اور صاحب اولاد عورت ہے، زید نے ہندہ کے بھائی خالد سے کہا کہ اپنی بہن مجھے دے دو، خالد نے ہندہ سے دریافت کیا ہندہ نے کہا کہ میں اس شرط پر زید کے ساتھ شادی کروں گی کہ میری چھوٹی بچیوں کو میرے شوہر کے بھائی میرے ساتھ زید کے پاس چھوڑ دے، زید نے کہا کہ یہ اجازت میں اس سے لے چکا ہوں۔ اب خالد اور زید کے درمیان ایجاب وقبول ہوا، زید نے ایک جوڑہ کپڑے ہندہ کو دیئے اور ہندہ نے اس کو پہن لیے، چند ہفتوں کے بعد شادی کی تیاریاں ہورہی تھیں کہ اچانک شوہر کا بھائی آکر ہندہ سے ان کی بچیوں کو لے کر چلا گیا اور کہا کہ نہ میں اپنے بھائی کی یتیم بچیوں کو زید کے پاس چھوڑوں گا اور نہ میں نے زید کو ایسی اجازت دی ہے۔ ہندہ نے جب یہ حالت دیکھی تو زید کے کپڑوں کو اتار کر کہنے لگی کہ اب میں زید کے ساتھ شادی نہیں کروں گی؛ کیوں کہ شرط پوری نہیں ہوئی۔ اب زید کہتا ہے کہ ہندہ میرے نکاح میں ہے، ایجاب وقبول ہوا ہے، حالاں کہ خود زید اور خالد کی اپنی عرف ورواج میں اس قسم کے ایجاب وقبول کو نکاح نہیں سمجھا جاتا۔ اب اگر خدانخواستہ اسی رسمی ایجاب وقبول کے بعد خاطب مخطوبہ پر بری نیت سے ہاتھ ڈالے تو معاملہ قتل ومقاتلہ تک پہنچتا ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ ہندہ آزاد ہے، یا زید کی منکوحہ؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: احمد میمن دارالتوحید شہداد پور سانگھڑ، ۱۰/ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ)

الجواب

اگر یہ ایجاب وقبول دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے روبرو ہوا ہو تو یہ معاملہ نکاح شرعی ہے، خطبہ نہیں ہے۔

فی الدرالمختار: وینعقد متلبسا بایجاب من أحدهما وقبول، الخ. (۱)

وفیه أیضاً: وما یصح ولایبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضة المالیة ... القرض والهبة والصدقة والنكاح، إلخ. (۲) وهوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۶/۴-۲۶۷)

لفظ قبول کے بجائے الحمدللہ کہنے سے نکاح نہ ہوگا:

سوال: زید نے لفظ قبول کی جگہ الحمدللہ کہا۔ نکاح صحیح ہوا، یا نہ؟

الجواب

فی الدر المختار: وینعقد بایجاب وقبول وضعا للمضی وبما وضع أحدهما له أی للمضی والآخر للا ستقبال أوللحال فالأول الأمر، الخ.

(۱) الدرالمختار، کتاب النکاح: ۹/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) الدرالمختار، کتاب الدعوی: ۲۴۹/۵، دارالفکر بیروت، انیس

وفی ردالمحتار تحت قول الدر المختار: لوقال لها: یا عرسی، فقالت: لبیک، الخ، ما نصه): صوابه لم ینعقد فقد صرح فی البحر عن الصیرفیة بأن الانعقاد خلاف ظاهر الروایة ومثله فی النهر وکذا فی شرح المقدسی عن فوائد تاج الشریعة. (۴۳۳/۲، مصری)(۱)

اس نظیر سے معلوم ہوتا ہے کہ الحمدللہ کہنا موجب انعقاد ونکاح نہیں؛ لیکن کوئی جزئیہ نہیں ملا، بہتر یہ ہے کہ کسی اور جگہ بھی تحقیق کرلیا جاوے۔ فقط (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۳۲/۲)

دولہا نے وقت نکاح قبول کیا کے بجائے اگر الحمدللہ کہا تو کیا حکم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں اگر نکاح خوانی کے وقت دولھا سے نکاح خواں نے یوں کہا: مثلاً مریم بنت زید کو دوسو روپیہ مہرانہ کے عوض تمہارے عقد میں دیا، وہ صرف الحمدللہ کہا۔ اب نکاح ہوا، یا نہیں؟ سوال صرف یہ ہے کہ قبول کیا، میں نے اس جگہ میں اگر صرف الحمدللہ کہہ دیا تو نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟

تنقیح:

اس موقعہ پر الحمدللہ کہنے سے شہود اور حاضرین کیا سمجھتے ہیں بتلایا جائے؛ کیوں کہ الحمدللہ ہمارے عرف میں صیغہ قبول کا نہیں ہے، بنگالہ کی کوئی خاص اصطلاح ہے۔

قال فی الخلاصة: وفی مجموع النوازل: قال زوجنی نفسک منی فقالت: بالسمع والطاعة، صح النکاح ولوقالت: سپاس دادم، لا ینعقد، آه. (۳/۲)(۲)(امداد الاحکام ۲۰۱/۳)

☆ ☆ ☆

---

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۱۲/۳، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) سُئِلَ نَجْمُ الدِّینِ عَمَّنْ قَالَ لِامْرَأَةٍ خویشتن رابهز اردرم کابین بِمنُ بزنی دَادِی فَقَالَتْ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ قَالَ یَنْعَقِدُ النِّکَاحُ وَلَوْ قَالَتْ سیاس دارم لَا یَنْعَقِدُ؛ لِأَنَّ الْأَوَّلَ إجَابَةٌ وَالثَّانِیَ وَعْدٌ، کَذَا فِی الْمُحِیطِ. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح ومالا: ۲۷۱/۱-۲۷۲، دار الفکر بیروت، انیس)

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، وما لکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پر بدھ نگر (مظفر نگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد / مولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحیٔ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبہٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشر و اشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش و دیگر مفتیان	شعبۂ نشر و اشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۱)	نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۲)	خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲

(۲۳) فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۲۴) فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدرآباد
(۲۵) احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲۶) فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷) فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸) فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹) کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰) محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱) حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، دریا گنج، نئی دہلی
(۳۲) فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس، لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳، لکھنؤ، انڈیا
(۳۴) فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵) فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳۶) فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷) آپ کے مسائل اور ان کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸) مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیتہ، مولانا عبدالحیٔ نگر، سورت، گجرات
(۳۹) فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی-۶، انڈیا
(۴۰) فتاویٰ شاکر خان	مولانا مفتی محمد شاکر خان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خردسروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱) فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گوریني، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گوریني، جونپور (یوپی)
(۴۲) فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبدالحیٔ نگر، کفلیتہ، سورت گجرات
(۴۳) فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
(۴۴) کتاب النوازل	مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۴۵) نجم الفتاویٰ	مفتی سید نجم الحسن امروہوی	شعبہ نشر واشاعت جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن، نارتھ کراچی
(۴۶) فتاویٰ فلاحیہ	حضرت مولانا مفتی احمد ابراہیم بیماتؒ	حافظ اسجد بن مفتی احمد ابراہیم بیمات، کینیڈا
(۴۷) فتاویٰ دینیہ	حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل کچھولویؒ	جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات

مصادر و مراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
	{قرآن (مع تفاسیر و علوم قرآن)}		
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الٰہی
(۲)	جامع البیان فی تأویل القرآن	ابوجعفر الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبدالملک بن سلمۃ الازدی الحجری المصری الطحاوی	۳۲۱ھ
(۴)	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۵)	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	أبوعبداللہ، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی، فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
(۶)	انوار التنزیل واسرار التأویل (تفسیر بیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۷)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۸)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد محلی / جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان سیوطی	۸۶۴ھ/۹۱۱ھ
(۹)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی، عبدالرحمن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۱۰)	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۱)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۲)	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
	{متون واطراف واجزاء حدیث}		
(۱۳)	مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحصکفی وابی نعیم	امام اعظم ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۴)	جامع معمر بن راشد	ابوعروۃ البصری معمر بن أبی عمرو راشد الأزدی	۱۵۳ھ
(۱۵)	موطأ امام مالک	امام دارالہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۱۶)	کتاب الآثار بروایۃ أبی یوسف	ابویوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ انصاری	۱۸۲ھ
(۱۷)	الزھد والرقائق لابن المبارک	ابوعبدالرحمن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	۱۸۱ھ
(۱۸)	کتاب الآثار بروایۃ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۹)	موطأ امام مالک / موطأ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۰)	الجامع لابن وھب	ابومحمد عبداللہ بن وھب بن مسلم المصری القرشی	۱۹۷ھ
(۲۱)	مسند الشافعی بترتیب السندی	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن	۲۰۴ھ
(۲۲)	السنن الماثورۃ بروایۃ المزنی	عبدمناف الشافعی القرشی المکی	

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۳)	مسند ابوداؤدالطیالسی	ابوداؤدسلیمان بن داؤدبن الجارودالطیالسی البصری	۲۰۴ھ
(۲۴)	مصنف عبدالرزاق صنعانی	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۲۵)	مسند الحمیدی	ابوبکرعبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	۲۱۹ھ
(۲۶)	الصلوٰۃ	ابونعیم الفضل بن عمروبن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف باابن دکین	۲۱۹ھ
(۲۷)	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الجوھری البغدادی	۲۳۰ھ
(۲۸)	مصنف ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکرعبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خوستی	۲۳۵ھ
(۲۹)	مسند اسحاق بن راھویہ	ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی،ابن راھویہ	۲۳۸ھ
(۳۰)	مسند امام احمد	امام احمد،ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۱)	فضائل الصحابۃ	امام احمد،ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۲)	المنتخب من مسندعبدبن حمید	ابومحمدعبدالحمید بن نصرالکسی	۲۴۹ھ
(۳۳)	صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۴)	الادب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۵)	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن دردین النیشافوری	۲۶۱ھ
(۳۶)	أخبارمکۃ فی قدیم الدھروحدیثہ	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	۲۷۲ھ
(۳۷)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی،ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۳۸)	سنن ابوداؤدرمراسیل ابوداؤد	ابوداؤد،سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شدادبن عمروالازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۳۹)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۰)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۱)	الورع	ابوبکرعبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن قیس البغدادی الأموی القرشی	۲۸۱ھ
(۴۲)	مسند الحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داھر التمیمی البغدادی الخطیب المعروف باابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۴۳)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۴)	الآحادوالمثانی	ابوبکر بن أبی عاصم،احمد بن عمروبن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۵)	السنۃ	ابوبکر بن أبی عاصم،احمد بن عمروبن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۶)	البحرالزخارالمعروف بمسند البزار	ابوبکراحمد بن عمروبن عبدالخالق بن خلادبن عبیداللہ العتکی،البزار	۲۹۲ھ
(۴۷)	تعظیم قدرالصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصربن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۴۸)	مختصرقیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصربن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۴۹)	القدر	ابوبکرجعفربن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۵۰)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۱)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۲)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۵۳)	المنتقی	ابن الجارود ابومحمد عبداللہ بن علی النیشاپوری	۳۰۷ھ
(۵۴)	مسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۵۵)	الکنی والأسماء	ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۵۶)	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسا فوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۵۷)	التوحید	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسا فوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۵۸)	السنۃ لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۹)	مسند السراج رحدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۶۰)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۶۱)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۲)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۳)	مکارم الأخلاق رمساوی ءالاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطی السامری	۳۲۷ھ
(۶۴)	مسند الشاشی	ابوسعید الہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ
(۶۵)	معجم ابن الأعرابی	ابوسعید بن الأعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم البصری الصوفی	۳۴۰ھ
(۶۶)	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ
(۶۷)	المعجم الأوسط رالمعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۶۸)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۶۹)	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۰)	عمل الیوم واللیلۃ	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبداللہ	۳۶۴ھ
(۷۱)	سنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطنی	۳۸۵ھ
(۷۲)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۷۳)	شرح مذاھب أھل السنۃ	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۷۴)	الابانۃ الکبریٰ	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطۃ	۳۸۷ھ
(۷۵)	معالم السنن	ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۷۶)	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم النیسا فوری	۴۰۵ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۷۷)	الإیمان	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحی بن مندہ العبدی	۳۹۵ھ
(۷۸)	شرح أصول اعتقاد أھل السنۃ والجماعۃ	ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی	۴۱۸ھ
(۷۹)	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفھانی	۴۳۰ھ
(۸۰)	المسند المستخرج علی صحیح مسلم	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفھانی	۴۳۰ھ
(۸۱)	امالی	ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مھران البغدادی	۴۳۰ھ
(۸۲)	مسند الشھاب	ابوعبداللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری	۴۵۴ھ
(۸۳)	السنن الکبریٰ/السنن الصغیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۸۴)	شعب الإیمان	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۸۵)	معرفۃ السنن والآثار	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۸۶)	الدعوات الکبیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۸۸)	جامع بیان العلم وفضلہ	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی	۴۶۳ھ
(۸۹)	تفسیر غریب ما فی الصحیحین	محمد بن فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸
(۹۰)	الفردوس بمأثور الخطاب	ابوشجاع، شیرویہ بن شھردار بن شیرویہ بن فناخسرو الدیلمی الھمدانی	۵۰۹ھ
(۹۱)	شرح السنۃ	محی الدین ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ
(۹۲)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل بن بہرام التمیمی السمرقندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۹۳)	المعجم	ابوالقاسم، علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
(۹۴)	کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی	۹۷۵ھ
(۹۵)	جامع الأصول فی أحادیث الرسول	مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۹۶)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۹۷)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۹۸)	الجوھر النقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراھیم بن مصطفی المار دینی ابن الترکمانی	۷۵۰
(۹۹)	جامع المسانید والسنن الھادی لأقوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۰)	نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الھدایۃ	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ
(۱۰۱)	البدر المنیر/مختصر تلخیص الذھبی	ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۰۲)	تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین	عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابونصر عبدالوھاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۰۳)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نورالدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الہیثمی	۸۰۷ھ
(۱۰۴)	موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان	ابوالحسن نورالدین علی بن أبی بکر بن سلیمان الھیثمی	۸۰۷ھ
(۱۰۵)	الدرایة فی تخریج احادیث الھدایة	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۶)	التلخیص الحبیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۷)	المقاصد الحسنة	محمد بن عبدالرحمن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۰۸)	الجامع الصغیر/الفتح الکبیر	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۰۹)	تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۰)	جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامة محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۱)	آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۱۲)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

{شروح وعلل حدیث}

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۱۳)	شرح صحیح البخاری	ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک	۴۴۹ھ
(۱۱۴)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۱۵)	احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشہیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ
(۱۱۶)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہر الدین الزیدانی الکوفی الضریر الشیرازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۱۷)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ
(۱۱۸)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۱۹)	الکواکب الدراری علی شرح البخاری	شمس الدین الکرمانی، محمد بن یوسف بن علی بن سعید	۷۸۶ھ
(۱۲۰)	المحلی شرح الموطأ	ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن خلیفہ المالکی	
(۱۲۱)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۲)	تقریب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۳)	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۴)	شرح المصابیح	محمد بن عزالدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی، بابن ملک	۸۵۴ھ
(۱۲۵)	عمدة القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۶)	شرح سنن أبی داؤد	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۷)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۲۸)	الآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۲۹)	مصباح الزجاجة شرح سنن ابن ماجة	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۰)	ارشاد الساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۳۱)	مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۲)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۳)	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۴)	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۵)	اشعة اللمعات شرح مشکوٰة المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۳۶)	لمعات التنقیح فی شرح مشکاة المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۳۷)	حاشیة السندی علی سنن ابن ماجة	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالهادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۸)	شرح مسند الشافعی	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالهادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۹)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالهادی بن عبدالغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۴۰)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	۱۱۸۲ھ
(۱۴۱)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۴۲)	مظاہر حق	نواب قطب الدین خاں دہلوی	۱۲۸۹ھ
(۱۴۳)	بذل المجهود فی حل أبی داؤد	المحدث خلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۴۴)	التعلیق الممجد علی موطا الإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۵)	حاشیة السنن لأبی داؤد	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۶)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۷)	عون الباری لحل أدلة البخاری	نواب صدیق حسن خاں (محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی قنوجی)	۱۳۰۷ھ
(۱۴۸)	التعلیق الحسن علی آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۴۹)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۰)	الکوکب الدری علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۱)	عون المعبود فی شرح سنن أبی داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۵۲)	المنهل العذب المورود شرح أبی داؤد	محمود محمد خطاب السبکی	۱۳۵۲ھ
(۱۵۳)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامة محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۵۴)	فیض الباری شرح البخاری	علامة محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۵۵)	تحفۃ الأحوذی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبدالرحمن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۵۶)	فتح الملہم	مولانا شبیراحمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۵۷)	التعلیق الصبیح علیٰ مشکوٰۃ المصابیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۵۸)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۵۹)	أوجز المسالک إلی موطا امام مالک	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۶۰)	مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ابوالحسن عبیداللہ بن محمد عبدالسلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۶۱)	سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ	محمد ناصرالدین الالبانی	۱۴۲۰ھ
(۱۶۲)	منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری	حمزہ بن محمد قاسم	۱۴۳۱ھ
(۱۶۳)	منہاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ
		{سیرت وشمائل}	
(۱۶۴)	زاد المعاد فی ہدیۃ خیر الانام	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۶۵)	سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر الانام	محمد بن یوسف الصلاحی الشامی	۹۴۲ھ
(۱۶۶)	لمواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۶۷)	شرح المواھب اللدنیۃ	العلامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ
		{کتب فقہ احناف}	
(۱۶۸)	الحجۃ علی اہل المدینۃ	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۶۹)	کتاب الأصل	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۰)	الجامع الصغیر	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۱)	مختصر الطحاوی	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۷۲)	شرح مختصر الطحاوی	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۷۳)	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۳ھ
(۱۷۴)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۷۵)	النتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۷۶)	المبسوط	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۷۷)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۷۸)	تحفۃ الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد بن ابواحمد السمرقندی الحنفی	۵۳۹ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷۹)	خلاصۃ الفتاویٰ رمجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۸۰)	المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی	ابو المعالی محمود بن احمد بن عبد العزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۸۱)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۸۲)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۸۳)	بدایۃ المبتدی وشرحہ الہدایۃ	برہان الدین ابو الحسن علی بن ابوبکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۸۴)	قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ	ابو الرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۸۵)	المجتبیٰ شرح مختصر القدروی	ابو الرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۸۶)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۸۷)	مجمع البرکات	ابو البرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ہاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی	۶۶۷ھ
(۱۸۸)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ محمود بن عبد اللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۸۹)	الاختیار لتعلیل المختار	عبد اللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابو الفضل مجد الدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۱۹۰)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۱۹۱)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۱۹۲)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدید الدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۱۹۳)	کنز الدقائق	حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰، ۷۰۱ھ
(۱۹۴)	تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	فخر الدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۱۹۵)	شرح مختصر الوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ الصغیر، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۱۹۶)	النقایۃ مختصر الوقایۃ	صدر الشریعہ الصغیر، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۱۹۷)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۱۹۸)	النھایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۷۱ھ
(۱۹۹)	جامع المضمرات شرح مختصر القدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۰۰)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۲۰۱)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۲۰۲)	السراج الوہاج فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۳)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۴)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک، عبد اللطیف بن عبد العزیز	۸۰۱ھ
(۲۰۵)	الفتاویٰ البزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	۸۲۷ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۰۶)	معین الحکام	ابوالحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۴۴ھ
(۲۰۷)	البنایۃ شرح الہدایۃ	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۰۸)	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۰۹)	فتح القدیر علی الہدایۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	۸۶۱ھ
(۲۱۰)	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹ھ
(۲۱۱)	درر الحکام شرح غرر الأحکام	ملاخسرو، محمد بن فرامرز بن علی	۸۸۵ھ
(۲۱۲)	شرح النقایۃ	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲ھ
(۲۱۳)	حاشیۃ علی العنایۃ شرح الہدایۃ	سعداللہ بن عیسیٰ بن امیرخان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	۹۴۵ھ
(۲۱۴)	ملتقی الأبحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۱۵)	الصغیری/الکبیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۱۶)	جامع الرموز شرح مختصر الوقایۃ المسمیٰ بالنقایۃ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۱۷)	البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ
(۲۱۸)	المسالک فی المناسک	،ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی	بعد: ۹۷۵ھ
(۲۱۹)	المنسک المتوسط المسمی لباب المناسک	رحمۃ اللہ بن عبداللہ السندی المکی الحنفی	--
(۲۲۰)	الفتاویٰ الحامدیۃ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	۹۸۵ھ
(۲۲۱)	تنویر الأبصار وجامع البحار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۲۲)	النہر الفائق شرح کنز الدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۲۳)	شرح النقایۃ فی مسائل الہدایۃ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲۴)	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲۵)	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	۱۰۲۱ھ
(۲۲۶)	سکب الأنہر علی فرائض مجمع الانہر	علاء الدین علی بن محمد الطرابلسی بن ناصرالدین الحنفی	۱۰۳۲ھ
(۲۲۷)	نورالایضاح ونجاۃ الارواح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۲۸)	امداد الفتاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۲۹)	مراقی الفلاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۰)	مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعو بشیخی زادہ، المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۳۱)	الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ	خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۳۲)	الدرالمختار شرح تنویر الأبصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاء الحصکفی	۱۰۸۸ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۳۳)	الفتاویٰ الأسعدیۃ	سید اسعد بن ابو بکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶ھ
(۲۳۴)	الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماعۃ من اعلام فقہاء الھند)	۱۱۶۱ھ
(۲۳۵)	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۳۶)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۳۷)	اسعاف المولی القدیر شرح زاد الفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقدویسی مصری	۱۱۲۲ھ کے بعد
(۲۳۸)	مالا بد منہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ الاموی العثمانی الھندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۳۹)	رد المحتار حاشیۃ الدر المختار	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۰)	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۱)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۲)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۳)	غایۃ الاوطار ترجمہ اردو الدر المختار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری رمترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	۱۲۷۱ھ/--
(۲۴۴)	التحریر المختار حاشیۃ رد المحتار	عبد القادر الرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۴۵)	جواہر الإخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابو بکر بن محمد بن الحسین الاخلاطی الحسینی	--
(۲۴۶)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبد الغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۴۷)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۴۸)	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۴۹)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۰)	حاشیہ علی الہدایہ	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۱)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۲)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۳)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۴)	تحفۃ الاخیار	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۵)	علم الفقہ	عبد الشکور بن ناظر علی فاروقی لکھنوی	--
(۲۵۶)	الفتاویٰ الکاملیۃ فی الحوادث الطرابلسیۃ	محمد کامل بن مصطفی بن محمود الطرابلسی الحنفی	۱۳۱۷ھ
(۲۵۷)	رسائل الارکان	عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۵۸)	مجلۃ الاحکام العدلیۃ	لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ	--
(۲۵۹)	الآثار الحمیدیۃ شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ	عبد اللطیف بن حسین الغزی	۱۳۴۰ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۶۰)	بہشتی گوہر/بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۶۱)	تصحیح الاغلاط	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۶۲)	جواہرالفقہ	مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
		{فقہ مقارن}	
(۲۶۳)	بلوغ المرام من ادلة الاحکام	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۶۴)	الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹر وہبہ بن مصطفی زحیلی	۲۰۱۵ء
(۲۶۵)	الموسوعة الفقہیة	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--
		{اصول فقہ}	
(۲۶۶)	اصول البزدوی	فخرالاسلام علی بن محمد البزدوی	۴۲۲ھ
(۲۶۷)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ
(۲۶۸)	آداب المفتی	محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۶۹)	المنار	حافظ الدین النسفی	۷۱۰ھ
(۲۷۰)	الکافی شرح البزدوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۲۷۱)	کشف الاسرار شرح اصول البزدوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۲۷۲)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۲۷۳)	غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابوالعباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۲۷۴)	نورالانوار فی شرح المنار	ملاجیون حنفی، احمد بن ابوسعید	۱۱۳۰ھ
(۲۷۵)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۷۶)	عمدة الفقہ	سیدزوارحسین شاہ	۱۴۰۰ھ
		{تزکیہ واحسان}	
(۲۷۷)	ادب الدنیاوالدین	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی	۴۵۰ھ
(۲۷۸)	احیاء علوم الدین	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی	۵۰۵ھ
(۲۷۹)	غنیة لطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۲۸۰)	الترغیب والترہیب	ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۲۸۱)	الکبائر	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز ذہبی	۷۴۸ھ
(۲۸۲)	الزواجر عن اقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
		{لغات،معاجم،ادب وتاریخ،طبقات وتراجم}	
(۲۸۳)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ
(۲۸۴)	المتفق والمفترق	ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ
(۲۸۵)	النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۲۸۶)	مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ
(۲۸۷)	کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم	محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمد صابر الفاروقی الحنفی التہانوی	۱۱۵۸ھ
(۲۸۸)	نوراللغات	مولوی نورالحسن نیر	۱۳۵۵ھ
(۲۸۹)	تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف	محمد بن احمد بن الضیاء محمد القرشی العمری المکی الحنفی	۱۳۸۷ھ
(۲۹۰)	التعریفات الفقھیۃ	محمد عمیم الاحسان المجددی البرکتی	۱۳۹۵ھ
(۲۹۱)	غیاث اللغات	مولوی غیاث الدینؒ	--
(۲۹۲)	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدینؒ	--
		{متفرقات}	
(۲۹۳)	ماثبت من السنۃ	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۲۹۴)	کتاب آداب الصالحین	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۲۹۵)	شرح سفر السعادت	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۲۹۶)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۲۹۷)	صراط مستقیم فارسی	حضرت سیداحمد بریلوی	۱۲۴۶ھ
(۲۹۸)	دین کی باتیں	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ

★★★

نوٹ: ’’فتاویٰ علماء ہند،جلد-۲۳‘‘ کے متن وحاشیہ میں ان کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمن قاسمی)